

# شاہجہان کے ایام اسیری اور عہدِ اورنگزیب

مشہور فرانسسیسی سیاح ڈاکٹر برنیئر کا بارہ سالہ روزنامہ  
۱۶۵۶ء تا ۱۶۶۸ء

مترجمہ: خلیفہ سید محمد حسین



نفیس کیڈی

بکس انٹریٹ ————— کراچی

PRICE RS. 12 - 0 - 0

# شاہجہاں کے ایامِ اسیری اور عہدِ اورنگ زیبؒ

مشہور فرانسیسی سیاح ڈاکٹر برنیر کا بارہ سالہ دفنامچہ (۱۶۵۶ء - ۱۶۶۶ء)

جس میں

شاہجہاں کے آخری نصفِ کمال، اورنگ زیبؒ کی بہادر اور  
کشکش، مغل شہنشاہیت کے پس پردہ واقعات اور اس فنکار  
سیاحی سا شرقی اور مغربی حالات کو نہایت دلکش انداز میں پیش کیا گیا ہے

مترجمہ

خلیفہ سید محمد حسین مرحوم  
میر مفتی ریاست پٹیاں

ہنگ ہونٹین اسٹور  
بکسز اور اسٹورز  
سورہد خان

## نغیس کیڈی

بلاس اسٹریٹ، کراچی ۷۴

قیمت مجلد بارہ روپیہ

جُمْلہ حقوق محفوظ

ناشر:- چوہدری محمد اقبال سلیم گاہندی

مآلات نفیس اکیڈمی  
بلاس انٹرنیٹ کراچی

طبعِ اول: — نفیس اکیڈمی، کراچی۔ اپریل ۱۹۶۷ء

کتابت: — انوری بیگم دہلوی

مطبوعہ: — انٹرنیشنل پریس، کراچی

# عہدِ اورنگ زیب کے چشم دید حالات

آنحضرت اقبال علیہ السلام کا جہند درخی

ڈاکٹر وزیر اکبر فرخ طیب تھا جس نے محض فوق چھ ماہ اپنی عمر کے بارہ سال سے علاوہ سے مختلف ملک مثل : ایران گذارے ہیں ۔ یہ وہ زاد ہے جس میں شہاب الدین محمد خاں بہان صاحبِ اوقاف کا دور حکمرانی ختم ہوتا ہے اور محی الدین محمد مالگیر خندستان کا سب سے بڑا بادشاہ زلمشہنشاہی اپنے ہاتھوں میں قیام ہے وہ مالگیر جس کی شہرہ آفاق گزیر کتب میں خاصہ کا مل میں ملکتی ہے اور کہیں ہوشیار پاک و ہند کے آخری جزیرہ گوشوں میں اور جس کی مضافہ طبعی طاقت حکمرانی نے تاریخ کے وسیع و عریض حصے پہلے مرتبہ اور بعد کے واقعات گواہ ہیں کہ کتبے آخری مرتبہ بھی اس ہوشیار کے حدود میں گئے تھے اور اس قدر عظیم الشان حدود میں کی پہلے دنوں میں یہودیوں نے افغانستان ، روس ، پاکستان ، آج کل کے ساریات اور ملکہ جرائد سب ہی داخل تھے ۔

یہی وہ زمانہ ہے جس کو مغل تاریخ کا طالب علم "ہنگس برلہ" کے نام سے یاد کرتا ہے شاہ جہاں کو نظر بند کر دیا جاتا ہے ۔ دارالاشکوہ ، شہنشاہ اورنگ زیب اور فرزندِ بیگم مرہاں بدواں کے ہمین شاہی و غریب شاہی کے لئے آویزش ہوئی ہے بڑی بڑی مثل ہے ۔ یہ تغیر ہو گئے یہ حسد و دود و پادشاہ و راجے و گنبد

ایک کھیل میں دس تغیر گذران کر سکتے ہیں لیکن ایک ملک میں وہ پادشاہوں کی ممانی ممکن نہیں ؛ ہنگس برلہ کی کاشیتی سبب تو یہی کلیہ ہے جس میں شاہی ختم ملک ہے بھی کبھی کوئی استغناء نہیں کیا ۔ دارالاشکوہ اور مالگیر کے اپنے آویزش ایکسٹری اور ایک ہی چیز تھی اور اس کا نتیجہ وہی نکلا اور نکلا چاہیے تھا اس کائنات آب و گل کے تمام حوادث کا یہی نتیجہ نکلا کرتا ہے غفلت مالم جیسے سے جانے اصل کا اصول یہ تھا ہے جو کہ بہتر ہوگا یہی کامیاب ہو گا اور وہی آتی ہے گا ۔ دوسرے اور تیسرے دور کی ہر چیز میں کہ بہتر اور اصل کھیلے اس عرصے میں حکمرانی کرتی ہی توجہ بہ ہنگس برلہ کی آخری بھی یہی نکلا ۔ ڈاکٹر بریر کو کہی اس کا قرار ہے کہ کتبے بہتر ملامت رکھنے والا ان چاروں بہانوں میں ٹیڑھا اور سنگ زیب ہی تھا لیکن ڈاکٹر بریر اپنے مزاج سے کہہ رہے ہیں کہ جو حزب مخالف کی دہشت کا حامل ہے اس نے کامیاب حکمرانِ فرق کی طرف سے اس کھیل میں ایک قسم کی غفلت ہی ہے اسے مالگیر کے اعمال و انکسار میں یہ رکھائی دیتے ہیں ۔ اور وہ یہ کہہ گئے کہ جو کہ ہمارے محض ہے یہی اور ساری کتبے تھی حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جس میں بلکہ جو کہ ہمارا ان حالات میں وہی ہونا چاہیے تھا مگر نہ ہوتا تو بڑا ہوتا ۔

داخل ڈاکٹر بریر نے ہمارے قلم کی اس کے کچھ علاوہ ڈاکٹر کی انشا میں کہ ایک اور چیز بھی ہے یہ کہ مالگیر





# اورنگ زیب کی سیاسی زندگی

آفتاب ٹی اکنٹریکس الاسلام ایس۔ اے۔ پی۔ ایچ ڈی

ہرمیر ہند پاکستان تاریخ کے آغاز سے ہی دنیا کی دلچسپی کا مرکز رہا ہے۔ یہاں کی دولت کی شہرت دور دراز ممالک کے ناظمین اور تاجروں کو یہاں کھینچ کر لاتی تھی۔ جدہ سمیت کی نویں سے ہندوستان کا ایسا ہی ایک نئی مرکزی حیثیت دی۔ چچی اور دیگر ممالک سے جدہ پاتری ٹریدوں میں کا شمار گذار راستے کر کے ادھر آئے گئے۔ پھر جب اسلام عباسی دور میں قدم رکھا تو ہندوستان عالم اسلام کا حصہ ہو گیا۔ اور تمام مشرق وسطیٰ یہاں کا پلدار بچہ پندو سی بن گیا۔ اور آمد دولت کے تمام کھری اور بری راستے آباد رہے گئے۔ اور جب یورپ میں بیساری کی تحریک شروع ہوئی اور وہاں کے دلیر لڑا شہدے دیاروں اور نئی ماحول کی کھوٹ میں نکلے تو کہیں ہندوستان کو ہی تلاش کرتا ہوا امریکہ جان نکلا۔

ہندوستان میں اس عالمگیر دلچسپی کا کہنا اندازاً اس فہم سہیا حتی ادب سے ہو سکتا ہے۔ جو یہاں کے بارے میں سوچ رہے ہیں گنگا ستیز اور نا یہاں سے لے کر ہیر اور موزی تک بے شمار دیار سفر اور تاجر یہاں آئے اور انہیں سے جہوں نے یہاں کے حالات اور اپنے اثرات سمجھے ہیں۔ سیا حتی ادب کا ایک وسیع مقرر مسلمانوں کا بھی موجود نہایت ہے۔ سلطان سیاحوں کی طویل فہرست میں مسعودی اور ابن بطوطہ کے نام سب سے ممتاز ہیں۔ سیاحت نگاری کی وسیع اصلاح میں کئی قسم کی تحریرات شامل ہیں۔ اور گاہ کہتے ہیں یہاں کے سیاحوں نے اپنے چشم دید حالات قلم بند کئے ہیں۔ دوسرے وہ تحریرات جن میں مؤلفین نے مسافروں اور لوگوں اور دوسرے آئے ہائے دوروں سے مختلف ممالک کے حالات انجام اور احتیاط کے ساتھ جمع کئے اور انہیں ترتیب دیا۔ اس کی ایک ایسی مثال ممالک الانبار ہے جس کا خلاف شہاب الدین ابن فضل اللہ العمری خود ہندوستان نہیں آیا۔ لیکن اُس نے یہاں کے حالات مستبر تیار سے، خود اصرار سے جانتے رہے تھے۔ جسے سمجھنے کے لیے یہی کتاب ایسی بھی ہے جو بھری طور سے توضیحی البتہ ان کے بعض حصے سیاحت نگاری کے ذیل میں آتے ہیں مثلاً امیویوں کی کتاب الہند اور ابوالکاسم ترکستانی کی فہرست کی ایک فہرست معروف لیکن اہم کتاب بکرا اصرار ہے۔ یہ توہان کی تاریخ ہے۔ اور حلقہ کے قریب کبھی گئی۔ کتاب کے آخر میں تہ کے طور پر اس کے مصنف محمود بن امیوی نے اپنے سفر کا حال لکھا ہے۔ جس کے دوران میں وہ سندھ، لاہور، دہلی، تھانہ، گجرات، دکن اور لکناؤ وغیرہ گیا۔ اس کتاب کا ایک نادر اور

نظر انداز یا آتش لا تیرہ ہی لندن میں محفوظ ہے ۔

ہندو پاکستان کے تاریخی سرواں میں سیاست کو ایک ختام حاصل ہے۔ ایران، تہران، ملک عرب شمالی افریقہ، نائلس، اٹلی، انگلستان، روس اور چین وغیرہ سے آنے والے سیاست دان اپنی تحریکات میں یہاں کے تعلق پڑا شروع اور دلچسپ مولو بیک کیا حصان کی تحریکات میں سیاسی تاریخ کے بعض اہم اور مفید حوالے بھی ملے ہیں۔ لیکن ان کی سب سے بڑی کامیت یہ ہے کہ وہ یہاں کی معاشرتی اور سیاسی حالت کو اجاگر کرتے ہیں۔ مردم رواج اور بادشاہ کے طریقے اور سیاسی حالات کے مطالعہ کے لئے ان سے اہم شایہ ہی کوئی اقتدار، مہم وطن کی کھسی ہر کی تاریخ کی کتب مرزا ساجی حالات کو ایک منظر انداز کر دیتی ہیں۔ اس کی کو سیاست ادب ایک سنگ پڑا کر دیتا ہے۔ چنانچہ بعض یورپی سیاست دان کی تصانیف میں مولوی ہند کے سیاسی حالات کی ہر پر تفصیل ملتی ہے۔ یہاں حتی ادب کے پیش قیمت مواد سے بعض جدید مورخین نے اپنی تحقیقات میں یورپی طر اسٹا وہ کیا ہے ۔

ہر عہد کے سیاست ادب میں بعض مشترک خوبیاں اور خامیاں ہیں۔ سب سے نمایاں خوبی یہ ہے کہ وہ بائیں اور اہل وطن کے لئے مدد دے دیکھتے رہنے سے لائق قریب نہیں رہتی۔ اور دیکھنے سے آنے والوں کے لئے اور اور عجیب ہوتی ہیں۔ ساگر اہل وطن ان کو اپناں سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں تو یہی کسی سیاست دان کی وجہ اور محبت سے دیکھتے ہیں۔ اور ان کی بیانات کو با تفصیل تحریر کرتے ہیں۔ سب سے نمایاں خوبی یہ ہے کہ یہاں اپنے منظر دوران تمام میں امرتا مرتب ملی باتیں اور کچھ پائے ہیں۔ اور اپنے خواہشات کو ان کے تاریخی میں منظر اور تمدنی احوال کی روشنی میں دیکھنے سے عام ہوتے ہیں۔ ایک طرف سے یہ کہہ پیش سب سیاست دانوں میں پایا جاتا ہے۔ یہ ہے کہ سیاست نگار سیاسی سستائی باتوں اور بازار کی افواہوں کو اس طر سے بیان کرتے ہیں جیسے وہ معدودہ حقیقت ہوں۔ بلکہ یہاں اور مزید کے سیاست دانے ان سے بنیاد باتوں سے بھر پڑے ہیں۔ طر جہاں وہ یہ ہمسایہ گروہ دوش

سرمین پاک و ہند کے اسلامی مہم میں جتنی یورپی سیاست دانے ان میں غالباً سب سے زیادہ دین اور اسلام شخص ڈاکٹر منیر محمد سندیات ڈاکٹر محمد طاہر سے آئے غیر مسلمی ثقافت تھا۔ وہ غلطی گیندی کا ڈراما تھا۔ سیاسی کی سمیت میں نہ کی صحیح معنی میں تربیت ہوئی تھی۔ گیندی کا انداز نگار آزاد تھا۔ اس سے ملنے میں شریک ہوتے والے اس کے تنقیدی رجحان سے متاثر ہوتے ہیں۔ اور دیکھتے تھے۔ ہندو کا علم معنی کوئی دھماکہ ہل سہر کر دینا کو دیکھ کا طراش مند تھا۔ میں تربیت کی تکمیل سے پہلے ہی وہ دلچسپ کے خیبر ممالک اسفر کر چکا تھا۔ شاہی کے دو سال بعد وہ دنیا کی سیاست کے ہل چلے دیکھیں۔ تمام اور مصر ہوتے ہوئے وہ حلقہ کے اندر میں بحری راستہ سے سویت پہنچا۔ یہ منیر محمد احمد سال تقیم ہوا۔ اور کشمیر سے کوئلہ اور پتلا سے گولیاں تک سب اہم مقامات اس کی نظر سے گذرے۔ حلقہ میں اس نے اس سرزمین کو طر کاہا۔ ایران کے راستہ سے لازم وطن ہوا۔ حلقہ

میں انھیں سال کی عمر میں اندر سے نکالتے ہوئے ہو گیا۔

میرے رب ہندوستان پہنچا تو شاہیوں کے جنرل میں متصدا تاج کی جنگ آخری مراحل میں تھی۔ شاہی فوجوں میں ہندو کی تلاش میں لایا جاسکا تھا۔ میر کی بھی اس سے لافٹ ہوئی اور چند فکے لئے دھڑلہ دے کر جنوب مغربی کی حیثیت سے اور میر نے اپنی کتاب کا فائنل جنگ کے بیان سے کیا ہے۔ اور اسی تفصیل کے ساتھ کتاب ۲ پہلا رنگ اس پر مضمون ہوتا ہے۔ یعنی کتاب شاہی دور کے حالات آگے اور دلی کے شہر دلی اور شیر اور کمال کے سروں کے بیان شاہی فوج کے نقشہ، سلطنت مغلیہ کے نظم نسق اور شاہی حالات اور اہل ہندو کے رسوم و رواج کے بیان پر مشتمل ہے۔ ہندی کی تحریر سے اعان ہوتا ہے کہ اس نے میں معاملات سے بحث کی ہے انھیں مجھ کی کوشش کی ہے۔ بعض مقامات پر وہ غیر معمولی بصیرت کا ثبوت دیتا ہے۔ انھوں نے صدی کے انگریز سروں نے سلطنت مغلیہ کے نظم نسق کو برطانوی فوجی کے جاگیرداروں کی نظام FEO DAL I SIM کی اصلاحات میں بیان کیا ہے۔ اور یہ ایک نیا دلی نظریہ ہے۔ بیسویں صدی کے مؤرخین نے اس نظریہ کا انکار کیا۔ لیکن بریتیش مشرق وسطیٰ صدی میں اس حقیقت کی طرف توجہ داتی تھی کہ سلطنت مغلیہ کا نظام جاگیردارانہ تھا۔ ہندوستان کے ان کے خاندانوں میں مغربی ایران کی داخلی کمزوری اور دولت شاہی کے آئینے زوال کے بارے میں بھی بریتیش جو کہ کہا اُسے وقت نے بھی ثابت کر دکھایا۔ ان باتوں سے اس کی غیر معمولی ذہانت اور تاریخی شعور کا انداز ہوتا ہے۔

اس ذہانت کے بارے میں میر نے معاصرانہ واقعات اور نظریہ اور ادب کو سمجھنے میں کئی جگہ ٹھہر کر لکھا ہے۔ شاہیوں کے فوجی کردار پر جو اس نے لکھا ہے اس کے پس منظر پر مددگار ملاحظہ کریں۔ کوئی شخص سوچے اسے اسے اسے اسے سمجھتا ہے۔ اور گنگا زیب عالمگیر کے سیاسی طرز عمل پر جو اس نے جا بجا نکتہ چینی کی ہے ان میں سے بعض باتوں کا جواب صرف تاریخی حقائق اور نظریہ الہی غلامی دے سکتے ہیں۔ اور یہاں ان کا ذکر ہر جگہ ملے گا۔ سیاحت نگاروں کو یاد رکھنا چاہیے۔ شاہیوں کو تنگ کرنا صرف ان کے بیان کرنے کا ہر ایک ہوتا ہے۔ اندر اس سے کسی کو بھی نہیں۔ پھر بھی وہ دوسرے مباحثوں سے زیادہ محتاط تھا۔ خوبی کے سن گھڑت افسانے اس کے یہاں کم ہی پائے جاتے ہیں۔ اور گنگا زیب کے نام شاہ ایران کے حالات آئینہ نظر کے بارے میں اقواء بیان کر کے وہ لکھا کہ دیتا ہے کہ اسے اس پر یقین کرنے میں شامل ہے۔ شاہیوں کے حالات میں ایرانی سفر لکھی گئی تھیں۔ ان کے تھے سنا کر وہ ان مصلوں کی بے بنیاد کی طرف اشارہ بھی کر رہا ہے۔ اور گنگا زیب پر وہ کہیں کہیں نکتہ چینی کرتا ہے۔ لیکن اس کی غرض غلطی اس کی تھی۔ وہی اسے ہندوستانی احادیث بھی ہے۔ سلطنت مغلیہ میں اس زمانہ کی کہیں اور حال کی بے مزا نیوں کا شاکی ہے۔ لیکن یہ بھی کہتا ہے کہ یہاں دیر مدت میں تو خیر اور غفلتوں کی لوٹ کھسوٹ نہیں ہوتی۔ دیکھو کہ ہندوستان میں ایک ایک برس زمین خاصہ شریف بھی باقی ہے۔ اور رعیت پر دست داری اور قیدی کرنا گویا بادشاہ کے مال میں دست اندازی کرنا

جہاں اسلام کے خلاف سرگرمی کو نصب تناسل کا وہ کئی نگہ لہا کرنا ہے اس بارے میں اس کی کم نظری کو اس کی خلافت پر عمل کر کے اسے مندر تصور کیا جا سکتا ہے۔ بشری کی ہم جگہی تا حد تک پر ہا اور سب سے کہیں کے موثر بہ چندوں کی مبادیات کا ذکر کرنے کے بعد وہ ایک کلیہ بیان کرتا ہے: "کچھ ہی فعل اور بہ سنی عمل کوں نہیں پھر بھی انسان کے دل ہی تک پہنچتے ہی ہیں: لیکن اس کی اسلاف ناقہا وہ ہے قاعدہ ہم نہیں کرتا تھا۔ شبہ بازی کا بغیر خست و خفن خطا اور جب بھی اسے ہتھوں دلوئے کوئی بات دشمن کرات دکھائی تو وہ کھڑے نکلا کر معلوم کرتا کہ اس کے پیچھے کیا مان ہے۔ اور ان کی کرات کہ شبہ ثابت کر دیتا۔"

بحر ہی طور سے برقی کی کتاب دنیا کے بہترین مساحت ناموں میں شمار کی جا سکتی ہے۔ جہاں تاریخ کے طلباء عام قارئین سب کے لئے اس میں دلچسپی کا سامان ہے۔ اصل مساحت نامہ فریسی میں ہے۔ یورپ کی کئی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ انگریزی میں اس کے کئی ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ اور اردو میں اس کا ترجمہ سب سے پہلے کرنل ہنری مسٹن نے پیش کیا۔ یہ ترجمہ زبان کے لحاظ سے ناقص تھا۔ غلطی سب سے بڑی میں ہنری مسٹن نے کئی کئی جگہ کے سرور کو پیش نظر رکھ کر ہنری کے غرض نامہ کا اردو ترجمہ کیا۔ پھر اس پر چند نظراتی اُن کے بھائی غلطی سب سے بڑی مسٹن نے اصلاح کیا۔ اس ترجمہ کا پہلا ایڈیشن دو جلدوں میں امرتسر اور آدو سے بالترتیب منظر اور حیدرآباد میں شائع ہوا۔ کتاب کے اصل مترجم غلطی سب سے بڑی نے اپنے غرض نامہ پر بھیجا یا اور اس کی تمام تر مانی مدت العلوم و معائنات ایچکو اور ٹیبل کا لے اعلیٰ گزٹ کے سپرد کر دی۔ حیدرآباد میں درخت العلوم اعلیٰ گزٹ کے ٹیبل کی ایک ڈپڑ ہے کتاب کا دوسرا ایڈیشن آگرہ میں طبع کر کے شائع کیا۔ یہ کتاب اب ایک دوسرے کتاب ہے۔ جہاں ہدیٰ مراد قیال سلیم لاہندی صاحب ایک لکھنؤ کی تحفہ کے صفحہ ہی کران کی کوشش سے برقی کا مساحت نامہ پھر شائع ہوا ہے۔ امید ہے کہ اس کے بعد جہاں ہدیٰ صاحب کی قوم ہندوستان کے دوسرے مشہور مساحت ناموں کے ترجمے شائع کرنے کی طرف متوجہ ہوگی۔

# زندہ پیر

از جناب مرزا علی اظہر بی، اے بی ایل

نیا کٹر انسر و غیرتہ ابدہ سال ۱۲۵۷ و ۱۲۶۰ تک ہندوستان میں رہا کہیں کی سپاہی اور معاشی حالات کا بہ نظر کار ملا کر کیا۔ یہ وہ راد تھا وہاں شاہجہاں خٹہ طائرس پر طرہ افروز تھا اور آغوش اور نگ زیب سے اپنے بھائیوں کو شکست و سرکشت حاصل کر لی تھی۔ چونکہ ہندوستان میں بہت سی بہت کشتا ہے اس لیے ہندوستان کے تائید کو بھی خاص اشیاء حاصل ہے۔

ہندوستان میں ہندو کے سامنے امر کو نیکو اور بہت اس سے دیتے ہیں کہ وہ بحیثیت روات و قریب کے تائی و احاطہ کو بھی خود مال میں بھی کہنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر میں لوگوں سے نامانوس ہوں کی تاریخ پر گہری نظر لگا ہے اور واقعات کے مختلف مراحل کو پیش نظر رکھ کر کسی خیمہ پر پہنچنے کے مادی ہیں وہ بہتر سے کٹر شعلہ انراے نہیں ہو سکتے۔

ہندو کے لئے سب سے بڑی وقت و غمی کہ وہ ہندوستان میں انجینی تھا۔ انکی زبان اور معاشی کے بھی واقعات تھا۔ یہی ہے بارہ ہزار ہانت و گدگدائی اس نے اکثر ہندوئی واقعات میں غلطیاں کی ہیں اس کے علاوہ کتا ہندوئے سے یہ احساس ہوتا ہے کہ ہندوئی کا شعلہ بگڑا الیہ پ کے احساس ہندوئی میں جلا تھا اس طرح کے مقابلے میں ہندو کو بہتر سمجھنا تھا اور ہندو میں تہذیب و تمدن کے ترقی کو الی تھا۔ اکثر مخالفت پر اس نے واقعات کے بجائے میں غلطی کی اور غلط فہمی کا پھیلنا۔

یہ نہیں انا ہے کہ اور نگ زیب اپنے بھائیوں میں سب سے زیادہ قابل و عورت اور خوش فکر تھا۔ نظر انکا کئی اور شاہ سندی کا مادی تھا اور میں کام کا لڑا تھا۔ انکا اس کو انہی حرم و اشیاء سے انجام دیتا تھا۔ وہ ہمہ رخ میں ہر کسی کے ہمہ رخ سے ہندو کے نقشہ تیار کرتا اور شعلہ ایک شعلہ کھڑکی کے جس کی کوئی چال ایسی دہرائی جس کی کات کے لئے و شیر دہتا۔

خبریات پر ہندو نگ زیب کو چکر پر قادر حاصل تھا اس لئے جب کبھی دل و دماغ میں کو رخش ہوئی تو دلی ہنسا و محرمات کو کھل کر کہانی کھڑکی اور واقعات کی منطقی تشکا و ساتھ دیتا تھا اس کے زہد و قوت و عافیت و مصیبت کے اس کی سادہ زندگی کو ہنسا کے ساتھ اس طرح بھی کیا کہ وہ نام خشک مشہور ہو گیا۔ یہ تمسخر ہے۔ "دور جا گیری"





مقام ہو گیا۔ انہوں نے بہاؤ میں کوٹنگسٹ سے کلاس روڈ لائی سٹیشن کو ریل میں تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوا۔

عام طور پر سرزمین اورنگ زیب پہلے باپ کو گرفتار کرنے کا الزام لگاتے ہیں۔ مگر میں اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ شاہجہاں نے دارالحکومت کی حالت میں کیا کچھ نہیں کیا۔ اگر اورنگ زیب مجبور ہو کر شاہجہاں کو مستقل دکر دیتا یا یوں کہتے کہ حملہ میں نظر بند کر دیتا تو ظاہر ہے کہ دارالحکومت کی کئی فرائض طاقت اور بادشاہ وقت کی پوری پشت پناہی اورنگ زیب کو اختیار ٹکست تھی۔ مگر اس میں کتنی آسانی سے موت کے تھے۔ لہذا جب بھی اورنگ زیب پہلے باپ کو گرفتار کرنے کا الزام لگایا جاتے۔ راجہ خزان میں شاہجہاں نے نظر بند تھا مگر گرفتار تھا، آراء انصاف کا تھا خیار ہے کہ شاہجہاں کی رائے کو کتنی پرکھیں نظر رکھنا چاہیے جنہوں نے اورنگ زیب کو اس اقدام پر مجبور کیا۔ جو میرتب اور جگہ گیتی ہرش پیر گور

نور محمد خاں اور اورنگ زیب کے باپ سے میرا بھی دانتے نہیں رکھتا ہے کہیں کہیں ان افراد کے ذکر ہے پر مجبور ہوا جس سے خلاف ثابت ہوتا ہے کہ اورنگ زیب بادشاہ کے ساتھ سختی کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ خلافت حسب اورنگ زیب کے بیٹے میر سلطان سے قطع ہر خط کر لیا اور شاہی خط میں مطلوب ہو گئے آراء شاہجہاں نے جو اس خبر پر دے دے میر سلطان کو سخت اور نرا کہ جو کہ قسم کا کہ سلطنت کی دلچسپی وہی اور شاہ کو باپ اور اورنگ زیب کے خلاف تھا۔ اگر میر سلطان اس واقعے میں آجائے تو اورنگ زیب کا خاتمہ ہو گیا تھا اس سے بھی زیادہ میں دانتے اورنگ زیب کو شاہجہاں کی طرف سے مستغفر کر دیا اور اس کو یقین ہو گیا کہ بادشاہ جھک کر تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ شاہی خط کا پکا اعلان تھا۔ بعد میں میر سلطان کے بعد شاہجہاں اور اورنگ زیب نے یہ کام دھکم پور سے لگے۔ ایک ہفتہ اورنگ زیب اپنے باپ کے سلام کے لئے ملے گا۔ اور ان کا اسی روز اس کے سامنے رہنمائی شدہ خلیج ہو کر شاہجہاں نے اپنے دانتے اورنگ زیب کے نام لکھا تھا اور شاہجہاں کو اس کے پاس روانہ کیا تھا۔ اس خط کو دیکھتے ہی اورنگ زیب نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ ترک کر دیا۔ یہ کہہ بھی لگا باپ سے تھا وہ ختم ہو گیا۔ شاہجہاں کی نگرانی میں زیادہ سختی ہونے لگی۔

اورنگ زیب کی زندگی پر اگر غور سے نظر ڈالی جاتے تو اس کی لیاقت، تجربہ اور حکمرانی کی اہلیت تسلیم کرنا پڑتی ہے۔ بعض وجوہ سے اس سال کی عمر میں اورنگ زیب کی تسلیم غور ہوئی گزشتہ نذرانت کی بنا پر تھوڑے ہی عرصے میں شاہی ترک اور ہندوستان کی اتالی استعداد حاصل کر لی۔ قرآن و حدیث میں چونکہ خاص شغف تھا اس نے علم القرآن و علم التفسیر میں اچھا خاصہ عالم بننا چاہے لگا۔ سرسوال کی عمر میں مستعد میں وہ منصب دار ہوا اور ہندو یوں کے خلاف فوج کشی کی۔ بعد کے کہ کامرہیا مقرب اور ۱۶۵۷ء اور ۱۶۵۸ء اور ۱۶۵۹ء اور ۱۶۶۰ء کی شہیت سپاہی اور سیاست دان کے اتالی شہیت حاصل کی۔ اسلامی امور میں بھی اس نے اپنا سکہ لگایا۔ پر شاہجہاں داروغہ غلطی کو اس کی شاہی مزارجہ علی الزام شاہ نادر خان کی شہی دلچسپی سے ہوتی غلطی میں دارالحکومت کی رانیہ داندی کی وجہ سے اس نے دکن کی سرحدی سے استعدا و جلا غور شدہ

شاہ اورنگ زیب اور سرسلطانہ کو  
 ناخین کے قریب اچھا لکیر کے عہد میں پیدا ہوا تھا۔



جہاں ہر طرف لٹلی کی چٹائی کی تصحیح مستعد تاریلوں سے کر دی ہے۔

کارنجن کراچ کے گولچپی کے تھے میں نے یہ مناسب سمجھا کہ ترجمہ صاحب مرحوم یعنی شیرالدولہ متنازل الملک خان بہادر خلیفہ سید محمد حسین صاحب کے ضروری حالت نہ گئی کا یہی اخطار دیا جاتے تاکہ آتے والی نہیں یہ سمجھیں کہ مسلمانوں کے صدر اخطا طریں بھی بعض ظہود دست اور ادب قاری پیشیاں الہی تھیں جو یا سستی جھیلوں میں پھنس کر بھی کچھ وقت طلی کا دشمنوں کے لئے نکال لیا کرتی تھیں۔ خلیفہ صاحب مرحوم نے چونکہ آل انڈیا مسلم لیگ کینسلر کانفرنس ضلع علی گڑھ ۱۹۰۵ء کی صدارت کی تھی اس لئے میں نے اپنے قدیم دوست و کرم فرما صاحب سید الطاف علی صاحب بریلوی سکریٹری آل پاکستان انڈیا کینسلر کانفرنس سے رجوع کیا احاطوں نے انہوں سے دست و پائی صوبہ ذیل حالات سید محمد اسلم صاحب پٹیا لوی خیرہ خلیفہ صاحب مرحوم کے مقابلے سے انہوں کے بچے دیے۔ میں ان کا اتھان سنوں و حکم ہوں کہ انہوں نے اس طراز علی سے میری مدد کے اپنی طم سچا کا ثبوت دیا۔

## حالات شیرالدولہ متنازل الملک خان بہادر خلیفہ سید محمد حسین صاحب

### پیدائش و شجرہ - وفات و شجرہ

مرحوم خلیفہ سید حسین صاحب کے بزرگ سید جلال الدین حسین صاحب المعروف سید جلال بخاری بخارا سے شہر لٹان میں عتقہ بھری میں تشریف لے گئے حضرت جلال بخاری کا منار راق خریف ریاست بہاولپور میں اس وقت کہ مرہٹے غاصب نام ہے اور ریاست کی طرف سے اس کے انتظام کے لئے ایک متول جاگیر مقرر کیا۔ سید جلال بخاری کے پوتے سید جلال الدین خانی المعروف سید محمد جہانیاں جہاں گشت و نہایت باطن ہند گندے ہیں جن کے پاس کمریہ آن کہ پنجاب و ہندوستان بھری معروف و مشہور ہیں۔

حضرت محمد جہانیاں جہاں گشت کی اولاد میں سید نظام الدین صاحب علی سے معتمد ہیں اگر سائنہ میں آباد ہیں یہ ایک پٹا اور مشہور قصبہ ہے جو پٹیا لہ سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

انہیں بخاری سادات سائنہ میں سے حکیم سید نظام حسن ہوا اپنے نژاد کے ایک مشہور طبیب گندے میں خلیفہ

علی تعلیمات عالیہ حضرت علی رضا علیہ السلام (رحمۃ اللہ علیہ) سے تعلیمات آل انڈیا مسلم لیگ کینسلر کانفرنس

بقیمہ ہاشمہ صغر گزشتہ ۱۱۱۱ھ میں اگر کوئی اور گریب کا عریف ہو سکتا تھا تو وہ دلا انگلو تھا۔ اور گریب کر بھی کر کر تھیں تو اراکھوں کی اسی تھے اس سے پہلے ہی فرست و امانت احمد تبرے دادا حکمہ کے خلاف تلواری کی تھی۔ شہانہ اور مراد کی وہ نژاد تھا دکر تا تھا اور انعامات سے اس کے نیچے کو صحیح ثابت کیا۔

سید محمد حسین کے دادا تھے۔ ان کے چچے حکیم سید سادات علی صاحب عرصہ دراز تک طبیب شاہی کی حیثیت سے اپنے خزانہ میں نہیں رہا، مگر سگدریجس پٹیلہ کی خدمت میں بجاتے رہے اس کے بعد مہاراجہ مورف نے مروجہ کی طبیعت اور ریاست پر نظر کر کے ان کو اپنے ولی عہد مہاراجہ نرنند سنگھ کا نائبین مقرر فرمایا اس نسبت سے سید صاحب مورف کا خاندان اب تک خلیفہ کے لقب سے مشہور ہے۔ خفا (خلیفہ) سے مراد اکابرین کا بیٹا ہے۔ سید سادات علی کے بعد اکابرین کا عہدہ ان کی اولاد میں مختلف ولی عہدوں کے سلسلہ کا خاتمہ رہا اس لئے خفا - خلیفہ اس خاندان کے لئے عام طور سے استعمال ہونے لگا۔

خلیفہ سید محمد حسین مسلمانوں کی قدیم تہذیب اور شائستگی کا بہترین نمونہ تھے جو فیصلت علی کے ساتھ نہایت باوقار اور مخمیدہ زندگی تھے۔ انھوں نے اپنے امور اسلاف کے قدم پر قدم راست چلایا لیکن اہم خدمات نہایت دیکھ بھری اور تدریس کے ساتھ انجام دیں جس کے صلہ میں بادشاہت مختلف مہاراجگان سے انعامات ملے اور مہاراجہ علی علیہ السلام نے ان کی نمایاں حیثیت کا بجا میں اور عہدہ کارگزاروں کے اعتراف میں خطابات مشیر الدولہ ممتاز الملک اور خان بہادری سے خطاب کر کے سرفراز کیا اور پنجاب کی سب سے پہلی بیسویں کونسل میں ریاست چلایا کے بہترین عہدہ کی حیثیت سے کونسل مذکور کا آپ کو ممبر منتخب کیا۔

خلیفہ صاحب کی اپنی قوم کی علمی ترقی سے جدوجہد اتم فوق و شوق تھا۔ وہ اور ان کے بڑے بھائی خلیفہ سید محمد علی صاحب وزیر الدولہ اور ملک بہت سے سرسید احمد خاں کی تحریک تعلیمی کے دست و پاؤں اور مدد سے علوم میں ترقی حاصل ہو رہی تھی ان کے اثر سے اور ان کی قیادت میں بہت سے علمیاتی کی اعلیٰ مختلف زبانوں میں مدد سے علوم کو حاصل ہوئے اور انہوں نے تاریخ اقصیہ شیعہ تھے لیکن انھوں نے شیعہ سنی کے اتحاد و اخوت پر بھی کوشش کو قوی ترقی کا نصب العین بن کر چلے گئے اور اتحاد کی خدمت کو شش کی سہ تمکبات مذہب کی طرف سے نہایت فراخ دل واقع ہوئے تھے۔ ان کی طبیعت سلیم دت اور منصفانہ قوم کی باخوابی میں گندھی جگر پنجاب کے بہترین سنی تھے انھوں نے بہت سے مخالف اور مختلف تعلیماتی طریقوں سے امتیاز کو مٹانے کے لیے سب ایک کامیاب عمل نہیں پایا ہے۔

جب پنجاب میں سرحد میں لکھنؤ کی تحریک گورنر کے زمانہ میں اردو ہندی کا سوال اٹھا تو اس تحریک کی نہایت نااہلیت کے ساتھ خلیفہ صاحب نے ہر طرح سے مخالفت کی اور عدالتوں میں بھارتی اردو کے ہندی کا رسم الخط ہادی ہوتا ہے سے ہر نقصان پہنچا اس سے ان کو محفوظ رکھا۔

جب مدد سے علوم میں ترقی ہوئی اور انھوں نے مدد سے مہاراجہ مورف کی تعمیر کرنے کی تحریک اور ان کی کوشش کے ساتھ جس میں اس تحریک کی خلیفہ صاحب اور ان کے بڑے بھائی خلیفہ وزیر الدولہ نے سختی کے ساتھ مخالفت کی اور سرحد کو گھما کر یہ تحریک اس اتحاد و یک جہتی کے اصول کے

سنائی ہوگی جس کے قاتم کرنے کے لئے ہم سب نے کالج کی بنیاد قائم کی ہے چنانچہ مذکورہ  
 ہمارے کا جملہ رشتہیان و درستہ اعظم علی گڑھ نے اہتمام کر کے ایک سب سے تعمیر کرنے پر اتفاق  
 رائے کیا۔ مرحوم کوٹلیف و الیف کا بھی شوق تھا۔ اہمنا مشغول اور ترجمہ سید و بیعت ڈاکٹر  
 برنیوہ منہ کنہا ہی آپ کے علمی شغف کی یادگار باقی ہے۔ مشغلوں میں بہت جواب سن ایک  
 ڈیو کیشیل کانفرنس کی مجلس کے علی گڑھ میں منعقد فرمایا۔ مجلس مذاکرہ ترقی سے اور اس  
 کے ذریعہ سے ہر صوبے کے مسلمانوں میں اتحاد و اجماع کی وسعت کو دیکھ کر اور عام طور پر تعلیمی  
 خواہش کا اظہار دیکھ کر آپ کو خصوصیت کے ساتھ دلچسپی تھی اور اس لحاظ سے انھوں نے  
 اجلاس کے لئے کانفرنس میں شریک ہونے کے واسطے ابو محمد کمر سنی کے لیے اور صدر  
 و لازمتاات مثلاً شہت لاء میں پٹیا لاء سے ڈھاکہ اور کراچی کے سفر کئے۔

بالآخر کراے راندائے بندہ گوں اور بندہ گوں کی یہ آخری یادگار بھی ہوائی فانی ہو گئی اور  
 اوصاف انسانی کے لحاظ سے سہانی بھمدی، نیکی، بلند چستی، علمی اور ملی اطلاق کا وہ خیرہ تھی۔ مشغلوں میں لباس  
 نفاہی کراس شمع حیات کو جس کے چور سے ایک عالم فیضیاب تھا ہمیشہ کے لئے بکھار دیا۔

بالآخر یہ جان کر دنیا بھی غالی اند لہجہ نہ رہا کہ اس کتاب کا مقدمہ لکھنے کے لئے میں کیوں چنگا گیا۔ میرے شفیق  
 محترم مولانا محمد سلیمان صاحب جابوئی مجیب محمود منات و کلمات ہی ہر مذہب کی ایک بیعت ہادیوں مختلف مسائل  
 امباب کے ہنگامہ پر پے لوث نقد و جہر سے جانکادہ بنا رہا ہے۔ مجلسیں کے اس ٹھہرٹ میں ایک مذاہب کے چہرے پر  
 نظریاتی اختلاف پر معلوم ہوا کہ آپ محمد اقبال آسیم کا ہندوی مالک نہیں کہتے ہی ہیں۔ ایک مذہب اقبال سلیم صاحب  
 نے واقعہ برنیر کے لئے مقدمہ لکھنے کو کہا۔ اپنی بے بغاوتی و عظیم الغرضی کا ہر جہد خدا کا کر سلیم صاحب نے دیا  
 اور۔ عمرت حال تمام سن دیوارہ زدہ

معلوم نہیں اپنی قدر داری سے کہاں تک جہد برآ ہو سکا ہو، مگر جسے یقین ہے کہ کوئی رنگ زیب کی ماسی  
 زندگی اور حرکت و تاج کے لئے نہ چاہا ذاتی ہر وہ حضرات آئندہ علم اٹھائیں گے وہ ان خوش کن زیادہ اہماد کے پیش کر سکیں  
 گے۔ جس کی طرف میں نے صرف اشارہ کیا ہے۔

# دیباچہ وقائع سیر و سیاحت ڈاکٹر زبیر

از جناب کرنل ہنری مور صاحب بہادر سی۔ بی (و) سی۔ آئی۔ ای  
ترجمان ہر کیلنسی کمانڈر انچیف صاحب بہادر

ڈاکٹر زبیر کے وقائع سیر و سیاحت کا اردو ترجمہ پیشکش میں اس فرض سے میں نے کیا تھا کہ اس کتاب کے اردو میں ایک غیر جانبدار اور مکمل معنی شخص کی معنی شہادت ہے شاید لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ شہنشاہ اورنگزیب کے یہ عجائبات جس قدر اس مملکت اور حکومت کا طرز اور راز کا حال و کنیت ٹھیک ٹھیک کس طرح پروردگار کی قسمی اور حسی مملکت کی یہ تصانیف۔ انصاف پسندی اور سادگی کا عام خوش حالی اور غارت خانہ الہائی کی نسبت بہت سے غلط خیالات جو ملک میں پھیل چکے ہوتے ہیں وہ دور ہو جائیں گے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ سرخون اور شاہوں اور خوشا دلوں اور دشمنوں کے تمام باغیوں کی تحریکوں سے عوام میں اس طرح پھیلاؤ اور راز کے کوئی فیشن پیدا ہے کہ وہ آج تک عوام میں اس کے دلوں میں اس یقین کے ساتھ قائم رہیں کہ گویا یہ اس حال میں ایسی مملکت سے نہیں تھے۔

ہم رنگ و فصل ہندوستان پر مشروط ہیں ڈاکٹر زبیر جو کہ ہمارا قوم دنیا اس لئے ہو حالت کرائی سے اپنے چشم دید لکھے ہیں اس پر کہ وہ اس زمانہ کے ہندوستانی نو مسلم اکثر تعلیم یافتہ لوگوں کے نزدیک اس کا ایک اچھے جائزہ لکھے کہ یہ کہ وہ اس قسم کے بیانات کو جو ایک ایسے غیر جانبدار اور بد فہم شخص کی طرف سے پہلے بہت شوق سے پڑتے ہیں مگر بعد میں اس سے کہ وہ تو ملک کی موجودہ حالت کا اس زمانہ کی حالت سے مقابلہ نہایت مفید اور دلچسپ ہو گا۔ انسانی اعمال میں اس صاحب کے ایک نئی نظم مشتمل ہیں اور اس کتاب کے ترجمہ کے وقت ان صاحب کا اثر انچیف بہادر سپہ سالار افواج ہند کے ترجمان فارسی کے دفتر میں امر تھے انھوں نے مجھے اس کام میں بہت مدد دی تھی اور میں ان کا بہت مہربان منت ہوں۔

میں ترجمہ ہو چکا تو میں نے اس کی ایک نقل ڈاکٹر صاحب مرحوم کے تعلیم انصاف شمالی و مغربی کے پاس جہاں زیادہ تر مسلمانوں کی بولی جاتی ہے روانہ کی۔ گرا انھوں نے مجھے یہ لکھا کہ اگرچہ ترجمہ اچھا ہے لیکن نظر ثانی کی ضرورت ہے اس لئے مناسب ہے کہ کسی ایسے مستند اور زبان دان شخص کو کہ کمالیا جائے جو اس اردو کا مہر پر چھاپی ہو ان کی

ازدہ جکتے ہیں۔ اس سلسلے سے پہلے کیا اور کتاب کو دی کے ایک شخص، معروف مہتمم کے سپرد کر دیا جو اردو کا مشہور زبان داں تھا لیکن یہ کتاب اگرچہ ایک دریا گت کتاب کے اس رہنما گلوں نے صرف چند ہی اوراق میں کچھ اصلاح کی اور پھر دیکھی کہ دیکھی یہ سہرا ہوا۔ پھر یہ کام بہت ہی پرانے سالوں وہ انجان میں دے گئے۔ کچھ دنوں بعد تمام سرگزشت میں لے آئے دوست غلام مسیح احمد صاحب میر تقی ریاست پٹنہ سے بیان کی۔ جو آصف علی غازی اور انگریزی زبان کے جاننے میں مشہور ہیں اور جن کو کچھ عرصہ پہلے گورنمنٹ مالیکہ قیصر کے منصب سے مشیر الدولہ متاثر الکتاب کا خطاب مرحمت ہوا ہے انھوں نے نہایت مہربانی سے اس کتاب پر دوبارہ نظر فرماتے تمام اپنے ذمہ لے لیا۔ اور نہ صرف اول سے آخر تک اس کی اصلاح چمکانا بلکہ جن خطا کا ترمیم میں نے مصنف کی غلطی نہ تھی تاہم کھنکھاس خیال سے چھوڑ دیا تھا کہ غرض اہل ہند کے لئے غلطی کچھ دلچسپ خبریں ان کا بھی ترجمہ کرنا اور اس فرض کے کہ یہ کتاب زیادہ شرف اور زیادہ دلچسپ ہو جائے بہت سے مفید حاشیے بھی اضافہ کر دیے۔

محب غلام صاحب موصوف جیہا کہیں بیان کیا ہے اس کتاب کی ترمیم اور اصلاح سے فارغ ہو چکے تو میں نے نیر کیلینسی سرسرنی رک صاحب بہادر جی۔ بی۔ بی۔ جی۔ ای۔ آئی۔ وغیرہ سے جو اس وقت ہندوستان کے کانڈرا چیف تھے اور جن کے پستل شاف میں میں اس وقت تھیں درخواست کی کہ میری اس کتاب کو گورنمنٹ مالیکہ ہند کے حضور میں اس فرض سے بھیج دیں کہ چھاتی مدد حاصل ہو جائے جس سے میں اس کو چھپا سکوں اور نئی اصلاحیں صاحب کو ان کے تعاون حاصل ہو سکیں۔ اور یہ بھی عرض کر دیا کہ اس میں میرا اپنی نرات کے لئے کچھ روپیہ کا حق نہیں ہوں۔ چنانچہ کتاب مدد سے اندازہ کریم میری درخواست کو گورنمنٹ ہند کی خدمت میں بھیجا اور درخواست دہر کے ہر صاحب فائن سکریٹری گورنمنٹ موصوف نے زبانی وعدہ فرمایا کہ اس کتاب پر تہہ کی جائے گی مگر کچھ عرصہ میں دیا میں کی شایر کوئی وجہ ہوگی اور غالب تو یہ کہ کوئی بھی وجہ نہ ہو۔

محب میں اس طرف سے ایسے ہوا تو میں نے صاحب ڈاننگر سررشتہ تعلیم پنجاب کی خدمت میں تحریر کیا۔ اور صاحب موصوف نے وعدہ فرمایا کہ ہر اس کتاب کو صاحبان شش چھاپا یونیورسٹی کی خدمت میں بھیجیں گے۔ مگر میں اس اتفاق میں ایک برسر کی رخصت سے کر دیت چلا گیا۔ اور وہاں سے واپس آتے ہی سرکار لائی پریچہ دیا گیا۔ اور جب میرے دل میں آیا تو معلوم ہوا کہ کتاب کے بارہ میں ابھی کچھ بھی غلطی میں نہیں آیا۔ حالانکہ کرنل بالرائ صاحب بہادر ڈاننگر سررشتہ تعلیم پنجاب اس معاملہ میں ذاتی توجہ ظاہر فرماتے تھے۔ میں سے ہر مہتمم کی جگہ پر آئید ہوئی تھی کہ سال کے اضافے سے پہلے کچھ۔ کچھ ضرور ہو جائے گا۔

گو کچھ عرصہ نہیں گزرا کہ میرے عالی تدار نہایت صاحب فضل و کمال دوست غلام مسیح احمد صاحب



لے دعا اس کتاب کی تصحیح اور نظر ثانی میں بہت ہی تکلیف اٹھا چکے تھے اور میں کہ اس بات کا حال نہیں ہے کہ یہ  
اُن کے ہم غزلوں کے لئے مفید ثابت ہوگی اور اس کی اشاعت میں مدد دینے سے گریز اور ایک طرح سے سرکار  
عالیہ تیسریہ کی ایک خدمت بھلا لیں گے) اس کی اشاعت میں زیادہ تساہل اور تساہل کو گوارا دینا اور ہلکے  
کھا کر میں اس کتاب کو خاص اپنی ذمہ داری اور اپنے ہی خرچ سے چھپانے کے لئے آمادہ ہوں اس ترمیم کے  
پہنچنے ہی میں نے اُن کی اس ہمت نیا خدا اور ارادہ خادہ عام سے کرنل الیٹ صاحب کو آگاہ کیا اور اُن کے  
مشورہ سے آخر پہ نظر پایا کہ کتاب خلیفہ صاحب صورت کی خدمت میں بھیج دی جائے۔

کسی پیر و چین زبان کی کتاب کا ایک مشرقی زبان میں ترجمہ کرنا شاید بعض لوگوں کو ایک سان سا کام  
معلوم ہوتا ہو گی ایسی صورت کے ساتھ ترجمہ کرنا کہ مطلب اور معنی تو ہو بہو رہی اور جو جاتی اور باری بہر سٹیٹ  
ضلعی ترجمہ بھی دہوارہ حق الامکان وہ ضرور بھی قائم رہے جو مصنف کے اصل بیان میں پایا جاتا ہے اور مشرق کے  
طرز افشا کی خوبی و لطافت بھی ہاتھ سے نہ چلے ہرگز آسان نہیں ہے۔ اور کیا وجہ ہے کہ کسی کتاب کے ترجمہ میں  
عزیز بیان اور اس قسم کے امور کی نسبت کہ ترجمہ کس ڈسٹنگ پر کرنا چاہئے اور اس میں مصنف کے الفاظ کی  
پابندی وغیرہ کس حد تک کرنی یا نہ کرنی چاہئے مترجمین کو دہرا چاہئے ذاتی کے موافق اعتراض کیا کرتے ہیں  
مطالعین کو نسبت مشکل ہے کہ یہ وہاں جو کہ کرنل الیٹ صاحب بہادری نے یہاں سے دی کہ اس ترجمہ پر ایک دفعہ  
اور بھی نظر ڈال لی جائے تو بہتر ہے اس لئے میرے عنایت فرما ہوا باب خلیفہ صاحب نے نہایت خوشی سے اُس کو  
بھی منظور کر لیا ہے کہ وہ اپنے قریبی قارئین اور صاحب علم و فضل بھائی جناب وزیر التعلیم و تربیت ملک خلیفہ مستبد  
محرمین خاں صاحب بہادری وزیراعظم ریاست ٹیپالہ کی مدد سے ایک دفعہ اس کتاب کو پھر مفید و کیم نالیں گے  
چنانچہ نظر ثانی کے بعد یہ کتاب ہر طرح مکمل و مرتب ہو گئی ہے اور ہم نہایت مسرت کے ساتھ اس کو غیر جانبدار  
و متصفاء مطالعہ کے لئے پیش کر رہے ہیں۔ اُمید ہے کہ عام دلچسپی اور امداد کا باعث ہوگی فقط

راتم  
پنہری سہر



اپنے انٹروڈکشن میں مشروطاً لکھ دیا ہے مگر اس کے علاوہ میرا ایک اہم مطلب یہ بھی تھا کہ اس ورلڈ سے راقم اور جناب موصوف کی خالص لہجہ غرض دوستی کی ایک دہر پانچواں راقم دیہے۔ اس موقع پر اگر میں کچھ مختصر حال اپنے معزز دوست کا بیان کروں تو یقین ہے کہ بے عمل نہ ہوگا۔

پس واضح ہو کہ جناب موصوف غزنو سپاہ گری کے علاوہ بڑے صاحب کمال زبان دان ہیں ادبائن کی لیاقت اور قابلیت اسی سے ظاہر ہے کہ انہی انگریز کی زبان کے علاوہ فرانسیسی، اطالوی، جرمانہ، ترکی، عربی، فارسی، اردو، سندھی، پشتو، اور ہندوستان کی اور مختلف چھوٹی چھوٹی زبانوں سے جو مخلدہ زبانیں تصور نہیں کی جاتیں بخوبی واقف و باہر ہیں۔ اس واسطے اس کے غرض خاشی میں بھی عمدہ دست گاہ رکھتے ہیں، چنانچہ جب کبھی فرصت پاتے ہیں تو مثلاً ہر قدرت کے تحفے بھی کہیں پکارتے ہیں۔ اور علاوہ ادنیٰ لاگتاریوں کے جو کہ جنگ ایران، پیش، افغانستان، اور مصر کے واقعات و عظیم اور مشہور ہیں وہ اپنی سلطنت کی عمدہ خدمات پر آلاتے ہیں اس لئے پیش گاہ علیاحضرات ملک حضرت میر ہند سے کہیں آف دی موٹ ٹوٹل کڈو راف دی تاتھ۔ اور کہیں آف دی موٹ ایکی غنیت آڈو راف دی انڈین ایما تار کے خطاوں سے معزز و ممتاز ہیں۔

صاحب موصوف اصل قلعہ بھٹی پریٹھوٹی کی افواج سے ہے مگر یہ لحاظ اپنی لیاقتوں اور کمالیہاں والی کے لاڈ و فیہر آف گلا اور فریڈرک جس اور سرولڈا مٹوٹ صاحبان کا شہر انجیف بہار اور افواج ہند کے امام حکومت میں مختار چند برس تک ان کے پرنسٹن شاف میں پیشین مشورہ ٹیکر کے عہدہ پر رہے ہیں۔ اور باوجودیکہ ہر صاحب کا شہر انجیف کو پرنسٹن شاف کے عہدہ داروں کی نسبت یہ اختیار ہوتا ہے کہ اپنے خیمہ خیمالہ ایام حکومت میں کو وہ انسان فوت میں سے چاہیں منتخب کر کے اپنے پاس بلا لیں مگر لحاظ ان کی سلمہ قابلیت کے تینوں صاحبان موصوف اعداد نے ان کی کو پسند فرمایا اور اپنے پاس سے طبعہ و ہمتے ضمیمہ دیے۔

لقب پرشین امیر پیر کے فعلی منشی ہیں ترجمان فارسی، شروع سلطنت انگریزی میں جب کل کاروبار زبان فارسی میں ہوتا تھا اور اس قدر انداز اور انگریز کا زبردست متعلقہ و حکام انگریز اکثر اس حیت میں زبان فارسی ہی میں کیا کرتے تھے۔ یہ لقب اُس وقت کا مقرب کیا ہوا ہے۔ مگر وہ اصل یہ عہدہ دار بطور رہائش گاہ لکھنؤ کی کھنڈی کے رہتا ہے۔ اور اس کا کام یہ ہے کہ جو مراسلات کی مشرقی زبان میں گئی والی ملک کی طرف سے یا جو مشرقی پریم چند دستاویز فرس کے سپاہیوں اور سواروں کی جانب سے صاحب کا شہر انجیف کے پاس آتے ہیں اپنے ہتھ سے ان کا ترجمہ کرکے پیش کرنا اور ان کی جانب و فیہر بھولا اور انہوں نے امیروں کے لٹا میں صاحب کا شہر انجیف سے کرنا اور ان کے طریق مختلف کے موافق ان کے مراسم عظیم و دیگر کام چند دست گاہ ایک بڑا نازک کام ہے اور انہی ان کے اور صاحب کا شہر انجیف کے من کے لئے زبان ہندوستانی کا ہونا کوئی امر

لازمی نہیں، ہندو ملاقات کرنا ممانی کرنا صاحب ممدوت نہایت خوش اخلاق و مسیح الملاقات خوش گویا و خوش خلق  
 اور بڑے ہنسا کش شکار دوست ہیں۔ اور ہندوستانی اصول و شرعاً سے بہت محبت و ارتباط رکھتے ہیں اور دل  
 اتھ کے بھی خواہ ہیں۔ اور بھائی و بھتیجی کو صاحب ممدوت نے غلوہ اپنے اس شوق و رغبت کے جو ان کو خوشی  
 و ملازمت سے ہندوستان کے ہاتھوں ملک اور اُمر اور شرفاء کے فائدہ کے لئے اور جو مشاغل کار و سکار  
 اس کتاب کے ابتدائی ترجمہ کرنے کی تکلیف اپنے اوپر گرا دئی تھی۔ پس خدا کا شکر ہے کہ ان کی اور چاری  
 برسوں کی محنت ٹھکانے لگی۔ اب یہ دعا ہے کہ میرے اہل وطن اور ہندوستانی دایاں ملک ہمارا جن کے  
 لئے یہ کتاب گویا سراۃ البصیرت ہے اس کے مطالعہ سے فائدہ پائیں۔ اور ضرورتاً ہندوستانی حضرات فیض گنجور  
 ہر باتیں عزیز خاص دوست انگلشہ منصور زمان امیر الامراء مہاراجہ و حراج راجیش مری مہاراجہ راجگان  
 راجندر سنگھ مہند بہادر فرماں روا کے دیار است پٹیلہ دام اقبالہم کی نظر اشرف سے گذرے جن کے خواہش  
 سے میں نے اور میرے بزرگوں نے ہمدردی پاتی ہے۔ اور جن کی توفیق رہا اور تک خواہ ہونے کا مجھے  
 افتخار حاصل ہے۔ اور حضور ممدوت الثانی اس کی سوزنا دار و دلچسپ شکایات اور شکایات اور جہت میں  
 بیانات کے ملاحظہ سے منظور فرما و متنبہ ہوں۔

فاتر ہر خاطر حق اہل زبان کی خدمت میں اتماس ہے کہ چونکہ خاکسار نہ کھنڈ کار ہندو ہے اور نہ  
 دلی کا۔ بلکہ پٹیلہ اور سا مانہ میرا اور میرے بزرگوں کا سرحد مسکن ہے جہاں زبان اردو صحیح طور سے  
 بولی نہیں جاتی پس اگر کسی سادہ میں کوئی غلطی معلوم ہو تو مستعد تصدیق فرمائیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

# شاہجہاں کے ایامِ اسیری اور عہدِ اورنگ زیب

## حصہ اول

۵۶	گوگنڈہ کا عامرو	۳۲	ہیں چند رستہاں کس طرح پہنچا
۵۷	تقدیرِ ہیرہ کی فسح	۳۳	شاہجہاں اور اُس کا نسب
۵۸	دارالعلوم سے شاہجہاں کی نکلنے کے اسباب	۳۴	بند رستہاں میں اختلافِ افلاک
۶۰	گوگنڈہ پر فوج کشی کی مشہدات	۳۵	شاہجہاں کی ضعیفی، رئیس کے بیٹوں کی باہمی کدورت
۶۲	شاہجہاں کی بیماری	۳۶	شاہجہاں کی اولاد
۶۳	سازشِ خطرہ	۳۷	شاہجہاں کی اولاد
۶۴	بادشاہ کے انتقال کی افواہ	۳۸	اُس کے سلطنت اور خطابات
۶۴	سلطنتِ شہزادہ کا آگرہ کی طرف کوچ	۳۹	شاہجہاں کا نانا اور دارالعلوم
۶۶	سزا کی صورت پر ترجیح	۴۱	سلطنتِ شہزادہ کے مملکت و مضافات
۶۸	میرزا اورنگ زیب کی تہذیب	۴۲	اورنگ زیب
۶۲	اورنگ زیب کی صورتِ کردار	۴۳	شہزادہ اورنگ زیب
۷۳	تقدیرِ سرت کا خواہ	۴۴	شاہجہاں کی ٹٹنی شہزادہ
۷۴	تقدیر کی فتح کا راز	۴۵	بیم کا صاحب کا بہادر
۷۴	سزا کو شہزادہ کا خواہ	۴۶	بیم کا صاحب کا بہادر
۷۵	دروں بھائیوں کی طاقت	۴۸	روشنی کا بیم
۷۵	نوجوان کا آگرہ کی طرف کوچ	۴۸	شہزادہ اورنگ زیب کا راز
۷۶	شاہجہاں کی بھاری	۴۹	دارالعلوم و سلطنت میں
۷۶	شہزادہ کی چشمِ بھری	۵۰	بادشاہ کو گنڈہ سے ہرجہ کی حالت
۷۷	شہزادہ کی نگہبست	۵۱	میرزا اورنگ زیب کا نظم
۷۹	سلطان شہزادہ کی راہی	۵۵	اورنگ زیب کی گوگنڈہ کی راہی

۱۲۵	مرد بخش کی گرفتاری	۷۹	فدائی فوج کی رہائی
۱۳۵	داراشکوہ کا تہاتب	۸۰	اورنگ زیب کی عہد شکنی شاہی فوج کی کارروائیوں
۱۳۵	داراشکوہ پناہ کی تلاش میں	۸۱	اورنگ زیب کی پہلی فتوح
۱۳۷	اورنگ زیب کا استقبال اور صحت خیر	۸۳	راجپوتوں کی سپاہ گری
۱۳۹	داراشکوہ کی مرگ	۸۵	حضرت جنگ کی دانی کا فیروزہ غرض علی
۱۴۰	اورنگ زیب اور سلطان شجاع ۲۷	۸۷	شاہجہاں کی جہیز کی اورنگ زیب کی خود دانی
۱۴۳	اگر وہیں اورنگ زیب کی شکست کی افواہ	۸۷	داراشکوہ کی فوج
۱۴۶	مور سلطان اور میر علی شجاع کے تہاتب میں	۸۸	داراشکوہ کا جنگ کرکھ پامداد
۱۴۸	شجاع کی جنگ لارہ میں	۹۰	داراشکوہ میدان جنگ کی طرف
۱۵۰	شجاع کی از سر نو تیاریاں	۹۱	اورنگ زیب کی فوجی پالی
۱۵۰	مور سلطان کی وفات	۹۵	داراشکوہ کی صف آرائی
۱۵۳	سلطان محمد منجم کو اورنگ زیب کی نصیحت	۹۷	ہندوستان کا طرح جنگ
۱۵۴	اورنگ زیب کی خدمت نشینی	۹۸	وفاقی کا مقابلہ
۱۵۵	داراشکوہ احمد کے میدان جنگ میں	۱۰۰	اورنگ زیب کی ۱۲ بجے فوج
۱۶۰	داراشکوہ کی وفات میں ایک ہر ایک سفر	۱۰۳	داراشکوہ کی شکست
۱۶۲	جان کی دکھ پائے	۱۰۳	ہندوستان کی فوجی تنظیم
۱۶۳	سلطان شکوہ کی طرف سے اندر چلے	۱۰۴	اورنگ زیب کی شاطرائی پالی
۱۶۶	بد نصیب داراشکوہ دہلی میں	۱۰۵	داراشکوہ کا رول
۱۶۹	داراشکوہ کا قتل	۱۰۶	سلطان شکوہ کی سمراندی
۱۷۳	جیرا خان کا قتل	۱۱۰	اورنگ زیب کا رول
۱۷۴	سلطان شکوہ کی گرفتاری	۱۱۲	مور سلطان کا طرہ پر قبضہ
۱۷۶	پرست پائے کا رول	۱۱۳	شاہجہاں کی گرفتاری
۱۷۷	مرد بخش کا قتل	۱۱۵	بادشاہ کے ہم درنگ زیب کا رول
۱۷۸	سلطان شجاع کا سفر	۱۱۵	اورنگ زیب کے رول کی تہن
۱۸۱	شجاع کا حضرت جنگ کا خاتمہ	۱۱۶	نور علی سلطنت کی افواج

۲۶۲	ہدایت خان صہبہ رانہ کی اولاد	۱۸۴	شاہی کی موت و حیات کی نسبت مختلف روایتیں
۲۶۳	محمد علی خان شاہ و ہندوستان کی مملکتوں	۱۸۵	شاہی کے اہل و عیال
۲۶۴	شخصی رنقا	۱۸۸	ازبک کے سفیروں کی آمد
۲۶۵	سیراجی مرشد	۱۹۳	سفیروں سے سفیری ملاقات
۲۶۵	ہمدانی کی خدمت و صورت پر تارنگری	۱۹۶	ازبک نریب کی طاعت
۲۶۶	ہمدانی کی اولاد و حاضری	۱۹۹	دارالشکوہ کی بیٹی سے سلطان اکبر کے فرشتہ کی شادی
۲۶۷	بے سنگ کی روایات	۲۰۰	فرچوں کے سفیر کی پادشاہی
۲۶۸	لیکچر دکن کی دست	۲۰۲	اصول جہاں باقی پر ازبک نریب کی تقریر
۲۶۸	کرکٹ واد و بیجا پور کے فرمان روا	۲۰۳	ایک تمام سر کے قتل کا واقعہ
۲۶۹	کرکٹ واد کے سلسلہ خلیفہ سے تعلقات	۲۰۵	کرکٹ واد میں دارالجمہور کے مہجروں کی آمد
۲۷۲	براستہ بیجا پور	۲۱۲	دریائے سندھ کا نام
۲۷۶	ہمدانی کی نور مری	۲۱۵	شاہزادوں کی تعلیم و تربیت کا مسئلہ
۲۸۰	شاہجہاں کی روایات	۲۱۸	شاہجہاں کے سفیر کی آمد
۲۹۱	ازبک نریب سفیری تقریریں	۲۲۷	سفیر ایران اور شاہجہاں کے بیچ
۲۹۲	شیخے	۲۲۹	ازبک نریب ۱۲ پتہ آستانہ کے ساتھ سلوک
۲۹۳	وزیر فرانس شیور کول برٹ کے نام	۲۳۵	بادشاہی ہجرت کی ناگہانی موت
	برٹنیر کا خط	۲۳۶	ایران کے سفیر کا سفیر
۲۹۵	ہندوستان کی روایت	۲۳۷	ضبطی کا نام سے متعلق بیچ
۲۹۵	ہندوستان کی قدیم اور معاصر چریں	۲۳۹	شاہجہاں کے ساتھ ازبک نریب کا سلوک
۲۹۶	فرنگیوں سے ہندوستان میں سونے چاندی کی قیمت	۲۴۲	میر جہاں اکبر کے اہل و عیال کی موت
۲۹۷	شہنشاہ عثمان کی دو ہفتہ کی دورانے	۲۴۵	شاہی خان و ملاقات کا نام
۳۰۲	راجپوت لاجپور کو فرنگیوں کی آمد کے سبب	۲۴۸	جہانگیر اور شاہجہاں کے عہد میں فرنگیوں کا حال
۳۰۳	راجپوت مسئلہ فرنگ	۲۵۳	فرنگیوں کی آمد
۳۰۴	دربار خلیفہ کے اسرا کی حیثیت	۲۵۵	شاہی خان کی فرنگی ترقی پر فرحی
۳۰۵	اسرا کے عہد اور فرحی	۲۶۱	ازبک نریب کے چہرے کا حال



## ضمیمہ ۲

۳۳۹	گوپ بھار اور آسام پر میر جٹ کی فوج کشی	۳۰۷	اسرائیل کی تعداد اور آرمی کی سمارٹی کے طریقے
۳۴۰	میر جٹ کی راج محل میں آمد	۳۰۸	اسرائیل کی معاشی اور تعلیمات کے طریقے
۳۴۱	میر جٹ کی فوج کشی	۳۰۹	شاہی سمارٹی کے ساتھ ہم کاری
۳۴۲	شیر کوپ بھار کا کل وقوف	۳۱۰	منصب داروں کی تنخواہ کی تفصیل
۳۴۳	میر جٹ کی تنصیبات	۳۰۹	معدنیہ داروں کی تنخواہ اور خدمات
۳۴۵	آسام کے صوبی حالات	۳۱۰	عام سماروں کی تنخواہ کی تفصیل
۳۴۶	آسام کی حدود اور طول و عرض	۳۱۰	پہلی مسپا جی اور گولہ افشار
۳۴۷	داموی برہمن تہذیب کی سرچیزی و شادابی	۳۱۱	قرب خاں
۳۴۸	آسام کے طبیعی حالات	۳۱۲	سواروں کی فوج اور سماروں کی فوج
۳۴۸	آسامیوں کی زبان اور مذہب	۳۱۲	پہلی فوج کی اہل تعداد اور لڑگوئی کی قطعہ تلفظ
	رہن سہن	۳۱۳	شیک وقت پر تنخواہ دہنے کے نتائج
۳۴۹	میر جٹ کا آسام میں داخلہ	۳۱۵	شہنشاہ محل کے کلید اخراجات
۳۵۱	میر جٹ کی چین تہذیب	۳۱۶	ہندوستان ایران اور روم کے حاصل کا خلاصہ
۳۵۱	سپیل گڑھ کی لڑائی		شہنشاہ محل کی دو قسم کی سہانہ آئینہ شہرت
۳۵۲	آسام کے راجہ کا قرار	۳۱۶	اور نزلے اور جہازت کا ذکر
۳۵۵	کھڑ گاؤں پر پنجاب اور الہانیت	۳۱۹	دھاپا کی نظامت
۳۵۶	شیر کھڑ گاؤں کے حالات	۳۲۰	دھاپا کو کنکیت زہی مالٹا ہونے کے سفر نتائج
۳۵۷	آسامیوں کی سرکشی	۳۲۳	شخصی حکومت کے نتائج
۳۶۱	میر جٹ کی تہ پریش	۳۲۳	ہندوستان کی پہلی اور چھات
۳۶۳	میر جٹ کی شکست تہا	۳۲۶	ہندوستان کی شہادت
۳۶۵	جیاری اور قلعہ	۳۲۷	اسرائیل کے ہندوستان کی جماعت اور بنوہ
۳۶۶	آسامی نوعوں کا فہرست	۳۲۷	سرکارہ اخراجات کی درج سے دھاپا کی تہا حالی
۳۶۷	میر جٹ کی جیاری	۳۲۸	حکم کے تقریباً مل دتا
۳۶۸	راجہ پانیام ملے	۳۲۹	فرنگستان کی خوش حالی اور ترقی کے اسباب
		۳۳۱	ملک ایٹھوا کی کاروباری سڑکیں

میرٹھ پرنٹنگرز کی ہندوستان میں ۳۶۱  
آمدوار آن کا عروج و زوال ۳۶۰

۳۶۹

میرٹھ کی مراحت

۳۶۰

میرٹھ کی وفات

## حصہ دوم

### ٹاکٹر برنیر کے خطوط کا مجموعہ

برنیر کے خطوط انشوروی سرولسن کے نام  
(جوانگ نریک کشیر کے سفر سے تعلق ہیں)

۳۹۵	انرا اور فونڈا ڈیرہ	۳۸۲	پہلا خط
۳۹۶	غلام شاہی		انرا کی سرحد دار و مہر خط
۳۹۷	لشکر کے اٹالہ	۳۸۳	اورنگ زیب کی کشیر کو رداگی
۳۹۸	انرا کی خیر شاہی	۳۸۴	دلہی سے دہرہ
۳۹۹	لشکر گاہ کی لراش	۳۸۴	سفر کشیر میں فونڈا کی تعداد
۳۹۹	لشکر گاہ کی تنظیمات	۳۸۴	توپ خانہ
۴۰۰	اکاس دیا	۳۸۵	تعداد صارفین فونڈا کی افواہ
۴۰۰	لشکر شاہی میں چمک پہرہ	۳۸۵	لابد العشر خان کا طعنہ نقد
۴۰۱	شاہی سواری	۳۸۵	سفر کی تیاریاں
۴۰۱	ہم رنگاب انرا	۳۸۶	دلہی کی روانی اور پانی
۴۰۲	قورعہ ساد	۳۸۶	پانی خنڈا رکھنے کی ترکیب
۴۰۳	جنگلات کی سرائیاں		دوسرا خط
۴۰۳	روشن آرا جگم کا جلوس		انرا پر ۲۵۰ روپوں کی غلط فہمی
۴۰۵	ایک یادگار واقعہ	۳۸۹	جٹا کے کلابہ ایک خوش گار سفر
۴۰۵	طنینہ خنڈا شکار میں	۳۹۱	سواروں کی شاہی
۴۰۹	پتہ بکے دریا کی کشتیوں کے ٹکرائے	۳۹۳	زنا دہرہ خواہ
۴۱۰	شاہی لشکر کی تعداد اور سہ	۳۹۴	خسرو گاہ
۴۱۱	خیر گاہ کی خصوصیات	۳۹۴	شاہی ڈیڑھی

تیسرا خط - جو لاہور سے کشا گیا

۳۱۲ پنجاب کے دریا اور شہر

۳۱۳ دریا کے دائیں

۳۱۴ لاہور کی عمارتیں

۳۱۵ لاہور سے کشمیر

چوتھا خط

لاہور اور کشمیر کی درمیانی منزلوں سے

۳۱۶ راستہ کی سخت گری اور اس کے اسباب

پانچواں خط

کشمیر والے جوئے چٹنی منزل سے

۳۱۷ دریا کے چاب اور اس کا پانی

بجھاؤ - کشمیر کی آٹھویں منزل

۳۱۸ گری کی شدت

ساتواں خط

سفر کشمیر اور اس کی منزل تک سہارے

۳۱۹ زحمت سے نا امید

آٹھواں خط - مقام بھمبر سے

۳۲۰ آگ کی بجلی

پہاڑ پر چڑھائی

۳۲۱ بار بار

نواں خط کشمیر جنت نظیر سے تین ماہ بعد

۳۲۲ سرزمین کشمیر

دولت کشمیر کا طول و عرض

۳۲۳ عربی شکار اور شہد

چٹنے اور مہا

سرخیز اور شاہی

۳۲۴

شہر اور ڈول

۳۲۵

مہاراج

۳۲۶

ہری پربت

۳۲۷

تخت سلیمان

۳۲۸

سر سبز ٹاپو

۳۲۹

لوش قطب مہال

۳۳۰

شاہ مارا خان

۳۳۱

کشمیر میر کا نظریہ

۳۳۲

ایک مشاعرہ

۳۳۳

کشمیریوں کی خصوصیات

۳۳۴

کشمیر کی شال

۳۳۵

چٹنی کشمیر

۳۳۶

ٹاک بھانک

۳۳۷

شہر و دیار

۳۳۸

دلچسپ کہ ہستانہ سفر

۳۳۹

سیرت انگیز آئینہ

۳۴۰

نورنگا کا حادثہ

۳۴۱

بھگوانا خستہ

۳۴۲

دیر بھال کے عجائبات

۳۴۳

گری اور سروی کا اتصال

۳۴۴

دو مخالف ہدایتیں

۳۴۵

پہلو بھال کا درد منی

۳۴۶

چشموں کی سیر

۳۴۷

سوندھاری

۳۴۸

۴۲۸	بنگال کی اڑناق	۴۲۸	درستہ چشم
۴۲۹	بنگال کی روٹی اور ریشم	۴۲۹	طوائف چلیاں
۴۳۰	بنگال کی ناموافق آب و ہوا	۴۳۰	بارہ سالہ شہر
۴۳۱	بنگال کے راج محل تک	۴۳۱	تیرتا ہوا مکان
۴۳۲	خیلی بنگال کے جزیرے	۴۳۲	آخر تا پڑھا چشمہ
۴۳۳	ایک بار بار دہائی سفر	۴۳۳	برفالا بھیل
۴۳۴	قری قوس و قرین کا نظارہ	۴۳۴	تنگ سفید کے چہرہ ہار چول
۴۳۵	حبیب و فریب ریشمیاں	۴۳۵	قرب و جار کے پہاڑی ملک
۴۳۶	شخص طوفان اور بارش	۴۳۶	چھوٹی تہت کے فرار واد کی آمد
۴۳۷	پاکیزہ سوال کا جواب	۴۳۷	بڑی تہت کے سفر کی ماضی
۴۳۸	دوڑ کے تیل	۴۳۸	تہت کے طیب سے نکالت
۴۳۹	اگر پیا کے سہریوں کا بیان	۴۳۹	کشمیر سے چھوٹا ملک چھوڑتی راستے
۴۴۰	دوڑ کے تیل کی گدگد	۴۴۰	تنگ کا سفر
۴۴۱	دوڑ کے تیل کا سفر	۴۴۱	لاشعز سے چھوٹا ملک راستے
۴۴۲	تیل کی خطیاتی کارزار	۴۴۲	پانچ سالہ لڑائی کے جواب
۴۴۳	مصریوں کے اندام	۴۴۳	پہلا سوال و کشمیر میں چھوٹی
۴۴۴	مشہم اور طافون	۴۴۴	دوسرا سوال - ہندوستان میں موسم ہرماں
۴۴۵	دیر طافون کا بیان	۴۴۵	تیسرا سوال - مشرقی ہندوستان کی آب و ہوا
۴۴۶	سینار کے جھیروں کا بیان	۴۴۶	چوتھا سوال - بنگال کی نہریں
۴۴۷	دوڑ کے تیل کی خطیاتی	۴۴۷	پانچواں سوال - دوڑ کے تیل کی طیفانی
۴۴۸	تیل اور جھنگا مصر اور بنگال	۴۴۸	چھٹا سوال کا جواب
۴۴۹	سفر اور مصر	۴۴۹	دوسرے سوال کا جواب
۴۵۰	خطیاتی چھپ لینا شہر اور (انداز)	۴۵۰	تیسرے سوال کا جواب
۴۵۱	ہندوؤں کے عقائد و توحیات اور	۴۵۱	چوتھے سوال کا جواب
۴۵۲	رسومات کا بیان - دوسری	۴۵۲	بنگال کی چھوٹا مار

۵۱۰	قرب المربک چاک نرکانی	۴۸۴	سورج گہن
۵۱۰	ہندو فقیروں کا حال	۴۸۴	نرائن والوں کے قربات
۵۱۱	گردیاہنت	۴۸۵	دلی جہا سورج گہن کا نظارہ
۵۱۱	ہوگیوں کی غورنگ زندگی	۴۸۶	ہندوؤں کی رسومات اور سلاطین خلیفہ
۵۱۲	نانگے فقیر	۴۸۸	گہن کے موقع پر پوجا پاٹھ
۵۱۳	مرئی سرمد کا تختہ	۴۸۸	جگن ناتھ کی رتھ جہاز
۵۱۵	ہوگیوں کی مہات و سوانت	۴۸۸	چاندروں کا اہرم
۵۱۶	چیلو کا پہل	۴۸۹	جگن ناتھ کی رتھ اور مہوت
۵۱۸	خار سپہ جگ	۴۹۰	جگن ناتھ کے درشن
۵۱۹	ہوگیوں کا گیان دھیان	۴۹۰	ناداروں کی طرح حیدگی
۵۲۰	شعبہ باز جگ	۴۹۰	جگن ناتھ کی دہن
۵۲۱	جین مسک کے سادھو	۴۹۱	بے حیائی کے مظاہرے
۵۲۳	ہندوؤں کے قوانین مذہبی اور علوم و فنون	۴۹۲	سادھو اور کسبیاں
۵۲۴	چارشامتر	۴۹۲	مستی کی رسم
۵۲۴	چار برہن	۴۹۳	مستی سحر دیکھنے کا قاعدہ
۵۲۵	تھا جی ارماع کا عقیدہ	۵۰۱	مستی کا ایک دردناک واقعہ
۵۲۵	گاہکشی کی منافعت کا حکم	۵۰۲	مستی جہے کا اصل سبب
۵۲۶	نرکال مسندھیا اور ماشان	۵۰۳	مستی کا حیرت انگیز واقعہ
۵۲۶	دیوتاؤں کی پیدائش	۵۰۵	مست کی ایک حرکت چٹا پر
۵۲۶	ہیرو اور سندھلیٹ	۵۰۶	جہاستی کرکے کے واقعات
۵۲۶	دیوتاؤں کی حقیقت	۵۰۶	چٹا سے بھاگ نکلنے کی سزا
۵۲۷	ہندوؤں کے اوتار	۵۰۷	ایک کس لڑکی کا مسرتنگ واقعہ
۵۲۹	نمب ہندو چتر گہری	۵۰۸	یشس کے اشعار کا خلاصہ
۵۲۹	اتار اور دیوتا کا مفہوم	۵۱۰	دندہ درگور
۵۳۰	تصویر آتما	۵۱۰	ہندوؤں کا اپنے مزدوروں سے ملک

۵۶۱	بادیہ فسرگ	۵۴۸	قصید	۵۳۰	آتما اور پراسنا
۵۶۳	مناوی اور کارنگی	۵۴۸	منیالی پہاڑ میر	۵۳۰	چند علوم و فنون پر کتابیں
۵۶۴	قال قلم		علم مغربیوں سے ہندوؤں کی	۵۳۱	ہندوؤں کا ادا علوم و فنون
۵۶۴	قلم کے میدان سے	۵۴۸	آتما غنیت	۵۳۲	یازس کے پشت
۵۶۶	کارخانہ جات قلم		ہندوؤں کے علوم کے تعلق	۵۳۲	شکست اور اس کی تدرست
۵۶۶	عام مقام اور تقارن	۵۴۱	میری راتے	۵۳۲	پروان اور سید
۵۶۷	داور سی	۵۴۱	بانی کے چند ہندوؤں سے ملا	۵۳۴	تلفذ کی تعلیم
۵۶۷	غوشا اور جات	۵۴۱	دنیا کی عمر ہندوؤں کے تخیل سے	۵۳۴	گت شاستر کے پرہ
۵۶۷	خلوت عمار		ہندوؤں کے فن کی تاریخ کی تحقیق	۵۳۴	وہمت اور اس کے پرہ
۵۶۸	شانی کل سدا	۵۴۲	کلب شہر کا مسئلہ		وہدات کے بارے میں ہندوؤں
۵۶۸	درہار اور تخت طاؤس	۵۴۵	وہمت اور مہ	۵۳۵	کے کا جب
۵۶۹	حشر شاہانہ	۵۴۸	عرف آخر	۵۳۵	آتما کی تعلیم اور جہاد
۵۷۰	مینا بازار		خط بنام ایشور دیوی	۵۳۶	ادب اور صورت
۵۷۳	ہاتھوں کی لڑائی		لواکھی لی رے	۵۳۶	طائر اور اس کا شش
۵۷۳	جاں سمب دی		ازدی	۵۳۶	لور و غلست
۵۷۶	کاروان سدا		یکم برلائی غلغلہ	۵۳۶	ہرم مطلق
۵۷۶	چریس اور دی کی کا تھاں		یورپ اور ہندوستان کی ملاقات	۵۳۶	أصول و مباحث ایشور
۵۷۸	امرا کی ساری	۵۴۹	کالستق	۵۳۶	ہندو طب کی کتابیں
۵۷۹	مخافات مشہر	۵۵۰	خطبردی	۵۳۶	ہندو طریقہ علاج
۵۹۱	دیوی اور گنگہ کیانی ملنے	۵۵۱	دیوی کا معاد		سلمان طیب اور ہندو طریق
۵۹۱	مشہر آگہ عرف اکبر آباد	۵۵۲	مہرے خیم دیں	۵۳۶	طاع
۵۹۱	ویائی گرجا اور کالی	۵۵۵	دیوی کے بڑا		نئی تشریح سے ہندوؤں کی
۵۹۸	یہائی بستی	۵۵۶	رام لکھی مکان	۵۳۶	آتما غنیت
۶۰۰	زینت نامہ دیوی کی کوشی	۵۵۸	دیوی کی کوشی	۵۳۹	ہندوؤں کا علم و ہیت
۶۰۱	روستہ تاج محل	۵۶۰	پھل اور چندر سے		چاند گہن کے تعلق ہندوؤں کا

## ڈاکٹر زبیر کی ہندوستان میں آمد شاہجہاں، اُس کی اولاد اور اُس کے بیٹوں کی باہمی لڑائیاں اور نگ زیب کی تخت نشینی کے دلچسپ حالات

میں ہندوستان کس طرح پہنچا | ایک نرگس کی سیر کا مجھے نہایت شوق تھا۔ اس لئے اپنے دل میں یہ ٹھہرایا کہ اپنی اس سیاحت کو کچھ اور وسعت دوں اور دریافت و تحقیق حالات کے لئے اس سرے سے اُس سرے تک بھراؤ کا سفر کروں۔ چنانچہ اپنے اس ارادہ کے پورا کرنے کے لئے ملک قسطنطنیہ کے دارالسلطنت قاہرہ سے کہ جہاں میں ایک برس سے زیادہ قیام رہا تھا رواد ہوا اور تیس گھنٹہ کے عرصہ میں رکارواں کے سفر کے حساب سے) شہر سوئس میں آ پہنچا اور جہاں سے ایک ہزار پیرسوار ہرگز مشرق و جنوب میں مقام جتہ جو کہ (مغلیہ) سے قریب دو پہر کی مسافت پر پہنچ گیا۔ میرا یہاں پہنچنا قوتی کے برخلاف تھا۔ اور اسی وعدہ کے بھی جو مجھے بکراجر کے ٹمکے گاؤں کی طرف سے دیا گیا تھا۔ پس بھوری میں مسلمانوں کی اُس مقدس زمین پر ہمارے آئنا جہاں کوئی عیسائی سادہ تنیکہ غلام نہ ہر قدم رکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ الغرض ایسی حالت میں اُس جگہ پہنچتے قیام کر کے میں ایک چھوٹے سے جہاز پر سوار مل میں کہ جا رہا تھا

اس شہر کو مشرق میں سواراٹھویں بھری مطابق سلطانہ لڑ سکا تھا جس میں قسطنطنیہ فیہ فیہ خلیفہ عالمی مغربی کے سپہ سالار جو ہرے دین کی سلطنت پہلے پہل افریقہ کے شہر حیران میں قائم ہوئی تھی اور جو اپنے خاندان میں تیسرا خلیفہ تھا، تباہ کیا تھا۔ اور مصر کو تہرہ غلبہ سے بچ کر

کی وجہ سے قاہرہ نام رکھا تھا۔

مقام

مقام

اس کتاب میں آف وی ریڈ کا ہے۔



سوار ہر لیا اور چندہ دن کے عرصہ میں بمقام گھاٹ بھاٹے باب المنصب کے نزدیک ہے پہنچ گیا۔ یہاں پہنچ کر میرا یہ قصد تھا کہ مصروع اور ارکی کو کے جہزوں سے جہز استہ میں لیں گے گذرنا اور اُن کو دیکھنا بحالہ ملک حبش کے پاسے سخت گونڈار کو چلا جاؤں لیکن مجھے معلوم ہوا کہ حبش میں روسن کیشٹک مذہب والوں کے لئے زحمتیں کے ہم فرانسیس پیر وہیں سخت خطرہ ہے۔ یہاں یہ صورت حال اس وقت سے پیدا ہوئی جب سے کہ بادشاہ حبش کی اس نے اپنی کارسازوں سے پرتگیزیوں کو قتل کرا دیا تھا اور باقی اندہ کو فرقد جیوٹ کے اس بڑے پارہ کی سمیت جس کو پرتگیزیوں نے اپنے ساتھ لائے تھے خارج کرا دیا تھا اس وقت سے حبش میں روسن کیشٹک محفوظ اور بے خطر نہیں رہے تھے۔ بلکہ میں نے یہ بھی سنا کہ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ بمقام سواکن ایک بچہ بے نصیب روسن کیشٹک دہلیش تک کا اس جرم میں سرکاتا گیا۔ کہ اس نے اس ملک میں ہال ہونے کا ارادہ کیا تھا اس لئے یہ مذہب مناسب اور کم خطر معلوم ہوئی کہ میں ایک یونانی یا ارمنی لے لے جیوٹ کے سنی دن شرب بھی روسی پاسیوں پر فرنگی زبانوں میں حضرت یحییٰ علیہ السلام ۲۷ م ہے۔ یہ ایک شاعر فرقد روسن کیشٹک کی ہے۔ جس کو ~~کھٹو~~ میں ہسپانیہ کے رہنے والے آگاہ ہیں ~~نکا~~ ہاں ایک مشہور شخص نے جو ~~کھٹو~~ میں پیدا ہوا اور ~~کھٹو~~ میں مراٹھا قائم کیا تھا۔ ۳۷ م ج سے گواہ ہندوستان کے ساحل الاہور پہنچا سے جنوب کے رخ نظر زیادہ سرکیل کے حاصل ہوا ایک جموں سا حصہ ہے جو کہیں سورس سے موافقت ملے مگر کے پرتگیزیوں کے قبضہ میں ہے اور جس کو آج کل انگریزی اصطلاح میں پورٹ گیزا یا اپنی چندوستان مقبرہ اہل پرتگال کہتے ہیں۔ یہاں ان کا ایک گورنر رہتا ہے۔ ارمان کی نسبت اس کتاب کے ایک اور مقام میں تفصیل ذکر آئے گی۔ ۳۸ م ج

۳۹ م ج میرے دوست کرل ہنری مور صاحب بہادر جنھوں نے اس ملک کو دیکھا ہوا ہے میرے ہم کی ایک چٹی میں مصنف کے اس ارادہ کی نصرت اپنا خیال یوں کہتے ہیں کہ اگرچہ حبش کے نصرائیوں کو کلیسا کے ارمنی یا ارتاقی سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ مگر سنی کلیسا بعد سورس سے بحالت خود بخود چلا آتا ہے اگرچہ انرضی صیاتی تجارت چلے رہے کے سب سے ملک مشرقی میں کہیں وہیں ہندو کھائی دیتے رہے ہیں اور زاد و بوم تک نہ گیا وہاں بھی نہیں پہنچتے تھے اس وجہ سے کچھ فرنگستانی لباس دے رہے ہو رہیں صیاتی کی صورت ایسے انھیں مقامات میں مشہور یا تعجب انگیز نہیں ہو سکتے تھے۔ ۳۹ م ج

بھیس بنالوں۔ جب بادشاہ کو یہ اطمینان ہو جائے گا کہ میں اُس کے واسطے کچھ منیہ اور کارآمد ہو سکتا ہوں تو غالب گمان یہ ہے کہ وہ مجھے کچھ زمین دے دیگا اور سب مقدور میں غلام خرید کر اس کا بندوبست کر سکوں گا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ گستاخ پیدا ہوا کہ اس صورت میں مجھے وہاں شادی بھی ضرور کر لینی پڑے گی جیسے کہ ایک یور وچین راجہ سب کا جس نے اپنے آپ کو پانی یا شند اور طبیب نامہ لکھا تھا جہاز بیاہ کر دیا تھا۔ جہاز ملت میں مجھ اس ملک کے چھٹے کی امید ظاہر کرنی ہوگی۔

ان اندیشوں اور چند دعوہ کی بناء پر جن کا ذکر آگے کیا جائے گا، میں نے گونڈار جائے کا ایادہ چھوڑ دیا اور ایک بندہستانی جہاز پر سوار ہو کر آبنائے باب المندب کی راہ سے بائیس دن میں بمقام سوت ہو سلطان مغلیہ میں ہندوستان کی ایک بندہ گاہ ہے آپہنچا۔

شاہجہاں اور اُس کا نسب | یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ بادشاہ و قمت کا نام شاہجہاں ہے جو جہانگیر کا بیٹا اور اکبر کا پوتا اور ہمایوں کا پڑپوتا ہے اور ہمایوں سے اوپر اُس کا سلسلہ نسب تیمور لنگ سے جا ملتا ہے جس کو ہم فرخشاہی مونا تزلین کہتے ہیں۔ شاہجہاں سلسلہ وار تیمور سے دسویں پشت میں ہے۔

سلطہ یعنی شاہ الدین محمد شاہجہاں صاحب قرآن شافعی کا باپ نور الدین محمد جہانگیر اُس کا جلال الدین محمد اکبر اُس کا نصیر الدین محمد ہمایوں اُس کا نصیر الدین محمد بابر اُس کا فرخشاہ مرزا اُس کا سلطان ابو سعید مرزا اُس کا سلطان محمد مرزا اُس کا جلال الدین میراں شاہ مرزا اُس کا امیر تیمور گرجان صاحب قرآن اول جو تیمور تیمارہ قرنگ مشہور ہے۔ اس کے عکسے ہوئے کی وہ کتاب محاب القدر فی احوال تیمور جو اُس کی ایک سخت جہاز میں تاریخ ہے یہ کبھی ہے کہ ابتدا سے حال میں کئی شخص کی بکری کی چوری کرتے ہوئے تیر کے زخم سے اُس کی ایک ٹانگ لٹری ہو گئی تھی۔ اور چونکہ اُس نے ترکوں کے اکثر خاندانوں میں اپنی شاہیائی کر لی تھیں اس لئے ان کے ہم قوم اُس کو گرگان کہنے لگ گئے تھے جو ترک میں ملاد کو کہتے ہیں۔ اور ترکے معنی ہی راجہ۔ اور صاحب قرآن کہلانے کی یہ وہی ہے کہ اس کے بادشاہ ہو جائے کے بعد خوش رہے۔ اس کا راجہ طاعت بنا کر اس میں یہ کھدیا تھا کہ نہرہ و مشتری جو بچہ ہیں کے جتھے سے میں دوڑے سے ساتھ ہے اپنی پائے طاعت میں قرآن کی حالت میں ہے۔

ہندوستان میں لفظ منغل کا اطلاق | تہہ جس کی ملک گیری کے واقعات مشہور و معروف  
 ہیں۔ اُس نے اپنی ایک رشتہ دار عورت یعنی اس  
 بادشاہ کی اسکوئی بیٹی سے شادی کرنی تھی جو اُس وقت تانجاویوں کی اس نامور قوم کا جن کو  
 منغل کہتے تھے فرماں روا تھا۔ مگر اب لفظ منغل اُن سب غیر ملک کے رہنے والوں کے  
 لئے کتاب خطرا میں جو تھوڑی ایک نہایت عرصہ آمیز تاریخ ہے اس کے عروج کا حال ہوں کہ آپہ  
 کو مسئلہ میں تصور الہی کا پیشہ زان سلطان چونہ فی خاص کی اولاد سے متعلق حرکت اور اور انہر میں  
 ایک ایسا جاہل اور خون ریز بادشاہ تھا کہ مرزا لک و راہیں جاتے ہوئے کنہ والوں کو جیتیں کیے بھٹ  
 ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ آخر کار میر تقی میر سے جو اس دور و احوال میں ایک نہایت قابل اور دانا شخص تھا شک  
 اکر اس میں قبیل چٹا کی کے امیروں وغیرہ سے اتفاق کر کے بغاوت کی اور سب سے میں خلیفہ ہر کوئی  
 مار ڈالا۔ مگر سلطنت کی یہ صورت رہی کہ اگرچہ حقیقتاً حکومت امیرِ قزاقوں اور اس کی اولاد کے قبضہ میں تھی۔  
 لیکن تاہم بادشاہی خانہ ان میں سے ہر اسے نام کسی کو خان یعنی بادشاہ بنانے رکھتے تھے مگر جب قزاقوں کے  
 بیٹے صوبہ افغان سے اپنے ہم عصر نام نہاد بادشاہ کو جے گنا تمل کر ڈالا اور انسی طلت میں طون بھی تباہ و برباد ہوا  
 تو ملک میں کچھ عرصہ طوائف الملک کی صورت رہی۔ مگر میر تقی میر کا چچ امیرِ مین جو امیرِ نسل کا بیٹا تھا  
 پہر ایک ذی اقتدار فرماں روا ہو گیا اور اپنا دار الحکومت شہر بلخ کے پاس ایک چھوٹے قلعہ کو جو قلعہ ہندوئی کے  
 نام سے مشہور تھا اس پر تعمیر کر کے اس میں رہنا شروع کیا۔ اور چھ کوش کی بہن کی شادی جو سے ہوئی تھی۔  
 ابدائے حال میں اُس کا دور تیرہ کا نہایت احمق تھا مگر ملک و صوبہ کے باعث آخر کار عداوت ہو گئی۔ اور چونکہ  
 امیرِ مین کی بہن بھی مہنگی تھی جو۔ ۱۵ اپنی جاتے قیام کش معروف بہ شہر ہنر سے جو قلعہ کے قریب اب رہیوں  
 کے قلعہ میں ہے قلعہ ہندوئی کے قلعہ کش کی اور امیرِ مین ششہ میں گرفتار ہو کر صوبہ چنڈو جیوں کے قلعہ ہندو  
 اور باقی درجے چند درستان کو بھیجا آئے۔ اور جو رہے اُس کی اولاد ہر اسے ملک خاتم قزاقوں سلطان اور  
 تیس اور بیگم کو غافل ذی دقت کہا مل ترک کی بیٹیوں کے حکم سے قلعہ کش میں ڈال دیا۔ اور اُس کی بیٹی کیج کو  
 اس کی بیٹیوں اور بیگم کے اپنے بیٹے سے سوا۔ وہاں میں تقسیم کر دیا اور قلعہ ہندوئی اور اس کے محلات وغیرہ  
 سے اکھاڑ کر پیچھا دئے اور اس طرح امیرِ مین کا نام و نشان خاک و طو باہ غلام بن گیا اور آخر کار ایسا نامور ہوا کہ  
 آج تک اس کا نام مشہور ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ میر تقی میر نے اپنی تحریر میں غالباً اسی سرائے کے خاتم ذمہ سابق امیرِ مین  
 کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ اُس کو کتاب عجیب امیرِ مین خان زادہ بھی شاعرانہ اور دفتر قزاق سلطان لکھا  
 ہے۔ دیکھو کہ اٹھارہ بیویوں اور انھیں عیروں کی تفصیل میں جو بہت سے ترک اور منغل سوادوں کی بیٹیاں

لئے بولا جاتا ہے جتنی زیادہ ہندوستان سرد جس کے معنی ہیں ہندوؤں یا ہندویوں کا ملک، حکومت کرتے ہیں۔ مگر یہ تپاس دکرنا چاہیے کہ سلطنت مغلیہ میں بڑے بڑے معزز اور مقہور منصب صرف مغلوں ہی کو ملتے ہیں یا صرف یہی لوگ فوج میں حصہ لے پاتے ہیں۔ بلکہ یہ منصب اور فہم مغلوں اور سب دلائقوں کے لادار و مسلمانوں کو بلا کسی اختیار و خصوصیت کے دیتے جاتے ہیں۔ چنانچہ اکثر تواریخوں کو اور بعض بعض عربوں کو اور کچھ ترکوں کو۔

جن لوگوں کو آج کل یہاں مخل کہا جاتا ہے ان کی پہچان کے واسطے یہ نشان کافی ہے کہ چہرہ کا رنگ گورا ہوا اور مذہب اسلام۔ اور یورپ کے عیسائیوں کی جن کو یہاں فرنگی کہتے ہیں یہ پہچان ہے کہ رنگ سفید ہوا اور مذہب عیسائی۔ اور ہندوؤں کی یہ علامت ہے کہ رنگت گندمی ہوا اور مذہب بت پرستی۔

شاہجہاں کی بیعتی اور اس بیٹوں کی باہمی دیریش | بچے یہاں آکر یہ بھی معلوم ہوا کہ شاہجہاں اور اس کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں اور چند سال ہونے کے اس نے چاروں بیٹوں کو اپنی نیابت اور قائم مقامی کے طور پر ہندوستان میں بڑے بڑے چار صوبے جن کو سلطنت کے جیسے کہنا چاہیے دے دیتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بادشاہ ایک سال کے عرصے سے تھکا ہوا رہتا ہے کہ جس سے اس کی زندگی کو خطرہ ہے۔ اور اس کے بیٹوں نے باپ کی یہ حالت دیکھ کر حصول سلطنت کے لئے منصوبے باندھے اور چالیس چالیس شروع کر دی تھی ہیں اور ان کی باہمی جنگ و جدال جاری ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ: انہیں خان زادہ کا فضا اور کسی کی منبت نہیں تھا۔ مگر میر کی تحریر سے جو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ تیمور کی اس بیگم کا باپ ہر تمام تاجداروں کا بادشاہ تھا۔ جن کو مثل کہتے تھے۔ اس وقت کی تاریخوں سے غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ میں زیادہ پنج اور تھار و فرہ میں قرآن سلطان خان فرماں روا تھا۔ اسی زمانہ میں اس تیمور خان ترکوں اور مغلوں کی قوم ترمذیہ علیحدہ بادشاہی کر رہا تھا اور ان میں سلطان ابو سعید ہمایوں خان جو مغلوں کے اہواؤ باچکنیز خان کی اولاد سے تھا۔ بہت بڑا بادشاہ تھا اور بادشاہ کی غلط اہمیت ہے کہ تیمور رنگ اس مذکورہ بادشاہ کے سب سے مغلوں کی قوم میں داخل ہو گیا تھا کیونکہ وہ اس زمانہ کی شاہی برلاس سے تھا جو اپنے تئیں سلطان نسب میں مغلوں سے علیحدہ نہیں سمجھتے۔

ہو کہ میں اس ملک میں پہنچ کر نارت گروں کے ہاتھوں سے قتل ہوں  
شاہی خازن اور پانچ ہفتہ کے سفر کے کثیر اخراجات کی وجہ سے جو صورت  
 سے آگرہ اور دہلی تک پہنچے ہیں پیش آئے تھے جنگ و ست پر گیا تھا۔ اس لئے میں  
 نے طبیعوں کی ذیل میں سرکار شاہی میں جو کڑی اختیار کر لی تھی اور پھر تھوڑی بہت ہندو  
 دانشمند لکھان کی سرکار سے میرا تعلق ہو گیا جو ازل میں خوشی کے عہد پر نامور تھا۔ اور نہایت  
 ذہنی اقتدار اور ممتاز تہذیب امر سے وہاں میں سے ہو گیا تھا۔ یہ شخص حمام نامک۔ ایسٹ  
 میں بہت بڑا عالم و فاضل سمجھا جاتا تھا۔ آٹھ برس کے طفیل تعلقات کے سبب سے جوڑے  
 مغلیہ سے رہے تھے۔ میں نے اس جنگ و جدال کے بعض اہم واقعات پر چشم دید کیے تھے  
 اس لئے میں ان کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔

شاہجہاں کی اولاد شاہجہاں کے بڑے بیٹے کا نام دارا شکوہ دوسرے کا سلطان علی  
 تیسرے کا اورنگ زیب چوتھے کا مراد بخش اور دہلوں تھوڑوں میں  
 سے جہڑی کا نام بیگم صاحبہ اور چھوٹی کا روشن آرا بیگم تھا۔ اس ملک میں یہ دستور  
 ہے کہ خاندان شاہی کے سلاطین اور بیگمات کے نام ایسے رکھتے ہیں پریشان و شوکت سلطان کے  
 حالات کریں چنانچہ شاہجہاں کی بیگم جو حسن و جمال میں مشہور تھی اس کا نام تاریخی محل جس میں  
 شاہجہاں اور ایک اور بیگم کے عہد کی تاریخی کتابوں میں دانشمند خان کا نام آتا ہے چنانچہ اس کی تحریر  
 میں کہا گیا ہے جو اس وقت اس سلطنت میں علم و فضل کے لئے مشہور تھے۔ یہ ایرانی و ائمہ شہداء و مہمان  
 والا تھا اور کمال علمی کے باعث لافشیا نے یروہی کے نام سے مشہور تھا۔ اور ہندوستان میں  
 تبارت کی تقریب سے آتا تھا۔ کچھ جگہ کہ جب یہ اپنے وطن کو واپس جاتے تھے شاہجہاں نے  
 اس کے علم و فضل کا ہر چائے کھنکھار کر اور اور تہذیب ہندو صورت سے واپس لے کر لائے۔ یہ علمی و فانی  
 کر لیا۔ اور تا صبر سلطنت اور تک پہنچ کر کمزور و کمزور رہا اور منتظر رہی سر کیا یہ نامور  
 جیت اور ہندو سے یہ تھیں مشہور تھا۔ اور ایسا عالم تھا کہ حضرت نانا۔۔۔۔۔۔  
 شخص اس کا شاگرد تھا۔

تھ عہد شاہجہاں کے مرنے سے اس کا نام جہاں آرا بیگم بن گیا ہے۔ اور کہ چہ کتابچہ تاریخ پانچویں  
 صفحہ ۱۰۰ نام نہ تھا بلکہ قطاب تھا جس کو مصنف نے غلام کے عہد کے عہد کے دوران میں لکھا تھا کہ  
 اس کا مکمل کھنڈ ہے۔ اور نام ارجمند آرا بیگم تھا۔

کا وہ دانی شاہ اور ایک سو تیرے روزگار مقبرہ آگرہ میں ہے جس کے مقابلہ میں اجرام مصرعہ جو منظر نما بات، بنا بھی جاتے ہیں محض تا تراستیدہ پتھروں کے ڈھیر اور نامزدوں کے مصرعہ کو ایسی ناخوشی میں اجرام کندہ ہیں۔ ان پر جو کچھ ہے وہ ایسے صوف میں ہیں جس کو اس زمانہ میں پرچس نہیں پڑ سکتا۔ اور مصرعہ کے بعد ہی باسند سے ان کو اپنی مقدس چیزوں میں استعمال کرتے یا اسرار الہی تھا کر چھپاتے تھے۔ اگرچہ بعض لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ اہل عرب ان چٹانوں کو بہ لحاظ ان کے ہدایت میں نہ مانتے اور ان پر بے کلامی کہتے ہیں جو سیر سے مشتعل ہے اور جس کے سنی بڑا سا ہے۔ یہ بھی مگر عوامی خیال اور لغت عربی کی ایک نہ تالیف مشہور کتاب ہے، کھانا ہے کہ اجرام ہرم کی جیسے ہے۔ اصطلاح اہل سائنس سے یہ سب کچھ ایسی عمومی شکل کی عمارت کو کہتے ہیں جس کا قاعدہ مربع یا مثلث یا بیضی والا ہے۔ یہ اسی میں صدیق جہادیت مشہور ہیں جس میں ایک چھوٹا اصداف ہے جس پر دو سو سے بڑا ہی کو جب ہر سترہ تھوڑا سا کہتے ہیں کہ آئے۔ اور کینٹر جس کے نام پر مشہور ہیں۔ اور پی آئیں حالہ بنار (ایسا حالہ) کہ ان کی زبانات میں سوا ہوتا ہے۔ یہ عمارت ایک چمکھٹے چوڑے پر پڑتی ہے جس کا ایک طرف سے سترہ صوف کہا اور پانچ آٹھ اٹلی اونچا ہے اور اس کے اوپر کچھ گٹھا کر ایک اور چوڑا ہے۔ اور ان طرف سے دوسری چوڑے اوپر تلے بنے ہوئے ہیں۔ یہ بنار ساڑھے سولہ گجھ ریت میں ہوتا ہے اس کی مٹی چار سو صوف اور چھٹی دس گز مریٹ کا چوڑا ہے مشہور خانہ مریٹ بیرونہ میں جو سنہ ۱۰۷۰ء میں بنایا گیا ہے۔ یہ چوڑا مصر کی سیر کو آیا تھا کھٹا ہے کہ یہ بنار ہی آئیں بادشاہ کے عہد میں بنی جس کے عہد میں تھا ہوا تھا۔ اس پر ایک لاکھ آدھ لاکھ لگی رہی تھی۔ اور اس پر مصری صوف میں کھا ہوا ہے کہ وہ گٹر کی صوف میں پیا کی چٹنی میں ڈھالی لاکھ مدہ یہ چھپا تھا۔ اصل میں یہ بنار مصری بادشاہوں نے تعمیر کروا دی ہیں ان کی شاہیں اب تک پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ خلیفہ مامون عباسی جب دمشق میں مصر میں آیا تو اس کو اس ہی آئیں والے بنار کے اندر کی عمارت کے دیکھنے کا بڑا شوق ہوا اور اس نے روادری انکیاں بڑا کر پھر کو کھدوایا اور ایک ماہ پانی اور جب اس میں گئے تو ایک چمکھٹا دلی لٹی میں کے چاروں طرف کی دیواروں میں کھدوایا کہ وہ پانی کے دروازے تھے۔ اور ایک کمرے میں بہت سی انیس کھنڈوں سے لپٹی ہوئی تھیں۔ مریٹا کہتے ہیں کہ یہ لپٹی ہوئی تھیں۔ پھر ایک کمرے میں اس کے اوپر پھر کے صندوق میں آدھ کی ایک مہر تھی جس کے سینہ پر جو اہر سے بڑا ہوا ہے۔ یہ بنار کھا تھا۔ اور سترے کے چھپو ایسے صوف اندہ تھے۔ جس کو کوئی نہ چڑھ سکا۔ ان مختلفوں نے اس سے بنار کی پیمائش کے دست سے بھی دیکھا تھا کہ اس بنار کے چاروں طرف بنائے

تو وہ اپنے سنگ نظر آتے ہیں۔ علیٰ لہذا امتیاس جہانگیر کی بیگم کا نام اول طور پر ملتا ہے۔ پھر درجہاں بیگم ہوا جس سے مدت تک اپنے شوہر کی ایسی حالت میں کہ بکھرے شراب خوری اور عیش پسندی کے اُس۔ نہ سب کاموں کو چھوڑ رکھا تھا اور سلطنت اور ملک داری کو خود انجام دیا۔

**امراۓ سلطنت اور خطابات** | ہندوستان میں جو یہ بڑے بڑے اور ممتاز نام امرا یا خاندان شاہی اور امرا کے رکھے جاتے ہیں اور فرنگستان کی طرح یہ عہد عظام نہیں دیے جاتے جو امانیات و ممالک کے مجموعہ و ملکیت سے شتق و منسوب ہوتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہاں تمام ملکیت کی زمینیں خالص شریف یعنی ملک سرکار شاہی بھی جاتی ہیں۔ اس لئے فرنگستان کی طرح یہاں کوئی ملک یا ملک بیکس یا ڈیوٹی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ امراۓ دربار کو خواہ جاگیر خواہ نقد جو کچھ دیا جاتا ہے وہ صرف بطور پیش اور ذاتی مدد معاش کے دیا جاتا ہے جس کا مقرر کرنا صرف بادشاہ وقت کی مرضی پر موقوف ہے۔ اور جب وہ چاہتا ہے اُس میں کمی یا بیشی کر دیتا ہے۔ یا ضبط کر لیتا ہے۔ اس لئے یہ بات کچھ قابلِ تنقید نہیں کہ امراۓ سلطنت پر (بقیہ صفحہ ۳۹) والوں نے دنیا کی چاروں سمتوں کے متک مقابل بنائے ہیں جس سے وہاں کا مضبوطی نہایت بھی طور پر نام نہا ہے۔ وہ ملو چاروں جگہ نہیں والا کہلاتا ہے اس کے نیچے کے جو تھے کا ہر ایک فیصلے پر جو ایسی نکتہ لہا اور بند ہی ہو گی تک چاروں سوچیں نٹ ہے۔ اس بنا پر جو حکمران کیسے سے دکن کی طرف دیا ہے نلاد آخر کی جانب پھرتا اور گجرات اور کچھ کے۔ نئے نئے کونجنگ اور لہب کی سمت مقام جزیرہ اور مضاماکے پر جا کر شہر فابو کا چارہ سلطان ملاج الدین کو کھڑا سب عجیب لطف سے دکھائی دیتا ہے۔ پہنچتا ہے کہ وہاں سے اول الذکر چارہ کے اُتی کے نام چھاپنے لہجہ کے موافق مختلف تھے جن میں سے ایک نام یہاں کھڑا گیا ہے۔ اور یہ بادشاہ ۱۰ ہزار تھیں سو لاکھ۔ جس تکلیف طبعیہ اسلام کے تھا اور نہایت ہی غریب خیر لو سفاسکی کے ساتھ پچاس برس تک سکران رہا تھا اور انی طرح دوسرے چارہ کے اُتی کے نام بھی کئی طور پر رکھے جن اور اس کو بعض سرحدوں نے پہلے چارہ کے اُتی کا چارہ اور بعض نے بھائی اور جانشین بتا دیا ہے اور یہ بھی دیکھا ہی تھا اور غریب راجہ اور بھی برس تک بادشاہ رہا تھا۔

س م م

انوار نے مرزا علی قوام سے ہم مسئلہ ڈاکٹر لائن مطبوعہ میں ایک مورخہ علی گڑھ انشا تکوین اور مزایہ وغیرہ لکھے اس کا نام دینا شمیم شاہ اور نور محل اور لارچہاں خطاب تھے

س م م

شکوہ اور نشان دار خطابات سے مشرف و متاز کئے جائیں۔ مثلاً کوئی شیر امن خاں اکوئی صف شکن خاں اکوئی رعد اعجاز خاں اکوئی برق اعجاز خاں اور علی غیاثیاس دیانت خاں واقفند خاں فاضل خاں ولید و ولیدو۔

شاہجہاں کا بڑا لڑکا داراشکوہ داراشکوہ گفتگو میں بہت شیریں زبان حاضر ہوا۔ نہایت خوش خلق اور بے حد فیاض اور دیار دل تھا۔ مگر با اس ہمہ بڑا ہی خود پسند اور خود رائے تھا اور اس کو یہ گھنڈ تھا کہ میں اپنی عقل کی رسانی اور خوش تدبیری سے ہمارے کا ہندو ہست اور انتظام کر سکتا ہوں۔ اور کوئی فرد بشر ایسا نہیں جو مجھے صلاح و مشورہ دے سکے۔ وہ ان لوگوں سے جو اُسے دُور تے دُور تے کوئی صلاح و پیشگی برأت کر بیٹھتے تھے۔ حقیر اور امانت سے پیش آتا تھا۔ چنانچہ اس ناپسندیدہ سلوک ہی کے سبب سے اُس کے دلی خیر خواہ بھی اُس کے بھائیوں کی پوشیدہ اور مخفی سازشوں سے اُسے آگاہ نہ کر سکے۔ وہ ڈراٹے اور دھمکائے میں بڑا سحر تھا۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے امرا کو بڑا بھلا کہہ بیٹھا اور ان کی چٹک کر ڈالتا تھا۔ لیکن اُس کا غصہ اور مزاجی ایک آن کی آن میں جاتی رہتی تھی۔ یہ شہزادہ اگرچہ شاعر مذہب اسلام کی، جمہا آوری کے موتوں میں ہمیشہ شریک ہوتا رہتا تھا اور اس مذہب کے قبیح اور پیرو ہونے کا بھی غلامیہ اقرار کرتا تھا۔ لیکن میں وہ پیرایشی مسلمان ہی تھا کیونکہ وہ اپنے اوقاتِ تخلیص میں ہندوؤں کے ساتھ ہندو اور عیسائیوں میں عیسائی تھا۔ چنانچہ پڑتوں اور ہندو سادھوؤں کو ہمیشہ اپنی صحبت میں رکھتا تھا۔ اور ان کے سے بڑے بڑے طبقات مقرر کر رکھے تھے۔ ان حالات سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان لوگوں ہی کے اثر و سمیت سے اُس کے عقیدہ اسلام میں منصف پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن اس بارے میں ہم اپنی رائے اس موقع پر بیان کریں گے جہاں ہندوؤں کے طریق مبادت اور ہستش کا ذکر کھیں گے۔ اس کے علاوہ کچھ دلیوں تک پادری بوزی صاحب مقتدیئے فرقہ جھوٹ کے معاملہ میں بھی بہت رنجست سے متنازع رہا تھا اور اُن مواعظ کی خوبیاں اور صداقت پر کچھ اعتقاد بھی رکھنے لگا تھا۔ مگر بعض یوں کہتے ہیں کہ درحقیقت وہ کسی مذہب کا بھی مستند نہ تھا۔ اور یہ سارا دکھاوا اُس نے بعض دل لگی اور شوق تحقیقات کے لئے اختیار کر رکھا تھا۔ اور بعض کی یہ رائے ہے کہ کبھی جو وہ اپنے عیسوی





## سلطان شجاع کے عادات و خصائل

شاہجہاں کا دوسرا بیٹا سلطان شجاع اپنی وضع و عادات میں اپنے بھائی دلاشکوہ کے مشابہ تھا۔

لیکن یہ زیادہ سیم اور اپنے عزم اور اراہوں میں زیادہ قائم و مستقل اور دانا شکوہ کی نسبت حسن تمیز اور ہوشیار ہی اور ایسے اوصاف و اطوار میں جو شاہزادوں کے لئے زیادہ ہیں، شرمسار ہوا تھا۔ سازشوں اور زیر زمین کارروائیوں میں بڑا ماہر تھا۔ اور بڑے بڑے ذی قدرت امراء سے دو بار خصوصاً بڑے بڑے ذی اقتدار ماجاؤں مثلاً جموں کے سنگھ و فرہ کو مخفی طور پر اغافات و سرکرائن کی دوستی حاصل کرنے کا کڑ بھی اُسے خوب آتا تھا۔ مگر باوجود ان اوصاف کے نہایت عیاش اور عشرت پسند تھا اور جب اپنی بے شمار دولت اور ارباب لشاط و فرہ کے جلسہ میں ہوتا تو تمام دن اور رات رقص و سرود اور خراب فوٹی میں بسر کرتا اور کوئی مصاحب میں کراچی جان پلائی ہوتی ایسے اوقات میں اُس کو ان حرکات سے روکنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ اسی وجہ سے اُس کے امور سلطنت اکثر درہم و درہم رہتے تھے اور اُس کی محنت و رملای کے دل میں بہت کم تھی۔ اگرچہ اُس کا باپ اور بھائی مہر گزین روم یعنی اہل سنت و جماعت کا مذہب رکھتے تھے۔ مگر سلطان شجاع ائمہ اہل حق کے عقاید یعنی مذہب شیخ کا علاوہ معتقد اور مقرر تھا۔ واضح ہو کہ دین اسلام میں بہت سے فرقے ہیں جیسا کہ کتاب گلستاں کے نامور مصنف شیخ سعدی کے ایک شعر کے ترجمہ سے جو ذیل میں درج ہے دریافت ہوتا ہے۔ ترجمہ بیت: بیش ایک درویش باوہ لاش اور شخص رند مشرب ہوں اور بہتر فرقے ہم کو خوب جانتے ہیں۔ منجملہ ان فرقوں کے دو فرقے ایسے ہیں جن کا باہمی تعصب اس درجہ کہ پہنچا ہوا ہے کہ دونوں آپس میں جانی ملے۔ مہاراجہ جیو نٹ سنگھ، مشہور دلی ہے، درجہ درویش میں کوثر جہان کے صہب باوجود کے انہماں میں ہوتا کی وجہ سے بڑا اقتدار اور خطاب جہاں جگی حاصل ہو گیا تھا۔ چاہے اس زمانہ میں یہ ریاست اسی خاندان میں قائم ہے اور یہ مذہب اتفاق ہے کہ جس طرح معتقد کے زہن میں یہ ریاست کے فرماں روا کا نام نہ لگتا تھا، حرم کے اندر کے فرماں روا کا نام بھی جیو نٹ سنگھ ہی ہے۔ اس ریاست کی خالص اعلیٰ سرائے جاگیر و لاہ صافیت کے گروہ کا یہ تاریخ طے قریب واقع دہلی معتقد اہل حق کے واسطے صاف دیکھنا چاہیے کہ وہ یہ اصطلاح پختیس پور، جیو نٹ سنگھ، دلاش اور آبادی ہیں اور کہ آدمی کی ہے۔

تہذیب و تمدن کا یہ دستخط نہیں جو سکا۔

دلاش کوہ کے

دھن میں۔ ایک اُن میں سے تحریک یعنی ردی ہیں جن کو براقی لوگ مٹانی یعنی ہیرانی عثمان کہتے ہیں اور یہ عثمان کو اپنے پیغمبر کا سپا اور اصلی تمام مقام اور غلطیہ کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ غلطیہ یعنی سب اہل اسلام کا فرمان قرآن سے علیٰ ہذا ویلات الفاظ قرآنی اور اجتہاد کر سکتا ہوا ہے صلہ معنایا اور مہاسٹ اور تہذبات شریعت کا استحقاق رکھتا ہو، صرف وہی ہے۔ دوسرا فرقہ ابراہیموں کا ہے جس کو ترک لوگ رافضی یا شیعہ اور علی مہدٰی کہتے ہیں۔ ان لفظوں کے معنی ہیں ایک ایسا فرقہ جو امام فرقہ اہل اسلام سے خارج ہو یا بدعتی اور طرف دارانی ملٹی۔ کیونکہ ایرانی یا سقادر کہتے ہیں کہ خلافت دامنست صرف علی کا حق تھا جو پیغمبر کے داماد تھے۔ مسلمان فوجیات سے جو مذہب شیعہ قبول کر لیا تھا۔ بظاہر اس میں یہ نسبت تھی کہ اس بات کو اپنے امور سلطنت کی مطلب برابری کا حوریدہ جانتا تھا کیونکہ شاہجہاں کی سلطنت میں ایرانی بڑے بڑے معتقد عہدہ دار اور دربار میں بے حد صاحب اختیار تھے۔ اور فوجیات کو یہ امید تھی کہ جب کبھی کوئی سرکرہ ان کی بڑے گا اور موقعہ پیش آئے گا۔ تو مجھے ان سے اہمیت ضرورت ہر قسم کی دود ملے گی اور فائدہ پہنچے گا۔

**اد رنگ زب** تیمار بھائی اور رنگ زب اگرچہ اس قدر غرض اخلاقی اور کثارتہ دینی اور فراخ مزاجی کی صفات سے جو دارا شکوہ میں موجود تھیں موصوفہ نہ تھا۔ لیکن نہایت مردم شناس تھا۔ چنانچہ اس کی رائے ایسے مستند اور وفادار شخص اس کے انتخاب میں جو اس کی خدمات کو شک حلائی اور قابلیت کے ساتھ سمجھا لائے کی طے مصنف کی یہ معلومات ہر اکثر نادر ہیں سید محمد کی گئی ہیں۔ مکان مردم کو عثمان کو یا عثمان کی مریضی سے کہا جائے کہ اس سلطنت کا فرمان رہا خاندانی سلطان عثمان خان کا اولاد سے ہے جو اس سلطان سلطان الدین کوئی کا ایک خادم تھا اور اپنی لیاقت کی وجہ سے اہل سپہ سالاری اور پھراس بادشاہ کی داندی کے درجہ تک پہنچا۔ اور آخر کار اس کے بدلہ اور جگہ پر سردار موزنا لڑے مصری سلطان سنجر موزنا لڑے ہجری میں رضانہی نام سے اس کو حاضنین ہوا تھا کہنا نہیں اسلام میں کبھی ہے کہ یہ بادشاہ ایسا کریم اور سپاہ پرور تھا کہ ایک صہ پائے پاس نہ رکھتا تھا۔ اور عاقل کو مٹا تھا۔ سپاہ پر غریب کو دیتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے مرے کے بعد مرے ایک خزان اور مگر عہدہ تواریک کوئی شے ہمارا ہوت۔ موزنا چاندی وغیرہ کی تم سے اس کے پاس برآمد نہ ہوتی اور اُلٹے برس کی عمر میں شہید سلطان شہید ہی موزنا تھا۔

بہت زیادہ دیاقت رکھتے تھے۔ نہایت سلیم اور صاحبِ حق تھے۔ اور اگرچہ انعام و اکرام یہ بھی کثرت سے دیا کرتا تھا لیکن موقع اور احیاز سے اور صرف اُن لوگوں کو دے دیتا تھا جن کی رضامندی اور تالیف و ترغیب ضروری سمجھتا تھا۔ وہ اپنے بھید کو چھپاتے پرچہ کی طرف تادیر تھا۔ اور نظاہر واری و چالاک میں تو کامل اُستاد تھا۔ چنانچہ جب اپنے باپ کے دربار اور دار السلطنت میں حاضر و معرود ہوتا تو بناوٹ سے عاجزانہ وضع قطع اختیار کرتا اور دنیاوی جاہ و عشرت سے نفرت۔ ظاہر کرتا۔ حالانکہ اپنی شوکت اور سر بلندی کے سے ہرچہ وہ راستہ نکالتے ہیں بڑی دلی محبت کے ساتھ کو شاہ رہتا۔ یہاں تک کہ جن دنوں اُس کو دکن کا صوبہ دار مقرر کیا گیا تب بھی اہل دربار کو بھی جلتا ہوا ہاک اگر کچھ ترک و میا اور رویشی کی اجازت مل جاتی تو زیادہ خوش ہوتا کیونکہ میری دلی تمنا یہی تھی کہ باقی زندگی ریاضت اور عبادت ہی میں صرف کروں۔ اور انکار و نیوی اور امور سلطنت کی ذمہ داری میں الجھنا کچھ نامرغوب اور نا پسند ہے۔ حالانکہ اُس کی ساری عمر سازشوں اور منصوبوں ہی میں گذری۔ وہ اپنی حال اس فلسفہ کی سے چلتا تھا کہ دربار میں سوائے اُس کے بھائی دانا شکوہ کے ہر ایک نے اُس کے رویہ کو سمجھنے میں دھوکا کھایا۔ شاہجہاں کے حسنِ سخن پر جہاں کو اپنے اس چھوٹے پیشے کی نسبت تھا۔ دارا شکوہ کو بہت حد پر، تھا۔ چنانچہ کبھی کبھی اپنے ہمد و مصاحبوں سے کہا کرتا تھا کہ مجھے اپنے سب بھائیوں میں کسی سے اندیشہ اور خوف ہے تو میں انھیں غلامی اور دیندار حضرت سے ہے۔

مراد بخش در شاہجہاں کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا اپنے بڑے بھائیوں  
 شہزادہ مراد بخش سے داتا نامی اور جوش مند میں کم تھا۔ اور صرف خوش نوعی اور  
 شکار ہی کا اُس کو زیادہ شوق تھا۔ مگر تاہم وہ سخی اور خلیق بھی تھا اور اکثر یوں شہنشاہ  
 کرتا تھا کہ ہیں بھید اور رازداروں سے سروکار نہیں ہے۔ سازشوں اور تخیلوں کو حقیر و  
 قرار سمجھتا تھا۔ اور اس بات کا اعلان و اختیار اُس کو منظور خاطر تھا کہ میں صرف تلوار اور  
 توت یا زہرہ بھوسہ رکھتا ہوں۔ اور فی الواقع مراد بخش شجاعت اور دلیری کا پتلا تھا۔ اور  
 شجاعت کے ساتھ اگر کسی قدر بدداری اور پریشیاری بھی اُس میں ہوتی تو غالباً اپنے قریب  
 ۱۰۔ یانوں پر قاب آتا۔ اور بے نشان ہند کا فرار۔ عاجز جاتا۔

۱۱۔ رگ زیب سے، غی اور اپنے بھائیوں کی غصہ کی نسبت جو کچھ خود کھاتے مناسبت مقام کی

**شاہجہاں کی بڑی بیٹی** | شاہجہاں کی بڑی بیٹی بیگم صاحبہ جے حسین اور غرض اللہ نام اور باپ کی نہایت پیاری تھی۔ ایسے غیر جمعی میلان کی انوار کن

نسبت اشارہ کرتا ایک بہت، ناگوار واقعہ ہے کہتے ہیں کہ وہ غنہ بنے گیا ہی رہا نصف جس پر شاہجہاں کے دل کو اس معاملہ میں اطمینان ہو گیا۔ ملا اور نقد کے لوگوں کا وہ جہاد غرضی تھا جو اس تہذیب سے دیا گیا تھا کہ بادشاہ کو اس وراثت کے بیوی سے

بیٹے و عہدے ملو گدشتہ وہ سے بطور نذرانہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ چنانچہ سلطان میرمنظر کو جو بعد سلطان کی وفات کے بعد ازنگ زیب کے چٹوڑوں سب سے بڑا ہی تھا کہتا ہے۔ جیسی ہے۔ غنہ نصف باد جہاد سلامت

نفس نچ اللہ خان راچا تا غرض کہ وہ بادایام باد شاہزاوگ با شرم جو ملوکی کی گودیم کہ ہے۔ صی بود جہاد و حضور و ضیعت بخوش دل تفریق و توصیف ہائی کہ و نزل باد صفت اعتبار باد نامہاں دینی والا حکمور۔ صبح ہائی

وفاقت لو کہ ملازمت لاغیا کہ نہ چھ کہ بادشاہ بزاوڑ نامہاں حرکات تلام کہ وہ حرکات ہے اوبان بڑا آباد دہ ہوتا نہ باد افراط و تفریط شدہ از سر انصاف اقرار ہر صاحب و گئی اکو دہ بادش سرادہاں رہا ہادی نامہ

لرب خاطر اشرف اللہ را یلحضرت یعنی شاہجہاں، گرم گشت و اسٹیف دست بہت نہ دوا لٹے ہیں مریض ہو چکا گوشت ایک دوسرے دھندیں سلطان محمد انظم کو کہتا ہے۔ "نزدہ مالی ہا ہ مذہبہ الیحضرت و غارت ہا اسکو

ارشاد نمودند کہ دہتی امرائے بادشاہی کے خلق و بگیاں نہا شد و ہر راضیوں مراءف و انصاف اور و عرض خوش آمیز سخن سازان و دہتی ہیں ہا صفت فخر و کہ ہیں عرف و سچے بکار ہوا ہا آمد از ہیکہ دل ہی سزد

عرف ناگفتنی ہی کہ ہم اتفاق بادوم کار شائے کاریت "وہر ایک اور دہندہ ہیں محمد انظم کو کہتا ہے۔ "قرند مالی ہا ہ این نقل زبانی شخصے مستر گوش دسے و ہر دہشتہ شکر و کشتہ شد کہ گیش آں نزدہ جہاد

روزے الیحضرت علی مرہاں خان و سلطان شاہ بادہ ظہر خاص جزا نہا۔ بخشید و از زبان گوہر خان فرمودہ کہ بچھے اوقات اندیشہ خاطر راہ ہی باج کہ بھی پر وفات دینی ملا اسکو۔ اگر کہ۔ سہا سہا و

خوگشت و سامان تمل و صورت ہر و دہلیکن دوسے نیکوان و دوست جان دانت شدہ سماج بازار بیانی دہ بچھے دہاد۔ جہاد نفس بھول اکہضیت، اکل و شرب ساختہ دائم الخمر است کہ غلطی بھی ہیں ماجر نا فی

نہی عسدم و آل امیش بختری آہ۔ اغلب کہ قتل امر خطیر رہا ست تو اندہ شد۔

رہا غزا و کتاب کلمات عجبات معروف ہر و وفات دالگیر کی

س م ج

سلطہ یہ افراد خواہ اصل میں بھی ہو یا غلط کہہ لوگ اس ملک کی راہ و رسم سے واقف ہی نہ ہوں یا سخت ہیں کہ

اپنے معاملہ میں کوئی بے حیاست ہے یا نہیں بھی ایسا استغنا نہیں کر سکتا۔ س م ج

نشیق ہونا جس کو اس نے خود لگا لیا ہے جائز اور درست ہے۔ شاہجہاں کو اپنی اس منظور نامزد شہر سے جدا تھا اور وہ اس کی سلامتی کی محافظ اور نگہبان تھی اور یہاں تک احتیاط رکھی تھی کہ کسی قسم کا کسانیکوں نہ ہر جب تک خاص اس کے دربار و تدار نہ ہو۔ اس عداوت اور اختلاف کا حاصل ہوا اور بادشاہ کے فراموش کی جاگ اس کے ماتحت ہونا۔ اس کے لئے اور اہم معاملات میں اس کی قدرت اور اختیارات کا ایسا کامل ہونا کوئی حیرت منجن نہیں ہے۔

شاہ ہند نے اپنے کثیر القدر شاہی جاگیروں اور زمینوں سے اس کے لئے مقدر تھے اور انی بے بہا پیش کشوں اور خدو اوز سے جو چاروں طرف سے بطور نذر اور شکرانہ اس کے ساتھ معاملات کی درستگی کے اس کے پاس آتے تھے جو صرف اسی کی راستے پر اختتام و انصرام پاتے تھے بہت کچھ دولت میں کی تھی۔ یہاں تک کہ اس کے بھائی داراشکوہ کے معاملات کا امیانی اور سرسبزی بھی اسی کے دھپلے سے تھی اور بادشاہ کی صربانی اور نفع منایت صرف اسی وجہ سے اس کو حاصل تھی کہ بیگم صاحب نہایت مسعدی اور سرگرمی سے اس کی حمایت کرتی تھی اور خود کو علانیہ اس کا طرف دار بنا کر کرتی تھی اور داراشکوہ کے دل پر بھی بیگم صاحب کی رفاقت اور امداد کا نقش بخوبی ہم گیا تھا چنانچہ اگر اب تک یہ خیال کیا کرتے تھے کہ اس کے عوض میں اس نے بیگم صاحب سے یہ وعدہ کیا تھا کہ اپنی تخت نشینی کے وقت میں آپ کو نکاح کر لینے کی اجازت دے دوں گا۔ اور مشکوہ کا یہ وعدہ ملاطبت ہندوستان کے آئین کے برخلاف تھا جس کی رو سے شاہزادوں کی شادی بالکل ممنوع ہے۔ اس منافقت کی وجہ اول تو یہ ہے کہ

ملک اہم صاحب اپنے جدا اختیار و اختیار اور اس کا شاہجہاں کو اپنی اولاد میں سب سے زیادہ عزیز و ملاصق و ملازم کی تارسی زبان کی جڑوں سے بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کی نہایت بڑی املا کی جاگیر ہی

سے وہ اپنے شاہزادوں کو ہر سالی تھی و بات بخوبی ثابت ہے۔ اس میں  
ملک اہم صاحب نے جو تدارک بھی نہیں ہے کہ کو اسی خاندان کی کئی شاہزادوں کی شادی اس خاندان کے بعض  
خاندانوں سے۔ ان میں شاہجہاں اور اس کے ساتھ ہونا اس۔ ان کی تارسی زبان کی تارکوں میں مشرق  
ہے۔ ان کو ان کے تدارک سے بھی عرصہ نہ بیا کی ہے۔ اس میں

کوئی شخص بادشاہی خاندان کے رشتہ اور عزامت کے لحاظ نہیں سمجھا جاتا۔ دوسری یہ کہ یہ کٹھنار تھا ہے کہ کہیں شاہزادی کا غمہراں اس قریب سے اعتماد پا کر تاج و تخت کی جستجو اور حرص نہ کرنے لگ جائے۔

میں اس مجددِ داستان میں جو اس شاہزادی کی عشق بازی سے متعلق ہیں بیان کرتا جا رہا ہوں اور مجھے امید ہے کہ کوئی شخص سیری نسبت پہ گمان نہ کرے گا کہ میں نے ان مضامین کو افسانہ طرازی اور املوہ نگاری کے شوق میں بیان کرنا چاہا ہے۔ کیونکہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ ایسے واقعات ہیں جو تاریخ میں کارآمد ہیں۔ اور میرا خاص دعا اور مطلب یہ ہے کہ یہاں کے لوگوں کے رسوم و عادات کے صحیح اور درست حالات بیان کروں۔

عشق و محبت کے واقعات اگرچہ ہر ملک میں مذموم اور جرم ہیں مگر جن شدت سے مالکِ ایشیا میں خطرناک ہیں اس قدر فرنگستان میں نہیں ہیں۔ چنانچہ ہمارے ملک فرانس میں ایسی حرکتوں کے تذکرے اگرچہ چند روز کے لئے لوگوں کی توجہ اور غورِ طبیعی کا اندیشہ دیتے ہیں مگر تھوڑے عرصہ میں سب بھول جاتے ہیں۔ لیکن مشرقی ملکوں میں ایسی صورتیں بہت کم پائی جاتی ہیں کہ جن میں عشقی تعلقات سے ہر انجام و واقعات اور نہایت ہیبتناک مصائب اور حرکات سرزد ہوتی ہوں۔

بیگم صاحب کا پہلا معاشرت | کہتے ہیں کہ بیگم صاحب اگرچہ محلِ سلطنت میں حسبِ معمول محمودِ رتبی تھیں۔ اور محل کی اور مستورات کی طرح اس کو بھی گنجبانی ہوتی تھی۔ مگر کسی غلطی غور سے اس کا پاس ایک لاجوان شخص کی آمد و رفت ہو گئی جو اگرچہ کوئی خاندانی آدمی نہ تھا مگر عین بہت تھا۔ لیکن ظاہر ہے اس بات کا سہیلوں اور محافظوں سے مخفی رہنا ممکن نہ تھا۔ اور جب کہ عہد میں بیگم صاحب کے شک و حسد سے پہلے ہی محلِ رتبی تھیں تو محل کی اکثر خواصوں پر اس بھید کا گھٹا لازمی تھا۔ الغرض شاہجہاں بھی بیگم صاحب کی غلط و لغزش سے واقف ہو گیا۔ اور حقیقت حال معلوم کرنے کے خیال سے ناگہاں محل میں چلا گیا۔ چونکہ بادشاہ کے آنے کی خبر بیگم صاحب کو جلد ہی نہ مل سکی کہ وہ اُس شخص کو کسی مناسب جگہ پہنچا دیتی تھی۔ اس نے مجبوراً اسے اپنے خوف زدہ لاجوان عاشق کو حمام کی ایک بڑی دیگ میں چھپا

پڑا۔ اس واردات پر بادشاہ کے چہرہ سے نہ تو کچھ تعجب ہی کے آثار نظر آ رہے تھے اور نہ کچھ غصہ اور ناخوشی ہی معلوم ہوتی بلکہ جی سے معمولی باتیں کرتا رہا۔ لیکن کسی خبر بات پر حیرت کے بعد کہا کہ معلوم ہوتا ہے تم نے آج عرب معمول مل نہیں کیا، تمام کرنا چاہیے اور خواجہ سراؤں کو حکم دیا کہ دیگ کے پینچے آگ جلتے ہیں۔ اور جب تک کہ آسموں نے اُسے یہ یقین نہ دلا دیا کہ وہ قسمت کا مارا نہ تب جہنم کر خاک ہو گیا ہے وہاں سے نہ پلا۔

بیگم صاحب کا دوسرا معاشقہ | چند مدت بعد بیگم صاحب نے ایک اور مشغلہ پیدا کیا۔ جس کا نتیجہ اور انجام بھی ایسا ہی درو خاک ظہور میں آیا یعنی آپ نے اپنی خاندانی کے عہدہ کے واسطے ناظر خان یا نذیر خان نامی ایک ایرانی نوجوان کو جو مشہور و معروف صاحب جمال اور نہایت قابل و دانشمند اور جس کا تمام اہل عد بار وزیر کہتے تھے پسند فرمایا۔ چونکہ اورنگ زیب کا ماموں شائستہ خاں بھی اس کو بہت اچھا اور مستقل شخص سمجھتا تھا اس لئے اس نے جان پر کھیل کر بادشاہ سے عرض کیا کہ یہ شخص اس قابل ہے کہ بیگم صاحب کا عقد اس سے کیا جائے۔ مگر شائستہ خاں کی اس تجویز کو شاہجہاں نے نہایت ناخوش اور ناپسندیدہ سمجھا اور چونکہ وہ پہلے ہی سے کسی قدر کٹکا ہوا تھا کہ اس کے اور شائستہ خاں کے درمیان کسی قسم کا ناجائز تعلق ہے اس سے اس کا یقین اور بھی پختہ ہو گیا۔ اور یہ سنتے ہی بادشاہ بھی بے پادارے نوجوان کو اس دنیا سے چلتا کر کے لے کسی بڑی تدبیر یا زیادہ سوچ بچار کی ضرورت نہ سمجھی اور فوراً اٹھارہ مہر رانی کے طور پر دہارام میں اپنے ہاتھ سے ایک پان کا پٹہ اس صاف باطن جوان کو جبر کے دل میں کسی طرح کا شک و شبہ نہ تھا عنایت کیا۔ چونکہ اس مہلت تھا یہ رسم ایک نہایت اعزاز و امتیاز کی علامت سے اس لئے وہ اس پان کو بے کرد و بدلہ لے کر مواظف ہما سے لگا۔ اور کم بخت نے تو ابھی خیال نہ کیا کہ بچھے اس میں کچھ بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے زبردستی دیا ہے۔ بلکہ اس خیال باطل میں کہ تھا اب بادشاہ کی نظر العاف سے ملے اگر نہ ہی رسم الخط میں ناظر خان اور نذیر خان ایک ہی طرف لکھا تھا ہے مگر ناظر خان بھی جو گواہ کہ ناظر خان ہمارے کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت



شاہجہاں کے ایام اسیری اور عہد انگریزوں

میرے لئے روزانہ فزوں قربان ہوتے والی ہیں سرور و مظلوظہ۔ ہارے رخصت ہو کر اپنی پاکلی میں سوار ہوا۔ مگر نہر کی تیزی اور سرعت اس درجہ تھی کہ وہ گھر پہنچنے سے پہلے ہی وہ سرے گھر پہنچ گیا۔

ہندوستان کے لوگ پان میں ایک چیز کے کچھ ہارکے اور نازک سے درق اور ختموڑا سا چوند جو کوڑیوں سے بنتا ہے اور کچھ اور مصالحہ ملا کر تے ہیں۔ اور پان کھانے سے مزہ مسطر اور خوشبودار اور لب سرخ ہو جاتے ہیں۔

**روشن آرا بیگم** | شاہجہاں کی چھوٹی بیٹی روشن آرا بیگم اگرچہ بہن سے حسن و جمال میں کم اور خوش نہیں ہیں بھی کچھ ایسی مشہور و تھی۔ مگر باوجود اس کے وہی زندہ دلی اس کے مزاج میں بھی موجود اور وہی ہی عیش پسند تھی اور جس قدر بیگم صاحب دارا شکوہ کی طرف مائل تھی۔ اتنی ہی یہ اورنگ زیب کی مخلص جانب دار اور اُن دولوں کی ملائیہ دشمن تھی۔ اور یہی سبب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پاس نہ تو اتنی دولت ہی تھی اور نہ اس پر سلطنت ہی میں اُس قدر اختیار اور دخل تھا۔ مگر پھر بھی چونکہ محل میں بود و باش کی شریک اور من فریب میں کامل تھی جا سورج کی معرفت کام کی باتیں اور ضروری خبریں اورنگ زیب کے پاس پہنچاتی رہتی تھی۔

**شہزادوں کا دور دراز مصلوبوں پر تقرر** | لڑائی سے چند سال پہلے شاہجہاں کا دل پلٹے شہزادوں کا دور دراز مصلوبوں پر تقرر منفرد مزاج بیٹوں کی طرف سے خوف اور اضطراب میں تھا۔ اور اگرچہ وہ چاروں مائل و باغی اور صاحبِ اہل و عیال تھے۔ لیکن ہر ادا نہ سلوک اور ایسے مضبوط رشتہ کی رعایت کو باغی کے طاق رکھ کر سلطنت کی ہوس میں ایک دوسرے کے باغی و دشمن ہو رہے تھے یہاں تک کہ دربار میں اُن کے طرفداروں کے بھی جدا جدا حریف بن رہے تھے۔ ان اسباب کی بنا پر بادشاہ جو اپنی سلاطنت ہی کے لئے لڑنا کا پتہ نہ تھا تھا جب ان کی ایسی ناگوار حرکتیں مشاہدہ کرتا رہی کے عیاں سے آخر کار۔ اُس کو خود اٹھاتے پٹے، تو خود کو ایک عجیب طرح کے مذاب میں گرفتار بھکر نہایت آرزو کے ساتھ یہ چاہتا تھا کہ ان کو گوالیار کے قلعہ میں جوڑا مضبوط اور مستحکم اور ایک بلند اور کٹھن سب پٹمان دار پہاڑی پر بنایا جائے۔ اور جس کا نفع کرنا مشکل ہے۔ اور جس میں بادشاہی خاندان کے سلاطین و غیرہ اکثر مقید اور نظر بند رہا کرتے ہیں۔ تہمید کے



شاہجہاں کے اہل سری اور مہاراجہ گنپت

شاہجہاں نے بھی اس کو احکام شاہی کے اجرا کے اختیارات سپرد کر دیئے تھے اور یہ بھی اعانت دیدی تھی کہ ایک بھولے تخت پر جو بادشاہی تخت سے نچا ہو غور بادشاہ کے سامنے دربار میں جلوس کیا کرے۔

ایک ہی وقت میں دو مساوی الاختیار نراں دوا دربار میں جلوہ گر نظر آنے لگے۔ ان باتوں سے اگرچہ بظاہر بھی معلوم ہوتا ہے کہ خود بادشاہ ہی داماشکوہ کی امیوں کی تائید کرتا تھا۔ لیکن اس بات کے بارے میں کیسے کیسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اگرچہ داماشکوہ اپنے کے ساتھ ادب و محبت کے طریقوں سے چلی آتا تھا۔ مگر شاہجہاں ریاکاری اور دورنگی پر ممتا تھا۔ اور اس کہن سال بادشاہ کو برابر یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ کہیں کچھ کنہز نہ دیدیا جائے۔ اور انھیں قاتل ہے کہ بادشاہ کی پدمشکوہ خط و کتابت اور رنگ زیب سے جاری رہتی تھی جس کی نسبت اس کو ہمیشہ یہ اعتقاد تھا کہ سلطنت اور ملک داری کے لئے یہ لازماً بہت اہم و قابل ہے۔

اس کتاب کے اُن مطالب کی توضیح و تشریح کے لئے میں کا ذکر آئندہ آنے والا ہے بطور مقدمہ شاہجہاں اور اس کے بیٹوں کی باہمی حالت اور اسی طرح اس کی دو بیٹیوں کا بھی کچھ حال درج کر دینا ضروری تھا۔ کیونکہ یہ بھی ان دو واک واقعات میں بڑی مصداق تھیں۔ واضح رہے کہ ہندوستان اور فلسطینہ اور اورد ایشیائی ملکوں میں بڑی بڑی سنگین اجامہ عاداتیں اکثر عورتوں کے اختیار و اقتدار کے باعث سرزد ہوتی رہی ہیں۔ اور اکثر لوگ اُن کے وقوع کے اصل اسباب سے ناواقف ہوتے ہیں اور اُن کا باعث بعض اورد باتوں کو سمجھ لیا کرتے ہیں۔

اب شاہجہاں کے بیٹوں کے جنگ و خیال کے واقعات کہنے سے پہلے اگر اسی مہیر جملہ طبع کچھ حالات اور رنگ اور شاہ گوگندہ اور اس کے دربار مہیر جملہ کے بھی بھل طور پر گمہ دینے چاہیں تو امید ہے کہ ناظرین کو مطالب کتاب کے کچھ میں زیادہ آسانی اور فائدہ اس شخص کی چالاکیوں اور فیلسوفیوں کی نسبت ہر اس تمام نامی کا نامہ کا رستم اور ہندوستان کا آئندہ بادشاہ ہے ایک بصیرت حاصل ہو جائے گی۔

مہیر جملہ نے جن مہیروں اور بیگمٹیوں سے شاہجہاں کے حزن و غم کے اقتدار اور سلطنت کی بنیاد قائم کی اس کی تفصیل یہ ہے۔

جس وقت اورنگ زیب کو دکن کی سوہ داری سپرد کی گئی تھی پھر شاہ کو کھڑا کر دیا اور اس کی تمام فوج کا سپہ سالار اور تمام ہندوستان میں ایک مشہور و معروف شخص تھا اور اگرچہ خاندانی اور پشتینی اسیر تھا۔ لیکن نہایت ہی قابل اور لائق انسان تھا اور جیسا کہ سپاہ گری میں کامل تھا ویسا ہی معاملات نہایت کو بھی خوب سمجھتا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی دولت جو بہت زیادہ تھی صرف گوگنڈا کی مشغول سلطنت کی وزارت کے واسطے نہیں بلکہ اپنی وسیع تھامت کے ذریعہ سے جو اکثر ملکوں میں جاری تھی اور ہیروں کی کاؤں کے ٹھیکوں سے جو اور شخصوں کے ناموں سے لے رکھے تھے حاصل کی تھی۔ ان کاؤں کی کھدائی اُن تھاک محنت اور سرگرمی سے جاری رہتی تھی اور ہیروں کی ہمد اس کثرت سے تھی کہ اُس کے ہاں یہ قاعدہ اور معمول تھا اُن کا شمار نہ کیا جاتا تھا۔ بلکہ ہیروں سے بھری ہوئی ٹاٹ کی تھیلیوں کو گنوا لیا جاتا تھا۔

اسی اصل کتاب کے حاشیہ اور مغل فارسی زبان کی کتابوں میں اس نامور شخص کا حال یوں لکھا ہے کہ یہ قوم کا مسیحا اور ایمان کا خلیفہ تھا اور درستان میں وہ قاتل اعلیٰ ہوا ہے چنانچہ اس کے والد ہی گریہ غامضی تھے گزشتہ ہی غریب تھے بہر حال اُس نے کئی طرح کو کھنڈاڑا کیا تاکہ لیا اور ایک ہونہر کی پانچ تھامت کے لئے اکثر گول کھڑا کر آیا کہ اس کا مشہور ہوا گیا۔ جس کا یہ قول ہے کہ وہ کسی چھڑک کو کھڑا کی سلطنت میں بطور عود تھا۔ کہ کسے لگ گیا تھا اور میں یوں کہتے ہیں کہ وہ اور گرائی وفات کے وقت اپنا سب مال و دولت اسی کو دے گیا تھا۔ خواہ کہ اس صورت میں یہ لازماً تھامت کی تھامت کے ذریعہ نہایت اور ہر گھبراہٹ کے ذریعہ غریب کر کے سلاطین غلبہ شاہی کے خلاف میں ہر ملک میں اور گوگنڈا کے ذریعہ سے پڑھا تھے ایک عہد حاصل کر لیا۔ بعد اس عہد کے فرائض ایسی خوار سے انجام دینے کہ بادشاہ نے نہایت غرض ہو کر چھٹی منصب تنگنا دیا۔ ماموروں کا اُس کو اعلیٰ افسر مقرر کر دیا اور آخر کار سلطان عبدالعزیز شاہ دلی کو کھڑا کاؤں مقرر کیا اور میرٹھ یعنی سرحد گل کا خطاب پا دیا۔ م۔ م۔ م۔

اسے خرم انگریزی نے اس مرتبہ بطور حاشیہ لکھا ہے کہ: "یہ نے زیادہ تر سلطنت گوگنڈا، بجا اور بجا اور جزیرہ مورخوں و شہنشاہ ہونے لیا۔ چنانچہ ایک لاکھ ترادول کھڑا میں ہے جو گول کھڑا سے پانچ منزل پر ہے۔ دوسری لاکھ میں ہے کہ گورہ میں کچھ ہی گول کھڑا سے مشرق کی طرف سات منزل پر ہے۔ بنگال میں عہد سیم پر کے نزدیک جو گول نامی ایک ڈی ہے اس کے بہت سے ہیں پھر یہ تلخ ہیں اور اس نے مسلم پر کی لگہ اس کان کو گول دلی کہنا اور مناسب ہے اور جو یہ دیکھیں سکاوی دلی میں سے چہ



خیر خواہ اور جاں نثار لوگوں کی وجہ سے جو اس کے گرد و پیش موجود رہتے تھے اپنے اس ادارہ کو احتیاطاً بہت بھٹی بھٹی رکھتا تھا۔ لیکن ایک موقع پر جب کہ پہلی دفعہ اس کو یہ خبر ملی کہ میر جملہ اور اس کی والدہ کے درمیان صاحب حسن و جمال حتیٰ ایک نامتناہی سبب تعلق ہے وہ عداوت جو اس کے دل میں پہلے سے تھی پرمشیدہ ذرہ سکی اور بے اختیار بول اٹھا کہ اس زہید ست مجرم سے اس حرکت کا انتقام لیتا ضروری ہے۔ میر جملہ اگرچہ اس وقت کرناٹک میں تھا لیکن اس سبب سے کہ وہ بار کے سب بڑے بڑے عہدہ دار اس کے رشتہ دار تھے اس خطرناک واقعہ کی اس کو بہت جلد خبر پہنچ گئی اس لئے اس چاہا کہ اور جملہ ساز و ساز میں پہلے تو یہ کام کیا کہ اپنے اکلوتے بیٹے محمد امیر خان کو جو بادشاہ کی خدمت میں حاضر تھا اس مضمون کا خط لکھا کہ میں جملہ اور مہا نہ سے ملن ہوا اس ہم میں اپنے شریک ہونے کی ضرورت خدیہ ظاہر کر کے فوراً میرے پاس چلا آؤ۔ اور جب بادشاہ کی سنت نگرانی کی وجہ سے اس کے وہاں سے بچ کر نکل آئے سے واپس ہو گیا تو خوشامی اس کے بے باک ذہن نے وہ تدبیر اختیار کی جس نے شاہ گول کھڑا کر برادری اور تہاچی کے کنارے پہنچا دیا۔ قلعہ دہلی نے سچ کہا ہے کہ جو بادشاہ اپنے بھید اور مشرے پر مشید نہیں رکھ سکتا وہ اپنی سلطنت کو نہیں بچا سکتا۔

میر جملہ اور اورنگ زیب کا گٹھ جوڑ | اس مضمون کا عریضہ لکھا۔ کہ میں نے بادشاہ

طہ بہ بات ہندوستان کی کسی فارسی زبان کی تاریخ میں دائم کی نظر سے نہیں گذری۔ س۔ م۔ ح۔  
 تھے صحیح نام محمد امین خان ہے اس نے آئندہ اس ترجمہ میں اس کو اسی نام سے کہا جائے گا۔ س۔ م۔ ح۔  
 تھے اس کا قریب نام دو گڑھ تھا جس کو غلطی سے اکثر مسلمان مصنفوں نے دو گڑھ لکھا ہے۔ چنانچہ جہاں جہاں جو  
 محمد خان غلطی کے دو بار ایک مشہور شاعر تھا اپنے ایک قصیدہ میں کتابہ شعر تو دی گئے مگر غلطی کے دو بار آبا و است  
 کو جہاں جہاں دو بار دو ہشت باب بیان اور میر جہاں جہاں میں لکھا ہے کہ اس کو صحیح کے نام میں اس کا نام جہاں  
 نگری تھا جہاں محمد خان غلطی نے جہاں جہاں میں ہندوستان کے تحت یہ لکھا تھا، جس سے اس کو ہندوؤں سے فتح  
 کیا تو دولت آباد نام لکھا جس کے قریب گواہری کے کنارے اورنگ زیب نے اپنی حکومت دکن کے زمانہ  
 اورنگ آباد میں جو محمد شہزاد اورنگ زیب کے نام سے کرنا کا عادت میں لکھا جاتا تھا جس سے اس نے اس کی وجہ سے  
 کی خبر باقی ہے مگر حاکم ہاشمی کا ختام اورنگ آباد ہے۔ جہاں ریاست جہاں ایک طرف سے ایک نام سے مشہور ہے  
 عقب سے رہتا ہے۔ س۔ م۔ ح۔

شاہجہاں کے اہل گھر میری مدد فرماؤ گے

گول کنڈا کی مدد خدا ت انعام دی ہیں ان کو سارا زاد جانتا ہے۔ لیکن بچائے اس کے کہ وہ میرا صنفن ہوتا میری اور میرے خاندان کی برداری اور پی کئی کی لکڑی لگا ہوا ہے۔ اس لئے میں آپ کی پناہ لینا اور آپ کے حضور میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ اور اس درخواست کی قبولیت کے لشکر میں کہ جس کی پدیرائی کی آپ کی جانب سے کامل اُمید ہے ایک منصوبہ چننا کرنا ہوں کہ جس کے ذریعہ سے آپ باسانی اں بادشاہ کو گرفتار کر کے اُس کے ملک پر قبضہ کر سکیں گے۔ آپ میرے اس وعدہ کی سچائی پر اعتبار رکھیں۔ اور یہ ہم انعام اللہ کو کچھ مشکل ہی ہوگی اور نہ کچھ خطرناک ہی۔ آپ باکی چار ہزار چھپوہ سواروں کے ساتھ بہت جلد اور بلا توقف کو پہنچ کر تے ہوئے گول کنڈا کی طرف چلے آئیں جس میں صرف سولہ دن لگیں گے۔ اور یہ مشہور کر دیں کہ شاہجہاں کا سفیر شاہ گول کنڈا سے بعض ضروری معاملات میں گفتگو کرنے کے لئے بھاگ نکلتا ہے اور یہ فوج اُس کی امداد میں ہے۔ اور ہر گز نہ دیر جس کے توسط سے ہمیشہ ایسے امور کی اصلاح بادشاہ کو ہوا کرتی ہے۔ میرا ترقی رشتہ دار ہے اور اُس پر مجھے کامل بھروسہ ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ایک ایسا حکم جاری ہو جائے گا کہ جس کی وجہ سے کوئی لشکر مشہد پیدا ہوئے ہنر آپ بھاگ نگر کے دروازہ پر پہنچ جائیں گے اور گول کنڈا دے آپ کو سفیر کے سوا کوئی اور شخص نہ بھیجیں گے۔ پس جب بادشاہ معمول کے مطابق شاہی فرمان کے استقبال کے لئے سفیر کے پاس آئے۔ تو آپ اُس کو باسانی کچھ کہو کہ مناسب جائیں اُس کی نسبت تجویز کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس ہم کمال خرچہ میں آپ کو دوں گا اور

طرح صاحب مایہ فرشتے کما ہے کہ سلطان منزل قطب شاہ نے جس کے ہاں ایک ہزار گھوڑاں تھے گاتے کہتے کہ اگر تھیں تو سر پاس میری ہے کہ چھاپی مشورہ بھاگ تھی کے نام پر جو انھیں میں سے دیکھا تو یقینی ہندو کہیں تھی بھاگ نگر آدھیا تھا۔ لیکن پھر کہ ہشیان پر کر کے نام بدل دیا اور حیدر آباد نام رکھ دیا۔ گلاب ہمارے اس زمانہ میں وہ پہلا نام بالکل مہر ہو گیا ہے۔ اور صرف حیدر آباد ہی مشہور ہے اور گول کنڈا کا تعلق اب تک تا نہیں اور دو قریب راست حیدر آباد کن کے قبضہ میں ہیں جو اس وقت ہندوستان را مستقل ہے سب سے بڑا اور مصلحت غلطی کے خطرناک قسم اور بد طریق کا اگر ایک فرد ہے اور جس کا قیام جب یہاں سے مصلحت ہے صاحب مصلحت طبع فیصد میری ملت دی تقریبا اٹھائے تے جزیل ہیں اور آبادی تقریبا تے لاکھ اور اعلیٰ تین کہ در کشتی لاکھ ہے اور حیدر آباد دی کے حیدر آباد نظام الملک آصف جاہ ہمدرد ہے وہو کن کی اہل کے تھیں ہی آگاہ ہے۔

اس کے اختتام تک بکواس ہزار روپیہ روز دیتا رہیں گا۔

اورنگ زیب کی گولکنڈہ روانگی | تھا میر جملہ کی استدعا کے موافق فوراً تہااری کر کے گولکنڈہ کی طرف چل کھڑا ہوا اور ایسی ہوشیاری سے اس تہہ کو بھالایا کہ بھاگ نگر پہنچ گیا اور کسی نے دجا نا کہ یہ زبردست فوج سپہ کی ہم رکابی کے سوا کسی اور مقصد سے آئی ہے۔ یہاں تک کہ بادشاہ اس دستور کے موافق جو ایسے سفیروں کی آمد سے متعلق منظور تھا اس معنوی ایچی کی ملاقات کے واسطے اپنے باغ سے سوار ہو کر روانہ ہوا۔ مگر وہ جب بلیرکئی دوسرے کے اپنے دغا باز دشمن کی طرف جا رہا تھا اور قریب تھا کہ اس تہہ کے بموجب جو پہلے سے گامی ہوئی تھی اس کو دوس بارہ غلام گرفتار کریں اور اورنگ زیب کا منصوبہ چل جائے اس کی خوش قسمتی سے ایک امیر نے جو اس راز سے واقف اور اس میں خریک تھا ناگہاں پشیمانی اور ترمیم کی وجہ سے چلا کر کہہ دیا کہ "جہاں پناہ جمشٹ ہٹ نکل جائے ورنہ آپ پھنس جائیں گے" یہ اورنگ زیب ہے ایچی نہیں۔ اس سوتلوہ پر بادشاہ کو جو حیرانی اور پریشانی لاحق ہوئی اس کا کیا کہنا! پس وہ گھوڑے پر سوار ہو کر پشت قلعہ گولکنڈہ کی طرف جو اس کی معمولی تمام گاہ بھاگ نگر سے صرف ایک فرسنگ کے قریب تھا بھاگا اور اس میں جا داخل ہوا۔

شہ داخل خان سے اس واقعہ کو یوں کھتا ہے کہ جب میر جملہ نے اپنے آتاکو ناراض دیکھا تو اورنگ زیب سے مدد چاہی۔ اس نے شاہجہاں کو اطلاع دی وہاں سے فرانس سوار ہوا کہ جس طرف سے آئے اس کو عبداللہ قطب شاہ کے ہاتھ سے بچا کر ہمارے پاس بھیجے گا۔ اس حکم کے آگے یہ اورنگ زیب نے اس مفروضہ کا ایک نشان دہن وقت کی اصطلاح میں بادشاہوں کی تخریر کو "فران" اور شاہزادوں کی تخریر کو "لطان" کہتے تھے۔ تہہ شاہ کے نام لکھا کہ میر سلطان اپنے چچا شاہ کے پاس آئے کہ ماہ سے جنگا کو بچا چاہتا ہے کہ یہ نگر قبول افشلی صاحب راستہ کی صورت ہے حتیٰ کہ اورنگ آباد سے جنگا کو بچلی ہین کے پاس اس طرف چکر کھا کر جاتا تھا کہ گولکنڈہ کے جنگل پہنچے ہیں وہیں حاصل ہے کہ اورنگ زیب کی راہ گولی کٹنا کے بارہا مسافت بھاگ نگر سے تھری فاصلہ پر رہا تھا تھی آپ خاطر جاری سے اپنے ملک سے گذر کر ادیں اب آہرود پہنچا تو اس پتہ نام کو واقعی سمجھ کر جہاں داری اور خاطر قرار دینے کی تہااری میں مصروف ہوا اور دوسرے میر سلطان لڑائی کے ساندہ ماہ میں بے غیبت دست ہو کر کوپہ ہو کر وہاں ہوا اور اس کے پیچھے پیچھے خود حضرت بھی چل کھڑے ہوئے اور قطب الیک کو اس





بڑی مخالفت سے بادشاہ کے پاس پہنچ دیا۔ اگرچہ توہوں کے دھونس کے سبب سے ناچار  
 تھا مگر تاہم یہی نشان لیا کہ قلعہ کا محاصرہ کرنا چاہیے کیونکہ اس صورت میں بادشاہ کو رسد  
 وغیرہ کے نہ پہنچنے کے سبب سے دیر تک ہتھیار نہ مل سکیں گے، لیکن محاصرہ سے دو مہینے بعد  
 شاہجہاں کی طرف سے اس ضمن میں کوئی حکم پہنچا کہ ہم سے ہاتھ اٹھا کر باقاعدہ دکن کو لوٹ جاؤ  
 اس کو بخوبی علم تھا کہ یہ حکم دارا شکوہ اور حکیم صاحب کی تحریک و ترغیب سے صادر ہوا ہے  
 دیکھو کہ مدد اندیشی اور مابقت بنی سے اُن کو یہ خیال ہو گیا تھا کہ اگر اورنگ زیب کو بادشاہ  
 گو گنڈا کی نسبت اپنے منصوبوں کے عمل میں لانے کی اجازت مل جائے گی تو وہ بہت نصرت  
 ہو جائے گا، اور اس وجہ سے دل ہی دل میں بہت پیچ و تاب کھایا۔ لیکن نہایت دیر و خلافات  
 دکھانے کی غرض سے حکم کی تعمیل کو مقدم رکھا مگر محاصرہ اٹھانے سے پہلے فوج کشی کے  
 اخراجات کا ایک بڑا محاذ اور حجابہ شاہ گو گنڈا سے وصول کیا اور یہ عہدہ بیان لیا کہ  
 میر بھگت کو اپنے خاندان اور مال و اسباب اور فوج سمیت صحیح سلامت چلے جانے کی اجازت  
 دی جائے اور گو گنڈا کے روپ پر شاہجہاں کا سکہ نکال کر اس کے علاوہ محمد سلطانی کی خدائی  
 بادشاہ کی بڑی بیٹی سے کرلی راور جڑیہ دے دے بھی لیا کہ شاہزادہ موصوف اب سے سلطنت  
 گو گنڈا کا ولی مقرر ہوجائے گا اور میرزوں رام گڈہ کا قلعہ بھی مد اس کے تمام تواج اور  
 متعلقات کے لئے لیا۔

**قلعہ ہیر کی فتح** اور رنگ زیب نے دکن کو واپس جاتے ہوئے میر بھگت کے اتفاق سے  
 جو اس کی پناہ میں آچکا تھا اولیٰ عہد کے قلعہ کو جو بیجا پور کے ملک  
 میں ایک مستحکم جگہ ہے گھیر کر لیا۔ اور پھر دونوں دولت آباد پہنچ کر اتحاد اور محبت  
 کے ساتھ رہنے اور آئندہ شوکت و عظمت کے لئے بڑے بڑے منصوبے باندھنے لگے  
 چنانچہ ان کے اس اتفاق کو ہندوستان کی تاریخ میں ایک اہم اور قابلِ یادگار واقعہ  
 سمجھا جائیگا۔ کیونکہ اورنگ زیب کو شہرت و عظمت اور سلطنت جو کچھ حاصل ہوا وہ سب  
 اسی اتفاق کی بدولت تھا۔

۱۔ اصل کتاب میں غلطی سے جا بھلا اس کو سلطان محمد کہا ہے اور صحیح نام محمد سلطان ہے۔ س م ج  
 ۲۔ مائل خان اور عائی خان نے اس شرط اور سکے جاری کرنے کی شرط کا ذکر نہیں کیا۔ س م ج  
 ۳۔ فارسی کتابوں میں اکثر اس قلعہ کا نام ہے دہلیب ہے، دہا کہا ہے۔ س م ج۔

شاہجہاں کے اراجاسیری اور مہرہ گئے وہ

دولت آباد پہنچے ہی میر جملہ نے اپنی امن تدبیر سے ایسے منصوبے تیار کئے کہ شاہجہاں کی طرف سے حاضر دربار ہونے کے لئے محتاط پیغام پہنچے اور آخر کار وہ پائے تخت آگہ میں جا پہنچا۔ اور پادشاہ کے لئے نہایت عجیب و غریب پیش کش اپنے ساتھ لایا۔ کیونکہ اُس کو اُسید سختی کہ اس ذریعہ سے شاہجہاں کو گوگنڈا اور تھاپور اور پرتگیزیوں سے لڑائی شروع کر دینے کی ترغیب دے سکوں گا۔ چنانچہ جب دربار میں حاضر ہوا تو وہ الدہا تذکرہ کیا جو مقدار اور خواہش رتی میں عموماً بے نظیر سمجھا جاتا ہے اور گوگنڈا کی فتح کے بہت سے فوائد بیان کئے اور عرض کیا کہ گوگنڈا کے جواہرات عمدہ صاف کے پتھروں اور چٹا لڑائی کی بہ نسبت جہاں حضور تاج کل ہم رواد کرنا چاہتے ہیں یقیناً زیادہ لحاظ اور شادمانہ قوس کے قابل ہیں۔ اور یہ بھی گزارش کی کہ حضور کو گوگنڈا کی سمت میں اپنی جنگی تدبیریں اُس وقت تک کہ تمام ملک ماس کماری تک فتح نہ ہو جائے برابر جاری رکھنی چاہئیں۔

کچھ عرصہ نہیں کہ بیرون کے لالچی نے شاہجہاں کے دل پر یہ تاثیر کی ہو کہ اُس نے میر جملہ کی تجویزوں کو قبول کر لیا۔ لیکن اکثر لوگوں کی رائے یہ ہے کہ اصل میں شاہجہاں نے اس مہم میں نئی فوج کی بھرتی کو دانا شکوہ کی روزنامہ فزوں بے ادبیوں کی روک تھام کے لئے ایک معقول بھاد بھاد اور میر جملہ کی صلاح مان لی تھی۔ بہر حال شاہجہاں کا کچھ ہی مطلب و مدعا ہو مگر اُس نے معصم ارادہ کر لیا کہ دکن کی طرف ایک فوج میر جملہ کی سپہ سالاری میں بھیجے جائے۔

داراشکوہ سے شاہجہاں کی جنگی اسباب | داراشکوہ سے شاہجہاں کے ناراض ہوجانے کی وجہ یہ تھی کہ اُس نے خود سر اور مختار مطلق بن جانے کے لئے ان دلوں بعض ملازمہ کوششیں کی تھیں بلکہ ایک ایسی حرکت کی تھی کہ جس کے باعث شاہجہاں کو اس سے سخت نفرت اور خوف ہو گیا تھا۔ اور اس کی اس خطا کے صاف کرنا ہی قائل اور لالچ و زبرد بھتا تھا اور جس سے اس قدر نفرت رکھتا تھا کہ تمام دربار میں اُس کی محبت و عزت منقل ہو گئی تھی مراد والا تھا۔ معلوم نہیں کہ وہ کیا جرم تھا جس کے سبب سے داراشکوہ نے اُسے واجب الفسخ تصور کیا ماس کا یہ خیال ہو گا کہ شاہجہاں شاہ گوگنڈا اور تھاپور کے بادشاہوں کا حال اس کتاب کے خاتمہ کے قریب سن اور شاید یہ دیکھنا چاہتے رہے

کے گور جاتے پر اپنے اقتدار کی وجہ سے یہ امر اس کے اختیار میں ہو گا کہ جسے چاہے تختے پر بٹھا دے۔ بادشاہت کا تاج سلطان شجاع کے سر پہ رکھ دے۔ کیونکہ وہ اس کا بیٹا اور طرف دار معلوم ہوتا تھا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے دل میں لوگوں کی بعض افواہوں سے جو سعد اللہ خاں کے ارادوں کی نہایت شہرہ تھیں اثر کیا ہو۔ مگر اس کے ساتھ یہ امر بھی غور کے قابل ہے سعد اللہ خاں جو مثل کے اعتبار سے ایک ہندی الاصل شخص تھا۔

سعد اللہ خاں کو عہد شاہجہاں کے مورخوں میں سے بعض نے لاہور اور صفین نے جین پوت کا بیٹا والا بیان کیا ہے جو پنجاب کے ضلع جھنگ میں ایک پرانا قصبہ ہے۔ لیکن میرے ایک دوست جو جھنگ کے اکثر اسسٹنٹ کمشنریں بدھ شخصیت سے سمجھتے ہیں کہ اصل میں وہ پڑا کی کا بیٹا تھا۔ جو جین پوت سے پانچ کوس شمال کی طرف ایک موضع ہے۔ مگر اپنے ایام الحارت میں اس نے جین پوت کو اپنا وطن بنا لیا تھا۔ اگرچہ اس ملک میں اس کی اولاد میں سے کوئی نہیں ہے مگر اس کی دنیا کی پہلی ایک بہت عالی شان صوبدار اس کے حملوں کے کھنڈر چنیوٹ میں موجود ہیں۔ اس کے زمانہ کے مورخوں نے اس کی قومیت کا کچھ ذکر نہیں کیا البتہ خانی خاں نے اس کو شیخی سعد اللہ خاں کہا ہے جو ہندوستان میں اکثر مسلم لوگوں کو بھی لایا اور لایا جاتا ہے مگر اس کے وطن داروں کا یہ بیان ہے کہ وہ جیم تھا جو ایک ایسی قوم ہے کہ وہاں کا صوبدار اور کمشنر کے لئے اکثر اسی ذات کے ہوتے ہیں۔ اگرچہ میرے نزدیک تو میں غالب یہی ہے کہ یہ کوئی ہندی قبیلہ قوم ہے۔ مگر چونکہ ان کے پیرایہ کے سلسلہ نسب میں کچھ عجیب و غریب نام بیان کر کے پھر اس کو گنجی خان کرکٹ و بکس کہہ بیٹھا ہے۔ اس لئے میرے ایک اور دوست جو بافضل خاص چنیوٹ کی شخصی کے عہد پر راجد ہیں اور جنہوں نے براہ سہرائی تکلیف دہ اگر سہری نوابوں کے موافق اس کی تحقیق کی تھی یہ خیال کرتے ہیں کہ شاید یہ غلط جیم کی خرابی ہو جو عرب کے شہر تبلیہ بنی جیم کے نام کا ایک جزیرہ ہے۔ اور ان گوارا میں سلاطین جمالت اور بنے ملی کی وجہ سے خانی خاں ان اصناف میں مرعہ ہے بلکہ اگر اس میں سے ایک غلط حذف کر کے جیم بنا لیا ہو۔ سعد اللہ خاں جو ہند میں تحصیل علوم کے سبب سے لاسعد اللہ لاہوری کے نام سے معروف تھا۔ مشعل میں شاہجہاں کے جلوس کے چودھوی سال کے شروع میں سب سے سرسوی خاں صدر یعنی وزیر اوقاف کی سفارش سے بادشاہ کے حضور میں پہنچا تھا۔ مگر طاری برس کے بعد اپنی لیاقت اور کمال کی وجہ سے ہندوستان کا وزیر اعظم بن گیا۔ اور ساتویں برس ہفت ہزاری کے منصب پر میں سے بڑا کوئی اس وقت تک منصب نہ تھا تاخیر ہوا اور شاہجہاں کے خزانہ میں بیانیہ بکس خاں پانچواں حوالہ حاصل کیا کہ کوئی چھوٹا بیٹا اس کی دینے بغیر نہ دیکھتا تھا اور سرحد تک ایک ایسا اتحاد اور اقتدار کے ساتھ اپنے عہد پر قائم رہا۔



دوسرے یہ کہ وہ اپنا قیام بالکل دولت آباد میں رکھے۔

تیسرے یہ کہ جو ملک اس کے پہرہ ہے اس کے نظم و نسق کے سوا اورنگ زیب کو اس ہم سے کچھ سودا کار نہ ہوگا۔

چوتھے یہ کہ فوج کی سب سالاری و حکومت اور جنرل کا اختیار صرف میر جملہ کے ہاتھ میں رہے مگر وہ تمام اپنے اہل و عیال کو اپنی وفاداری کی کفالت کے طور پر دوبار میں چھوڑ جائے۔ یہ پہلی بات اگرچہ میر جملہ کو نہایت ناگوار تھی لیکن شاہجہاں نے یہ سمجھا کر راضی کر لیا کہ یہ صرف دارا شکوہ کی غوثی خاطر اور دفع و ماسد کے لئے ہے۔ اور بخوبی مطمئن کروا کر تھکانے اہل و عیال منقرض تم سے آئیں گے۔ الغرض میر جملہ اس جہاز فوج کا سب سالار بن کر دکن کی طرف روانہ ہوا۔ اور وہاں سے بلا توقف کوچ کر کے بجا پور کے ملک میں جا داخل ہوا۔ اور کلیانی کا محاصرہ شروع کر دیا۔ ایک بڑی مضبوط اور مستحکم قلعہ بنے۔

اس واقعہ کو داخل خان اور خانی خان نے جس طرح پر عیاں کیا ہے اس کا اصل یہ ہے کہ میر جملہ اورنگ زیب کے پاس پہنچ گیا تو شاہجہاں نے اس کو وہی معلوم خان کا خطاب اور پنج بزاری کا منصب اور ایک بڑا بھاری عطا کر دیا مگر حضور میں طلب فرمایا اور غلطہ میں یہ مقام شاہجہاں آباد حاضر ممبران نے بخوبی نے استقبال کیا اور اسے حضور میں لایا اور اس نے ایک عوامی اشرفیہ کا اور دو عوامی بھارات کے اور اور وہ مدد چیزیں نقد گفٹا دیں اور چونکہ سعد اللہ خان کے انھیں دلاں میں انتقال کر جانے کے سبب سے وزارت خالی تھی اس لئے اس عہد کا مرتبہ کمزوری چھو بزاری سے بڑا سوار کا منصب اور خلعت خاص یا شمشیر مرتبہ اور شاہی گھوڑوں اندام تھیں اس سے وہ گھوڑے ادا کیا۔ اتنی اور ایک تہنی مدد سونے چاندی کے ساز کے اور پانچ لاکھ روپہ نہایت ہوا اور تھول صاحب سیر اختا میں خطاب میں فقط عہد الملک بھی بڑھا گیا۔ مگر چونکہ اس نے دکن میں نشو و نما پائی تھی اور وہاں کی آب و ہوا کا عطر تھا اور اس کے اور اورنگ زیب کے باہم آئندہ کے منصوبوں کی نسبت بھی کئی طرف کے غلطی عہد و بجا نہ تھے۔ اس لئے بیشتر واپس جانے کی تہر میں مرجع رہتا تھا۔ اب من اتفاق سے جو بجا پور کے بادشاہ علی عادل شاہ نے عادلہ تضا کی اور اورنگ زیب نے آپ کو اطلاع دی کہ لوگوں نے سکندرنہاں ایک بھول نصب لڑکے کو جس کو عادل شاہ نے فرزند کے طور پر اپنا تخت پر بٹھا دیا ہے تو شاہجہاں نے بھی اورنگ زیب کو یہاں پر فوج کشی کا حکم دیا اور اس کے ہم سے واپس آئے تک شاہیستہ خان کو دولت آباد پہنچ کر عہد داری کا کام کر کے کی چاہیت ہوئی میر جملہ نے ساتھ رکھ کر ایک بڑی بھاری پیش کش (جس کی کل قیمت پندرہ لاکھ روپہ جا بجا گئی تھی) اور جس میں دیکھ کر

**شاہجہاں کی بیماری** | اس وقت جب کہ سلطنت کا یہ نقشہ ستھا اور شاہجہاں کی عمر مشتر سے تھما دے رکھ چکی تھی وہ ایسی بیماری میں مبتلا ہو گیا جس کی حقیقت کا بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔ اور صرف اتنا کھدینا کافی ہے کہ ایک ایسی عمر کے آدمی کے لئے یہ بہت ناریبا ہے کہ احتیاط کے ساتھ حفاظت کرنے کے بجائے اپنی باگی ماندہ طاقت اور توانائی کسی برباد اور تلف کر دے۔

بادشاہ کی اس بیماری سے تمام قلم رو میں ایک سخت پریشانی اور تھکے پڑ گیا چنانچہ وہ آہی اور آگرو میں جو پائے تخت سلطنت ہیں۔ واراٹکرو نے ایک بڑی زبردست فوج جمع کی اور جنگالہ میں شہزادے ایسی ہی تیاریاں کیں اور دھوکہ دیا کہ ان کی گھڑات میں اورنگ زیب اور مراد بخش نے ایسی فوجیں بھرتی کیں جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ ان کا کیا ارادہ ہے۔ اور چاروں نے ہر طرف سے اپنے اپنے زمین اور دھوکا کرنا کر جمع کئے اور دوسرا شرط لکھ بیچے اور

قیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۔ دلی دکن اور وہاں کے سولہ ذریعہ پریمت کا ایک بیڑا اور چار ہتیاں اور ساتھ باطنی سرنے کے ساز کے اور سولہ ہتیاں چاندی کے ساز کی تھیں گورانی۔ اور عرض کیا کہ بچا ہوا کیا بلکہ دکن کا تمام ملک آسامانی کے ساتھ بیچ ہو سکتا ہے اور اس کا ذمہ میں لیتا ہوں اور اس طرف مہابت خان اور راد سنگھ و شاہہ افغان و بکانت خان و غیرہ۔ کنگلی و اضروں کے ہرلوہی خیر مثل اور راجہ مت فوج کا سپہ سالار ہو کر نصرت مہا ناکا اورنگ زیب کے تحت اس ہم کو سرانجام دے اور دھوکہ دیا کہ بکانت خان کی عجلہ زاری کا کام ہاتھ پاؤں مائے نایاں گھناؤم نائب وزیر انجام دیتا ہے۔ پھر جلد اورنگ زیب آباد ہو گیا اور وہاں سے صعد اورنگ زیب کے بھائی پور کے ملک پر چڑھائی کر دی۔ اور کلیانی اور دوسرے تھلوں کو ناگھڑیام لے کر مہم گھڑی لے کر مہم میں بحوالہ سرحد کر دی اور صاحب کے کھلمبے کہ۔ شاہجہاں کی طاقت و بڑائی میں مہمب مزاد و بے شکام حقوق مہاشی کے نہایت ضل آ گیا تھا چنانچہ اسی سبب سے مہمبوں نے شہزادہ کو ناگھان آسے نالے جو گھوڑا اور اس کے ساتھ سوزاک کا بھی ضل تھا اور دیکھ کر بکانت خان نے پٹاری ہی تھی مگر غامی کھلوں سے نالے کا ہر ناقلہ معلوم ہوتا ہے اور ان کھلوں میں یوں کھسکے کہ شروع ہوئی کہ حلقہ کو بہت مہم دینی شہر شہر میں کی عرض شاہجہاں کا پیشاب بند ہو گیا اور اعضائے اسفل پر مہم ہو کر ایک ہفتہ تک نہایت سخت بیمار رہا اور کچھ تھلپ ہو گئی تھی کہ اسی حالت میں دارا شکوہ اپنے بھائیوں کے منصوبوں کے روکنے کے لئے دلی کی بہ نسبت اکبر آباد کو ایک بہتر مقام سمجھ کر پٹاری کشتی آس کو وہاں لے گیا۔ اور اگرچہ یہ سفر ایک پھنسے شہر ہوا مگر مرض میں بھی بہت کچھ افتادہ ہو گیا۔

بڑے بڑے دے اور عہدہ پیمان کئے اور طرح طرح کی ہندوئیں اور سارنہیں کرتی شروع کیں۔

اگرچہ داراشکوہ نے ان سازشوں کے ختم ہوتے ہی ثبوت باپ کو دکھائے سازشی خطوط اور بہانوں کی سخت شکایتیں کیں۔ اور حکم صادر کیا کہ وہ بھی مروتہ دیکھ کر بہت سا گناہ سمجھا کر کیا۔ لیکن بادشاہ کو داراشکوہ پر بالکل اعتبار نہ تھا یہاں تک کہ اسے کامل مشہ تھا کہ وہ اسے زہر دلوانے کی فکر میں ہے اور اس سبب سے کھانے پینے میں بہت ہی احتیاط کرتا تھا۔ بلکہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس نے اورنگ زیب سے بھی کچھ خط و کتابت کی تھی جس کی خبر کرا اور پیش میں آکر داراشکوہ نے باپ کو بہت دھمکیاں دی تھیں۔

بادشاہ کے انتقال کی خواہ اس عرصہ میں بادشاہ کی طاقت اس قدر بڑھ گئی کہ اس کے سرے کی افواہ اڑ گئی۔ اور تمام دربار و درہم و درہم ہو گیا۔ اور اگرچہ میں یہاں تک خوف و خطر سمجھا کہ بازاروں میں کوئی روز تک ٹہرنا ہی اور چاروں شاہزادے ملائیہ کھل کھیلنے لگے۔ اور صاف کہہ دیا کہ اب اس مقدور کا فیصلہ صرف تلوار ہی سے ہو گا اور واقعی ان کا اپنے اس ارادہ سے دست بردار ہونا مشکل بھی تھا کیونکہ فتح پالی کی حالت میں تخت کی امید تھی اور حکومت کی صورت میں جانی جاسکتا لیکن کئی تھا اور اب صرف وہی باتیں تھیں یا موت یا سلطنت اور جس طرح شاہجہاں غاص اپنے بھائیوں کے خون سے اپنے درگاہ کو تخت نشین ہوا تھا اسی طرح ان کو یقین و اطمینان تھا کہ اگر ہم اسے جب قتلہ میں کشیں، وہیں آتے ہوئے جہانگیر کا انتقال ہو گیا اور نورجہاں بیگم سے جہانگیر کے بیٹے سلطان شہریار کو جس سے نورجہاں کی بیٹی جو اس کے پہلے خاوند سے تھی بیاہی ہوئی تھی اور جو چاری کے سبب سے رخصت کر چلے ہی لاہور پہنچ گیا تھا سلطنت کے لئے ابھارا اور نورجہاں کے بھائی آصف خان وزیر سے اپنے والد شاہجہاں کو بتا دی تھی اپنے ایک بھائی محمد ہندوستان کی صرافت لگتی وقت کی وجہ سے مراد کی عکس اپنی مہر والہ کردی تھی غیبی پیغام بھیج کر بلایا۔ اور نورجہاں کی ملازمت کی روک تھام کے لئے شاہجہاں کے کن سے آگے میں پہنچے تک جہاں وہ باپ سے باغی بنا کھڑا تھا جہانگیر کے پوتے سلطان وائیکھل عرف مرزا باقی خلف سلطان محمود کو جہانگیر خان کے سپرد تھا برائے نام بادشاہ بنا کر لاہور کی طرف گریہ کیا تاہم نورجہاں کو اپنے فیروز میں فکر تھی کہ کیا ہو رہا ہے اور کیا ہو رہا ہے



اپنی امیدوں میں ناکام رہیں گے تو غالب اور منجے باب عریف صدمہ کے مارے ہم کو مژور  
تقل کرادے گا۔

سلطان شجاع کا اگر وہ کی طرف کوچ | پس سب سے پہلے سلطان شجاع رہیں گے کچھ تو  
بعض راجاؤں کو برباد کر کے اور کچھ اور لوگوں کو  
لوٹ کھسٹ کر اپنے صندوق بھر لے گئے اور اس سبب سے ایک فوج کثیر کا جمع کر لینا  
اُس کے لئے کچھ مشکل نہ تھا اس کے علاوہ اپنے ہم مذہب ایرانی اُسرے دربار کی  
اعانت اور امداد پر بھی اُسے پورا بھروسہ تھا۔ فوج و لشکر جمع کر کے نہایت سرعت  
کے ساتھ آگرہ کی طرف چل کھڑا ہوا اور یہ مشہور کیا کہ چونکہ بادشاہ کو دلا حکم دینے  
زبردستی کرنا پڑا ہے اس لئے ہم اس فوج نافع اور حرکت ناشائستہ کا انتقام لینے گئے  
اور تخت سلطنت پر جو غالی ہے علوس کریں گے۔ اگرچہ شاہجہاں نے ہمارا شکوہ کی صلاح  
سے بہت جلد اس افواہ کی جراثیم کی موت کی نسبت مشہور ہو گئی تھی تو یہ کی اور  
صاف لکھا کہ ملاج و معالجہ سے بیماری کو افاقہ ہوتا جاتا ہے اور تباہی حکم دیا کہ تم  
اپنے صوبہ کو فوراً لوٹ جاؤ۔ لیکن اس بنا پر کہ اُس کے ہر خواہ برابر یہ خبریں پہنچ رہی  
تھیں کہ بادشاہ کی بیماری لا علاج ہے وہ آگرہ کی طرف بدستور بڑھا چلا آیا۔ اور یہ  
حیلہ بنایا کہ مجھے ہندوستان والا کی سلامتی کی خبر پر یقین نہیں آتا۔ اور بالفرض آگرہ و رندہ  
اور سلامت ہیں تو قدم بڑی حاصل کرنی اور ارشاد و احکام سے سرفراز ہونے کی بھڑکی تمنا ہے۔  
اور نگ زیب نے بھی اسی طرح اپنے اشتہار جاری کئے اور فوج کو کوچ کا حکم دیا۔  
اور ٹھیک انھیں، لڑوں میں جب کہ سلطان شجاع نے کوچ کیا تھا اُس نے بھی آگرہ کی  
بقیہ حاضری معزز گذشتہ کی ہوں میں اس کے بادشاہی نواز کا پچھڑا کہ وہ یہ شراب کر کے چند ہزار روپے  
کی جیب سے منہ ادھائی ایک مقابلہ کیلئے آیا تھا کرتا کر کے قلعہ ہند میں تھپو کر دیا اور اور پیش کو تخت پر بٹھایا  
تو شاہجہاں کا خاص اہم کے اتھ کا لکھا ہوا حکم صاف خان کے پاس پہنچا کہ مناسبت اور محنت وقت یہ ہے  
کی اگر ممکن ہو تو اور پیش اور اس کے بھائی گرفتار سب اور رندہ و انیال کے تھنوں بیڑوں شہر پار اور پھرت اور  
ہر تنگ کو اندھا کر کے جا سب اس شہ قادیانوں کے پانچوں کو چلتا کر۔ تو آصف خان نے امداد خان اور  
غلام البرہان و فیروا کے اتفاق سے سکھر ضلع شاہجہاں کے نام کا جاری کر دیا۔ اور ان پچاس پانچوں پگندنا  
کردار کے وقت دینا سے بھست کر دیا۔ اور آدھراٹھویں جمادی الثانی سنہ ۱۰۷۵ کو شاہجہاں نے آگرہ پہنچ کر تخت  
سلطنت پر علوس کیا۔

طرف بڑے کا حزم کیا اور اگرچہ اس کو بھی وہی انتہائی احکام بادشاہ اور داراشکوہ کی طرف سے پہنچے۔ اور داراشکوہ نے تو یہاں کھد یا کھتا کہ اگر ختم دکن سے حرکت کر دے گا سزا پادہ گئے۔ مگر شجاع کی طبع اس نے بھی وہی جملہ جتا کر اسی قدر سے جواب رواذ کیا اور چونکہ اس کی آمدی بہت زیادہ نہ تھی اور قوت بھی بہ نسبت اور دکن کے کم تھی اس لئے اُس نے چالاکی سے اُس چیز کو حاصل کرنا چاہا جو صرف اس کی تلوار اور قوت بازو سے غیر ممکن تھی۔ اور چونکہ مراد بخش اور میر جملہ ہی رو اپنے شخص تھے جو آسانی کے ساتھ اس کے دم میں آ سکتے تھے۔ اس لئے اُس نے مراد بخش کو اس مضمون کا خط لکھا کہ بھائی تم کو اس پادہ کے پادہ لانے کی کچھ حاجت نہیں کہ امور سلطنت کی محنت ایشانی میرے اصلی مزارع اور طبیعت کے کس قدر مخالف ہے اور اس وقت جب کہ داراشکوہ اور شجاع نہایت سرگرمی سے حصول سلطنت کے لئے کوشش اور سعی کر رہے ہیں تو میں صرف ایک جانی زاری کی حفاظت اور تعمیر از زندگی بسر کر سنے کی فکر میں ہوں۔ اور سلطنت کے حق حقوق اور دعووں سے میں بالکل دست بردار ہوں۔ تاہم آپ میرے قدیمی اور نہایت گرامی عزیز ہیں غم کو اس رائے اور خیالات سے مطلع کرنا واجب جانتا ہوں کہ یہی نہیں کہ داراشکوہ فرماں روائی کے اوصاف سے خالی ہے۔ بلکہ لادھب اور کافر ہونے کی وجہ سے بالکل نادان و خست کے لائق نہیں اور مجھے بڑے امراء سلطنت اور ارکان دولت سب اُس سے متفر ہیں اور ملی نالقیاس شجاع بھی سلطنت کے قابل نہیں کہ واقعی مذہب اور ہندوستان کا دشمن ہے۔ پس اس صورت میں اس عظیم الشان سلطنت کی فرماں روائی کے لائق صرف آپ ہی ہیں۔ اور پیدا کے صرف میری ہی نہیں۔ بلکہ اس میں پائے خست کے مشیر اور امیر جو آپ کے بے بدل شجاع ہونے کے بدل قابل و معترف ہیں سب متفق الزامے اور ہم زبان اور دارالخلافت میں آپ کی رونق بخشی کے منتظر ہیں اور میری بابت تو یہ تصور کر لیجئے کہ اگر آپ کی طرف سے موافق اور مستحکم طور پر جیسے یہ وعدہ مل جائے گا کہ جب بفضل خدا آپ پادشاہ ہو جائیں گے تو مجھے اپنی قلمرو میں کوئی خلوت کے موقعہ کا گوشہ عافیت باطمینان خاطر عبادت الہی بجالانے کو عنایت فرما دیجئے گا تو میں فوراً آپ کی طرف داری میں خدمت بجالانے کو آمادہ اور تیار ہوں۔

لے داخل خان نے کہا ہے کہ اس بہت اور نگ نریب کے پاس میں خیر و سوار ہوا تھے۔ س م ج

شاہجہاں کے اہل بھروسہ اور مہاراجہ کے یہاں

اور صلاح و مشورہ سے اپنے دوستوں اور رفیقوں سے اپنی تمام فوج آپ کے تحت  
حکم کر دینے سے۔ فرض کسی قسم کی دہ دینے سے بھی۔ بھگت ورنہ نہیں ہے۔ اس کے  
علاوہ بفضل آپ کی خدمت میں ایک لاکھ سو پچاس ہجرتوں اور امیدوار ہوں کہ آپ  
اس کو بطور نذر قبول فرمائیں کہ یہ میری ترقی اخلاق اور خوشی کا باعث ہوگا۔ اور اب  
ہنر آزمائی اور ہر ہنر کی کا وقت ہے۔ پس آپ ایک لاکھ بھی ضائع نہ کیجئے اور موت کو  
نیست سمجھئے۔ اور جلد ہی سے سہولت کے قلعہ پر جاں بھگت خوب معلوم ہے کہ بہت سے  
بادشاہی دفاتر و خزانے و فوج و مخزنوں میں تہنہ کر رہے ہیں

۱۱۔ تاج پادشاہ کی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب اس وقت شاہجہاں کی بڑی بیٹی معروف حکیم  
صاحب کی جاگیر میں تھیں۔

۱۲۔ اورنگ زیب چالیس اور چھٹنوں پر خیال کر سکتے تھے تو شاہجہاں کو اکثر برہمنی کا کھانا بھیج دیا جاتا تھا  
کہ مراد بخش نے حکم کیا کہ اورنگ زیب کی تحریک و ترغیب سے کیا اگر اس وقت کی فوج رہی  
تاریخوں سے اتفاق یوں معلوم ہوتا ہے کہ مراد بخش نے جب باپ کے تحت جہاد ہوئے کی غیرائی تو  
اس کا رہنا مرضی کے خود کد شورش کی۔ اور صوبہ گجرات کے بادشاہی و دیوانہ سید علی نقی کو جراثی  
کی مزاحمت کی اصلاح کے لئے اور تھا اچھا و خواہ بھگت کے جرم و خطا خود اپنے اپنے سے متنبہ کرنا  
اور بادشاہ میں کہ تخت پر بیٹھے گیا۔ اور دستور غازیان کے مطابق اپنا شامانہ لقب مروجہ الہی مقبول  
سکہ اور خطبہ بھی جاری کر دیا۔ اور ساز و سامان کی دستی کے لئے نہ صرف شاہی خزانہ پر تعریف کر دیا بلکہ  
گجرات کے سرداروں اور دولت مندوں سے بھی بہت سامان و جہاز وصول کیا۔ اورنگ زیب ان  
سب حالات کو دیکھ رہا تھا کہ اگر اذراہ اختیار کیا کہ اس کے قریب تک خاموش رہا۔ مگر جب شجاع نے  
بھی بنگالہ سے کوچ کر دیا تو زیادہ تر قوت سلطنت نہ دیکھ کر اس نے بھی چڑھائی کہنے کی نصیحت کی اور  
بقرل مائل خاں جس کے بیان اکثر باخبر و اراکہ اور صاف ہیں یہ خیال کر کے کہ مراد بخش جو تخت نشین  
ہوئے کی بھی حرکت کر چکا ہے ایسے باوجود شخص کا جلا ملکوت دکن سے آگرہ کی طرف سیر سے چلے  
جانے کی صورت میں ایسے قریب مقام میں رہنا مناسب نہیں تھا اس لئے سخت سخت تمسوں کے ساتھ  
مراد بخش سے یہ معاہدہ کیا۔ کہ ہم تم خفق ہو کر آگرہ پر حملہ کریں۔ اور نصرت فتح کل مال نیست میں  
سے ایک ٹلٹ تھا را اور دو ٹلٹ سیرے اور سلطنت میں سے کلاں اور کشمیر اور سندھ اور ملک پنجاب  
تھا اسے تعریف میں آئے گا۔ اور اس میں سکے و خطبہ اور حکومت شام و تھار کا رہے گی۔

مراد کی سورت پر فوج کشی | مراد بخش جس کی دولت اور قوت بہ نسبت اوروں کے کم تھی بھائی کی اس درخواست سے جس کے ساتھ ایک بڑی رقم بھی آئی تھی بہت ہی خوش ہوا اور اس کی اُمیدوں کو بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ چنانچہ اس اُمید سے کہ جہان اور سپاہی پیشہ لوگ اس کے مقصود سے واقف ہو کر فوج میں بھرتی ہونے پر زیادہ راضی اور آمادہ ہوں گے اور اس خبر کو سن کر سردارِ لوگ زیادہ راضی مندی سے بڑی بڑی رقیں فرائض دینے پر مائل ہو جائیں گے۔ جہان سے وہ ہسپتہ طلب کرتا تھا۔ یہ خط جا بجا دکھایا گیا۔ اور اب اس نے بی بی کے سارے کوڑے فرارِ شان و تزک شاہداد بنائے اور لوگوں کو بڑے بڑے انعام و اکرام کا موقع کیا۔ اور جن اتفاق سے اسی صبح باتوں میں اس کی تدبیریں اور منصوبہ ایسے بن پڑے کہ بہت جلد ایک غامضی فوج جمع ہو گئی اور مراد نے سب سے پہلے تین ہزار سپاہیوں کا ایک دستہ زیرِ حکومت شاہ عباس خواجہ ملزم بڑا ہوا اور سپاہیوں کو فوج کشی تھا قلعہ سورت کے محاصرے کے لئے بھیج دیا گیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۶۔ اور سید الشاہ فرید میں یوں لکھا ہے کہ سلطنت اور مال و دولت کی تقسیم نصف نصف شہری تھی اور نئی عہدہ کا اللہ صاحب ہدیہ سلطنت تھی اپنی کتاب تلخیص ہند میں کتب بات مانگیری سے اس عہد نامہ کا خلاصہ دیتے ہیں کہ نادر اور دست آپ کا دوست اور ہمارا دشمن آپ کا دشمن اور ہمارا دشمن تمام جنگجوؤں کے سرکارت لاہور، کشمیر، کابل، لغمان، قندھار، پکڑ اور تمام افغانیہ ضلعیں مافوق تک ہم کو دیے جائیں گے۔ اعلیٰ خاں نے اس خط کا مضامین بیان نہیں کیا مگر افغانی صاحب نے اپنی تاریخ ہندوستان میں خانی خاں کے حوالے سے لکھا ہے کہ میں تھا دانیال خاں اور ہمارے غرض ہوں اور تختِ افغانی تم کو مبارک ہو باقی میرا تو یہ ارادہ ہے کہ میں کو کہو جہاں اور ہمارے غرض میں جو ملکہ خدا کی یاد کروں اور دنیا کو چھوڑ دوں اور بادشاہ اس کے لائق ہو اور ملکہ کے مقابلہ میں تھا۔ اساتھی میں ہوں اور اب تک کہ جا رہا ہے جتنا جا سکتا ہے تو ہم کو چاہیے کہ اس کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اگر وہ ہم سے ہٹا دیتا ہے تو اس کو اس کا نام واجب رحمہ و داب ہے بھائی اور ہمارا شکوہ ہے اس پر ڈال دیا جائے اور اس کی فوج نہیں کی معافی چاہی اور اب اس کو جس میں بکھو یہ مناسب ہے کہ ہم اپنی فوجیں گاہ کریں اور کافر صوبہ ننگرہار و خیالہ میں آئیں جو ہمارے یہ کٹکے کٹے روانہ کیا گیا ہے۔ س م ع۔

تہ خانی خاں کو اس خط سے بھیج نام شہباز خان معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ شخص پنج بڑائی کے منصب ۲ ایک امیر تھا اور آئندہ اس بڑہ میں شہباز خان ہی لکھا جائے گا۔ س م ع۔

میر جملہ اورنگ زیب کی قید میں | جب مراد بخش کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو اورنگ زیب نے اپنے بڑے بیٹے محمد سلطان کو جس کی شادی شاہ گونڈا کی بیٹی سے ہوئی تھی، میر جملہ کے پاس بھیجا کہ ”بڑا ہی مزوری کام ہے۔ آپ فوراً یہاں آکر دبا بھ سے مل جائیں۔“ لیکن میر جملہ اپنی فراست سے اس مزوری کام کو توڑا تاڑ گیا اور جواب دیا کہ کلیاتی کا محاصرہ چھوڑ کر اور فوج سے علیحدہ ہو کر میرادولت آباد آنا ممکن نہیں اور آپ یقین نہ کریں کہ میں نے اگر وہ سے ابھی تازہ خبر پائی ہے کہ شاہجہاں جنوز زندہ ہے۔ اس کے علاوہ پیار بھی قابلِ غور ہے۔ جب تک میرے اہل و عیال و ملک کے قابو میں ہیں میں آپ کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا بلکہ میرا اصل نشتا تو یہ ہے کہ میں اس جنگاں میں کسی کا بھی طرف دار نہ ہوں۔

جب محمد سلطان نے دیکھا کہ میر جملہ میرے ساتھ مانا نہیں چاہتا تو وہ نہایت ناراض ہو کر دولت آباد کو چلا گیا۔ لیکن اس ناکامی سے اورنگ زیب کسی طرح ناامید نہ ہوا اور اپنے دو سوسے بیٹے سلطان معظم کو پھرائش کے پاس بھیجا اور اپنی پہلی خواہش کا اعادہ کیا۔ اس خانہ زادہ نے اپنے پیار و سلام کو اس عورتی سے ادا کیا اور سابقہ محبت و اتحاد کو اس قابلیت سے بنایا کہ میر جملہ اُس کی درخواستوں سے انکار نہ کر سکا اور اُس نے کلیاتی کے محاصرہ کو اس قدر سخت اور شدید کیا کہ مخالفوں نے ناچار ہو کر آخر کار قلعہ خالی کر دیا۔ اور فتح کے بعد یہ اپنی پیوہ فوج ساتھ لے کر نہایت مہلت کے ساتھ دولت آباد کو چلا آیا۔ چنانچہ بوقت ملاقات اورنگ زیب نہایت مہربانی اور گرم جوشی سے پیش آیا اور گفتگو میں بابا اور بابا جی وغیرہ بہت بڑے بڑے تفسیلی الفاظ کے ساتھ اس سے مخاطب ہوا اور اس مبارک مہمان کو کئی بار گلے لگا یا اور پھر خلوت میں لے جا کر یہ کہا کہ ”مجھے معلوم ہے کہ آپ نے مجھ محمد سلطان سے انکار کیا تھا وہ مجھ کوئی کے باعث ہے۔“ تھا اور بے شک میرے سب نصیبہ اور ددِ اندیش اہل دیار کی بھی یہی رائے ہے کہ جب تک آپ کے اہل و عیال و ملک و فکرو کے قابو میں ہیں آپ کو ملانیہ اور سرِ ملا کوئی ایسی حرکت ہرگز نہ کرنی چاہئے جو بظاہر ہمارے حق میں مفید نظر آتی ہو۔ لیکن آپ جیسے ذلیل شخص کو سمجھانے کی کیا حاجت ہے کہ دنیا میں ہر شکل کام کی آخر ایک تدبیر ہے۔ چنانچہ ایک منصوبہ میرے خیال میں آیا ہے جس سے بظاہر اگرچہ آپ حیران ہوں گے لیکن جب

اُس کے لشیب و غراز ہر بخوبی غور کریں گے تو بے شبہ آپ کے اہل و عیال کی سلامتی کے لئے ایک یقینی ذریعہ ہوگا۔ اور وہ یہ ہے کہ آپ بغاوت پر قید ہو جائیگا اور اگر اُن سے تمام جہان کو میری آپ کی دشمنی کا یقین کامل ہو جائے گا اور اس حکمت سے ہم اپنی تمام خواہشوں میں کامیاب ہو جائیں گے۔ کیونکہ کوئی شخص ہرگز ایسا گمان بھی نہ کرے گا کہ آپ جیسے رتبہ کا کوئی آدمی اس طرح اپنی خوشی سے قید ہو جائے۔ اور اس کے ساتھ ہی میں آپ کی فوج کا ایک حصہ میں وضع اور حیثیت سے آپ کو پسند اور مناسب معلوم ہونے پر رکھ لوں گا اور بچے پر بھی یقین ہے کہ میں طے کر چکا ہوں کہ آپ بارہا مجھ سے دوسرے کئے رہے ہیں اس وقت کچھ روپیہ دینے سے بھی انکار نہ کریں گے۔ کیونکہ مجھے روپیہ کی مہمت ضرورت ہے اور آپ کے اس روپیہ اور لشکر سے میں اپنی بخت آزماؤں کروں گا پس اجازت ہو تو میں آپ کو اسی وقت قطعہ دولت آباد میں پہنچا دوں۔ اور اس جگہ میرا ایک بیٹا آپ کا گنڈائی حال رہے گا اور اس کے بعد ہم اور آپ اس ہم کو سرانجام دینے کی تدبیر پر ہم غور و فکر کر سکیں گے اور اس صورت میں ہرگز میرے خیال اور قیاس میں نہیں آتا کہ دارا شکوہ کے دل میں کوئی مشہد پیدا ہو اور وہ ایسے شخص کے اہل و عیال سے کوئی بد سلوکی کرے جو بغاوت میں اس قدر دشمن ہو۔

ہم معتبر سند سے بیان کر سکتے ہیں کہ اورنگ زیب کی تقریر کا مدعا یہی تھا۔ اور اگرچہ وہ خیالات اور حالات جن کو سوج بھسکر مہر ملے ان خواہشوں کا جواب دیا ہوگا سنو فی معلوم نہیں ہیں۔ لیکن یہ بات بالکل یقینی ہے کہ اُس نے ان سب باتوں کو قبول کر لیا تھا یعنی وہ اس پر بھی راضی ہو گیا تھا کہ اپنی فوج کو اورنگ زیب کے زیرِ حکومت کر دے۔ اور روپیہ کا دینا بھی قبول کر لیا۔ اور سب سے زیادہ عجیب بات یہ تھی کہ اُس کی مرضی کے مطابق کچھ قید ہو کر قطعہ دولت آباد میں چلا گیا!

اب اس معاملہ کی نسبت بعض لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ مہر ملہ کو اورنگ زیب نے سمجھا بٹھا کر فی الواقع اس بات کا یقین دلایا تھا کہ آپ کے یہ دشمنان قید ہو جائے سے بہت فائدہ ہوں گے۔ اور چونکہ پہلے سے آپس میں دوستی اور اتحاد تھا۔ اس وجہ سے اورنگ زیب نے اُسے قید ہو جانے پر حقیقتاً راضی کر لیا تھا۔ اور بعض کی یہ رائے ہے جو غالباً زیادہ معقول اور قریبی قیاس ہے کہ اُن نے صرف عذر کے مارے ان باتوں

شاہجہاں کے نام امیری اور عہد اور نگہ زیب

کو قبول کر لیا تھا۔ کیونکہ اورنگ زیب کے دو جوان بیٹے ایک سلطان معظم و دوسرا صوبہ دار اس ملاقات اور حال و جواب کے وقت سر پر کھڑے تھے اور مارچ سلطان معظم کا مسلح ہونا بھی زبان حال سے گویا بھی کہ رہا تھا کہ انکار کی حالت میں بہت ہی بڑا ہوا کہ اگر عہد سلطان کو بی بی تلوار لے جوتے سوچوں کو اس طرح تاؤ دے رہا تھا کہ میں ارجی ڈالے گا۔ اور یہ نکرا اسی ملاقات کے معاملہ میں میر علی کی طرف سے اس کی کافی توجہ و تخییر ہو چکی تھی اور اس کا چھوٹا بھائی اپنی سفارت میں سرخ رو اور کامیاب ہوا تھا۔ اس لئے اس کو اپنی رنجش پر مشیدہ رکھنے کی کچھ ہرما بھی نہ تھی۔

ملہ فارسی زبان کی تاریخوں سے اس کی گرفتاری کے واقعہ کی تفصیل و تشریح یوں پائی جاتی ہے کہ جب مہابت خاں دھرم پور و فیرو پور شاہی امیروں سے جو بیجا پور کی ہم میں اورنگ زیب کے ماتحت کام کر رہے تھے۔ اول تلہ بیور و جہد اور پھر کھلیان کے بھی حمایت مضبوط اور حکم تلہ کو سخت مقابلہ کے بعد بیجا پور میں سے چھین لیا۔ اور شاہجہاں نے اورنگ زیب کی وائے نفع لا مظلوم اگر عہد کا منقہ ملک متعلقہ رام گڑھا اورنگ زیب کو حسی خدمت کے صلہ میں بخش دیا اور اس کی تنخواہ بارہ کروڑ دام یعنی ایک کروڑ سا لاکھ ملا وہ اور علیوں کے تنخواہ کو دی اور معظم خاں۔ شہنشاہ خاں۔ مہابت خاں۔ پنجاہ خاں و فیرو امیروں کو بھی جنھوں نے اس ہم میں نمایاں کام کئے تھے اضافہ مناصب اور عطائے خلعت و فیرو سے سرفراز کیا گیا۔ اور ملازمتی تلہ و کھلیان تلہ چھوڑا کر جب بیجا پور پہنچا۔ اور بیجا پور واپس کر چلے ہو گیا کہ اب بغیر اعانت کے ہمارے نہیں انھوں نے اپنا ایک مستند شاہنشاہ اورنگ زیب کے پاس بھیج کر اپنی ہادی۔ اندر آفرامیہ خیر گاہ کہ ایک ایسی بھاری پیشکش داخل کریں جو بھاریات اور احمی اور نقوی و فیرو ملا کر توڑے کہ مژدہ روپیہ کی تعداد سے کم نہ ہو۔ اور تلہ پر ہندوستان میں ملاقات اور ملک کو کسی کے حتم تلہ اور کچھ اور حالات ہیں بادشاہی عہدہ داروں کے حوالہ کریں۔ اور جب یہ سب حال اورنگ زیب سے بادشاہ کو کھیا اور اس سے بیجا پور میں پر ریم کے پیشکش کی تصاویر و پاس لاکھ کی تحفیت کہی اور شاہزادہ کے ہم فراں کھیا گیا کہ تاضی نغلا کو تحصیل پیشکش کے لئے مامور کر کے خود دولت آباد کو مہابانے اور معظم خاں جب ملک مغربیہ کے حصوں کے قرارداد احمی ہندوستان سے فارغ ہو جائے تو بیجا پور کی پیشکش دینا ماضی نغلا سے کرتے اس کو ساتھ لے کر حضور ہی حاضر ہو جائے ابھی ان شرطوں کی تعمیل نہیں ہوئی تھی اور اورنگ زیب تلہ گہر کہ گہرے ہوئے تھا کہ اسی غلط میں بادشاہ بیمار ہو گیا۔ اور دامنا شکوہ سے ایسے بڑے امیروں کا اورنگ زیب کے پاس اس وقت سرور ہوتا اپنے حق میں بہتر نہ سمجھتا مہابت خاں

بسطِ سفر کو شستہ۔ وہ ستر سال و فیروز کے نام بادشاہی فرمایا جاری کر دینے کا ارادہ کیا۔ اجازتِ امیرِ ہمدانگ کی مطلقِ ہمدانگ کے بلا گرفتِ آگرہ کو پہلے آئیں۔ چنانچہ سرائے بجا بہت خان اور شاہجہاں خاں اور میر جمل کے سب سے آئے۔ بلکہ میر جمل کو تو ہمدانگ کے سے معزول کر کے حاضرِ باد ہوئے کا حکم بھیجا گیا دیکھ کر ہمدانگِ نریب لاختر مل خاص بھیجا دیا۔ خزانہ اور ہمدانگ خاں کو جو باپ کی جگہ بنایا وزارت کرتا تھا کام سے علیحدہ کیا گیا اور اس کے ماہی و دیوانہ دکن تھوڑے سرکاری کام کے لئے قائم مقام کے طور پر مامور ہوا۔ دلا شکوہ ہے ان امیروں کے واپس بلائے کے لئے یہاں نہ بنایا تھا کہ شہر کے لئے جنگل نہ ہے۔ ہار اور دھار سے کوپن کر دیا ہے۔ اس لئے ان کا سران کی فوجوں کے پاس سے تحفہ میں حاضر ہو جانا مناسب ہے۔ ان امیروں کے چلے آئے۔ ہمدانگِ نریب کو نہایت وقت پیش آئی۔ کیونکہ اول تو بادشاہ کی خدمتِ بیاری ہی کی تھی۔ سن کر راجا پدپوں کے دل بہت بڑھ گئے تھے۔ اور اس پر ایسے نامور اور صاحبِ فوج امر کے چلے جاتے سے ان کو اور بھی زیادہ دلیری ہو گئی۔ اور ہمدانگِ نریب کے لشکر میں جو فوج گھبرا کر گھر سے ہونے تھا۔ بہت اجڑی اور کوہِ نریب پہل گئی۔ گروہ سب حملہ اپنی ثابت تھی۔ اس کا استقلال علی سے نہایت متاثر اور وقار کے ساتھ میں طرح میں پڑا بندوبست مناسب کر کے عزت اور نیک نامی کے ساتھ دولت آباد کیا واپس آ گیا۔ اور جب اس سے شناسا کو میر جمل بھی جو اب تک پیش کش کی تھیں اور مشورہ تھیں کے نظم و حسن سے فارغ نہیں ہوا تھا۔ نہایت خان اور ستر سال کی طرح آگرہ کو جانے والا ہے۔ تو اسے یہ فوج چھوڑا گیا کہ اگر ایسا دولت مند بادشاہ صاحبِ فوج و لشکر امیر ایسے دولت میں دلا شکوہ کے پاس چاہتا تھا تو میری ساری آسہ میں خاک میں مل جائیگی۔ پس اس کے بھانپنے کے لئے یہ نہ ہر نکالی کہ اس کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ چونکہ ہم آپ کو اپنا مل بھرا غلام اور غیران پیش جانتے ہیں اگر آپ ہم سے مل کر اور رخصت ہو کر آگرہ کو جائیں تو مناسب ہے۔ اور جب اس نے آئے سے پہلے ہی ان کو دیکھا کہ میر سے ہم فرماں آچکا ہے اس لئے ہمیں رہیں۔ اور ہمدانگِ نریب نے اس کے غلامی دے دئے کے لئے اس پر توبہ اپنے پرستہ جیٹو سلطان کو بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ چونکہ آپ حضور میں حاضر ہوتے کو جاتے ہیں اس لئے میں حضور میں اپنی خدمت میں آپ سے کئی ہنس و احوال سے ہیں اور اس صورت میں آپ کا ہم سے مل کر جانا جاری نہایت ہی خوشی کا باعث ہو گا۔ اور سلطان نے باپ کی نہایت کے موافق اپنی جگہ چھڑی اپنی بتائی اور ایسا مصلحت کیا کہ وہ یہ دو شخص خوش خوش لئے کہ چلا آداب چکر بیان چلے ہی سے سب حجاز کی ہوئی تھی اور بارگاہِ قریب کے لئے نظر تھے۔ ہوں ہی اس نے حضرت خاندی محمد دیکھا نہایت امدتِ آب و فزا گرفتار کر کے لگے اور اس کے قریب کے لئے لگے۔ ہوتے لگے اور الہ اسباب اور مال



انقص جب میرٹھ کی گرفتاری کی خبر عام ہو گئی تو اس کی فوج کے اس دستے نے ہرجا پور سے اس کے ساتھ آیا تھا بڑے زور سے کہا کہ ہمارے سردار کو چھوڑ دیا جائے اگر اورنگ زیب اپنی حکمتِ علی سے نوثاؤں کی تسلی تفسی ذکر دیتا تو بے شک وہ اپنے سردار کو چھوڑ لیتے۔ چنانچہ اورنگ زیب نے ان کے بڑے بڑے سرداروں کو تو یہ بھاکر کہ وہ بالکل اپنی خوشی اور مرضی سے نظر بند ہوا ہے اپنا وفاق بنا لیا۔ اور ان کے ذہن نشین کر دیا کہ یہ محض ایک حکمت اور منصوبہ ہے جو اصل میں ہماری اور امیر کی باہمی صلاح ہی سے تجویز ہوا ہے۔ اور سپاہ کو خوب دل کھول کر انعام و اکرام دیتے یعنی سرداروں سے تو آئندہ ترقی کے صرف بڑے بڑے وعدے ہی کئے گئے سپاہیوں کی تنخواہ حقیقتاً بڑھادی بلکہ بطور ثبوت صداقت اپنے وعدوں اور انہار میرٹھ کی فدا تین بیٹے کی تنخواہ بطور پیشگی دینی اور اس مدد پر سے میرٹھ کی فوج اس ہم میں فحریک ہونے کو راضی ہو گئی جو اورنگ زیب کے نظر تھی اور اب اس کے پاس لڑنے بھڑنے کے لائق ابھی خاصی جمعیت ہو گئی۔

**اورنگ زیب کی صورتِ روانگی** | اس کے بعد اورنگ زیب نے سورت کی طرف کوچ کیا کیونکہ اہل تلخ غلاب توجہ اب تک مراد بخش کی فوج سے مطلوب نہ ہونے تھے اور اورنگ زیب کا مدعا یہ تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو یہ تلخ غلاب جیتا لیکن اس نے کوچ سے چند روز بعد یہ خبر پائی کہ وہ فتح ہو گیا۔ پس اس نے مبارک باد کا خط مراد بخش کو تحریر کیا اور اس میں میرٹھ کے ساتھ گندے ہونے واقعات تحریر کئے اور کہا کہ میں نے ایک جہاز فوج جمع کر لی ہے اور خدا کی بات پر اس جہاز موجود ہے اور عاید ہمارے دربار شاہی سے بھی سب طرح بہت و بڑے ہو چکی ہے اور بیٹیم پور اور آگرہ کی طرف چل پڑنے میں

بقیہ حاشیہ منو گزشتہ، قدرت و رحمت سب قادر میں کر لیا گیا اور اس کے لاکھ چاکر اور فوج لاکھ رکھی گئی اور ان خواہش اور دل اور سپاہ کے انتہا آجائے سے اورنگ زیب بڑی اس بڑی ہم کے انتہام و بے کے قابل ہو گیا۔ اور چونکہ اس نے اب کس پر وہ نہیں اٹھا یا تھا اب کہ یہ کھسکا کہ نہ دی کہ منعم حال کے اور شاہِ دہلی سے بدو ناتی اور دیگر دانی کی لڑائی تھی اس لئے میں نے اس کو پکڑ کر قید کر دیا ہے اور اگر ایسا نہ کرتا تو بے شک وہ بھاگ کر پھر دکن کے سرداروں سے ملتا۔ اور غارتگر و ماسخ مائل خاں، س م ح

مسلحہ اصل کتاب میں ناہجہاں پر رکھا ہے مگر کچھ نام پر ان پر ہے اس لئے آئندہ اس ترجمہ میں برائے پور

اب میری طرف سے کچھ دیر نہیں ہے اور اتمہا کی کہ آپ کو پتہ میں دیر نہ کیجئے اور دوقوں لشکر کے مل جانے کے لئے کوئی جگہ قرار دے کر جلد مطلع کیجئے۔

**قلعہ سموت کا خزانہ** | قلعہ سموت میں خلاف مراد تھمڑا سا خزانہ لٹنے سے مراد بخش بہت ناامید ہوا۔ اس کی کاسبب یا تو یہ تھا کہ محض سہا لقا آمیز افواہوں سے اس کی اس قدر کثرت مشہور ہو گئی تھی یا یہ وجہ تھی وجہاں کہ عمر لوگوں کو شہہ تھا کہ وہاں کے قلعہ دار نے بہت سا خور و روک لیا تھا بہر حال مورد پس مراد بخش کے ہاتھ لگا وہ صرف اتنا ہی تھا کہ اُس سے فقط اُن سپاہیوں کی تنخواہ دے سکا جو اس طبع پر لو کر رکھ لئے گئے تھے کہ سموت سے بہت سا مال و دولت ہاتھ آئے گا۔

**قلعہ کی فتح کا راز** | سموت کے محاصرے اور اُس کے فتح کرنے کی تدبیروں میں مراد بخش کی کوئی جنگی لیاقت ظاہر نہیں ہوئی۔ کیونکہ اوصاف اس کے کہ قلعہ کی تفصیلیں جیسی چاہیں جنگی مادہ کے مطابق خوب مستحکم تھیں۔ پھر بھی باوجود بہت ہی کوششوں اور عرق ریزیوں کے اہل قلعہ ایک پچھلے تک ہرا بر لڑائے اور جب تک کہ وہی قوم کے فرنگیوں نے سرنگ لگانے کی حکمت نہ سکھائی محاصرہ و غیرہ سے کچھ فائدہ نہ ہوا البتہ جب اُن کی پہلے ہی پہل کی سکھائی ہوئی تدبیر سے قلعہ کی تفصیل کا ایک بڑا حصہ اڑا دیا گیا تو محصوروں نے متحیر ہو کر اور بعض شرطیں لے کر قلعہ حوالہ کر دیا۔

اس فتح سے مراد بخش کا بڑا نام ہو گیا اور وہ باتیں اُس کے پیش نظر تھیں اب اُن کی درستی میں بڑی آسانی ہو گئی اور چونکہ سرنگ لگانے کی تدبیر سے یہاں کے لوگ بخوبی واقف نہ تھے اس لئے مراد بخش کی اس نئی حکمت نے لوگوں کے دلوں پر بہت ہی عجیب اثر کیا۔ اس کے علاوہ یہ بات علی العموم مشہور ہو گئی کہ سموت کا بہت سا وعیہ مراد بخش کے بھتیجے حاشیہ صفہ گزشتہ لکھا جائے گا۔ یہ خبر اس وقت صرف فائدہ بخش کا اور حکومت تھا اور دہان کا اور دہان بھاجا تھا گراں مراد ہی انگریز کی چیف کمشنری میں خط لکھنا کے متعلق ایک تفصیل کا مقام ہے یہ دیا ہے تلخی کے کنارے آباد ہے۔ اور خوب تیل ہزار کی آبادی ہے۔ سامع۔

لے یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ اس واقعہ سے پچھنی سنا نہیں دس پہلے ایک ہزار ہا میں بھری ہوا خاں جہاں کے سرداروں نے ہر گیزوں پر تمام ہو گئی سرنگ ہی اڑا کر نئے پانی تھی جس کا حال ہم آئندہ ایک اور مقام پر کتاب ادشاہ نامہ سے نقل کریں گے۔ سامع

ہاتھ آگیا ہے۔

لیکن باوجود اس تمام شہرت اور ناموری کے جو اس فتح مراد کو شہباز خواجہ سرکار کا مشورہ سے حاصل ہوئی تھی اور باد صف اور رنگ دیپ کے بہت سے خوشامیازانہ بلہ فریب و وعدوں کے شہباز خواجہ سرکار بخش کو یہی سمجھا تا تھا کہ آپ بھائی صاحب کی فضول باتوں پر ہرگز بھروسہ اور اعتبار نہ کریں اور جلد بازی کر کے ان کے تاویہ میں نہ آجائیں اور اس غیر خواہ خواہ سے ملنے صاف کہہ دیا کہ آپ اب بھی میری صلاح مان لیں اور اگر آپ کی ایسی ہی مرضی ہے تو خیر اور رنگ زیب کو چکنی چٹری باتوں میں کھسکا رکھیں لیکن غوث اور لشکر سمیت اُس سے جا کر شامل ہو جائے گا اور ہرگز نہ فرمائیں اور افضل اگر کی طرف اُس کو اکیلا ہی جانے دیں رفتہ رفتہ جب ہم کو بادشاہ کی صحت اور مرض کی بہت خبریں اور صحیح حالات معلوم ہو جائیں گے تو اس وقت جو مصلحت معلوم ہوگی اُس پر عمل کیا جائے گا اور اس عرصہ میں آپ قلعہ سورت کا استحکام کر لیں جو ان اطراف میں سب سے زیادہ کارآمد مقام ہے۔ اور اس جگہ کے تاویہ کر لینے سے ایک وسیع سیر حاصل اور نہ خیر ملک کی حکومت آپ کے ہاتھ آجائے گی اور پھر تھوڑی سی تاہیر سے شہر برہان پور بھی ہو صوبہ دکن کا دروازہ اور نہایت کارآمد مقام ہے آپ کے قبضہ میں آجائے گا مگر چونکہ مراد بخش کے پاس اور رنگ زیب کے خطوط ہمارے پہلے آئے تھے اُس نے اپنا ارادہ ترک نہ کیا اور پچھارے شہباز کی صلاح نہ مانی۔ یہ دانا اور دوراندیش امیر نہایت ہی چھاناس لپٹے آگاہ و دلیر خواہ تھا۔ پس اس جوان شاہزادہ کے حق میں بہت ہی بہتر ہوتا اگر اُس کی منقول صلاح کو مان لیتا۔ لیکن اول تو بادشاہ میں جانے کے بے حد شوق ہی میں مراد بخش اندھا دھور ہوا تھا۔ اور اس پر اُس کے مکار بھائی کے خط جو جان نثانی اور ہوا خواہی کے وعدوں کے اظہار میں روزمرہ پہلے آتے تھے بڑے محرک تھے اس کے علاوہ اُس نے یہ بھی سوچا کہ یہ ہم میں میں بادشاہی اور سلطنت حاصل ہو جانے کی امید ہے۔ مجھ سے اکیلے انجام نہ پا سکے گی۔ اس لئے اُس نے اسماعیل باہ سے جہاں وہ ڈیرے ڈالے پڑا تھا کو پتہ کر دیا۔ اور گجرات سے روانہ ہو کر پہاڑوں اور جنگلوں کا سب سے عازم اختیار کیا تاکہ جلد ہی سے اس جگہ پہنچ سکے جہاں اور رنگ زیب چند روز پہلے سے اُس کے اختلا میں ٹھہرا ہوا تھا۔

**دوڑوں بھائیوں کی ملاقات** | قصہ جب دووں لشکر کھل گئے تو بڑی خوشیاں اور جشن منائے گئے۔ اور اورنگ زیب نے اپنی محبت کے پاندرا اور مستحکم اتراراز سرور تازہ کئے اور اپنی کمال بے غرضی اور بے غرضی کا اظہار کیا۔ اور دونوں بھائی کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوتے تھے اور اورنگ زیب بار بار یہی جتا جتا تھا کہ بادشاہی اور سلطنت کی تو جگہ تو ابھی ہوس نہیں اور یہ فوج کشی میں سے صرف اس واسطے کی ہے کہ جس طرح بن پڑے دارا شکوہ سے جو میرا اور آپ کا کھلا دشمن ہے۔ اور اگر آپ کو اتنے سلطنت پر غالی پڑے جتنا وہ جس زمانے میں دونوں تو میں تخت کی طرف جارہی تھیں۔ اورنگ زیب چند عارضہ و غائب خاص و عام کے رو برو میں طرح پرکھیاں کی رہا یا کے لوگ بادشاہ کو حضرت لکھ بولتے ہیں مراد بھٹی کو یہی لفظ لکھ بھٹا ہے کہ مراد تھا اور مراد تو پڑی تعلیم اور تکریم سے پیش آتا تھا۔ اور فی الواقع یہ بات نہایت عجیب ہے کہ مراد بھٹی نے اورنگ زیب کے خلوص نیت پر کچھ بھی مشہد نہ کیا اور وہ غلامیہ و غلامی ہو کر لکھنا کے معاملہ میں وہ ابھی کر چکا تھا ایسی صریح بات سے بھی اُس کے دل پر زور اثر نہ ہوا۔ بات یہ ہے کہ یہ شاہزادہ اپنی خیالی سلطنت کی ہوس میں ایسا اندھا ہوا تھا اور عقل پر ایسا پردہ پڑ گیا تھا کہ اتنی موٹی بات بھی اُس کی سمجھ میں نہ آئی کہ جو شخص کل اس قدر بے ایمانی کے ساتھ ایک سلطنت کے ہمیں لینے کے لئے کوشش کر چکا ہے۔ آج کس طرح ممکن ہے کہ اُس کے خیالات ایسے بدل گئے ہوں کہ بھڑا گندوان کرنے کے اُس کی کم اور آرزو ہی نہیں ہے۔

**فوجوں کا آگرہ کی طرف کوچ** | اب ان مختلف فوجوں نے ایک بڑی شان و شوکت پیدا کی اور ان کے کوچ کی خبریں سن کر پائے تخت میں ایک لمحہ خاموشی رہا۔ زبان کی تلخیوں میں کھلے کہ شاہجہاں کی بجاری کے شروع سے ایک برس بعد جمادی الاول سنہ ۱۰۶۱ ہجری میں اورنگ زیب نے آپ کی مبادت کے پہلے سے دولت آباد سے روانہ کی طرف کوچ کیا تھا اور مراد بھٹی کو ساتھ لینے کی نسبت یہ حملہ بنایا تھا کہ سکا اور غلطیہ و غیرہ مادی کرنے کی بے ادبی جو اس سے ہو گئی ہے اس نے اس کو عطا صاف کر کے کی خاطر اپنے ساتھ لے جاتا چاہتا ہوں۔ اور یہ دونوں شاہزادے ہنگام تمام دال پر آجیں سے تقریباً بیس فرسنگ کے فاصلہ پر مل گئے تھے۔ س م س

شاہجہاں کے امیر امیری اور عیال گنوج

شہلک پڑ گیا۔ اور دارا شکوہ تو اس قدر مشوش اور مضطرب ہوا کہ جس کی انتہا نہیں۔ اور انجام کار پر نظر کر کے شاہجہاں بھی ٹوڑ گیا۔ اور اگر یہ اپنے خیال میں اس فساد کے عالمی نتائج کی نسبت اس نے کچھ ہی اندازہ کیا ہو۔ لیکن اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ وہ اس بات سے بخوبی آگاہ تھا کہ اورنگ زیب کی قابلیت اور وفائی اور مردانگی کے تصور اور شجاعت کے تصنیق ہو جانے سے ایسا کوئی امر نہیں ہے کہ جو ناممکن الوقوع ہو۔

شاہجہاں نے ہر چند اُن کے پاس قاصد بہ قاصد یہ پیغام دے کر روانہ کرنے کے بعد ولت کو اب آرام اور افاقہ ہے۔ اور اگر تم اپنے سویوں کو لوٹ جاؤ گے تو تمہاری اس حرکت سے چشم پوشی کی جائے گی اور داخل نا فرمانی نہ سمجھا جائے گا۔ لیکن یہ سب تحریر میں اور احکام ہے فائدہ تھے اور شفعہ تو جس برابر بڑی چلی آتی تھیں۔ اور چونکہ بادشاہ کی ملائت دائمی مہلک بھی جاتی تھی۔ اس لئے یہ اپنے وہی عذر اور بہانے کہتے جاتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ خط خطوط شاہی گھر میں لگ کر آتے ہیں وہ جعلی اور باطل دارا شکوہ کی ہوا دہ اور ایجاب ہیں۔ اور "حضرت" یا قمر چکے یا قریب المرگ ہیں۔ اور بالفرض اگر ہماری خوش نصیبی سے وہ زندہ ہیں تو ہم ان کی قدم پوس کے مشتاق ہیں۔ اور دارا شکوہ سے جو انہیں ہر طرح سے بے بس اور بے اختیار کر رکھا ہے اس حالت سے بھی ہم آئی کو نکالنا چاہتے ہیں۔

**شاہجہاں کی مجبوریاں** ان دنوں شاہجہاں کافی واقعہ بہت برا حال تھا اور علاوہ شدائد اور عکالیف مرض کے وہ خفیہ دارا شکوہ کے بیچ سرکشی میں پھنسا ہوا تھا۔ اور اوپر تو دارا شکوہ کے دل میں قہر و غضب کی آگ بھڑک رہی تھی اور لڑائی کے سوا کچھ خیال ہی نہ تھا اور مستعدی کے سامعہ تیاری کر رہا تھا اور دوسرے بیٹے باپ کے تاکید اور متواتر احکام پر مطلقاً نمانا اور التفات نہ کر کے برابر آگرہ کی طرف بڑے چلے آ رہے تھے اور ایک طرف بیچلے سے بادشاہ کو یہ فکر تھی کہ اگر میرے بیٹے جیتے اور خزانے ان کو جان شاہزادوں کے ہاتھ آجائیں گے تو خدا جائے کس کس طرح اڑا کر ہر بادا و تلف کریں گے۔

**شہار کی پیش قدمی** فرض کہ جب اس بڑے بادشاہ کو کوئی چارہ باقی نہ رہا تو اس نے مجبور ہو کر اپنے وفادار جنگ آزمودہ اور کار آگاہ سواروں

کو اپنے پاس طلب کیا۔ اگرچہ یہ امر داراشکوہ سے اکثر ناموافق تھے اور بادشاہ کو بھی اُس کی بہ نسبت اپنے تینوں حلا آور بیٹوں سے زیادہ محبت تھی۔ لیکن مصلحت وقت کا کچھ اور تقاضہ تھا۔ اس لئے انہیں امیروں کو جو اکثر اُس سے ناراض تھے اپنے باطنی بیڑوں کے مقابلہ پر سر لشکر بنا کر بھیجا ضروری تھا۔ چنانچہ اس بات کا لحاظ کر کے کہ جو سر سے شجاعت بڑھا چلا آتا تھا اور سرکار زیادہ اندیشہ تھا۔ ایک فوج تو نوا اُس کے مقابلہ کے واسطے روانہ کی گئی اور ایک دوسری فوج اس غرض سے تیار اور جمع کی گئی کہ بشرط ضرورت اور لگ زب اور مراؤ بخش کی مختلف فوج سے جنگ کرے۔ چنانچہ داراشکوہ کا بڑا بیٹا سلیمان شاہ اس فوج کا سپہ سالار مقرر ہوا جو شجاعت کے مقابلہ کے واسطے بھیجی گئی تھی۔ اس کی عمر قریب پچیس برس تھی اور بڑا خوبصورت اور وجہ اور سخنی شاہزادہ تھا۔ سب لوگ اسے پسند کرتے تھے اور تالیبت و لیاقت میں بھی بہت خاص تھا۔ شاہجہاں کو بھی اپنے اس پوتے سے بہت محبت تھی اور اُس نے کئی بار اس کو بہت سالانہ دولت دیا تھا بلکہ یہ ارادہ تھا کہ دلداراشکوہ پر اس کو ترجیح دے اور اپنا ولی عہد مقرر کرے۔

**شجاع کی شکست** بدوگشاہجہاں کا اصل مطلب یہ تھا کہ اس غیر فیاض اور نافرمانی کے نواسہ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے۔ چنانچہ اس نے اپنے اس بھائی کو جس کا نام تلچے سنگ ہے اور جو اس وقت کے راجاؤں میں سب سے زیادہ دولت مند اور غالباً ہندوستان بھر میں سب سے زیادہ قابل شخص ہے بطور مشیر خاص اپنے پوتے کے ہمراہ روانہ کیا۔ اور اُس کو پوشیدہ طور پر یہ ہدایت کی کہ حتی الامکان جنگ نہ ہونے دینا اور شجاع کو بھماتے میں کوئی دقیقہ اشخاص نہ رکھنا کہ وہ اپنے متعلقہ صوبہ کو لوٹ جائے بلکہ یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اس سے کہہ دینا کہ ارشاد شاہی کے مطابق واپس چلے جانا تم پر صرف فرض و واجب ہی نہیں بلکہ حق حکومت و سلطنت کی دوسری بھی یہ امر نہایت ضروری ہے کہ تم سرحدت اپنے زور و طاقت کا اظہار نہ کرو اور جب تک کہ ایک ٹھیک اور مناسب لمحہ نہ آجے سنگ گھبرا کر نہیں چلے۔ یہ امر وہ جس کو حفظ راجہ کے علاوہ شاہی خاندان کے تمام افراد کی طرف مرنے کا سوز و غم تھا بھی لایا تھا واضح ہو کہ چلنے کی ریاست چاند سرائے میں بھی پھرا با قریب ہی کے راجہ خان خانان تھا۔ قاضی اور خاص آدمی اس ریاست کی سوائے جاگیروں اور معانیات کے بیجا نہیں لاکھ سے کچھ زیادہ ہے اور کچھ بڑے مالداروں کی ملک تہ ہے جس میں تقریباً میں لاکھ آدمی رہتے ہیں۔ س م م

شاہجہاں کے امام ہمسری اور جہد رنگت بیب

موتھ اس کام کا ڈا جائے یعنی تاؤ تیکہ ہماری بھاری منہرہ ہلاکت نہ ہو جائے اور رنگت  
اور مراد بخش کی شفتہ فرہوں کا کچھ اختتام معلوم ہو چکے ایسی جلد بازی تمہارے لئے  
مصلحت نہیں ہے ۔

لیکن بے سنگہ کی کوششیں انسداد جنگ کے باب میں سب بے سود ہیں کیونکہ  
اوہر تو سلیمان شکوہ بلند ہو سکی اور لڑجوائی کے نشہ میں جنگ جونی کی آئنگ اور  
ناموسری کے شرق سے بیتاب ہو رہا تھا۔ اور شجاع کو یہ خیال تھا کہ اگر کوچ میں دیر  
کروں گا تو اغلب ہے کہ اورنگ زیب دارا شکوہ کو مغلوب کر کے دلاسلطنت آگرہ اور  
دہلی پر قابض ہو جائے ہیں جو ہی دولوں فرہیں ایک دوسرے کو دکھائی دینے لگیں خوش  
دولوں طرف سے دناؤں گرہ اندازئی شروع ہو گئی ۔

لیکن میں اس مقام پر ضرورت نہیں سمجھتا کہ اس لڑائی کے حالات پر تفصیل بیان  
کروں کیونکہ اس دوسری لڑائی کے واقعات جو اس سے زیادہ اہم ہیں بیان کرنے  
ہیں اور ناظرین کے لئے یہاں پر صرف اتنا کھدینا کافی ہے کہ دولوں طرف سے بڑی  
سختی اور سرگرمی سے ملنے ہوئے اور ایک بڑی کوشش کے بعد سلطان شجاع کو ایسا  
مغلوب ہونا پڑا کہ آخر کار سربسہ ہو کر بھاگ نکلا۔ اسے یقین ہے کہ اگر بے سنگہ اور اس کا  
دلی دوست دیر خان پٹھان ہو بڑا بہادر سپاہی تھا قصداً پیچھے رہتے تو فرج  
مخالف بالکل تہاہ ہو جاتی بلکہ خود شجاع بھی گرفتار ہو جاتا۔ لیکن رام نے اذراہ دانائی  
مناسب نہ جانا کہ شاہی خاندان کے شانہ و سہ اور اپنے آتما کے بیٹے پر ہاتھ ڈالے اور  
یہ بھی ہے کہ اس نے شجاع کو بھاگ جانے کی مہلت دینے میں بادشاہ کی ہدایتوں پر

ملے نامی زبان کی تارکین میں بے سنگہ کے ساتھ دوسرے امیر کا نام بہادر خان لکھا ہے اور دیر خان کو  
مرحے غلط ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دیر خان کی جگہ غلطی سے دیر خان چھپ گیا ہے۔ کیونکہ اگر تیری میں  
حرف ام اور بے کی شکل خوب خوب ہے۔ مرزا محمد کاظم مصنف مالگیر نامہ لکھتا ہے کہ باقی ایک مخالف  
بہادر خان جو دارا شکوہ کے عہد و ذکر میں سے تھا اس کو اس ہم میں دارا شکوہ نے سلیمان شکوہ کے  
ساتھ بطور تاجین کے بھجوا دیا۔ اور اپنی کل فرج کی سواہی بھی اسی کے حوالہ کی تھی۔ اور اسی کتاب سے  
معلوم ہوتا ہے کہ دیر خان بھی ایک امیر خطہ آئن نامہ و گرو کے تھا اس ہم میں سلیمان شکوہ کے ساتھ  
بیچے گئے تھے۔ س م ج

عمل کیا۔ اس شکست میں اگرچہ شجاع کا کچھ زیادہ نقصان نہ ہوا تھا۔ لیکن چونکہ میدانِ سلیمان شکوہ کے ہاتھ رہا اور چند توپیں بھی اُس کے قبضہ میں آگئی تھیں اس لئے دوبارہ شاہی میں یہ خبر عام ہو گئی کہ سلیمان شکوہ نے کامل فتح پائی اور اس سے سلیمان شکوہ کی نیک نائی اور شجاع کی بڑی جہانمی ہوئی اور اُنہی اعلانِ امراتے و بار کی سرگرمی اور دلِ سوزی سے بھی جو شجاع کی طرف ماری کرتے تھے اوس پڑ گئی۔

**سلیمان شکوہ کی واپسی** | سلیمان شکوہ ابھی شجاع کے تائب میں لگا ہوا تھا کہ غیر ملکی کہ اورنگ زیب اور مراد بخش بڑی متعدی اور استقلال سے آگرہ کی طرف بڑے آتے ہیں۔ اب چونکہ اس کو اپنے باپ کی قتل و دانش کا اندازہ بخوبی معلوم تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ اُس کے گرد و پیش پوشیدہ دشمن جمع ہیں اس لئے کمالِ دور اندیشی سے آگرہ کو واپس آنے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ ملین غالب بھی تھا کہ در السلطنت کے اُس پاس ہی کہیں نہ کہیں دارا شکوہ اُن سے لڑے گا۔ سب لوگ شفقِ راستے ہیں کہ سلیمان شکوہ کی یہ تجویز بہت ہی دانائی اور ہوشیاری کی تھی اور اگر یہ لزجوان مشہور وادہ اپنی فوج سمیت ہر وقت پہنچ جاتا تو اورنگ زیب ان کی ایسی بڑی فوج سے ٹکر لینے میں کبھی کامیاب نہ ہوتا بلکہ شاید مقابلہ ہی نہ کرتا۔

**شاہی فوج کی روانگی** | بادشاہ و اس کا سیاحی کے جو سلیمان شکوہ کی سپاہ کو بمقامِ ارا آباد یہاں جتنا اورنگ زیب ہانتی ہیں (حاصل ہو چکی تھی

لے مانگیر تھیں اس واقعہ کو جن کھانا ہے اور اُس وقت کی اور کھاناں سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کہ سلیمان شکوہ اور راجہ جے سنگھ کھانا جو شجاع کے مقابلہ کو چھٹی صبحِ اولیٰ سترہ بجری کر آگرہ سے روانہ ہوئے تھے انہوں نے کہہ چاہے کہ سپاہِ ہند میں پہنچ کر جو چاروں سے ڈھائی کوں آگے نکلے گا وہاں پر ایک گاؤں ہے شجاع کے لشکر سے ڈیڑھ کوں کے فاصلہ پر ٹھہر کر کھانا ہوگا اور کے لڑائے یعنی کشمیر کے ٹیڑھ کو ساتھ لے ہوئے دریا کے کنارے ٹھہرا ہوا تھا اور فوج کو ذرا آرام دے پھنسے بعد دھوکا دینے کی فرض سے یہ مشہور کر کے کہ لشکر کی جانتے تمام ہوتا چاہتے ہیں انہیں جمادی الاول کو علی الصبح شجاع کے لشکر پر ناگہانی حملہ کر دیا اور چونکہ اس نے غلطی کے سبب سے اپنی فوج کی صف بندی بھی دکھائی تھی نہ صرف سے مقابلہ کے ہولناکی بار گیا۔ اور لڑائے میں ہتھکڑی کے بھاگ اور تمام مال و اسباب کھٹ گیا۔ اور اس کے بعد سلیمان شکوہ نے اول پناہ پر پھر مگر سے نکال



شاہجہاں کے ایام اسیری اور ہواؤ گئے جب

یہاں آگرہ کی طرف مسالطت کی کچھ اور ہی صورت تھی۔ یعنی جب دارالسلطنت میں یہ خبر پہنچی کہ اورنگ زیب برہان پور کے پاس دریا کے پار اتر آیا ہے۔ اور اُن دشوار گزار پہاڑوں کی گھاٹیوں کو بھی ہزمہ ملے کر چکا ہے جن پر ہر طرح سے مزاحمت اور بھاؤ کا بہت بڑا بھروسہ تھا تو دربار میں بڑی گھبراہٹ اور حیرانی پیدا ہوئی اور فوج کی تیاریاں شروع ہوئیں مگر بڑی جلد بازی کے ساتھ سب سے پہلے فوراً ایک دستہ اس مقصد سے آجین بھیجا گیا کہ جلد ہی سے پہنچ کر دریا کے گھاٹ کو روک لیں اور مخالفوں کو پار اُترنے سے روکیں اور اس پیش رو دستہ کی سرداری کے واسطے دوا میر جو نہایت بااقتدار اور لائق و فائق تھے انتخاب کئے گئے۔ ان میں سے ایک کا نام قاسم خاں تھا جو بڑا ہی مشہور و معروف سپاہی اور شاہجہاں کا دلی غیر خواہ تھا۔ لیکن یہ چونکہ داراشکوہ سے متفق اور بیزار تھا اس لئے اُس نے یہ سرداری بخوشی اختیار نہیں کی تھی بلکہ شاہجہاں کے حکم کی تعمیل تھی۔ دوسرا سردار ماجہ موت سنگھ تھا جو درہ اور اقتصاد میں بے سنگھ سے کم نہ تھا۔ یہ ماجہ اُس زبردست رشتے والا کا والد تھا جو اکبر کے زمانہ میں سب راجاؤں کا مہاراجہ گنا جاتا تھا۔ داراشکوہ نے ان دونوں سرداروں سے نہایت تعلق اور شہسوار زبانی سے گفتگو کی اور جب وہ لشکر میں جانے لگے تو بڑے بڑے بھاری غلٹ اُن کو دینے لگا مگر شاہجہاں نے جو پرائیوٹ شجاع کے بارہ میں ماجہ بے سنگھ اور دلیر خاں کو کی تھیں دیے ہی احتیاط سے کام کرنے کی ہمت ان کو بھی نہیں۔

اورنگ زیب کے مقابلہ میں شاہجہاں کی فوج کی کارروائیاں | لیکن جب کہ اس طرف اس قسم کے تاثرات و تذبذب بہت تھے لہٰذا :  
 کی طرف مستعدی کے ساتھ لڑائی کی پوری تیاری تھی چنانچہ بادشاہ کی نصیحت اور ہدایت کے مطابق جو قاصد مشرانہ پیام دے کر اُس کے پاس بھیجے جاتے رہے کہ آپ کو بقیہ حاشیہ مندرگشتہ اور وہ مجھ پر کر لیتے اصلی سر پہنچا کر کہ چلا گیا۔ اور جو کہ بے پڑتک داراشکوہ کا قہر کیا۔ کھتا ہے کہ ان زمانوں میں شاہجہاں کے نوکروں میں سے جو لوگ قید ہوئے تھے وہ حکومت اُن کو اگر ہی نہ کرنا دلی شہر و قریہ سے بے عزت کیا اور اُن کے ہاتھ قلم کر دیے جس کے باعث سے کئی ہی چار چار بی بی ہلاکت بھی ہوا وہ نہیں رہا لے اس دیا سے شہر اندری مراد ہے جس کا اصل شکوت زبان کا نام گھٹیا پیر ہے۔ س م ع  
 جسے اور سے پار کا مانا مراد ہے۔ س م ع

دکن کو لوٹ جانا چاہیے اُن ہی سے کوئی بھی واپس آئے نہ پایا۔ بلکہ واپسی کے بجائے اُس کی فوج کا ایک ایک بلند ٹیلہ پر چھوڑ دیا۔ تھوڑے فاصلہ پر تھا۔ آنکھوں پر ہوتی۔ چونکہ گرمی کا موسم تھا اور سخت دھوپ پڑتی تھی اور اس وجہ سے دریا پاؤں بہا رہا تھا۔ تھوڑے فاصلے پر تھا۔ اُن کی اورنگ نرپ کی پوری فوج اُن ہی چھپے تھی۔ اور اس تھوڑی سی سپاہ کو آگے بھیج دینا بالکل ایک دھوکا تھا کیونکہ اورنگ نرپ کو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں بادشاہی فوج وہاں کے پار نہ آئے جس سے ہمارا پانی بند ہو جائے اور وہ ہماری فوج کی باندی فوج پر حملہ کرے اور اس طرح پر جنگ کا مفید موقع ہمارے ہاتھ سے جاتا رہے۔ اور اُس کا یہ اندیشہ حقیقت میں درست تھا۔ کیونکہ اُس وقت اُس کی فوج مقابلہ کے لڑنے لگی تھی اور اگر تمام خاں اور راجہ حملہ کر دیتے تو آب سانی غالب ہو سکتے تھے۔ میں اس موقع پر غارت خود سرحد نہ تھا۔ لیکن جن لوگوں نے اس لڑائی کو دیکھا ہے نصرتاً وہ فرانسس اسمتھ اورنگ نرپ کے قہر کا وہاں میں لازم تھے اُن سب کی یہی رائے ہے۔ مگر یہ سردار ایسا کس طرح کرتے کیونکہ بادشاہ کے شخصی احکام کے باعث صرف احتیاج کر سکتے تھے کہ وہاں کے مہاراجہ اور جہاں میں اور اگر اورنگ نرپ وہاں سے بڑا کرنا چاہے تو وہ کہیں۔

اورنگ نرپ کی پہلی فتح | القصد جب اورنگ نرپ کی فوج نے دو تین روزوں میں لیا تو وہاں سے بڑا کرنا شروع کیا۔ چنانچہ پہلے گواش سے اپنا قہر کا ایک بلند ٹیلہ پر قائم کیا۔ اور پھر فوج کو حکم دیا کہ توپوں کی پناہ میں آگے بڑھے۔ مگر ان کی پیش قدمی روکنے کے لئے اس طرف سے بھی توپیں چلتی شروع ہوئیں اور اگرچہ ابتدا میں سخت جوش و خروش اور سرگرمی سے مزاحمت کی گئی۔ مگر جلد ہی نہایت ہی شہامت اور دانائی کے ساتھ حملہ آوروں کو ہر ہر قدم پر روکنا رہا۔ مگر تھوڑے فاصلے پر وہ دیکھ کر اُس کی سپاہ گری اور بہادری میں کسی کو کلام نہیں اس موقع پر نہ تو کچھ بہادری ہی دکھائی اور نہ کچھ سپاہیانہ دانائی ہی ظاہر کی بلکہ اُس پر غارت بازی اور سازش کا مشہور ملے منفیہ صراحتاً نام نہیں لگا کر مترجم انگریزی نے ماضی میں دیکھا کہ یہ ہے ہر طرح غلط ہے کہ غلطیوں کے پاس تو وہی شہر اندی ہے۔ میں انکسار میں ایک حاشیہ کر چکے ہیں۔ میں سمجھتا تھا غلطیوں کے بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ میں۔ میں۔ میں۔

شاہجہاں کے اہم امیری اور عمدہ رنگینہ

ہے۔ کیونکہ اس نے لڑائی سے پہلے ہی رات کے وقت اپنا بہت سا بارہ و گولہ ریت میں چھپا دیا تھا جس کے سبب سے صرف چند باڑیں چلائے کے بعد فوج کے پاس یہاں نہ رہا۔ خیر اس کی اصل خواہش یہی ہو کہ لڑائی بہر حال بہت سخت ہوتی اور گھاٹ کے وہ کٹنے میں سپاہ نے بڑی شجاعت دکھائی۔ اور مرادنگ زیب کی فوج کا یہ حال تھا کہ بڑے بڑے پتھروں کی وجہ سے جو دریا کے پاٹ میں تھے اس کو سخت تکلیف پہنچی اور کناروں کی جہ ڈھب بلند کی باعث سے اوپر چڑھنا سخت مشکل تھا۔ گولہ ریش کی تیزی اور شجاعت ان سب دشواریوں پر غالب آئی۔ اور وہ اپنی خاص فوج کے ساتھ دیا کو ہر کر آیا اور آخر کار باقی سپاہ بھی پیچھے سے بہت جلد آ پہنچی اس وقت تاہم خاں بڑی بدنامی کے ساتھ میدان سے ہٹا گیا۔ اور جیوت سنگھ کو مرجع جان ہو گئیں جس چھوڑ گیا۔ اب اگرچہ اس بہادر راجہ پر چاروں طرف سے دشمن کی فوج ٹوٹ پڑی۔ مگر اس کے شجاع اور بہادر راجہ قوت نے اسے اپنی جانی لڑا کر بچا لیا۔ اور ایسا جان توڑ کر لڑے کہ آٹھ ہزار میں سے لڑائی کے خاتمہ پر صرف پانچ سو کے قریب باقی رہ گئے۔

اس واقعہ کے بعد راجہ نے اگرچہ جانا مٹا سب نہ جانا اور ان بچے کھئے و فادار سپاہیوں کے ساتھ سپہ سالاری ریاست کو چلا گیا۔

ملہ ہندوستانی مردوں نے ان واقعات کو بڑی بے جا کیا ہے کہ جب مرادنگش کے بادشاہ میں بیٹھے کی خبر آگئی تو اس نے اپنی فوج کو گہرات کی صوبہ داری سے معقول کئے جانے اور ایک بار میں جو پہلے سے اورنگ زیب کی جاگیر میں تھا و فاداروں کے بھڑانے کی خاطر، جاگیر سے صرف اس پر ہمت کرتے کہ حکم دارانہ نے بادشاہ سے دلوا دیا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی تاہم خاں میر آتش اس کی نگہ گہرات کی صوبہ داری پر نامزد کیا گیا تھا۔ اور چونکہ مراد و صوبہ داری خاستہ خاں دوسری جہان چادوں شاہزادوں کا حقیقی امین تھا، اورنگ زیب کے ساتھ زیادہ مانت رکھتا تھا اس کا بھی انہیں میں کسی کے راستہ پر دینا مناسب نہ جان کر اس کی نگہ اپنے ولی خیر خواہ جہاد میں جیوت سنگھ راٹھور جو جہاد کو اس امر سے بھجوا دیا تھا کہ اورنگ زیب یہاں وقت تک بٹھا رہا عرض تھا اگر وہ بھی دیکھے کہ دارا شکوہ کو اس سے توقع تھی، کہ حرکت کرے تو راجہ تاہم خاں کی مدد سے اس کا سدھار ہو۔ اور اگر بدستور خاموش رہے تو تاہم خاں مرادنگش کو گہرات سے ہمارے طرف نکال دینا اور جیوت سنگھ بڑے عزت اس کی مدد



راجپوتوں کی سپاہگری | لڑائی راجپوت کے معنی ہیں راجہ کا بیٹا۔ یہ لوگ پختہ پشت سے سپاہی بنے ہیں اور ابتدائے عمر سے ہی تعلیم پاتے ہیں

اور ان کے راجہ معاش کے لئے اس شرط پر ان کو جاگیریں دیا کرتے ہیں کہ جنگی ضرورت کے وقت اپنے آقا کی خدمت کے لئے حاضر ہو جائیں لالہ و فیروہ سمدانی انہوں نے سرنگستان کی طرح ان راجپوت نثاروں کو بھی اس ملک کے خاندانی سردار کہا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ ان کی جاگیریں ناقابل ضبطی اور سمدانی ہوں۔ یہ لوگ ابتدائے عمر سے انہوں کو کھانے کے مادی ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان کو انہوں کے بڑے بڑے اٹنے کھاتے دیکھ کر مجھے حیرت ہوتی۔ اور لڑائی کے دن تو یہ معمول سے دو گنی انہوں کو کھانے کے مادی سے ہوجاتے ہیں کہ بے فکر و اندیشہ اپنے آپ کو ہر ایک جان ہر کسوں میں ڈال دیتے ہیں۔ اگر کوئی راجہ خود بھی بہادر ہو تو اس کے دل میں کبھی یہ خیال بھی نہیں گذرتا کہ میرے راجپوت کبھی کسی مشکل میں میرا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ لڑائی کے وقت یہ لوگ خایہ اتنی بات کے تو محتاج ہیں کہ کوئی ان کا چہرہ نہ دیکھ لے والا ہو۔ مگر اس میں کچھ ٹھیک نہیں کہ وہ اپنے رئیس کے سامنے جان دے اپنا اپنا فخر بچتے ہیں اور اس کو دشمن کے ہاتھ میں کبھی نہیں چھوڑ دیتے۔ میدان جنگ میں جاتے سے پہلے جب یہ انہوں کے لشکر میں چھوٹے ہوئے سرے کے یقین سے ایک دوسرے سے بغل گیر ہو کر رخصت ہوا کرتے ہیں تو یہ تماشا عجیب و غریب اور قابلِ دید ہوتا ہے۔ اور اس صورت میں محلِ تعجب نہیں ہے کہ یہ شعل بادشاہ اگرچہ مسلمان اور نبی پرستوں کے مخالف مذہب ہیں۔ لیکن بہت سے راجاؤں کو ہمیشہ اپنی ملازمت میں اور اکثر اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ ویسے ہی سلوک کرتے ہیں جیسے مشہور منتر گزشتہ جگہ لکھا ہے کہ کچھ ضیف زخمِ خام ہاں کے بھی آیا۔ گویا سرورِ غور سے بادِ ہوا راجپوتوں کی بہادری کی تعریف و توصیف کتب کے اس شکر گز یاد تیرا جھکی سر سے تہ جہری اور امانیت فی جنگ سے مراد کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس نے اپنے لشکر کو اسی لہجہ میں ملکہ میں قائم کیا تھا اور ہندی سے کچھ پانی لٹ کر لشکر کے اندر گھس کر دی گئی جس سے اس کی سارون لڑائی کے وقت اچھی طرح کام سے لگی۔ غالباً اس نے اس لڑائی کا پورا خیال اپنے دلی کے کنا سے بیان کیا ہے اور جغرافیہ کے نقشوں میں بھی اس نے یہ تمام شہر لکھا ہے۔ مگر مانگہ کے خاص صورت مزاح کاظم نے مانگہ ہند میں اس کا نام الہمد فرمایا ہے۔

میں جیسے کہ اپنے سلطان امیروں اور سرداروں کے ساتھ۔ اور سلطان امیروں کی مانند ان کو بھی فوج کی فکو متوں اور سرداروں پر مقرر اور امور کرتے ہیں۔

جنون سنگ کی رانی کا غیر ملکہ طرز عمل | اس موقع پر جنون سنگ کی رانی جس سلوک سے پہلے شوہر کے ساتھ پیش آتی وہ بھی سننے کے لائق ہے یعنی رانی نے جب سنا کہ راجہ باجی موسیٰ ہوں کے ساتھ معرکہ سے جان بھا کر نکل آیا ہے تو اس نے بجائے اس کے کہ اس آفت سے بچنے کی مہارک بادرتی اور تسلی کرتی توڑا حکم دیا۔

”قلہ کے دوازے چند کرو ایسے بے غیرت نمرود کو میں قلعہ میں ہرگز نہ آنے دوں گی! ایسا شخص اور میل شوہر امیر ہے باب کا داماد اور ایسا بے غیرت! میں ہرگز اس کا منہ دیکھنا نہیں چاہتی جو شخص ایسے امیر رانا کا رشتہ دار ہو چلیے کہ اس کی شہامت اور نیک ناسی کی تقلید اور پیروی کرے۔ اور اگر نفع نہ پا سکے تو بہا درمی سے جان دیوے۔“

اور اس سے تھوڑی دیر بعد اس کے دل میں کچھ اور خیالات گنبدے اور کہا کہ میرے لئے ابھی چٹا تیار کرو مجھے دھوکا دیا۔ میرا شوہر حقیقت میں مار گیا۔ اور یہی سچ ہے پس اب میں زندہ رہنا نہیں چاہتی۔ اور تھوڑے عرصہ بعد پھر غصہ ہی آکر پرستور میں طعن کرنے لگی اور اسی حالت میں اس کو آٹھ دن گلد گئے اور شوہر کا منہ نہ دیکھا۔ لیکن آخر جب اس کی ماں اس کے پاس آئی تب کچھ تسلی بخشی کر کے بھابھا کہ گھبراؤ نہیں۔ راجہ نوراد میں سے کہ اور ازیر فوج جمع کر کے اورنگ نیرب پر پھر حملہ کرے گا۔ اور اپنی شہامت اور بہا درمی کے نام کو پرستور قاتل رکھے گا۔

اس ملکیت سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اس ملک کی عورتوں کے دل میں خفا و تنگ دماغی اور غرت کا کس قدر خیال ہے۔ چنانچہ میں اس قسم کی مثالیں اور بھی بیان کر سکتا ہوں کیونکہ میں نے بہت سی بیویوں کو اپنے غامدوں کی لاش کے ساتھ جلتے ہوئے پھٹم خود دیکھا ہے۔ لیکن ان واقعات کو میں کسی اور مقام پر کہوں گا جہاں بیان کروں گا کہ انسان کے دل پر اپنی امیدوں اور کثرت راستے اور کسی عام عقیدے اور عزت و حرمت کے خیالات کا کیسا زبردست اور قوی اثر ہوتا ہے۔

شاہجہاں کے ایام سہمی اور ہمدرد گئے

حیرت و انا شکوہ ابھرنی لگی اس نامبارک اور نمناک و اداس سے مطلع ہوا تو غیظ و غضب کے واسطے اس کی یہ حالت تھی کہ اگر نصیحت اور نرم خانہ سے شاہجہاں ذرا ٹھنڈا نہ کرتا تو خدا جانتا اس رشتہ اور ہند بازی میں کیا کر بیٹھتا اور کچھ شک نہ ہو کہ اگر قاسم خاں اس کے قلاب میں آجاتا تو اس کا سر ضرور کٹا دیا جاتا اور یہ نکتہ میر جملہ کی نسبت بھی اُس کو یہ گمان تھا کہ اورنگ زیب کو اپنی فوج اور روپیے دے کر دیکھ اس سارے فتنہ و فساد کا اصل اصول اور باقی سبائی ہر جہت اس لئے قریب تھا کہ اُس کے بیٹے محمد ابن خاں کو بھی مرواٹلے اور اُس کی بیوی اور بیٹی کو باندھ کر عورتوں کے چنگ میں بھیج دے مگر بادشاہ کی نہایتش بلجی کے با صفا آفرکار اُس کا بوجھ غضب فرو ہوا اور میر جملہ کے اہل و عیال کی حریت اور جان بچی گئی۔ یعنی بادشاہ نے اُس کو بھلا کر یہ امر گزرتا نہیں ہے کہ میر جملہ اور گنبدیہ سے سازش رکھتا ہو اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایسا دھاندلیش اور دانا آدمی ایسے شخص کے فائدہ کے واسطے جس سے وہ کچھ الفت و محبت نہیں رکھتا اپنے اہل و عیال کو ایسے شدید خطرہ میں ڈال دے بلکہ یہ خلاف اس کے ہے امر ظاہر ہے کہ وہ خود اورنگ زیب کے دام فریب میں پھنسا ہوا ہے۔

دوسرے محلہ آدوں کا یہ حال تھا کہ غرضی کے بارے پھوٹے نہ ساتے تھے اور یہ گھڑی ملے فارسی ٹیکڑوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ باوجود کہ داراشکوہ میر جملہ کا سخت مخالف تھا مگر شاہجہاں کو اُس کے حال پر تڑپ تھی چنانچہ پیچھے کھٹا ہا چکا ہے کہ شاہجہاں کے شروع مرض کے دنوں میں جب داراشکوہ نے مہابت خاں اور دادو شتر مال و نہو امر کو بچا لپکی ہم سے آگے میں دلہن لایا تو میر جملہ کو بھی اورنگ زیب کے ساتھ سازش رکھنے کے شبہ میں عہد و زنت سے معزول کر کر دکن سے طلب کیا تھا۔ اور اس کے بیٹے محمد ابن خاں کو بھی معاف کر دیا۔ کہ یہی غلطی کہ لپکام دکرے اور اہل داکے راہیں دامہ گشتا تو تم مقام دہلی مقرب ہو کہ مہارانی جہنر خاں مستقل وزیر مقرر ہو گیا تھا۔ مگر شاہجہاں سے میر بھی مہارانی خاں کو انفسہ خاں کی جگہ میں سے میر جملہ کی خباثت بڑے عہد سے انھیں دکن اظیفہ دے دیا تھا مگر وہ جہاں اور جب صورت سسکتی کہ غفلت کی خبر داراشکوہ کو پہنچی تو اُس سے محمد ابن خاں کو اپنے مکان پر لپک کر قید کر لیا۔ اور اگرچہ وہ چار روز کے بعد شاہجہاں کے بھانے سے قید سے چھوٹ دیا۔ مگر میر جملہ کے عہد پر نہ رہنے لگا۔ چنانچہ داراشکوہ اور اورنگ زیب کی لڑائی کے وقت خود شاہی فوج کا میر جملہ میر ملک ظلیل اللہ خاں تھا۔

ہو گیا تھا کہ ہم کسی سے مفلوب نہیں ہو سکتے۔ اور کوئی ایسا مشکل کام نہیں جس کو ہم اہتمام دے سکیں اور فوج کی ہمت و جرأت بڑھانے کو اور ہنگ زریب ملائیے کہتا تھا کہ داراشکوہ کی فوج میں تیس ہزار مثل ہمارے بے اپنی ہائیں لڑا دینے کو تیار ہیں۔ اور اُس کی یہ لاف زنی چنناں ہے اصل بھی ذہنی کیونکہ بخاری کتاب جلد معلوم کر لیں گے کہ داراشکوہ سے فی الواقع بعض اشراف دنیا بازی کی اب سرور مجلس اگرچہ تیز مزاجی سے قیام کا متحمل نہ تھا اور اُس کا شوق یہی چاہتا تھا کہ آگے بڑھے۔ لیکن اورنگ زریب نے روکا اور کہا کہ اس غرض نہاد دیار خرابا، کے کنارے شیر کو درام لینا اور آرام کرنا ضروری ہے کیونکہ اس صورت میں ہم کو اپنے دوستوں اور خیر خواہوں سے خط و کتابت کر کے دارالسلطنت کے حالات جاننے اور معلوم کرنے کا موقع ملے گا۔ فرض کو اب ان کا کوئی آہستہ آہستہ ہوتا تھا۔ اور آگے سے ہر خبریں آتی تھیں ان پر فوراً کے آگے کو بڑھتے تھے۔

شاہجہاں کی بھوری اور داراشکوہ کی خود رانی | اس وقت شاہجہاں ایک محبوب تاسیدہ اور ہم میں جلتا تھا۔ کیونکہ ایک طرف تو یہ دیکھتا تھا

کواب یہ دونوں کسی طرح دارالسلطنت میں داخل ہوتے بغیر نہ رہیں گے۔ دوسری جانب داراشکوہ کو لڑائی کی بڑی بڑی تیاریاں کرتے دیکھ کر اسے سخت اضطراب ہوتا تھا کیونکہ خوب پانتا تھا کہ جن آغزوں کو وہ طرح طرح کی تدبیروں سے مٹانا چاہتا تھا اب اسس خاندان سے ملے والی ہیں۔ مگر داراشکوہ کی خرابیوں کو روک بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ اقل تر بیماری کی سختیوں ہی سے چھٹکا رہے تھے ہوا تھا اس کے علاوہ داراشکوہ کی مدد دہلوں سے بھور ہو کر فوج اور ملک کے کام سے ہاتھ اٹھا بیٹھا تھا اور اُسرا اور دنا کو کہہ چکا تھا کہ اُس کی اطاعت اور غرض برداری کریں۔ فرض کہ ان دونوں اُس کی یہ حالت تھی کہ گریا داراشکوہ تو بادشاہ اور حاکم تھا اور وہ تو کراہے محکوم :-

داراشکوہ کی فوج | اس لئے یہ کچھ تعجب کی بات نہیں کہ داراشکوہ نے آسانی اس قدر فوج جسے کرلی ہو چند ہستانت میں کسی لڑائی کے موقع پر شامدی بھی ہرگز ہرجا نہ ایک آکر تھکوا اور تھیں ہزار پھیل اور اٹھی تو ہیں اور بے اختیار تو کر چاک اور بٹنے بھال اور مزید

۱۷۰۱ء کی جنگ میں شاہجہاں کے قتل معلوم ہوئے تھے جیسا کہ ہم پہلے ہی لکھ آئے ہیں۔ م م م  
مائل خان کشابہ کہتے ہیں کہ شاہجہاں نے داراشکوہ کی ہمدردی سے سزاوار عالم دارالطرائف سرکار فریش فراہم آدھ ۱۷۰۱ء م م م



شاہجہاں کے لایم امیر کی آمد ہو اور لگے یہ

اور حال ہو رسد دماغی اور اور کاموں اور خدمتوں کے لئے مسلح ہو یا جنگ ۔ بہر حال دربار  
ہر کے یہاں جیسے ہو گئے ۔ پس اکثر مورخ ہر یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ نثار جگر مین چار لاکھ  
آدمی کا لشکر تھا جسے شک ہے کہ وہ غلطی سے ۔ پیر کے لوگوں کو بھی لڑنے والے سپاہیوں  
کے شمار میں داخل کر لیتے ہیں ۔

اگرچہ یہ بات مسلم ہے کہ دارا شکوہ کی فوج اس قدر زیادہ تھی کہ لہذا ہر اورنگ زیب  
کی سب دینوں نوہوں پر غالب آ سکتی تھی دیکھو کہ اول تو اس کی سب قسم کی فوج چالیس  
ہزار سے کسی طرح زیادہ نہ تھی ۔ اور پھر تیز و دوپ اور گری میں کڑے کڑے کو کھٹکے  
چلے آئے سے اکثر شکلی نامدی تھی ، مگر اس پر بھی کسی کو اس کی کامیابی کا یقین نہ تھا  
اس لئے کہ جن سپاہیوں اور سرداروں کی نسبت یہ پھر دسہ ہو سکتا تھا کہ شک حلال  
اور و ناچار ہیں گے وہ صرف وہ لوگ تھے جو سلطان شکوہ کے ساتھ گئے ہوتے تھے ۔  
اور دربار کے چٹے بڑے بڑے امیر تھے اُن کی طرف سے اپنے آثار بھاہر تھے کہ اُن کو  
د تو کچھ اُس سے محبت ہی ہے اور نہ کچھ اُس کا نامہ ہی چاہتے ہیں ۔

دارا شکوہ کا جنگ کرتے پر اصرار | اس لئے اُس کے خالص غیر خواہوں نے نہایت سخت  
اڑائی کی سلسلہ جنائی دکرین اور خود شاہجہاں کی بھی نہایت مضبوطی کے ساتھ ہی ملنے  
تھی بلکہ باوجود ضعف و نقاہت کے اُس نے یہاں تک کہا کہ میرا ارادہ ہے لاہور و گنڈاپ  
کے مقابلہ کو بذات خود جاتوں اور فی الواقع یہ تو میری نہایت ہی عمدہ اور مقبول تھی اور ضرور  
امانی مل جاتی اور اورنگ زیب جو نہایت ہی مفرد ہوتا تھا اس طریق سے اُس کی کامیابی  
ہے شک نہ گ جاتی اور اول تو اورنگ زیب اور مراد بخش باپ کے ساتھ قابلاً مقابلہ سے  
ہیں ہی نہ آتے ۔ اور اگر ایسی حرکت کر بھی بیٹھے تو یقیناً تباہ اور برباد ہو جاتے ۔ کیوں کہ  
اورنگ زیب اور مراد بخش کے سب سردار اور اہل فوج بادشاہ کے دل سے گردیدہ تھے  
اور جب اُس نے کسی طرح سے بھی اُن کی اس صلاح کو نہ مانا تو بھڑا انہوں نے  
یہ بھایا کہ سلطان شکوہ جو آپ کی امداد کے لئے بہت جلد چلا آ رہا ہے اُس کے آجائے  
تک توقف کیجئے ۔ اور فی الواقع یہ بھی ایک اچھی اور مفید صلاح تھی کہ نہ اس فوجان  
شاہزادہ سے اکثر لوگ راضی تھے اور محبت رکھتے تھے اور وہ اپنے ساتھ ایک ایسی فوج

نے آغا تھا جس میں اکثر دارا شکوہ کے ذاتی ملازم تھے اور سلطان شہجاع پر ابھی مسلح پابلی تھی۔ لیکن اس کو بھی ڈانا کہہ کر اس نے یہی ایک بات نشان لی تھی کہ اپنے اس ارادہ پر قائم رہ کر جس طرح بن پڑے اورنگ زیب سے سہقت لے جانا چاہئے۔ اگر دارا شکوہ خوش نصیب ہوتا اور مہر قد شہنشاہی سے کام کرتا تو غالباً بازی لے جاتا۔

جس خیالوں سے اس نے ان تختہ زول کو ڈانا اور جلدی سے بھڑ جانا ہی پسند کیا ان میں سے ایک تو یہ تھا کہ اس نے سوچا کہ اس وقت بادشاہ یہاں تک میرے تالہ میں ہے کہ اس کی ذات خاص پر بھی مجھے اختیار کئی حاصل ہے۔ دوسرا یہ کہ بادشاہی فراد سب میرے قبضہ میں ہے۔ تیسرا یہ کہ کل بادشاہی فوج میرے تحت حکومت ہے۔ چوتھا یہ کہ سلطان شہجاع نے ایسی شکست کھائی ہے کہ گویا تباہ ہی ہو چکا ہے اور اورنگ زیب اور مراد بختل جو ایک کمر بند اور خشکی ماندی فوج لے کر آئے ہیں گویا۔ پہلے خود گھبراہٹ کا مصداق بننے کے لئے آئے ہیں اور اس حالت میں اگر ان کو ایک بار شکست مل جائے گی تو پھر کہیں ان کا شہر ٹھکانہ نہ رہے گا اور اس طرح سے روز بروز کا قصہ ایک ہی دفعہ پاک ہو کر بچہ شریک و سہیم سلطنت کا ایک اور بادشاہ بن جائے گا۔ اور یہ بھی خیال کیا کہ اگر خود بادشاہ کو مقابلہ کے لئے جاتے تو اس کا تو مزور صلح ہو جائے گی اور سب

لے مائل خاص گھنٹہ ہے کہ چکر دارا شکوہ کو ناخبرہ کاری کی وجہ سے (ذاتی بھڑائی کے کام کی بالکل دیانتہ دہش اور اس کی اکثر شہسپاں صاحب اور غلاف قتل ہوئی تھیں اس لئے اس حادثہ کے غیر خواہوں نے ہر چند عرض کیا کہ آگ ہو بھڑکی ہے آپ میرے بغیر کبھی مشکل ہے اور حضرت ربادشاہ کو ایک فریق بنانا مناسب نہیں اورنگ زیب اور مراد کو آئے دینا چاہیے اور جب حضرت کے ارشاد سے بادشاہی لشراک سے ملنے ہر جائیں گے قرآن میں خود ہی مقابلہ کی طاقت در ہے کہ اور یہ کہ حضور فرمایا کہ اورنگ زیب کو اس کی مخالفت ناممکن ہوگی۔ مگر جب تک بادشاہی اُمروں کی رفاقت میں ہی کوئی ہو یہ چیز نہیں کی جاسکتی۔ چنانچہ بادشاہ نے بھی اس سانسے کو ہایت پسند کیا۔ مگر دارا شکوہ نے ماہ و ستر سال اور دام سکر کے انرا سے منظور دیکھا۔ لیکن نفاق پر محمول کر کے ملے یہ کہہ آٹھا کہ۔ میں معرکہ میں کوئی پانچ ہزار یعنی خرمی پانچوں سالے مسلمان بھون کو در طلب وارد ہوں، ستر سال فراہم مدد اید، ستر سال تک دشمنوں کا اور اس بات کے غنے سے سب اور کھانا اور کیا اور کھانا پہلے ہو کر دہر دہر طرف لٹائی کے جانب دار ہو گئے۔ میں ہوں ۱۰

بھائی اپنے اپنے صوبوں کو واپس چلے جائیں گے۔ اور بادشاہ ہر پہلے کی بہ نسبت  
تھوڑے سے ہوتا جاتا ہے عنانی حکومت پھر اپنے ہاتھ میں لے لے گا۔ اور اس صوبہ سلطنت  
میں صورت پر پہلے تھے اسی شکل پر پھر ہو جائیں گے اور سلیمان شکوہ کے اختصار کرنے  
کی نسبت اس نے یہ سوچا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے آئے تک بادشاہ میری خسرانی  
کے لئے کوئی منصوبہ بنا دے یا اور نگ زیب ہی سے کوئی ایسا مہر و پیمان کرے جو میرے  
حق میں مضر ہو اور یہ بھی خیال کیا کہ اگر اس کے آئے تک صبر کیا جائے اور بالفرض اس  
کے آئے کے بعد لڑائی میں فتح بھی حاصل ہو جائے تو لوگ اس کو سلیمان شکوہ ہی سے  
منسوب کریں گے جس کی بہادری کی پہلے ہی بہت کچھ دھماکے بٹھے گئی ہے اور اس  
حالت میں کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس دل چلے اور لڑ جانے لڑکے کی طبیعت پر لوگوں کی  
تقریف و تکریم سے کس قسم کا اثر پیدا ہو گا اور جب کہ خاص مانا اور اُمراتے دو بار تمہیں  
و آفرین کریں گے تو کیا معلوم ہے کہ اس کے خیالات کہاں تک بلند ہو وادی کریں اور  
باپ کی محبت اور ادب کا کچھ لحاظ باقی رہے یا نہ رہے۔

اور دانا شکوہ میدان جنگ کی طرف | فرض کہ ان تو جہالت سے دانا شکوہ بہک گیا۔ اور  
اپنے خیر خواہوں اور دوستوں کی نیک اور عاقلانہ  
صلاح بالکل نہ مانی اور فوج کو لڑائی کے لئے تیار ہو کر کوچ کرنے کا حکم دیا اور نصرت  
ہونے کو تادم میں بادشاہ کے پاس آیا۔ اور یہ بوڑھا باپ اول تو بیٹے سے بھل گیا۔ جو کہ  
بے اختیار روئے نکلا مگر پھر ذرا سنبھل کر لوٹا کہ۔ خیر خیا تم نے اپنی مرضی کا کام کیا۔ خدا  
ختم کو اس میں سرخ رو اور کامیاب کرے۔ لیکن یاد رکھو کہ اگر لڑائی گیارہ گئی تو پھر آکر مجھے  
کیا مزہ کھاؤ گے۔ مگر اس نے ان باتوں کی کچھ پروا نہ کی اور جھٹ پٹ رخصت ہو کر  
چنبیل کی طرف ہوا اگر وہ سے قریب بیٹھ فرنگ کے ہے کوئی کہو یا اور اس خیال سے کہ  
مخالف فوج یہیں سے گذرے گی ورنہ اس کے گھاٹ روک کر مرنے پر آمادہ ہو جائے۔

لے دانا شکوہ نے اگرچہ اس دریا کے معروف گھاٹ سب ہی روک لئے تھے مگر دھول پور کے گھاٹ  
کو چلی ہے گویا ہمارے اندکن کا کام ہوتا ہے خصوصیت کے ساتھ رہا تھا۔ یہ مقام اس زمانہ میں  
خاص بادشاہی اہل عاری میں تھا۔ مگر ہمارے اس وقت میں پرو لیا گوت کے باعث قوم کے کئی حصے  
کاردار حکومت پہ ہونے لگا دانا شکوہ کے دانا کہلے تھے۔ اور گویا ہمارے بھی انہیں کی مل واری میں

اورنگزیب کی فوجی چال

اورنگ زیب کی فوجی چال | لیکن وہ تیز نظر اور سیاست ماں فیض میں نے ہر جگہ جاسوس اور مخبر نگار کئے تھے اس بات کو خوب جگہ پر متناقد اس قدر مخالف فوج کی موجودگی میں دریا سے آرتنا کس قدر خواہاں ہے۔ مگر بہر حال اس نے اپنے ڈیسے خیمے اس پار آن لگائے اور عمداً ایسے نزدیک قائم کئے کہ وہاں مشکوہ اُن کو دیکھ سکے اور اس کے ساتھ ہی یہ تدبیر کی کہ چمپٹ نامی ایک صاحب قبیلہ حاشیہ صغر کو شہر۔ حقا۔ گورنر نہیں کے نزدیک نہاد میں وہ ریاست ان کے ہاتھ سے نکل گئی اور اس کے عرض سرکار انگریزی کی اجازت سے وصول چور کی نئی ریاست قائم ہو گئی جس کا رتبہ ایک صوبہ مل مرہلہ اور آبادی تریب و لاکھ اور آملی و ش اور گیارہ لاکھ کے اندر ہے۔ جو ان رئیس حال بہادری مانا نہال سنگھ صاحب بہادر عالی شان فاضل پٹنلہ کے واسطے ہیں اور یہ با اختیار ریاست ہے اور گورنٹ قیصر کی طرف سے رئیس کے لئے پندرہ توپ کی سلاخی مقرر ہے۔

اس لئے مسکھت کہیں کہیں مقرر اس نقطہ کا امامد کرتا ہے ۔ م م م

تھے، یہ عہد اور کام تھا، ہر لحاظ سے ان کی قوم کے نام کی مناسبت سے آگرہ کے قریب جنپل کے وسطی طرف کے اُس قطع ملک کو کہتے ہیں جس میں عہد و یہ گوت کے راجہ جوتوں کی آبادی ہے۔ اس خاندان میں ریا مت کی صحبت کبھی قدر اب تک بھی قائم ہے اور اگر نفٹ عالیہ تصویر کی طرف سے کچھ نو گاؤں ملے ہوں گے اور کئی نذرانہ پر نقد عنایت کرتا ہے جو مل جل کر قریب ایک لاکھ روپیہ سال کی آمدنی پیدا کرتا ہے۔ اور موضع کچھ جس کو عمرنگاٹھا کا گاؤں کہتے ہیں آج کل ان کا ریاست گاہ ہے جو دریائے جمنا کے کنارے پر گنگا، پناہ پناہ ضلع آگرہ میں واقع ہے۔ اور اگر ہر اختیار فرماں رسانی حاصل نہیں ہے مگر جس کو ہمارے ملک کا خطاب ہے اور ذات و اقرب اب بھی بہت خاص ہے۔ چنانچہ ایک جیسے دیار میں جو لائبریریاں ملتی ہیں لازماً ان میں صاحب دیار، وائسرائے، و گورنر جنرل کثرت چند سے بہت مقام آگرہ نہایت شان و شوکت سے کیا تھا اور جس میں عورتیں موجود تھا ہمارے عہدوں کی کسی سند ملتی ہے۔ جو وہ دور و فہرہ بڑے چمکے ہیں قرآن و ماریٹوں اور سب طلبہ خاندان کے خاندانوں۔ اور ہمارے دربار گرام و ریس ہے اختیار خلیفہ حاضر و اس اور ہمارے ہمارے ہمارے خاندان کے خاندانوں کے بہت کچھ میں ضرور اس وقت سے ہے اختیار راجاؤں اور سرداروں سے اہم تھا اور ایک راجہ جنپل کے میں گھاٹ سے پایا جاتا تھا۔ اور ہر دو شخص کے اُس کا پتہ نہیں کہ کس کا گھر داخل تھا کی تادم علی اور فالنگیر سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد اور کے راجہ سے تعلق گواہی میں حاضر ہو کر اس خدمت

کو کچھ اخلاص و اکرام اور دوسرے وعدے و وعید دے کر یہ چند دست کر لیا کہ فوج اُس کے علاقہ میں سے گذر کر فوراً اُس گھاٹ کو چلے جو پالپ تھا۔ اور اس راجہ نے اُس بن اور کرشنا کے مشکل راستہ سے جس کی نسبت داراشکوہ کو شاید یہ گمان تھا کہ اس طرف سے اورنگزیب آئے گا خود ساتھ ہر کمزور کرادینے کا نوکر لیا۔ اور اس تجویز کے موافق مخالفین کو دھوکا دینے کے لئے ڈیرے لگے چستور کھڑے چھوڑ دیتے اور خود معدنِ نوح چل دیے۔ اور دشمن کو خبر ہونے سے پہلے چنبیل سے آ کر آیا۔

جبے حاشیہ صحر گذشتہ کے بھائے کا دھوکا تھا اورنگ زہب نے کارخانہ جات شاہی کو کراچی کی سرائے میں چھوڑ کر اسی ملک کے بھیجی کس کی مسافت کردہ منزلوں میں لے کر کے اور رمضان کی پہلی تاریخ شنبہ بھری کو ایک غیر مشہور گھاٹ سے جو گوالیار سے وصول پر کی طرف آئے ہوئے واپس آتا تھا تھا۔ میر کیا تھا۔ س م م

لے اس موقع پر بیکرم صاحب نے جو خط اورنگ زہب کو لکھا تھا اس کو خود شاہجہاں کی طرف سے بھجنا چاہیے، اور اس کے جواب میں جو خط اس نے باپ کی خدمت میں بھیجا تھا وہ دلچسپ بھکر تاریخ مائل غاں سے یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ لہذا الحمد للہ کہ ثابت مقدس شاہنشاہ و معدنات پُروہ و توحید میں اعلیٰ حضرت محل سبحانی منظر انظار مآلات۔ باقی صاحب تلون ٹیالی از سایہ عواض و امراض جہانی کہ لازمہ نفاذِ شریعت و طبیعت انسانی است فنون و مہارت و توجہ عالم آرا و باپ زناہیت پر لیا کہ بدایع چالغی الہی اندوایست ملک ہو و ہر اہم منہول وہ مقتضائے طبع نعمت آگیتی اشرف بھی تھیں را نئی پسند نہ کہ معدوم کر کے و منظر امرے کہ مستلزم ہے جیتی غلطی و حقیقت ضرور منہ طائف امام باشد گرد و خاکت از غزوات امام دار مائتے کام کا۔ یہاں میں ایام کہ خاطر مقدس بہتہ ایک و تعلق وہی و نحوہ کہ سبب بیاری آن بگزینہاں و اتفاق بحال کا نہ بھایا و داور دایا راہ یافتہ باقی غایت خرم و متعلق است اکتاہب دایرہ نقتہ و سادہ و اشتغال آتش کیں و مناد کہ مورت دیوان لادو غازی عبادت سواز اللہ موجب مزید آید خاطر جویوں و سبب کثرت مزق و ملل طبع مقدس خواہ بودہ تخصیص لہذا میں نظر ناچند یہ و وقت میں امر امر عرب انان ہر مدد جو شہر ہوا منظر کہ آدابست سزائے لطیفہ ما ظلالی کریم و صاحب آداب حمیدہ و طبع سلیست ہماچہ زشتہ و نامریا۔ لاجم جابر نہر طلحی لری چند کہ کہ آئندہ حقیقت فائدہ عظیمہ و موجب خیر و فلاحی سلامت باطن و تصنیف طریقی سباز لہذا و خاشاک آمد و نہ و خیر و صحت است حسن نگارشی نہ ہر دست اگر فرض کن ہوا صد گہرازی توہ تیج خبار فساد و عدا و التہاب مزایر عرب و مثال است خود انصاف





## داراشکوہ کی جلد بازی

اب دلاشکوہ کو بھی بھڑا اپنے مورچے چھڑ کر اس کا تعاقب کیا  
 پٹا جو چیل سے اتر کر ٹری سرعت کے ساتھ جہان کے کنارے  
 پہنچ گیا اس طرح کو آرام دینے کی غرض سے مورچے جہانے دیکھ رہا تھا کہ دلاشکوہ کب آجھے  
 جیسے ماسیہ منور گشتہ۔ شہر آلودہ ہزاراں ہر گھنٹہ کا صابہ بخا ہوا دیوانہ اندہ خیمہ آمادہ ملایا  
 ماسیہ رسید۔ جہان آباد۔ اگر چشم زخمی تھی رسیدہ کھانہ و اطراف جہان شہریت یافتہ کو نہ نائی غلی  
 تخت و ذات سالہائے روز میرے عدوت یا بخاری ماند و برجماندہ دوزخار ثبت ہی گر ویدہ پیوست  
 کہ تبارک و تعالیٰ ان ہما سطر ہم مدد جی دتا مانتہ اندیشی شہزادہ کلاں کہ محض دعائی کار فراموش  
 سطح نظر داشتہ اگر مالی مآب فرد ہونے نادر و از قاترہ اسکان و میر قدرت بند ہونے باوشا ہی ہیرا  
 برداری سرہ از بس سارست و سر طان بازی و مہارت و کار برد و پیکار و آشنائی با شیرو شیرہ و ان  
 ای وایا از ہجوم و از دھام ادا صلی نہ گزشتہ یہ چہاں جلالت فرقی مخالفان کو نہ با استفلا را قبول اشکر  
 را از ان گرد پ شورش و رساو در ضامن سلامت ہر دو آلود و مریوب تر آنکہ پدیں بے مدوی و شہادت  
 و کار شکنی و ضرورت کہ دایان و دودہن اشتہار پندہ نہ اکثفا ذکرہ محال ہوا را دیکھی ہزار جہتی زمانہ را بہت  
 میدان بود کہ کا ایک جہد کہ گزشتہ انگیز کی کے زیر انتظام ہے ہے ساتھ تصدیق و کراہی از ما گزراہی غیر خواہ  
 رضا طلب کہ جہاد و ماتحتا دوسرے دیگر را بخاطر راہ عدلی تہر کہ با پندار نا غلطی زیادہ مری و دوزخش کہ پانہ  
 ہر مل تھا و مرکب افغان گشتائی و مسند تصدیق و تعلیم گشت دلاستہ کے اندازی و افساد و دعوت اپنی و متا ویز افراشتہ  
 تھوا نہ نمود کہ نیست حال دای ہما سطر خواہش نفس غرضی تکلیف لایع لیرض اشرف و رسانیدہ بعض بہتان وافر دلیلا  
 حال این فیروزی مافیا آلود و عیلم و لوث آلود و نام و اندوہا بجا تمام جہوت سنگر را دلاشکوہ گزشتہ و سر لٹائی  
 گناشت و طبع نظر آن داشت کہ بدل من و دیتے مختصر یعنی صوبہ دلی و کن اگر از پیشی گاو و مالطت و اشفاق  
 حضرت امی سرچہ سرعت شدہ بہر جہاد کہ سر آواز از غایہ دلی و غدی را آلودہ نیائی کیکی و فرحت و آسیر  
 سر صحرانے گنا و گزشتہ گناہ و دودہ و درستان و درخانہ اندس تعریف کردہ حضرت قرآن اور تصدیق از ہوا  
 نزدیکان افلاص حبیب و دشمن عدوت و اگر تہذیبی این سرگداناں سرب گاو و صحت ہرچہ لگنے می نایہ بے داخل حکم ہی تر  
 و تعلق شخص و تفتیش حال اس بے گنا یا تہذیب و خود و سر ملکی و دلی خرم و رام تہذیب و فتح جہاد دلی کتب  
 اختیار و تہذیب اقتدارش با از گناشتہ اند و دودہ بے ناکہ شک و شاعر یہی کشد خون اس بے گنا یا تہذیب  
 کہ اپنی صبر رسیدہ و صورت حال بدی سوال آنجا سیدہ غلط جان و پاس نامی خرم و شہادت عالم و تہذیب و خود کش  
 مازم استقام شدہ و شہادت جہاد انتقام گر و تہذیب و صورت حال ہج و دوزخ و خرم و شہادت عالم و تہذیب و خود کش



دیہ جگہ جہاں اٹھنے اپنے سر پہے قاسم کئے تھے آگرہ سے قریب چند میل کے ہے اور اس  
 کا نام پہلے سوگند تھا اور اب اس وجہ سے کہ اورنگ زیب نے یہاں فتح پانی تھی فتح آباد کہا  
 تھی ماشیہ صوفی گذشتہ کثرت گردانہ زردی سلطان گزیرہ مد حال مقلد لکھن حق کر شہ گرانہ رانہ لکھن  
 طبع باہرہ چون ایسی نور خواہ مطلق مسافت نمودہ کوالی آئین ناخدا گردہ جہنم سنگہ باشندہ شہزادہ  
 کلاں باچا مالک لکھن نور خواہ امور بودہ سلسلہ جنابانی جہل و نامانی سنگ راہ گشت بہ تہم مسافت پیش آمد  
 دہے ملاحظہ ادب و حقوق دلائے حکم نمود چند انکس مردم بر شہد سخی دلی فرستادہ بفرمای مقلد آن جہل را  
 بارہ نمودہ گا ہی مجلس و تفریح نمود کہ حق سعادہ مضر نالہاں انورد محمد طواف کہہ آتی چند گاہی نزدیک  
 دورست ہذا ماضی سعادت ہی شود۔ آن تا طاقت اندیش اصلہ مقلدیت آشنا زشودہ چلیف جہالت  
 و ظور مختار مراتب مختار و دلاہیم ہند جہل و پندار پرچہ از گردش ہوش نمودہ دی و قلم جہل و انتہای ہا  
 بر داشتہ بہ حکم ضرورت بر خود بہت عقیدت بہت واجب گردہ و اگر فریاد تحصیل سعادت نہیں ہوس  
 اشرف و اعلیٰ سرے و دیگر مرکز خاطر ہی بود بر غیر نور چشمہ نمودہ جہاں دی و شخص ہوا بہت کہ اسیر کیوں اور  
 و نقاش کہ چہنیں شکست ناخدا یافتہ مال منکر مل سجدہ گرداوی انہزم گشتہ بودہ چنداں تعبد سے نہ  
 واکوں کہ شہزادہ کلاں خود با سپاہ گران تا دوسری پور اشرف آوردہ مبارک جہل و مساک باہ مستندہ  
 مسافت و جا بہا مردم نمود گشتہ بافتادہ نور بخش راہ جو رہی خیر اندیش بہت بودہ۔ چون ایسی مرد را  
 فریاد اوراک دولت حضور بہ لہر با پیچہ کس سر مقابلہ و پیکار نمودہ و نصرت از را و بعد اود از آب چنبیل  
 جوہر نمودہ عازم نہیں ہوس اقدس گشت و چہنیں سفیدہ ہی شود کہ آنجناب و دارا شکوہ حراں باہی را کو  
 سرقت اخلاص کیوں از سعادت خاک ہوس جاپیوں خواستہ تعبد اشتغال تاثرہ قتال چہنیں نہاد بہت  
 وارند۔ چون آنجناب را با جہاں میں سرچا رادت بہرستہ بتقابلہ و مسافت چہنیں آمد و جنگا سر عرب و  
 مسافت آداشتی مقلد و نقلاً سجدہ ہیزان استعما ہی بہت لازم کما از سلوک ملک متاد و اقصاف  
 انحراف نمودہ از اقسام ہر اسرہ کہ تہی انتکال احوال خلایق با استعداد جناب و احتراز نمایند و اگر قادر  
 نول در لہر فردہ مسکندہ نظر بر کثرت احوال و مسیری انصار خواہ نمواہ با فروختی آتش کارزار گرم  
 نمودہ با نار پیکار بہت گماندہ نمودہ ہی مقصد گشتہ زیر حکم انصرفت تہی انظورات صرف نمودہ کہ بہت  
 عالم صواب است کہ جنگ را کہ فرمودہ ہما کردہ فرود لادند و باصل بہ صوب ولایت پنجاب کہہ جا گھر  
 آنجناب شہر مسافت خشتانہ چہہ خدمت حضور جاپیوں را باہی نور خواہ سلطانی افتادہ واکزارند بعد ازان  
 سر و در حرکت مسافت جہاں کا ملوہ نمودہ نور خواہ اشرف نمودہ خواہ یافت۔

جاتا ہے، آپس رہ بھی، صحت پٹھان پہنچا اور اورنگ زیب کے لشکر اور آگرہ کے امین مرزا کے کنارے ڈیرے اُن نکالے۔ مگر تین چار روز تک دونوں لشکر آٹے سامنے اسی طرح چپ چاپ پڑے رہے اور اس عرصہ میں اگرچہ شاہجہاں نے غلط پر خط بھیجے اور کہیں کہ سلطان شکوہ قریب پہنچ گیا ہے خبردار سوتے تدبیری سے بے موقعہ جلدی نہ کر بیٹھنا بلکہ مناسب ہے کہ آگرہ سے کئی تدار اور غریب ہو جاؤ اور سلطان شکوہ کے آجانے تک لشکر کو کسی خاص حکمِ شیرا کر اور گردِ خندق کھدواؤ اور سمدھ ہے باندھ لو مگر اُس نے ان کے جواب میں صرف اتنا ہی کلمہ بھیجا کہ حضور کچھ اندیشہ نہ فرمائیں انشاء اللہ تعالیٰ تین دن گزرنے نہ پائیں گے کہ اورنگ زیب اور مراد بخش کو ہاتھ پائی باندھ کر حاضر کر دیں گا اُس وقت حضور کو اختیار ہے کہ جو مناسب ہو ان کو منسوبی اور یہ جواب روا نہ کر کے لڑائی کی تیاری شروع کر دی۔

**چارا شکوہ کی صف آرائی** چنانچہ سب سے آگے کو تو پُراغہ قائم کیا اور اپنی زنجیروں سے قزاقوں کو اس طہرے باہم جکڑ دیا کہ دشمن کے سواروں کو حملہ کر کے گھس آنے کی گنجائش نہ رہی اور اُس کے پیچھے نہ نمرقہ قاد کے رسالوں کا پڑا ہوا یا جن کے اونٹوں کی پیٹھ پر زبردک جو ہمارے جہاز کا جزا کموں سے مشابہ ہیں کے ہوئے ہوتے ہیں اور یہ لوگ اُن کو اونٹ پر چڑھے چڑھائے آسانی بھر کر چلا سکتے ہیں اور ان کے پیچھے بہت سی صفیں پھیل بندو پیسوں کی تھیں اور باقی فوج سواروں کی تھی جن کے پاس یا تو طولیوں اور ہرچھیاں تھیں یا تلواریں اور تیرکیاں۔ چنانچہ ہر بھی تورا چوڑوں کا ہتھیار ہے۔ اور تیردکان مرزا مغلوں کا۔ اور یہ بات میں پہلے لکھ ہی چکا ہوں کہ آج کل ہندوستان میں گورے رنگ کے سب لادار مسلمانوں کو خواہ عرب ہوں خواہ روتی۔ ایرانی ہوں خواہ قزاقی مثل ہی کہتے ہیں۔

اس کے بعد دارا شکوہ نے فوج کے تین حصے قرار دیے چنانچہ دائیں حصے کا سردار فطیل اللہ خاں کو بنا یا جس کے تحت میں تین غیر مثل تھے اور بائیں حصے کی سرداری رستم خاں نے شاہجہاں نے جو خفاہ اسکاں لڑائی کر روکنا چاہتا تھا اور جو ضعف و نقاہت اور سخت گری کے یہ چاہتا تھا کہ خود جا کر وہیں لشکروں کے بائیں آڑ پڑے یہاں تک کہ بچی ٹھہر بھی بھیج دیا تھا۔ اور یہی دیکھ کر وہی کہ وجہ سے یہ سرداری کشتی سوتلے سارے پہنچنا چاہتا تھا۔ مگر اُس وقت کے مرزوں نے لکھا ہے کہ دارا شکوہ نے اس خبر کو اپنے حاکم کو مخالف حکمِ عمل میں ڈال دیا۔

شاہجہاں کے ایامِ اسیری اور عہدِ اورنگزیب

دکنی کو جو بڑا فقیر ہے اور نامہد مہوار تھا غویض ہوتی اور رات ستر سال رہا وہ اور ہم جنگہ  
 را منصور معروف (مؤملہ) کو اس کے شامل کرو یا۔ غلیل اللہ خاں کو دلفنہ خاں کی جنگہ  
 جس کی کہہ دو دن بعد میں نے ملازمت اختیار کر لی تھی، ساروں کی نوج کا بلغنی یعنی سپہ  
 سالار بنایا گیا تھا۔ اور اس کی یہ وجہ تھی کہ دلفنہ خاں کو یہ بات ہو کر گوارا نہ تھی کہ کوئی شخص  
 شاہجہاں کے شاہزادہ اختیار کرتا ہے، مخالفت کرے اور چونکہ یہ امر دارا شکوہ کی تادمی کا  
 باعث تھا اس لئے اس نے اپنے منصب سے استعفا دیدیا تھا۔

اور جنگ زریب اور ملا بخش نے بھی تربتیا اسی قاعدہ سے اپنی فوج کو میدان میں کھڑا کیا البتہ یہ بات زیادہ کی کہ آمر کی فوجوں میں جو دونوں طرف یعنی وائیں بائیں نہیں کچھ جلی قریب پر شمشیر طے پر لگا دیں۔ کہتے ہیں کہ یہ حکمت میر جملہ کی بتائی ہوئی تھی جس کا نتیجہ کسی قدر اچھا ہی نکلا۔

ہندوستان کا طریقہ جنگ | مجھے معلوم نہیں کہ اس لڑائی میں کوئی اور جنگی حکمت  
 بھی کی گئی ہو بجز اس کے کہ مقابل کی صف کے اکثر  
 حصوں سے ایک قسم کے باق دونوں طرف کے سواروں پر چلانے جاتے تھے۔ جن سے  
 اکثر گھوڑے بھڑک جاتے تھے اور کبھی کبھی کچھ آدمیوں کا بھی نقصان ہو جاتا تھا۔ مگر  
 میں اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ یہاں کے سواروں کی چلت پھرت بہت اچھی ہے  
 اور لڑائی کے وقت گھوڑوں کو بہ آسانی بھرانے اور جھک دینا دیتے ہیں بہت مشاق  
 ہیں۔ اور تیر اندازی تو ایسی عجیب سرعت کے ساتھ کرتے ہیں کہ جتنی دیر میں ہر تیر انداز  
 دھندو تین چھوڑے سوار چنے تیر چلا سکتا ہے۔ اور نہایت اچھی طرح سے صف بندی  
 قائم رکھتے اور پہنچی جہتے رہتے ہیں۔ خصوصاً حملہ کے وقت دشمن پر خوب اکٹھے ہر کر  
 کرتے ہیں۔ مگر ایسی ہر میں ان کو لڑائی کے نم میں فرنگستان کی نوخ سوار کے  
 مانند قابل اور ہوشیار نہیں سمجھتا۔ اور اس کا سبب اس کتاب کے ایک اور مقام میں  
 بیان کر دوں گا۔

**لڑائی کا مقابلہ** | اب لڑائی کی کیفیت سنئے کہ جس وقت دونوں طرف بھڑی سیارہاں چمکیا تو یہاں کے دستور کے مطابق اول گول چلنا شروع ہوا اور پھر عیسائی کثرت سے برسنے لگے کہ گول بادل چھا گیا مگر لڑائی کی گہرائی میں ایک جہز کا ایک ایسا

ہمیشہ پڑا کہ لڑائی جو فوج مرگرمی سے جو رہی تھی مخمومی ویر کے لئے نورا غنہ می پڑ گئی ۔  
 مگر بادش کے رشتے ہی پھر تو ہیں چٹے گئیں اور دارا شکوہ اس وقت سراندرپ کے ایک  
 خواہر دست با تھی پر سوار ہو کر نکلا اور سب طرف سے دعوادار کرنے کا حکم دیتا ہوا خدات نمود  
 سواروں کی ایک فوج کے ساتھ دشمن کی توپیں چھین لینے کو بڑی ہرأت سے بڑھا۔ مگر  
 مخالفوں نے ایسی مستعدی اور استقلال سے مقابلہ کیا کہ دارا شکوہ کے ارد گرد آن کی  
 آن میں کشتیوں کے پٹے لگا دیے اور نہ صرف وہ فوج جو اس کے ساتھ تھی بلکہ بہت سی  
 اور بھی۔ جو پیچھے سے آن ملی تھی سب تیزتر کر دی لیکن دارا شکوہ ایک عجیب استقلال  
 کے ساتھ میدان میں قائم اور با تھی پر بیٹھا چاروں طرف بڑی دلیری اور بے باکی سے  
 برابر نظر ڈالتا ہوا لڑائی جیتا لے میں مصروف تھا۔ چنانچہ اس کی دیکھا دیکھی اہل فوج  
 بھی دلیر ہو گئے اور ناممکن مزاح اور تمغرو سے سپاہی جو جگہ جھوٹ گئے تھے دھڑ  
 اپنے اپنے موقع پر آن جے اور دارا شکوہ نے اگرچہ پھر کئی ستارے چلے گئے مگر اورنگ زیب  
 تک نہ پہنچ سکا کیونکہ دشمن کے توپ خانے نے اس قدر نقصان پہنچایا اور ایسا زور دیا  
 کہ بعض سپاہیوں کے دل جھوٹ گئے بلکہ کچھ بھاگ بھی گئے لیکن دارا شکوہ کی شجاعت  
 و دلیری نے ایسا اثر کیا کہ اکثر سپاہیوں نے خند نہ مڑا اور اپنے بہادر سپہ سالار کی سکا  
 ہیں اس تیزی سے بڑھے کہ آؤکار کر لوں تک نہا ہی پہنچے اور ان کی زنجیریں کھل ڈالیں  
 اور دشمن کی فوج کا دھماکا دیا۔ مگر اس وقت سواروں کی فوجوں کے باہم نہایت ہی زور شور سے  
 لڑائی ہوتی اور اس کثرت سے تیر ہرے کہ آسمان کا دکھائی دینا دشوار ہو گیا یہاں تک  
 کہ خود دارا شکوہ نے اپنا ترکش خالی کر ڈالا۔ مگر ان تیروں سے فریقین کا چنداں نقصان  
 نہیں ہوا کیونکہ دس عین سے نو تیر یا تو نشانہ تک پہنچے ہی نہ گئے یا دھڑا دھڑا کرتے  
 تھے سب ترکش خالی ہو چکے تو تلوافوں کی لایٹ آئی اور فریقین اس شدت سے لڑے  
 کہ جس قدر سپاہی مارے جاتے تھے اسی قدر ہوش بڑھتا جاتا تھا اور دارا شکوہ بڑی  
 فوجا عت سے پکار پکار کر اہل فوج کو برابر تسلی اور بڑھادے دیتے ہوا اور ہلہ پر چلے گئے  
 ہاتھ تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر کار دشمن کے سواروں کو بھی ہمسکا دیا اور اورنگ زیب نے  
 وہ تھی چہ سوار اور نزدیک ہی تھا ہر چند سپاہ کے قائم رکھنے میں بہت کوشش کی

قباہوں کے ایم امیری اور عداوت گھٹے

لیکن کچھ نائدہ ذہن اور اگرچہ اپنے خاص الخاص سواروں سے بھی چاہا کہ وارا شکوہ کر دیں لیکن ان کو بھی میدان جنگ سے نہایت اتیری کے ساتھ بھاگنا ہی پڑا۔ گرواہ رے اورنگ زیب تیری دلاوری: جب دیکھا کہ تمام فوج بھاگ گئی اور ہر لوگ اب تک بھج رہا تھا اور حاضر رکاب ہیں وہ بھی ایک ہزار سے زیادہ نہیں۔ دیکھ میں نے سنا ہے کہ تربیب پاخانجی سوری کے سچے اور اس حالت پر بھی غور کیا کہ بلا عفا زمین کی تاملواری اور نشیب و فراز کے (رہنماؤں لشکروں میں حامل تھی) وارا شکوہ اب ہماری اس خصوصیت سے باقی اندہ فوج پر ضرور حملہ کرے گا تو فوراً بھی نہیں ڈرا بلکہ اپنے سرداروں کو نام لے لے کر پکارا کہ

وہاورد خدا پر نظر رکھو! بھاگنے سے کیا ہوگا؟ خدا سب جگہ ہے کیا تم نہیں جانتے کہ جگہ دکن کس قدر دور ہے؟

اورنگ زیب کی ثابت قدمی اور اپنا یہ مزم۔ جتنے کہ خواہ کچھ ہی ہو میدان سے ہرگز نہ ہٹوں گا یہ بھیبت حکم دیا کہ "ہمارے ہاتھی کے پاؤں میں زنجیر ڈال دو"۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر اٹھیں کے حاضر رکاب رہنا اور جاں نثار سردار اس نازک وقت میں وفاداری اور بہت میں کچھ لگی کرتے تو ہاتھی کے پاؤں میں جند زنجیر ڈال دی جاتی مگر ان لوگوں نے بالاتفاق اپنی جان بخاری اور وفاداری کے مضبوط وعدوں سے اورنگ زیب کو ایسا ذکرے دیا اور وارا شکوہ نے اگرچہ نہایت کوشش کی کہ جس طرح ممکن ہو اورنگ زیب کو ہارے۔ لیکن زمین کے نشیب و فراز اور دشمن کے شکست یافتہ سواروں کی وجہ سے ہر اب تک میدان میں اور ٹیلوں پر اور عداوت پر موجود تھے۔ مگر بے ترتیب طور پر پھرتے تھے، اس تک نہ پہنچ سکے۔ وارا شکوہ کا یہ خیال بے ٹھکانہ بھی تھا کہ اورنگ زیب کے ہارے یا پکڑے جانے کے بغیر فتح ناقص ہے اور چوکرانہ گئے اب مقابلہ کے قابل نہ رہا تھا اس لئے اس کوئی واقعہ ایسا ہی کرنا یا جب تھا کہ توڑنا حملہ کر کے اپنے اس خوفناک تربیب کو یہ آسانی پا ل کر دینا۔ لیکن بعض واقعات کے سبب سے جس کا کرکس ابھی کرنا ہوں وارا شکوہ کا خیال ایک اور طرف رجحان ہو گیا اور اورنگ زیب نے ہندوستان کے بہادر سردار کھلے وقت میں بھاگنے کی نہ نسبت جان دے دینے کو بہتر سمجھا کر پیش آیا ہی کیا کرتے تھے۔ س م ج

جو کھوں سے بچ گیا۔ یعنی دارا شکوہ کو اس خطرناک موقع پر اپنی فوج کے بائیں پرے  
 میں بڑی بل پل نظر آئی۔ اور اُس کا ایک مصاحب یہ خیر لایا کہ رستم خاں اور ستر سال  
 کام آنے اور رام سنگھ روٹلہ جو بڑی شجاعت کے ساتھ دھوا کر کے دشمن کی فوج میں  
 جاگسا تھا گھر گیا ہے۔ یہیں اورنگ زیب پر دھوا کر کے کا ارادہ چھوڑ کر آئے اپنے  
 بائیں پرے کی مدد کو نہایت جلدی کے ساتھ جانا پڑا اور دارا شکوہ کے نہایت خود پہنچ جانے  
 کی وجہ سے ایک سخت جھڑپ کے بعد لڑائی کا رنگ پھر بدل گیا۔ اور چاروں طرف سے  
 فوج مخالف کو پیچھے ہٹا دیا گیا۔ لیکن انھوں نے ابھی ایسی شکست نہیں کھائی تھی کہ  
 دارا شکوہ کو بالکل بے ٹکری ہو جاتی۔ اس بار دھواڑ میں رام سنگھ روٹلہ نے ایک  
 بے نظیر شجاعت کے ساتھ مراو بخش کو جازمی کیا اور کمال دلیری سے اُس کی عمارت کے  
 چند درشل کو کاٹ ڈالا اور ترپ تھا کہ حریف کو بائیں سے گرائے۔ مگر مراو بخش کی پھرتی  
 اور شجاعت کے باعث ناکام رہا۔ مراو بخش اگرچہ زخمی تھا اور راجپوتوں کے نزدیک یہ تھا  
 لیکن بحال سے اپنے ساتھ ہنس کے بچے کو جو پہلو میں بیٹھا ہوا تھا، بھانے ہوئے بڑے  
 استقلال سے پشتوں لڑھاکا اور تاک کر ایسا تیرا مارا کہ یہ بہادر راجہ وہی کہتے رہا۔  
 دارا شکوہ کو اگرچہ اس غر سے بہت رنج ہوا۔ مگر یہ نہ کہ اُس نے سنا کر اپنے ایک  
 کے بارے جاننے کی وجہ سے راجپوتوں نے نہایت غیظ و غضب کے ساتھ مراو بخش کو  
 گھیرا ہوا ہے اس لئے باوجود چند طریق کی مشکلوں کے اُس نے یہی مناسب سمجھا کہ  
 مراو بخش پر حملہ کیا جائے۔ اور اس صورت میں اگرچہ اورنگ زیب گرفتاری سے بچ جاتا تھا  
 اور یہ ایک غلطی تھی مگر مراو بخش کے ہاتھ آ جانے کو بھی وہ اورنگ زیب کے پکڑے جانے سے  
 رام سنگھ کا مراو بخش پر حملہ کرنا اور مراو بخش کے تیرے اُس کا مارا جانا ترجیح ہے مگر اُس کے  
 بائیں کے پچھلے ہتھ کو کاٹنے کے لئے کوشش کرنا درست نہیں کیونکہ ناری تاریکوں سے  
 بالاتفاق ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دلیر اور جلد خود اورنگ زیب کے ہاتھ پر ہوا تھا اور جس نے  
 حملہ کیا تھا وہ ہمارا جو ہر وقت سنگھ جو مسجد کے لاچر یا بھائی راجہ روپ سنگھ کا تھا۔  
 اور اورنگ زیب کے منہ کرتے کرتے ہوئے اس نے مثل بہادری کی وجہ سے اُس کو بھانپا جاتا  
 تھا لڑائی کے شروع میں اورنگ زیب کے سپاہیوں کے ہاتھ سے وہی مارا گیا۔ مگر  
 تھوڑے ہی عرصہ میں وہ مر گیا۔

کچھ کم نہیں سمجھتا تھا۔

لیکن غلیل اللہ خاں کے دغا دینے سے بازی بگڑ گئی۔ اور یہ دغا بازی دارا شکوہ کی شکست | ایسی عجیب تھی کہ ایک آن کی آن میں دارا شکوہ کی دلتی برپائی

کا سبب ہو گئی۔ یہ شخص ذاتی ہرے کا سردار تھا جس میں تھیں ہزار منٹل تھے۔ اور یہ ایسی اچھی فوج تھی کہ اورنگ زیب کی تمام سپاہ کے شکست دینے کو صرف یہی کافی تھی۔ مگر جب کہ دارا شکوہ بذات خود باتیں ہرے کی فوج کو بڑی عیاں مت اور کامیابی سے لڑا رہا تھا یہ مطلقاً اس کا شریک نہ ہوا۔ اور یہ بہادر بنائے رکھا کہ

”ہماری فوج کے لئے تو یہ حکم ہے کہ بطور کمک اپنی جگہ قائم رہے۔ اور جب تک کوئی شدید حربہ پیش نہ آئے ایک قدم آگے بڑھنے اور ایک تیرکب کے چلانے کا حکم نہیں۔“

مگر اصل یہ ہے کہ اس کا اس طرح پر ایک ٹھٹھک رہنا ہرے سرے کی بے ایمانی اور دغا بازی پر مبنی تھا۔ وجہ یہ تھی کہ اب سے چند سال پیشتر دارا شکوہ نے اس کی کچھ بے وفائی کرنا ہی تھی۔ اور اس کیلئے کی آگ اس کے دل کو جلائے رکھتی تھی۔ لہذا اس نے خیال کیا کہ ہرے لینے کا اب وقت ہے مگر دارا شکوہ کا جو نقصان اس نے اپنے آپکے رہنے میں سوجھا تھا وہ نہ ہوا۔ کیونکہ دلتیں ہرے والوں کی مدد کے بغیر ہی وہ دشمن پر غالب آگیا تھا۔ مگر اس دغا باز نے اب ایک اور چال چلی یعنی جب کہ دارا شکوہ مرہٹوں کی مدد سے کو اپنی سپاہ کی امداد کے لئے جا رہا تھا یہ مکار امداد اپنے چند رفیقوں کے گھڑا دوڑائے آیا۔ اور دوسرے پکار کر رکھا۔

”مہاراجہ باد معزت سلامت! الحمد للہ! الحمد للہ! حضور کو بخیر و سلامت ہی بادشاہی اور نئے مہاراجہ ہو! لیکن حضور یہ تو فرمائیں کہ اپنے خطرناک موقع پر جب کہ مہاراجہ کے ساتھان سے کتنی گولیاں اور تیر چار ہو چکے ہیں اتنے بڑے ہاتھی ہر کیوں سوار ہیں۔ اگر خدا خواستہ ان بے شمار تیروں اور گولیوں میں سے کوئی جسم مقدس کو چھو جائے تو ہم لوگوں کا کہاں ٹھکانا ہے۔ خدا کے واسطے جلد تیرے اور گھوڑے پر سوار ہو بیجے۔ اور اب کیا رہ گیا ہے۔ صرف اتنی ہی بات باقی ہے کہ ان چند بھگتوں کا زیادہ تر چھٹی اور مستعدی سے تعاقب کیا جائے۔“

اور میں پھر عرض کرتا ہوں کہ اب حضور ان کو اس قدر ہمت نہ دیں کہ بھاگ سکیں۔ اگر دلا شکوہ ہاتھی پر سے اترے کو نقصان پہنچا اور یہ سوچا کہ اس ہاتھی ہی کی بدولت آج میں کیسے کیسے کام کر سکا ہوں اور فوج کو میرے دکھائی دیتے رہنے سے کیسا کچھ فائدہ ہوا ہے تو وہ اپنی تمام بادشاہت کا مالک ہوتا۔ لیکن زورِ احتقاد اور سادہ شاہزادہ فرخ میں آگیا۔ لیکن حضور ہی ویر بعد اُس کو شک ہوا۔ اور پوچھا کہ خلیل اللہ خاں کہاں ہے۔ مگر وہ اب کہاں تھا۔ اور کب اُس کے ہاتھ آتا تھا۔ اور دارا شکوہ اگرچہ اُس کو بہت بُرا بھلا کہتا رہا اور یہ بھی کہا کہ میں اُسے زندہ نہ چھوڑوں گا۔ لیکن اُس کا یہ قصد اور دھکیاں سب بیکار اور بے فائدہ تھیں۔ کیونکہ سپاہ نے جب دیکھا کہ ہمارا مالک ہاتھی پر نہیں ہے تو فرما اُس کے مارے جانے کی افواہ اُڑ گئی۔ اور تمام فوج اس دھوکے میں پڑ کر حواس باختہ ہو گئی۔ اور عام تھپک چڑ گیا۔ اور سب کو اورنگ زیب کے قہر و غضب کے اندیشہ سے اپنی اپنی جان کی چنگ لگئی۔ اور چند لمحہ میں تمام فوج تشریف ہو گئی۔ اور جب انقلاب ہوا کہ غالب مغلوب اور مغلوب غالب ہو گیا۔ اور محیب ہمارا ہے کہ اورنگ زیب نے صرف پاؤں گھنٹے ہاتھی پر سوار رہنے سے یہ نتیجہ پایا کہ تمام ہندوستان کا بادشاہ ہو گیا۔ اور دارا شکوہ کو چند لمحہ قبل از وقت اپنے ہاتھی پر سے اُترنے کا یہ کھیل ملا کہ ہاتھی سے کیا اُترا گویا اور ج سلطنت سے گر گیا۔ اور یہ بخت بادشاہوں اور شہزادوں کی نیرست میں داخل ہو گیا۔ دیکھئے انسان کیا کوتاہ اندیش ہے۔ اور ایک چھوٹی سی بات سے اس دنیا میں کیسے کیسے بڑے نتیجے پیدا ہو جاتے ہیں۔

ہندوستان کی فوجی تنظیم | اگرچہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بڑے بڑے لشکروں سے بڑے بڑے ہندوستان کی فوجی تنظیم | غایاں کام بن پڑتے ہیں۔ لیکن فوج کی کثرت میں یہی غلطی ہے کہ ایک ایسا تیر ہو جائے تو پھر اسی کو حالتِ سابقہ پر اپنا شکل ہو جاتا ہے اور جیسے کوئی بڑا دریا اُچھل کر کناروں سے باہر بہہ نکلتا اور اُس کا پانی پھیل جاتا ہے۔ اسی طرح اجڑی کے بعد بڑے لشکروں کو تالار میں لانا ناممکن ہوتا ہے۔ چنانچہ میں جب ابنِ بے اختتام فوجوں کو دیکھتا تھا تو ہندوستان میں فوج کی تنظیم قدیم ترک فوج کی تنظیم کے اصول و قواعد ہی قائم تھے اور یہی وہ فوجی تنظیم ہے جس نے مغلطی پر یہی فوج کے بڑی ریل کے چھکے پھرا دیے تھے یہ منسوب فرخ سیاح صلیبیوں اور خاں ترکوں کے خیال کہ بھول گیا ہے۔ اور وہ پرش کا مذہبی اور اربل تریچ کا نام بھٹے شہر تھا۔



کریموں کے گلوں کی مانند چلتی ہیں تو ہمیشہ یہ خیال آتا تھا کہ ہمارے صرف پچیس ہزار سالارز مودہ سپاہی زیر حکم پرنس کانڈی یا مارشل کورس ہندوستان کی فوج پر جو کتنی ہی کیوں نہ ہو غالب آسکتے ہیں اور جب میں کتابوں میں پڑھتا ہوں کہ یونانیوں کی فوج ہزار سپاہیوں سے جو سکندر کے ساتھ تھے ایران کے بادشاہ دارا کے چھ سات لاکھ آدمیوں کے لشکر کو شکست دی تھی دہش طبع یہ بات بھی ہو کہ دارا کی فوج بھیڑ کے سوا فی الواقع اتنی ہی تھی، تو باقاعدہ اور بے قاعدہ فوجوں کی حالت پر لحاظ کرنے کے بعد مجھے ان روایتوں کی صحت پر کچھ تعجب نہیں ہوتا۔ اور میری دانست میں امراسی سپاہ دشمن کے حملے کو اپنے معمولی استقلال سے روک کر کے ہر ایک ہندوستانی فوج کو شکست تہلکہ میں ڈال سکتی یا سکندر کی طرح دشمن کی صف کے ایک خاص حصہ پر اپنا تمام زور ٹال کر باقی سپاہ میں اپنا بھروسہ خوف اور عام چٹائی اور انتشار پھیل سکتی ہے۔

اورنگ زیب کی شاطرنچالین اورنگ زیب ہر انہی مطلب براری کے واسطے ہر شاطرنچال حرکت اور فن و فریب کے لئے ہمیشہ ہی تیار رہتا تھا یہ غیر مشرق اور خدا دانہ پانچ پا کر اور یہ کہہ کر کہ میرے معمولی جھکندوں کے کام میں آئے گا اب سوچو ہے اپنی سکاری کی جانوں اور توڑ جڑ میں مصروف ہو گیا۔ چنانچہ سب سے پہلے، غازی علی اللہ خاں آن سرحد ہوا اور تسلیم بھلا کر عرض کیا کہ بھلا آوری ضیاء کے لئے حاضر ہوں۔ اور میں قدر فوج سرحد سے اس طرف سے بھٹ کر میرے ساتھ آسکی ہے وہ بھی حاضر ہے۔ چنانچہ شہزادہ اورنگ زیب اسے بے صدا نگاہ مٹا کر دیکھا اور ہڑے ہڑے دے دے دیے۔ مگر احتیاطاً سب وعدے مراد بخش کی طرف سے کرتا رہا۔ اور اس کے پاس بے گیا۔ بعد موقوفہ وقت کے سرافق اس نے بھی بہت ہی کچھ آؤ بھگت اور غاصر ماری کی اور اورنگ زیب اگرچہ بظاہر مراد بخش کو براہ رخا ہندوستان کہہ کر گفتگو کرتا رہا اور غلیل اللہ سے کہا کہ

صرف حضرت ہی تخت نشینی کے لائق ہیں۔ اور یہ فتح معض انھیں کی قابلیت اور شہادت سے حاصل ہوئی ہے۔ مگر باطن کا یہ حال تھا کہ شب و روز امرائے سلطنت کو تحریروں بھیج بھیج کر بندہ کی اپنی طرف متوجہ اور رجوع کرتا جاتا تھا۔

ان دنوں اورنگ زیب کا باموں شانستہ خاں بھی اپنے اس بھائی کے حق میں بہت کچھ کو شیاں تھا۔ اپنی عظمت اس کی مدد سے اورنگ زیب کو فائدہ بھی بہت ہی پہنچا۔ کیونکہ شانستہ خاں ایک چست و چالاک اور نہایت مدبر اور ذی اقتدار امیر تھا اور تمام ہندوستان میں اس کے یہ اوصاف مشہور تھے کہ عین تقریر اور غریب افشاں و خوار و فصاحت و بلاق اور شیریں زبانی سے بڑے بڑے کام نکال سکتا ہے۔ اور مشہور ہے کہ کسی حقیقی یا خیالی تحقیق کے باعث جو داراشکوہ کی طرف سے اس کی نسبت بھروسہ میں آئی تھی یہ اس سے نہایت نفرت رکھتا تھا اور اسی وجہ سے داراشکوہ کی برہاد ہی کے لئے اس مرتوہ کو اس نے بھی نیست بھریا تھا۔

باد جو اس فتح کے حضرت اورنگ زیب بہادر اپنی وہی چال چلے جاتے تھے۔ یعنی بے غرضی اور خلوص نیت کے لباس میں حصول سلطنت کے منصوبہ کو پوشیدہ کئے ہوئے تھے اور جو کچھ پیام و سلام اور وعدے و عہد اور کاروائیاں کی جاتی تھیں وہ سب مرلو بخش کے نام سے ہوتی تھیں۔ اور اسی کو بادشاہ بنا رکھا تھا اور اپنے تئیں صرف اس کا نائب اور ایک فرماں بردار خیر خواہ بیان کرتا اور ایسی باتیں بناتا تھا کہ سلطنت کی شان و شوکت اور کرد و گویا اسے مرلو بخش ہی نہیں بلکہ فقیرانہ گدازان کرنا اور حالت فقیری ہی میں مرنا اس کی دلی مراد اور عین تھا ہے۔

اس وقت داراشکوہ خوف و خطر کے دریا میں ڈوبا ہوا سخت ناامید و اراشکوہ کا فرار تھا۔ اگرچہ وہ غروراً اگرچہ چلا آیا تھا۔ لیکن چونکہ وہ الفاظ اس کو یاد تھے جو شاہجہاں نے لڑائی پر جاتے وقت کہے تھے اس لئے بادشاہ کے سامنے نہ ہر سکا اگر شاہجہاں نے ہر حال ایک وفادار خواجہ سرکاری زبانی اس پر نصیب چشمہ کی تسلی اور تسکین کے لئے یہ کہلا بھیجا کہ

”میں اب بھی تم کو ویسا ہی چاہتا ہوں اور تمہاری اس معیبت کا مجھے بہت رنج ہے۔ بلکہ یہ بھی کہلا بھیجا کہ ابھی سلیحیں شکوہ کی فوج اور لشکر

ملے اورنگ زیب سے سازش رکھنے کے مشہد میں اللہ کی صوبہ داری سے تو پہلے ہی معزولی ہو چکا تھا۔ جیسا کہ ایک عاشقہ میں ہم کھم آئے ہیں۔ مگر اس کے بعد جاگیر بھی ضبط ہو گئی تھی۔ بلکہ دو چار روز زندہ رہنے کی بے عزتی کا بھی سدھہ اٹھا چکا تھا۔ سامع

سب صحیح و سلامت ہے نا امید ہونے کی کوئی بات نہیں۔ اور ہماری مصلحت یہ ہے کہ بافضل رحم دہلی کو چلے جاتا مگر وہ کو حکم بھیج دیا گیا ہے وہ تم کو بادشاہی اصطبل میں سے ایک خیر گھر دے گا اور غنا نہ اور ہاتھی دے گا۔ اور اگر وہ سے دور نہ جانا چاہیے۔ بلکہ ایک ایسے معقول ناصلا پر ٹھہرنا مناسب ہے کہ جہاں ہماری تحریروں میں تم کو آسانی ملتی رہیں۔ اور ہم کو اب تک یہ امید ہے کہ ہم اورنگ زیب کو قاری میں لاسکیں گے بلکہ مزادے سکیں گے۔

مگر دارا شکوہ ایسا شکستہ خاطر اور اس قدر غمگین تھا کہ ان بہت آمیز باتوں کا کچھ جواب دے سکا بلکہ معقول طور پر اتنا بھی نہ کہہ سکا کہ آپ کا پیغام میرے پاس پہنچ گیا۔ اور اس کے بعد بیگم صاحبہ کے پاس چند پیغام بھیج کر اسی رات کے وقت صدمہ اپنی بیگم اور بیٹوں اور اپنے عزیزند سپہر شکوہ اور قریب تین چار سو آدمیوں کے دہلی کی طرف چل دیا۔

سلیمان شکوہ کی صحراوردی | اب ہم دارا شکوہ کے دہلی جانے کے احوال کو کہ وہ کس غمگینی اور شکستہ دلی سے روانہ ہوا یہیں پھرتے رہا۔ اور اورنگ زیب کے اس جوش و خروش کا حال کتنے ہیں جو اس نے بڑی دور اندیشی اور صبر سے دیر سے آگے پہنچ کر کتنے چٹانچہ سب سے پہلے یہ سمجھ کر کہ سلیمان شکوہ کے لشکر میں نا اتفاقی کا بیج بویا بلکہ بعض سرداروں کو اپنی طرف کر لیا۔ اور اس تدبیر سے دارا شکوہ کی امیدوں کا بالکل خاتمہ کر دیا یعنی راجہ جے سنگھ اور دلیر خاں جو سلیمان شکوہ کے لشکر کے سب سے بڑے سردار تھے۔ ان کو کھاکہ دارا شکوہ بالکل تباہ ہو گیا ہے اور وہ بڑا لشکر میں پراس کو اس قدر گھمنڈ تھا شکست فاش کھا کر ہمارا ملحق ہو گیا ہے اور وہ ایسی بے سرو سامانی سے بھاگا ہے کہ سرداروں کا ایک رسالہ تک ساتھ نہیں۔ اور امید ہے کہ ہم بہت جلد اس کو گرفتار کر لیں گے۔ اور حضرت شاہجہاں اس قدر طویل ہیں کہ صرف چند روز کے جہان اور چسپانہ سہری ہیں۔ پس اس حالت میں اگر ہم سے مقابلہ کر دے تو نتیجہ بجز خرابی اور ہلاکت کے کچھ نہ ہو گا۔ دارا شکوہ کی اس اہتر حالت میں اس کی طرف داری کرنا نہایت ہی ناوانی ہے۔ اور تمہارے حق میں اب یہی بہتر ہے کہ ہمارے پاس حاضر ہو جاؤ۔ اور سلیمان شکوہ کو ہر آسانی گرفتار ہو سکتا

ہے کہ ذکرِ ساتھ لیتے آؤ۔

جیسے سنگھ اور دلیر خاں اگرچہ چند سہ سال اور متروک رہے۔ کیونکہ اب تک شاہجہاں اور دلا شکرہ سے ڈرتے تھے اور شاہزادہ بہرام شاہ خاں نے بھی اس وجہ سے خوف کھتے تھے کہ ایسی حرکت بفضلِ یا اللہ کسی دن ہمارے حق میں مضر اور موجبِ منزل ہو سکتی ہے۔ اور محب نہیں کہ خود اورنگ زیب ہی کے ہاتھ سے منزل جاتے۔ اور یہ بھی خوب معلوم تھا کہ سلیمان شکرہ کی مالی و دینی اور بلند حوصلہ و دلیر شاہزادہ ہے اور بے شک جان و مال کے لئے اگر تہہ کبھی نہ ہوگا۔ مگر آخر کار دونوں نے یہ نتیجہ پایا کہ وہ ہے سنگھ سلیمان شکرہ کے جہیز میں جاتے اور اورنگ زیب کی تحریر میں لکھا کہ اپنی رائے سے اس کو مفصل اور پیوستہ کتبہ مطلع کر دے۔ چنانچہ راجہ نے شاہزادہ سے جا کر کہا کہ میں خطرناک حالت میں آپ پرشہ ہونے پر مناسب نہیں کہ میں اس کو آپ سے بچہ مشیہ رکھوں۔ اور معاملات کی حالت ایسی بدل گئی ہے کہ اب آپ کو در دلیر خاں ہی پر اعتماد کرنا چاہیے اور نہ دلاؤ خاں اور اپنی فوج ہی پر۔ اور اگر آپ اپنے باپ کی ادوار کے ارادہ سے تو اب بھی آگے بڑھیں گے تو بے شک تباہ اور برباد ہو جائیں گے۔ پس مناسب ہے کہ آپ سری نگر کے پہاڑوں کو چلے جائیں۔ وہاں کا راجہ یقیناً آپ کو بہت خاطر داری سے رکھے گا اور ملک کے دشوار گزار سڑکوں کے باعث اورنگ زیب سے اس کو کچھ ڈر بھی نہیں ہے۔ اور اس محفوظ جگہ میں کچھ دنوں ٹھہر کر آپ حالات اور واقعات پر نظر رکھیں اور جب موقع معلوم ہو تو باسانی وہاں سے آکر متھنہ کے وقت کے موافق عمل کر سکتے ہیں۔

شاہزادہ یہ گفتگو سنتے ہی سمجھ گیا کہ اب نہ تو ہے سنگھ ہی اپنا ہے اور نہ لشکر ہی اور سب برگشتہ ہیں۔ اور یہاں ٹھہرنا جان ہو کھوں میں پڑنا ہے پس ناچار فوج و لشکر کو وہیں چھوڑ کر اپنے چند شک حلال اور خالص رفیقوں کے ساتھ ہاکڑ منصب دار اور ذات کے سپہ سالار اور جنوں نے اس کی رفاقت کا ترک کرنا خلافِ فریاد سمجھا کہ ہستان کی طرف چل دیا۔ مگر جسے سنگھ اور دلیر خاں اسے کہنے چکے کہ کچھ سپاہی بھیج کر اس پر چارے کا مال و اسباب لوٹ مٹاؤ۔ جس میں اشرفیوں سے لدا ہوا ایک ہتھیار بھی تھا۔ اور ان کی اس نالائق حرکت کے باعث سلیمان شکرہ کے بہت سے ہمراہی شکستِ خاطر ہرگز اس سے جدا ہو گئے۔ اور رہا باقی رہے ان کو اکثر دیہاتی گزاروں نے لوٹ کھسوٹ

نشاہدان کے ایام مسکری اور مہاروں گنگیہ

کرتیاہ کر دیا بلکہ ان کے ہاتھوں سے بہتر سے اسے بھی گئے مگر جس طرح بن پڑا یہ گرتا پڑتا اپنی بیگم اور اہل و عیال کو ساتھ لئے ہوئے سری نگر جا پہنچا اور وہاں کاراجہ اُس کے رُتہ کے لائق تعظیم و تکریم سے پیش آیا اور تسلی کی کہ جب تک آپ اس ملک میں ہیں میری تمام سپاہ آپ کی مدد کے لئے حاضر ہے اور آپ کو کچھ خوف و خطر نہیں ہے۔

سے مالگیرانہ میں سلیمان شکوہ کے سری نگر جانے کے حالات کو بہت طوالت سے کھا ہے مگر ہم اُس کا خلاصہ یہاں لکھتے ہیں کہ جب سلیمان شکوہ الہ آباد سے تین منزل اس طرف آ پہنچا تو لڑائی کے چوتھے دن باپ کی شکست کی خبر ملی۔ اور اس کشمکش کی حالت میں بدراجہ بے شک سے صلاح پر بھی تو اس نے یہ مشورہ دیا کہ اول تو جس طرح بے دلی پہنچ کر اپنے باپ کے ساتھ داخل ہو جائیے۔ اور اگر یہ نہیں ہو سکتا تو ہٹ کر الہ آباد جا ٹھہریے اور سوچ و فکرت کا انتظام کیجئے۔ اور جب وہ الہ آباد جانے کو تیار ہوا تو رفاقت سے جواب دہ رہا۔ بلکہ جین رہا گئی کے وقت اپنے دوست و لیرخان کو بھی اور کچھ بچہ بھرا کر ساتھ جانے سے روک لیا۔ اور اس حالت کو دیکھ کر اور سرداروں نے بھی اُنسی کی چیز دی کہ اور اگرچہ شہنشاہ کی ذاتی رائے دینی چاہیے کی تھی۔ مگر اُس کا اُتالیق بہادر خاں اُن کو الہ آباد سے گیا۔ کیونکہ یہاں کا مستحکم قلعہ دارا شکوہ کے ایک مستحکم لازم سپہ قسام عرف سہو کا سوا بارہ وال کے قبضہ میں تھا۔ بعد چند روز گھر کر کشمیر کی ماہ سے قصبہ گنبد کی طرف (جو دارا شکوہ کی مٹی ہیں معروف گنبد صاحب کی جاگیر میں تھا) اند میں کو اس کتاب میں نوید چار پور کے کھا ہے) روانہ ہوا تا کہ گنبد کے کسی گھاٹ سے اُتر کر اور پھر سہارن پور کے قریب جڑے کے گھاٹ سے دوڑے جتنا کہ صبر کر کے پنجاب کو باپ کے پاس جانا پڑے۔ مگر جب دشمن کے متروکے ہوئے سرداروں کی مزاحمت کے باعث اس طرف سے گنبد کو صبر نہ کر سکا تو سردار اُس کے قریب سے ہوتے ہوئے ہر تعداد کے قریب وہاں کے پہاڑوں غصہ شامہ سری نگر کی مدد سے اس کو دیا سے اُترنا چلا۔ اور اس ارادہ سے بمقام چانڈی پہنچ کر وہیں کو صاحب مالگیرانہ سے۔ محاذی ہر دوا سے متعلق ملاقات سری نگر۔ کھا ہے) ہوائی داس نامی اپنے دینا۔ بہر حال۔ کہ جو پہلے بھی دارا شکوہ کا بھیجا جا رہا تھا کہ حوائف سے کہ سری نگر کے راجہ کے پاس کشمیری کے ہم پہنچانے میں مدد کرنے کے لئے بھیجا۔ گزرتے ہیں وہ اسرار سلطنت شاہیہ خاں اور فدائی خاں بہت سی فوج کے ساتھ سامنے آ ہوئے مگر سری نگر جانے کے کہ چلا۔ قدر تو چانڈی سے اُتر کر بمقام ۱۶۴ سال جو سری نگر کی مد میں داخل تھا جائزہ کیا۔ اور یہاں سے راجہ کے اہل کار پہاڑ پرے گئے اور

قبیلے جاسطیے منگولز دست۔ چار منزلِ رام خود آگئے یا اور سری نگر لے گیا۔ اور کہا کہ کپ منصرف طور پر یہاں تفریق رکھ سکتے ہیں۔ مگر ان ہاتھی گھوڑوں اور فوج و لشکر کی سیوے اس پہاڑی اور چھوٹے سے ملک میں گھٹائش نہیں۔ اب یہاں وہاں کو مرض الموت کے سبب اجازت لے کر مشہورہ سے کیا بلکہ پہاڑ سے اترتے ہی دنیا سے رخصت ہوا۔ اور باقی ماندہ سردار جو ناگھریوں کے باعث اور ہر دور کھسک جانا چاہتے تھے مگر مشہورہ کی مرضی اور رام کے غلاموں کی رہنمائی کے بغیر اس پہاڑی ملک میں سے نکل نہیں سکتے تھے انہوں نے کچھ جھوٹ سی بول کر اس کو پھر انا بد جانتے کے لئے آمادہ کیا تاکہ شہزادے کے ساتھ شامل ہو جائے کیونکہ اپنی شکست کے بعد دلا شکوہ سے نہ یہ خط و کتابت معاندانہ کے اس کو اگر یہ بدلہ کرنے کی طرف ہی تھی، امراض مشہورہ رام کا شکریہ ادا کر کے اور کچھ تھکے تھکے مسکرو رخصت ہوا۔ مگر گنبد میں وہیں پہنچے ہی یہ وہاں باز اور خود غرض غیر خواہ اس کو چھوڑ کر اور ہر دور چل دیئے اور یہ ناچاری پھر سری نگر کی طرف لوٹنا پڑا۔ اور اب سامنے سپیاد کے جس کا بھائی سید تمام اب تک تلوار ادا و کر تھا ہے جو تھے تھا اور ان کے کوکے محل شاہ اور دو تین اور سرداروں اور چار سی مسیبت زدہ بیگم اور چند اور مرد توں اور مشہورہ کو چاکروں اور سحرابیوں کے اس تلم فوج و لشکر میں سے کوئی بھی ساتھ نہ رہا۔ اور چونکہ اس کے پہاڑ سے اترنے کی غرضیں کہ اور مغل نریب کے بعض سردار پھر اس کا راستہ روکنے کے لئے آچہنچے تھے۔ اس لئے یہ خوف زدہ مشہورہ گھبراہٹ میں جس قدر براہِ راست اور اشرافیاں ساتھ لے سکاں کر داتوں راست گیند سے چل کھڑا ہوا اور خوف کے سبب معمولی راستہ چھوڑ کر رام کے آدمیوں کی رہنمائی سے ایک اور راستہ سے سری نگر کو پہنچ گیا جہاں شہر سے چہنچے آکر رام آئے اپنے ہاں لے گیا۔

داخل ہر کہ شہر سری نگر حسان پہاڑی علاقوں کے ایک حصہ کشمیر کے جو اس وقت کمالیوں اور سری نگر کے راجاؤں کی خود سر حکومتوں میں تھے۔ اس زمانہ میں گورنمنٹ انگلشیہ کے ماتحت اور کشمیری کمانوں کا جس کا صدر مقام انورہ ہے ایک جہادوں کی برہستانوں میں سے جو کہ ہستان ہمارے علاقے کے بعد دریائے گنگا کہلاتے ہیں انھیں تندرنا سے ایک نالہ کے کنارے سطحی سمندر سے سترو سرائیچاس فٹ بلند اور ایک دو چینی اسٹیشن کشمیر کا جائے تمام ہے۔ اس صوبی صوبی کے شروع میں جو کہ ہستان یہاں کے رہنے والے گورکھا لوگ ہندوستان کے مغربی اور شمالی پہاڑوں پر مہم دور تک قابض ہر گتھے تھے تو انھوں نے یہاں کے دھرم کو کہیں حکومت سے خارج کر دیا تھا مگر جب مسلمان گورنری نے ان کو ان کی سب پہاڑوں سے نکال دیا تو مشائشہ میں رہاں کے خارج شدہ رام خود شہر شاہ کو گڑھوں کا قلعہ بن کر رہا مست پر پھر رہاں کو ا۔ ایکس ان کے تھیں ملک میں سے وہ حصہ جو انھوں نے اور ہستان کی کے تمام تھیں



- یہ جو کچھ گنوار شکرہ دارا شکوہ کی کئی رائے اور اپنے چاہ طلبی کے خیالات کے باعث ہوا۔ اورنگ زیب نے حضور کی خدمت میں حصولِ صحت کی مہارک یا د عرض کی ہے۔ اور ان واقعات کے وقوع میں آئے گا اُس کو نہایت ہی رنج و افسوس ہے۔ اور اُس کا آگرہ آنا محض اس فرض سے ہے کہ جو کچھ ارشاد ہو وہ بسر و چشم اُس کی تعمیل کرے۔

جس کے جواب میں شاہجہاں نے بھی اپنے نوزہ سعادت مند کے طور طریق کی نسبت ایسی ہی تعابیر واری اور تعلق کے ساتھ اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ اس کی سلاحت مندی اور ایسی قربان برداری سے ہم نہایت راضی اور خوش ہیں۔ اگرچہ شاہجہاں اورنگ زیب کی مکاری اور شوق جہاں بازی سے بکلی واقف تھا۔ اور اُس کی ان ظاہری باتوں پر اُس کو بڑا اعتماد نہ تھا۔ مگر باد جو داس کے اُس نے صفائی کے ساتھ معاملہ کو یک سرہ کیا یعنی اگرچہ یہ مزوری تھا کہ دربار میں املا اور ارکان دولت کو جمع کر کے خود اُس کے مقابلہ کو نکلتا اور اس طرح خلافت کی نظر میں اُس کو علانیہ باغی ثابت کرنا حالانکہ ان اُمور کے لیے اب تک موقع نہ تھا۔ مگر کچھ نہ کیا اور اس کے عرض صرف چالاک اور دُم بازی سے اور گنہگار جیسے شخص پر تھا ایسی باتوں میں دنیا بھر سے تیز مذاکرات آنا چاہا۔ پس اُس کا خود اس حال میں پھنس جانا جو بیٹے کے لیے بچھا ہوا تھا کچھ قہر کی بات نہیں اور اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ شاہجہاں نے ایک معتبر غلام سرگودانگ زیب کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ

نبی شکر دارا شکوہ نے جو کچھ کیا وہ سب نامناسب تھا اور اُس کی بے بھی اور نالائقی کی باتیں یاد دلا کر کہا کہ تم پر تو ہم ابتدا ہی سے دلی شفقت رکھتے رہا ہیں تم کو ہمارے پاس جلد آنا چاہیے تاکہ تم سے مشورہ سے ان اُمور کا انتظام کیا جائے جو امن و امان قری کے باعث خراب اور بترک ہوئے ہیں۔

مگر اس مطالبہ پر شاہجہاں نے پہچانی سے بادشاہ پر اعتماد کے قلعہ میں چلے جانے کی دہری دلی کہہ کر اُسے معلوم تھا کہ بیگم صاحب کسی وقت بادشاہ سے حیا نہیں ہوتی اور اُس کے مزاج پر اس قدر غامدی ہے کہ جو کچھ وہ چاہتی ہے وہی ہو سکتا ہے۔ اور یہ پیغام اُسی کا ایک حکم ہے۔ اور اُس نے قلعہ تھیں میں سے جو محل سرا میں چوکی پہرہ کے کام پر متعین تھے اصل کتاب میں اتنا ہی عرصہ تھا کہ وہ دیکھ کر جو محل سے چوکی پہرہ کا کام لگایا



شاہجہاں کے اہم امیری اور مہارنگشہ

رجی میں کچھ قوی پہیل اور مضبوط اور مسلح فوجیں اس قصد سے لگا رکھی ہیں کہ جب وہ قصد میں داخل ہو تو فوراً اس پر آن پڑیں۔ اور اگرچہ اس نے بار بار اپنی حاضر کی تاریخیں اور دن مہینے کے لیکن کوئی مذکور کی بناء چکا کرتا تھا ہی رہا۔ اور اور ہر اپنی معمولی کاموں میں کرتا رہا یہاں تک کہ اکثر بڑے بڑے قوی اقتدار امیروں کا قصد و مہارت کر لیا۔ اور جب سب بندوبست ہو گیا تو یکایک اس کا بیٹا محمد سلطان آگر قلعہ پر قابض ہو گیا جس سے سب لوگ ہتھ بٹکا رہ گئے۔ اس جاں باز اور مالی بہت جوان نے کچھ سپاہی پہلے سے حملہ کے اس پاس لگا رکھے تھے۔ پس اس بہانہ سے کہ بادشاہ کی خدمت میں کچھ بیجا م لے کر جاتا ہے یکایک اُن سپاہیوں پر آچڑا جو قلعہ کے دروازے پر متعین تھے اور جو سپاہی اور آدھر گھمات میں لگائے ہوئے تھے جمعیت آٹھ سو اور اہل قلعہ کو مغلوب کر کے جن کو اس کا کچھ دہم و گمان بھی نہ تھا قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

اس وقت شاہجہاں کو جس قدر خوف و اضطراب ہوا ہوا تھا وہ ظاہر ہے پس جس شخص کے پڑ لینے کے لئے وہ اتنے دلوں سے گھاتیں لگا رہا تھا اب خود ہی اس کا قیدی بن گیا۔

محمد سلطان کا قلعہ پر قبضہ کرتے ہیں کہ اس نے نصیب بادشاہ سے تمہید ہوتے ہی محمد سلطان کو یہ پیشامد بھیجا کہ

میں تم سے تخت کی قسم لگا کر کہتا ہوں اور تم ان ہمہ میرے ہمسایہ و ہمسایہ ہے کہ اگر تم اس وقت مجھے ایمان داری یہ تو تو میں تمہیں کو بادشاہ بنادیتا ہوں۔ اور اس موقع کو غیبت جان کر پاتھ سے درد اور زور چلے آؤ اور داد کو تمہید سے چھوڑ دو اور یاد رکھو کہ اس سے تم کو ثواب آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی ایک دائمی نیک نامی حاصل رہے گی۔

لوگوں کا قول ہے کہ اگر محمد سلطان نہ اہمیت کے شاہجہاں کے کہنے کو مان لینا تو غالباً

جسے حاشیہ منور گدشتہ، ان کو قلعہ فتح کیا کہتے تھے اس نے تمہید میں یہی انداز اختیار کیا گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ غلامی بھی ایک نامی ہی قوم ہے۔ س م ج

۱۔ اصل کتاب میں نام کا فرق ہے جس کی جگہ ہم نے ہندوستان کے عوام کے بموجب تبدیلیاں لکھا ہے کہ یہ کہ ہم کو یاد ہے کہ ان کے غلاموں نے شاہی کے اکثر لوگ مذہب و مذہب کے بھی (میں) میں غلامان کا نام و نامی ہی سنگیناں بات بات پر غیبت ہی کا نام لگا کر کرتے تھے حالانکہ وہ کچھ سخت ہی رہا نہ تھا، غلبہ کہ تخت کی قسم اس غلاموں میں جی ہی نہ کرنا اور مقدس بھی جانی تھی۔ س م ج

وہی سب کچھ پہناتا کیونکہ اب تک یہی لوگوں کے دل میں شاہجہاں کا ادب اور محاذ بہت کچھ باقی تھا۔ اور اگر یہ خیمہ زادہ اسے قطع سے نکلے دیتا اور یہ بڑھا بادشاہ کچھ فروغ سے کرجات خود اور نگزیر پر حملہ کرتا تو غالباً کل فروغ امن کی خرابی برداری کرتی اور فی اقتدار امیرنگزیر حلالی اور وفاداری سے پیش آتے۔ اور اس بات پر بھی سب لوگ متفق رہتے ہیں کہ اس موقع پر محمد سلطان سے ایسی ہی غلطی سرزد ہوئی جیسی کہ سرگودھ کی لڑائی کے بعد شاہجہاں سے ہوئی تھی۔

اب یہ دیکھ کر اس جگہ بادشاہ کی غلطی رائے کا پہرہ کر آگیا ہے تو انصاف یہ چاہتا ہے کہ اس کی نسبت یہ بھی ظاہر کر دوں کہ تمام حالات پر نظر کر کے بہت سے ذی رتبہ مرد لوگوں کی بالاتفاق یہ رائے تھی کہ دارا شکوہ کی شکست کے بعد اس بوڑھے بادشاہ کو قطع ہی میں رہنا اور اور نگزیر کو فریب ہی سے گرفتار کرنا مناسب تھا۔ اور ان کا قول تھا کہ خلائی کا یہ قاعدہ ہی ہے کہ بیٹھ کے ظہور کے بعد کسی عہدہ کو بڑا یا بھلا بھلا کرتے ہیں اور اکثر اوقات جب کہ نہایت ہی کچے غصے چل جاتے ہیں تو لوگ ان کی بھی تعریف و ترمیم کیا کرتے ہیں۔ پس شاہجہاں کا الفت و محبت اور صفائی نہایت محضاً کہ اور نگزیر کو گرفتار کر لینا کچھ ناممکن نہ تھا اور اس صورت میں اس کے ہم و فراست کی ایسی ہی تعریف اور ترمیم ہو جاتی جیسے کہ اب سب بڑا کہتے اور یہ الزام لگاتے ہیں کہ یہ قتل سے خارج بادشاہ ایک ایسی صورت و بیگم صاحب کے کچھ پر چلے سے اس حال کو پہنچا جو صرف کہنا اور عداوت کے جوش سے اندھی ہو رہی تھی اور بے عقلی سے یہ کچے بیٹھی تھی کہ وہ یہاں تک اور نگزیر قتل میں ہم سے لئے کہ آئے گا اور اس حاکم کی طرح جو خود بخود پیچھے میں آن پہنچے گرفتار ہو جائے گا۔

اب محمد سلطان کی غلطی۔ اس کی نسبت عموماً اس ملک کے مرد لوگ یہ کہتے ہیں کہ تاج شاہی اس کو محض اٹھا آتا تھا۔ مگر اس سے لیا نہ گیا حالانکہ اس میں جو جب قول مشہور ہے چھرا وہم خواب، سلطنت اور دوا کے تیرہ سے چھرا دینے کی نیک نامی دونوں حاصل ہوتی تھیں۔ پس اگر وہ ایسا کرتا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ یہ زوجان خیمہ زادہ بھائی اس کے کرتلہ گئی یا کہ اس پر ازندگی کے دن گنا کر تباہی کل امور سلطنت کا وہی مالک و مختار بن جاتا۔ اور اگرچہ چند شخص یہ

لئے یہ محمد سلطان کے یہ حق تو ہے کہ اپنے پڑا شاہ ہے جس کا توکر آئندہ آئے گا۔ اس میں

خیال کرتے ہیں کہ اس نے باپ کی اطاعت اور حق چوری پر نظر کر کے بادشاہ کی درخواست کو قبول دیکھا۔ مگر غلطی غالب یہ ہے کہ اس کو شاہجہاں کے عہد و بیان پر سچائی کا ہر دوسرا دہرا ادا اس نے یہ بھی سوچا کہ ایسے قتلند اور شجاع شخص سے جیسا کہ اورنگ زیب ہے لڑائی مول لینا محض بے فائدہ اور سراسر خطرناک ہے۔ بہر حال شہزادہ کا خیال خواہ کچھ ہی ہو مگر خلاصہ یہ ہے کہ اس نے اس چہ نصیب بادشاہ کی تجویز نہ مان لی بلکہ پاس جانے سے بھی یہ ضد چٹل کر کے انکار کر دیا کہ

مجھے اورنگ زیب کی طرف سے حنفی میں حاضر ہونے کی اجازت نہیں ہے۔  
بلکہ تاجکیدی حکم یہ ہے کہ قلعہ کے کل دروازوں کی کنہیاں خود اپنی سہرولی میں لے کر میں یہاں سے نہایت جلد واپس جاؤں کیونکہ وہ حنفی کی قدم پوسی کے ازلیں مشتاق ہیں اور صرف اتنی ہی دیر ہے کہ اس امر سے اطمینان ہو جاتے تو فوراً حاضر ہو جائیں۔

اب دو دن تک تو شاہجہاں کنہیوں کے دینے میں سچر پھر کر تاروا۔ لیکن جب اس نے دیکھ لیا کہ سب لوگ اسے چھوڑے جاتے ہیں غصہ شایہ سن کر کہ تھوڑی سی فوج جمع کر کے خاص کی محافظہ تھی وہ بھی چل دی۔ اور اب بچاؤ کی کوئی امید باقی نہیں ناچار قلعہ کی کنہیاں حراے کر دیں اور تاجکیدی کہلا بھیجا کہ

اورنگ زیب کو اب تو آنا ہی چاہیے۔ اور وہ دروازائی بھی ہے کہ وہ جلد ہم سے ملے کو آئے کیونکہ سلطنت کے بعض مزدوری اسلر ہم اس کو بھسانا چاہتے ہیں۔

شاہجہاں کی گرفتاری | لیکن وہ سیاست دان محض اپنی جال سے چرکنے والا نہ تھا چنانچہ بجائے اس کے کہ اس ارشاد کی تعمیل کرے تو ہی اعتبار خاں نامی اپنے ایک مقرب خواجہ سردار کو قلعہ دار مقرر کر دیا۔

جس نے پہنچنے ہی سب جگہوں پر بیگم صاحبہ اور خود شاہجہاں کو قید کر دیا۔ بلکہ قلعہ کے اکثر دروازے تک چھوا دیے۔ اور بادشاہ اور اس کے بیٹے خواجہ

لے مالگیر تار سے تھارچہ کا مشاہدات اس دہشت دکن میں تھا۔ اس کو نہیں بلکہ درواغدار خاں کو قلعہ دار بنا دیا گیا تھا۔

کے باہم آمد و رفت کو کسی خط کتابت اور سلام پیام کے تمام ذریعے بھی مسدود کر دیئے۔ اور شاہجہاں کو اتنی بھی اجازت نہ رہی کہ قلعہ دار کی اطلاع کے بغیر اپنے کمرے سے باہر نکل سکے۔

بادشاہ کے نام اورنگ زیب کا عرض | اب اورنگ زیب نے باپ کو ایک خط لکھ کر جو رواد کرتے سے پہلے تصدقاً مسموع لوگوں کو سنایا گیا جس کا مضمون یہ تھا کہ: ”یہ بے ادبانی مجھ سے اس لئے سرزد ہوئی ہے کہ حضور عظامہ ہر مہری نسبت اظہارِ اُلفت و مہربانی فرماتے تھے اور ارشاد ہوتا تھا کہ ہم دارا شکوہ کے طور و طریق سے سخت ناراض ہیں مگر مجھے نہ تو خبر ملی ہے کہ حضور نے اشرافیوں سے لے کر ہوتے دو ہاتھی اُس کے پاس بھیجے ہیں۔ جن سے وہ سختی فوج تیار کرے گا۔ اور اس خوں ریز لڑائی کو طوالت دے گا۔ لہٰذا حضور ہی خود فرمائیں کہ یہ حرکتیں جو غریبوں کے معمول اور طریق کے برخلاف اور سخت معلوم ہوتی ہیں مجھ سے ان کے سرزد ہو جانے کا باعث کیا صرف دارا شکوہ کی خود سری اور غنا و ہی نہیں ہے، بلکہ فی الواقع حضور کی اسیری اور اتنی دیر تک شرفِ قدم لوسی سے مہری محرومی اور حضور کے خلاف توختے فرزندانہ خدشات کی بھلا آوری میں اس قدر تاخیر کا باعث مخصوص ہی ہے۔ اور میں حضور سے کمال معذرت یہ التجا کرتا ہوں کہ میرے اس بظاہر ہر حیرت انگیز طرزِ عمل سے صرف نظر کر کے اس ممدوال آزادی کو ہر طرف چند روز کے لئے ہے تحمل کے ساتھ گوارا فرمائیں اور جب دارا شکوہ امن و امان میں خلل اعزاز ہونے اور حضور کو اوجھلکوا دینے کے قابل نہ رہے گا تو میں فوراً قلعہ کی طرف از خود دوڑا چلا آؤں گا اور حاضر ہو کر دست بستہ عرض کروں گا کہ اب کچھ روک ٹوک نہیں ہے۔“

اورنگ زیب کے الزام کی تحقیق | اگرچہ میں نے سنا ہے کہ شاہجہاں نے فی الواقع یہ اشرافیان پنجاب کی طرف روانہ ہوا تھا اور اس کی خبر دشمن آماجگ نے اورنگ زیب کو پہنچائی تھی اور یہ خبر بھی اُس نے دی تھی کہ قلعہ میں آگے تو قلعہ اتنیوں تم پر حملہ کریں گی اور یہ بھی کہتے

ہیں کہ شاہجہاں کے کئی خط جو اس نے داراشکوہ کے نام روانہ کئے تھے اورنگ زیب کے ہاتھ آ گئے تھے۔ مگر اکثر دانشمند اور فہیدہ لوگ ان باتوں کی صحت سے انکار کرتے اور یہ کہتے ہیں کہ وہ کاغذ جو سر عام سنا یا گیا تھا محض بے اصل اور صرف لوگوں کے دماغ کا دینے اور شاہجہاں کے خیر خواہوں اور طرفداروں کی طفل تسلی اور زبان بندی کے لئے تھا اورنگ زیب کی اس ناشائستہ حرکت کا ہر چا کرتے تھے۔

**امرائے سلطنت کی اطاعت** | میر یہ باتیں صحیح ہوں یا غلط، لیکن یہ بات بالکل سچی ہے کہ جب بادشاہ ایسے سخت طور سے قید ہو گیا تو قریباً

تمام امراء اورنگ زیب اور مراد بخش کے دربار میں تسلیات کے لئے جا حاضر ہوئے۔ اور جس جب یہ سمجھا ہوں کہ اس بیچارے نے اسے اور مظلوم بادشاہ کی حمایت میں کئی امیر نے ذرا بھی ہتھ پاؤں نہ دلائے اور کسی کے پیروں سے اسے بات تک بھی نہ ملنے ! تو بے نہایت ہی رنج ہوتا اور فضا آتا ہے۔ انفس ! یہ لوگ اُن ظالموں کے آگے سر جھکانے کو جاتے تھے جنہوں نے ان کے آقا اور مالک پر ایسی سختی کی۔ حالانکہ ان کے موجودہ مرتبے اور درجہ عہد دولت و شہرت سب کچھ صرف اُسی کی مہربانی کا نتیجہ تھا۔ اور اس دربار کی رسم کے موافق اس نے اُن کو ادنیٰ ادنیٰ درجہ سے مراتب اعلیٰ پر پہنچایا تھا۔ یہاں تک کہ بہت سے ان میں سے ایسے تھے جو غلامی کی حالت سے اہدیت کے درجہ کو پہنچے تھے۔ مگر ہاں چند شخص ایسے بھی تھے۔ مثلاً دانشمند خاں جنہوں نے کسی کی بھی جانب داری اختیار نہیں کی تھی۔ لیکن ان کے سوا اور سب کا عزم یہ حال تھا کہ اب اورنگ زیب ہی کا دم بھرتے تھے مگر اُمرا کی اس حالت پر جب میں غور کرتا ہوں تو ان کے اس کفرانِ نعمت اور احسانِ فراموشی کی نسبت لمن ملن کرنے کا جوش کچھ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ یعنی ہندوستان کے امرا پر کد فراموشی و غیور ممالک پر پ کے اُمرا کی طرح کسی چاندواز مینداری و دیرو کے مستقل مالک نہیں ہیں۔ اس وجہ سے ان کی آمدنیوں کا کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے۔ جس کو بادشاہ و قوت سے کچھ تعلق نہ ہو۔ بلکہ جیسا میں پہلے لکھ چکا ہوں ان کی آمدنیاں صرف وہ

سلطہ داراشکوہ کی مخالفت کے باعث میوگنی کے عہد سے استغفار سے اس وقت تک ہے دلی ہی میں خاندانِ نقیہ تھا اور مانگیر نار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اورنگ زیب داراشکوہ کے تعاقب میں آگے سے دلی کے قریب پہنچا تو یہ نعرہ لڑا کہ مقام پر دو پانی دلی کے پاس تھا، اس کی صورت میں حاضر ہوا تھا۔ اس م

روسیچے جوتے ہیں جن کا تعین محض بادشاہ کی مرضی پر موقوف ہے۔ اور ان کا جاری رکھنا یا بند کرنا صرف اُن کے اختیار میں ہے اور جب یہ دغلا کتب بند ہو جاتے ہیں تو یہ لوگ بالکل تباہی میں آ جاتے ہیں یہاں تک کہ تمہارا ساتھ میں بھی ان کو کہیں سے نہیں مل سکتا ہے۔

سلسلہ ماہرین کی متانت کا رد و اثبات۔ اس کا اور ایک سبب کے پاس عاجز ہو جانا۔ اور آخر کار قرائن و اشارات پر ہونا۔ ان سب باتوں کو نگاہ تاریک و تاریک خاں۔ مل صالح۔ اور میرزا غلام احمد علی صاحب نے جس نے یہ ترتیب سے لکھا ہے اس کا خلاصہ اس خط و کتابت کی مکمل نقل کو جو ماہرین کے ہاتھوں میں ہے وہی مفید اور دلچسپ سمجھ کر اسی ترتیب سے اس جگہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اس خط و کتابت کی نقلیں جو مل صالح اور تاج خاں خاں میں درج ہیں ان کے الفاظ مختلف اور مطلب واحد ہے۔ مگر داخل خاں جو اردو نگار سب کے خاص امیروں میں سے تھا اس کی تقریروں کو زیادہ مستند سمجھ کر سب نقلیں اسی کتاب سے لی گئی ہیں۔ نیز ایک عرضی کے جن اس خط و کتابت میں مل صالح سے لی گئی۔

اگرچہ اورنگزیب کی یہ تصویر جس کو پینٹ کرنے پر غفلت کیا ہے ان دونوں کلاؤں میں نہیں ہے مگر عامگیر نامہ میں اس کے مسودات میں اورنگزیب کے لٹھ کے بعد صاف برتے جے اولیٰ شکوہ پر نوح لڑائی کے دیگر وقت اختتام عام پر معروف سرگزشت اورنگزیب کے تمام کے تذکرہ کے بعد یہ عبارت تحریر کی ہے کہ "درب مذہبست معذرت نامہ شعل بر صورت حال، و اعتقاد و قوت صف آرائی و تامل کہ باعث براداری آن دارالشکوہ بے غرور و غرور بود۔ و جزو منصب حکم شریعت و تہاتر عقل و عاقلان بر آن معذور نگاشته ملک ادب والی ساخته بخدایت اعلیٰ حضرت فرستادند۔"

اور لڑائی سے پھرے واپس آکر کے قریب جب بادشاہ درخشاں معویہ اپنے دہرو میں ٹوڑے ہر اتو آس کے اس معذرت نامہ کے جواب میں شاہجہاں سے جو شہادت اپنے علم خاص سے لکھا تھا اس کا خلاصہ بغیر مائل خاں سے ہے۔

تہاں تکٹھا خائے شہیت جہ پھلے در میاں آں کمرہ باعزہ سلطنت دجہاں باقی دفرہ نامہ سلطنت  
دکامراتی و شہا و بلند اقبال صحت بہ کدورت دلال اکامہید و آچی مد پر دہ فلیب و صحاب فقیر  
مستور بود ہر دو سے ہر دو تاخار اذان جا کدہ فرہی قضا اقدہ وادولت خالقی فیروز شریعت و  
ہر آئے جہرا بہ آئے نصرت انماض میں انباں از حتمات نظار نمود مشناسی وضا دانی و دست  
باظہار سے کہ اکثر انفسراج خاغرہ باجساط طبع اقدس چاں خطن و منوط آمدہ ہذل کرہ واکہ  
جا کدہ شرف و ترقی پذیرفت و فرض التبتیح ایں مقولہ آنکہ کٹھا خائے باطن جہانائے ظہر

وہ تھا کہ جہاں تھے فرحت اُٹھائے اُن فرزند ہو شمع ہیا رعد و کہ چرخ ضیا بخش و فروغ  
 اُٹھائے این و دمان دولت و اقبال است بٹا چے است کہ حوصلہ قیود بیان اندازہ آگیا  
 ہر چہ چاہے خاصہ کہ اُن دورۂ اتحاد غلط نہ دہا سے دشمن فرج نہ فرشتہ افزائے کلیل فراں سے  
 ماہی بر اداوت لم یزل پس از مددگار و داند زبان طویل پای ہر سرب مکان و محل قریب اتفاق  
 نزول اتحاد و اراپس و آن چنان امراض شفا و ہمدردیہ کہ رشید امید تو توفیق دریں بخت  
 اعلیٰ سوز عداوت اندر قطعاً مفقود و مشعل بود از شفا خزانہ عنایت حکیم  
 علی الاعلاق شہوت گورائے صحت کہ است و مصل پزیر غزل انصاف حمایت تازہ و نیک  
 و بارہ عطا گردیدہ التاب خراج شوق و دعا پر اشتیاق باطنی نہایت رسد و شوق کہ خواہش تین  
 و از دست باطنی آن فرزند نیک اختر مالا گہر نیز دریں باب از باب غلیباں نشان رحمت و کفایت  
 طلب عزیز مصر یقیناً کے بزرگ کنعان خواہ بود چون زیادہ بریں حوصلہ طاقت ہارا انتظار را  
 برحق طہ پسندیدہ عالم احسان آست کہ آن ادب دلی خود و مہم شناس مقل ہند و بی سیر  
 تا آخر مہم راحت ہر جماعت خرم و تہادہ خاطر اقدس ما مشاہدہ جمال نقائے بہت افزائے  
 بود فرحت آگئیں و مسرت آمد و سازندہ

عنا

”نزد آدولہ ننگ مرا سوزی جاں باش“

اس فقرہ کے پیچھے پر اور ننگ سب سے تلخ کی راہ سے نہایت ہی ادب اور نراں برواری کا انہار کیا  
 اور داخل خاں میر ما ان اور سبہ ہایت اللہ صدر یمن عظم اذنا نہ کو جو یہ فقرہ اور انصاف و محبت اور  
 اور حقوق و ثبات کے پیغام نرالی کے کرانے تھے بڑے بھائی غفلت نہایت کے اور جواب میں یہ عرض حاکم کے  
 بہت خاطر و اداوت کے ساتھ نصحت کیا۔

مراسم سہ و سلام و لوازم تعلیم و تکریم کیا آئندہ ہر مرض میں ساند کہ نرمان فرخندہ عزان  
 ششک بر کفایت آرزو مندوی خاطر یمن منظر ہر و ترو و وسیعہ میں این ہر دورۂ غصہ و کدۃ  
 حریت ہر دھیں یوس حضور تانہن اللہ شرف صدور و ہر دورہ و یافتہ سازد یا است مشغول  
 اشتیاق شوق اُن مجاہدہ تیش کہ ہر کہہ اش سراپہ و اوارہ برکات و ہر فقرہ اش ہر اوج  
 ہر اے حیات بود سراسر سفر خاطر زینت و صیبت و طرز تشنگی یافتہ و کشش نوز رنگین ہمار  
 گردید و فروغ این آیات رحمت و شرمہا مانے طاقت از سر تو پر تو ہم دایم و دایم دایم

گستروہ سرشار نشہ مسرت و طرارت ساخت۔ شکرا میں منایات تازہ و رحمت ہے اندازہ کار  
 طرف طاقب تحریر و تقریر بیرون است از نگلی دست گاہ لفظ و سنی چگونہ بہ تخریر زبان کز شرف  
 بیان راست آید شرم ہم گرفت شفا پیش نہد گاہ سے چند۔ الحمد للہ والحمد للہ کا خاصیت صدق  
 اداست مضمر و غلوس حقیقت کلن و ضمیر نہی کی حضرت کار خود کردہ تازگی فرود غنہ از نہان  
 کہہ باطن برستے برود از لفظ و سلسلہ جنبانی اتہال آسانی و فضی خواہش میں و طاقب کمال  
 و طاعت حضرت نعل بحاق و سببہ گلش بامید و مراد و انگشت و دندان ساخت اکو کا بارانہ بار  
 موافق رہی و مراد غلامی کو گشتہ بخاہش حقیقت رسید قاصر اتفاقی مغوی بر شام زندہ باز  
 گشتہ باعث مزہ حیات گمچہ امید داشت کہ اسباب مواصلت میں و در افتادہ و رحمت  
 مسود و سامت سماعت آموست بہم و در وارضی قدم پس مہارک آن حضرت کوئی آیت  
 برکت مژدہ گاہ آئے رحمت پروردگارند و مژدہ گاران اخلاقی و وقت و آندہ و مژدہ گاران  
 این روز داشت بر مرد خاطر نوب گشتہ از تجلی و عیار ناہل الا و در نہ نہ منظر ویدہ را و کش  
 و یکچہ مشرق ہزار سازد ز یادہ از میں وارضی کوئی اندیشی و دانہ

اگرچہ اور نگ زیب کے ہشکندوں سے یہ گمان ہوتا ہے کہ تین و تہت مسود و سامت و طاعت  
 آموست کا انہداس و مہر و توفیق میں اپنے اخلاقیات پر پاکستہ کے تھے بعض ایک حیلہ تھا۔  
 مگر کیکاس عرصہ میں باد شاہی سردار اور امیر مذہبوں کے پاس حاضر ہوتے جاتے تھے  
 اور اس حالت میں بادشاہ کے پاس جاتے سے بجز مزر کے کوئی فائدہ مستور نہ تھا بلکہ  
 بزل صاحب سیر الشافعی حاضر ہونے کا ارادہ ظاہر کرتے کی وجہ صرف اتنی ہی تھی کہ لگی  
 کی زبان میں صوفیہ را بند رہے۔ مگر مائل اور صاحب عمل صالح کے بیان سے یہ اور نگ زیب  
 کے خوشامد می مدخ جنیں ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ارادہ فی الحقیقت آپ کی خدمت  
 میں حاضر ہونے کا تھا۔ مگر فاضل خاں کے چلے جانے کے بعد میں امرائے اُسے غریب کا یا  
 اور شاہان کے پاس جاتے سے نوازا۔ چنانچہ فاضل خاں جب اگلے روز اس امید میں  
 کہ آپ ہیچہ کی ملاقات اب حیلہ ہونے والی ہے۔ خوش خوش پہر آیا اور بادشاہ کی طرف سے  
 بعد ملاقات کی رضا مندی اور خوشنودی کے بعض عہدہ حاکم مساکین شہر حلوہ کے جس کا  
 نام عالمگیر شاہ جس کی نسبت سرور نے کتھے ہیں کہ اور نگ زیب اور اس کے رفیقوں نے اسے ایک  
 ایسی قال مہارک بجا تھا کہ اگر کثرت لفظی کے وقت اس فضا کو اپنے القاب شاہی کا



اُس سے ایک جز بنایا، پایا اگرچہ اور نگہ زیب نے ادب اور اطاعت کی تمنا ہی باتیں تو اب بھی بہت ہی باتیں گزشتہ شاہجہاں کے پاس حاضر ہوئے کی اصل بات چھڑا کر جس کو ناسل خان نے بھی تالیف اور بادشاہ سے جاکر صاف کہہ دیا۔ ناچار شہجہاں نے دوسرے روز پھر ایک رتہ کھٹا بلکہ اور نگہ زیب کی چوگانی سننے کرنے کے خیال سے غلیل اڑنے لگاں کو بھی فاضل بھی کہتا سمجھا اور وہ یہ حنا نقل شدہ ثانی۔

بادشاہ و حقوق پرورش نماز و نسیم و ترتیب و تعلیم و بہ قازشات، ہیکس و منایات بے پایاں اختصاص بخشید، و مناصب بلند و مراتب ارجمند نائز کر کا تئیں دیا، این ہمہ حقوق اورت و اولوالعمری کو بجز زبان شاہنشاہ علی الاطلاق اطاعت و انتقال حکم لازم و واجب است و کلام دینی و کتاب آسمانی جان باطل اذان فرزند سماعت عند کمال استحقاق اعتقاد و محرم و انش و خشی خدا و دست پرہیزگر گرایا بہ رضا ہوئی و نیک نای و حق شناسی و خدا دانی صرف کردہ بسیار ہمہ ہی غایہ کہ قدر مہربانی و در تہ شوق و خواہش خاطر قدس دایہ دلالت و پاد نر صفت آثار و خلقی نہایت پاد نر و خواہش و اضطراب صاحب افراض خاصہ چندیست و بعد شہر ندر و رائے رسنہ باد و نمودار و پرچم رائے رسنہ۔ از امور از سعادت حضور پاد نر نیست و ہوا سمنہ و صفت کای شتہ ہے مہر پر طیف، لما دشمن کلام بہند و ذہنت، لما در فرمان فرمایاں جہان و اہل رنج و تہریر کردہ از و غامت حاجت نیندیشد و ہوائے دور و زہ ننگ ای سرائے حادثہ شرم ساری و غامت اجد و پیش خدا و رسول بر نمود و گراما و آسان گیر۔ زہن رائے فرزند نکار سے جرات منکر آخر حج ندامت و پیشانی گزہ و دہامت صورت د۔ اہیات

اے خلف از راہ متاع بجا پ	تخی بیگی کہ منم آفتاب
مژدہ خود ایس نقل گزرتی بدست	سوتے ضابین و مشور خود پست
دردہد آموزد شدہ ایس رہ پدید	گلت چہ آموزد نہاید مشہید
گرچہ کئی دعوی و انش و نیک	نیک جا ختم کہ ندانی تو نیک
چوں تو شب و روز ادب غفلت کنی	بے لاری یا ہر سے چوں کنی
گرچہ ہوائی جہد و زانگی است	ایس نہ ہوائی جہد کونگی است
اے پسر اے چہ ہمدی و دہمدی	نیک کنی یا چہ مان سہمدی
بر سر خوان آے کہ ہم تو شدہ	یاد نیک کنی کہ ہم تو شدہ

خونِ خلیہ دل میں ہر جو ست جو شمش بسیدہ کن نیرِ پرست

چنانچہ جب یہ دونوں امیر اورنگ زیب کی ٹوٹ رسی پر پہنچے تو صرف خلیل اللہ خاں جو پہلے ہی سے اوجھڑا ہوا تھا اندبلا لیا گیا جس نے جا کر اورنگ زیب سے کہا کہ آپ ہرگز نہ جاسیے وہاں آپ کی نعمت بڑے ادا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اُس نے بادشاہ کو قید کر لینے کی صلاح دی اور رنجِ بدنامی کے لئے خود اپنی درخواست سے جھل پھر نظر بند ہو کر وہیں رہ گیا۔ اور اورنگ زیب نے فاضل خاں کی زبانی بادشاہ کو کہلا لیا کہ جگہ وہاں جاتے ہیں کئی طعنے کا خوف اور اندیشہ ہے اس لئے فاضل حاضر ہوتے سے معذہ ہیں۔ بادشاہ نے جب فاضل خاں سے یہ سب ماجرا سنا اور دیکھا کہ میرے ہی امرا اُسے بہکاتے ہیں تو اس اندیشہ سے کہ ایسا نہ ہو کہ بیکامی مجھ سے کہے اور سلوک کر نہیں قطعہ کے دروازے بند کرادیئے جس کی خبر پہنچے ہی تو افکارِ خاں اور مہارِ خاں اورنگ زیب کے سرداروں نے اُن کو قطعہ کا سامر ہو کر لیا اگرچہ اُنھوں نے رات کو قطعہ کی فیصل کے نزدیک پہنچ کر قبولِ قاتل خاں بہت سا کدفر دیکھا یا مگر یہ قطعہ ایسا نہ تھا کہ وہ ایسی آسانی سے اُس پر قابض ہو جاتے اس باعث سے اورنگ زیب کے سردار اور سپاہی قطعہ کے نزدیک کے مکانات اور درختوں کی آڑ میں آ کر بڑے اور دونوں طرف سے قوی اور جندوق کی لڑائی شروع ہو گئی۔ اگرچہ بادشاہ کی طرف سے بعض چھوٹے سردار اور جندوق بھی پیادے ٹھک حلائی اور بہادری سے بخوبی مقابلہ اور مدافعت کرتے رہے۔ مگر اکثر بڑے امرا اور منصب پہلے ہی روز یہ سمجھا نہ جاسکتے تھے کہ یہ قطعہ کے واسطے پانی لائے والوں کی مدد کر جاتے ہیں۔ چونکہ گاردار کی بیعتِ خندق کی وجہ سے اس قطعہ میں دُور مرگ ہی لگ سکتی تھی اور دہلی پر کھینچا تھا اس لئے اہل قطعہ کو ہراساں کر مظلوم کرنے کے قصد سے دوسرے دن اورنگ زیب کے لوگ ڈاکو برأت کے مخفی دروازہ تک جا پہنچے اور قطعہ میں پانی پہنچنے کا راستہ بند کر دیا۔ وہ لوگ موسم اور اگرہ کی نعمت گری بے چارے اہل قطعہ لاچار ہو گئے۔ پس اس جبار اندیشہ سے بادشاہ نے یہ عاوذ دیکھ کر بھڑکے مشروطِ اعلیٰ کے دس کواں فارسی تاج پہنیں۔ معاملہ کھلا ہے، اور کوئی صورت نہ دیکھی اور پھر اپنے اسی دلی خیر خواہ بھیلے فاضل خاں کو زندہ جندا نبال کی خدمت میں ایک اور تقریر کیے جانے لگا جس کا مضمون یہ تھا۔

۔ ایک الملک تعالیٰ شانہ کو ملکیت از تغیر و زوال مصروف است کو کب اقبالِ فرزندِ برہند

قوی طاعتِ لاجلی کو کب عیاںِ فرد فرورغ بخش شہنشاہِ دولت و دنیا افزا نے ساخت مہلی

دندہ ساز کمازی پھر رنگ ساز دانا سازی روزگار شعبہ باز امریکہ اصل کیلئے تصور و چیز

تعلیل دینی آمد بین الیقین مشاہدہ فتاد۔ آن زرینہ اقبال مدد ملے بلند یک بارگی ہر  
 فردی بریدہ و ہر انشئی شرق کہ دکان دروں ادرس سہ انتہا پندیر نہ نظریہ ٹینگند و  
 چٹم اصرق اروت و دریت عربے پرخسود اراد شمن کام پسند و ہ انجا آزار اما کہ موجب  
 چنانی دنیا و صورت ناکای بقیا سہل و آسان انگا شستہ انہرس روز شمار غافل و ہر  
 افتادہ اندر یوم بقدم الحساب از پی جرات و از کتاب حق شکنی جہ جواب خواہ داد نظم

پیشی کہ گویم ز غمت مشم باد کز پے غم غوم اندر نشاد  
 بندہ کہ باشاد بد و کینت جو خلق حبہ گو کند تو ہم خود گو  
 دزد تو در ملک من آمد قبار ہم تو شوی در رخ خود مشور صار  
 ہا شس یکام کہ یکام توام زندہ و نازندہ ہنایم توام  
 بہر خدا صورت تو لیم شہا روئے گردان و تیرس از خدا

لائی آنت کہ آن ترو با مرد دولت و دارائے بر صفت شکنی و کٹر کشائی خود منور ہند و کج  
 و قتاد ہر سازگار ہی زمانہ و رفاقت روزگار گنت کہ ای چرند پندیرنگ و جہاں رنگ  
 اصلا اکتاد و مالک و اداریں ہاں شکن بد عہد قطعاً و تانیا بد و دھن صورت شاست خود  
 آنت کہ کامت کہ سہب معین و مخداریں و مردان مالی شان گردان و از شکاب آن آنتاب  
 حاجب فہرہ و در خطا موسی سلطنت ہندی سالہ ما کہ طغی غلٹ و شکو و کنت و اقتاد  
 ایں دولت و ساحت زہن و دماں ہچیدہ و سائر تران و راہی روئے زہن از ان شہاد  
 بری گزشتہ کہ مشہود آگہ از فرزندان قابل قریع باشند پلہر آرد کہ نام نیک و ہر نہایت  
 آن تو بادہ گلشن جاہ جلال و صیغہ روزگار و صغیر لیل و نہا رنایت و پانچا ہ اند

جس کے جواب میں اور رنگ زیب سننے و اپنے کھما۔

فتادہ الحمد والمنة کہ ای نیا ز مند و گاہ شاہنشاہ بنے شغل و انداز بد و اجر ہر و حاجت مکل و  
 تمیزانی آقاں باندان اسکان بشری و طاقت انسانی و در تہیہ تمام عداوت و اعتقاد و تشہید  
 مہاں صفت و سدا و غرور متعمر شاختہ و در ضبط سرشتہ استمرانے خاطر ہاں کو شہید  
 از صراط مستقیم مہودیت و جاں فشان افراف جا کو نداشتہ دینی و دلد و در ماہ ہندگی ہشتیت  
 نایت و راسخ است۔ لیکن از عمر عہد میں مقدمات کہ بنا بر اہوت ازلی و شہیت لمہنئی و ہر  
 آمد ہفتخانے طبیعت بشری مغلوب و اہم و ہر گشتہ جرات آں خانہ کہ باہمینان

قلب و جمیعت باطن عازم اعزاز سعادت معضہ پر نور تھانہ مشہد عالم اندرون کے خاطر فائز کیا  
مستند سلاطین و اداوت و اخلاص و پختہ دولت استقام سدا بہر اہتمام زیادہ انکسرت کچھل  
تقریباً چھین آں رابرتا چہ دندان از شکم مٹایات سرشاد و مراحم و اشتقاق ہے شمار اقدس تاسو  
اگر آئیں سرہ قادی سرہی فرمودہ حکم دلا مشرف غفار و سافند کہ جیسے از مردم میں مرغیست  
بقلمہ بار یافتہ کہلے جیسے از قادی زمان سرکا۔ عالم مارکہ بہ محامنت حاصل و مخارج امور بند  
قرہ گرد و از چینی کاہ عنایت مشرف قادی بکراست ابواب قلعا تیار و اختصاص یا چنداں نوری  
جاں سپار خاطر جمع و سکون باطن و اطمینان دل کہ خود اقدس رسیدہ سعادت زمین چہ  
اشرف حاصل شاید و زبان عقیدت بیان بند رقتیہ احد کشاید نایت سرہ قادی خواہ بود

اس لائق کے پیچھے پر شاہجہاں نے ۱۰ جہاز حکم دیدے کہ سب بادشاہی لازم قلعہ سے باہر چلے جائیں  
اور قلعہ کے صوباز سے کھول دیے اور شاہزادہ محمد سلطان معتمد القادر خان اور شہنشاہ میر اور بہادر خاں اور  
اسلام خاں کے روز جمعہ گیا دھوس روضان مشہد کو داخل قلعہ ہو گئے۔ اور جب سب جگہ  
اپنا بندوبست کر چکے اس وقت محمد سلطان اسلام خاں کے ساتھ کونٹھ کے لئے ماہاجاں کی خدمت  
میں حاضر ہوا۔ اگرچہ اب بیچارہ بادشاہ قلعہ بھی حوالہ کر چکا۔ مگر جب اس پر بھی حضرت اورنگ زیب  
لغات کو دہائے تو اگلے روز شاہجہاں کی بڑی بیٹی معروف بیگم صاحبہ باپ کی طرف سے ملاقات وغیرہ  
کے پیشام سے کہ اورنگ زیب کے لشکر کو فرو گئی۔ گرا اس طرف سے اس کے اعزاز و احترام کے متحرکہ و متحرکہ  
کے برخلاف اس کا استقبال وغیرہ نہ کیا گیا۔ اور یہ کہہ بیجا کہ آپ محل میں چلیں۔ میں وہی ۱۲ ہوں۔  
اور جب وہ محل میں پہنچ گئی تو اورنگ زیب نے کئی تدارع و اعزاز کلام سے ملاقات کی بیگم صاحبہ سے  
پہلے کہ باپ کی طرف سے اپنے نئے منہ بھائی کی منہت اظہار عنایت اور شوق و بیار میلان کیا۔ بعد اس کے  
یہ جملہ تہنیت و پیغام دیا کہ حضرت غلج سبھاں کی شاہزادہ مرضی اس طرح پر ہے کہ ملک پنجاب سے اس طرف کے  
دور اضلاع کے دلا شکوہ کو عنایت فرمائیں اور گہرات پر مراد بخش اور بنگالہ پر فہار کا بہ ستور تصرف رہے  
اور ملک و دکن محمد سلطان کو عطا فرما دے شاہ بلند اتہال کا خطاب ادبانی کل مالک محمود سرکی دلی مہدی کا  
منصب عالی آپ کو مبارک ہو۔ پس آپ قبول کیجئے۔ اور غرض منہ لوگوں کی باتوں پر نہ جاہیے۔ نیز غور  
اور دھوس کے حضرت کی خدمت میں پہل کر اپنے دیدار سے اُن کی خاطر مشتاق کو مسرور کیجئے اور گنہگار  
سے اس کے جواب میں دلا شکوہ کی خدمت کی خدمت شکایتیں کر کے ان باتوں کی عبرت سے نکل کر کیا  
اور صاف کہہ دیا کہ عالم شکوہ کا معاملہ یک طرفہ رہے ملک حضور میں حاضر ہونے کی محنت نہیں کر سکتا۔



گئی۔ اور آپ عرض فرماتے تھے کہ دانا لشکر کی حوصلی میں ٹھہر کر دلی کو کوچ کر دیا اور اگرچہ مسیحائی سلطانوں کے لحاظ سے اپنی قیمت میں محمد سلطان کو بھی آگرہ رہنے کا حکم دیا مگر ذرا اُنہی کو فوج وغیرہ پر اختیار دلی ہی دیا نہ تھکے ہیں۔ رہنے کی اجازت دی بلکہ اسلام خاں کو اس پر ادا یقین مقرر کر کے یہ حکم دیا کہ دانا لشکر کی حوصلی میں قیام رکھے۔ اور اگرچہ بادشاہ کے تہیاد پر بے یمن کرہ پختہ کے لئے ایک طرف تو مذکورہ بالا اجتماع و اختتام تھے مگر ظاہر داری سے اسی حرکتوں پر یہ وہ ٹالنے اور لوگوں کی صحن و نقشہ سے بچنے کی خاطر سر دلی کو کوچ کر سرف سے پہلے ماضی خاں میرسا ان کو بادشاہ کی خدمت گنبدی اور پروانست مہارت پریشا و استقامت کا رفا خاں ذرات خاصہ شریفہ کے لئے رجوع اکثر وہیں تھے مقرر کیا۔ اور اقرب خاں کو جرنیل جہاں کامرانی و ان معاملے تھا۔ رہے چھ اسواض کے علاقے کے لئے مقرر کر کے تین چار شریفوں کے انعام اور عنایت۔ خلعت خاص و عید ہر مرتبہ ملا تھوڑا کر دیا۔ اور جب آگرہ سے چل کر پہاڑیہ بہادر پور میں ہوا تو اپنے فرزند نالٹ، مہما عظیم کو بھی سلام کے لئے روانہ کیا جس نے عہد امجد کو پہنچا سو نہیں اور چار خزانہ روپے نقد نقد کیا اور بادشاہ نے بھی تعلق اور ظاہری ہیار محبت کے بعد محبت کچھ دے دیا کہ نصرت کیا۔ شاہجہاں کی تہیاد کے پڑ میرت واقعہ کا وہ تاریخ جو نہایت ہی حسب حال ہے ماضی خاں نے یہ لکھا ہے۔

واحد و دو ایام و طویل و بے پناہ۔ س م ع

**مراد بخش کی گرفتاری** | التصد و ملاں شاہزادوں سے باپ کے مصلحت سے فارغ ہو کر امرا کی نذر میں ہیں اور اپنے اصرار و خاستہ خاں کو آگرہ کا صوبہ دار بنا کر اور نزاہ شاہی سے اخراجات ضروری کا اختتام کر کے دارال لشکر کے تعاقب میں کوچ کیا۔ اور جب فوج آگرہ سے کوچ کرنے والی تھی کہ مراد بخش کے خلع ہوا خواہوں غصہ مٹا شہباز خواجہ سرائے اُس کو بہت بھایا کہ

آپ کو مد اپنے لشکر کے آگرہ یاد ملی سے دور جانا نہیں چاہیے اور نہایت درجہ کا ادب و آداب اور بے حد شہی باتیں جو اورنگ زیب کر رہے تھے فریب اور دغا بازی کا نشان ہیں۔ اور جب کہ خاص و عام بلکہ عہدہ بھی اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ اب بادشاہ آپ ہی تو میرے کیوں کر مناسب ہے کہ آپ آگرہ اور دلی کے نزدیک نہ رہیں اور کہیں دور چلے جاتیں۔ پس آپ اُسی کو دانا لشکر کے

لے پچھلے ماضی ہی لکھا جا چکا ہے کہ اس وقت اسلام خاں کو آگرہ کا صوبہ دار بنایا گیا تھا لہذا شاہجہاں بھی آگرہ کا صوبہ دار مقرر ہوا تھا مگر اس سے کچھ عرصہ بعد۔ س م ع

نقاب میں جاسے دیکھتے۔

چنانچہ میری دانست میں اگر وہ یہ مقبول صلاح مان لیتا تو اورنگ زیب بڑی مشکل میں پڑتا لیکن اُس نے ایک دہائی اور بھائی کے ساتھ دہلی کو چل کھڑا تھا کیونکہ اس کے موکہ اور مستحکم وعدوں اور اُن پیروہ قسموں پر جو بار بار قرآن و درمیان رکھ کر کھائی ہوتی تھیں اُس کو چورا بھر دس تھا۔ لیکن جب وہ لوگوں نے منتظر اپنے کرمقام کیا جو اگر وہ سے قریب تین چار منزل کے ہے تو مراد بخش کے خیر خواہوں نے جو اس وعدہ میں بہت کچھ دیکھ اور سن چکے تھے ناچار ہو کر آپس میں یہ صلاح کی کہ ایک دفعہ تو اس کو پھر کھانا پلائیے آگے وہ جاسے۔ مانے یاد مانے۔ چنانچہ انہوں نے اُس سے کہا کہ

”ہم کو متعدد دورائے سے کچھ خبریں ملی ہیں کہ اورنگ زیب کا کچھ بڑا ارادہ ہے اور کسی خوفناک منصوبہ کے لئے بہت کچھ بندشیں ہر چکی ہیں اس واسطے اُس کی ملاقات کو خاص اس کے لشکر میں آپ کا ہانا مناسب نہیں اور زیادہ نہیں تو آج کی رات تو ہرگز نہ جائیے۔ اور اس آفت کے ٹال دینے کی بہت آسانی سبیل یہ ہے کہ ناسازی طبیعت کا بہاد کر لیجئے اور وہاں نہ جائیے۔“

یہ کہہ کر اسرارِ سلوک ہے اورنگ زیب غوری چند اوروں کے ساتھ آپ کے پاس آئے گا۔

لیکن نہ تو ان تقریروں اور دسیلوں ہی سے کچھ اثر کیا اور نہ منت و مباحث ہی کچھ کارگر ہوئی۔ کچھ نہ وہ ایک ایسی حالت میں تھا کہ کسی نے اُس پر حاد کیا ہوا ہے چنانچہ اورنگ زیب کی ظاہری اطاعت اور دکھاوے کی بہت سے نوبتیں آکر اپنے رفیقوں اور خیر خواہوں کی ممانعت کے باوجود اورنگ زیب کے لشکر میں جہاں میرزاں اپنے تین چار محرم راز مساجدوں کے مشورہ سے گھات میں لگا ہوا اس کے آنے کا منتظر تھا۔ فیاض کھانے چلا گیا۔ اور جب یہ سادہ لوح مشہور زادہ وہاں پہنچا تو اورنگ زیب نے اسرار سے زیادہ بڑھ چڑھ کر تعظیم و تکریم کی اور اس قدر خوشی کا اظہار کیا کہ آنکھوں سے چند آنسو بھی کال دیتے اور خاص اپنے ہاتھ سے مراد بخش کے چہرہ کی گرد صاف کی اور پسینہ پونچھا اور جب کھانا کھانے کو بیٹھے تو نہایت ہی گرم خوشی دکھائی اور اظہارِ مسرت کے لئے ہنسی اور مذاق کی بے حد باتیں بنائیں اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جب عہد کاٹنی اور شیرازی شرب پیش ہوئی تو آہستہ سے اُٹھ کھڑا ہوا اور مسکرا کر بولا۔

حضرت کو معلوم ہے کہ میں اپنے مذہبی خیالات کے باعث اس صحبت میں د  
نظام میں حاضر ہونے سے قاصر ہوں اگرچہ میں رخصت ہوتا ہوں لیکن یہ سب  
لوگ جو اس پر لطف جلسہ کے شریک ہیں اور میرخان اور میرے مصاحب آپ  
کی خدمت گذاری کے لئے حاضر ہیں :

پس مراد بخش شراب و دست ترکتا ہی اُس پر یہ طرہ کہ ایسی عہد صحبت اور ایسی لطیف  
شرابیں غرض خوب ہی اور یہاں تک پانی کہ بالکل سرشار ہو گیا اور اورنگ زیب کا جو یہ دعا  
تھا کہ وہ مدہوش ہو کر سوجائے پورا ہو گیا۔ پس اول تو مراد بخش کے لاکروں کو اس جیل سے  
رخصت کر دیا گیا کہ اُس کے خواب راحت میں خلل نہ آئے۔ اور اس کے بعد میرخان سے  
اُس کی تلوار اور جہیز کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور تھوڑی ہی دیر بعد اورنگ زیب اُس کو  
اس نازیبا خواب سے جگانے کے بہانہ سے غصہ میں آیا اور اس تمام مصنوعی ادب و لحاظ  
کو خیر باد کہہ کر اس سخت بخت کے اول تو چند شوکرین بھیج دیے اور جب اُس نے دروازہ کھینچ کر باہر  
تو یہ دونوں علامت کی راہ سے بولوا کہ بڑی شرم کی بات ہے کہ

حم باد شاہ ہو کر اسے غافل اور بے خبر ہو جاؤ۔ بھلا دنیا کے لوگ تم کو بلکہ  
مجھ کو بھی کیا کہیں گے۔ اور لوگوں کو اٹانٹا کہا کہ اس بدست و نمود کے ہاتھ  
پاؤں باد کر غلط فہم میں لے جاؤ کہ نشہ کے اثر نے تک اس بے شرمی کا سنا  
وہاں سوتے :

پس فیصل حکم میں کیا اور تھی تو باقی چھ مسلحہ شخصوں نے اُن کو دبا دیا اور مراد بخش پر چڑھ  
چلا تا وہ زندہ کرتا رہا۔ لیکن اس کے پاؤں میں تیری اور ہاتھوں میں ہتکڑی ڈال دی گئی  
تو یہی بنا کہ ایک طبقہ وہاں سے ڈال دیا۔

یہ سختی اور بدسلوکی خواہ کسی ہی شخص طوع پر کی گئی تھی مگر مراد بخش کے اُن لازموں  
پر ظاہر ہوتے بغیر نہیں رہ سکتی تھی جو باہر پہنچے دھتے گئے تھے پس جب انہوں نے اس کی ہتکڑی  
مٹائی تو کسی قدر شور و غوغا مچا دیا اور چاہا کہ بزدانہ گھس آئیں لیکن مراد بخش کے میر آتش ملیکی  
نے جس کو اورنگ زیب نے کچھ دے کر پہلے سے گانتا ہوا تھا بھرا اور دھمکا کر غامض

ملے شیخ میر اور سید میر دو دو بھائی تھے ان میں سے سید میر اورنگ زیب کا بے کلف مصاحب

خواہد تھا اس جگہ وہی مراد ہے ۔ سن م ج



شاہجہاں کے ایام اسیری اور صہارن گئے یہ

کرا دیا۔ اسی طبع اس کے لشکر میں بھی اگرچہ کچھ شور و طرب شروع ہو گیا تھا اور لڑائے تھا کہ کہیں وہ یکایک چڑھ نہ آئے لیکن رات ہی کو کچھ لوگ بھیجے گئے جنہوں نے جا کر یہ مشہور کر دیا کہ اورنگ زیب کے ٹہرہ میں ہوا ہوا گندا ہے وہ کچھ بڑی بات نہیں ہے کیونکہ ہم بھی وہیں تھے اور بات صرف اس قدر ہے کہ مراد بخش شراب اور زیادہ پی گیا تھا اور یہاں تک کہ کلامی کرنے لگ گیا تھا کہ اور تو کوئی کیا خود اورنگ زیب کو بھی مفلسا ست گالیاں دیں اور ایسا اور سمجھایا کہ ناچار غلوت خاد میں بند کرنے کی ضرورت پڑی۔۔۔ بہر حال تشویش کی کوئی بات نہیں ہے صبح کو جب نشہ اتر جائے گا تو وہ صحیح و سلامت اپنے لشکر میں آجائے گا۔

اب اور مراد اہل سپاہ کو یہ دم دے کر چپ کرایا گیا اور آدھ راتوں رات ٹہری ٹہری رخصتیں اور بڑے بڑے وعدے دے کر لشکر کے بڑے سرداروں کو الگ گانٹھ دیا گیا اور منہ تمام توجہ کی تنخواہ بڑھادی گئی فرضاً کہ وہ شور و طرب اور ہنگامہ جو ہوا تھا صبح ہوتے اس کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ کیونکہ ایسے لوگ بہت ہی تھوڑے تھے جو یہ نہ سمجھتے ہوں کہ مراد بخش کسی جا میں پھنسے والا ہے ورنہ اس کے سب سردار اور سپاہی اس بات کو بخوبی جانتے ہوئے تھے کہ کسی نہ کسی دن یہ مزدور پھنس جائے گا۔

جب یہ سب بددوست ہو چکا اور اطمینان ہو گیا کہ اب کچھ اندیشے کا مقام نہیں ہے تو اس نامراد کو ایک زنانی عاری میں بند کر کے دہلی کو چلتا کیا اور قلعہ سلیم گڑھ میں جو جمنہ میں بنا ہوا ہے قید کیا گیا۔

ملہ مستر اورنگ برہک صاحب اصل کتاب کے مترجم انگریزی نے کرنل فورڈ صاحب کی تاریخ ہند سے اس موقع پر متعدد ذیل حاشیہ لکھا ہے۔

توڑ جب مراد بخش کیسپ میں ہو متعلق کے قریب تھا آپہنچا تو اس سے اگلے دن سلطان مراد بخش نے اورنگ زیب کو ضمانت کا پیغام بھیجا اور چونکہ وہ جہانگشاہ و مزاج اور نگین طبع شخص تھا اس وجہ سے اورنگ زیب نے بغیر کسی طرح کے شک و شبہ کے اس کی دعوت کو قبول کر لیا جب دہلی بھائی دسترخوان پر بیٹھے گئے اور شہجہان نے مراد بخش کے حملات کا ناظر اور اس دعوت کے اصلی مضمون کا ازدار تھا یکایک کان میں آکر کہا کہ ”میرا پر خفاک میں چاک کرنے کا اب وقت ہے یعنی میری زندگی یہاں سے نہیں بچھ لینا چاہیے تو اورنگ زیب جو لوگوں کی سوداؤں اور چوروں سے دلوں کے بھید سمجھتا

مقام اس سرگرمی اور بھائی کی جاوڈی رنگینوں سے جواش و کمار ہوا تھا اصل دعا کرنا دیکھا۔ مگر  
 حمل اور خانہ کی راہ سے خاموش ہو رہا اور جب مراد بھل نے بھاکر شہباز کو رخصت کر دیا کہ  
 ملاں سلامت اور اشارہ کا منتظر رہے تو اورنگ زیب نے یہ سمجھ کر کہ اس دولت میرے قتل کا منصوبہ  
 ہے لہذا ایک یہ ظاہر کیا کہ میرے ہمیشہ میں سلامت ہو رہے اور مجلس سے انھیں جھٹ پٹ باہر بلا آیا  
 اور اپنے اہل مرانی اور ہم رباب سہا بہوں کے پاس جڑو بیڑھی پر حاضر تھے آپہنچا اور وہاں  
 سے سسپہا اپنے ٹھکر میں آگیا۔ اور اس تمارض کی چال کرائی خواہی سے چلا کہ مراد بخش  
 یہی خیال کرتا رہا کہ وہی لایم تھے ہمارے اور اُس کو گمان بھی نہ ہوا کہ وہ اس منصوبہ کو کب  
 گیا ہے۔ چنانچہ آخر میں روز کے بعد جب اورنگ زیب کا مغربی صدمہ حکم جاسد مراد بخش نے  
 بہت غرضوں منائیں اور بیشہ تپاک سے سہا کہا دیں اور اس سے اگلے دن اورنگ زیب  
 نے دعوت کی تیاری کی اور پیغام دیا کہ آپ کی تفریح طبع کے لئے ایسی عین و جمیل ارباب نشاط  
 بلائی گئی ہیں جو اپنے صن و جمال اور لطافت و نزاکت اور گانے بجانے کے فن میں ایسی بے نظیر  
 ہیں کہ ایسے کمالات کی رنڈیاں اس سے پہلے کبھی ہندوستان بھروس نہیں دیکھی تھیں۔  
 اور اس مغربی کرائی کب و تاب سے ہوا کی کیا گیا کہ مراد بخش جو باطنی پیش و مشرت کھڑے اورنگ  
 ونگ کا شہسوار تھا ہر راجاں سے اُن کا مشتاق ہو گیا اور اپنے تمام خیر خواہوں میں سے کسی کی  
 بھی دشمنی اور اپنے سکار بھائی کے خیمہ گاہ میں چلا ہی گیا۔ چنانچہ جب بادشاہ سلامت  
 رو صبحا کہ اورنگ زیب اس کے ہر خوف بتانے کو کہا کرتا تھا خیمہ گاہ میں داخل ہوئے تو وہ  
 نالائقی اُس کو ایک اور اندر کے خیمہ میں لے گئیں اور یہ مفلوب انفس مشہور وہ اُن کے حیرت  
 افزا صن و جمال کو دیکھ کر جوئی اراتی بے مثال تھا بالکل ٹھہر گیا۔ الفرض ناچ رنگ خرم  
 ہوا اور مثل و نشان کا وہ ساں قدھا کہ مراد بخش نے فرے میں آکر خراب شیرازی منگای۔

اب وہ چل رہا ہے اور بادشاہ سلامت "پہلوں کے گھامے میں راجہ اندر رہے بیٹھے ہیں اور  
 اورنگ زیب بھی اپنے صولی تفری و لطافت سے ہاتھ دھوئے اس بزم خراب میں ٹھہر چکا  
 آخر جب حضرت کے ہوش و حواس رخصت ہونے لگے تو اورنگ زیب نے خیراز کی خام  
 خراب کی جگہ پیر خراب کے پہلوں کی اور بھی بھر مار مستعد کر دی۔ پس سے وہ تھوڑی سی  
 دھم دھم ہو کر ایک نازنین کی نینل میں سوئے کر سو گیا۔ اور چونکہ اورنگ زیب نے اپنے  
 سرداروں کو حکم دے رکھا تھا کہ ہر اسرا و قید و مرید بخش کے ساتھ آنے ہیں اُن کی توافیت بھی اسی

شہا یہاں کے ایامِ امیری اور عیادت گئے۔

بہت مختلف ہے کی جائے اس لئے اس کے باڈی گارڈ کے لوگوں تک کو بھی خبریں پک چکا کہ ہر شکر کیا  
 کیا اور اس نے ہر سے وہ بدعت مشہورہ بانٹل ہے مخالفت نہ کیا اور اورنگ زیب نے سرتیج ہاکر  
 نظر جنگ اور جن امیروں کو حکم دیا کہ میری جا کر اس کے ہاتھ پاؤں باغہ میں۔ چنانچہ وہ عورت  
 قرآن کو آتے دیکھ کر کہکاش گئی اور انھوں نے آکر سروبخش کو جھٹک لیا۔ اور اس کے  
 جھوٹا تلوار اور خنجر و نیزہ اورنگ زیب نے چاکلی سے پہلے ہی اٹھا لئے تھے آن گھبرا۔ اور  
 آہستہ آہستہ اس کے ہاتھ اندر سے شروع کر دیئے۔ پس اس حرکت سے سروبخش چرنک پڑا اور جھٹلا  
 کر باہر سے ماہی کے کچھ لایا۔ وہ نیزہ ہارے لگا۔ جس سے وہ ڈرا ہو گئے اور مشہورہ ہاکر پکار کر  
 اپنی تلوار اٹھنے لگا۔ آپ اورنگ زیب نے جو اس کا رد واتی کے وقت خیر کے دروازے پر  
 کھڑا تھا وہاں کے پیچھے سے سرنگا لاد کر اپنے امیروں کو خوب ڈانٹ کر کہا کہ اگر یہ کچھ ہاتھ پاؤں  
 لائے تو ابھی قتل کر ڈالو۔ جس کو سن کر ملا بخش نے کچھ برا بھلا تو کہا۔ مگر آخر کار چپ ہو کر ہاتھ  
 پاؤں بندھا لئے۔ اور ناظر مشہورہ از ہوائ کا ولی رقیق اور عہدِ عہد اور عہد مشہورہ ہر تھا اس کو  
 بھی اسی وقت اس طرح سے تہہ کر دیا گیا۔ کہ وہ شامیانہ ہر بخش کے تہہ کے آگے لگا ہوا اور  
 ہوا اس کے نیچے بیٹھا ہوا تھا اٹھتا ہوتے ہی اس کی چاروں پہلوں کی ٹٹا ہی یک لخت کاٹ کر  
 گرا گیا۔ اور تھل اس کے کہ وہ اس ناگہانی الجھیر سے اپنے تھن نکال سکے پڑ گیا گیا۔ اور باقی  
 اٹھ کر سلیخ آدمیوں نے گھبرا دیا۔ اور اورنگ زیب کے حضور میں حاضر کئے گئے جنھوں نے فرمائش کی  
 قبول کر لی۔

اس واقعہ سے اگرچہ خفیہ سا چرچا سروبخش کے لشکر میں پھیلا مگر اس سے کوئی ضرر  
 پہنچا نہیں ہوا۔ اور اہلِ فرخ تھوڑی دیر کے بعد اس طرح سے چپ چاپ ہو گئے جیسے کوئی شخص  
 خواب پر لیٹا ہے اور ہا چرنک کو بھر رہا ہے۔

جب سلطان سروبخش کو تہہ کیا گیا تھا۔ اس وقت کچھ زیادہ رات نہیں گئی تھی اور وہ  
 نکلنے سے پہلے ہی اس کو اس کے رقیق کو ایک انصاف پر زبانی عاری ہی بند کر کے بھناٹ  
 کامل آگے کر دیا اور دیا گیا تھا۔ (انتخابِ کلام)

مگر واقعات کی ترتیب اور ان چالوں اور منصوبوں کی تفصیل جو دروازہ شکوہ پر منحہ پانے سے  
 سروبخش کے عہد ہوئے اور اس کے سلیم گڑھ میں بھیج دینا تک اورنگ زیب اپنے اس سادہ  
 لوح بھائی کی نصیحت محل میں لانا راہ میں غصہ سے پر کتاب عالمگیر نامہ۔ محلِ صالح۔ اور میرزا فتح

میں بطور محل اور عاتل خان کی تاریخیں میں منسلک ہیں ہے اور خود صاحب کی تحریر سے گواہی  
 امتداد کے لائق ہے) خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جب اورنگ زیب دارا شکوہ پر بیخ پا چکا تو ملوک  
 کے ساتھ بہت ہی چرب زبانی اور ملاخست سے پیش آیا اور پھر کہ اس لڑائی میں اس نے زخم  
 کھائے تھے اس لئے - اہل لائی عاتل و جہاد میں بہرہ اس کے علاج کے واسطے امر کرتے - اور  
 جب مددوں بھائی آگرہ کے توحید پہنچ کر باغ خود منظر میں نمودار کر چکے تو اب اورنگ زیب نے  
 چاہا کہ بغیر براہ بخش کی شرکت کے شہر آگرہ یعنی دارا سلطنت اور خاص اپنا قبضہ کرے اس  
 لئے اس بہادر سے کمالی شہر اس ہنگامہ اور ضرورت کے باعث بہت خوف زدہ ہو رہے ہیں اور  
 براہ بخش کی سپاہ کے لوگ اپنے آقا کی بے پروائی کے سبب سے براہ خود سری حکم کے خلاف  
 شہر میں داخل ہو کر دست و پاڑیاں اور بے اعتدالیاں کرتے ہیں رعایا کی قتل اور اختتام کا  
 میلہ بنا کر اپنے بیٹے محمد سلطان کو مع انہی سپاہ کے شہر میں بھیج کر اپنا عمل و دخل کر رہا  
 اور جب بادشاہ کے تمہد کر پلے کے بعد بڑی شان و شوکت کے ساتھ شہر میں خود داخل ہوا تو اس  
 راز بھی ملوک بخش کو اس حملہ سے کہ آپ کے زعم ابھی کہے ہیں! سواری وغیرہ کی حرکت خاصہ  
 نہیں - وہ بھی باغی لاضری میں پڑا رہنے دیا اور خود دارا شکوہ کی محنت میں دھواں و جہاد سلطنت  
 اور مدی بادشاہت کی محنتی تھی) آگڑیہ کیا - مگر سیاں براہ بخش باوجود ان تمام حالتوں کے  
 اپنے خیال میں بہستور بادشاہ بنے ہوئے تھے اور تخت و چہرہ فیروز سلطنت کا سارا سراپا  
 گہرات سے کہ اب تک اپنے ساتھ رکھتے تھے -

نکودہ بلا مددوں کا قتل ہے کہ اب اس کے دل میں اورنگ زیب کا یہ مزاج دیکھ کر کچھ خود  
 ہی حسد ہوتا تھا کہ اس کے سردار اور راہبر خواہ اورادہ غیر غازی خواہ ازادہ خود غرضی اس کو  
 بھانپتے تھے کہ اورنگ زیب کے قول و قسم اور عہد و پیمان پر بھروسہ نہ کر کے اپنا ہند و بستہ  
 کرنا چاہیے - چنانچہ کہ نے سپاہی بھی بھرتی کئے جاتے تھے اور سوادوں اور امیوں کو بھی فصول  
 رعایتیں دے کر اپنی طرف ملائی کی کوششیں کی جاتی تھیں - یہاں تک کہ قریب میں ہزار سوار  
 کے ملوک بخش کے لشکر میں جمع ہو گئے - بلکہ بعض سردار اور سپاہی مانگیر سے بھی صبا ہو کر اس  
 کے لشکر میں جا شامل ہوئے -

جب اورنگ زیب نے آگرہ سے انھوں میں رمضان ۱۰۷۰ء کو کوچ کر کے پہلا دورہ بہادر  
 دورہ ہی کیا اور وہاں سے پچھوڑی کو ساری گھاٹ پہنچ کر وہاں بھی دو روزہ مقام کیا تو اس کو خبر

ملی کہ مراد بخش جس نے اب تک آگرہ سے کوہ نہیں کیا تھا اس ہم میں شامل ہونا نہیں چاہتا۔  
پس اور تک زریب کو نہایت اندیشہ ہوا اور اس نے اس امر کو اپنے دماغ کی طرف سے مٹا کر  
مستعدوں کی زبانی مراد بخش سے درگاہ کا سبب دریافت کیا اور جب اس نے اس کے  
جواب میں اپنی ناداری اور اس وجہ سے فریق کی پریشان حالی کا اظہار کیا تو ایک لاکھ روپیہ بھیجا  
اور یہ کہلا بھیجا کہ

افضل اُس کو اپنی اور اپنی نوع کی ضروریات میں غریب کیجئے۔ اور جیسا کہ آپ کے ساتھ  
قرار پا چکا ہے کہ تیسرا حصہ خزانہ اور لوٹ کال آپ کو دیا جائے گا وہ بھی جلد پہنچ جائے  
گا۔ اور خزانے کا چارٹر بعد اتمام ہم دلا شکوہ کے ملک پنجاب اور کابل اور کشمیر اور  
پنجاب بے شک آپ کو ملے گا۔ پس اس معاملہ کی طرف سے مطمئن رہئے اور جلد  
تشریف لے جئے تاکہ اتفاق اس ہم عظیم کو جو رہ چلی ہے صوبہ دلا خزانہ تمام کو  
پہنچا دیا جائے۔ اور جب تک دلا شکوہ کا معاملہ درمیان ہے اس نگران کا موثر نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ مراد بخش دم میں آکر آگرہ سے سارا ہوا آکر اب بھی اور تک زریب کے شکوے سے  
ایک کوس پیچے ٹوڑا کیا اور اسی طرح آگے پیچھے کرتے ہوئے جب تھرا پہنچے تو اس سے بھی  
کچھ زیادہ فاصلہ پر تمام کہلا

پس اُس کے ان اوصاف و اطوار کو دیکھ کر یہ صلاحت شہری کہ مراد بخش کو قید کر لینا چاہیے۔  
چنانچہ پہلے تو طرح طرح کے لالچے اور وعدے کر اس کے مقربوں اور بڑے بڑے امیر ملک  
کاٹھ لیا اور پھر مشورہ اور صلاحت کے بہاد سے مراد بخش کو اپنے دل بلانا چاہا مگر وہ اپنے بعض  
خیرانہوں اور ہوا خواہوں کے منہ کرنے سے کچھ بہاد نہ کیا اس روز داکا پہنچا اور تک زریب اس کا  
کھٹا خاشا سے نہ زیادہ ناخیر کو مناسب نہیں سمجھا تھا اس لئے تھرا میں رک گیا جہاں سے اتفاق سے  
عبدالغفر کا بیٹا آیا وہ عید بھی سرور تھا، مقام کیا اور اس کے پھلانے کی غرض سے کبھی لڑکھٹا  
ہی شوق ملاقات تھا ہر کہا جاتا تھا اور کبھی معاملات میں مشورہ کامیاب چلی کیا جاتا تھا۔  
فرض کہ جب مراد بخش اپنی صاف دلی سے جالے کو تیار ہوا تو اس کے ہوا خواہوں اور خیرانہوں  
نے جو اس غریب کی ہنگامہ پانچکے تھے پھر داکا دیکھا کہ ہم کو اور تک زریب کی طرف سے نہایت  
کھٹا ہے ایسا نہ ہو کہ دغا کرے اور پھر کھٹانا کچھ کام نہ آئے۔ مگر یہ قسمی سے مراد بخش نے اُن کی  
بات پر تھیں دیکھا بلکہ یہ جواب دیا کہ

ایں صفحہ دایرہ است کہ بر طبیعت قضا غالب گشتہ و با وجود ہمہ ہیوانی مرکبہ  
ظلال انانیت از حضرت (اورنگ زیب) زلی و ہر ہزار بخاطر ملاطفت از طریقہ  
سلامت خواستہ و

نورانیہ

مختصر یہ کہ وہ دن بھی لوں ہی گذر گیا۔ اور اورنگ زیب نے اس معاملہ کو دھڑا چھوڑ کر آگے کو  
گپے کرنا کسی طبع سے مناسب نہ تھا۔ اور ہر روز کئی کئی دفعہ یہ کہہ کر بھرتا رہا کہ مجھ کو شک ہے  
مصلحت در پیش ہیں اور بغیر آپ کی صلاح و مشورہ کے آگے کو گپے نہیں کیا جا سکتا۔ اور آپ کے  
تشریف لائے کا اشتہار عد سے زیادہ گذر گیا ہے پس اگر تشریف لائیں تو ملاقات کی خوشی کے  
ملاوہ پیشی و نفر ہم ہر مشورہ بھی ہر حوائج مراد بخش سادہ لوحی سے اس کے دل غمزدگی کو دھج  
ان کر ملاقات کرے پر رضا مند تو رہی گیا تھا اس سے واقعہ پیش آیا کہ علی الصبح وہ سیر و شکار کے  
امادہ سے جب باہر گیا تو قاضی آئے ہوئے اور ادھر ہی نای گئی کا ایک ملازم خاص جو اورنگ زیب  
سے ملا ہوا تھا۔ سامنے سے گھوڑا دوڑائے آیا۔ اور عرض کیا کہ

اورنگ زیب کچھ بیٹ میں بیک ایک سخت درد پہنچا ہو گیا ہے اور وہ لیسو پر چڑھاوٹ  
رہا ہے۔ اور صحت کے سبب سے باہر آپ کیا کر سکتے ہیں۔ پس ایسی حالت میں بہت  
جلد اس کے پاس تشریف لے جانا ہی مناسب ہے؟

مراد بخش جو بچہ ایک سیدھا سادا اور کدو نرب سے بعض نا آشنا تھا اس کے قول  
کو ہی سمجھ کر وہی سے اورنگ زیب کے لشکر کی طرف چل پڑا۔ اور صرف چند خدمت گاروں اور  
خاص خاص لوگوں کے ساتھ گھوڑا دوڑائے پہلے خود گھوڑا مکا مصداق ہی گیا۔ اور اورنگ زیب  
کے چلاک ملازم جو منصوبے سے واقف تھے نہایت اچھی طرح استقبال کر کے اس کے عیام  
خاص میں رہ کر کئی نو پڑھیوں کے اندر کل سڑک کے قریب جاری کا مہاد بنائے پڑا تھا بے گئے۔  
اور جگہ کی تنگی کے حذر سے اس کے ملازموں کو باہر نہیں لایا اور اندر پہنچنے پر خود اورنگ زیب نہایت  
ہی شرم و اختشای اور تعظیم و احترام سے پیش آیا۔ اور عد سے زیادہ صبر اور خوش دلی کا اظہار  
کیا۔ کیونکہ سرگزشت کی لڑائی کے بعد اس تمام عرصہ میں مراد بخش کا اس کے پاس آنا نہیں ہوا تھا۔  
فرض کہ بہت سے تلخات کے بعد اپنی خلوت گاہ خاص میں اور بھی اچھے گیا۔ اور کہا کہ اب تو  
حاضری تناول فرمائے تا دمت ہو گیا ہے اولی کہ حاضر و غائب فرما کر وہ تامل اور استراحت فرمایا  
تامل سے ناراض ہو کر معاملات سلطنت میں فراغ خاطر سے گفتگو اور مشورہ کیا جاتے کا چنانچہ مراد بخش

شاہجہاں کے اہم اسیری اور عہدہ نگاروں

کہ کھانا کھا کر چلک پڑا اور اورنگ زیب بھی اب یہ دیکھ کر کہ سب کام ٹھیک ہو گیا۔ استراحت کے بہانے سے حرم سرا گر چلا گیا۔ اور اورنگ زیب کے خدمت گار مراد بخش کی بھی دیکھ کر گئے۔ اور اورنگ زیب کا جو اس تمام تدبیر سے یہ دعا تھا کہ مراد بخش اپنے ہتھیار کھول ڈالے وہ پورا ہو گیا۔ یعنی اس بیوقوف نے نہایت بے عقلی سے ہتھیار بھی کھول کر کھینچے اور اپنے نصیب کا کھلے سر گیا۔ جو اسی مراد بخش کی ذرا آنکھ لگی اورنگ زیب کے اشارے سے خدمت گار تو باہر چلے گئے۔ اور ایک لونڈی اندر سے آکر اس کی تلوار اور ہتھیار اٹھا کر لے گئی۔ اور شیخ میراورد میں اورنگ زیب جو اسی امر کے خطرے تو راغب گاہ میں آن گئے۔ ان کے پاؤں کی آہٹ اور شیخ میر کی نوحہاں کے اتفاقاً کھڑک جانے کی آواز سے جتنا کہ کھلی تو عجیب محبت دیکھی۔ شیر بکرا ٹٹہ کھڑا ہوا۔ اور جب ہتھیاروں کا چند پاؤں آتو اب سمجھا کہ معاملہ کیا ہے۔ پس ناامیدی سے ٹھنڈی سانس بھر کر لولا کہ - آخر ہاتھوں سے دست افشاں صاف باطن چھین کر دید۔ حق صدق جان دست

کو قہر آئی، بھیمہ ضامن طریقوں اور چھین بکھا اور دید

میں کو حضرت اورنگ زیب نے ہمد کے پیچھے سے فرمایا کہ

مراد عزیز کہ تم سے ان دس میں کچھ ایسی باتیں سرزد ہوئیں جن سے غمزد و فساد اور خلقت اور ملک کی ہمدادی کامیابی ہوتا تھا اور ہمداد حق اور شرع و دین کے پرستار سے جو تمہارے گرد و پیش، جمع تھے تمہارے دماغ میں کچھ ایسا غرور اور غرور ممانی تھی کہ قتلند اور محمد و لوگوں کو ملک کے اس دان میں غفل پڑے اور سلفیت کے اختلاف میں غور آ جائے کاتبین ہو گیا اس نے تمہارے مزاج کی اصلاح اور ملک و سلفیت کی مصلحت کے لئے کچھ دنوں تم کو گتہ عاقبت میں مٹا دیا اور ناخاکہ کش سے ملنے اور کھانا لازم ہوا اور خدا خواست کوئی ایسا امر کہ آپ کی پیادری جان کے اور لڑنے کا باعث ہو جائے دل میں نہیں ہے اور خدا کا شکر ہے کہ اس عہد و بیان میں جو آپ کے ساتھ کیا گیا ہے کسی طرح کا غفل و غور نہیں آیا۔ اور تمہاری جان عزیز خدا کے حفظ و حمایت میں ہے یہی محتفایہ قتل ہی ہے کہ اس کو اپنے لئے مروجہ ہجری ہمہ کر حزن و غم کو طبیعت میں مگر نہ پہنچے۔ مگر در وقت ہر چہ چھپا رکھا ہے نہایت

عرض کہ یہ بچارہ سید صاحبان شہزاد شہزادوں کی پریشانی سے کہ پڑے اور شاہجہاں کے دام تروہ میں پسند کیا۔ اور اسی وقت دلیہ خانہ اور شیخ میر کی حفاظت میں اتریں پہنچا کر شاہجہاں کو

داراشکوہ کا تعاقب | اب بھڑ مشہد باز خواجہ سر کے جس کے ساتھ اورنگ زیب کو کسی قدر  
وقت اٹھانی پڑی مراد بخش کے ہمراہوں میں سے کوئی بھی ایسا  
نہیں تھا جس نے اورنگ زیب کی ملازمت اور اطاعت قبول نہ کی ہو۔ پس اس کی فوج  
کو بھی اپنی سپاہ میں شامل کر کے داراشکوہ کے تعاقب میں ہر نہایت تیزی کے ساتھ  
لاہور کو بھاگا جا رہا تھا۔ رواد ہوا کے کوٹک داراشکوہ کا یہ ارادہ تھا کہ اس مشہد کی مسجد پر  
بندوبست کر کے اپنے رفیقوں اور تحیر خواہوں کو وہاں جمع کر لے۔ لیکن اس کا یہ مقصد دشمن اپنی  
چستی سے پیچھے ہٹا چلا آتا تھا کہ اس کے مستحکم کرنے کی ہمت نہ ملی اور اس نے وہاں  
سے فوج کا راستہ لیا۔ گراورنگ زیب کے مقصد اور تعاقب نے وہاں بھی پاؤں جھننے  
نہ دیئے۔ اورنگ زیب بھی چستی اور چالاکی سے اس ہم میں کام کرتا تھا اس کی کچھ  
تقریف نہیں ہو سکتی۔ یعنی موسم اگرچہ نہایت گرم تھا۔ لیکن اس کی فوج رات دن ہمار  
کو پکارتی تھی اور وہ خود سپاہ کی ہدایت اور ہمت بڑھانے کے لئے صرف چند آدمیوں کے  
ساتھ اکثر چار چار کس فوج سے آگے رہتا تھا اور ایک اونٹنی سپاہی کی مانند بڑے  
بھلے پانی اور دو گھنٹی سوکھی روٹی پر قناعت کر کے رات کو بنگ اور امیرانہ فرش فروش  
کے بغیر صرف زمین پر بستر بنا کر لیٹ رہتا تھا۔

داراشکوہ پناہ کی تلاش میں | ہندوستان کے دانا لوگوں کی یہ رائے ہے کہ داراشکوہ کے  
نے لاہور سے کابل جانا مناسب تھا۔ اس کے خیر خواہوں

بقیہ ماضیہ صفحہ گذشتہ کو ایسی جلدی اور سرعت کے ساتھ چلنا کیا کہ اس کی فوج کو ہر طرف پیچھا  
سوار جلد کے تھی اس روز مطلقاً خبر نہ ہوئی۔ اور صرف اس وقت معلوم ہوا کہ جب سوتے ہاتھ  
سے جاگا۔ اور یہ قصہ مشہور عام ہو گیا۔ پس بنا چاری فوج نے بھی اورنگ زیب کی اطاعت اور  
فکری قبول کر لی اور اس کے بعض ملازم ہو ساتھ آتے تھے مثل مشہد ازخان غلام سر کے بھتیجے ہزاری  
کا منصب رکھتا تھا اور دو تین اور سردار وہ بھی اسی وقت گرفتار کر لئے گئے۔ نقطہ

کرنل آرمسٹرونگ کی منتظر لیا لاہور میں اکثر اہل حق تو مرتعاً غلط ہیں مگر کہا ہے کہ وقت جلد فاضل  
کرنے کے لئے شراب پلانے اور خواب گاہ میں کسی صحت کے بچاؤ دینے کا سفیر خواہ وہ بڑی ہوا یا  
لوہی قریب اسی اس اور صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ شراب کے بغیر اس کو جلد فاضل بنانا مشکل تھا اور  
کسی صورت کے بغیر اس کے مصائب اور خدمت کا بار اور بڑھ چکا تھا۔



شاہجہاں کے امیر امیری اور مہاراجہ گنیش

سے بھی سرچند ائیں گے۔ وہاں جانے کے لئے کہا گئے مگر کسی پر نہ کھٹا کہ اس نے ایسی  
 دانشمندی و صلاح کیوں نہ آتی۔ کیونکہ مہاراجہ خاں جو امراتے ہندوستان میں ایک بڑا پڑاوار  
 زبردست امیر تھا اور جس کی اورنگ زیب کے ساتھ ہمیشہ سے اتنی ہی ہمتی تھی وہاں کا  
 صوبہ دار تھا۔ اور افغانوں اور آزموں اور ایرانیوں کے مقابلہ کے لئے دس ہزار سے زیادہ  
 فوج سرحد پر تھی۔ اور چونکہ اس کے پاس روپیہ بھی کافی تھا۔ یہ تمام فوج اور خود مہاراجہ خاں  
 ہر خوشی و بددینی کو تیار ہو جاتا اور ان فوائد کے علاوہ سرحد پر ان اور ملک انکے سے بھی  
 نزدیک ہو جاتا۔ اور اغلب تھا کہ وہاں کے فرماں روا بہت کچھ دوسرے کئے اور اس کو  
 یاد کرنا چاہتے تھے کہ ہاں نے شہر خاں سے شکست کھانے کے بعد جو چھان قوم کا بزرگ  
 تھا۔ اور جس نے اسے ہندوستان سے نکال دیا تھا۔ ایرانیوں ہی کی مدد سے پھر اپنی مملکت  
 حاصل کرنی تھی۔ لیکن یہ نصیب دارا شکوہ کی قسمت میں ہمیشہ ہی لکھا ہوا تھا کہ غراہ  
 کہیں ہی تک صلاح ائیں کہ وہی جاتی رہ اس پر اتفاق ہی ذکر کرتا تھا۔ چنانچہ اب بھی اس  
 نے ایسا ہی کیا کہ کابل کے عوض سندھ چلا گیا اور قلعہ شمشیر میں جا کر چٹا لی جود یا نے  
 سندھ کے وسط میں ایک مشہور مستحکم مقام ہے۔

جب اورنگ زیب کو معلوم ہو گیا کہ دارا شکوہ کا ارادہ کابل جانے کا نہیں ہے اور  
 اطمینان ہو گیا کہ اب معاملہ چننا مشکل نہیں تو خود اس کے تعاقب میں جانا غیر ضروری  
 خیال کیا اور سات آٹھ ہزار سپاہیوں کے ساتھ اپنے کو میرزا غنیمت میر کو دارا شکوہ کی نقل  
 و حرکت کی دیکھ بھال کے لئے امر کر دیا اور اس اندیشہ سے کہ نہ معلوم پہنچ کر کیا کیا فتنہ برپا  
 ہو جائیں ویسی ہی جلدی سے جیسی کہ دارا شکوہ کے تعاقب میں کی تھی اگر وہ کوثر آباد

لے شہر شاہ سے جا میں کا قلعہ کھا کر چند سے اچھا بناتا اور شاہ طلبا سب صفوی فرزندوں  
 ایران کی امداد سے پھر ہند کو آنا اور دوبارہ تسلط ہونا نہایت مشہور واقعہ ہے۔ اس میں  
 شاہی واقعات کو جس طرح عالمگیر نے بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اورنگ زیب نے اپنے  
 رعاہدہ بننے سے پہلے نعلین اللہ خاں اور بہادر خاں کو دارا شکوہ کے تعاقب میں روانہ کیا تھا۔ بعد  
 ازاں شہر سے دہلی پہنچ کر باغ اعجاز آباد متصل شہر دلی سے ذقیدہ کی سڑکیں مشرق کو مٹھا بن  
 شہر میں امرادوں بہادر کے پنجاب کو محمد ولد بہادر دارا شکوہ نے کرا لیا انہار کے حملوں راستہ سے  
 تون کے گھاٹ ہاں زاد میں پہلور کی طرح تلخی کا شہر گھاٹ تھا محمد کر کے تعاقب کرنے والوں کے

اس کو یہ فہم نہ تھا کہ مہاراجہ جنت سنگھ یا بے سنگھ ساکوئی زمین دوست راجہ شاہجہاں کو قید سے چھڑا دے یا سہری نگر کے راجہ کی مدد سے سلیمان سنگھ سیلاب کی طرف پہاڑوں سے یکایک اتر آئے یا موت دیکھ کر سلطان فوج ہی پہرہ گاہ کی طرف چڑھائی کر دے۔

اورنگزیب کا استقلال در حسن تدبیر اسی سفر میں چن آ یا تھا ذکر کرتا ہوں جس سے اس کتاب کے پڑھنے والے یہ اندازہ کر سکیں گے کہ وہ کسی ناگہانی مشکل کے پیش آ جانے پر کیسی چستی سے اس کا فی الفور انتظام کر لینے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ لٹان سے واپسی کے وقت جب کہ وہ حسب معمول سورت کے ساتھ کوچ کرتا چلا آتا تھا راجہ بے سنگھ کو چار پہلی ہزار ہزار راجپوتوں کے ساتھ آنا دیکھ کر حیرت میں آ گیا۔ یہ اس وقت حسب معمول تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ اپنی فوج سے آگے تھا اور راجہ شاہجہاں کے ساتھ جو گہرا تعلق تھا وہ اس سے مخفی نہ تھا۔ یس باسانی خیال میں آ سکتا ہے کہ انھوں نے خود کو سخت خطرے کی

جہ حاشیہ صفحہ مشرق۔ روکنے کے لئے یہ بندوبست کر لیا تھا کہ اس کا نامی سردار دلاؤ شاہ پٹی لٹان کے آں پار اور اسی طرح سپہرنگھ، بھاس کے دوسرے کتاہے کچھ عرصہ تک ٹھہر کر اور کشتیوں کو ہلا کر اور فوج کو لڑا کر اس سے مل جائیں۔ اس نے جب اورنگزیب کو کرنال میں غلیل اللہ خان کی مرضی سے یہ حال معلوم ہوا تو وہاں سے دو پٹوں کو ہرایا اور کشتیوں کی قوت کی وجہ سے کئی دن میں لشکر کو تھکی سے پار اتار کر باجی واڑہ۔ راہوں۔ گڑھ مشفقہ کہ ہوتا ہوا گویند مال کے گھاٹ دریا سے جیاس سے بھی پار ہو گیا۔ اور بیکسری ذی الحجہ کو قسور چاہنچا۔ چونکہ دارا شکوہ ۱۱ ہور سے لٹان کو بھاگ گیا تھا۔ اور وہ سردار جو تواقب میں امور تھے کچھ سستی کرتے گئے تھے۔ اس لئے۔ لیٹار۔ کے لئے یہ نہایت تیزی کے ساتھ با ترغف کو ب کرتا ہوا لٹان کو روانہ ہوا اور ساتویں محرم کو جب کہ دارا شکوہ لٹان سے سندھ کی طرف بھاگ چکا تھا۔ لٹان چاہنچا اور اس جگہ سے ازل صف شکن طاس کو سو چند اور سرداروں کے اور بعد ازاں اس شمال سے کہ اب بھی دارا شکوہ کے پاس باہر چند ہزار سردار ایک بھارتیہ خاں اور بہت سا مال و دولت سرحد تھانچے میں کہ بھی ہو اورنگزیب کے نہایت مل اعتماد ہونے کے علاوہ خاں صاحب تدبیر اور شجاعت سپہر بھاتا تھا اور جس کو بہت لہ میرا پاکھتا بعد اذکر کے خود واپس ہو پڑا۔ معمولی فزلیں کرتا ہوا چوتھی ربیع الاول ۱۱ قتلہ کر دی پہنچ گیا جس میں فیروز علی پٹنہ اور کشتی کی بہترین تعریف کی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا جس ۱۱ لیٹار سے ملو ہے جو اس نے قسور سے کی تھی۔ سم

شہابِ رحمان کے امام اسیری اور عبادتِ گنہگار

حالت میں پایا اور لہٹا اٹھ کر بھی اندیشہ ہونا چاہیے تھا کہ جسے سنگھ اپنے مہترم آقا کو اس قید  
 بے جا کی تکلیف سے بحث پٹ چھڑا رہے اور اچھے بے رحمان اور ناخلف فرزند کو سزا دینے کے  
 اس عمدہ مرتد کو جس کے ہاتھ سے اس پر بلا و جہ ظلم و ستم ہو اور گزند خائن نہیں کرے گا اللہ یہ  
 قیاس کیا جا سکتا ہے کہ فی الواقع راجہ کا آنا صرف اسی ارادہ سے تھا کہ اورنگ زیب کو گرفتار  
 کرنے اور اس رات کے قراہ دینے جائے کی وجہ یہ تھی کہ اورنگ زیب کو تھوڑی ہی دیر پہلے  
 غبرگ چکی تھی اور وہ یقین کئے ہوئے تھا کہ مہم دہلی میں ہے مگر اس نے ایسی عجیب حرکت  
 سے ایسی بعید مسافت طے کی کہ لاہور اور ملتان کے راستہ میں آ گیا۔ لیکن اورنگ زیب  
 کی ہوشیاری اور متانت نے اسے اس بڑی برکوں سے بچا لیا۔ چنانچہ اس نے مطلق کچھ  
 خوف و اضطراب ظاہر نہ کیا بلکہ یہ دیکھانے کو کہ اس کا آنا اس کی بڑی ہی خوشی کا باعث  
 ہے گھوڑا دوڑا کر نہایت کشادہ و پشیمانی کے ساتھ ہاتھ سے جلد آئے۔ جلد آئے کا اشارہ کرتا  
 ہوا آگے بڑھا اور بھار کر گیا۔

• سلامت بخشوراجمعی! سلامت بخش بایمعی! اورجیب دوتولنورا

نزدیک پہنچے تو پھر کہا خوش آمدید۔ خوش آمدید۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ مجھے

آپ کے آئے، کس قدر انتظار تھا۔ بہت سی خوب بھرا کہ آپ آگئے مگر طالی

نغم ہو گئی اور وہاں شکوہ تھا وہ یہاں خاک تھا تا پھر تارے اور میں نے میرا باکو

اُمس کے مجھے بھیج دیا ہے اور اغلب ہے کہ علی گڑھ تیار ہو جائے گا۔ اور نہایت

مہربانی اور انتقادات کے اظہار کی غرض سے میزبوں کی ۱۱ جوبے ہوئے تھے

انارکرام کے گلے میں ڈال دی اور کہا کہ ہماری نرجس بہت خشک ہوئی ہے

اس سے آپ کو بہت جلد لاہور پہنچے گا، جہاں وہاں کہو ہے اترنا ہی

اور شورش ہو جائے اور میں آپ کو لاہور کا صوبہ دار مقرر کرنا چوں اور کل اختیار

نظم و شق رتقا ہوں اور میں بھی جلد آپ کے پاس پہنچتا ہوں لیکن رخصت

کہنے سے پہلے میرے لئے فریدی ہے کہ سلیمان شکوہ کے معاملہ میں جو آپ

لے گا گزاری دکھائی ہے اس کا شکر یہ لدا کروں۔ مگر آپ نے دلیرانہ کر کہاں

پھر تو؟ میں اس کو خوب سزا دوں گا۔ آپ جلدی لا جو رکھ رہے ہیں مجھے خدا کا

اس طرح کے مختلف نام لکھ کر پتہ پتہ کر کے دیا ہے کہ جو نام لکھ کر نام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک نام ہے۔

دارالشکوہ گجرات میں | جب دارالشکوہ شمشہ میں پہنچا تو اس نے ایک نواب سراج الدین

اور شہاب الدین کو ملا کر ان سے درخواست کی کہ وہ اس کا قلعہ دار بنایا اور بہت سے چٹان اور پرنگیز اور انگیز اور فراستیں لے کر ملک جرجی کے رہنے والے فرنگی توپ خانہ میں لاکر رکھ لئے اور ان سے وعدہ کیا کہ اگر ہم بادشاہ ہوجائیں گے تو تم کو امارت کے درجے دیتے جائیں گے۔ اور اس طرح پر قلعہ کا بندوبست کر کے اپنا خزانہ وہاں چھوڑ دیا۔ کیونکہ اب تک اس کے پاس باشرقی اور مدہبی بہت تھا اور تین ہزار سپاہیوں کے ساتھ وہ اپنے منہ کے کنارے کنارے شان و شوکت سے کوٹ کر رہا تھا مگر کچھ کی علمداری سے گذر کر گجرات میں پہنچ گیا اور احمد آباد کے باہر جاؤہر کیا۔ یہاں کا صوبہ دار شاہ نواز خان ہوا اور نگ زیب کا خسر تھا اگرچہ مستط کے سلاطین سابقین کے خاندان سے تھا اور بہت مہذب اور نہایت ذی لیاقت شخص تھا مگر سپاہیوں نے نہ تھا بلکہ بیش دوست تھا اور ملک میں مشایخ فوج بہ تعداد کثیر موجود تھے اور خوب مقابلہ کر سکتے تھے لیکن اس کی کم سہی یاد رکھ کر ان گہاں آپہنچنے سے خسر کے دروازے کھول دیے گئے اور شاہ نواز خان بڑی تعظیم و مکرم اور نہایت ادب سے پیش آیا اور معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اس کی اس قدر خاطر داری اور تعظیم و تکریم کی کہ اس کی رائے اور رائے کے مطابق اس کے قریب ہتھم سلیم اور ہر چار پاخانہ و زہد خانہ جو سنگ خاص تھا اس میں اور نگ زیب کی خدمت میں حاضر ہو گیا تھا بلکہ تلخ سے مور کر سلا کے بعد وہ وہاں سوار ہوا اور خلیل اللہ خان کی مدد کے لئے ہوا اور نگ زیب کی سپاہ خاص کے آگے آگے دارالشکوہ کے قلعہ میں داخل ہو کر کھاتے تھے پیچھے گئے تھے۔ س م ح

لے شاہ نواز خان میں کام میرزا بدلتا زمان تھا ایران کے پادشاہ شاہ سلیمان صفوی کی اور اس سے تھا اور اس کا باپ مرزا سلیم بہت خوش بخت اور شام و غیرہ و متحدہ ہوا تھا مگر شاہجہاں کا نام ہو گیا تھا۔ اور شرافت اور علم و خاندان کی وجہ سے شاہجہاں نے اپنے بیٹے سلطان شجاع کی شان و شوکت کی چیز اور اور نگ زیب اور مرزا بخش کی شادی اس کی ورنہ تین بیٹی شاہ نواز خان کی بیٹیوں سے کی۔ چنانچہ اور نگ زیب کا تھمرا بیٹا تھا اور خمد و صوف بیٹی اور نگ زیب اسی بیگم سے تھی جس کا نام دل میں باور بیگم تھا جس منہ کی پہ نظر ہے کہ اس کو سلاطین مستط کے خاندان میں سے بتا دیتے۔ کیونکہ خاندان صفوی کا مستط سے کہ تعلق نہ تھا بلکہ اس کا خود نادر علی سے تھا اور نگ زیب ایک مشہور مشہور ادا پہنچ بزرگ شاہ صفی کے نام کی شہادت سے ہر قوم کا سپہ اور صفی شہ

دیکھ کر اُس نے اُس کو اچھا خیر خواہ اور طرفدار سمجھ لیا اور اگرچہ لوگوں نے اُس کو اسس کی  
 خیانت سے آگاہ کر دیا تھا لیکن مشہور و نامور و حاکم ہیں اگرچہ احتیاطی سے بھرپور کر لیا اور  
 اپنے تمام منصوبے اور ارادے اور راز اس میں بھٹا ہر کوئی اور جھوٹ سنگھ اور دوست خیر خواہ  
 لوگ جو سپاہ جمع کر کے مدد کی تمنا میں کر رہے تھے اُن کے خط و دفعہ سب اُس کو دکھا دیے  
 اور نگینے جل اور سلطان شجاع کا مقابلہ

لے لیا تو وہ نہایت حیران اور مضطرب ہوا کیونکہ  
 جانتا تھا کہ داراشکوہ کے پاس مدد پہنچا ہی نہیں ہے اور اگر وہاں اُس کے قدم جم گئے  
 تو نہ صرف اُس کے متوسل اور خیر خواہ بلکہ وہ لوگ بھی جو کسی سبب سے ہم سے ناامید نہ تھے  
 سب کے سب ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے اُکرا اُس کے پاس جمع ہو جائیں گے۔ وہ  
 کھوئی جانتا تھا کہ داراشکوہ کو زیر کرنے کے لئے اس کا بذات خود جانا نہایت ضروری ہے لیکن  
 اُس نے سوچا کہ شاہجہاں کو اگر وہ میں پیچھے چھوڑ کر اس قدر مدد چلے جانا اور اپنے لشکر کو ایسے  
 صوبہ دریا چھوڑنا جس سے لے جانا جہاں ہے سنگھ اور جھوٹ سنگھ جیسے بڑے بڑے راجاؤں  
 کے ملاتے ہیں مظہر ناک اور خلاف مصلحت ہے اس کے علاوہ شجاع کی طرف سے بھی جو ایک  
 بڑی فوج ساتھ لے سمیٹے تیزی سے بڑھا چلا آ رہا تھا اُس کو سخت تردد تھا اور سلطان شجاع  
 کی طرف سے بھی کھٹکا تھا جو مری نگر کے راجہ کے تعاون اور مدد سے فوج کشی کی تیاریاں  
 کر رہا تھا۔ فرض کہ وہ اس وقت چندہ چند شکلات اور نظرات میں گمراہ ہوا تھا۔ لیکن اُس  
 نے سوچ بھرا کہ یہی اُسے کیا کہ سر دوست داراشکوہ اور شاہ نوازخان کے معاملہ کو چھوڑ کر  
 شجاع کی نہر یعنی چاچے ہر الداد کی طرف دیا نے لگا کے پار آؤ آ رہا تھا۔ سلطان شجاع

قیہ حاشیہ منوگوشت۔ تھا ملوئی خیر خواہ۔ اور اُس وقت کی تاریخوں میں اُس کے ملائکہ سے  
 مل جانے کی اصل وجہ یہ ہے کہ جب لوگ نہایت دکن سے پڑھائی کے برہمن پورے آگے کی طرف چلے  
 تھا تو شاہ نوازخان نے خیال کر کے کہ سلطان نے انہیں اس ہم کا کیا ہر اُس کی طاقت سے بچنا چاہتا تھا اس  
 سے نہایت سہ سے تا اُس ہر طرف برہمن پور میں اُس کو توجہ دینا تھا اگرچہ سنگھ کی طرف سے داراشکوہ  
 پر پنجابی توجہ سے چھوڑ کر گجرات کا صوبہ مانگ دیا۔ مگر وہ اپنی اس بے عزتی کو بخیر سمجھتا تھا۔ اُس دن کے  
 ملائکہ یہاں کھسا ہے کہ فرض بھی اُس کے پاس کچھ زیادہ نہ تھی کہ میں سے داراشکوہ کا مقابلہ کر سکتا۔ س م

نے اپنا کسب و معاش کچھ نہیں بھرا ایک بڑے مالاب کے کنارے نہایت عمدہ موقع پر تھا قائم کیا اور اس بات کو مناسب سمجھا کہ یہیں ٹھہر کر اورنگ زیب کے حملہ کا انتظار کیا جائے۔ اورنگ زیب نے اگر اپنا لشکر دریائے شاہ کے ایک کنارے مخالف فوج سے ساڑھے چار میل کے فاصلہ پر قائم کیا۔ چنانچہ دو دنوں لشکروں کے بیچ میں ایک بہت وسیع میدان تھا جس میں دونوں طرف کی فوجیں لڑائی کے وقت بخوبی دھڑ دھوکہ کر سکتی تھیں۔ اور چونکہ اورنگ زیب یہ چاہتا تھا کہ میں تندرست جلد ملے لڑائی کا خاتمہ کیا جائے اس لئے لشکر کو میں پہنچے ہی بار بار دستوں کو دریائے شاہ کے کنارے چھوڑ کر خود حملہ کے ارادہ سے اس پر جا اترتا دوسرے ہی دن لڑائی شروع ہو رہے تھے پہلے پہلے کے وقت میں جلد بھی دولت آباد سے آکر نہال ہو گیا تھا۔ دارا لشکر کے بھاگ جانے کے بعد اس کے اہل و عیال قید سے رہائی پا ہی چکے تھے اور اورنگ زیب کی مصلحتوں کے لحاظ سے بھی اس کا مزید قید میں رہنا ضروری نہیں رہا تھا لڑائی بڑے عرصے بعد شروع ہوئی اورنگ زیب کی فوج نے بے حد شہادت اور شہرگی سے ملے لیکن شہداء اپنے سرچوں سے ہرگز آگے نہ بڑھا اور اپنی ہی جگہ قائم رہ کر حملہ آوروں کو بڑے نقصان کے ساتھ پسپا کرتا رہا اس کی اس تندرستی اورنگ زیب کو نہایت ہی پریشان کیا۔

شہداء کی اس تندرستی کا اصل مدعا یہ تھا کہ اگر ہم چست و جوان بنے سرچوں میں قائم رہ کر لڑے جائیں گے تو اگر جنگ کے بارے میں کوئی فیصلہ ہو جائے گا اورنگ زیب خود ہی دریائے شاہ کی طرف ہٹنے لے گا۔ تاریخ نگاروں میں اس جگہ کا نام کچھ کا مقلب لکھا ہے جو تعب کرنا اور جہاں آجوستہ پانچ کوس کے فاصلہ پر ضلع خیر و قسمت آباد ہیں ہے۔ یہاں جہاں اورنگ زیب کا ایک بہت ہی تنگ دکان ہے اور یہ سب مقامات اسی میں ہیں۔ س م ج

میں دانا لشکر کی شکست کے چند روز بعد ہر حملہ کو اورنگ زیب کے احکام کے بموجب سلطانِ عظیم نے جو باپ کی نصیحت میں دکن کا حکم تھا رہا کر دیا اور تمام مال و متاع و اہلی و عیال ساتھ لے کر اس وقت وہ خانہ کس کی سربراہی کے عہدہ پر برہان پور میں تھا اور حسبِ مطلب وہیں سے آئی کہ اس لڑائی میں جو دارا لشکر کی شکست سے اس شخص نے جینے پر کئی سختی شامل ہوا تھا۔ س م ج

میں پانچویں جنوری ۱۶۵۷ء کو یہ لڑائی ہوئی تھی جو کچھ جاننے کا موسم تھا۔ پھر معلوم نہیں ہوا کہ خف نے کئی کاذب کہیں کیا ہے۔ شاہیہ یہ کہ ہر کوئی لڑائی لڑنے والوں کی لڑائی کی صورت پر مبنی ہوئی ہے س م ج

پر مجبور ہو گا اور اُس وقت ہم کو اُس کی فوج کے پچھلے حصے پر حملہ کرنے کا موقع ملے گا۔ اورنگ زیب بھی بھائی کی اس حکمت کو خوب سمجھ رہے تھے اور اس لئے وہ ہمارے آگے بڑھے جانے پر زور دے رہا تھا۔ لیکن ایسے نازک وقت میں یہ ناگہانی حادثہ پیش آیا کہ راجہ جہونت سنگھ نے ہر بظاہر شے غلوں کے ساتھ اُس سے آن لے لیا تھا اُس کی پچھلی فوج پر ٹھیک اسی طرح کر دیا کہ وہ شکست کھا کر بھاگ گئی اور اُس نے تمام خزانہ اور اسباب کو لوٹنا شروع کر دیا اور چونکہ یہ خیر بہت جلد تمام لشکر میں پھیل گئی اس لئے ایضاً فی فوجوں کے دستور کے مطابق اورنگ زیب کی سپاہ بہت ہی ہراساں اور بے دل ہو گئی۔ اس ناگہانی حملہ سے اورنگ زیب کے خطرات اور بڑھ گئے۔ لیکن اُس کی مستقل مزاجی میں ذرا بھی فرق نہ آیا وہ خوب جانتا تھا کہ اگر پہلے جہا تو سب اُمیدیں خاک میں مل جائیں گی اس لئے اُس نے جس طرح سے کہ دارا شکوہ کے مقابلہ میں یہ شان لی تھی کہ خواہ کچھ ہی ہوسیدان جنگ میں تھام رہے تھے کہ دیکھنا چاہیے اسی طرح اب بھی بھرے کا پکا امانہ کر لیا اور اگرچہ اُس کی فوج میں دم جم پریشانی ٹھنسی جاتی تھی اور شہانے سے اس حالت کو خفیہ سمجھ کر ایک بڑا سخت حملہ کیا اور اتنا تھا ایک تیر لاکھ کے برابر سے اورنگ زیب کا ہاتھی ایسا بے قابو ہو گیا کہ وہ گھبرا کر اس سے آگے نہ جاتا تھا مگر میر جلد سے ہر طرف تھا اور جس کی جرأت اور بہادریوں کو دیکھ کر سب اہل فوج رنگ بھدے تھے پکار کر کہا: "دکن کو! دکن کو!" یعنی خیال کرو کہ دکن کہاں ہے اور کیا غصہ کرتے ہو کیا اب بھاگ کر دکن جاؤ گے؟ اور اس بہادری و نصرت سے اُس کو تہاہ ہوتے سے بچا لیا۔

اگرچہ اورنگ زیب کی تباہی میں اس وقت کوئی دقیقہ باقی نہ رہا تھا اور اُس کی مشکلات کا کوئی حل نظر نہیں آتا تھا۔ اُس کو یہ اندیشہ تھا ہر اتنا کہ اب کوئی دم میں دشمن کے ہنر میں پھنس جائے گا۔ مگر قسمت کا پھر بھی ایک عجیب چیز ہے کہ اس فکر و تردد کے باوجود یہ نتیجہ ابھر گیا اور جس طرح سرگودھ کی لڑائی میں ایک لڑنے حرکت کے باعث دارا شکوہ کو اپنی جان بچا کر میدان سے بھاگنا پڑا تھا۔ شجاع کو بھی وہی حادثہ پیش آیا یعنی وہ بھی اورنگ زیب کی بھاگی ہوئی فوج پر زیادہ چستی کے ساتھ حملہ کرنے کے لئے اپنے ہاتھی سے آگے بڑھا اور اگرچہ یہ حقیقت نہیں ہے کہ اس کو بھی یہ صلاح پہنچی سے دی گئی تھی یا غیر خواہی سے۔ مگر اس میں شک نہیں ہے کہ اگر وہی غاں نے جو اس کا ایک بڑا سپرد تھا اس وقت

بڑی ہی اہمیت سے کہا کہ گھڑے پر سوار ہو جائیے اور ہر وقت خلیل اللہ خاں سے سرگڑھ کی لڑائی میں کہے تھے اس کے خٹا بھی نہیں دینے دینے ہی تھے یعنی دست بستہ ہو کر بڑی خدمت سے یہ کہا کہ حضور! اس بٹے باجی ہر ایسی جان ہو کہوں میں کہوں بیٹے ہیں کیا غلط نہیں فرماتے کہ دشمن بھاگے جاتے ہیں اور اب جیسی سے اُن کا تعاقب نہ کرنا سخت غلطی ہے پس جلدی گھڑے پر سوار ہو کر اُن کا پیچھا کیجئے تاہم پھر دیکھ لیجئے کہ ہندوستان کتنی آپ کے قدموں کے نیچے ہے اور آپ ہندوستان کے بادشاہ ہیں۔

چنانچہ اس حرکت سے جو حادثہ حالاً شکوہ کو پیش آیا تھا وہی شہزادے کو پیش آیا یعنی ہوں ہی وہ فوت کی نظر سے غائب ہوا سب کے دل میں شبہ گز گیا کہ یا تو مارا گیا یا کہیں قریب سے پکڑا گیا اور اُس کی فوت ایسی بے اعظام اور خیر خبر ہو گئی کہ دوبارہ جمع کرنا ممکن نہیں رہا۔

ملہ شاہجہاں کی جاری کی غمراہی کہ بٹے شہزادے نے جگہ سے فوت کشی کی تھی اُس وقت اور وہی غمراہی کا سوبدار تھا۔ جب شہزادے پھنسا اُس نے بڑے بھڑے بغیر ہی اُس کی اطاعت کر لی اور اُس وقت سے یہ اُس کے پاس بہ حیثیت مذہب کے تھا اور وہ اُس کی اس تصدیق کرتا تھا کہ بیٹے اُس کو - خان بھائی کہتا تھا مانگیڑ میں کھلے کہ سبھی بھائی اُس کا بڑا چاہنے والا ہے کی شکست کے بعد شہزادے سے جدا ہو کر اورنگزیب کے پاس حاضر ہو گیا تھا۔ اور جب ان واقعات کے بعد شہزادے نے بیڑہ اور خود سلطان کے قریب پہنچ جانے کی وجہ سے مونگیر سے پیچھے رہ جانے کی طرف کوئی کر دیا تو اور وہی خاں نوح خلاف میں آنے کی نیت سے مونگیر میں ٹھہر گیا۔ اور بعض اور مدد دے لوگ بھی اُس کے ساتھ ہو گئے۔ چونکہ اپنے بیڑے سردار کے پیچھے ہو جانے سے نہایت اندیشہ تھا۔ اس لئے شہزادے مانگیڑ آ کر مونگیر کے پہاڑ پہنچے اس میں آکر ٹھہرا اور چند چند سردار بارہ کچھ سپاہ اور وہی خاں کو حاضر کرنے کے لئے جو مقابلہ پر آمادہ ہو چکا تھا اس کے لئے ہڑامد مسکا کر اُس کو پکڑا لے اور شہزادے نے اُس کو اور اس کے بیٹے سیف اللہ کو تر تھ کر لیا۔

پس اسی حالت پر خیال کرنے سے تعجب نہیں معلوم ہوتا کہ اس نے بھی باجی سے آخر پہلے کی صلاح خیانت ہی سے دی ہو۔



آگرہ میں اورنگ زیب کی شکست کی افواہ | قزلباش کا مال سیٹ کرنی انصر اس ارادہ سے  
 آگرہ کو چل دیا کہ وہاں سے اپنے وطن کو چلا جائے اور چونکہ آگرہ میں یہ افواہ اڑ گئی تھی کہ  
 اورنگ زیب شکست کھا کر قید ہو گیا ہے اور شہزادے بھاری فوج لے ہوئے آگرہ کو آیا  
 ہے۔ یہ افواہ یہاں تک پھیل گئی تھی کہ شہزادے نے بھی اس کو ہی جان لیا پتا نہ یہ  
 سن کر کہ جمونیت سنگھ جس کی دفا بازیوں سے وہ قریب نصف شہر کے قریب پہنچ گیا ہے  
 ایسا مایوس ہوا کہ نہر کا پیالہ پی کر مر جائے ہر آئندہ ہو گیا اور بے شک اپنی بی بی لیتا اگر اس کی  
 مستورہ اس پر ڈالے گی اور پیالہ چین کر ڈھکیں گے۔ لڑائی کے اصل حال سے آگرہ  
 والے دو دن تک اس قندبے خبر تھے کہ اگر جمونیت سنگھ نے زاجرات کر کے لوگوں کو دھمکانا  
 وصول اور ترغیبوں سے کام لیتا تو بے شک شاہجہاں کو قید سے چھڑا لیتا لیکن حقیقت حال اس  
 پر روشن تھی اس لئے آگرہ میں زیادہ شہرنا یا ان کھڑیوں میں پڑنا اس نے مناسب نہ جانا  
 اور صرف شہر میں سے ہوتا ہوا اپنے ملک کو چلا گیا۔

شہ جب اورنگ زیب سے داراشکوہ کو مغلوب کر کے شاہجہاں کو قتل کر دیا تو سب سے پہلے  
 اس نے یہ کام کیا کہ شہزادے کے ساتھ اپنا تدبیری مصلحتی سلوک جتانے کے لئے بادشاہ سے بڑے  
 اصول کے ساتھ اس مضمون کا فرمان حاصل کیا کہ صوبہ بنگالہ کے علاوہ صوبہ بہار بھی مصلحت  
 سلطان شہزادے کی خدمت تھا اور سلطان شکوہ سے شکست کھانے کے بعد داراشکوہ سے  
 بادشاہ سے اپنے نام کرا لیا تھا شہزادے کو دیا جائے اور اس کو اپنے ایک نہایت پرتیاگ دوست  
 آمیر خد میں لٹوف کر کے اس کے پاس بھیجا جس میں داراشکوہ کی شکست اور تباہی اور اپنے تدبیری  
 اتحاد کی یاد دہانی کے علاوہ یہ چلتا ہوا فقرہ بھی درج تھا کہ تمہاری احوال آپ اس طرح پر اپنے اس  
 نقصان کا تدارک کیجئے جو سلطان شکوہ کے مقابلہ میں اٹھا چکے ہیں۔ اور جب داراشکوہ کے ساتھ سے  
 فارغ ہو کر میں پنجاب سے واپس آؤں گا تو ملک اور مال دو میں سے آپ کے حقوق کا پورا پورا لحاظ رکھا  
 جائے گا اس خط کو پکارو بہت ہی شکر گزار ہوا۔ مگر چند ہی آکر صوبہ اُس نے دیکھا کہ اورنگ زیب  
 داراشکوہ کے پیچھے پنجاب کی طرف بہت دور چل گیا ہے تو آگرہ پہنچے اور سلطنت ہشیالینے کے بعد  
 سے فارس اور مال آباد کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ چونکہ داراشکوہ نے پنجاب بھاگنے سے پہلے  
 نہ وہ خط و کتابت شہزادے سے صلح کر لی تھی۔ اور اورنگ زیب کی حال بگاڑنے کے لئے چند سے

قبیلے میں گزشتہ۔ اور بادشاہ اپنے تمام اعلیٰ درجہ کے افسران کی اطاعت کرنے کے احکام بھیج دیتے تھے۔ اس سبب سے وہ بلا مزاحمت اور پرتعاقب ہو گیا۔ اور مراد شاہ اورنگ زیب کا حال تھا کہ وہ دوطرفہ لڑائی سے بچنے کے لئے چاہتا تھا کہ کسی طرف سے شجاع رائے بھرتے نہیں ہی راہیں چل جائے اور آگے نہ بڑھے۔ اس لئے پنجاب سے جلد دلی پہنچ کر اول شاہنشاہ، مغلطان کو اگر وہ سے جواب تک وہیں اسیر تھا اس کی راہ روکنے کے لئے روانہ کیا۔ اور بعد ازاں سرحد سے قریب رہنے کی خاطر شکار کھیلنے کا حیلہ کر کے خود بھی۔ سواروں میں جو آزادانہ کے رخ مغلطان کے کنارے ایک جگہ پہنچا۔ اور اس عرصہ میں شجاع کے پاس کچھ افسانہ آ میر غلط اور پیغام بھیجے۔ مگر وہ اس لئے نہ آتا اور آزادانہ سے بھی کچھ بگ بڑھ آیا تو سرحدیں راجہ اول سلطان سلطان تھری جنوری ۱۶۵۷ء کو محمد سلطان کے لشکر سے کڑھ میں جا ملا۔ و شجاع کے لشکر سے قریب چار کوس کے تھا۔ اور اسیری راجہ اول کو خیمہ گاہ اور کارخانہ ذات شاہی کو اسی جگہ بھونڈ کر کے خیر سواروں کے ساتھ لڑنے کے لئے روانہ ہوا۔ اگرچہ طرفین سے لڑائی ہوتی رہی لیکن وہ دھند سے صرف نوپوں کی لڑائی ہو رہی تھی۔ جب شام کو لڑائی بند ہوئی تو شجاع نے یہ غلطی کی کہ اس کا توپ خانہ جو ادنیٰ جگہ پر تھا اور اس وجہ سے اچھا کام دینا پرتا تھا اپنے لشکر گاہ کے قریب لے آیا اور میر غلط سے متعلق اس کی جگہ اپنی توپیں جا بنائیں۔ اور چونکہ شجاع کی سپاہ اور توپ خانہ کے پیچھے ہٹ جائے سے اس طرف والوں کو شب خون کا اندیشہ ہو گیا تھا۔ اس لئے اورنگ زیب پیچھے ہٹ کر اپنے لشکر گاہ کو دنگا بلکہ اس کی کل فوج اور تمام اسیروں میں ترقیب سے میدان جنگ میں قائم تھے وہیں آخر چلے۔ اور حکم دیا گیا کہ گھوڑوں کے زین اور سپاہیوں کی گتھی انہی طرف بند ہی رہیں۔ علاوہ یہیں ہر مشیاد اور خیر دار رہنے کے لئے سیر ملے امرا اور سواروں کو بہت تاکیدیں کرتا پھرا۔ اور بعد ازاں شجاع اورنگ زیب اپنے مختصر سے خیمہ گاہ میں جو میدان جنگ ہی میں تھا، یا گیا تھا مگر سرد۔ تو آخر شب کو ایک مہیب چٹان پر پڑا ہوا جس سے اس کے لشکر کو بڑا نقصان پہنچا۔ یعنی ہمارا جو جمونہ سنگھ میں کی تعمیر معاف کر کے اورنگ زیب دنگ سے اپنے ہزار لے آیا تھا۔ اور اس وقت وہ اس کے لشکر کے دائیں بازو کا سردار تھا شجاع کو یہ خبر پہنچ کر کہ اس عرصہ میں فساد اور خور و شر پکڑا کھلا دھر سے آپ آئیں اور اس طرف اورنگ زیب کو تباہ کر دیں۔ بڑے بڑے صاحب امتیازوں کی کمان میں تھے ہزار لے کے میدان جنگ پیچھے کی طرف سے کل پرگ اور اول محمد سلطان کے کھپ کو جو سیراہ تھا۔ اور بعد ازاں اور امیروں اور خود اورنگ زیب کے

تھا جہاں کے ایام امیری اور مہمانگیزی

محمد سلطان اور میر جلال شجاع کے تعاقب میں | کچھ آٹھا اور خیال تھا کہ آگرہ سے شورش کی کوئی نہ کوئی خبر آئے گی اس نے شجاع کا زیادہ پیچھا نہیں کیا اور تمام لشکر کے کہ تیزی سے دارالسلطنت کی طرف کوچ کر دیا۔ مگر اس کو جلد ہی معلوم ہو گیا کہ ضیم کے لشکر کا اس لڑائی میں کچھ زیادہ نقصان نہیں ہوا۔ بلکہ شجاع کی دولت مندی اور نیا ضی کی شہرت کے باعث وہ قیصر شہر گزشتہ لشکر گاہ اور کارخانہ جات شاہی کو بے حرکت ٹوٹا ہوا چلا گیا اس حادثہ سے ایک عجیب پریشانی اور اتہری پھیل گئی۔ اور بہت سے لوگ رات ہی کو شجاع سے جا ملے مگر ابھی چند رات باقی تھی کہ اورنگ زیب اس حال کی خبر پا کر خفت رواں پر سوار ہو کر کمال استقلال سے اپنے عہد کے باہر آن کھڑا ہوا۔ اور نہیں نہیں کراچے رنجیوں اور امیروں کو اس طرح قسلی دیتا رہا۔ کہ خوب ہوا کہ ہوا لشکرستانوں کے من و قضا شک سے پاک ہو گیا۔ اگرچہ اس ناگہانی فتنہ کے سبب سے نصف فوج رہ گئی تھی۔ مگر شہر استقلال سے باقی ماندہ سپاہ کو از سر نو جمایا جنگی ترتیب سے پورا کر دیا گیا۔ اور اس غرض سے کہ فوج اس کو اور یہ فوج کو دیکھتا رہے اپنے حملوں کے موافق بیچ کر ایک بڑے اٹھنی پر سوار ہو کر اودھ شہر کو ساتھ بٹھا کر لڑائی کے لئے نکلا۔ چنانچہ اول توپوں اور باتوں کی لڑائی شروع ہوئی۔ پھر دونوں لشکر دست بہ دست لگنے لگے۔ شجاع کے لشکر نے اس کی فوج کے دائیں بازو کو شکست دے کر ٹھامرا۔ جس سے بڑی پریشانی ہوئی۔ اور بہت سے مسلمان دشمنوں سے جا ملے اور جدا زان اٹھنے لے فوج کے عقب کو جہاں اورنگ زیب خود موجود تھا خوب دبا دیا اور کئی دفعہ اس کی جان پر سن گئی۔ چنانچہ ایک جنگی آدمی تو اس کے اس قدر قرب پہنچ گیا کہ کوئی کسر باقی نہیں رہی تھی۔ مگر اورنگ زیب کا ایک ہندوئی دوست اس کے اٹھنیوں کے ایک ہونے پر چڑھا ہوا تھا اس کے نیلہ پاں کو گولی سے نہ اڑا دیتا تو خدا جانتے اورنگ زیب یہ کیا گذرتی فوج اورنگ زیب اپنے استقلال سے ہر خطر کو مرتد پر قابو لیا اور دشمنوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور ایک سرحد توپیں اور بہت سے اٹھنی ہاتھ آئے۔ اور نالاب کچھ پر جہاں شجاع کا لشکر مقیم تھا جا کر ٹوہ کیا اور اسی مذکور سلطان کو شجاع کے تعاقب میں معاذ کیا اور پھر پھر جھک کر ہفت غزری بہت نڈر بار بار کھنکھارے کر اس کی مدد کو بھیجا اور خود آگرہ جاتا ہوا امیر کو چلا گیا۔ کیونکہ وہ لشکر کبریت سے اور جہاں جو جو نہت لشکر اپنے وطن خود خود سے بالاتفاق امیر پر چڑھ کر آئے والے تھے۔ (اور غزوانہ انگلیز نامہ وغیرہ)

سب راجے جن کی ریاستیں گنگا کے دونوں کناروں پر ہیں اس کی مدد کے لئے اپنی فوجیں بھیج رہے ہیں اور اس کی طاقت بڑھتی جاتی ہے۔ اور یہ بھی اطلاع پہنچی ہے کہ وہ الہ آباد میں اپنے پاؤں جٹا چا رہا ہے تاکہ گنگا کے اس مشہور گھاٹ کو حقیقت میں صوبہ بنکا لے کر آکر وہاں ہے آخر سے نہ ہلے نہ بے پس اس نے سوچا کہ صرف دو شخص اس قابل ہیں جو ان حکومات میں بچے دوہے سکتے ہیں ایک محمد سلطان دوم میر جملہ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ فکر بھی تھی کہ جو شخص بھی کوئی خدایاں خدمت بجالاتا ہے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ غمراہ اس کو کیا ہی ملے کیوں نہ دیا جائے وہ اسے اپنی خدمت کے مقابلہ میں بے حقیقت ہی سمجھتا ہے۔ چنانچہ وہ دیکھتا تھا کہ محمد سلطان کو صوبہ الہ آباد بھی ملے گا اگر وہ ہے۔ اور قلعہ آگرہ پر قابض ہو جائے اور شاہجہاں کو قید کر لینے کی وجہ سے بڑی دون کی لپٹا ہے۔ اب رام میر جملہ اگرچہ وہ اس کی کمال دانتی خصوصیت اور دلاوری کا قائل تھا لیکن اس کے انصاف اور صاف سے ڈرتا بھی تھا۔ کیونکہ ایک تو اس کی دو ہفتہ کی کاٹھنڈی کا بڑا شہرہ تھا اس کے علاوہ خام ہندوستان میں ایک ایسا مانا اور مصائد نہیں اور کامل وزیر بھاجا تھا کہ مشکل سے مشکل معاملات کو اپنے من بعد ہر سے کنڑی سلو حاکم دے سکتا ہے ان دھو سے اور گنبد زیب اس کی چیرٹ بگیر شخصیت کو بھی اس کی عرصہ آرا کی اور جاہ طلبی کی وجہ سے محمد سلطان سے کچھ کم خطرہ پاک نہیں سمجھتا تھا۔ یہ عقلیں ایسی تھیں جو ایک معمولی عقل کے آدمی کو ضرور دونوں میں پھنسا دیتیں۔ لیکن اور گنبد زیب نے ایسی حکمت اور ہوشیاری سے کام لیا کہ دونوں کے درمیان صلح سے چلتا بھی کر دیا اور دونوں میں سے کوئی شاک بھی نہ ہونے پڑا۔ یعنی ایک بڑی فوج سہرا کر کے ان کو شہر کے مقابلہ پر روا کر دیا اور رخصت کے وقت میر جملہ کو تو یہ بھرا کر ماضی کر دیا کہ نیچے کے بعد بنکا لے کے زرنہر صوبہ کی حکومت مدت العمر کے لئے آپ ہی کے واسطے ہے بلکہ آپ کے بعد آپ کا بیٹا بھی اس صوبہ داری کا مستحق سمجھا جائے گا۔ اور اگرچہ آپ کی خدمات بہت سی مٹاؤں کے قابل ہی گرائیں ہیں سے فی الحال یہ ایک ہے۔ اور جب آپ شہر ہر نیچے پائیں گے تو امیر الامرا کا خطاب ہو ہندوستان میں سب سے بڑا خطاب ہے آپ کو عطا کیا جائے گا اور محمد سلطان سے یہ کہا کہ ہیشا ملے فارسی تاریخوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہر کے بعد آدمی کی بعد میر جملہ کے ملے خاندان سپہ سالار کا خطاب تھا جاتا تھا اور امیر الامرا کا خطاب شہرہ خاں کیا گیا تھا۔ س م م

خیال کر دو کہ مہرے اولاد ہی تم سب سے بڑے ہوا اور اپنے ہی کام پھرتے ہو اور بے شک تم نے بڑے بڑے کام کئے ہیں۔ مگر بچی پر چھوڑا بھی کچھ بھی نہیں کیا کیونکہ تار تھیکہ شجاع کو جو ہمارے مخالفوں میں ایک بہت بڑا شخص ہے شکست دے کر کچھ نہ لاد سارے ہی ہوجے اور صدمے میں۔ اس نہما کش کے بعد اورنگ زیب نے دونوں کو حسب معمول بڑے تیسری - سراجا - یعنی غلط دیتے۔ اور چند گھوڑے اور باغی عہد ساز و سامان سمیت نہایت کھے۔ اور جس طرح سے ہر سکا محمد سلطان کی بیگم اور میر جملہ کے بیٹے عوامین کو ان کے ساتھ دے جانے والا بیٹی محمد سلطان کی بیگم کو توجہ خواہ گوشت کی بچی تھی اس میل سے شہر الیا کر ایسی مالی خاندان مشہورادی کا لڑائی کے وقت لشکر کے ساتھ جانا کسی طرح زریبا اور منا سب نہیں۔ اور عوامین خاں کو اس بہانہ سے روک لیا کہ ابھی یہ بہت کم ہیں ہے اور ازنا و خفقت ہم چاہتے ہیں کہ خاص اپنے زیر نظر رکھ کر اس کو تعلیم و تربیت دیں۔ لیکن دراصل اس دونوں کو یہ خیال بنا رکھا تھا کہ شہزادے اور میر جملہ سے کسی بے وفائی کا اندیشہ نہ رہے

شاہجہاں کی جنگالہ داپھی | اب شجاع کا حال سننے کہ چونکہ اس کو برابر یہ دعوے کا لگا ہوا تھا کہ سہاوا زیری جنگالہ کے رہنما جو میری جھینا جھینوں اور زیادتیوں سے دل میں ناخوش ہیں کسی کے ہیکلے سے پیچھے نسا کر پیشیں اس وجہ سے جب اورنگ زیب کی انکار و ناجیوں سے مطلع ہوا تو فوراً الد آباد سے ڈیرہ ٹانڈا انشا خاں اور پٹنہ کی طرف کوچ کر گیا۔ کیونکہ اسے یہ اندیشہ تھا کہ غالباً میر جملہ بجائے الد آباد کے کسی اور گھاٹ سے گنگا عبور کر کے جنگالہ کی داپھی راستہ کو روکنا چاہے گا۔ چنانچہ انہیں اندیشوں سے بنارس اور پٹنہ سے بھی پیچھے مرگیا کہ چل گیا وہ گنگا کے کنارے ایک چھوٹا سا شہر جھار ایک طرف پہاڑ اور دوسری جانب جنگل اور دریا ہوئے کی وجہ سے ایک محفوظ مقام اور جنگالہ کا دروازہ سمجھا جاتا ہے۔ یہاں پہنچ کر اس نے مورچہ بندی کرنی اور شہر اور دریا کے کنارے سے گریہاؤں ایک بڑی گہری خندق کھدوائی۔ چنانچہ اس واقعہ کے کئی سال ملے عالمگیر تاسمیں لکھا ہے کہ مرگئے کے ایک طرف جھارواں دوسری جانب ہوائے گنگا نے قلعہ بنا لیا حکومت کے زمانہ میں چارے ٹیکے۔ ایک سا کوں لایا اور کچھ کراں کے مقابل کی سمت میں خندق کھدوائی تھی۔ شجاع نے اپنی اپنی نسا کے دفن میں اس دیوار کی مرمت کو کر نہیں گویا ایک ایک بے نواں تھا اور خندق کو پاؤں تک بکرا دیا تھا۔ - س م ج

بعد اس خندق کو میں نے بھی دیکھا تھا۔ فرض اس مستحکم مقام میں گنگے کے گھاٹ کو روکے جوتے وہ قریح مخالف کے حمل کا خطر تھا۔ کہ یکا یک اُسے یہ انصوسی ناک خبر لی کہ وہ لشکر جو چند ایک دریا کے کنارے کھنڈے بڑھا رہا تھا صرف دھوکا دینے کی فرض سے تھا اور میر جلال میں نہیں ہے۔ بلکہ وہ اُن راجاؤں کو جن کی ریاستیں دریا کے دائیں کنارے کو ہستان میں ہیں اپنا مساوی بنا چکا ہے اور سپاہیوں کو جو مرکز تا ہوا سید سلطان اور اپنی حمید و منتخب سپاہ کو لئے جوتے راج محل کی طرف اس فرض سے جاملے کہ ہمارے پیچھے چنے کا راستہ روک کر ہم کو جنگ لڑ کے اندھا مارے۔ چنانچہ یہ خندق اور سید جے ہوا تھے اہتمام سے تیار ہوئے تھے یوں ہی چھوڑ دیتے پڑے۔ جو گیارہ راج محل کے درمیان گنگا اس طسروے حاصل ہے کہ کئی چکر اور پھر کیا کر گزرتی ہے اس سبب سے اسے بڑی تحلیضیں اُٹھانی پڑیں مگر پھر بھی میر جلال سے کئی روز پہلے راج محل میں جا پہنچا بلکہ کچھ سہ پہلے اندھا مارنے کی بھی فرصت مل گئی۔ کیونکہ میر جلال اور سید سلطان یہ دیکھ کر کہ اس کو اب راج محل پہنچنے سے روکنا ناممکن ہے اپنے باتیں ہاتھ بعض مہایت دشوار گزار امتوں سے گزرتے ہوئے اس فرض سے گنگا کے رخ ہو گئے کہ اپنے بھاری توپ خانہ اور جیونج اور بارود و دستوں کو جو دریا کے راستے سے آ رہے تھے اپنے ساتھ شامل کر لیں اور جب ان کا یہ مدعا حاصل ہو گیا تو راج محل پہنچ کر لڑائی شروع کر دی باقی روز تک شجاع خوب ہم کرنا مگر جب دیکھا کہ میر جلال کے توپ خانہ کی موزا تر مزب میرے سید چوں کو جو درختوں کی شاخوں اور ٹکڑیوں سے برج کی صورت میں مٹی اور دھیت بھرتے بنا دیئے گئے تھے بر باد کئے جاتے ہیں۔ اور اس خیال سے بھی کہ برسات کا موسم قریب آ گیا ہے اُس وقت اُن کو اور بھی زیادہ نقصان پہنچے گا راتوں رات وہاں سے نکل گیا مگر وہ تو جہاں جو بہت بھاری تھیں یہیں چھوڑ گیا۔ اور میر جلال اس خوف سے اُس کا پیچھا نہ کر سکا کہ شب خون کے اڑنے سے کہیں وہ ہماری گھات میں نہ جا ہوا نہ ہوا اور شجاع کی خوش نصیبی سے بچے ہوئے سے پہلے اس نو راجاؤں کے مقابلے سے اس کو اس کے تمام راج محل سے کرچ کر اُٹھال تک کرنا ناممکن۔

لہٰذا جلال دین محمد کو کہہ کر لڑنے سے پہلے وہاں اکٹرا کر گئے رہنے کے سبب تمام انہوں نے اس حکم کو مان لیا کہ جس نے جے بنامہ ان ملک کا لڑا سید واد ہوا اس نے اپنے رہنے کے بعد اپنی بیٹی سے ایک حکم صاف کیا کہ اگر اس کا نالہ مل نکلیں یا سید زلی سیکہ کا نام ارشاد ہی انہوں میں اگر کرکھا ناما واد ہوا تو اب یہ تہذیب کا عمل ہے۔ جس سے

شاہجہاں کے دام اسیری اور مہاراجہ کے

ہو گیا۔ بادشاہ نہایت ہی شدید اور ہر سات کا آغاز تھی جو جنگ لڑیں جولائی سے اکتوبر تک بہت ہی کثرت سے ہمارا کرتی ہے۔ اور راتے ایسے خراب ہو جاتے ہیں کہ کسی حملہ آور فوج کے سفر کے قابل نہیں رہتے۔ پس میر جملہ کے لئے ناگزیر ہو گیا کہ وہ ہر سات کے ختم ہونے تک راج محل میں ٹھہر کر اپنی فوج کو شجاع کی سپاہ کے مکانات میں آرام لینے دے۔

**شجاع کی ازسرنو تیاریاں** | ہر سات کی وجہ سے شجاع کو بڑی جہلت مل گئی کہ جس جگہ مناسب بھاء ہاں ٹھہر کر اپنے صوبہ حال سے جہیز کرتا رہا۔ لہذا بہت سی نئی فوج لوکر رکھی۔ جس میں بہت سے پرتگیزی بھی تھے جو مسند چند قریوں کے جنگ لڑنے کے ان ضلعوں سے آگئے تھے جو نیچے کی طرف ہیں۔ واضح رہے کہ ملک کی انتہائی درخیزی کے باعث اکثر اہل فرنگ اس نزاع میں بے ہوش ہوئے ہیں۔ اس لئے وقت میں فی الحقیقت یہ شجاع کی خواہش تھی اور ماننا ہی کہ اس سے ان اپنی لوگوں کی جہت افزائی اور غلطواری کی اور ان کو اپنی سپاہ میں بھرتی کر لیا۔ کیونکہ پرتگیزی اصل لودھلے سب لاکر اس وقت کم سے کم دس ہزار یہاں موجود تھے۔ اور فی الواقع اس کو بڑی عودے رکھتے تھے۔ اس نے اس موقع پر مصروفیت کے ساتھ ان کے پادریوں کی بہت دل داری اور تالیفِ عجب کی اور افہام و اکرام کے وعدوں کے علاوہ وعدہ بھی کیا کہ اپنی مرضی کے موافق جہاں چاہو اپنے گرجا بنالینا۔

**محمد سلطان کی بغاوت** | اس عرصہ میں میر جملہ کے لشکر میں نہایت پریشان کن حالات پیدا ہو گئے کیونکہ اس میں اور محمد سلطان میں سخت نا اتفاق ہو گئی جس کی وجہ سے محمد سلطان کی عیادت تھی کہ کل لشکر کی مکرانی میرے اختیار میں ہو۔ دوسرے وہ میر جملہ کے ساتھ تو ہیں وختیر سے پیش آتا تھا۔ بلکہ بعض اوقات باپ کی نہایت بھی کچھ ایسے الفاظ کہ بیشنا تھا جو ذرا زیادہ اہمیت اور ادب ہی کے شایاں تھے اور باپ کے شاماد منصب ہی کے علاوہ کہہ دیا کرتا تھا کہ اگر وہ کی تفسیر میں ہیں وہ وہ کام کئے ہیں کہ حضرت کے لئے موزوں ہے کہ اپنی کامیابی کے لئے میرے منہ ہوں۔ یہی مرکبوں کا نتیجہ ہے جو اگر اس نے باپ کو سخت ناراض کر لیا اور جب اس کی ناراضگی کی غرض سے تھے تو اس دور کے بارے کہ مہاراجہ میر جملہ کے پاس میری گرفتاری کا حکم آجائے

اور وہ مجھے قید کر کے صرف گنتی کے آدمیوں کے ساتھ راج محل سے چلے آیا اور سلطان شجاع کی خدمت میں امانت ظاہر کر کے بھاگوری خدمات کے لئے اپنی آمد کی ظاہر کی لیکن شجاع کو ان باتوں پر کچھ یقین نہ آیا بلکہ یہ شبہ کرتا رہا کہ شاید ایک زہیہ اور میر جملہ نے مجھے بے خوف بنانے کے لئے کوئی چال چلی ہے چنانچہ اس کے بڑے بڑے بھائیوں اور قسوں پر اعتبار کیا اور ذاتی فرج کا کوئی بڑا عہدہ اسے سپرد کیا بلکہ ہمیشہ اس پر نگراں قائم رکھی۔ اس طرز سلوک کا انجام یہ ہوا کہ وہ قصور سے ہی دلوں میں شجاع سے بھی متفہم ہو گیا۔ آخر کار چند مہینوں کے بعد نانمید ہو کر پھر میر جملہ کے پاس چلا آیا اور میر جملہ نے ظاہر داری اور کسی قدر اعزاز و اکرام کے ساتھ اسے لشکر میں اتار لیا اور کہا کہ اگرچہ آپ نے بہت بڑا قصور کیا ہے مگر غرض بادشاہ سے سفارش کر کے معافی کی درخواست کروں گا۔

میں نے بہت لوگوں سے مشا ہے کہ یہ عجیب حرکت ہو محمد سلطان سے ظہور میں آئی تھی حقیقت میں اورنگ زیب کا ایک منصوبہ تھا کہ وہ چاہتا تھا کہ میر شجاع کو اپنے آپ کو کسی خطرناک کام ہی میں کیوں ڈال دے مگر سلطان شجاع تباہ ہو جائے۔ بھول اصل حقیقت خواہ کچھ ہی ہو مگر جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ وہ راج محل کو لوٹ آیا ہے تو مروت و یکسر کہ اب محمد سلطان کو بھی کسی حراست کی جگہ بھیج دینے کا غاصبہا نہ ہوا آگیا ہے ورنہ ہی یا نہائی خشکی کے ساتھ اس کو ایک تانکیدی فرمان بھیجا کہ فوراً باوجود اس کی اپنی کو چلا آئے۔ اب یہ نصیب شاہزادہ تمبیل حکم سے سرتابی کر ہی نہیں سکتا تھا۔ پس یوں ہی گنگا کے اس پار اتر لوگوں کے ایک مسلح گروہ نے گرفتار کر لیا اور بدستی ایک مشہور حبیب اتفاق تھا کہ انیسویں رمضان ۱۰۲۷ء کو وہ مرکز یہ شہر لودھیانی ہوا اور مراد شاہ کو

اور پھر شکوہ نصیب اس تانبے میں ملک بہمن کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ سن ۱۰۲۷ء

سنہ ۱۰۲۷ء یا ۱۰۲۸ء سے محمد سلطان کی بغاوت کا سبب یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کو خیر باد کی ادھیانت کا فرقہ فوجی اس پر ہر جگہ کی انتہا دیکھی جا کر اس کی اور کوئی انتہا نہیں رہی تھی اور سلطان شجاع کے دم جھانڈے اور اپنی لڑائی سے شادی کر دینے کا وہ جس کا کہنے کے ایک شہسہ میں کہا تھا پتا ہے سب لڑائی حرکت اس پر نہ تھی چنانچہ جب شجاع کے پاس پہنچا تو بہت افسانہ تھا کہ وہاں سزاگیر اور راج محل کے جیسے جیسے بڑے شجاع نے بہت سا سوگم کیا اور اس کی طرف سے اس کی شادی کر دی اور اس کے دواں دے کا جب شجاع کی موجودگی تھی بلکہ دیکھ کر گنتیوں سے جہاں سے دیکھ لیا کہ شجاع کی بھاری کی کوئی امید نہیں ہے کہ اس کو اس نام پر کاٹھ پیسے کے لیے زیادتی کے ساتھ لے کر لے لیا گیا۔



مداری میں تھا کہ گواہیاد کو سے گئے اور یقین ہے کہ اُس کی عمر کا خاتمہ اب اسی حکم پر واقع  
 شدہ عالمگیر نامہ میں لکھا ہے کہ محمد سلطان اول پانچویں شہنشاہ سلطنت کو سلیم گڑھ میں قید کیا گیا اور یہ  
 پچیسویں محادی الاول سنہ ۱۰۷۰ کو یہ اور سلطان شکوہ در سری نگر سے گرفتار ہوا تھا اور اس کو گواہیاد  
 بھیجے دیئے گئے تھے۔ مگر سلطنت میں طاقت خاتمہ کو بھیج کر محمد سلطان اور دلا شکوہ کے دوسرے بیٹے  
 سپہر شکوہ کو دہلی سے لایا اور کچھ دنوں پر سلیم گڑھ میں یہ حراست رکھ کر تقریباً چودہ برس کی قید  
 کے بعد شروع سنہ ۱۰۷۰ میں خلعت وغیرہ دے کر بھرتہ دیا۔ اور دہلی کی بیٹی دوست دار بانو بیگم سے نکاح  
 کر لیا اور اپنے اہل خانہ سے متوجہ کر کے اس کا سہرا باندھ کر قلعہ کے اندر کی مسجد میں سلام کرائے لے گیا۔ اور بارہ ہزار روپے  
 سالانہ معزز کر دیا۔ اور عیش میواضی کے موقع پر ایک گونہ کی تو خود عمرانی کی اور ایک اونٹ محمد سلطان  
 سے دیا گیا اور سلطنت میں کشتی اڑنے کے واسطے بیٹی انی بھوپ دیئی تھی اس کا نکاح کیا گیا اور بہت  
 لاکھ روپے کا زیور عطا ہوا۔ اور کتاب آفرغا لکھیری سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت میں درۂ نصیر کے  
 پٹیا لڑائی کی ہمدست کی وجہ سے جب اورنگ زیب کو ایک عرصہ تک مقام میں اجال رہنا پڑا تھا  
 محمد سلطان کو بہت خرابی وہ ہزار سال کا منصب سے خلعت کے اور ایک لاکھ روپے نقد اور نقارہ و نفی  
 وغیرہ عطا ہو گیا تھا۔ اور وہاں سے لوٹنے کے بعد اگلے برس سات لاکھ روپے نقد عطا ہوا۔ مگر بارہ سال  
 کے یہی معلوم ہوتا کہ قیوت سے چھٹنے کے بعد کس حکم کی سرمداری ملی ہو اس کے اور بھارتیوں کی طرح  
 اُس کو کسی ہم میں سر لشکر بنکر بھیجا گیا ہر لکھ ایسا پایا جاتا ہے کہ بادشاہ کی سرمداری اپنا بیٹے کی جیت  
 چلی ہی جاتی تھی۔ کیونکہ جب یہ شہزادہ اڑتیس برس ور جیسے ہو کر سلطنت میں ملکہ اس کی نسبت اسی کتاب  
 زاد عالمگیر کا یہ عبارت لکھی ہے کہ

پادشاہزادہ و امراض شدہ دستہ بستر گردی بنیابی بر دند و مقام خاص شکار و غزلت  
 اثر و سب کہ عمر و نا ازل باغ عہد ملا و از باغ دنیا بہا شہر بکھیتہ تھلی نشانہ۔ باوجودت  
 حوصلہ مضرت و از اشتیاع ایہ ما قضا گزیر پاسے قرار از جارت دل پر غم و دیدہ و غم شہر  
 اللہ خاں خاندان و سیادت خاں و عہد الرحیم خاں بخشی نظام دلا محمد یعقوب مرہاں  
 کہ در وقت خواہ طلب اللہ بنی بنی کا کہ رحمت حق سہا نہ

میں سے بہر حال یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ باوجود اس کے مرض الموت میں مبتلا ہونے کے بھی اورنگ زیب  
 نے اُس کو ہار نہیں دیکھا۔ بلکہ یہوشکار میں مصروف رہا اور اسی کتاب میں عالمگیر کی افادہ ذکر کئے کہیں  
 مصنف نے اس شہزادہ کی ہمت و قابلیت کی نسبت یہ عبارت لکھی ہے۔

سلطان محمد معظم کو اورنگ زیب کی نصیحت | اس طرح بچا اپنے بیٹے کا غرشتہ شاکر اور لنگ زیب نے شہزادہ محمد معظم سے فرمایا کہ

”ایسا مذہب رکھیں تم بھی بھائی کی تقلید کرنا اور وہی معاملہ تم کو بھی پیش آئے جو اس کو پیش آیا ہے۔ یاد رکھو کہ جہاں اپنی ایک ایسا نازک معاملہ ہے کہ بادشاہوں کو اپنے سایہ سے بچنا سوار کمان ہو جاتی ہے یہ یہاں بھی نہ کرنا کہ اورنگ زیب بھی بیڑوں کے ماتھے سے وہی کچھ دیکھ سکتا ہے جو جہاں گئے شاہجہاں کے ہاتھوں دیکھا تھا۔ جس طرح شاہجہاں نے تخت و تاج کو دیا اورنگ زیب بھی اسی طرح کو دے سکتا ہے۔“

لیکن سلطان محمد معظم کے طور و طریق پر نظر کرتے ہوئے میری تو یہ رائے ہے کہ اورنگ زیب کا اس کی طرف سے کیا بیڑے ارادہ کا شبہ کرنا بے وجہ ہے۔ کیونکہ وہ تو ایک ادنیٰ غلام سے بھی زیادہ فراں برداری کرتا ہے اور سطح سے سطح شخص سے بھی یہ ممکن نہیں کہ غیر تاج اور لکھن طبعیت کے جویش و دلدادہ پر اپنے اقوال و افعال سے پردہ ڈال رکھے۔ چنانچہ خود اورنگ زیب بھی حصول اعتبار و اقتدار کے معاملہ میں بھی اس قدر بے ہوش نہیں نظر آیا۔ اور نہ خیالات اور مبادیات ہی میں اتنا۔ صرف دکھائی دیا۔ مگر باہر ہوا اکثر ہوشیار لوگوں کی یہ رائے ہو سکتی ہے کہ اختلاف رائے و لڑائی جیسا کہ اس کی بناوٹ ہے اور حصول سلطنت کے خیالات اسی طرح دل میں چھپائے ہوئے ہے جس طرح اس کا باپ جیسائے ہوئے تھا۔

جبہ حادث پہ ستر گودشتہ۔

”اولیں نمونے دو مان محمد اسمان پادشاہزادہ محمد سلطان ولادت ایشان از ملکی قلوب باقی  
چہام رمضان قسطنطنیہ و تو مملکت ہندوستان و اب دہلی اس اوصاف مختلف و مختلف کلام محمد و  
اکثر کمالات و خزانہ و خوشن عری و داری و ترکی یہودی وانی داشتند و در عمار باقی کرانخصرت را  
چشم از مجلس با عاری دولت اتفاق افتاد مصدتر دولت خزانہ شدہ و ادخما عت و دلیری و در  
و در نہ بہت یک مجلس حضرت اعلیٰ خاقانی بہرہ یافتہ آخرت و قند۔“

اس جہاںگیر سے شاہجہاں کی اکثر فرق ہی رہی تھی اور جب وہ مر رہا تھا تو یہ دکن میں ملازم بانی تھا۔ یہی مر رہا تھا اور محمد معظم و دکن ایک ہی ان سے تھے اور محمد معظم تر جب چار سال کے اس سے چھوٹا تھا اورنگ زیب کے بعد ہی بادشاہ ہوا تھا۔ اور اپنی چند سال بادشاہی کے مختصر زمانہ میں ایک نیک سیرت



اس عرصہ میں لودنگ نریب آگے کے قلعہ میں مقیم تھا۔ مگر فرکار جب مراد علی کو قلعہ گریار میں بھیج چکا تو وہاں جا کر ان سب دھوکے کی ٹیوں کو جو اب تک لوگوں کو فریب دینے کے لئے بنا رکھی تھیں اٹھا ڈالا اور تخت سلطنت پر جلوس کر کے بادشاہ کی پیشانی پر

اب لودنگ نریب کی تمام قوم دارا شکوہ کو گجرات سے نکالنے والا شکوہ، حمیر کے میدان جنگ میں | کی تصویریں پر رکھی ہوئی تھیں لیکن ان وجہ سے جو پہلوؤں کی جا بھکی ہیں اس دلی دعا کا حاصل ہوا آسان نہ تھا مگر آخر کار ایش کی محبوبہ فرحب ہنس نہ گئی۔

لے دارا شکوہ کے تعاقب میں پنجاب کو جاتے ہوئے اگرچہ سرسوی طور پر تخت نشینی کی رسم بمقام بارغ نر آباد ہر شاہ جہاں آباد کے قریب لاہور کے راستے پر تھا پہلی وجہ سے مستحکم کر کے لے آجکی تھی۔ مگر راتا در جلوس اُس وقت کیا گیا تھا جب کہ شہر کو بمقام کبھو شکست دینے کے بعد مراد بخش کو قلعہ گریار میں بھیج دیا گیا۔ اور دارا شکوہ کو بمقام امیر انیسویں جمادی الثانی ۱۰۲۷ھ کو دوبارہ شکست ہوئی اور وہ اپنے پاؤں امراء آباد کی طرف نہایت بے سرو سامانی کے ساتھ بھاگ گیا۔ اس وقت نشینی کو مصنف نے دارا شکوہ کی شکست کے واقعے پہلے چاہئے کسی طرح کھیلایا ہے اور چلیں یہ بیرونی مصفاۃ سندھ ذکر کو طور شاہ جہاں آباد میں دھن میں اب تک یہ داخل نہیں ہوا تھا، ہندو اور مسلمان بھائیوں کے بھروسہ موت کے موافق جب کہ کسی حساب سے اس کو اکٹھا لیراں برس تمام صوفیوں کے ساتھ کیا گیا۔ اور لودنگ نریب نے اپنا قصب قصب نقل قرار دیا۔

والو النظر علی الدین محمد لودنگ نریب بہادر عالمگیر بادشاہ غازی اور بے ادبی کے خیال سے سکے

میں کمر طبع اور خلق نے ارادے کے نام کی جگہ سر نادر چاندی کی مناسبت سے باختلاف فقط مزید یہ بیت تحریر ہوئی۔

سکے زور و جہاں پر میر خیر شاہ لودنگ نریب عالمگیر

اور اگرچہ کسی کتاب تاریخ میں نہیں دیکھا گیا مگر ظہور ہے کہ جب غلیب دستور کے موافق اس کے بزرگوں کو کسی کو تخت ایشوائی دھکی کو قلعہ مکانی و غیرہ وغیرہ کہہ کر گئے تھام اور بھاگ کر کے نام پر پناہ تو لودنگ نریب نے فراموشی سے معلوم کیا کہ یہ اس امر میں میران ہے کہ جیتے جاگتے شاہ جہاں کا کیا کہہ کر نام ہے۔ تو شاہ اس کی طرف مخاطب ہو کر قیدی اپنے کے ہے یہ جب حال اور نصف قتب تیز کہہ دیا کہہ کر غلیب بگڑا کہ تاج و تاج سلطان ابراہیم شاہ الہی میر شاہ جہاں بادشاہ غازی صاحب قرآن ثانی، س م

قلہ ہاں کے ایام امیری اور عہدوں گزیر

دو زافروں خوش اقبالی سب شکلوں پر غالب آگئی۔ تخیل اس کی یہ ہے کہ ہر وقت سنگھ نے گھر پہنچتے ہی اس مال دولت سے ہر کچھ سے لوٹ کر لایا تھا ایک مضبوط فرنی بھرتی کئی خرچ کر دی اور دارا شکوہ کو کھد بھجا کر آپ بخا توتف آگرہ بٹے تہذیبی اپنی تمام نوع کے ساتھ راستہ میں آن ملوں گا۔ اب چونکہ شہزادہ شہنشاہی ایک فرنی کثیر خرچ کرتی تھی اگرچہ بہت عمدہ تھی پس اس اُسید پر کہ جب میں ایسے نامی راجہ کو ساتھ لے ہوتے دارا سلطنت کے قریب پہنچتا ہوں گا تو میرے منتشر شدہ خواہا ہوں کو بھی میرے نشان کے نیچے آکر جمع ہر جائے کی حرمت پہنچانے گی۔ چنانچہ اس نے اعمداً اُد سے کو پٹ کر دیا اور بہت شہرت کے ساتھ امیر میں آہنچا ہوا اگر وہ سے سات آٹھ منزل کے فاصلہ پر ہے لیکن جس وقت سندھ اپنے عہدے قائم دریا۔ وجہ یہ ہوتی کہ راجہ بے سنگھ نے یہ خیال کر کے کہ لڑائی کے تمام گنگ ڈسنگ سے اور گنگ زیب ہی کے طلب کی امید ہوتی ہے اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے ہر وقت سنگھ کو دارا شکوہ کی طرف داری چھوڑ دینے کا مشورہ قریب مصلحت ہاں کر اس کو کہا کہ

تم نے اس میں ایسا کیا فائدہ سنا چاہے کہ ڈوبنے کے ساتھ ہی بچے ہوا اور اگر تم اس بات پر قائم رہو گے تو اس کا کچھ فائدہ ہر تار معلوم ہو گا اگر اں تھا راجا ندان اور تم بے شک ہر باد ہو جاؤ گے اور اور گنگ زیب تم کو کبھی معاف نہ کیے گا۔ اور چونکہ میں بھی لالچیت راجہ ہوں اس لئے بہت اکتاس کرتا ہوں کہ بیچارے راجہ کو لاخون کر لیتے سے باز آؤ اور اس گمنام میں نہ ہو کہ اور راجہ بھی تمہارے شریک ہو جائیں گے کیونکہ میں کبھی نہ ہونے دوں گا۔ اور چونکہ یہ ایک ایسا امر ہے جو ہر ایک ہندو کی سہ تنہی سے تعلق رکھتا ہے اس لئے آپ کو ایسی آگ کے پھر چٹا کی کس طرح اجازت دی جا سکتی ہے جو تمام ملک میں پھیل جائے اور پھر کبھی کی اس کو بچایا نہ جاسکے اور اگر تم دارا شکوہ کو بحال خود چھوڑ دو گے تو دارا گنگ زیب تمہاری پچھلی خطائیں سب معاف کر دے گا اور اس شہنشاہی خواہ کا بھی مطالبہ نہ کرے گا جو تم نے کچھ کی لڑائی میں لوٹ لیا تھا۔ بلکہ توڑا گھڑات کی سرورجاری پر

عہدہ ٹیکر نامہ میں لکھا ہے کہ گجرات میں دارا شکوہ کے پاس پانچ سو ہزار سوار اور ایک چھاتوپ خاندان مرہٹوں کا تھا کہ کچھ کی لڑائی میں ہر وقت سنگھ کی ہمدستی سے ہوا تھا جس اڑی نہیں ان کو کسی کر جلداری سے محروم سنگھ کی رضوں کے پہنچنے سے پہلے ہی امیر کو چل پڑا تھا۔ م۔ م۔

سرشار کئے جاؤ گے اور آپسے مروجے کی حکومت میں جو آپ کے حلقہ سے متصل ہے جو فوائد ہیں وہ آپ بخشنی سمجھ سکتے ہیں۔ اور وہاں آپ بغیر کسی طمع کے خوف و خطر کے نہایت آرام سے رہیں گے اور ان وعدوں کا کامل طور سے پورا کرانا میرے ذمہ ہے۔

ظاہر کلام یہ کہ جہنم سنگ اس امر پر مائل ہو گیا کہ گھر سے قدم باہر نہ نکالے اور اس کی نیک سداہنی تمام فوج و لشکر کے اچھے میں دارا شکوہ کی فوج کے سامنے آن موجود ہوا۔ اب ایسا کون شخص ہو گا جو اس تاریخ کو کچھ ہے گا اور اس بات پر افسوس ذکر ہے کہ بد نصیب دارا شکوہ کو لوگوں نے کیسی کیسی اتنی تمہیدیں بتائیں اور آخر کار وہ ناکام جہنم سنگ کی جہادی کا حال اگرچہ دارا شکوہ پر مکمل کیا مگر اس کے ہر ناکامیوں کا اب کیا ملاح تھلا وہ بے شک اپنی فوج کو احمد آباد سے جاننا لگ گری کی شدت اور پانی کے قحط کی وجہ سے جو اس موسم میں راجہ تازہ میں ہو جاتا ہے یہ امر سخت دشوار تھا کہ پنجتیس روز تک ان راجہ زوں کے ملک میں سفر کرے وہ جہنم سنگ کے رفیق اور دوست ہوں اور اس پر طرہ یہ ہو کہ اورنگ زیب سامعہ دشمن ایسی بڑی اور تازہ دم فوج کے ساتھ نہایت سرگرمی سے اس کا پیچھا کرے۔ اس نے اس نے سپاہیانہ موت سے مر جانا ہی بہتر سمجھا اور اگرچہ جاننا تھا کہ دارا کی لڑائی نہیں ہے مگر تاہم یہی نشان لے کر دارا دشمن کو مار دیا یا آپ مر گئے مگر اب تک اس کو اپنی مصیبت کی انتہا معلوم نہ تھی کیونکہ جن لوگوں پر نہایت اور دفا بازی کا کچھ بھی شک و شبہ نہ تھا سب کچھ وہی کرنے کو موجود اور گھات میں لگے ہوئے تھے۔ چنانچہ بذات شاہجہاں رضاں جس پر دارا شکوہ کا مل ہر دوسرے کے ہوتے تھا اس کی خط و کتابت اورنگ زیب سے برابر جاری تھی اور وہ اس کے سب غمخیزوں سے اس کو مطلع کرتا رہتا تھا۔ لیکن ابھی بے ایمان کی سزا اس نے جلد ہی پالی یعنی اسی لڑائی میں تھارے قتل کیا گیا۔ چنانچہ بعض لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ خود دارا شکوہ کے ہاتھ سے قتل ہوا مگر جن غالب رہے دارا شکوہ کے ان سختی طرف دلوں نے ہر اورنگ زیب کے لشکر میں تھے اس خوف سے اسے مار ڈالا کہ اگر یہ زندہ رہا تو ہم سب کا گلا ملے گا۔ یہاں تک کہ اسے گھر سے اورنگ زیب کی خواہش کے موافق اپنے خط کے ساتھ اسی مقصود کا پورا پورا بھی نہیں کیا ایک خاص آدمی کے ہاتھ جہنم سنگ کے پاس بھیجا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگرچہ وہ جہنم سے سوار ہوا یا تھا مگر راستہ سے اٹھا ہر گیا۔ سامعہ

شاہجہاں کے ام اسپی اور عہدہ نگار سید

ہمسید کول دے گا۔ اور اُن سب مرضوں کا حال اُس سے کہہ دے گا جو ہم دوا شکوہ کی خدمت میں بھیجے رہے ہیں۔ لیکن اس دوا بانگِ حرمت سے اب کیا فائدہ تھا کہ نہ دوا شکوہ کو لام تو یہ تھا کہ جس روز سے اُس نے اصحابِ باد کو لیا تھا اُسی روز سے اس کے بارے میں اپنے خیر خواہوں کی دانشمندانہ صلاح ملتا اور وہ جس بے اعتباری اور بے وفائی کے لائق تھا اُس سے اُسی طرح چُنی آتا ان فرضِ تربیہ پر بدن چڑھے لڑائی شروع ہوتی اور دوا شکوہ کے توپِ خداد سے ہزاروں بچی اور مناسب جگہ پر قائم تھا اگرچہ خالی آمانیں تو بڑے زور شور کی سٹائی دیں مگر کہتے ہیں کہ دوا بازی کا جاں بہاں تک پسلا ہوا تھا کہ توپوں کی تحصیلوں میں گولے نہیں تھے وہ صرف بدو سے بھری ہوئی تھیں۔ اس لڑائی کی۔ بشرطیکہ اس کو لڑائی کہا جائے تفصیل کھنی بے فائدہ ہے۔ صرف اس قدر بیان کر دینا کافی ہے کہ پہلے گولے کے چلنے ہی سے سنگھ ایک ایسے مقام پر آ کر ہوا جہاں سے دوا شکوہ اُس کو دیکھ سکے اور اپنے ایک سردار کو یہ پیغام دے کہ دوا شکوہ کے پاس بھیجا کہ اگر گرفتاری سے بچنا چاہتے ہو تو فوراً میدانِ جنگ سے علیحدہ ہو جاؤ۔

اس پیغام سے اس بھارے شہزادہ پر ایسا ناگہانی خوف طاری ہوا اور ایسی جرات چھائی کہ فوراً اُس کی صلاحات مان لی اور ایسا سرسبز ہو کر سہاگما کر لڑی غمگاہ اور بارہوادی کے ضلع بھی کر لی حکم نہیں دیا اور فی الواقع اس وقت وہ ایسی ہی آنسو میں مبتلا تھا کہ اُس سے اتنی ہی جہلت کو نصیب جانا کہ اپنے اہل و عیال کو اس تہلکے سے نکال دے جائے۔ کیونکہ لڑ مشہ وہ اُس وقت سے سنگھ کے قابو میں آ چکا تھا۔ اور راجہ کے اس اغراض کا سبب یہ تھا کہ وہ ہمیشہ یہ سمجھ کر کہ کسی شاہزادہ سے چھلو کی کرنا کسی دُکھی دن سخت خطرہ کا باعث ہے شاہی خاندان کے لوگوں کے ساتھ بہت لوب اور لحاظ سے پیش آتا تھا یہ

ملے اس لڑائی کا حال مالگیر تار میں یوں کھسکا ہے کہ قاضی امیر میں جو پارتیاں ہیں چونکہ اُن کی سب گھاتیاں سوک کر سب بے ہوش ہو چکے تھے اس لیے اُن کی گئی تھی اور دوا شکوہ کا توپِ خداد بھی مناسب جگہ قائم کیا گیا تھا اس لیے اور سنگھ نے امیر مل کا حوصلہ نہیں چڑھایا تھا کہ حملہ کرے یہاں تک کہ تین دنوں ہی گزر گئے اور صرف توپِ بندوق سے دور دور کی لڑائی ہوتی رہی آخر وہ سنگھ نے بھید ہو کر ان کو نیزہ پر بھی لڑائیں اور دوا شکوہ کا بھی اور اخام مارا کہ وہ بھی کتے مگر پھر بھی یہی حالت چھوڑ دی۔ اتفاق سے راجہ داس روپ بھوں داس کے کو ہتائی سپاہی کو کہہ پہاڑی کے

پچھلے ایک ایسی جگہ دیکھ آئے کہ جہاں سے پیادہ سپاہی پڑ کر مخالف کے مورچے پر حملہ کر سکتے تھے  
 راجہ نے اور گنگ زب کراس حال کی اطلاع کر کے کچھ اپنے سپاہی اس پہاڑی کو روانہ کئے اور  
 خود بھی اپنی باقی ماندہ فوج لے کر اُن کی مدد اور نگہبانی کے طور پر مخالف کے مورچوں کی طرف چلا  
 گیا۔ چونکہ اتفاقاً اس وقت اورنگ زیب کے توپ خانہ سے توپیں چلنی بند ہو گئیں تھیں اس باعث  
 سے نوادہ میر جو کردار لشکر کی فوج میں سے کئی ایک خیر سوار راجہ راجدپ پر حملہ کرنے کو  
 اپنے مورچوں سے باہر نکل آئے۔ اس پر اورنگ زیب کے مسلمان امیروں میں سے اول دلی خاں  
 اور پھر شیخ میر نے اپنی اپنی زوجیں ساتھ لے کر ایسے اندر سے حملے کئے کہ اُن کے مورچوں تک  
 جا پہنچے۔ اس طرح ہر ایک اچھی لڑائی ہو پڑی جس میں شیخ میر جو تاحی پر سوار اپنی سپاہ کو  
 لڑا تھا ہندو کی گولی سے مارا گیا۔ گڑاں کا ایک ہم قوم سپہ سوار چھپ چھا ہوا تھا اس نے  
 ہر شکاری سے اُس کی لاش کو اس طرح تھامے رکھا جس سے دشمنوں کو لگے کہ وہ اس کی سپاہ کو لڑائی کے  
 خاتمہ تک اس کے ساتھ کاظم دہا اور دلی خاں توجہ تکر کے دانا لشکر کے مورچوں میں جا گئے اور  
 اُس کے ایک سو سوار کو خاص اچھے تر سے ہلاک کر دیا اور خود بھی زخمی ہوا ان حملوں میں اُس طرف  
 سے شاہزاد خاں کو بھی اور نامی سوار بھی اسے لگے۔ اتنے میں رات سوپ کے کوہستانی چاندروں نے  
 کر کہ پہاڑی پر اپنا فوج چاگنا اور راجہ بے سنگ بھی اپنی فوج لے کر ان سب سرداروں کی مدد کو جا  
 پہنچا۔ دانا لشکر کی سپاہ راجدپ اور دلی خاں کی برأت اور دلی خاں سے پہلے بھاہست ہر جگہ تھی اور خود  
 دانا لشکر کا تو یہ حال تھا کہ اس نے اپنے ہی کے سامنے اپنی بیگمات کو اول ہی ام حصوں پر سوار کر کے  
 اور منور دی مال و اسباب اور دو پیا خشری اور خیر اور غمخیزوں پر لدا کر آنا ساگر تالاب کے کنارے پہنچا  
 جنگ سے کچھ فاصلہ پر ٹھہرا دیا تھا مگر ب رات ہو گئی تو ساری آہستہ ہی تعلق کر کے اس قدر سیر  
 ہو کر بھاگ کر اپنی بیگم کو ساتھ لے کر دانا لشکر کو اپنے پہلے لگے کی خبر بھی نہ کر سکا۔ اور بھی کو اُس کا  
 ایک مشر خواجہ سزا پہاں سے لگا کر دوسرے دن پہنچا اس سے مل سکا۔ اور ساتے فیروز خاں میراتی کے  
 اور کسی رقیق شائش کا ساتھ دیا یہاں تک کہ چھ راتوں میں اُس کے مال و دولت کے حصے ہوئے اور خیر  
 اور غمخیزوں کے محافظ تھے اور جو برائی کو دانا داری کا بہت بڑا سہروہ تھا وہی اُن کو ہلاک کر اپنے اپنے  
 گھروں کو لے گئے اس طرح لڑائی سے جسے دلی اور دانا گنگ زیب کے لشکر کی کم ہمتی کے جس کو مانگ لیا  
 میں خصلت کھا ہے اس کو اپنے خیمہ میں چھپے تھائے اور عادی اور فوجیہ کو اپنی فوج حاصل ہو گئی کہ  
 جس سے وہ اب بے شک بادشاہ ہو گیا۔ اگرچہ اور امیر بھی شل شالستہ خان و دوش دار خان و فیرو



شاہجہاں کے ایام اسیری اور عہد بدگنتیہ

آفت رسیدہ اور برادر شکوہ دارا شکوہ جس کی جاں بڑی صرف  
 احمد آباد و دوبارہ قبضہ حاصل کرنے میں مختصر تھی اپنے وعدہ دار  
 ملک میں سے گزرتے پر مجبور تھا جو قریباً سب کا سب مخالف راہ جاذب کے قبضہ میں تھا اور  
 ایسی بے سرو سامانی تھی کہ خیمہ تک پاس نہ تھا اور زیادہ سے زیادہ دو ہزار آدمی ہمارے تھے گرمی  
 بہت سخت پڑتی تھی اور اس پر ایک اور آفت تھی کہ کوئی لوگ رات دن بچھا نہ چھوڑتے  
 تھے اور اس کے سہا بیوں کو اس قدر لوٹا اور قتل کیا تھا کہ صرف چند آدم چھپی رہ جاتا بھی  
 نہایت خطرناک تھا۔ یہ کرتی اس ملک کے کسان ہیں اور بیٹے ہی لیٹھے اور ہندوستان  
 ہر صے ایک ہی جزوات ہیں۔ پس اگرچہ ان سب خطوں اور آفتوں سے بچ کر دارا شکوہ  
 ایک ایسے مقام تک پہنچ گیا جہاں سے احمد آباد صرف ایک منزل تھا اور اسے اب یہ اُمید  
 تھی کہ کل کو احمد آباد میں جا داخل ہوں گا اور پھر ایک فوج بھرتی کروں گا۔ لیکن یہ نصیب  
 اور شکست خوردہ لوگوں کی اُمیدیں کبھی سرسبز نہیں ہوتیں۔ چنانچہ اُس شخص نے جس کو دارا شکوہ  
 احمد آباد میں قلعہ دار اور حاکم بنا کر چھپی چھوڑا یا تھا یہ بے وفائی اور پائی چن کیا کہ اورنگ زیب  
 کے دھمکانے یا اُمید داری کے باعث اپنے آقا سے ہٹ گیا اور یہ کھو بھیجا کہ غمہ کے نزدیک  
 فرار ہے ورنہ اسے ہندو لوگ مقابلہ کے لئے مسلح اور تیار ہیں۔

دارا شکوہ کی رفاقت میں ایک ناک خرابی | اس وقت میں بھی تین دن سے دارا شکوہ کی ہلچلی  
 میں تھا اور یہ ایک نہایت ہی عجیب و غریب  
 اتفاق تھا کہ میں اسے راستہ میں مل گیا اور کسی طبیب کے ہمراہ نہ ہونے کی وجہ سے اس نے  
 جبراً مجھے اپنے ساتھ لے لیا۔ احمد آباد کے حاکم کے کاندھ کے پچھنے سے ایک دن پہلے کا ذکر ہے  
 کہ دارا شکوہ نے مجھ سے فرمایا کہ سہا بیوں کوئی اور تالیں اور اس لئے ہمارے مجھ کو اس کا دل احسرا  
 میں لے گیا جہاں غرہ خضر ہوا تھا اور اب اس کا یہ حال تھا کہ خیمہ تک اس کے پاس نہ تھا اور  
 اس کی بیگم اور اور عورتیں صرف ایک قنات کی آڑ میں تھیں جس کی رسیاں میری سواری  
 کی پہلی کے پیوں سے جس میں آرام کرتا تھا باندھی ہوئی تھیں۔ جو لوگ اس سرے واقف  
 ہیں کہ ہندوستانی امرا اپنی مستورات کے پردہ کے معاملہ میں کس قدر مبالغہ کرتے ہیں۔ وہ  
 قیصر حاشیہ فرنگیہ شدہ۔ اپنی اپنی فریضیں ساتھ لے کر روئے کر گئے تھے کہ مالکین ہندوستان میں کس قدر راجہ راجہ  
 شیخ علیہ ہارغاں اور راجہ بے شکہ ہی کی کارگذاری سے غموب کیا گیا ہے۔۔۔ م م ج

میرے اس بیان پر اعتبار نہ کریں گے۔ مگر میں نے یہ واقعہ اس دردناک حالت کے ثبوت میں لکھا ہے جس میں یہ شہزادہ اس وقت مبتلا تھا۔

اسی شب کو بچہ پھنسنے کے قریب احمد آباد کے حاکم کا جب مذکورہ بالا پیغام آیا تو مشورات کی گریہ و زاری نے ہم سب کو رٹا دیا۔ اس وقت ایک عجیب پریشانی اور ایسی چھار ہی تھی اور ہر کوئی طرف سے خاموش ایک دوسرے کا سینکا تھا اور کوئی بچہ نہ دیکھتی تھی اور کچھ معلوم نہ تھا کہ دم بھر میں کیا ہو جائے گا۔ دارا شکوہ زنا دشمن سے باہر آیا تو میں نے دیکھا کہ مردہ کی سی حالت تھی اور کبھی اس سے اور کبھی اس سے کچھ کہتا تھا ایک ادنیٰ سپاہی کے پاس بھی کھڑا ہو کر بچہ چھتا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ اور جب اس نے دیکھا کہ ہر ایک کے چہرہ سے خوف کے آثار نمایاں ہیں تو یقین ہو گیا کہ غالباً میں سے ایک بھی میرا ساتھ نہ دے گا اور نہایت حیران تھا کہ اب کیا ہو اور مجھے کہہ کر جانا چاہیے۔ اور توقف کی حالت میں تو سرسری بادی ہی بربادی نظر آتی تھی۔

اس تین دن کے عرصہ میں جب کہ میں اس شاہزادہ کے ہمراہ تھارات دن بلا توقف ہم کو کوچہ کرنا پڑا اور گرمی اس شدت کی تھی اور اس قدر غبار اڑتا تھا کہ دم گھٹا جاتا تھا اور میری پہلی کے تین عمدہ اور قد آور گجراتی بیلوں میں سے ایک مر چکا تھا اور ایک قریب امگ تھا اور ایک اس قدر خشک گیا تھا کہ چلنے سے مجبور تھا اور اگرچہ دارا شکوہ بہت چاہتا تھا کہ میں اس کے ہمراہ رہوں مگر شاہ اس وجہ سے کہ اس کی ایک بیکم کی ٹانگ میں ایک بہت بڑی طرح کا زخم تھا لیکن وہ ایسی لاچاری کی حالت کو پہنچ گیا تھا کہ دھمکانے اور منت سماجت کرنے پر بھی کسی نے اس کو میری سواری کے لئے کوئی گھوڑا یا بیل یا اونٹ نہ دیا۔ اور جب کوئی سواری میری آتی تو چٹا چاری میں چھک رہا گیا۔ اور چار پانچ سو سواروں کے ساتھ آئے جاتے دیکھ کر گنتی گنتی اب صرف اسی قدر رہ گئے تھے میں بے اختیار دو ہڑا لگا رہا تھا کہ اب بھی دو ہڑا تھی اس کے ساتھ تھے اور لوگ کہتے تھے کہ اُن پر روپے اور اشرفیاں لدی ہوئی ہیں اور اس وقت میں سمجھتا تھا کہ وہ شمشیر کی طرف جائے گا اور حالات موجودہ کے لحاظ سے یہ تجربہ شاید بُری بھی نہ تھی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اوپر بھی مصیبت تھی اور اوپر بھی

اور بے ہرگز پامید نہ تھی کہ وہ اُس ریگستان سے بھرا حتماً باد اور ٹھنڈے کے بیچ میں ہے ملامت گذر جائے گا۔ چنانچہ واقعی ایسا ہی ہوا کہ اُس کے ہزارہوں میں سے اگرچہ عورتیں بھی بہت سی سرگیش گمرودوں پر تو یہ مصیبت گذری کہ بھوک پیاس اور بے رحم کوئیوں کے ہاتھ سے کوئی زندہ بچا ہو تو بچا ہو۔ کاش اس پر آفت سفر میں اگر دانا شکوہ خود بھی مرجاتا تو میں اُس کو بڑا ہی خوش نصیب کہتا۔ لیکن وہ ہر طرح کی مصیبتیں جھیلتا مرنے کا رکھ کے علاقہ میں جا پہنچا اور کچھ کاما جہ اُس سے بڑی جہاں ناز ہی سے پیش آیا اور کہا کہ اگر آپ اپنی بیٹی کی شادی میرے بیٹے سے کریں تو میری تمام فوج آپ کی مدد کو حاضر ہے۔ لیکن میں طرح بے سنگہ کا شتر جھوٹ کر پراثر کر گیا تھا دیا ہی اس پر بھی چل گیا اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اُس کے تصور بدلے ہوئے نظر آنے لگے اور دانا شکوہ کو بعض مقتول وجوہ سے جب یہ اندیشہ ہوا کہ یہ دشمنی میری جان ہی لینے کی فکر میں ہے تو فوراً ٹھنڈے کی طرف چل دیا۔

**جان بچی لاکھوں پائے** | اب اگر میں اپنا کل اجرا جو میرے اور اُن جذبات کو لکھوں کے ایام گذرا اور جس ڈھنگ سے میں نے اُن کو اپنی منہبت

مہربان بنایا اور تھوڑا سا دیر ہو میرے پاس تھا بھایا بیان کروں تو قافا اس کتاب کے پڑھنے والے ذوق ہو جائیں گے یہیں مختصر یہ ہے کہ میں نے اپنی طبابت کی بڑی تعریفیں کیں اور میرے دو دھوکوں نے بھی ہو اُسی خوف میں مبتلا تھے جس میں میں تھا اُن کو یہی بتایا کہ ہمارے آقا کی ہمارے کوئی حکیم دنیا میں نہیں ہے اور دانا شکوہ کے سپاہیوں نے اس کو ایسا ستایا ہے کہ جو کچھ قیمتی مال و اسباب اس کے پاس تھا وہ سب چھین لے گئے ہیں۔ قصہ مختصر ہماری بڑی ہی خوش نصیبی تھی کہ ہمارے اس کہنے سننے سے اُن کے دل کسی قدر بچ گئے اور ہم کو سات آٹھ روز تک روکے رکھنے کے بعد آخر کار ایک بل ہماری گاڑی میں جوت کر ہم کو وہاں تک پہنچا دیا جہاں سے امرا باد کے درجہ نظر آتے تھے اور اس شہر میں میری ایک امیر سے ملاقات ہو گئی جو دہلی کو جاتا تھا اور میں اُس کی چناؤ میں یہاں تک چلا آیا۔ اور راستہ میں آدمیوں، ہاتھیوں، دھوکروں، اونٹوں اور بیلوں کی لافیں ہم کو جا بجا بڑی ہوتی نظر آئیں جو دانا شکوہ کی تباہ شدہ فوج کی مصیبتوں کا قصہ گویا زبان

حال سے مستار ہی تھیں۔

سلیمان شکوہ کی طرف سے اندیشے میں معروف شاہجگالہ میں لڑائی پستوں جاری تھی اور سلطان شاہجہاں اپنے دشمنوں کی اُمید سے بہت بڑھ کر بہت اور کوشش دکھا رہا تھا۔ لیکن اورنگزیب کو اُس کے معاملات کا چنداں اندیشہ نہ تھا۔ کیونکہ میر علی کی دشمنی اور خوش تدبیری اُس کو بخوبی معلوم تھی اور جنگالہ اگر وہ کے بعد مسافت کی وجہ سے بھی یہ معاملہ سب سے زیادہ اہم نہ تھا البتہ جس بات کا اُسے نہایت کھٹکا تھا وہ یہ تھی کہ سلیمان شکوہ نزدیک تھا اور یہ چرچا پھیلا ہوا تھا کہ سری نگر سے جہاں سے آگرہ آئے روز سے بھی کم کا راستہ ہے وہ اور راجہ فوج سمیت آرتے دلتے ہیں اور اورنگزیب ایسا غافل نہ تھا کہ ایسے دشمن کو حقیر سمجھتا۔ اُس کو اب زیادہ تر اسی بات کی فکر تھی کہ کسی طرح سے سلیمان شکوہ کو اپنے قلعہ میں لائے۔ پس سب سے بہتر تدبیر اُس نے یہ خیال کی کہ راجہ جے سنگری کی معرفت اس راجہ سے بھی کچھ ہندو بہت کیا جائے۔ چنانچہ جے سنگر نے اُس کو اس مضمون کے خط پر خط لکھے کہ اگر آپ سلیمان شکوہ کو پکڑ کر بھیج دیں تو بڑے بڑے انعام ملیں گے ورنہ آپ کے حق میں بہت ہی بُرا ہوگا۔ مگر اُس نے ان کا یہی جواب دیا کہ خواہ میرا تمام ملک چھین جائے مگر میں کبھی ایسی بے عزتی اور ناموسی کی حرکت کا مرتکب نہ ہوں گا۔ پس جب اورنگزیب نے دیکھ لیا کہ خواہ دھمکایا جائے یا لالچ دیا جائے یہ کسی طرح بھی اپنے اس عزم سے پھرنے والا نہیں تو اپنی فوج کو دامن کرہ کی طرف روانہ کیا اور بے شمار پہاڑوں کو کاٹ کر راستہ ہموار اور فراخ کرنے کے لئے لوگوں کو مامور کیا۔ لیکن راجہ مخالفوں کی ان بیہودہ کوششوں کو جو اُس کے ملک میں داخل ہونے کے لئے کی جا رہی تھیں جھٹ اور بچوں کا کھیل سمجھ کر ہنستا تھا اور فی الواقع اُس کا ہنسا بجا تھا۔ کیونکہ اگر اورنگزیب جیسے چار بادشاہ بھی جمع ہو کر اُس کو ہستان پر چڑھائی کرتے تو ان دشوار گزار پہاڑوں میں رسائی ناممکن تھی۔ آخر کار ایسا ہی ہوا کہ لا حاصل حصہ دکھانے کے بعد فوج واپس ہٹا لی گئی۔

اس عرصہ میں دارا شکوہ ٹھٹھہ کے نزدیک جا پہنچا تھا اور صرف دو ہی تین منزلیں باقی رہ گئی تھیں اور محمد کو اُن فرانسسیسیوں اور کئی اور اہل فرنگ کی زبانوں سے اس قلعہ

کی فوج میں تھے معلوم ہوا کہ یہاں پہنچ کر دارا شکوہ کو یہ خبر ملی کہ میرا ہاتھ جو مدت سے قلعہ کو گھیرے ہوئے تھا محصوروں کو یہاں تک تنگ کر دیا ہے کہ آدمہ سیر گشت یا چاول ڈھائی روپیہ سے زیادہ میں فروخت ہوتے ہیں اور باقی اجناس کی بھی سخت گرانی ہے۔ لیکن بہادر قلعہ دارا اب تک بہت ہاند سے مقابلہ پر جا ہوا ہے۔ بلکہ اکثر اوقات قلعہ سے باہر نکل کر دشمنوں پر اچھے خاصے حملے کر جاتا ہے۔ اور ہر طرح سے داناتی و شہادت شکم طانی اور ہٹ کے ساتھ میرا پا کے سخت حملوں کو رد کرتا ہے اور اورنگ زیب کی رزمیوں اور وعدوں کو انہی میں اٹا دیتا ہے۔ چنانچہ اس کے اس قابل تعریف کام کی ان بہت سے اہل فرنگ نے بھی جو اس کی فوج میں تھے تصدیق کی۔ اور مجھ سے یہ بھی کہا کہ جب اس کو دارا شکوہ کے قریب پہنچ جائے گی خبر ملی تو زیادہ داد و دشمن کرتے نکلا اور اس طرح پر سچا بیرون کا دل ایسا پاتریں کر لیا کہ تمام اہل قلعہ محاصرہ کو ہٹا کر دارا شکوہ کے قلعہ میں آئے کے واسطے بخوشی اپنی جانیں لڑا دیئے کو تیار تھے۔

اس کے علاوہ اس ذمی ہوش سردار نے کئی طرح کی عمدہ تدبیروں سے بہت ہوشیار جاہلوں کو میرا پا کے لشکر میں بھیج کر محاصرہ کی یہ یقین دلادیا کہ دارا شکوہ ایک ہزار فوج ساتھ لے ہوئے محاصرہ اٹھا دیئے کے ارادہ سے جلد پہنچے والا ہے اور اس میں یہاں تک مبالغہ کیا کہ ہم دارا شکوہ اور اس کی فوج کو کچھ غور و کجھ کر کہتے ہیں۔ چنانچہ یہ چال ایسی کارگر ہوئی کہ دشمنوں کے چھلکے چھوٹ گئے اور کچھ شک نہیں کہ اگر دارا شکوہ اس وقت آ پہنچتا تو میرا پا کا لشکر ضرور تتر بتر ہو جاتا۔ بلکہ ان میں سے بعض لوگ اس سے آن لے۔ لیکن اس کی قسمت میں ایسا ہی کھسا تھا کہ کسی ہم میں بھی سرسبز نہ ہو پس یہ سمجھ کر کہ ان چند آدمیوں کے ساتھ محاصرہ کا اٹھا دینا ناممکن ہے۔ پہلے قرائن کا یہ ارادہ ہوا کہ وہ اپنے سندھ سے اتر کر ایران کو چلا جائے۔ اگرچہ اس تجویز کا عمل میں آنا بھی بہت ہی مشکل تھا۔ کیونکہ پنجابوں اور بہت سے ایسے چھوٹے چھوٹے سرداروں کے ملک میں سے مانڈتا ہوا دیران ہی کے صلیب ہیں اور ہندوستان ہی کے اور پنج میں ایسا یا پان مانل تھا کہ میں میں پانی بھرنا بھی مشکل تھا۔ لیکن ابن امروہے قلعہ نظر اس کی بیگم نے ایک ضیف اور دایہات سی بات لکھوائی کا یہ ارادہ ترک

کرادیا یعنی یہ کہہ دیا کہ اگر آپ ایران کا قصد کریں گے تو خوب سمجھ لیجئے کہ مجھ کو اور میری بیٹی دونوں کو شاہ ایران کی لونڈیاں بننا پڑے گا: اور یہ ایک ایسی بے عزتی ہے کہ ہمارے خاندان میں سے کسی کو کسی گوارا نہ ہوگی۔ اور اس بات کو بگیم اور داراشکوہ دونوں پہلے گئے کہ چاروں جب ایسی ہی مصیبتوں میں مبتلا ہو کر ایران گیا تھا اور اس کی بگیم بھی ساتھ تھی تو کوئی نازیبا سلوک اُس سے نہ ہوا تھا۔ بلکہ بہت ہی تعظیم و مکرم اور غلام و عداوت ہوتی تھی۔ القصد داراشکوہ کو اس شش و پنج اور تذبذب کی حالت میں یہ خیال آیا کہ جیون خاں پٹھان کے پاس جانا بہتر ہے جو کسی قدر ذی شہرت اور بادعت سردار ہے۔ اور اس کا علاقہ قندھار اور بھی نہ تھا۔ اور اس کا سبب یہ تھا کہ اس کی بغاوت اور سرکشی کی وجہ سے شاہجہاں نے دو مرتبہ اس کو باغی کے پاؤں سے کھلوا ڈالنے کا حکم دیا تھا۔ اور دونوں ہی دفعہ صرف داراشکوہ کی سفارش سے جان بچی تھی اور اس کے پاس جانے سے مقصد یہ تھا کہ کچھ فوج کی مدد سے کمرہ بابا کو قلعہ شمشہ سے ہٹائے اور وہ غزائنہ و وہاں کے قلعہ دار کی تحویل میں تھا اُس کو لے کر قندھار چلا جائے اور وہاں سے یہ آسانی کا بل پہنچ جائے اور اُس کو یقین تھا کہ میرے وہاں پہنچ جائے پر مہابت خاں صوبہ دار کا بل (جو ایک بڑا مقتدر امیر تھا اور کا بل دالے اُس سے بہت مالوس تھے) بلا تاں اور بڑی سرگرمی سے میری رفاقت اختیار کرے گا۔ اور چونکہ کا بل کی صوبہ داری اُس کو اُسی کی وسالت سے ملی تھی۔ اس لئے یہ توقع کچھ بے وجہ بھی نہ تھی کہ وہ غلوس اور صداقت سے پیش آئے گا۔ لیکن داراشکوہ کی مستورات اُس کے غم سے بہت ہی مضطرب اور فکر مند ہوئیں اور انھوں نے بہتر نصیحت و نذاری اس کو بھیجی کہ کچھ بے جا کے ان کا مصلحت نہیں ہے۔ بلکہ بگیم اور اُس کی بیٹی اور بیٹے سپہر شکوہ سے پاؤں پر گر کر اور دو رو کر اس ارادہ سے باز آنے کے لئے اتھاگی۔ اور کہا کہ یہ بھان ایک مشہور سرکش اور لیڈر ہے اپنے شخص پر بھروسہ کرنا اپنی موت آپ خریدنا ہے اور یہ بھی کہا کہ شمشہ کا سامرا اٹھانا کچھ ایسا مزدوری نہیں ہے۔ اس مہم کی جو کموں میں پڑے ہیں بھی آپ کا بل کی راہ سے سکتے ہیں۔ کیونکہ یقین ہے کہ میرزا شمشہ کا سامرا چھوڑ کر آپ کا راستہ روکنے نہ آئے گا۔ لیکن داراشکوہ کی اُٹھی کچھ ہمیشہ یہی راہ سے اُس کو ہٹا دیتی تھی یہ معقول باتیں بالکل اُس کی سمجھ میں نہ آئیں اور وہاں کا بل کا سفر نہایت خطرناک اور مشکل ہے اور فی الواقع یہ تھا کہ اس کا کچھ نہیں کی جان میں

نے اس طرح سے بچاؤ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ ایسی غنیمت کرے؟ پس بارہو  
 اُن کی اس قدر احتیاج اور منت و زاری کے اُس کے ہاں چلا ہی گیا! اور یہ بات بہت  
 جلد ثابت ہو گئی کہ بدولت آدمی اپنی غرض کے لئے کسی بدنامی کی مطلق پروا ذکر کے  
 اپنے منصوبوں اور خیر خواہوں کی جان لینے کے لئے کس طرح بلا دینے تیار ہو جاتے ہیں۔  
 چنانچہ یہ چٹان جب تک یہ بہتار کہ دانا شکوہ کے ساتھ ایک بڑا لشکر لے کر گائیں  
 وقت تک تو بظاہر تعلیم و تکریم سے پیش آیا۔ اور شاہزادہ کے ہمراہی سپاہیوں کو  
 لوگوں کے مکانات میں آخر مار دیا۔ اور بہت ٹانگوں کی کہ جو کچھ ان کو دکھارہو حاضر کر دیں۔  
 اور ہرادرانہ اور دوستانہ سلوک سے پیش آئیں۔ لیکن جب یہ معلوم ہو گیا کہ وہ دین سو  
 آدمی سے زیادہ ساتھ نہیں ہیں تو فوراً آنکھیں چل لیں۔ اور یہ امر تحقیق نہیں ہوا کہ انھیں  
 یہ حرکت اور تنگ زبیب کی ترفیب سے کی یا خود ہی اس غنیمت کا مرکز ہوا۔ مگر  
 غرض غالب یہ ہے کہ اشرافیوں سے لڑی ہوئی چند فوجیں ہر قوتوں کی روزمرہ کی لوٹ  
 مار سے اب تک بچی ہوئی تھیں اُن کو دیکھ کر اُسے لگے آگیا بہر حال اُس نے یہ بدولت  
 کی کہ رات کے وقت بہت سے ہتھیار بند آدمی جمع کر کے اول سب دو پہر پہر متوجہ  
 کے نکلے اور جواہرات سمیت چھپیں کر قابو کر لیا۔ اور پھر دانا شکوہ اور سپہر شکوہ پر حملہ  
 کیا۔ اور جن لوگوں نے اُن کو بچانا چاہا انھیں قتل کر ڈالا۔ اور دانا شکوہ کو باندھ کر اُتھو  
 پر چڑھا دیا۔ اور ایک جلاؤ اس غرض سے پیچھے بٹھا دیا کہ اگر وہ یا اُس کا کوئی طرف دار  
 دنا بھی ہاتھ پاؤں ہائے۔ تو فوراً شہزادہ کا سر ڈال دے۔ اور ایسی بے عزتی کے ساتھ  
 میرا کے لشکر میں جو شخصہ کو گھیرے ہوئے تھا لاکر اُس کے سپرد کر دیا۔ میرا بانی حکم  
 دیا کہ اُس کو لاہور کے راستہ دہلی لے جایا جائے۔

بد نصیب دانا شکوہ دہلی میں | الغرض جب بد نصیب دانا شکوہ دہلی کے قریب پہنچا تو  
 شہ دانا شکوہ کو جب دلاور میں تک جہون کے پاس لائے کا اتفاق ہوا تو اس کا بڑا سبب ایک  
 یہ بھی تھا کہ جب دانا شکوہ اس دلاور میں پہنچا تو تک جہون کی اکثر عرضیاں اس کے پاس ہانپا  
 جاہدار ہی و تحقیق جاں کشی کی پادشاہی کے سلسلہ میں آئی تھیں۔ س م ع

تھا اس سے پہلے شاہی میں کھسا جا چکا ہے کہ شہیہ سیرا میں کو مصنف جا بجا میرا لکھتا ہے دانا شکوہ  
 کے مقابلہ میں بمقام امیر اس سے پہلے ہی دانا جا چکا تھا۔ س م ع

اور نگ زریب نے اپنے اہل و بار سے اس امر میں مشورہ کیا کہ تلخ گرامیاں میں پہنچنے سے پہلے آسے تشہیر کرا کر چاہیے یا نہیں؟ پس بعض کی کڑوائے یہ تھی کہ ایسی حرکت مناسب نہیں۔ کیونکہ اول تو ایسا امر خاندانِ شاہی کی عزت کے برخلاف ہے۔ دوسرے اس میں شورش اور فساد کے ہو جانے کا احتمال ہے۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ لوگ اسے چھڑائیں۔ لیکن اکثر کی یہ رائے ہوئی کہ نہیں ضرور تشہیر کرا کر چاہیے تاکہ لوگوں کو خوف اور مہرت ہو اور اُن کے دل پر بادشاہ کی شوکت اور دبدبہ کا نقش ثبت ہو جائے۔ اور بعض اُمرا اور اولاد لوگوں کو جہاں سے گزرتا رہو جانے کے باب میں اب تک شبہ ہے وہ رفع ہو جاتے اور اُس کے منطی جانب داخل کی امیدیں بھی ٹوٹ جاتیں۔ چنانچہ اور نگ زریب نے بھی اسی رائے کو مناسب جانا اور تشہیر کا حکم دیا۔ پس یہ بے نفعی قیدی اور اُس کا بیٹا سپہر شکوہ و دُعا ایک ہی باغی پر برابر بٹھائے گئے اور جلاور کی جگہ بہادر خاں کو بھیجے بٹھایا گیا اور تشہیر کیا گیا۔

لے عالمگیر نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دارا شکوہ نے کبریا کو جانے ہوئے اسی کوئی مقررین کی مجلس کو آٹھ دن کے عرصے میں اسماءِ باد کے قریب پہنچ گیا تھا۔ مگر چونکہ اُس کی شکست کی خبر سن لینے کی وجہ سے سردار خاں نامی ایک منصب دار نے اُس کے مقدر کے ہونے حاکم سپاہِ مہربانی کو گزرتا کر لیا اور مقابلہ کے لئے تیار ہو بیٹھا تو اُس کو بتا چاری کا تہہ ہی نامی کوئی سے جو بجزل صاحب میرالقاہرین رہنماؤں کا سرکردہ اور احمد آباد کے نزدیک ہی کاربہنہ والا تھا ملحق ہو تا چڑھا۔ اور اُس نے پیادہ میت کی کمرساتھ ہو کر کچھ کے دھمکے میں پہنچا دیا۔ مگر وہاں کے راجہ نے جو پہلے اس قدر اُلتا سے پیش آیا تھا کہ اپنی لڑکی بھی سپہر شکوہ سے غصوب کر دی تھی ایسی لڑکیاں دکھائی کہ کلاتات تک کو نہ آیا اور نیزہ زخان بیواتی بھی کھسک کر اور نگ زریب کے پاس چل دیاتو وہ صرف دودھ وہاں خیر کر بھسک کی طرف ہلا گیا اور دریائے سندھ سے آکر کر ایک مرحوی رحیم کے علاقہ میں جس کو عالمگیر نامہ کے مؤلف ملہر کلکتہ میں ملی اختلاف نسخہ ولایت جاتہ خاں یا چاندیوں، لکھا ہے جائیجا جہاں کے لوگوں نے اس کو خوب لڑا کھڑا اور پکڑ لینے کے چہ پہے ہوئے لیکن ابھی اس کے پاس کچھ جمعیت باقی تھی اس سے لڑا پھر لڑا ایک اور مرحوی سردار کے علاقہ میں جس کو ولایت لکھیاں کے نام سے لکھا ہے جہاں سے شکوہ دس بارہ منزل تھا جانا ظن ہوا۔ اور نیز لے کسی۔ وہاں کاربھن استقبال کر کے اپنے ہاں لے گیا۔ اور بہت خاطر داری کی۔ بعد ساتھ ہر کوئی حار پہنچا دینے کا وسوسہ ہوا۔ گروا شکوہ نے پڑھتی سے ملک میں رحیم داور کو روک دیا کیسبہ باد سندھ کی چھاوتی سے ہے مقام سپہ کے نزدیک درہ لوان کے راستہ پر



غلامیہاں کے اہم اسیری احمد اور نگے رب

مگر وہ سراندر پاپا پیکو کا ہاتھی نہ تھا جس پر ہمارا فکرو ایک نہایت عمدہ اور رسی مرق عمارت میں سواری کیا کرتا تھا اور اس پر زین جمول اور سونے کا ساز چڑھا ہوا ہوتا تھا۔ بلکہ ایک نہایت ہی شریل اور سیلا کچھلا جالہ تھا اور فرد اس کے گلے میں بھی اب نہ وہ بڑے بڑے سونے کی لٹا ہی تھی جو ہندوستان کے بادشاہ اور شاہزادے پہنا کرتے ہیں اور وہ مختلف اور عمدہ پکڑی اور تھانے مختلف ہی۔ بلکہ پاپ بٹیا دونوں میلے اور مونگے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اور ایک کشمیری ادنیٰ کپڑے کا بہت حقیر سا عمامہ ہر دونوں درجہ کے لوگوں کے پہننے میں آتا ہے سر ہر تھا۔ غرض کہ اس حال سے تمام شہر اور بازاروں میں پھرایا گیا۔ اور بار بار مجھ کو یہ ہم ہوتا تھا کہ غافلانہ اب یہاں کچھ کشت و خون ہو جائے گا۔ اور سخت متنب تھا کہ ایسے شاہزادے کے لئے جس کو عوام الناس نہایت عزیز جانتے ہیں ایسی بے عزتی تجوز کر کے کی جرات اہل دربار کو کیوں کر ہوئی۔ اور حفاظت کے لئے کچھ مسلح فوج ساتھ نہ دیکھ کر اور بھی تعجب ہوتا تھا۔ خصوصاً اس حالت میں کہ اورنگ زیب کی ناشائستہ اور خلاف انسانیّت حرکتوں سے سب لوگ کچھ عرصہ سے بالکل ناراض تھے۔ یعنی اول باپ اور بیٹے (محمد سلطان) اور پھر بھائی (مراد بخش) کو قید کر لینے کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں نہایت نفرت اور ہزاری چھا ہو گئی تھی۔

یہ ناستول تماخو دیکھنے کے لئے ایک بیڑ میں ہو گئی تھی اور لوگ جا بجا رو رہے تھے

تیرے حاشیہ منو گزشتہ۔ واقع ہے، جان بخشی کے احسااوں کامنوں اور غیر خواہ سمجھ کر گمراہ سمجھا تھا کہ میں چند روز قید رہے ہاں ٹھہر کر آرام لوں گا اس لئے اس نے الٹا ہی اپنے ایک سترہ کو اس کے لینے کو سر پہ پہنچا دیا۔ اور ایک کوس تک غورا استقبال کر کے اپنے ہاں لے گیا۔ چنانچہ یہاں بیگم کی نفس ساتھ لے ہوئے جہول کی بیاری سے مر گئی تھی۔ اس کے گھر پہنچا اور چمکا اس نے وصیت کی تھی کہ کچھ میاں بے خشی کے مزار واقع لاہور میں کووا اٹھکھو اپنا پیر بھٹا تھا وہ من کرنا۔ ملک جہول کی وفاداری کے ہر دس پر اپنے ہمارے اور غلامانہ زبان سرور گل مزار و مقولہ ہی خواہ مراد اوان سترمان ٹا برملوں کو کچھ تمام فوج اب عرف دہی باقی رہ گئے تھے حکیم کی نفس کے ساتھ لاہور کو بھیج دیا۔ اور آپ عرف چند خدمت گاروں کو جو بھلا رہا کو پاس رکھ کر قید ہمارا چکے ارادہ سے وہاں ٹھہر گیا۔ مگر ملک جہول نے یہ پابندی چکی کہ اس کا اختیار میں بیٹا تھا۔ کہ کوئٹہ صابری راہ میں گھر کر گزار کر لیا اور اترخان فوج دارمیکر اور بہادر خاں اور دہے شکر کو جو اس کے تمام بی بیوں کے سرب بچی گئے تھے لکڑ بھجوا اور بہادر خاں نے ملک سندھ کی لکڑی اور باوجودم کے بار بار اٹھا کر کتے کتے اور بھگڑے اسے اپنی کول لکڑ بھجوا لیا اور اپنے اور بے شکر کے شکر میں اس وقت بھگڑے کر سرب بچی گیا تھا۔ سے ایک سہ ماہ

اور دارا شکوہ کی بد قسمتی پر ترس کھار ہے تھے چنانچہ میں بھی شہر کے سب سے بڑے ہزار میں ایک اپنے موتمن پر معرا اپنے دورِ فیتوں اور دو خدمت گاروں کے ہمراہ گھوڑے پر چڑھا کھڑا تھا۔ اور ہر طرف سے روئے اور چلائے کی آواز آ رہی تھی۔ اور عورتیں اور مرد اور بچے اس طسرج چلا چلا کر دور ہے کئے کہ گویا اُن پر کوئی بڑی ہی مصیبت پڑی ہے۔ اور جیون خاں گھوڑے پر سوار بہ نصیب دارا شکوہ کے برابر جاتا تھا اور چاروں طرف سے آتش پر گالیوں اور لعن طعن کی بوچھاڑیں پڑ رہی تھیں بلکہ کئی ایک نقیروں اور غویب آدمیوں نے تو اس پانی پٹھان پر تھر بھی پھینکے۔ لیکن پیارے اور عزیز شاہزادے کے پھڑا لینے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔

**دارا شکوہ کا قتل** جب یہ نازیبا سولاری شہر میں گشت کر چکی تو بیچارہ قیدی مگر اُس کی تشہیر کی ناخالیستہ حرکت کا جو اثر عام خلافت کے دل پر ہوا اور لوگ جھپٹاں پر جس قدر غضبناک ہوئے۔ اور اُس کو پتھر مارا کر مار ڈالنا چاہا۔ اور شور ریش اور بلوائے عام ہو جانے کا اندیشہ ہوا وہ اور نگ نہ رہنے جلد نشن لیا۔ اور اس لئے پھر ایک مجلس منعقد ہوئی۔ اور اس امر میں مشورہ ہوا کہ پہلی بھجن کے موافق گوالیار بھیج دینا چاہیے یا فوراً قتل کر ڈالنا بہتر ہے۔ پس بعض کی رائے تو تھی کہ قتل کی کوئی ایسی ضرورت نہیں۔ اور گوالیار بھیج دینے میں بشرطیکہ خلافت کے لئے کافی جمعیت ساتھ ہو کوئی اندیشہ نہیں۔ چنانچہ دانشمند خاں نے باوجود اس نا اتفاقی کے جو دارا شکوہ کے ساتھ پہلی آئی تھی بڑے اصرار اور مہمت سے دلائل کے ساتھ اُس کے گوالیار بھیج دینے ہی پر زور دیا مگر آخر کار اتفاقی رائے اسی پر ہوا کہ اس کو قتل کیا جائے اور سپہر شکوہ کو گوالیار لے کر بھیج دیا گیا۔ یہ حکم دہلی اور آگرہ کی حد میانی شاہزادہ پر واقع تھی۔ کتاب آثار العنادید مصنف سید احمد خاں بہادر سی۔ ایس۔ آئی اور آگرہ میں لائی آف دہلی مصنف مسٹر سار ملین صاحب بہادر سے جو اُس کے ہندوئی گئی ہے اصلیت اس کی یہ معلوم ہوئی ہے کہ غنیمتوں سے بادشاہ دہلی نے جو غنیمتوں سے ملو ملک بادشاہ راجا اُس ملک سے جہاں ہندوؤں کا جبر ہے۔ قریب دہلی جنوب مشرق کی طرف جہان کے کنا ہے اس نام کا ایک شہر آباد کرنا چاہا تھا۔ مگر اس کا کوئی نقصان ایک نرے ہوئے مغربہ کے جو عوام میں بھڑکی گئی۔ اس نام سے شہر ہے باقی نہیں ہے۔ تمام

بیچ دیا جائے اس موقع پر روشن آلا بیگم نے بھی وہ دلی عداوت جو اس کو اپنے  
اس بے بس بھائی حمی - نہایت شدت سے ظاہر کی - چنانچہ دانشمندان کی رائے  
کو براہِ رو کر لی اور اورنگ زیب کو اس بے رحمانہ اور خلاف انصافیت قتل کے لئے  
اجتماعی رہی اور خلیل اللہ شاہ اور شافعی خاں جو دونوں مارا شکوہ کے تہذیبی دشمن تھے  
یہ بھی اسی کی رائے کی تائید کرتے تھے اور قریب خاں جس کا نام حکیم دائود تھا اور کسی  
الزام کی وجہ سے ایران سے بھاگ کر یہاں آ گیا تھا - اور جو ابتدا میں صرف ایک طبیب  
تھا اور امر کے دستِ غواص پر غوغا مری ٹکڑے کھایا کرتا تھا اور تھوڑے ہی دنوں  
سے امارت کے درجہ کو پہنچا تھا پوری طرح ان کا ہم داستان تھا - چنانچہ اس نے  
اس مجلس میں سب سے بڑے مرکزِ نفوذ بانی کی اور بڑے دعوے کے ساتھ یہ الفاظ  
منہ سے نکالے کہ

موا شکوہ کو زندہ چھوڑنا ہرگز مناسب نہیں اور سلطنت کی سلامتی اور  
حفاظت اسی میں ہے کہ فوراً گردن مار دی جائے اور مجھے تو اس کے قتل  
کی صلاح دینے میں تمہا بھی ناظر نہیں کیونکہ وہ ملانیہ بے دین اور کافر  
اور مرتد ہے - اور اگر آپ شخص کے قتل سے کچھ گناہ عائد ہو تو میری گردن پڑے  
چنانچہ انتقام الہی ملاحظہ کیجئے کہ جیسا اس کے منہ سے نکلا تھا فی الواقع ویسا ہی  
ہوا یعنی یہ خون ناحق اسی کے سرِ شاہ اور جلد بے عزت اور ذلیل ہو کر آخر کار بڑے عذاب  
سے مارا گیا۔

فقیر اس ناخوشہ اور نہایت بے رحمانہ قتل کے لئے نزدیک ہی ایک غلام جو  
ملک کا بے محل صالح میں کھایا کہ حکیم دائود ابن حکیم نہایت اللہ شاہ عباس صفوی بادشاہ ایران  
کا طبیب خاص اور اس کا مقرب تھا - مگر جب شاہ کا انتقال ہو گیا تو کچھ دنوں خاندان میں وہ کہہ کر کہ منظر  
اور دینہ مندرہ کر چلا گیا اور پھر وہاں سے لاہری بندر واقع ملک سندھ کی راہ سے شاہجہاں کے شہرِ حرمی  
مال پورس مطابق سٹیشن پہنچے جہاں میں یہاں چلا آیا - قریب طاہت میں کامل ہونے کی وجہ سے نہایت  
نیکسب حاصل کیا کہ کچھ ہزاری کا منصب اور قریب خاں کا خطاب پایا - مگر اس کے بے عزت اور ذلیل ہو کر  
قتل ہونے کا حال تھا کہ مصنف نے قلم میں کھایا کہ مصنف قاضی ہم کو کسی کتاب میں نہیں ملے - س م س  
ملک فارسی کتابوں میں اندر ہو گیا چلی کھا ہے - اور واضح ہو کہ شاہشاہ اکبر نے اپنے عہد میں کئی ہزار

شاہجہاں کا پروردہ اور کسی بدسلوکی کے باعث داراشکوہ سے رنجیدہ تھا مقرر ہوا۔ چنانچہ زہر دینے کے اندیشے سے وہ اور سپہر شکوہ اپنے ہاتھ سے بیٹے وال بکا رہے تھے کہ یکایک یہ چار اور بد ذاتوں کو ساتھ لئے ہوئے پہنچا جنہیں دیکھ کر داراشکوہ نے سپہر شکوہ کو پکار کر کہا کہ لو بیٹا! چارے قاتل آپہنچے اور یہ کہہ کر اُس نے باورچی خانے کی ایک چھوٹی سی چھری اٹھالی کیونکہ کوئی اور ہتھیار پاس نہ تھا۔ مگر ان حلاوتوں میں سے ایک نے تو سپہر شکوہ کو قاتل کر لیا اور باقی اس کو لپٹ گئے اور زمین پر گر کر تین سے پکڑے رکھا اور نذیر نے سر کاٹ لیا! اور فوراً اورنگ زیب کے پاس لے گیا! اور اُس نے ایک طشت میں رکھوا کر چہرہ کا خون دھلوا یا! اور جب دیکھ لیا کہ حقیقت میں اُسی کا سر ہے تو آنکھوں سے آنسو نکال کر ہلا سے بدبخت اور پھر کہا کہ اچھا اس درواغیز صوفت کو میرے سامنے سے جلد بھاگ جا کر ہمایوں کے مقبرہ میں دفن کر دو۔ اب داراشکوہ کے کتبہ کا حال سننے کو اُس کی بیٹی تو اسی رات کو محل میں بیچ دی گئی جو کچھ وہاں اب شاہجہاں اور بیگم صاحب کی انتہا سے اُن کے سپرد کر دی گئی۔ اور اُس کی بیگم نے پہلے ہی یہ سوچ کر کہ ہم پر کبھی آفتیں پڑنے والی ہیں راستہ ہی میں ہتھام لاہور اپنی زندگی کا خاتمہ زہر سے کر لیا تھا اور با سپہر شکوہ سو اُسے گواہیار کے قلعہ میں بھیج دیا گیا۔

بقیر حادثے سفر گزشتہ غلاموں کو جن کو بندہ اپنے پادشاہی کہا جاتا تھا آٹلوں کے قہیل کا قرب دیدیا تھا اور اُس کا قول تھا کہ خدا کے بندوں کو اپنا بندہ کہنا مناسب دشاہیں نہیں ہے۔ اور قافلہ فطرت اس نے اختیار کر لیا ہر گاہ کہ اس زمانہ میں ان بادشاہوں کو تخریب و تخریب میں اکثر چہرہ مرشد کہا جاتا تھا۔ ہم نے داراشکوہ کی بیگم کا دادا کے قریب پہنچ کر محل کی طواری سے مڑا پہنچے کھا گیا ہے زہر کھا کر مڑا بھی نہیں اور اب داراشکوہ کی تشہیر اور قتل کا حال میں طرفہ مانگیر نامہ اور سیرالتا فریح میں لکھا ہے اُس کا اس جگہ تخریب کیا جا تا مناسب معلوم ہوتا ہے مگر چونکہ مانگیر نامہ کا بیان اس واقعہ کے تحتیات اور اورنگ زیب کے دلی خیالات کی نسبت کسی قدر کمزور ہے اس لئے سیرالتا فریح کی عبارت جو واضح تر ہے اور جس کا اثر افندہ تاریخ غانی خان اور تاریخ سترۃ العالم ہے جو اورنگ زیب کے ایک بڑے مستور و ہم سر بختاور غازی کی تصنیف ہے یہاں بعینہ نقل کی جاتی زیادہ مناسب معلوم ہوئی ہے وہرچاہے۔ ہند میں ایام بہادر خان کہ داراشکوہ با سپہر شکوہ اور غازی خان و ملک حیدر اگر نہ تھے یہاں اسل بکیتی نامی صوبہ اسلامی آئی

نشاہتوں کے ایام میں سی اور عبادت گاہیں

بیت عاشق منور گزشتہ دریا خطا در سبب تیرہ یک چیل از فرط غرض میں شک کہ پیش رفتہ دارا شکوہ و شکوہ  
مالگیری فراست دیدہ بجایید۔ خانزادہ ہم دی الہ چیلہ ذکر برگشتہ دولت زبیر اس عداقت و حقیقت  
حال کن بجایہ از نمرود ہر سر خس شد و سر شنبہ بہت دم دی الہ حکم فرمود کہ دارا شکوہ و با سلسل با پسر کی  
در عرضہ سرکشہ برآوہ نکل نشانہ دیوانہ اندر یک چیلہ در عقب نکل نشستہ با خود و بہادر خان غلام  
ہمراہ گشتہ داخل خیمہ سازندہ در میان خیمہ و بازار یہ دلی کہتہ بخضر باور ساختہ و جاکے مغویئے در عمارات  
خاص پورہ آں کہ کپڑے بود فیض قرار یافتہ نگاہ اندوہ و جو چپ حکم بہ عمل آمد۔ روز دوم کہ بختیار خاں  
داخل مشہر شد بچند از نوکران شاہجہاں آں تہہ کار را دیدہ از خود در رفتہ و بانارایان خیمہ نیز از محل  
انفرت نمرود بشوریدہ و دے اختیار بر سراد و اقامت ہلہش ریختہ بزرگ چپ و سنگ گزشتہ ۱۲ گز چند  
کس از ان سیاحہ رو پاں انپاستہ در آختہ ہر کے مجموعہ و خدمت و سرور گہنہ شکستہ گفتند و نزدیک  
ہو کہ نقشہ مطہی بلند نمود کہ تو ال خبر با محبت خود رسیدہ و آشوب دار فر و فساد اختیار را با ہلہ جہاں  
بہ قلہ رساید پادشاہ حق پرست: مہدات کشی: از اعلیٰ ذہب غرضی تفرقی طلبید: علمائے کبر حکم  
نزد کہ غری چنین حکم کہ بعد رسائل نوشتہ خود کفر اسلام و ایراد گرام خواندہ و گفتہ است: کہ تو اسلام  
در دین پر پاں: و در دارا شکوہ لکریان: کہ کسانیکہ غری اور خلاف رشائے خلیفہ خواہند و رست است  
پادشاہ و حق پرست: استقام اساس سلطنت خود و قتل آں بجایہ سرسرایں دیدہ حکم بقتل  
ہو و دست دار الفک کہ بر سر بختیار خاں ریختہ بود و دارا شکوہ از فرود چار شنبہ بہت و یکم دی الہ  
مطابق ہر دم مشہر بود: سوختہ مقتول گشت و لاش او را بہد کشیدہ و مقبرہ بنام دی و قن کردہ و سپہر  
حکمران برودہ و قتلہ گواہیار محروس داشتہ و بچند اناحدہ پاں پادشاہی کہ با دی قتلہ و غرض بر ختمہا رفاں  
شدہ بود و در پیش گاہ و حکمت رسیدہ حسب الامر ملایکے و دیوانہ از قتلہ نیاستہ تا با عہدہ روای یا منتہ  
او مالگیری نامہ: بہ عبارتتہ یاد گہی ہے۔ "آفرودہ ز چار شنبہ بہت و یکم او ذکرہ مطابق ہر دم مشہر  
ہو کہ ہاں سوز قرضہ او با خان خیمہ روادہ ہو و فرای ہر ای جلال صادر شد کہ آں نیم الحاح بہت۔  
روا شکوہ: دارا خضر او از قتلہ پی برآرند و با تمام سیف خاں و ندیم جنگ چیلہ چہندے و یکم چیلہ ہے  
مستعد و ایل شہب بہ شہب ملکتہ جہری چرانے زندگی او خاموشی شدہ بہ نہاں غارتہ ہم خستہ انتہا شاد  
سلی چکر قتلہ سر قرضہ: خود غرض را بہ قرضہ حضرت جنت آخشیای ہاں پادشاہ نقل کردہ و رفتاد  
کہ زیر گنہ مرتد آفت بہت است و شاہزادہ و اہل و دشانہ را در ہر ای حضرت عرض آخشیای جلال ارجی  
مرد اکبر آگاہ: دین اندہ دینی نمود۔ و در دیگر ذراں جہاں مطایہ بقضاد پوست کہ سیف خاں سپہنگوہ

جمعہ خیرہ منور گذشتہ ، باطلہ گلابدار سانچہ بکار ساجی آن صحن مالی اساس سپاہ و بہتقل خلافت  
اکبر آباد مسعودت نمودہ بہ موجب ولری آغا ز تہرہ خلص غلی کہ بنگا لہ قین یافتہ بود قیام خایہ است دوم را  
چہ سکو کہ از بہار دقان در قتب اندہ بود زہر معلوم ہوتا چہ کہ ایچہ بہ تہای کہ مرتفعہ دانستہ بکجا  
تھا ہوا سائے تہہ پیر آرا گشت ، ملک میری کہ قبل ازین حسب ہزار کی دود مسعود و خطاب بہین غالی  
کا صاحب عظمت شدہ بودہ با خاندان مسعود مرحمت خلعت و خضر مرغ واسپ غری بانہی دساز مطابق  
و خیر غیل با سازینا از شہر مراجم گردا گون گردید و چہ حکم طیل القضاۃ بنی گاہ محدث بہ تحقیق نشانی  
تخصیہ شعور انگیزی او با نشان شہر کہ نسبت با خاندان اور دتہ نمود مسعود شدہ بود بعد از تحقیق و تخلص بہ  
ثروت پرست کہ سبب نام خندہ ہر سکا ز غیل اعدای او پادشا ہی دوسہ ایہ جرات و محرک سلسلہ  
فساد بودہ است لہذا شدہ شہر دارا گرفتہ بہ بنی گاہ عدالت حاضر ساختہ و انہی جہت کہ فتنائے این قسم  
جسارتے شدہ باعث ہاک جمعی از مسلمانان گفتہ بود مسعود انکھاب تہر و خطاب با دشا اندہ گردیدہ حکم شدہ  
کہ اورا بجا سار سانند

صاحب عالمگیر نے اسے بادشاہ کے حکم کی تفسیر کی وجہ تو اس کے صاف صاف کہہ دی ہے کہ : تاہنگی خدایان  
 ایں رمیہ بہ کلمات ماہیے ثنائہ فلک و درپ برای العین مشاہدہ نمایند و من بعد ثنائیاتیان یہودہ گروہ و متعہ  
 طلبان منتہی ہوا جائے سخنان ماطائل و مہمال تصویر است باطل خاند و در حدود و اطراف مملکت است  
 ابوابشان و اینہا نہ و نہاد و دستاویز خورش بہم نرسد و بموجب حکم جلالت اثر ایں سپہ رند  
 برگشتہ اختر را با ہجرش بر یک طرفہ نیل فغانیدہ آفتکار ہوا و بازار داخل مشہر گردند و از  
 پائے تخت مبارکہ گذرانیدہ بنویسے کہ ہمہ کس و چہ نہ و احسنے ما و در ہر جہے موداد ملک و  
 مشہ نہ اند و تفسیر کہنہ برودت :

مگر اس کتاب میں احمی پر حوالہ کرائی کی نقش کی تشہیر کا ذکر میں کو صاحب سیر المتفرین  
نے بہت وضاحت سے اور پھر گوار کیا ہے خبر نہیں کیا۔ اور تاریخ اعلیٰ صالح میں لکھا ہے کہ  
- دادا شکوہ کو نیلا لباس پہنا کر دیں میں داخل کیا گیا تھا۔ اور اسی لباس سے  
وہ نکل گیا۔

ہم کہ اس مشاہدہ کی حیثیت مستندہ کی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چیتا بھی اس کی مرضی متعلیٰ کیا گیا۔

ان درونگاہ و اتمات کے بعد جیون خاں فوراً حضور میں ملا گیا۔  
**جیون خاں کا قتل** اور اسے اغوا ت دے کر دہلی سے رخصت کیا گیا۔ لیکن شخص  
 بھی اپنی ہر کرداری کا نتیجہ پائے بغیر نہ رہا۔ یعنی جب کہ وہ دہلی سے واپس ہو کر  
 ایسی جگہ پہنچ گیا تھا کہ جہاں سے اُس کا علاقہ دس بارہ ہی کوس کے فاصلہ پر تھا  
 تو چند آدمیوں نے جو پہلے سے ایک جنگل کے اندر گھات میں لگے ہوئے تھے اُسے  
 مار ڈالا۔

انصوں! اس جنگلی شخص نے یہ نہ سوچا کہ اگرچہ ظالم لوگ اپنی مطلب ہراری کے  
 لئے بڑے سے بڑے گناہوں کی نسبت بھی بظاہر اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا کرتے  
 ہیں۔ لیکن دل میں اُس کے عمل میں لانے والوں سے سخت نفرت رکھتے ہیں اور جب  
 مطلب نکل آتا ہے تو اُن کے اعمال کی مزا دینے میں کچھ بھی تامل نہیں کیا کرتے۔

داراشکوہ کے قتل سے کچھ عرصہ پہلے اُس سے اس بہادر اور وفادار خواجہ سرا  
 کے نام جو اس کی طرف سے شمشیر میں روزِ ہاتھ جبراً اس مضمون کا ایک حکم نامہ حاصل  
 کر لیا گیا تھا کہ فوراً قلعہ حوالہ کر دے۔ لیکن اُس نے کچھ جلدی نہ کی بلکہ اس بات پر اڑا  
 رہا کہ قلعہ کے خالی کرنے سے پہلے حفاظت و غیرہ کی چند مشغول شرطیں دی جائیں۔

جن کو میرا پلے و قابازی اور بے ایمانی سے بلا قصد ایذا بہت خوشی سے قبول کر لیا اور  
 شہر میں داخل ہو گیا مگر جب اپنے صوڑے سے بہادر رفیقوں کے ساتھ یہ شک حلال  
 شخص لاہور میں آیا تو ظلیل اللہ خاں نے جو اس وقت یہاں کا صوبہ دار تھا نہایت بُری  
 طرح سے سب کو تہ تیغ کر ڈالا۔ اس ظالمانہ فعل کا سبب یہ تھا کہ اگرچہ بظاہر یہی کہتا  
 تھا کہ ہم یہاں سے دہلی کو جائیں گے ورنہ اگر اندنگ زیب اس کی شجاعت اور بہادری  
 کی وجہ سے آئے دیکھنا چاہتا تھا، لیکن اصلی ارادہ یہ تھا کہ ہزاروں سمیت سری نگر  
 پہنچ کر سلیمان شکوہ سے جائے۔ اس کے رفیقوں میں بہت سے اہل فرنگ بھی تھے جن  
 کو مدد اپنے اور رفقاء کے اُس لئے بہت سے اقسام و اکرام دیئے تھے۔

سلیمان شکوہ کی گرفتار **سلیمان شکوہ** کے خاندان میں اب صرف سلیمان شکوہ باقی رہ گیا  
 تھا اور اگر راجہ کو اپنے دفاعے عہد اور ایمان داری کا خیال  
 ہوتا تو اُس کا سری نگر سے بھاگنا آسان نہ تھا۔ لیکن بے سنگہ کے منصوبوں اور اہل فرنگی

کے دھندوں اور دھکیوں اور دھاما دھکھو کے قتل۔ اور ترب و جوار کے راجاؤں کی جنگی تیاریوں سے اس چھوٹے ملک کے راجہ کو آخر کار موزا دیا چنانچہ جب سلیمان شکوہ یہ دیکھ کر کہ یہاں اب کچھ بھروسہ نہیں ہے بادجوہ اس کے کرنا سستا ایک ایسے بے ثواب اور بے سوتلے ملک میں تھا جہاں سوائے دریاں پہاڑوں کے کچھ نہ تھا تو جہت کی طرف ہٹے جانے کے قصد سے نکل بھاگا لیکن راجہ کے بیٹے نے پیچھا کر کے آن لیا اور نہی کر کے گرفتار کر لیا۔ بعد میں اسے دہلی پہنچا دیا گیا۔ اور قلعہ سلیم گڑھ میں جہاں پہلے سے مراد بخش قید تھا قید کیا گیا۔ اور ادھنگ ترب نے تصلیح کی غرض سے جس طرح وہ بار میں داما شکوہ کا سر منگوا لیا تھا اسی طرح اور اسی غرض سے سلیمان شکوہ کے لئے حکم دیا کہ وہ بار کے وقت قلعہ اسلام کی موجودگی میں پیش کیا جائے۔ چنانچہ میں بھی اس ناز پر تاشے کے دیکھنے کو گیا تھا اور میں شوق اور تعجب سے میں نے اسے دیکھا اس کا بیان کرنا دشوار ہے۔ یعنی وہ بار میں لائے سے پہلے بڑی تو کمال دی گئی تھی لیکن جھکڑی جس پر سنہری طبع کیا ہوا تھا دستہ موجود تھی۔ میں نے دیکھا کہ اس مردود اور نہایت مسکین و جیل خان کو دیکھ کر اکثر اہل دربار کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑے اور وہ تکیوں بھی جن کو دیوار کی جالیوں میں سے دیکھ لینے کی اجازت دی گئی تھے مانگیر نامہ میں لکھا ہے کہ اگرچہ سلیمان شکوہ کا قاتلوں میں آجانا بموجب ظاہر ایک ہرملہ تھا۔ لیکن بادشاہ کی غرض امتحانی سے یہ مشکل میں مل ہو گئی کہ سری گڑھ کا راجہ اپنے ملک کی تباہی کے اندیشے سے کیونکر ترب خاں۔ مردہ انداز خاں وغیرہ کو امیر اس کی تفسیر کے لئے مامور تھے راجہ نے سنگ کی معرفت سلیمان شکوہ کے سپرد کر دینے کا وہ کر کے معافی کا خواست کیا راجہ اس پر ہشام نے سلیمان شکوہ کے لائے سے بے سنگ کے بیٹے کو رام سنگ کو سری گڑھ کا راجہ دیا۔ چنانچہ اس سے رام سنگ کے پہنچنے کی خبر سن کر سلیمان شکوہ کو گرفتار کر لینے کے لئے جہاں وہ تھا تھا اپنے کسی بیچے سے۔

شاہزادہ مقابلہ سے چلی آیا اور اس کا کر محمد شاہ دس کا نام لیکن خوں میں محمد شاہ اور میں میں سرخا کر کے؟

امکن اور فریق خوب بہادری سے لڑ کر اسے گئے۔ اور وہ خود گرفتار ہو گیا۔ اور پانچویں جولائی کو وہاں سٹشٹ دھکڑا ہر کسی سنگ سے چھاپے بیٹھے مہدی سنگ کے ساتھ رام سنگ اور ترب خاں اور مداندان خاں کے پاس پہاڑ سے نیچے بھیج دیا اس خبر کے آتے ہی ہمدرد میں بڑی خوشیاں منائی گئیں اور راجہ نے سنگ کا بہت اعزاز کر لیا اور وہاں دھکڑا کر کے لائے تو شاہزادہ محمد سلطان کے پاس قلعہ سلیم گڑھ میں قید کیا گیا۔



تھی بہت ہی ٹھگین ہوتیں۔ بلکہ اورنگ زیب نے بھی سبب کی بدبختی پر ماموس کیا۔ اور قاضی شافعی سے بولا کہ

”خدا پر نظر رکھو اور مطمئن رہو کہ ٹھگہ مزدور پہنچے گا اور مہرانی کی جائے گی۔ اور حمرا را باپ کو صرف اس وجہ سے قتل ہوا ہے کہ وہ کافر اور لاد مذہب ہو گیا۔ اس پر شاہزادہ نے تسلیات کی یعنی ہندوستان کی رسم کے موافق اعانے شکر کی ملامت کے طور پر تاج بندھ چمک کر اپنے دونوں ہاتھ سر تک لایا۔ اور اس کے بعد نئے استقلال سے یہ عرض کیا کہ

”اگر حضور کا یہ نشا ہو کہ مجھے پلوسٹ پلائے جایا کریں تو بہتر ہے کہ ابھی قتل کر دیا جائے!“

جس کے جواب میں اورنگ زیب نے بطور مستحکم وعدہ کے پکار کر کہا کہ۔

”جہیں تم کو پلوسٹ ہرگز نہیں پلائے جائیں گے بائبل اطمینان رکھو۔“

جس پر اہل دربار کے کچھ سے اس نے دوبارہ تسلیات کی۔ اور اس کے بعد جب بادشاہ کی خواہش کے موافق اس اٹھی کے معاملہ میں چند باتیں بدحوالی گئیں جس پر اشرافیوں لدی ہوئی تھیں اور سری نگر جانے کے وقت اس سے چس گیا تھا تو اس کو دلچسپ نام سے لے گئے اور اسکے روز گواہ کر دیا۔

پلوسٹ پلائے بھارا راز | ”پلوسٹ“ سے جس کا ذکر میں نے ابھی کیا یہ مراد ہے کہ خوشامی  
کے پھیلنے کو پانی میں بھگو کر اور تل کر نچڑایا جاتا ہے۔ اور  
ایک بٹا سا ہیاں بھر کر ہر روز نہاد منہ آن خیرادوں کو پلائے جاتا ہے۔ جو اس وجہ سے  
گواہی کے قلعہ میں قید کئے جاتے ہیں کہ اُن کا علاج نہ سرکھ اوڑنا بادشاہ خلاف مصلحت  
جاتا ہے۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ تاج تختیکہ اُسے نہ پانی میں اُن کو کھانا نہیں دیا جاتا چنانچہ  
یہ پوتوں کا عرق این بھارے قسمت کے لرے مظلوموں کو رفتہ رفتہ بالکل بچوڑا لیتا  
اور عقل و توانائی دونوں پر پانی پھیر دیتا ہے اور آخر کار گئے گھرے اور حاس باختہ ہو کر  
زندگی سے اُتھو بیٹھتے ہیں۔ اور بے یقین ہے کہ اس پلوسٹ کے پھال ہی سے سپہر شکوہ  
اور مراد بخش کے پلوسٹ اور سلیمان شکوہ کو موت کا گڑھا گھونٹ پلایا گیا تھا۔

یہ کتاب مل صالح میں بھی سلیمان شکوہ کی وفات کی نسبت اسی ضمن میں درج ہے کہ تاہم پاکستانی

**مراد بخش کا قتل** | مراد بخش اگرچہ قید تھا لیکن لوگوں کو اس سے اب بھی بہت محبت تھی۔ اور اس کی شجاعت اور سپہ سالاری کی تعریف میں شعرا اکثر اشعار اور قصیدے کہا کرتے تھے اس لئے اورنگ زیب کی مصلحت ملکی کا یہ اقتضا ہوا کہ اس کی بھی طعن الاطعن گردن ماری جائے تاکہ اس کے کسی طرف دباؤ کے دل میں یہ اُمید باقی نہ رہے کہ ابھی وہ زندہ ہے۔ اور چنگیز پرست بلا کر مثنوی طور پر جان لے لینے سے یہ مدعا حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے یہ تدبیر نکالی گئی کہ کوئی الزام قائم کر کے اس کی سزا کے طور پر مرنے کا حکم کر دیا جائے۔ اور یہ امر کچھ مشکل ہی نہ تھا کہ اس پر نصیب خاص ہزادہ کی نسبت کوئی الزام پیدا کر لیا یا گھڑ لیا جائے۔ چنانچہ ایک سپہ سالار کے رجن کے باپ کو اس کے مال و دولت کے لالچ میں مراد نے اسرار آباد میں اس دھت سر داؤدالا تھا جب کہ اس لڑائی کے لئے تیاریاں کر رہا تھا، دربار میں اشتغال کر کے آن موصول ہوئے جو پکار پکار کر اور گواہی دے دے کہ انصاف مانگتے اور یہ عرض کرتے تھے کہ تمہارے طور پر اس کا سزا مانا جائے۔ اور کسی امیر میں یہ ہر بات کہاں کہی کہ ان فریادوں کو پٹا سکے۔ کیونکہ ایک تو وہ بے گناہ مقتول سپہ سالار اور مول تھا جن کی لوگ بہت تعظیم کرتے ہیں۔ دوسرے ہر کسی کو معلوم تھا کہ انصاف کے پردہ میں رتیب کی طاقت کے لئے یہ ایک بادشاہی منصوبہ ہے۔ پس مقتول سپہ سالار کے بیٹوں کا دعویٰ سمجھو اور قبول ہوا اور بغیر کسی قسم کی کارروائی اور ضابطہ عدالت کے نژاد حکم دیا گیا کہ تمہارے میں قاتل کا جیہ عاشرہ صوبہ کشمیر ہے جس کی بیچ دار مہاراجہ جیہ یونی ہے کہ وہ شہر خیرال مستشارہ میں ہی رہا کی سلطان سلطان شکوہ خیر میں خاندان از سلطنت و زوال افراتح لئے عالم بقا انتقال فرمودہ و باطل میں گذشتہ متصل خاندان مراد بخش و نوری شہزادہ آثر مانگیر علی غفرلہ واقعات مستشارہ مطابق منہ چندہ حملہ و عالمگیری سلطان مراد بخش کی پیشانی کی منہبت کھنسا ہے کہ گواہی دے کہ اورنگ زیب نے اپنی بیٹی مراد بخش کے ساتھ اس کا عقد کیا اور مراد بخش اور مراد بخش کو کہہ دیا کہ وہ ان سے نکاح نہ کرے تھے سلیم گڑھ میں رکھے کا حکم تھا اور اگرچہ مراد بخش اور مراد بخش کی بیٹی دست و پاؤں کو حکم اور مراد بخش کا خور و نگہ زیب کی بیٹی و دلنا بیگم سے نکاح کیا گیا اور مراد بخش کا بارہ ہزار اور مراد بخش کا چھ ہزار اور مراد بخش کا چار ہزار اور یہ سالانہ گوارہ مقرر ہوا پس جب کہ مراد بخش کے بیٹے کی جان بخشی ہو کر خود اورنگ زیب کی بیٹی سے شادی کا عقد ہو چکا تھا تو پرنس کی منہبت میں زیادہ دیر کی گواہی دینے کیلئے درست نہیں ہو سکتا۔ بلکہ کسی کتاب میں میری تقریر گنوا ہے کہ یہ لڑکا اپنی طبیعت سے مرغا تھا۔ اس مع

مرزا بجائے اور متفیض یہ حکم لے کر گوالیار پہنچے ہوتے لیے

سلطان شجاع کا قرار | اب یہ درد بھری کہا فی خاتمہ کے قریب آپہنچی ہے۔ کیونکہ خاندان  
شاہی میں سے اب صرف سلطان شجاع ہی ایک ایسا شخص باقی  
رہ گیا تھا جو امگ نرب کو دہشت اور نگر میں ڈاسے رکھتا تھا۔ اور اب تک بڑی ہمت  
اور جواں مردی دکھانا رہا تھا۔ مگر اب اُس نے بھی دیکھ لیا کہ امگ نرب کی طاقت  
اور اتہال کا مقابلہ ناممکن ہے۔ کیونکہ میر جملہ کے پاس ہمایوں تک پہنچتی رہتی تھی اور اُس  
کی فوجوں نے شجاع کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ پس جان بچانے کی خاطر دوسرا کو  
بھاگ گیا جو سمندر کے کنارے جنگال کا سب سے اخیر شہر ہے۔ اب یہاں اُس کے  
پاس نہ تو کوئی جہاز ہی تھا کہ سمندر پار چلا جائے اور نہ یہ جانتا تھا کہ پناہ کی خاطر  
کس طرف جائے۔ اس لئے اُس نے اپنے بڑے بیٹے سلطان باقی علی ملک الاکان و جسے

ملک کا بھائی بھی تھا ہے کہ لہران علی نقی ماکہ مدنی خوں پد لہر نہ ہما و خواہ بھلول بہ گوالیار فرستادہ  
مروموند کہ بعد از شہرت شرعی مراد بخش راجہ صاحب رساختہ۔ چوں مدعیان و راہنما رسویدہ کھنڈہ قاضی گوالیار و گنگو  
آقا زہاد و شہزادہ محب گشت بر پاں آمد کہ اگر حضرت خلافت مرتبت پاس عہد و دنا سے مروموند و نفوذ  
از فوق اس مروموند گشتہ نقیصلے حدایت و سلطنت و الانداشت۔ اگر خواہ مخواہ توجہ اشراف معروف بریں صحت  
کہ و ہر بدلہ و این صیغہ و دیان نہا شدہ صاحب این قسم سو کم ایہ چہ لطف دادہ ہر چہ می خواہند بہ کشتہ آنگاہ  
قاضی آخر مدہ چہا ر شہرہ است و کم رہی اثاثی سلطنتہ و و نفوذ علیہ و و دہنم خشیراں شہزادہ رنجہ ایشان و  
از جنگلاتے سادت زندان تخت وادہ جمدن راجلہ گوالیار نکاح سہوندہ واضح ہر کہ سید علی نقی ویرا  
گہرات کے تمل کا حال ہم ایک حاشیہ میں مفصل لکھ آئے ہیں۔

تہ سیر التاویض میں اس کے بیٹوں کے نام زمین الدین و حبیب اختر و زمین المعادی بن گھسے ہیں۔ غالباً یہ نام  
اُس کے بڑے بیٹے زمین الدین کا اسم ثانی یعنی عرف ہو گا۔ کیونکہ فارسی تاریخوں سے ظاہر ہے کہ شہزادہ  
زمین الدین ہی نے الاکان کے سامنے پناہ لینے کا بندوبست کیا تھا۔ اور اہل کتاب انگریزی میں اس نام کو  
جس تہی سے لکھا ہے اس کو براہ قرآنی پڑھ سکتے ہیں یا بالکلہ اور کچھ تعجب نہیں ہے کہ وہ سلطان باقی کے دماغ  
ہم یا مرزا بنگے کے فائضے نسب سے مشہد ہو۔ س م ج

علم چونکہ فارسی سرخوں نے اس ملک کا نام زنگ لکھا ہے اور انگریز الاکان کہتے ہیں اس وجہ سے یہ بات  
تحقیق طلب تھی کہ حقا الاکان کو کیا لکھنا ہوں نے زنگ بنالیا تھا یا انگریزوں نے زنگ کو لاکا بنالیا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ : اس لئے صاحب کشف مرہاد اراکان حساس کے صحیح کر دینے کی استدعا کی گئی تھی۔ ہم نہایت ممنون ہیں مشرقی دلی برص صاحب کشف اراکان کے کئی انھوں نے بعض مداد اخلاق و علم دوستی نہایت ہی عمدہ اور متفاد جواب بھیجا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

اس ملک کا نام اراکانیوں کے تلفظ کے موافق دراصل راکینگ ہے اور جہاں کے اس کو حرف ر سے کی نگہ پے کے ساتھ یا کینگ کہتے ہیں۔ اور لفظ اراکان انگریزوں کا اختراع ہے۔ اور سرگز تحریف نے اپنے مسودہ تاریخی اراکان مطبوعہ حیدرآباد میں اور اپنی تاریخی برہم مطبوعہ حیدرآباد کے پانچویں باب میں لفظ راکینگ کی نسبت یہ لکھا ہے کہ یہ لفظ راکینگ بعضی راکہیں کا گڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے جو پانی زراں کے لفظ یا کھا سے نکلا ہے جس کے معنی ایسے آدم خود ملی کے ہیں جو نصف عیوان اور نصف انسان ہو اور جس زمانہ میں جہ مذہب کے واقعہ ہندوستان سے اس ملک میں پہنچے تو انھوں نے اس ملک کا نام یا کھ پورہ یعنی یا کھ پورہ رکھ دیا۔ یا کھ پورہ سے کئی انھوں نے ملہاں پہنچ کر یہ مدعا پیش کی کہ یہ قدیم زمانہ میں ایسے محلہ سمیت لوگ رہا کرتے تھے جو ملک کو تلوہ اور باد کرتے تھے یا اس وجہ سے کہ انھوں نے میام یا قوم کے لوگوں کو سموتوں اور دیوں کی پرستش کرنے دیکھا ہوگا۔ ایسی بھی ممکن ہے کہ آدم خود ملیوں کے وجود کی نسبت یہ روایتیں اس طرح پیدا ہوئی ہوں کہ جب میام یا قوم کے لوگ اراکان میں پہلے پہل داخل ہوئے تو اس وقت اس ملک کے وحشی خصال یا مشغولوں کی حالتوں کی نسبت انھوں نے مبالغہ آمیز باتیں منی ہیں۔ سرگز تحریف صاحب کے یہی احوال کو نقل کر کے مشرق برص مطبوعہ اپنی ماہ کے یہ لکھتے ہیں کہ اس ملک کے نام راکینگ کو لفظ راکھش یا راکہش سے مشتق سمجھنا ایک تباہی بات ہے۔ اور اراکان کے باشندوں سے جو تحقیق کیا گیا تو کوئی شخص قابل اطمینان جواب نہیں دے سکا اور حقیقت یہ ہے کہ سرور زمانہ کے باعث اس کے اشتقاق کی اصلیت محض اور فراموش ہو گئی ہے۔

پس ظاہر ہے کہ لفظ رنگ بدست اور اصلیت کے قریب تھا اور جس طرح انگریزوں نے اس کے ہمسایہ ملک کا نام بھی لفظ میام یا قوم کی نگہ برتا جتنا لیا ہے اسی طرح کا یہ بھی ایک تعریف ہے جو رنگ کے لوگ اکثر کر لیا کرتے ہیں۔ بہر تقدیر یہ ملک حیدرآباد کے محرم و آزاد تھا۔ مگر سنہ مذکور میں برہما دہلی (یعنی آٹا اور پتھر کے بادشاہ) نے اس کو فتح کر کے اپنی تعلیم میں شامل کر لیا تھا۔ اور درجہ حیدرآباد میں سرکار انگریزی نے جو برہما دہلی کی زیادتیوں سے تنگ کران پر پہلی دفعہ فتح کئی کی تو چھ بیسویں فروری

شاہجہاں کے ایام سیری اور مجددیوں کے عہد

ہت پرستوں کا ملک بھی کہتے ہیں، اس دور خواہش سے روانہ کیا کہ اگر تم چند روز ہمیں چاہو  
وہ سے سکوتو ہم تمہارے پاس آجائیں۔ اور جب ہوائے موافق کے چلنے کا موسم آجائے تو  
مخالف پہنچے جائے گے لئے ایک جہاز ہم پہنچا دو تاکہ ہم اول کہ اور پھر وہاں سے روم یا  
ایران کو چلے جائیں۔ راجہ نے یہ درخواست قبول کی اور بہت مہربانی سے پیش آیا۔ چنانچہ  
سلطان باقی بہت سی کشتیاں (جن کے ملاح اہل فرنگ یعنی گوارہ فیرہ سے بھاگے ہوئے  
وہ پرتگیزی اور آرمادہ گروہستانی تھے جنہوں نے اس راجہ کی نوکری کر لی تھی اور جن کا بڑا پیشہ  
جنگلہ کے آن ضلعوں کو کھینچے رہنا تھا جوڑھا کہ اور ارکان کی جانب سمندر کے قریب تھے)  
ساتھ لے کر واپس آیا۔ اور شجاع اپنی بیگم اور بیٹیوں اور بیٹیوں کے ساتھ ان پر سوار ہو کر  
ارکان کو چلا گیا۔ اور راجہ نے اگرچہ اس کی خاطر قراضے کچھ بہت بڑے کر تو نہ کی مگر ضرورت  
کی معمولی چیزیں بھی وہ موجود کرادی۔

جیرہ ماشیہ سرگودشتہ، قشتہ وکے ضلع نام کی دو سے سڑکاں سمندوں کے تھمنے لگیا۔ اور اب کو د  
صرف ارکان بلکہ اس سے آگے شاہ مہاراجا بھی کل ملک جو بادشاہوں کی اوضاع و احوال اور آب و  
ہوا کی خاصیت کے لحاظ سے تقریباً ایک ہی طرح کی سرزمین ہے۔ اور ملک مشرق و مغرب و شمال و جنوب  
مشرق و چمن کی حد تک گورنٹ انگریزی کی حکومت میں صاحب چیف کمشنر ہوا کے ماتحت ہے  
سلطنت شلیہ کے مدغون نے ارکان کو قبیلہ عربیہ سمندر لے کر عالم اور ایک قلعہ بنیم لکھا ہے اور  
وہاں کے لوگ کو نہایت ہی وحشی اور جڑھوں سے بہتر اور ملک کو مسکن و مہم و بتایا ہے اور اس کے دوست  
میں ان کے نزدیک امن و امان کی کارنامہ نصیب کے باعث لہجہ بے خوف و محال تھے مگر انگریزوں کی دخل و افش  
اور من و انصاف سے وہی وحشی انسان بنے جاتے ہیں اور وہی قلعہ بنیم ایک سرسبز اور شاداب اور بہت زرخیز  
ملاق ہے۔ اور اس چشمہ کی آب و ہوا و بعض مقامات نہایت عمدہ تھا۔ گاہ ہی۔

ملہ مانگیر نامدار اثر مانگیر و فیرہ سے شجاع کی بیگم یا بیٹیوں کا ساتھ با امانت نہیں ہوتا بلکہ نام طرد پر یہ ظاہر  
ہوتا ہے کہ ان سے بھاگنے کے وقت جس کو راجہ مل کے بعد اس نے اپنا جائے قیام بنایا تھا اس کے  
کل کی طرف تھی اور مستراح وہی رہ گئی تھیں۔ جس کو میر جلد نے بڑی احتیاط اور احتیاط کے ساتھ لکھا کے  
خزانہ اور جواہر و دھواں و اسباب سمیت ان خاص فاضل نامی ایک سوار کی حفاظت میں، رنگ زیب  
کے پاس بھیج دیا تھا۔ لیکن قہم نہیں کہ اپنی خاص بیگم اور بیٹیوں کو وہ ساتھ لے گیا اور وہ وہیں جا  
کر کتبہ زد کہیں کیا گیا ہے اس کی نواسی و فیرہ ہیں۔

شہا بہاؤ کا حشر تباہ انجام | اب یہاں اگرچہ کئی چھینے گذرے اور ہوائے موافق کا موسم  
وکر تک نہ کیا۔ حالانکہ شہا بہاؤ صرف اتنی بات کا خواست گا دشا کہ ایک جہاز گرا یہ ہر مل جانے  
کیونکہ اُس کے پاس زور و باہر کافی موجود تھے۔ بلکہ غالباً اُس کی کمکت کا جڑا باسٹ یہ دلتا  
ہی ہوئی۔

اصل یہ ہے کہ یہ وحشی بادشاہ اور راجہ بھی مروت اور فیاضی کو جانتے ہی نہیں اور  
اپنے وعدوں کی پابندی اور ایذا کا شکار و ناور ہی خیال کرتے ہیں بلکہ انہی فرض کو مقدم  
سمجھ کر اُس کے پیچھے ہریتے ہیں۔ اور اس فیصلہ اور قدامت کے نتیجوں کی طرف سے جو  
اکثر خدا نہیں کر سکتے پڑتے ہیں مطلقاً بے پروا نظر آتے ہیں۔ اندر اُن کے ہاتھ سے  
پائر منطقی بچا سکتی ہے۔ یا اس قدر زور و جواُن کی طاقت سے زیادہ ہو۔

فرض شہا بہاؤ کی طرف سے مٹا جانے کے لئے بڑی اکتھا تیں ہوئیں۔ لیکن یہ جنگلی راجہ  
قطعا منتفد نہ ہوا بلکہ یہاں تک بے مروت اور گستاخ ہو گیا کہ شہزادہ کی نسبت قصاب  
تلاہر کیا کہ اب ہم سے لئے کو کہیں نہیں آیا۔ مجھے معلوم نہیں کہ شہا بہاؤ نے کسرفان کے  
خیال سے اس بہت پرست سے ملاقات نہیں کی تھی یا اس خوف سے اُس کے مکان پر نہیں  
کیا تھا کہ مہاراجہ گرفتار کرے اور سب مال و اسباب لوٹ لے۔ اسی اثنا میں راجہ کو میر جلائے  
بھی شہا بہاؤ کے پکڑ کر حوالہ کر دینے کی شرط پر اور رنگ زیب کی طرف سے بہت سے فائدوں  
اور زور کثیر کے حاصل ہونے کی طمع و لادھی تھی۔ بہر حال راجہ کی عقلی رنج کرے کہ اگرچہ  
سلطان شہا بہاؤ اب بھی اُس کے مکان پر نہ گیا۔ مگر سلطان باقی کو بھیج دیا۔

کہتے ہیں کہ جب یہ شہزادہ راجہ کے محل کے قریب پہنچا تو نہاری ہو سے قریب غربا کی  
طرف بہت سے روپے اور اشرفیاں پھینکیں۔ اور جب راجہ کے پاس پہنچا تو بہت سے زلفے  
لے اب سے پچاس برس پہلے تک چند مستان میں یہ عورتاں دشا کہ مرا کی سہادی کو دت دیہ اشرفی دیوڈیا  
کرتے تھے اور اس رسم کا یہاں تک رواج تھا کہ وہ نواسی اشرفیاب سے اتنی برس پہلے رتوں کی طرح سے  
ہمارے اس ملک میں ہواؤ تلجے آئے تھے اعلیٰ الدت و شان و شوکت کے لئے دیکھا اپنے ہاتھ پر سے کہ یہ  
اشرفی اور سونے کی تھیں ڈالتے تھے بلکہ دیا ست حیدر آباد کن میں میں چند رستانی حیدر آباد کی پڑائی تھیں  
اب تک بھی بہت کچہ زندہ ہیں طوری سواروں کے مقدمہ یہاں اب بھی یہ کم کچہ جاری ہے۔ س م م

دغیرہ کے سہقان اور مربع زمینیں کش کئے اور اپنے باپ کے خدات خود حاضر نہ ہونے کی نصیحت یہ عذر کیا کہ وہ طویل ہیں۔ اور بڑی التجا سے درخواست کی کہ وہ جہاز جس کے ہم پہنچا دینے کے لئے اسے دلوں سے وعدے ہوتے رہے ہیں بہت جلد مناعت ہو۔ مگر اس ملاقات سے بھی کچھ نافع نہ ہوا اور پہلی درخواست کی طرح یہ درخواست بھی بیکار گئی اور اس وحشی نے اپنا وعدہ مطلق دنا نہ کیا بلکہ اُس عالی منزلت پناہ گزین کی پختیانی اور رنج بڑھانے کے لئے اس سے پانچ ہی چھ روزہ بعد صاف صاف یہ پیام بھیجا کہ اپنی بیٹی کی شادی ہم سے کر دو۔ اور شجاع کے اس سے انکار کرتے پر ایما غضب ناک ہوا کہ شاہزادہ کی حالت جہالت پر غور ہو گئی۔ اب ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹے رہنا گویا ہلاکت کا منتظر رہنا تھا اور مفر کا موسم گننا جاتا تھا اس لئے کوئی دکوئی آمڑی بات قرار دینی ضروری تھی پس اُس نے ایک ایسی تدبیر سوچی جس سے فصول شر کوئی حرکت نہ تھی اور جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس کی ناامیدی کس حالت کو پہنچ گئی تھی اور وہ یہ ہے کہ اگرچہ اداکان کا راجدہیت پرست ہے لیکن مسلمان بھی وہاں بھرتے ہیں جو یا تو بخوشی آتی ہے یا وہ پر گزین جن کا ذکر پہلے آچکا ہے اور جو سمندر کے کناروں کے ضلعوں میں لوٹ مار کیا کرتے ہیں اُن کو پکڑ کر اور غلام بن کر یہاں لے آتے ہیں پس شجاع نے اُن کو گناہ دیا اور اُن کو اپنے دوہین شہو آدمیوں کو جو چنگا کو سے ساتھ آئے تھے لاکر اس شہوڑی سی جمیٹ کے ساتھ یہ مسموم ارادہ کر لیا کہ بچا ایک راجہ کے محل پر حملہ کر کے اُس کو اور اُس کے خاندان کو تہ تیغ کر ڈالے اور خود فرمان بردار بن جائے۔ یہ جہارت اگرچہ احتیاط کے خلاف اور ایک شہورانہ حرکت تھی۔ لیکن میں نے بعض پرتگیزیروں اور مسلمانوں اور ٹوچوں سے جو خاص رہاں مر جو تھے سنا ہے کہ اس تدبیر کی کامیابی چنداں محال اور امکان سے خالی نہ تھی مگر اس منصوبہ کے عمل میں لانے کے لئے جو دن مقرر ہوا تھا اُس سے ایک روز پہلے یہ ماز افشا ہو گیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کے رہے ہے کام بھی نہیں پکڑے

---

طہ عالمگیر نامہ اور اثر عالمگیری اور سیر القاری میں سے تو باتفاق یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس جمیٹ کے وقت میں اُس کے رفیقوں اور لاکھوں میں سے سرائے سپید عالم بابہ اول اور سید علی آدیک کے میں کے ساتھ امداد بابہ میں سے شمار ہی دس سپید اور بابہ مظل تھے اور چنداں سپہا ایوں اور خدمت گاروں وغیرہ کے جسے چاہیں آدمی بھی چنگا کو سے اُس کے ہواہ نہ آئے تھے۔ سن م س۔

بلکہ سارا کنبہ ہی ہلاک ہو گیا۔ چنانچہ اس راز کے کھل جانے پر اُس نے چاہا کہ بچہ کو بھاگ جاتے لیکن اس لڑکہ کا کل میں لایا جاتا قریب نائیکن تھا کیونکہ راہ میں اچھے سخت پہاڑ اور دشوار گزار جنگل اور بے حائل تھے کہ اُن میں سے ہو کر کوئی ایسا راستہ بھی ہوا ہی نہیں جس سے مسافر آتے جاتے رہے ہوں غرض کہ تعاقب کیا گیا اور بھاگنے سے آٹھ پہر بعد لوگوں نے اُسے جالیا اور جیسی کہ اس اسم باہمی شجاع شاہزادہ سے توقع ہوتی چاہیے یہ ویسی ہی شجاعیت سے بڑا اور بہت سے وحشی خاص اُس کی تلوار سے قتل ہونے لگا آخر کار دشمنوں کے ہجوم سے جو پیچھے سے لگاتار آتے جاتے تھے مغلوب ہو کر ایسی لڑائی سے جو کسی طرح بھی براہم کی نہ تھی دست بردار ہو گیا۔

سلطان باقی جو باپ سے ذرا پیچھے رہ گیا تھا وہ بھی ویسا ہی لڑا جیسے کہ پہاڑ لڑا کرتے ہی لیکن دشمنوں نے چاروں طرف سے اس قدم پتھر مارے کہ تمام بدن چور چور اور لہ لہان ہو گیا۔ اور آخر یہ جنگلی اُسے اور اُس کی والدہ اور دونوں چھوٹے بھائیوں اور بہنوں کو کچڑ کرے گئے۔

شجاع کی موت جیات کی نسبت مختلف دیاں | اب اس سے آگے اُس کی بات کوئی کے لائق ہو معلوم نہیں ہے۔ کہہ نہ کہہ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ وہ میدان جنگ سے نکل کر ایک پہاڑ کی چوٹی پر جا پڑھا تھا اور اُس کے ہمراہ ایک خواجہ سرا اور ایک عورت اور دو شخص اور تھے۔ اور سر میں پتھر کا ایک ایسا زخم لگا ہوا تھا کہ وہاں پہنچ کر گر پڑا مگر جب اس زخم کو اُس خواجہ سرا نے اپنی پگڑی سے باندھ دیا تو اُسے جھٹک جاتی ہیں جاگسا۔

اس کے علاوہ چار روایتیں ادھنی ہیں اور اگرچہ اُن لوگوں کی زبان ہیں جو میں موقع پر موجود تھے۔ مگر یاد ہو اس کے ایک دوسری ہے نہیں ملتی۔ چنانچہ بعض لوگوں نے مجھے اس امر کا یقین دلایا کہ اُس کی لاش مردوں میں ملی تھی۔ لیکن صورت پہچاننے کی شکل تھی اور نوچوں کے کارخانے کے ایک انصر اعلیٰ کی چٹنی میں ہے۔ کچشم خود دیکھی ہے۔ اُس میں بھی یوں ہی لکھا تھا۔ لیکن پھر بھی جیسا کہ چاہتے تھیں بات کوئی نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے دلی میں کئی بار ایسی الزامیں اُڑتی رہی کہ جن سے خواہ مخواہ لوگوں



شاہجہاں کے امام امیری نور عباد لکھیہ

کے کان کھڑے ہو گئے۔ چنانچہ ایک بار تو یہ نل ہوا کہ شجاع پھل پٹن پہنچ گیا ہے اور گو کھنڈا اور جھاپہ کے بادشاہوں نے اُس سے یہ عہدہ اقرار کر لیا ہے کہ اپنی اپنی تمام فوج سے آپ کی مدد کریں گے اور پھر بڑے دلتوں سے یہ خبر مشہور ہوئی کہ وہ دوجہاں پرمجھن پر سرخ نشان چڑھے ہوئے تھے سورت کے سامنے سے ہو کر گذرا ہے اور یہ جہاز اُس کو شاہ پلویا شاہ تسلیم نے دیئے ہیں۔ پھر ایک یہ چرچا ہوا کہ وہ ایمان پہنچ گیا ہے اور شہراز میں لوگوں نے دیکھا ہے۔ اور کچھ دنوں بعد ان افراد اٹھانے والوں نے اُسے قندھار پہنچا دیا اور مشہور کر دیا کہ وہاں سے کابل پر چڑھائی کرنے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ ایک دفعہ اورنگ زیب نے کہا کہ شجاع تو آخر حاجی ہو گیا۔ یعنی کہ جا پہنچا۔ مگر اس کا یہ کہنا غائب غرافت کے طور پر تھا۔ اور اب تک پتھر سے آدمی اس بات پر یقین کئے ہوئے ہیں کہ وہ استنبول میں کچھ عرصہ رہ کر اور وہاں سے بہت سامان و دولت لے کر ایران میں آ گیا ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ سب افواہیں محض بے بنیاد ہیں۔ اور وہ چھی قابل افتاد ہے جو فوج کے کارخانہ تجارت کے اضرائعی کی طرف سے تھی اور جس میں یہ کھسا تھا کہ شجاع لہا کان سے بھاگنے کی حالت میں مارا گیا۔ چنانچہ اُس کے ایک خواجہ سرا نے جس کے ساتھ میں بنگالہ سے پھل پٹن گیا تھا اور ایک اور شخص نے جو اُس کے توپ خانہ کا سردار تھا اور اب شاہ گوکٹا کا ملازم ہے مجھ سے کہا کہ فی الحقیقت ہمارا آقا مر چکا ہے۔ لیکن اس کی تفصیل مجھ سے بیان کرنی نہیں چاہی۔ اور بعض فرانسسیسی سوداگروں سے جو سیدھے اصفہان سے آئے تھے۔ وہی میں میری ملاقات ہوئی تو انھوں نے کہا کہ ایران میں ہم نے کبھی اُس کا نام بھی نہ سنا تھا۔ اس کے سوا اُس کے زندہ نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ فلکست کے ساتھ ہی اُس کی تلوار اور خنجر ملے آٹھ مالگیری میں پھنسا دیے تھے۔ جس طرح مالگیری مطابق مشہور ہے کہ مالگیری کے حضور میں یہ خبر پہنچی کہ مرنگ میں یعنی آسام اور گوپ ہمارے ابھی ایک مغربی شجاع نے خود کشی کر لی ہے جس پر نہایت تاکید کے ساتھ وہاں کے حکام اور اہم خاں اور خدائی خاں کے نام فرمان جاری ہوئے کہ اگر وہ کسی طرف سے نکلتے تو سر کاٹ کر حاضر کرو۔ جس سے ثابت ہے کہ فی الواقع اُس کی تباہی سے نو دس ہفت تک بھی لوگوں کو اس کی موت و حیات میں شک ہی تھا۔ م م م

تھے اصفہان اُس زمانہ میں ایران کا دار السلطنت تھا۔ م م م

پڑا ہوا تھا اور اگر وہ واقعی جنگل میں بساگ گیا ہوتا جیسا کہ بعض لوگوں کا ادعا ہے تو اس صورت میں بھی جاں بربود ہونے کی بہت کم امید ہے۔ کیونکہ وہاں یا تو چروں اور درختوں وغیرہ نے قطعاً لہڑا لہڑا ہوا گایا شیر اور ہاتھی وغیرہ جیسے دندہ جانوروں سے جو وہاں کے جنگلوں میں بکثرت ہیں چر رہا ہوا ہواگا۔

**شجاع کے اہل و عیال** | پھر مال سلطان شجاع کی موت و حیات کی نسبت عوام کچھ ہی شکوک اور اختلافات ہیں۔ لیکن اُس کے کنبہ کے لوگوں پر جو آفتیں اور مصیبتیں پڑیں اُن کے متعلق روایتوں کی صورت میں کوئی حتمی و مشہد نہیں ہے چنانچہ ان پھاروں کی مصیبتوں کی تفصیل اس طے شدہ ہے کہ جب ان کو قید کر کے واپس لانے کو کہا مر دیا گیا عورتیں کیا بچے سب کے سب قید خانے میں ڈال دیے گئے۔ اور نہایت ہی بے رحمی اور سختی کی گئی۔ مگر کچھ مدت بعد ان کو چھوڑ دیا گیا۔ اور کسی قدر مہربانی کی گئی۔ شجاع کی بڑی بیٹی سے راجہ نے شادی کر لی اور اُس کی اس سلطان باقی سے خود اپنا عقد کر لینے کی بڑی خواہش مند تھی کہ اتنے میں سلطان باقی کے چند لڑکے انھیں مسلمان لوگوں سے مل کر جن کا ذکر ابھی ہو چکا ہے پھر اُسی قسم کے منصوبہ کی فکر میں پڑ گئے۔ لیکن اُن میں کا ایک بے احتیاط اور جلد باز شخص جو غالباً خراب لہ کر اور بھی زیادہ بے عقل ہو گیا تھا نقشہ کی ترنگ میں اس راز کو منفی نہ رکھ سکا اور عین حملہ کے روز اُس سے یہ سیدھ بھل گیا۔ اور اگرچہ اس قصہ کی نسبت بھی ہزاروں روایتیں سننے میں آتی ہیں۔ لیکن جو بات اطمینان اور اعتماد کے ساتھ بیان کی جاسکتی ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ اس حرکت سے راجہ ایسا برہم اور غضب ناک ہوا کہ شجاع کے تمام کنبہ کے قتل کا حکم دے دیا یہاں تک کہ وہ شہزادی جس سے اُس نے عقد کر لیا تھا بھدیکہ ماتر تھی اس کے وحشیانہ حکم سے وہ بھی قتل کی گئی اور سلطان باقی اور اُس کے بھائیوں کے سر کند کھاڑی سے کاٹے گئے اور اس بد بخت کنبہ کی باقی ماندہ عورتیں اپنے اپنے مکانات میں ایسی سختی سے قید کی گئیں کہ قاتل کے اسے وہیں ہلاک ہو گئیں۔

الغرض یہ لڑائی کی آگ جو ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کی خاطر چاروں بھائیوں کے باہم بھڑکی تھی پانچ باہم سال کے اندر یعنی تقریباً ۱۶۵۵ء سے ۱۶۶۰ء تک چمک چمک کر بج رہی تھی۔ اور اُس کی جاری کی خبر پا کر سب

شاہجہاں کے اقامت گیری اور عہد اور گنجینہ

مسلطہ یا اکسٹریک اس طرح خاتمہ کو پہنچی اور اورنگ زیب اس عظیم الشان سلطنت کا اکیلا ہی الگ بن گیا۔

بقیہ حاشیہ مندرجہ ذیل - ہمایوں سے پہلے مراد علی نے گجرات میں بغاوت کی تھی اور آخر کار شجاع کے ارکان میں چلے جائے کے بعد سلیمان شکوہ سری نگر سے قید ہو کر دہلی میں پھر بھی عادی الاوقاف حشمہ جری کو پہنچا تھا۔ اس حساب سے یہ لڑائی ہمدانی تین برس سے زیادہ چلی رہی۔ گریبا معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے اس قصہ کا شروع اس وقت سے لیا ہے جب کہ شاہجہاں نے فساد کے اندیشے سے شہر دہلی کو بطورہ بطورہ صوبے سے کرنا لیا۔ مسموح۔

شجاع کی شکستوں اور ارکان کو جانے کا حال جس طرح پر بلا اختلاف مانگیر نامہ اور آفریبا نگری اور میر انشا خویں میں لکھا ہے اس کا اصل یہ ہے کہ مرگیر سے ہما گئے کے بعد اُس نے ٹاٹہ کو اپنا محل و مرکز قرار دیا اور یہ حالت یہیں بسر کی اور جب میر علی کی آمد آوے تو دیکھا کہ یہاں بھی ٹھکانا نہ دیکھا تو اپنے مددگار بھٹے میٹوں اور قریب تین سو روکوں چاکروں کے دیکھتوں میں شکر راج محل کو بھاگ گیا جہاں پہلے سے اُس کا بیٹا بیٹا راج الدین اس فرض سے گیا ہوا تھا کہ وہاں کے حاکم رشید خاں نامی نے جو تک حوالی کر کے میر جٹ سے سازش کر لی تھی اور اس کی تحریک سے راج محل کے رئیس معصوم خاں کے بیٹے صوفیوں نے کسی قدر عداوت پکڑ رکھا تھا اُس کو فرو کرے۔ چنانچہ رشید خاں کو تو اس سے جانتے ہی جب کہ وہ مسلم کو حاضر ہوا میں دربار میں قتل کرادیا تھا۔ اور بلحاظ اپنی تنگ حالت کے ارکان کے ماہ سے پیغام و سلام کر کے اور تحفے مختلف بھیج کر صوفیوں کی سرکوبی کے لئے اُس کی بہت سی جسطکی کشتیاں منگوا لی تھیں اور انہوں نے اُس کے ساتھ جو کہ صوفیوں کو شکست دینے میں اپنی مادت کے صوفی راج محل کی رہیت کو بھی بہت تیار کیا اور اکثر لوگوں کو بھی میں بہت سے مسلمان بھی تھے قید کر کے ساتھ لے گئے اور راج الدین نے اس حد کے صلہ میں اُن کو بہت سائنقہ و جنس دے کر رخصت کیا اور ماہ سے یہ فیصلہ لیا کہ اگر شجاع کو مجبوراً ارکان میں آنا پڑے تو اُس کی کچھ فوج راج محل میں آکر اس کو دہلی لے جائے۔ چنانچہ راجہ نے اپنے رشتہ دار چانگام کے حاکم کو جو اُس وقت تک یہ مقام ملک دارکان میں داخل تھا یہ حکم بھیج دیا تھا کہ جب شجاع طلب کرے تو کچھ فوج اُس کی مدد کو بھیج دے۔ پس جب شجاع راج محل میں پہنچا تو چار اپنے چند مستحق شخصوں کو فوج لے کر بھیجا تاکہ ساتھ ہو کر اُس کو دہلی لے جائے اور ایک جینے تک اس کے انتظار میں بیٹھا رہا لیکن چونکہ میر جٹ دہلی سے اُس کے تعاقب میں چلا آتا تھا اس لئے اپنے بیٹوں میٹوں اور دو چار سرداروں اور چند سپاہیوں اور خواجہ سراؤں وغیرہ کے ساتھ

جواب کا اظہار چھوڑ کر کشتیوں میں بیٹھے وہاں چل دیا۔ راج محل چھوڑنے کے پورے دن وہ لوگسہن پڑے۔  
 سنے اب سے جہن جھپٹ پچھلے راجہ اور چانگام کے حاکم کے پاس روانہ کئے تھے معاہدہ اراکانی اور  
 زرگستانی کشتیوں کے جو صلے اور سازدسان سے بکڑی درست تھیں اور جن کو چانگام کے حاکم نے  
 کے نشا کے موافق روانہ کیا تھا۔ راجہ اور چانگام کے حاکم کی خبر ہواں کے ساتھ ہیں وہ وہی کی حالت  
 میں آئے مگر اراکانی سرداروں نے یہ کہا کہ اگرچہ ہم آپ کی مدد کے لئے آئے ہیں اور راجہ کا خود بھی ارادہ تھا  
 کہ لگ کے لئے چانگام میں اگر تیرے اسی بیچے سے جنگی کشتیوں کا اور بھی زیادہ مضبوط۔ لازہ۔ یعنی  
 بیڑہ روانہ کرے اور جنگی کی راہ سے بھی کچھ مدد بھیجے لیکن یہ سب کچھ اس صورت میں تھا کہ آپ راج محل میں  
 اپنے ملک میں تھیر کر ہر جگہ کے مقابلہ کا سامان کرتے اور آپ کے اراکان میں لے جانے کا ہم کو حکم نہیں  
 ہے۔ اب چونکہ یہاں سے قریب ہی موضع پہلہ میں روحانجا دی مقام ہے جس کو حال کے انگریزی عقول  
 میں بھلوا یا کھا ہے۔ اور وہاں سے نیچے تقریباً نو میل کا اور چانگام کے وسط میں دریا کے کنارے ہے۔ انجھا  
 سرحد پر بادشاہی قلعہ اور تھانہ تھا اس لئے شہنشاہ کا ارادہ ہوا کہ اس پر قبضہ کرے اور وہاں تھیر کر  
 اراکانیوں کی مدد سے آئندہ کے لئے کچھ بندوبست کرے مگر جب قلعہ پر تعزید ہو سکا تو شہنشاہ نے اراکان  
 والوں سے جنگی ہواؤں کو قلعہ پر حملہ کرنے کی درخواست کی۔ لیکن انھوں نے کہا کہ ہمارے معمول کے برخلاف  
 ہے۔ اعتبار پانی بہت تھیر کر تو آپ ہندو سے آگ برسانے کو ہم حاضر ہیں۔ اور شہنشاہ کے امر سے ناراض  
 ہو کر آخر کار درے کے پیچھے بن گئے۔ اور صاف کہہ دیا کہ اگر قلعہ آپ کی کوشش سے ہاتھ آجاتا تو مضائقہ  
 دیتا کہ ہم آپ کو اس میں بٹھا کر آپ کے ایک لڑکے کو اراکان لے جاتے اور راجہ آئندہ کے لئے جو حکم دیتا  
 وہ کرتے۔ لیکن اب تو یہی بہتر ہے کہ آپ خود اراکان کو تشریف لے جائیں۔ چنانچہ وہ اس پر رضی ہو گیا اور  
 چشمنہ رمضان شمسہ کو وہاں چلا گیا۔ اور سوائے آن چاہیں رفیقوں کے جن کا حال پیچھے ایک عاشق  
 میں کھینچا جا چکا ہے۔ اس آفت میں اور کسی نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ اور وہیں دم ت سے وہاں پہنچا اور جو  
 مصیبتیں وہاں پیش آئیں ان کی نسبت صاحب عالمگیر نامہ نے بھلا یوں کھا ہے کہ

بعد از قطع مراحل اواروئے لہو ہائے غوغا بہ جزیرہ رنگ کا ازل سرور ہائے عالم و سکن  
 کفر و فساد شمع است سیدہ از تیر و کشتی و جزیرہ طام آبی سرزمینِ ہمشہ و رشود و خامت  
 حال و سرورے نائل با مشہدِ گنگن شد و سلاطین کا آئین جفا ثبت بعد از وصول بان دولت  
 فسادتِ نیمادہ ملا تا جہاں سرگرد و آن قوم جو خداداد کہ ہزاراں جزیرہ طراز شہرستانی کی میت  
 و کشمکشِ انسانیت و عاز طبع و جانی و مالش و شہا و مروت و مروتی چھو رہند بعد از یہی و مل و غر و مشرق

شاہجہاں کے اہل امیری اور عہدوں کے سب

ازبک کے سفیروں کی آمد | لڑائی کے ختم ہوتے ہی ازبک قوم کے تاتاریوں نے بڑی مہلت کے ساتھ اپنے سفیر اورنگ زیب کے پاس بیٹھے۔ جس زمانہ میں شاہجہاں نے اُس کو اپنی فرج کا سپہ سالار بنا کر خانِ سمرقند کی مدد پر روانہ کیا تھا۔ لیکن اس سے لڑ رہا تھا بھیجا تھا یہ بہت سی لڑائیوں میں اُس کی بہادری اور جنگی لیاقتیں دیکھ چکے تھے اور اس سبب سے مورتے تھے کہ بہادر اُس کو ان کی وہ دعا باری یاد دینے کا شایہ ضرور گذشتہ۔ ورنہ کور خواہ شد :

گواہی منصف نے اپنے اس وعدہ کے سواغ کوئی تفصیلی حال اس منصب کا آگے کہیں بیان نہیں کیا۔ اور نہ کسی اور کتاب میں سہری نظر سے گذرا۔ س م ح

یہ امام علی خاں اور نذر محمد خاں ازبک قوم کے دو بادشاہ اورنگ زیب کے تھے اور ان کے باہم ملک میں طرح پر تسلیم تھا کہ سمرقند اور بخارا امام علی خاں اور بلخ و بدخشاں نذر محمد خاں کے پاس تھا۔ لیکن جب امام علی خاں زوالِ اعداء کی وجہ سے کہ منظرِ کربت کر گیا تو سمرقند اور بخارا بھی نذر محمد خاں کے قبضہ میں آ گیا۔ گواہی کی سخت گیری اور محمد کے تدبیری سے اُس نذر محمد تک آ گئے اور انھوں نے اس کے بیٹے سے عہدِ عزیز خاں کو بخارا اور سمرقند کا صلہ بادشاہ بنایا اور صرف وہی بلخ اور بدخشاں اس کے پاس رہ گیا۔ لیکن چونکہ وہاں بھی بے انتظامی اور انتہری پھیل گئی تو مجبور ہو کر اس نے یہ حاکم کی کوشا جہاں سے اعلیٰ کا طالب ہوا اور بلخ و بدخشاں و سمرقند و بخارا کو اپنا ملک سمجھ کر واپس آ گیا۔ اُس کو اپنے قبضہ میں لانے کا جہتِ آزموئے تھا اور اس کی اُس حرکت کو بھی نہ بھولا تھا جو اس نے جہانگیر کا مرنے سے پہلے ہی کابل کو آن گیرا تھا پس اُس نے سمرقند کو نیست بھج کر شہزادہ ملا بخش اور میر الامیر علی موافق خاں کو امداد کے صلہ سے بلخ کو روانہ کیا اور خود بھی لاہور سے کابل کو کوچ کر دیا۔ چنانچہ جب بلخ سے ایک منزل پر نذر محمد خاں نے اپنے دو بیٹوں بہرام اور سبحان علی کو شہزادہ کے استقبال کے لئے بھیجا تو بہت سی خاطر و مدارات کے بعد ان کو یہ پیغام دے کر واپس بھیج دیا گیا کہ آپ اطمینان رکھیں ہم بے غم و فکر کے ساتھ آپ کی مدد کے لئے آئے ہیں۔ مگر جب اگلے روز بلخ پہنچا تو امداد کی جگہ تلخ و تاغی ہوا بنا چلا اور یہ دیکھ کر نذر محمد خاں امداد اپنے ایک بیٹے کے مجبوراً ایران کو بھیجا گیا اور انھوں نے باہر لاکھ مددیں اور جراثیم اور ملائی چیزوں اور رُو حاتی ہزار گھوڑوں اور چھ سو اونٹوں پر عہدہ میں تھے قبضہ کر لیا اور اُس کے دو بیٹوں اور تین لڑکیوں کو شاہجہاں کے پاس کابل بھیج دیا جن میں سے بہرام کو مغلطاش پنج ہزاری کا منصب ملا ہوا اور عبدالرحمن کو تربیت کے لئے دہلی لے کر واپس لے کر دیا۔

ہو کہ جب وہ دشمن کے تخت گاہِ بلخ پر قبضہ کر لینے کو تیار تھے انہوں نے باہم صلح کرکے کاش کی سپاہ کو اپنے ہاں سے نکال دینے کے لئے اس وجہ سے بالاتفاق کو بیشنیں کی تھیں کہ کہیں دوزن ہی کا ملک اس طرح نہ چھن جائے جس طرح اکبر نے کشمیر و جبین لیا تھا۔

بقیہ حاشیہ ستر گزشتہ - کیا گیا اور لڑکیوں کو باوخواہ کی بڑی بیٹی معروف حکیم صاحبہ سے بہت اعزاز سے اپنے پاس رکھا گیا جب مراد بخش چند نصایاں بھیج کر بااختیار حکم کے واپس چلا آیا۔ اور سعد اللہ خاں مذہب سے بھی دواں لاکھڑی نظم و ضبط دھڑکا تو شاہجہاں نے اورنگ زیب کو بھیجا جو جاہلی اللہ علیہ وسلم جہری کی پہلی تاریخ کو وہاں پہنچ گیا اور نذر محمد خاں کے بیٹے عبدالعزیز خاں والی حجاز و مدینہ اور انکے سرداروں سے جو نہایت جرم کے ہوتے تھے خوب پٹانیاں پھریں اور اورنگ زیب نے وہ چستی دھا لاک اور جہاں سمیری دکھائی کہ دشمن بھی دنگ ہو کر چٹا نہی ایک روز جب کہ انہوں نے اپنی زبردست کاموں سے تیروں کاغذ برسا رکھا تھا انکے دال بڑھائے کو اپنی زبردست رزائی اور نو سال کھول کر کھینک دی اور کہا آج اسی طرح تیروں کے ساتھ ایک اور رزائی ہیں جب کہ مخالفوں نے نہایت ہی انہور کر رکھا تھا سرداری سے اُتر کر اسی بیٹے کو لیا اور اطمینان کے ساتھ نماز ظہر پڑھا جات ادا کی کہ جس کی کیفیت سننے سے عبدالعزیز خاں کو اس کئے گئے سچے چٹا اور شاہجہاں کے حضور میں حاضر ہوا ہی چڑا اور نذر محمد خاں نے بھی اورنگ زیب کی خدمت میں اپنا خط متعین اطاعت و اخلاص بھیج کر اس کے موربہ سے اسی اور صلح کی درخواست کی جس کو شاہجہاں نے نہایت مصلحتی کرکے اس وجہ سے قبول کر لیا کہ چار سو نو روپیہ اب تک غریب ہر چکا تھا اور فائدہ کچھ بھی نہ تھا۔ اور اورنگ زیب اسی طرح ملک کو خالی کر کے واپس چلا آیا۔

ملکہ شہزادہ میں ایک شخص سا جوانی ہوا چہ کہ گر شاہ سپ کی مثل سے یعنی ایرانی خاں گنگا تھا، راجہ سہیل تریاں دوا کے کشمیر کا راجہ جس کو بعض حکاموں میں خاں و سہل لفظ کی غلطی سے سہیل اور دلاور راجہ اور جین پٹھ سے کہا ہے) خانم جو کہ مراد خود خوں کے باعث زمرہ رفتہ نہایت صاحب اقتدار ہو گیا تھا چنانچہ ملکہ شہزادہ میں جب سہیل کا بیٹا جو برائے نام راجہ تھا مر گیا تو اس کا مقتدر اور مصلح وزیر شاہ سہیل جو اس ساہر کا بیٹا تھا سلطانِ قسطنطنیہ کے حضور کے خود ہی راجہ بن گیا۔

اس طرح پر چند راجاؤں کی حکومت کا سلسلہ تو منقطع ہو گیا اور دوسرے تیرہ برس تک قسطنطنیہ کی اور دے لوگ شہزادہ حکمرانی کرتے رہے۔ مگر جب اس سلسلہ کے اخیر بادشاہ صاحب شاہ ابنِ نازک شاہ کو رو سہیل کے بیٹے کی طرح صرف ہر اسے نام بادشاہ تھا، مسئلہ یہ ہیں اُن کے کشمیری وزیرِ نازی خاں

شاہجہاں کے اہلیم امیری اور مہاراجہ گنگوہی

چک سے بے دخل کر دیا تو سلطنت چکوں کے خاندان میں منتقل ہو گئی۔ اور غازی خان کی وفات کے بعد  
برائے کے بھائی میں شاہ اور علی شاہ لاہور میں شاہ بہت باوقار ہوئے تو میں شاہ شہنشاہ جلال الدین  
محمد اکبر کی خدمت میں حاضر ہوا تھا کہ کچھ کرانہ اور احاطت کرتا رہا اور علی شاہ نے تو یہاں تک تاجپوری علی علی  
کی کہ اکبر کا خطبہ اور کتبہ بھی جاری کر لیا اور شاہنشاہ سلیم (جہانگیر) کے لئے اپنی بیٹی کا دہن بھی روک دیا۔

جس واقعہ کا اکثر برسرِ شاہ رو کرتا ہے وہ یہ ہے کہ جب سید مبارک خان باہمی ایک کشمیری  
سرور نے علی شاہ کے بیٹے یوسف شاہ کو کشمیر سے خارج کر دیا اور مرزا سید یوسف خان مشہدی مرزا  
درجناب کے دربار سے استعفاء کے لئے بمقام خیمہ و سکری اکبر کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس سے مرزا  
فکر اور راہ بان سنگھ والی جو وہاں کو اس کی مدد کے لئے مامور فرمایا اور غرض کہ میں خلیفہ مقابلہ کے  
بعد کشمیر چلا آئے تو یہاں آگیا کہ وہاں میں اکبر نے کابل سے آئے ہوئے جلال آباد سے ایک اعلیٰ مد  
فرمان کے بعد دیکھا اس نے فرما کر اس کا استقبال کیا اور حیدر خان عرف یعقوب اپنے بیٹے کو بہت سے  
تھوڑے خزانے کے ساتھ اکبر کی خدمت میں بھیج دیا یہ شہزادہ ایک برس تک حاضر و باہر رہا مگر کبھی جو آئی کسی  
باعث سے گھر کر بڑا اجازت کشمیر کو چلا گیا۔ اب اکبر کو لگ بھگ نصف کھینے کے لئے حاضر بہاد مل گیا اور  
یوسف شاہ کے نام ایک خدمت فرمان جاری ہوا کہ خود حاضر ہونا اپنے باپ کے حاضر کرے۔ مگر جب تعمیل  
میں دیکھی کہ پہلے ہی سے تو تین تھی پہلے بہانے ہوئے تو کشمیر کو فرار بھی دی گئی۔ اور جب  
یوسف شاہ مدعا اپنے بیٹے کے جو اس مصیبت کا باعث ہوا تھا مرزا شاہ رخ اور راہ بان سنگھ  
ان کے شاہی مامورہم کے لشکر میں حاضر ہو گیا تو کشمیریوں نے ہوائی آزادی کو قائم رکھنا چاہتے تھے  
اُس سے ناراض ہو کر میں چک کو اپنا حاکم بنا کر مقابلہ کی تیاری کر دی۔ مگر یعقوب باپ کو چھوڑ کر  
پھر کشمیر کو بھاگ گیا اور کشمیریوں نے اُسے شاہ اسماعیل کا لقب دے کر بادشاہ بنالیا۔ لیکن ایک  
نعت لڑائی کے بعد کشمیری سردار مغلوب ہو کر حاضر ہو گئے اور ۹۳ھ میں اکبر کا سکے خطبہ پھر جاری  
ہو گیا۔ اور مرزا خان اور سلیم اور شکاری ہند سے بطور غلام مقرر ہو گئے۔ اس کے بعد اگرچہ یوسف  
بادشاہ کی خدمت میں غارت خود حاضر تھا مگر یعقوب اب بھی چاہتے احاطت نہیں کرتا تھا اس نے  
پھر نوٹ کشی ہوئی وہ اور جس چک کچھ عرصہ تک مقابلہ کرتے رہے مگر آخر کار جس چک و قلعہ کشمیری  
سردار سب حاضر ہو گئے اور لگ بھگ کشمیر ضلع سلطنت منظر ہو کر مرزا یوسف خان مشہدی جو لیاقت اور  
دانشدہ ہی میں مشہور شخص خاص ہو کر رہا۔ اور اب کشمیری ایسے مغلوب ہو گئے اور ان کا یہ کوتاہ  
اندیشہ بادشاہ یعقوب اس حالت کو پہنچ گیا کہ ۹۴ھ میں جب شہنشاہ کشمیر کی سرکھو گیا تو وہاں

چونکہ یہ اُن تمام واقعات سے جو ہندوستان میں گذرے تھے اور اورنگ زیب کی فتوحات اور سلطنت کے دوسرے دعوے داروں کی کامل ہرادی اور موت سے خوب واقف تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ اگرچہ شاہجہاں زندہ ہے مگر فی الواقع اُس کے بیٹے کے بادشاہ ہونے کو سب نے مان لیا ہے اس لئے انتقام کے خوف یا جلی طبع اور طبی لالچی کی تحریک سے اس اُمید پر کہ شہنشاہ ہندوستان کے ہاں سے عہدہ ہوتے ہاتھ آئیں گے مبارکباد کہنے اور خدمت کے لئے اپنی آمادگی ظاہر کرنے کو انہوں نے اپنے اپنے اُلٹی سوانہ کئے مگر فتح کے بعد یہ پیغام جس قدر کے قابل تھے اورنگ زیب اُس سے بخوبی واقف تھا اور خوب جانتا تھا کہ صرف ملکہ کے خوف یا مال کی طمع سے ان کو بھلا ہے۔ لیکن تاہم مناسب طور پر اُن کا استقبال اور خاطر تواضع عمل میں آئی اور چونکہ اُس روز دربار میں نیا نبات خود موجود تھا اس لئے ہر ایک بات کو صحیح طور پر بیان کر سکتا ہوں۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ انہوں نے دربار ہندوستان کی زم ادب کے موافق کسی قدر فاصلہ سے بادشاہ کو سلام کیا۔ یعنی سر جھکا کر اور تین دفعہ اپنے ہاتھ زمین تک لے جا کر اور پھر پختی تک لا کر تین بار سلام کیا اور اس کے بعد اگرچہ وہ اس قدر نزدیک پہنچ گئے کہ اورنگ زیب خود اُن کے ہاتھ سے خریٹے لے سکتا تھا۔ لیکن یہ رسم ایک امیر کی معززت اور ہوتی۔ یعنی اُس نے ان سے لے کر کھولے اور پھر بادشاہ کو دیتے۔ اور اُس نے بڑی متانت اور وقار سے پڑھ کر حکم دیا کہ ہر ایک سفیر کو "سراپا" (جس کے معنی ہیں سر سے پاؤں تک کا لباس) عنایت ہو۔ چنانچہ نہ ہفت کی ایک ایک تہا اور ایک ایک کپڑی اور ایک ایک زدی کا ریشمی پنکھہ ملا ہوا اور اس کے بعد جو حوائف وہ اپنے اپنے خانہ کی طرف سے لاتے تھے پیش ہوئے۔ یعنی نہایت عمدہ لاجورد کے بنے ہوئے کئی صندوق تھے اور لمبے لمبے بالوں والے کئی اونٹ اور چند نہایت بقیہ حاشہ منور گذشتہ۔ میدانظر کے روضہ نماہوسف خان کی سفارش سے حاشیہ کی تصویر معاف ہوئی تو کہہ لے بجائے تاج بخشی کے اُس کو اپنی پاؤں میں ملائی جس کو وہ اپنی کپڑی پر باوجود بارہا حاضر ہوا

داخرا و از سیر الناعریں و نگار کشیدہ زیورہ) س م ۷

ملکہ کتاب معزز الادب میں لکھا ہے کہ کاشفہ واقع ترکستان کا رنگ لاجورد سب سے بہتر ہوتا ہے۔ س م ۷



شاہجہاں کے ایامِ امیری اور عہدِ مہکتیہ

موصورت ترک گھوڑے لگا کر چہ وہاں کے گھوڑوں کی زیادہ تعریف اصالت ہی کی ہے، اور کئی اونٹوں کے پرچہ کی مقدار میں تازہ میوے مثل سیب - ناشپاتی - انگور اور سرود وغیرہ ہدیہ میں اکٹھا اسی ملک سے آتے اور جاڑے بھر بکا کرتے ہیں اور اسی قدر خشک میوے مثل آلو بخارا - خربانی اور کشش اور دو قسم کے سفید اور سیاہ انگور جو بہت بڑے بڑے اور نہایت لذیذ تھے جن کو لافظ فرار کا اور نگ زیب نے سفیروں سے فرمایا کہ خان صاحبوں کے ان تحائف سے ہم بہت خوش ہوئے۔ اور سفیروں کی خوبی اور اونٹوں اور گھوڑوں کی موگی کی بڑے مبالغے سے تعریف کی۔ پھر اُن کے ملک کی درخیزی کا کچھ ذکر کر کے سر قند کے در سدا اعظم کی اہمیت چند باتیں پوچھ کر کہا کہ اچھا اب آمام کیجئے۔ ادگاہ گاہ و دربار میں آتے رہئے۔ ہم آپ کی ملاقات سے خوش ہوں گے۔ چنانچہ جس طرح ابن الہیچوں کا استقبال وغیرہ ہوا اُس سے یہ بہت خوش اور رضا مند و بار سے رخصت ہوئے اور ہندوستان کے طرزِ سلام سے ہونی لڑاقی ایک ذلت ہے کچھ رنجیدہ نہ تھے۔ اور خداس سے کچھ ناراض تھے کہ خود بادشاہ نے ہمارے ہاتھ سے خریدے کیوں نہ لے اور مجھے یقین تھا کہ اگر اُن سے آگاہ نہیں ہوئیں بھالائے یا اس سے بھی زیادہ کسی اور رسمِ انکسار کے ادا کرنے کی خواہش کی جاتی تو یہ اُس کو یہی لافظ قبول کر چیتے لیکن یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اگر یہ اپنے ملک کے دستور کے موافق سلام کرنے یا بادشاہ کو اپنے ہاتھ سے خریدے دینے کی استدعا کرتے تو یہ منظور بھی نہ ہوتا۔ کیونکہ یہ رعایتیں صرف ایران ہی کے سفیروں کے ساتھ ملحوظ رہتی تھیں۔

شاہ شہنشاہِ عالم الدینی محمد اکبر کے زمانہ سے جس نے لباس اور رسوم و ریاہ وغیرہ میں تالیفِ عرب کے لئے بہت کچھ ہندو جاؤں کا طرز اختیار کر لیا تھا لوگ جس طرح راجاؤں کو نذرانہ دیتے تھے وہ بار کے وقت بجائے سلام کے بادشاہ کو سجدہ کیا جاتا تھا مگر شاہجہاں نے تخت پر بیٹھتے ہی اس کی ممانعت کی اور یہاں تک سب سالار کی رائے سے اُس کی عوض - آداب نہیں دوسرے مستور ہوا۔ یعنی وہ کوئی سلام کو حاضر ہو تو چاہیے کہ بادشاہ کے ساتھ دو لڑاں ہاتھ نہیں پرٹیک کر اُن کی پشت کو چم لیا کرے اور سادات اور علما اور مشائخ اور دولہوں کو حکم ہوا کہ صرف سلام کر لیا کریں اور رخصت کے وقت ہاتھ پڑھاؤ یا کریں مگر چونکہ اس میں بھی سجدہ کے ساتھ ایک طرح کی مشابہت تھی چند سال بعد اس کو بھی موقوف کر دیا اور اس کے عوض چوتھی فعلیات مقرر کر دی جو ایک مقامِ خاص سے جن کو آداب گاہ کہا جاتا تھا لوگ بلانے لگے۔

ہیں۔ بلکہ اُن کو بھی ہزار وقت سے یہ اجازت ملتی ہے۔

یہ لوگ چار چھینے سے زیادہ دہلی میں رہے۔ اور اگرچہ کئی بار چاہا مگر رخصت نہ ملی اور اتنے دنوں تک یہاں رہنا ان کی تھک سستی کے لئے ایسا معجزہ تھا کہ یہ دوران کے اکثر ہر ای طویل ہو گئے۔ بلکہ کئی شخص تھک بھی گئے۔ مگر بے مشغول رہے کہ ان کو گرمی کے باعث جس کے یہ مادی نہ تھے یہ تکلیف ہوتی یا کہ جسم اور لباس کی کٹافٹ اور خوراک کی قلت کے سبب سے کیونکہ ان کے ذہن کا تمام دنیا کے لوگوں سے بڑھ کر نہیں اور بنیل اور کٹافٹ رہنے والے ہیں۔ چنانچہ جو لوگ اس سفارت میں آئے تھے سب کے سب جو روپیہ خرچ کے طور پر اور تنگ زیب کی طرف سے اُن کو ملتا تھا ہر جمع کئے جاتے تھے اور ایسی فست سے گزارا کرتے تھے جو کسی طرح بھی اُن کے مناسب حال نہ تھی۔ مگر بایں ہر ان کی رخصت کے وقت بڑی دھوم دھام اور رسم رسوم کا عمل و آداب یعنی ایک ایسے دربار تھا کہ جس میں تمام اسرار حاضر تھے دونوں لالچوں کو بڑے جتنی قسمت سرا پا ملتا ہوا اور حکم ہوا کہ دونوں کے ڈیسے پر آٹھ آٹھ ہزار روپیہ نقد بھی بھیجا جائے اور ان کے آقاؤں کے لئے بھی بہت گراں بہا سراپا یعنی بہت سے عمدہ تھان و نفرت کے اور کتنے ہی تھان میں زیب اور نعل کے اور چند ادا لگی ہو ایک ایسا کھڑا ہوتا ہے جو سنہری رو پہلی زری اور منجم کا کرتا جاتا ہے اور چند تالیں اور بڑا ڈوبنے کے دو تختہ انہیں حوالہ کئے گئے۔

لے نا لکیر نامہ اور آٹھ مالکیری سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں سفیر ایک ہی وقت میں نہیں گئے تھے۔ بلکہ پہلے تھی خان خلع و دروغاں والی تلخ نما سفر چھبیریں جادوی اشانی منشا کو حاضر ہوا اور شاہی مہر ترک شہر سے باہر استقبال کر کے اُس کو دربار میں لایا اور خلعت کے علاوہ مسیحی اور ہندو ہزار روپیہ نقد ملتا ہوا تھا اور چونکہ وہ مسیحی تھا اور نازاں اور صف کی حالت میں وہاں پہنچا تھا اس لئے جو تھی رجب مسند نہ کہ کو ایک مرتبہ چھری ہر شے سے امیروں کا اوراق اس فرض سے ملتا ہوتی تھی کہ اس کے ہمارے سے دربار میں کمر سے دیکھیں ملتا ہوں اور وہ سرور کہ ایک اشرفی اور ایسی صف کا ایک روپیہ عطایت ہوا مگر وہ چند روز بعد یہیں مر گیا۔ اور اُس کے ہزاروں کو آٹھ ہزار روپیہ نقد دے کر رخصت کیا گیا تھا اور مہر عزیز خان کا سفر ملکہ میں آیا تھا اور اس کا بل میر پرچہ جانا تھا کہ بادشاہ نے ایک سرور کو اس کی خاطر ترانہ اور مہاں جانی کے لئے روانہ کیا تھا اور جب وہ چوتھی رہی اشانی مسند نہ کہ کو شاہجہاں آدے کے ترچہ

سفیروں سے میری ملاقات | ان کے حیاتِ دہلی کے زمانہ میں میری تین ملاقاتیں ان سے ہوئیں اور مجھے میرے ایک دوست نے جس کا باپ

ملک اُنک سے دربارِ منلیہ میں آکر بہت دولت مند ہو گیا تھا یہ کہہ کر کہ یہ ایک طبیب ہیں ان سے ملا دیا تھا۔ ان ملاقاتوں سے میرا یہ مدعا تھا کہ حتی الامکان اُن کے ملک کے کچھ حالات دریافت کروں مگر وہ اس قدر بے علم اور جاہل بن گئے کہ جس کا مجھے وہم و گمان بھی نہ تھا یہاں تک کہ اپنے ملک کی حدود سے بھی واقف نہ تھے اور میں تاتاریوں نے چند ہی سال گزرے ملک چین پر غلبہ حاصل کیا تھا اُن کا کچھ بھی حال نہ جانتا تھے۔ غلام یہ کہ اُن سے ایک بھی نئی بات معلوم نہ ہو سکی ایک دفعہ مجھے یہ شوق ہوا کہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤں اور چونکہ یہ رسوم مختلف سے چنداں آشنا نہ تھے اس لئے اُن کے شریکِ طعام ہو جائے میں مجھے کوئی مشکل پیش نہ آئی۔ مگر اُن کا کھانا بہت ہی عجیب و غریب نظر آیا یعنی بھڑکھڑے کے گوشت کے کوئی بھی چیز نہ تھی۔ مگر بہر حال میں نے اپنے کھانے کا کچھ ڈھنگ نکال لیا۔ کیونکہ رستروخان ہر ایک تاب میں کچھ گوشت ایسی بکریٹ سے پکا ہوا بھی تھا کہ جس کو میں نے کھانے کے قابل سمجھا اور آدابِ مجلس کے لحاظ سے اُس کی تعریف بھی کرتا رہا۔ کیونکہ اُن کے نزدیک وہ نہایت ہی خوش ذائقہ غذا تھی۔ کھانا کھاتے میں ایک طرف بھی کسی کے سوا سے نہیں نکلتا تھا اور میرے یہ لطیف مزاح! میزبان جس قدر منہ میں سما سکتا تھا!! ہاتھ سے گھوڑے گا۔

بقیہ ماشہ معذرت۔ پہنچا تھا کہ دو بڑے امیراں استقبال کر کے دربار میں لائے تھے اور یہ ترکی گھوڑیں اور اونٹن اور گورہ چیزوں کے علاوہ چالیس ہزار روپیہ کی قیمت کا ایک نعل بھی تھا میں لایا تھا اور چونکہ یہ بھی بیارہی آیا تھا اس لیے خلعت اور مرغ خیبر اور آٹھ ہزار روپیہ نقد کے علاوہ ایک مرغ بھیجی اس کو بھی نہایت ہوتی تھی اور رخصت کے روز پھر خلعت اور مرغ بھیج دی اور جس ہزار روپیہ نقد کے مرمت ہوا تھا وہ آئے دن سے رخصت کے روز تک کل ایک لاکھ میں فروخت اس کو دیا گیا تھا جس معلوم ہوتا ہے کہ اکثر مرثیہ فاقہ اپنی یاد کی غلطی سے ان عدول سفیروں کے آئے کہ ذکرِ گھصلا ہے۔ س م م

اسلامی کتاب میں لفظ لاکھ لکھا ہے جو فرنگستان میں ایسے سالن کو کہتے ہیں جو کئی قسم کے گوشت کی برشیاں اور مصالحے لاکھ تک مختلف تیار کیا جاتا ہے۔ راکٹ

گوشت ٹھونے پہلے جاتے تھے۔ کیونکہ چمچ سے کھانا بالکل جانتے ہی نہ تھے۔ لیکن اس لطیف غذا سے جب خوب پیٹ بھر گیا تب قرآن کی زبان کھلی اور خوش انگلی طور پر ہم سے دلائل کہنے لگے کہ ازبک سب لوگوں سے زیادہ قوی ہیکل ہیں۔ اور تیر اندازی میں دنیا کی کوئی قوم ان کی ہم سہری نہیں کر سکتی۔ اور یہ کہہ کر اپنے تیراگھامیں سنگا نیرد عونی الواقعہ ہندوستان کی کمالوں اور قیروں کی بہ نسبت بہت لمبی تھیں اور کہا کہ ہم شرط لگاتے ہیں کہ اپنا تیر گھوڑے یا ہیل کے جسم سے پار کر سکتے ہیں۔ اور پھر اپنی دیہاتی عورتوں کی لائق قوی اور بہادری کی اس قدر تعریف کرنی شروع

۱۔ افغانستان اور ترکستان کے لوگ چھوٹے چھوٹے واسے بنا کر کھانے کو ایک دہائی بجتے ہیں اور چھینوں کے سامان کے کھانا کھانے کا طرز اہل یورپ سے بہت کچھ مشابہ ہے چھری کاٹنے اور چمچ سے کھانا کھانے کا رواج ممالک ایشیائی کبھی بھی نہ تھا اور اب تک بھی اس نے کچھ زیادہ رواج نہیں پایا۔ اور کھانے کے وقت کم بولنا آداب طعام میں سمجھا جاتا ہے اور ترکستان میں گھوڑے کے گوشت کا عام رواج ہے۔ چنانچہ میرے محترم دوست مولوی محمد حسین صاحب آزاد جنہوں نے ترکستان کی خوب سیر کی ہے اپنے ایک خط میں یوں اتمام فرماتے ہیں گھوڑے کا گوشت اس ملک میں عام ہے۔ بالذات کے فصالی میں جو بڑا عزیز اور طویل بازار ہوتا ہے میں نے دیکھا ہے کہ گوشت کی دانیوں اور چنے دکانوں پر اور دکانوں کے آگے جو گڑاڑے ہوتے ہوئے ہیں ان پر لٹکتے ہوئے ہیں۔ میں گڑاڑے گھوڑے کی دم کھتی ہے وہ گڑاڑے گھوڑے کا ہوا ہے کہ گھوڑے کا گوشت ہے اور میں یہ کہنے کی دم کھتی ہے کہ جاؤ کہ گائے کا گوشت ہے، میں پلاؤش کی دم کھتی ہے یا پلاؤش کا گوشت ہے۔ جب ہم کابل سے پنج کو روانہ ہوئے تو کھل دکانوں سے لٹتے ہوئے چلے تھے تاہم مالدار گھوڑا گھوڑا لگوا کر اتاری میں بیل بھر سکھ دیتی ایسے مقاموں میں اگر گھوڑے یا بیل کا بھجنا تو ممکن ہی نہیں گھوڑا چر رہا ہوگا۔ سامنے ہی ایک گاؤں تھا گدگدہاں کے تختے ہی چترے سے گھوڑے اور کرکڑی کر کے لٹے انہی اڑیاں جاگرم کہیں کیا تھب کی بات ہے کہ جس قوم کا ایک صنف گھوڑے کے گوشت کھانے پر ان کی شہی افزا ہے اسی کی قوم کے لوگ جب مختلف ملکوں میں سپاہ جرنی نے ان کے لشکارہ ویرس کو گیر لیا اور اہل شہر گھوڑے و فوجی جانوروں کے گوشت کھاتے یہ سمجھ رہے تو صلح ہو جاتے کہ بعد بھی کچھ ویرس بڑے شرفی اور مختلف سے گھوڑوں کی دالوں کے کباب اپنی میزوں پر لگاتے اور اور اقوام یورپ کی شہی اور مذاق کی کچھ پرمانہ نہیں کرتے تھے۔ تمام

کی کرگیا امیرنوں کو بھی اُن کے مقابلہ میں بہت طاؤک احام اور ڈرپوک سمجھا جا ہیے۔ اور اُن کی بہادری و فیرو کے بہت سے تلخے سُناے۔ چنانچہ خاص طور پر ایک شخص نے تو بھکر بھی تعجب میں ڈال دیا۔ مگر افسوس ہے کہ میں اُس کو اس آب و تاب کے ساتھ بیان نہیں کر سکتا کہ میں کے ساتھ انھوں نے بیان کیا تھا۔ یعنی میں زاد میں مانگنے پر اُنہوں کے ساتھ لڑائی میں مصروف تھا اتنا تھا کہ یہیں تین سو اوروں کا ایک گروہ جو ایک چھوٹے سے گاؤں میں جاگسا اور گروہوں کو لٹنے اور نظام بنانے کے لئے لوگوں کو کھڑے باندھنے لگا تو ایک بڑھیا نے اُن سے کہا کہ بیٹا میری صلاح الاذرا ان حرکتوں سے باز آؤ اور اپنی حیوت چاہتے ہو تو جلد یہاں سے نکل جاؤ وہ میری بیٹی جو باہر گئی ہوئی ہے اور جلد آیا چاہتی ہے۔ تم پر آن پڑے گی تو تمہارا کیا اور نہ کیا سب باہر ہو جائے گا۔ لیکن انھوں نے اُس بچہ پاری نیک دل بڑھیا کی بات یوں ہی منے میں اُڑا دی اور بہت دگرگوں کر لوتے اور لوگوں کو کھڑے باندھتے رہے مگر عجب لوٹ کے مال سے اپنے گھوڑے اور ٹٹولا دے کر اگلاؤں کے بہت سے باشندوں اور خداؤں بچہ پاری بڑھیا کو بھی قید کر کے لے چلے آکوس ٹوڑے۔ کس بھی دنگے ہوں گے کہ یہ بڑھیا جو بار بار پیچھے کو مڑ کر دیکھتی جاتی تھی۔ غرضی سے چلا کر ملی۔

میری بیٹی میری بیٹی اور اگرچہ وہ ابھی نظر سے اوجھل تھی مگر معمول سے زیادہ

لے لیکن اس کا اشتقاق بے ناکی ظنہ مہزاس سے ہے جس کے معنی پہتاؤں کے ہیں اور جس طرح قدیم فارسی اور سنسکرت میں اسم کے پہلے الف لگا کے جاتے تھے اُس کے معنی بھی کے ہیں اسی طرح حرف اے کے لئے سے ہو پرنزلہ الف کے ہے اُس کے معنی ہیں چھاتی مانی عورت کے ہو گئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ قدیم زمانہ میں یورپ کے شرق میں عورتوں کا ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا تھا جو اپنی مانی چھاتی اس فرض سے کٹ ڈالتی تھیں کہ تیرا عازمی اور نذرہ بازی کر سکتے ہیں کچھ الہادہ درجہ اور مردوں کو اپنی صحبت میں داخل دوتی تھیں۔ اور ایسی قوی اور جنگ ہوتھیں کہ ہمارے اس کے ساحل مصروف لے گزرن پر ایضاً نے کو چپک میں تھر مٹوں ندی کے کنارے ایک سلطنت قائم کر لی تھی اور بہت مہماندہ اور قوت و لیلاد سے قرب و جوار کی قوموں کو مسخر اور مغلوب کر رکھا تھا۔ مگر بعض مورخین ان روایتوں کو صرف افسانہ خیال کرتے ہیں۔ بہر حال اس روایت کی وجہ سے فرنگستان میں بہادر اور مردانہ دشمن عورتوں کے لئے یہ لفظ ایک اصطلاح بن گیا ہے۔ جس میں

گرداؤ کی دیکھ کر اور گھڑے کی ٹاپ کی آواز سن کر اُسے یقین ہو گیا تھا کہ میری بہادری بھی بھگے اور میرے رفیقوں کو بے رحم دشمنوں کے ہاتھ سے چھڑانے کے لئے آپہنچی ہے اور وہ یہ الفاظ کہ نہ جلی تھی کہ وہ لڑکی ایک ہفتہ دشمن گھوڑے پر سوار گئے میں کمان ڈالے اور کر سے ترکش باند سے ہوتے دکھائی دی اور وہ ہی سے لٹکاری اُگر اگر ہم سب مال بکھ دو اور قیدیوں کو چھوڑ کر چمکے اپنے مکان کو چلے جاتو تو میں اب بھی تمہاری جان بخشی کرتی ہوں! مگر انھوں نے جس طرح بھاری بڑھیا کی منت و مباحثت پر کچھ خیال نہ کیا تھا اُسی طرح اس کی بات پر بھی کچھ توجہ نہ کی۔ لیکن جب اُس نے اُن کی آن میں تین چار تیر مار کر اتنے ہی سہا ہوں کو زہن پر گرا دیا تب تو وہ سخت حیران ہوئے! اور ذرا اپنی کمانیں سنبھال لیں۔ لیکن لڑکی اُن کی زد سے بہت دھڑکی اور ہنستی تھی کہ کیا خوب! یہ نامروا اب اپنے رفیقوں کا جلا لینا چاہتے ہیں۔ الغرض وہ اس زد سے تیر پڑی اور ایسا خشک نشا نہ لگائی تھی کہ بے دیکھ کر یہ خوف زدہ ہندوستانی سوار ہکا بکا رہ گئے اور اُس نے آدھے تو قہروں سے مار لئے اور باقی ماندہ پر تلوار پکڑ کر اُن پر ہی اور سب کو بکڑے کر ڈالا۔

اورنگ زیب کی علالت | ابھی یہ بات جاری سفر دہلی ہی میں تھی کہ اورنگ زیب ایک ہڈیاں ہوتا تھا۔ اور زبان ایسی ایضاً گئی تھی کہ بات مشکل سے منہ سے نکلتی تھی طبع نا اُمید ہو گئے تھے اور مرنا یا غواہ اڑ گئی تھی کہ بادشاہ مر گیا ہے۔ مگر مددِ شہنشاہ کسی غرض سے اس بات کو چھپانے ہوئے تھی۔ اور یہ بھی مشہور ہو گیا تھا کہ ماجرہ جہنم سنگھ صوبہ دار گجرات شاہجہاں کو قید سے چھڑانے کے لئے چلا آتا ہے اور اسی ارادہ سے مہا بت خاں صوبہ دار کابل بھی (جس نے آخر کار اورنگ زیب کی اطاعت قبول کر لی تھی) یمن چار تیر ماروں کے ساتھ آگرہ کی طرف بڑھا آتا ہے۔ بلکہ لاہور سے بھی آگے نکل آیا ہے۔ اور یہ بھی شہرت تھی کہ اعتبار خاں خواجہ سرا شاہجہاں جس کی حراست میں شاہنشاہت جہ قمری سے چاہا ہے کہ اُس بڑے بادشاہ کو رہائی دینے کی ناموری بگے حاصل ہو۔

اور سر سلطان میرِ معلوم کا یہ حال تھا کہ امیروں کو دود سے دھندلا کر رشوتیں دے کر

شاہجہاں کے اہل امیری اور صدائے گنجینہ

انہا طرف دار بنانے کے لئے کوشش کر رہا تھا یہاں تک کہ ایک روز رات کو بھیس بدل کر راجہ جے سنگھ کے مکان پر بھی گیا اور نہایت منت و سہابت کے ساتھ اس سے کہا کہ آپ علانیہ طور پر میری جانب وارد ہن جائے اور درشن آکر یکم نے کئی ایک امیروں کے اتفاق سے جہن میں رتوپ خاؤ کا افسر علی، ندائی خان میر آفیں بھی تھا یہ بندوبست کر رکھا تھا کہ اورنگ زیب کے قسرے بنے سلطان اکبر کو میں کی عمر بھی سات آٹھ چارہن کی تھی خنت نشیں کرے بہرہ و نرین نے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ ہمارا اصل مدعا شاہجہاں کا قید سے چھڑا دینا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف مرام اناس کی تالیف طلب کے لئے ایک بہاد تھا اور یہ بھی فرض تھی کہ اگر بالفرض اقتدار خاں یا اور امیروں کی مخفی سازش سے وہ چھوٹ جائے تو لوگوں کی نظر میں ہماری بات بھی دہے حالانکہ جتنے ذی رحم اور مقتدر لوگ تھے۔ شاہجہاں کا دوبارہ خنت نشیں ہو ناول سے کوئی بھی نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ بجز جہنوت سنگھ اور مہابت خاں اور بعض اور امیروں کے جو علانیہ شاہجہاں کی مخالفت کے مرتکب نہیں ہوئے تھے ایسا کوئی بھی نہیں تھا جو اس بے چارے حق دار بادشاہ کو چھوڑ کر تنگ مرانی سے کھلم کھلا اور گنت پکا ساتھی ذہن گیا ہر اس لئے یہ لوگ بخوبی جانتے تھے کہ اس کا قید سے نکل جانا گویا ایک بھڑے ہوئے شیر کا پھوٹ جانا ہے۔ اور اس کی رانی کے اندیشہ سے تمام اہل دیار ہر اسان ہر دے تھے اور سب سے زیادہ اقتدار خاں اور بادشاہ اس بچارے بد نصیب قیدی بادشاہ سے بے وجہ بڑی سختیوں اور گستاخوں سے پیش آتا رہا تھا۔ لیکن اورنگ زیب باوجود شدید مرض کے باپ کی نگہبانی اور سلطنت کے کام کی طرف سے غافل نہ تھا۔ اور اگرچہ سلطان مستقم کو اس کی تاکید مہایت اور نصیحت بھی تھی کہ اگر میں مر جاؤں تو شاہجہاں کو قید سے چھڑا دینا مگر اقتدار خاں کو بفرمان بہ فرمان کھوٹا رہا ان میں برابر یہ تاکید تھی کہ عبادار اپنے کام میں سختی اور غفلت نہ کرنا اور بیمار ہونے سے پانچویں روز صبح کہ مرض نہایت شدت پر تھا اس نے کہا کہ ہم کو دہزار میں چلو میں سے یہ فرض تھی کہ بعض لوگوں کو جو اس کے سر جاتے کا گمان ہو گیا تھا وہ جاتا رہے اور کوئی عام شورش یا ایسا واقعہ جس سے شاہجہاں قید سے نکل جاتے ہوئے نہ پاتے۔ چنانچہ انھیں خیالات سے ساتویں اور نویں اور دسویں دن بھی وہاں میں آتا رہا اور نہایت قہم کی بات تو یہ ہے کہ تیرہویں روز اگرچہ

اتنی دیر تک فٹل میں رہا کہ مرنا اُس کا مرنا مشہور ہو گیا مگر تاہم ہوں ہی ذرا افاقہ ہوا تو باہر آیا اور راجہ جے سنگ اور دو تین اور بڑے بڑے امیروں کو بلا بھیجا تاکہ لوگوں پر ثناء بت ہو جائے کہ وہ زندہ اور سلامت ہے اور خدمت گاروں سے فرمایا کہ ہم کو پتہ لگ چکا ہے کہ ہندو بھلاہو اور اقبال خاں کے نام کچھ کہنے کے لئے کاغذ اور قلم دان منگایا اور سلطنت کی بڑی ٹہر جو ایک چھوٹی سی تحصیل میں جس پر بادشاہ کی ہستی ٹہر لگی ہوئی روشن آما بیگم کے سپرد رہتی تھی ایک خاص آدمی کے ہاتھ منگوا دیجی جس سے یہ امتحان منظور تھا کہ بیگم نے اپنی کسی ناجائز غرض کے لئے اُسے استعمال تو نہیں کیا۔ چنانچہ جس وقت میرے آغلے نے یہ سب خبریں سنیں تو میں نے دیکھا کہ اُس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے۔

• داد داد کیا استقلالِ طبع اور کیا حوصلہ ہے اورنگ زیب خدا تجھے سلامت

رکھے تجھے ابھی بڑے بڑے کام کرنے ہیں۔ اور یقیناً ابھی تیری زندگی باقی ہے۔

اور نبی الحقیقت اس حالت کے بعد اُس کی صحت میں رفتہ رفتہ ترقی ہو سنے لگی۔

**داراشکوہ کی بیٹی سے سلطان اکبر کے شہسوار کی نکاح** | اب چونکہ اورنگ زیب کی طبیعت روز بروز اعتدال پر آتی جاتی تھی

اُس کی یہ مرضی ہوئی کہ داراشکوہ کی بیٹی کو شاہجہاں اور بیگم صاحب کے پاس سے بلوا کر سلطان اکبر سے جس کی نسبت دلی عہد بنائے۔ اُسے کا احتمال ہے اُس کی شادی کیسے جس سے اُس کی دلی عہدی کو تقویت ہوئے کی امید تھی۔ کیونکہ یہ شاہزادہ اگرچہ ابھی بچہ ہے لیکن بہت سے مقتدر امرا اُس کے قرائبی ہیں اور نادر خاں رشا ہنواز خان وغیرہ کے قواسم ہونے کی وجہ سے ایسے خاندان سے ملاقات رکھتا ہے جو کسی زمانہ میں سقوط کے بادشاہ تھے۔ اور محمد سلطان اور محمد معظم کی ماتحتی صرف راجاؤں کی بیٹیاں ہیں۔

اگرچہ بادشاہانِ ہندو مسلمان ہیں مگر ہندوؤں کے ان شادی کر لینے میں ان کو کچھ حائل نہیں ہوتا خصوصاً جب کہ کوئی ایسا رشتہ امور سلطنت کے لئے مفید معلوم ہو اور خوبصورت عورت ہو ہی بھی ہاتھ آئے۔ لیکن اورنگ زیب کا یہ منصوبہ چل نہ سکا کیونکہ شاہجہاں اور بیگم صاحب نے بڑی نفرت کے ساتھ اس سے انکار کیا بلکہ خود اس کو لاغر شہزادی سے بھی

لے لیجئے کھسا جا چکا ہے کہ ان دونوں کی اندر لہجہ طائفہ نہ تھیں بلکہ ایک ہی رانی یعنی نواب بائی کی بیٹی تھیں اور محمد اکبر کی خضیا کا شاہانِ مستطی کی نسل سے ہونا بھی جیسا کہ ہم پہلے ایک طائفہ میں کہنے میں تھے۔



شاہجہاں کے اہم امیری اور مہمان گزین

نہایت بیزاری ظاہر کی اور بھاری قوت تک اس خیال سے کہ کہیں اُسے زبردستی نہ لے جائیں نہایت تردد اور بے قراری کی حالت میں رہی اور طمانیہ کبھی رہی کہ

”جان دیدوں گی اگر اُس شخص کے بچنے سے خاویٰ ذکروں کی جس نے میرے

باپ کو مارا ہے۔“

اورنگ زیب کی شاہجہاں سے بعض جواہرات کی طلبی اور اُس کا سختی سے انکار

اسی طرح اورنگ زیب شاہجہاں سے بعض خاص جواہرات کے حاصل کرہے ہیں۔ بھی کامیاب نہ ہوا جن کو وہ اُس مشہور و معروف

(خفہ طاقس) میں لگانا چاہتا تھا جس کو دیکھ کر ایک عالم کو حیرت ہوئی ہے۔ قیدی بادشاہ نے نہایت فقر سے یہ کہلا بھیجا کہ اورنگ زیب دانا قی املاضاف سے سلطنت کا کام کو تار ہے مگر خفہ کے معاملہ میں دخل نہ دے۔ اور جواہرات کی بابت اگر بے پھر ستائیں گے تو خبردار ان پتھروں کو کوٹ کر چرما کر دوں گا۔

ڈچوں کے سفیر کی بار بار پی آؤ کارڈز جن نے بھی اورنگ زیب کو خفہ نشینی کی مہاکا

دینے میں پیچھے رہنا نہ چاہا اور سفیر بھیجے کا امداد کیا اور اس کام کے لئے انہیں دیکھ کر تھوڑے کیا۔ جو اُن کی صورت کی کو تھی کا کارپردہ ادا علی اور بہت متعہ اور ذی لیاقت اور سلیم الہ سے ٹھنک تھا۔ اور چونکہ اُس کی یہ عادت تھی کہ شہرہ کار لوگوں کی راستے اور صورت پر چلنے میں اُس کو کبھی انکار نہ ہوتا تھا اس لئے یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے کہ اس نے اس کام کو اپنے ہم وطنوں کے قابل انجام دیا۔ اور گئے یہ اگرچہ دیار کے ضابطوں اور دستور میں ہیں ہمیشہ بڑی کہ فراہ شان و شوکت دکھاتا ہے۔

ادائی دین داری کا اہلکار بھی بہت کرتا ہے اور اس نے جہانوں کو دیا مختارہ کی فکر سے دیکھا ہے تاہم اس سفر کے ساتھ وہ بڑی مہربانی اور اخلاق سے پیش آیا۔ بلکہ یہ فرمایا کہ ہماری خصوصی ہے کہ مشراٹھ دیکھ کر اول ہندوستان کے دستور کے موافق آداب بکھالتے معنی آداب گاہ پو قلیات ادا کرے۔ اور پھر نزدیک آکر خاص اپنے ملک کی رسم کے موافق سلام کرے اور اگرچہ بیچ ہے کہ جو فرط مشراٹھ دیکھ کر حاضر ہوا تھا اورنگ زیب نے وہ ایک امیر کی وساطت سے لیا تھا اُس کو کچھ توہن کی علامت سمجھنا نہیں چاہیے۔

کچھ نگر از نگوں کے سفیروں کے ساتھ بھی ایسا ہی عمل ہوا تھا۔ ان ابتدائی رسوم کے سلسلے ہونے کے بعد مشرانے دکن کو اپنے تحائف پیش کرنے کا حکم ہوا اور اس کو اور اس کے چند یورپین ہمراہوں کو درخت کے "سراپا" پہنا لے گئے۔ چنانچہ بھلاؤن تحائف کے کچھ تو سُرخ اور سبز رنگ کی عمدہ باتات کے تھان تھے اور کچھ بڑے بڑے آئینے اور کچھ چین اور جاپان کی بنی ہوئی عمدہ چیزیں جن میں ایک ہانگی اور تخت دعائیں نہایت ہی خوبصورت تھیں جو بہت ہی پسند کیا گیا۔

شاہانِ مغلیہ کی یہ عادت ہے کہ فیروں کے سفیروں کو جہاں تک ممکن ہوتا ہے اس فرض سے ٹھیکہ رکھتے ہیں کہ ان کا دربار میں حاضر رہنا اور آداب و تعظیم سمجھانا سلطنت کی شان و شوکت کا باعث ہے۔ پس انڈیکن بھی میں جلدی کے ساتھ رخصت ہونا چاہتا تھا۔ ہر سال اگرچہ تاجپوری سفیروں کی نسبت اس کو بہت جلد رخصت حاصل ہو گئی یعنی جب اس کا سکرٹری دہلی ہی میں چل بسا اور کئی اور شخص بھی ہمارے ہو گئے تو اورنگ زیب نے اس کو رخصت کر دیا اور زبد ہنس کا ایک "سراپا" اس کو اور اس نے بھی زیادہ قیمت کا "سراپا" اور جڑاؤ وغیرہ مہربانی آمیز ایک شہنشاہانہ گورنر کے لئے منایت ہوا۔

سفیر کے جیسے ڈھول کی اصل فرض یہ تھی کہ دربار میں رسائی پیدا کر کے بادشاہ کا التماس حاصل کریں اور اپنی قوم اور اپنے ملک کے حال سے اس کو کسی قدر مطلع کریں

لئے تھا ہر یہ صرف مصنف کا قیاس معلوم ہوتا ہے۔ درجہ مائک الیشیا کی رسم کے موافق جان کا زیادہ دیر تک ٹھیکہ رانا خوش خلقی کی نظر سے ہوتا ہے۔ س م ح

لئے بیڑ یا کلب الیٹ کا قیاس نام ہے اور لفظ بی سے مشتق ہے جو ایک چھوٹی سی قوم تھی جو برصغیر کے ان ضلعوں میں رہتی تھی جو زائد حال میں اس کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ قوم سندھوی سے ایک سو برس پہلے وہاں سے انڈیا الیٹ میں آئی تھی اور اس کی وجہ سے پورے زائد میں الیشیا کا نام بیڑ یا مشہور ہو گیا تھا۔ مگر جس بیڑ کا ذکر مصنف نے کیا ہے وہ جو جمعہ عبادہ میں کوئی پچاس ہزار آدمی کی آبادی کا ایک مشہور اور بڑوں کے مشورہات کا دار الحکومت ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے ملک کی مناسبت سے اس کا نام رکھ دیا ہے۔ انظر انجام جم۔ س م ح

شاہجہاں کے ایام امیری اور عہد اورنگزیب

جندگاہیں اور دوسرے مقامات کے حاکموں اور عاملوں کے دل پر جہاں اُن کی تہذیبی کوششیں  
تھیں اُن کے بارے میں اچھا اثر پیدا ہوا اور اُن کو امید تھی کہ یہ لوگ یہ معلوم کر کے کہ وہ بھی  
ایک زبردست سلطنت کی رعایا ہیں اور بادشاہ تک رسائی رکھتے اور خود اُس کی خدمت میں  
اپنا عرض حال کر کے انصاف حاصل کر سکتے ہیں ہماری حماقت دکھیا کر رہ گئے اور تجارت  
میں نفل انداز ہوں گے۔ چنانچہ ان لوگوں سے اہل دربار کو اس بات کے یقین دلانے میں کہ  
ہماری تہذیب سے ہندوستان کو بہت فائدہ ہے بہت کوشش کی اور بہت سی جنسیں  
جو وہ یہاں سے خریدتے تھے اُن کی ایک بڑی لمبی چوڑی فہرست اس غرض سے دکھاتے  
تھے کہ اُن کے وہاں نشین ہو جانے کو اُن جنسوں کے خریدنے کے لئے وہ بہت سارے سامان جاری  
اپنے ملک سے یہاں لاتے ہیں۔ مگر اس بات کو ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے کہ سال بہ سال  
ٹانبا۔ سیما۔ دارمینی۔ لوگ۔ جاملیل۔ کالی مرہیں۔ عود اور ہاتھی وغیرہ بیچ کر کسی تعداد  
کھینچے جاتے ہیں۔

**اصول جہانگیری پر اورنگزیب کی تقریر** انھیں دلوں ایک بڑے امیر نے اورنگزیب

صفت فرماتے ہیں اس سے اندیشہ ہے کہ صحت جہانی بلکہ قرآن دانی کو ضعف پہنچے  
جس کو سن کر بادشاہ نے اس قلعہ ناصح کی طرف سے قومنہ پیر لیا گیا سنا ہی  
نہیں اور ذرا تحیر کر ایک اور بہت بڑے امیر کی طرف جہنایت دانا اور ذی علم تھا  
مترجم ہو کر فرمایا کہ اس کی یہ تقریر خاص اس امیر کے بیٹے سے ہو ایک لاجوان حبیب  
اور میرادلی دوست تھا مجھ سے نقل کی تھی کہ آپ تمام اہل علم اس باب میں متفق  
الفاظ ہیں کہ مشکل اور خوف کے زمانے میں بادشاہ کو جان بوجھوں میں پڑ جانا اور  
مزدوریت کے دقت رعایا کی بہتری کے لئے ہر ضائع اُس کے سپرد کی ہے تلوار پیر کر سیکھ  
جنگ میں جان دے دینا فرض و واجب ہے۔ مگر اس کے برعکس یہ نیک اور با شیر شخص  
یہ چاہتا ہے کہ رعایا کے آرام و آسائش کے لئے مجھے ذرا بھی تکلیف ذاتی چاہیے  
اور بغیر اس کے کہ اُن کی رفاہ و نفع کی تدبیروں کے سوچنے میں مجھے ایک رات  
بھی بے آرام رہنا پڑے یا ایک دن بھی بے سنی و عشرت اور لہو لعب کے بسر ہو یہ  
دعا یوں ہی حاصل ہو جائے اور اس کی یہ بات ہے کہ میں صرف اپنی تندرستی کو

مقدم جانوں اور زیادہ تربیش و عشرت اور آرام و آسائش میں مصروف رہوں اور اس کا یہی نتیجہ ہو سکتا ہے کہ میں اس وسیع سلطنت کے کام کو کسی وزیر کے نبردہ پر چھوڑ بیٹوں مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اس امر پر غور نہیں کیا کہ جس حالت میں مجھے خدا نے شاہی خاندان میں پیدا کر کے تحنت پر جمایا ہے تو دنیا میں اپنے ذاتی فائدہ کے لئے نہیں سمجھا بلکہ اہل کے آرام کے لئے محنت کرنا مجھ پر فرض کیا گیا ہے پس میرا کام یہ نہیں ہے کہ اپنی ہی آسائش کی فکر کروں البتہ انھیں کے رفقاء کی غرض سے جس قدر آرام لینا ضروری ہے اس کا مضائقہ نہیں اور سمجھتا ہوں اس حالت کے کہ انھیں و عدالت اس کی مقتضی ہر اقدار سلطنت کے قائم رکھنے یا ملک کی حفاظت کے لئے ضروری ہو اور کسی صورت میں رعایا کے آرام و آسائش کا نظر انداز کرنا جائز نہیں ہے اور رعیت کی آسائش و بہبود ہی ایک ایسی چیز ہے کہ جس کی نگہبھری ہونی چاہیے۔ مگر یہ شخص اس بات کی خبر نہیں پہنچا کہ اس آرام سے جو یہ میرے لئے تجویز کرتا ہے کیا کیا قبا میں پیدا ہوں گی اور یہ بھی اس کو معلوم نہیں کہ دوسروں کے ہاتھ میں حکومت کا دینا کیا بھی بُری بات ہے۔ اور سدی سے جو یہ کہا ہے کہ

”پادشاہوں کو چاہیے کہ ذات خود کار و بار سلطنت کا بوجھ اپنے اوپر

لیں ورنہ بہتر ہے کہ پادشاہ کھلانا چھوڑ دیں“

تو کیا اس بزرگ کا یہ قول لغو ہے؟ لیکن اپنے اس دوست سے کہہ دیجئے کہ اگر ہم سے تمہیں یا فرین حاصل کرنا چاہتا ہے تو جو کام اس کے سپرد ہے اس کو اچھے طور سے کرتا رہے۔ اور خبردار! ایسی صلاح جو بادشاہوں کے منہ کے لائق نہیں ہے پھر کبھی نہ دے اور انھوں سے کہ تم پروری اور آرام طلبی اور ایسے خیالات سے جو دوسروں کے صلاح و بہبود کے ٹکڑے و ترو دیں آدمی کو گھٹا ڈالتے ہیں۔ بچنے کی خواہش انسان کی طبیعت اور جبلتی کمزوری ہے لیکن ایسے فضول صلاح کاروں کی ہم کو حاجت نہیں بیش و آرام کے مشورے تو جاری رکھیں بھی دے سکتی ہیں۔

ایک خواجہ سر کے عشق کا واقعہ | انھیں دلاں میں ایک ایسا غمناک و اتعبدی  
میں ہوا کہ جس کا تمام شہر اور باغ و بستان شاہی  
محل سرا میں بہت بھر چا تھا اور جس سے میری اور لوگوں کی اس رائے کی کہ جو شخص

روحیت سے محروم کر دیا جائے اُس کو تعلق نہیں ہو سکتا۔ غلطی ثابت ہو گئی۔ غلطی دیکھا گیا  
 نامی ایک ذی رتبہ خواجہ سرائے ایک مکان بنا یا تھا جہاں کفریج خاطر کے لئے کبھی کبھی  
 جاتا اور بعض اوقات رات کو وہیں سو بھی رہتا تھا اور اُس کے ہمسایہ میں ایک ہندو  
 کا گھر تھا جو وائس لڈی ولیر واکاسم کہا کرتا تھا۔ یہ خواجہ سرائے کی بہن پر جو بہت  
 خوبصورت تھی عاشق ہو گیا اور اگرچہ کچھ عرصہ تک ان کا باہم ناجائز تعلق رہا مگر کسی  
 کو کچھ مشہد نہ ہوا کیونکہ یہ خوجہ تھا اور زمانہ میں آنے جاتے سے خوجوں کو کوئی بھی  
 نہیں روکتا۔ مگر آخر کار ان کا تعلق یہاں تک بڑھ گیا کہ اُس ہندو کو بھی اس  
 قسم کی خجریں پہنچ گئیں کہ لوگ اُس کی بہن کی پاک دہائی کی نسبت مشہد کرتے ہیں اور  
 اُس نے غصہ میں آکر اپنے دل میں یہ ٹھکان لی کہ اگر یہ سچ ہے تو دولوں کو لڑواؤں گا  
 چنانچہ کچھ زیادہ عرصہ نہ لگا کہ ایک رات کو یہ دولوں اکٹھے سوتے دیکھ لئے گئے۔ پس  
 اس نے دیوارِ غاں کو توڑ چھاتی میں خنجر مار کر مار ڈالا اور یہیں کو بھی ایسا زخمی کیا کہ اُس  
 کی دانت میں سر ہی پکی تھی اور اس دلدات سے محل سرائے شاہی میں نہایت جھک  
 اور شہد شہر چھپا ہوا۔ اور خواجہ سرائوں اور محل کی عورتوں نے باہم ایک کر لیا کہ جس  
 طرف سے اس شخص کو قتل کرنا چاہیے۔ چنانچہ اور نگ زیب جو اس ہندو کے مسلمان  
 ہو جائے تو اس کے اس گناہ کا کافی کفارہ خیال کرتا تھا اگر خواجہ سرائوں کے پرشہد  
 محوش پر ناراض نہ ہو جاتا تو اس کا اپنا مشکل تھا مگر اس پر بھی لوگوں کی رائے  
 ممبرائے ہے کہ خواجہ سرائوں کی عداوت اور اُن کے زور و اثر کی وجہ سے یہ بے پاک  
 شخص سلامت نہ رہ سکے گا۔

ہندوستانوں کا یہ خیال ہے کہ اگرچہ خسی کو دینے سے جائز غریب اور سیدھا  
 ہو جاتا ہے مگر آدمی پہ اس محل کا اثر برکس ہوتا ہے اور اُن کا قول ہے کہ کیا کوئی  
 خواجہ سرائے ایسا بھی ہے جو شہر اور مفرد اور بے رحم دیو؟ حالانکہ اس سے بھی انکار  
 نہیں کیا جا سکتا کہ ان میں بہت سے دغا دار اور فیاض اور شجاعت بھی ہوتے ہیں۔  
 انہیں دونوں اور نگ زیب کو روشن آرا بیگم پر دونا محرم شخصوں کو محل میں بلانے  
 لئے مصحف سے بارگاہ اس قدر طاقت کے خدا جانتے یہ کیا کھیل ہے۔ حالانکہ سیدھی راستہ  
 ہے کہ اُس کے خوجہ بنانے میں کوئی کسر نہ گئی ہوگی۔ س م م

۷ شہب چرا اور وہ بہت ناماںس ہوا اگر چونکہ شہب ہی تھا اس لئے بھائی بہن میں جلد صفائی ہو گئی اور اورنگ زیب ان دولاں آدمیوں کے ساتھ اس بے رحمی سے بھی پیش نہیں آیا جو شاہجہاں نے اس پر بھرت گرفتار مشن سے برتی تھی جو مہام کی دیکھ میں جا چھا تھا میں اس قصہ کو ٹھیک اسی طرح پر کر جس طرح ایک دولی پر تگین بڑھیا ہے جو بہت دے سے لونڈیوں کے طور پر عمل میں خدمت کرتی اور باہر آنے جاتے کی بھی مجاز تھی جیسے سنایا تھا بیان کرتا ہوں۔

روشن آباد یکم نے ان میں سے اول تو ایک بھان کو کئی دن تک اپنے پاس پھپھاتے دکھ کر حفظِ صحت حاصل کیا۔ اور بعد ازاں بعض اپنی خدمت گزار عورتوں کو جنھوں نے وعدہ کر لیا تھا کہ ہم رات کی تاریکی میں اس کو محل سے باہر کر دیں گے سہو کر دیا۔ مگر باقران عورتوں کو ایسا کرنے سے کئی نے دیکھ لیا بارہ خود ہی انشاءتے ماز کے اندیشے سے ڈر گئیں یا کچھ اور سہب ہوا۔ لیکن غلام یہ ہے کہ وہ تو اس کو چھوڑ کر بھاگ گئیں۔ اور یہ خوف زندہ قزوان محل کے باغوں میں اکیلا اور حیران بھرتا ہوا پکڑا گیا اور محل کے پاس بان و فیروز اس کو کشاں کشاں اور نگ زیب کے حضور میں لے گئے چونکہ بادِ عہد بہت ہی پریش اور تفتیش کے اس نے کسی جرم کے ارتکاب کا اقرار نہ کیا اور صرف اتنا ہی کہا کہ میں پلہ پر سے کود کر امد آ گیا تھا اس لئے اورنگ زیب نے حکم دیا کہ جس طرح سے یہ شخص یہاں تک آیا ہے اس کو چاہیے کہ اسی طرح باہر نکل جائے۔ لیکن خواجہ سراؤں نے بادشاہ کے حکم سے غالباً حجابِ ذکر کے اس کو دلہا سے نیچے گرا دیا اور دو سرا جنھیں بھی اسی طرح یاغ میں اور حراڈھر بھرتا ہوا پکڑا گیا تھا اور اس نے ظاہر کیا کہ میں دروازے کے راستے سے آیا ہوں جس پر بادشاہ نے اس کو تو اسی راستے سے باہر نکلوا دیا مگر خواجہ سراؤں کو میرا سخت سزا دینے کا مسم ارادہ کیا کیونکہ نہ صرف خلیفہ ناموس کی خاطر بلکہ بادشاہ کی ذاتِ خاص کی حفاظت کے لئے بھی محلِ سرا کی موبدِ رحمی کا زیادہ سخت انتظام کیا جانا ضروری تھا۔

مکہ میں بصرہ اور حبش کے الیمپوں کی آمد | اس واقعہ سے چند ہی دن بعد قریباً ایک ہی وقت میں پانچ الیمپی دہلی میں آئے۔ چنانچہ ان میں سے جو سب سے پہلے آیا وہ شریفِ مکہ کی طرف سے تھا اور جو مخالف وہ لایا تھا ان میں

چند عربی گھوڑے اور ایک بھارو تھی جو اُس مسجد کے بھاڑنے، بہارنے کے کام میں آچسکی تھی جو اُس مشہور و معروف مسجد کے وسط میں بنا ہوا ہے جو کہ میں ہے اور جس کی سلمان لوگ بڑی تعظیم کرتے اور اُس کو بیت اللہ یعنی خدا کا گھر کہتے ہیں اور اُن کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ سب سے پہلا مکان ہے جو خدا نے برحق کی عبادت کے واسطے مخصوص کیا گیا تھا اور اس کو حضرت ابراہیمؑ نے بنایا تھا۔ دوسرا ایلچی بادشاہ یمن نے بھیجا تھا۔ اور تیسرا بھرہ کے پرنس نے اور یہ دونوں بطور تحفہ عربی گھوڑے لائے تھے اور باقی دو سفیر شاہ غوریہ پیارہ جیش اسکے تھے۔ ان میں سے پہلے تین سفیروں کی خاطر تواضع اس قدر کم ہوئی جو ہنر نہ ہونے کے تھے۔ کیونکہ اُن کا ساز و سامان ایسا حقیر تھا کہ ہر ایک شخص یہ خیال کرتا تھا کہ اُن کا آقا صرف اس فرض سے ہے کہ جو تحفے وہ لائے تھے اُن کی اور نیز اُن بہت سے گھوڑوں اور تکیائی جنہوں کی عوض ہوا پنا ذاتی اسباب بنا کر بلا ادائے محصول ساتھ لے آئے تھے بہت ہمارے روپیہ کما کئے جاتیں۔ چنانچہ فی الواقع جو روپیہ اُن کے تحائف کی عوض میں اور سوداگری مال و اسباب کے فروخت سے حاصل ہوا تھا اُس سے انہوں نے یہاں کی تجارتی مہینیں خریدیں اور بلا ادائے محصول اُن کو اپنے ساتھ لے جائے گا استحقاق ظاہر کر لیا۔ مگر شاہ جیش کی طرف سے جو ایلچی آئے تھے اُن کا حال کسی قدر توجہ طلب ہے۔ ان سفیروں کے آنے کا یہ سبب تھا کہ جو انقلاب سلطنت پہلاں قریع میں آیا تھا شاہ جیش کو اُس کی تفصیلی خبر پہنچ چکی تھی اس لئے اُس کو یہ خواہش ہوئی کہ اپنے اقتدار اور شان و عظمت کے موافق سفارت بھیج کر اس وسیع سلطنت میں اپنی ناموری کی دھاک بٹھائے۔ لیکن چرگمان لوگوں کا یہ قول تھا اور فی الواقع سچ بھی تھا کہ سفیروں کے بھیجنے سے صرف وہ قیمتی تحائف اس جیش کے مد نظر تھے۔ جن کے

لے مالگیر نامہ میں اس کا نام حسین پاشا لکھا ہے جو اول ترکی کی طرف سے بعہدہ حاکم تھا اور پھر سلطان کی نادرنگی کی وجہ سے اورنگ زیب کا آن کر دکر ہو گیا تھا۔ ص۔ م۔ ۱۷۵۰

اورنگ زیب کے فیاض ہاتھوں سے حاصل ہونے کی قطعی اُمید تھی۔ اور جو ایلی اس نے  
 پیچھے تھے فی الواقع اُس کے دربار میں بہت معزز و ممتاز اور اُن بڑے بڑے مقاصد کے  
 حاصل کرنے کے قابل تھے جو اُس کے مد نظر تھے۔ چنانچہ ان میں سے ایک ایلی تو ایک  
 مسلمان سوداگر تھا جو چند سال ہوئے جب کہ میں بکرا عمر کے راستہ سے ہندوستان میں  
 آیا تھا وہاں بمسکو ملا تھا اور اُس کے عظیم الشان آقا تھے بہت سے غلام دے کر  
 اس غرض سے بھیجا تھا کہ اُن کو بیچ کر اس روپیہ سے جو ہاتھ آئے ہندوستانی مال و  
 اسباب خرید لائے۔ وہ عیسائی ہو کر یہ نامور انگریزی بادشاہ کیا عہد تجارت کرنا ہے۔  
 اور دوسرا ایک عیسائی ارمنی سوداگر تھا جو حلب میں پیدا ہوا اور وہیں اُس نے شادی  
 بھی کر لی تھی اور اتھہریا میں اس کا نام مراد شہر تھا۔ اور تھا میں اس سے بھی سپہری  
 ملاقات ہوئی تھی اور اس نے نہ صرف اپنا نصف مکان میرے لئے خالی کر دیا تھا بلکہ وہ  
 صلات بھی اسی لئے دی تھی جس کی بناء پر میں نے صبح کو جانا تھو کر دیا تھا جس کا ذکر  
 میں نے اپنی اس کتاب کے شروع میں کیا ہے۔ اور یہ بھی اُسی مذکورہ بالا غرض سے  
 وہاں بھیجا ہوا آیا تھا۔ یہ شخص ہر سال تھا میں شاہ اتھہریا کی طرف سے انگلیوں اور ڈول  
 کی کپٹیوں کے لئے جو ہندوستان میں تجارت کرتی ہیں تحفہ چیزیں لاتا اور اُن کی دہی  
 ہرٹی اشیاء اپنے بادشاہ کے لئے گنڈارے جاتا ہے۔ چونکہ یہ بادشاہ یہ چاہتا تھا کہ  
 اس کے سفیر ایسی شان و شوکت کے ساتھ جائیں جو اس موقع کے لائق ہو۔ پس  
 اُس نے اُن کے اخراجات کے لئے بڑی ہی فیاضی ظاہر کی۔ یعنی دولتوں کو جس تھیں  
 جوان لونڈیاں اور غلام عنایت کئے کہ اُن کو نمایاں بیچ کر جو دے اس مبارک تدبیر  
 سے ہاتھ آئے اُس کو معاملات سفارت میں خرچ کریں۔ وہ وہ کتنی بڑی فیاضی ہے  
 کیوں کر نمایاں جوان لونڈی غلام بمساب او سلا بکس یا تیں کراؤن قیمت پاتا ہے۔ ان  
 کے علاوہ نہایت ہی چھانٹ کر بکس غلام خاص اورنگ زیب کے لئے بھیجے تھے جن میں  
 لے اس کا ہم عالمی نامی سیدی کامل کھتا ہے اور دوسرے شخص کا اس کتاب میں کچھ ذکر نہیں ہے۔ س م  
 نے چونکہ ایک کراؤن پائی شنگ کا ہوتا ہے جو انگلستان کا ایک چاندی کا سکہ اور ہندوستان کی  
 اس وقت کی انشنگ کے برابر ہے۔ پس اس حساب سے ان غلاموں کو قریب ڈھائی چار روپیہ کی قیمت  
 کا سمنا چاہئے۔ س م



شاہجہاں کے ایامِ اسیری اور جدوجہدِ گنہگار

لا یا دس بہت کم ہیں اور خوجہ بنائے کے قابل تھے۔ وہ کیا کہنا ہے ایک عیسائی بادشاہ نے ایک مسلمان بادشاہ کے لئے کیا ہی مناسب تحفہ بھیجا تھا؛ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کڑا قصہ ہیا میں مذہبِ عیسوی کی کیا حالت ہے۔ ان کے علاوہ شہنشاہِ منگل کے لئے چندہ حبشی گھوڑے جو عربی گھوڑوں کے برابر جگے جاتے ہیں اور چھوٹی قسم کا ایکٹہ خچر جس کی کھال میں لے بھی دیکھی تھی جو ایسی خوبصورت تھی کہ کسی مشرک کے بھی ایسے خط وخال نہیں ہوتے اور نہ ہندوستانی کے کسی الائیچہ میں جو ایک قسم کا ریشمی کپڑا ہر تلہ ہے ایسی خوش نما اور طرح طرح کی دھاریاں ہوتی ہیں۔ اور ہاتھی کے دودانت جو معمول سے زیادہ ایسے بڑے اور بھاری تھے کہ ایک مضبوط شخص اُن میں سے ایک کو زمین سے بہ شکل اٹھا سکتا تھا اور ہیل کا ایک بہت بڑا سینک جس میں سیٹھیٹ بھری ہوتی تھی اور جس کا قطر منہ کی طرف سے نصف فٹ فرانیسی سے زیادہ میرے ناپنے میں آیا تھا ان سفیروں کو سپرد ہوئے تھے۔

یہ دونوں ایلچی جب ایلچہ شام نہ اور نیا ضاد طود پر سائو سالن سے درست گئے ماکر گونڈار سے ہو ملک حبش کا پائے تخت اور صوبہ دیہیا میں ہے مداد کئے گئے تو اُن کو ایک ویران ملک میں سے گذرنا پڑا۔ اور پہلول تک پہنچنے میں جو باب المندب کے قریب تھا کے مقابل ایک غیر آباد بندر گاہ ہے وہ پہنچنے لگے۔ ان لوگوں کے کاموں کے متردداستہ سے جو چالیس روز میں باسانی لے ہو جاتا ہے آرکیکو کو جاتے کی جرات د کرنے کا یہ باعث تھا کہ آرکیکو سے جزیرہ مصرع کو جانا پڑتا ہے۔ جہاں سلطنتِ ترکی کی کچھ فوج راجتی ہے۔ جب کہ یہ لوگ بھرا عمر سے عہدہ کرنے کی خاطر تھا کو جانے لے جہاز کے انتظار میں پہلول میں ٹھہرے ہوئے تھے اشیائے احتیاج کے موجود ہونے سے بہت تکلیف میں رہے اور کئی غلام مر گئے اور اس کے سوا تھا میں پہنچنے پر یہ معلوم ہوا کہ اب کی دفعہ تھوڑے بہت کثرت سے آتے ہیں اور اس لئے جو لوٹیاں لے کر غائب ہوئے ہیں اور وہ جو چھوٹے ٹرے جیسا ہوتا ہے اور جس کی کمال نہایت خوبصورت دھاری دار ہوتی ہے عموماً ازرقہ سے برآمد کیا جاتا ہے۔

لے سوچت مشک و غیرہ خوشبودار حوائی امدول کو بھی کہہ سکتے ہیں۔ مگر خصوصیت کے ساتھ اس خوشبودار چیز کو بھی بیکر کہتے ہیں جو شک بالائی کہ دم کے نیچے ایک تھیلی میں چلنے کے طرک کے ہوتے ہیں اور ان کو گونڈو گونڈو کہتے ہیں۔

نظام اتنی رہ گئے تھے وہ بھی کم قیمت پر بیچنے پڑے۔ بہر حال جب لوڈی نظام یک چکے تو انہوں نے اپنا سفر پھر شروع کیا اور ایک ہندوستانی جہاز پر سوار ہو کر جو سورت کو آنا تھا پہنچیں دن کے عرصے میں جو اس سفر کے لئے چند دن زیادہ دھما خنزل مقصود پر پہنچ گئے مگر بہت سے گھوڑے اور کئی ایک نظام خائبہ کافی خودکام نہ بنے سے مر گئے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اس باٹھان و شموکت سفارت کے پاس اتنا روپیہ کہاں تھا جو خرچ کے لئے کفایتی ہوتا۔ اور جہاز ہی میں وہ بے چارہ خیر بھی مر گیا۔ لیکن یہ اس کی کھال خلافت سے لینے آئے جس کو میں نے بھی دہلی میں دیکھا تھا۔

ان کو سورت میں پہنچے ہوئے چند ہی گھنٹے گزرے تھے کہ بجاپور کے ایک مشہور بانی نے جس کا نام سیواجی ہے شہر کو آکر لوٹ لیا اور آگ لگا دی اور اس عام آتش زدگی میں اگرچہ وہ مکان بھی جہاں یہ ٹھہرے ہوئے تھے جل گیا مگر آگ اور دشمن دودھوں کے ہاتھ سے جس طرح بن پڑا ان کی سفارت کی سندیں اور وہ چند نظام جو کئی وجہ سے واپس سیواجی کے ہتھے نہ چڑھے یا جن کو بچا رکھا اور اس نے خود ہی چھوڑ دیا اور ان سفیروں کے حبشی لباس جو اس کو پہنڈہ آئے اور وہ خیر کاہ جزوہ جس کی اس نے کچھ پہناؤ کی اور وہ بیل کا سینک جس کو سیویٹ سے پہلے ہی خالی کر چکے تھے۔ بک رہے۔

ان مالی خزان سفیروں نے اپنے ٹٹ جانے کی نسبت بڑے بڑے مبالغے کئے مگر جہاں ہندوستانی جنہوں نے ان کو جہاز سے اترتے وقت اس حالت میں دیکھا تھا کہ ذرا مچھا لباس و پوٹاک ہی تھی اور نہ روپیہ یا کسی مہاجن کے نام کی ہندی ہی پاس تھی بلکہ تاقوں کے بارے نیم مردہ ہو رہے تھے یہ کہتے تھے کہ فی الواقع یہ توان کی خوش نصیبی تھی۔ کہ سورت کے لئے اور حملے کے باعث یہ اس دولت سے بک گئے جو ان کو اپنے ذلیل اور ناچیز مخالف کے دہلی تک لانے میں اُٹھائی پڑی۔ اور سیواجی کی بدولت ان کو سورت کے صوبہ دار کے سامنے تقررہ حالت میں جانے اور دارالسلطنت تک پہنچنے کے لئے خرچ سواری مانگنے کا ایک عمدہ بہانہ ملتا آگیا اور نظام اور سیویٹ بچ کر کہا جاتے کہ الزام سے بھی بری نہ تھے۔

یہ سب کی سفارت ممکن ہے ایسی شاندار و درجہ بندی و دوسری سفارتیں لیکن برصغیر کا اس سفارت کے ساتھ غائب آواز کا اصل سبب وہی مذہبی اور فرقہ وارانہ تعصب ہے۔ جو دس کیتھک گرہا کا خلیفہ

میرے لائق دوست بچوں کے کارخانہ کے مختار مشرانہ رکھنے نے مراد کو میرے نام کی ایک سفارشی چٹھی دی تھی جو اُس نے دہلی میں آکر مجھے دی اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ پانچ چھ برس بعد اُس سے اس طرح پھر ملاقات ہوئی۔ وہ اس بات کو بالکل بھول گیا تھا کہ میں غازی اُسی کے ہاں ٹھہرا تھا۔ میں اپنے پرانے دوست سے بغل گیر ہوا اور وعدہ کیا کہ حتی الوسع میں تمہاری مدد کروں گا۔ اگرچہ اہل و عیال میں میری بہت کچھ رسانی اور ملاقات تھی مگر ان جی دست لمبھوں کی امداد ایک مشکل کام تھا۔ کیونکہ بجز خیر کے اُس چمڑے اور بیل کے اُس سنگ کے جس میں اُنھوں نے اپنے پیسے کے لئے قندی شراب جو اُن کو بہت مریض ہے بھر رکھی تھی اور کچھ باقی نہ تھا اور جس قیمت تحائف کے موجود نہ ہونے سے لوگوں کی نظروں میں جو اُن کی حقارت تھی اُس کو اُن کی ظاہری ذلیل حالت نے اور بھی بڑھا دیا تھا اور وہ بدوں کا سالباںس پہنچے ہوئے پانگی کے بنیاد پیاوہ شہر میں پھرا کرتے تھے اور سات آٹھ غلام سرو پا بربنہ پیچھے پیچھے ہوتے تھے جن کے پاس سوانے ایک کمرہ چھوٹے سے تہہ بند اور ایک پٹھنی پُرانی چاند کے بجے بائیں کاندھے پر ڈال کر داجنہ بازو کے نیچے سے نکالے ہوئے تھے کوئی لڑخاک اور لباس نہ تھا اور بجز ایک ڈنٹی پھرنی کرایہ کی سہیلی اور ایک گھوڑے کے جو ہمارے پادری صاحب کا تھا اور کوئی گھوڑا بھی ان کے پاس نہ تھا۔ یا کبھی کبھی یہ گھوڑا مانگ لیتے تھے جس کو اُنھوں نے سوا دیے کے کر قرب فرگ کر دیا تھا۔ پس ہر چند میں نے ان ذلیل اور حقیر سفیروں کے لئے بہت کوشش کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا کیونکہ لوگ اُن کو فقیر سمجھ کر کچھ لطف نہ دہرتے تھے۔ لیکن بہر حال ایک مذہب کے ہیں اپنے خاندان و اقارب غاں کے پاس رحم سائلک غیر کے معاملات کا درجہ ہے) خلوت میں بیٹھا تھا میں نے شاہ اتھوپیا کی شان و عظمت کا ذکر ایسی آب و تاب سے کیا کہ اورنگ زیب ان کو اپنے حضور میں بلائے اور غریب کے قبول کرنے پر رائل ہو گیا۔ اور جب یہ حاضر ہوئے تو دو دن کو زبردستی کا ایک ایک سراپا اور ریشی زری کار چٹکا اور منہ بیل منایت کی اور مراسم مہمان داری کے لئے بھی حکم ہو گیا۔ اور چند ہی روز بعد جب رخصت کئے گئے تو پھر ایک ایک مسراپا، مسدہ شہزادہ روپیہ نقد کے مرحمت ہو اگر یہ روپیہ سوا دی طور پر نہ دیا گیا تھا بلکہ سلطان کو چادہ شہزاد اور مراد کو عیسائی ہوتے کی بھی حاشیہ منور گزشتہ پہلے اور عیا کہ وہ خود آفا کتاب میں مذکور آیا ہے جس نے اس عیسائی فرد کو نکال دیا تھا۔

وجہ سے صرف دو ہزار ملا۔

اور ان کے آٹاکے لئے بطور تحفہ ایک نہایت بھاری "سدا پا" اور چاندی کے  
لمبے کی دو مٹھیاں تیاں اور دو چاندی کے نقارے اور یاقوت کے چڑاؤ قبضہ کا ایک  
نخبر اور بیس ہزار روپیہ نقد عنایت ہوا۔ اور چونکہ ملک حبش میں سکے کا چلن نہیں ہے  
اس لئے اورنگ زیب نے براہ ہر رات یہ فرمایا کہ امید ہے یہ نقد تحفہ خصوصیت کے ساتھ  
قبولیت کے لالچ ہوگا۔ اور ایک اندوہ چیر خیال گنیا جانے کا۔ گر شہنشاہ منحل خوب عبادت تھا کہ  
ان میں سے ایک روپیہ بھی ہندوستان سے باہر نہ جانے کا اور یہ لوگ اُس سے کارآمد  
جنسیں خرید لیں گے۔ چنانچہ دیکھا ہی ہوا اور انھوں نے اس روپیہ سے کچھ تو گرم مصالحے  
لے لئے اور کچھ صینی سونے کپڑے کے خلائق پادشاہ اور ملکہ اور ولی عہد کے پہرا ہنوں کے  
لئے اور الایچے ہوا ایک ریشمی و معاری وار کپڑا ہے اور سنہری بارود پہلی زری ملا کر بنا دیا جا  
ہے تباہ پادشاہے بنانے کی خاطر خرید لئے۔ اور بادشاہ کی دو عیادتوں کے لئے جو  
عروں کا ایک لباس ہے سرخ اور سبز رنگ کی انگریزی بانٹ اور ان کے سوا بہت سا  
کپڑا اگر نو کام قیمت محل سلو کی سوز و عورتوں اور ان کے بال بچوں کے لئے خریدے۔ اور  
سفارت کی وجہ سے اس تمام اسباب کا محصول تو معاف ہی تھا۔

اگرچہ مراد میرا بہت دوست تھا مگر تین باتوں کی وجہ سے مجھے اس کے حق میں  
کوشش کرنے سے پیشانی ہوتی۔ ایک یہ کہ اس نے باوجود وعدہ کئے کہ "میں پانے  
بیٹے کو تھپک پاس روپیہ میں بیچ ڈالوں گا۔ کہلا بھیجا کہ تین سو روپے سے کم کو  
نہیں دوں گا۔ اور میں اس پر بھی راضی تھا کہ تین سو روپے دے کر خرید لوں تاکہ یہ کہنے کی گنجائش  
رہے کہ ایک شخص نے خاص اپنا بیٹا میرے پاس بیچ ڈالا تھا۔ یہ لڑکا خوب تازہ قرانا اور  
مڈول بدن کا تھا اور رنگ بھی خوب صاف سیاہ تھا۔ اور حبشین کی طرح ناک بھی  
چمکی نہ تھی اور نہ ہونٹ ہی سرخ تھے۔ مگر چونکہ اُس کے باپ نے وعدہ خلافی کر کے مجھے  
دیا تو اس سے میں بہت ہی ناخوش ہوا۔

دوسری ایک اس نے اور اس کے مسلمان رفیق نے اورنگ زیب سے پختہ وعدہ کیا تھا  
کہ کم اپنے پادشاہ سے اُس مسجد کی مرمت کی باغزو ما جائز لے دیں گے جو پُر مغیزوں کے  
دست سے ویران اور کشتہ ریشی تھی۔ چنانچہ اورنگ زیب نے اُس کی مرمت کے لئے بھی

شاہجہاں کے ایامِ مسمری اور جہانگیر کی

دو ہزار روپیہ ان کو عطا کیا۔ یہ مسجد ایک شہنشاہی درویش کے مقبرے کے طور پر بنائی گئی تھی جو کہ سے ملک حبش میں صرف اس غرض سے چلا گیا تھا کہ وہاں دین اسلام پھیلائے اور یہ ان پرتگیزیوں سے مسافر کر دی تھی جو گرا سے فرج لے کر اس نئی حق بادشاہ کی مدد کو آئے تھے جو صیاتی ہو گیا تھا اور جس کو خارج کر کے ایک مسلمان شاہزادہ تخت پر بیٹھا تھا۔

دوسری یہ کہ اس نے شاہ حبش کی طرف سے اورنگ زیب سے یہ درخواست کی کہ ایک قرآن اور آٹھ ادب کتابیں رحمن کے نام سے بھی میں راتھ ہوں اور جو ان کتابوں میں اول درجہ کی مشہور ہیں جو مذہب اسلام کی تائید میں تصنیف ہوئی ہیں (عنایت ہوں اور مسمری مانے میں ایک عیسائی بادشاہ کے ایک صیاتی سفیر کا ایسا کرنا ایک نہایت ہی ذلیل اور مہیوب امر تھا۔ اور غلامیں جو کچھ میں نے سنا تھا کہ حبش میں دین عیسوی کی کیسی مقہور حالت ہے اس سے اس کی بخوبی تصدیق ہو گئی۔

بے مشابہ اس بادشاہ کی حکمرانی کے تمام طوطوں اور رعیت کے اوضاع و اطوار سے اسلام کی برآئی ہے اور بے شک جب سے وہ بادشاہ مر گیا ہے میں کو پرتگیزیوں نے اپنی فوج کی مدد سے تخت پر بٹھا لیا تھا جو لوگ کہ صرف نام کے صیاتی ہیں ان کی تعداد بھی کم ہوتی جاتی ہے۔ بات یہ ہے کہ اس بادشاہ کے مرتے ہی اس کی ماں کی منہ پر ملائی سے پرتگیزیوں کو تو اسے گئے اور کچھ نکال دیئے گئے اور فرقہ جیسو شکسٹری آکر یہی بڑے پادری کہ جسے اس کے ہم وطن پرتگیزی گرا سے لائے تھے جان بچا کر بھاگنا پڑا۔

دریائے نیل کا دلہانہ | میں زانہ میں یہ سفیر دہلی میں تھے میرے آغا دانشدہ خاں جو نئی معلومات کا ہمیشہ سے خلائق ہے ان کو اکثر اپنے ہاں بلو کر ان کے ملک اور طوطوں حکمرانی کی بہت سی باتیں پوچھتا رہتا تھا۔ لیکن اس کا اصل مدعا یہ تھا کہ اپنے نیل کا منہ معلوم کرے۔ یہ لوگ دریائے نیل کو ابابیل کہتے ہیں اور ان کا قول ہے کہ اس کا منہ کبھی معلوم ہے چنانچہ مراد اور ایک منہ لے جو اس کا ہم سفر تھا بالاتفاق بیان کیا کہ ہم نے اس مقام کو دیکھا ہے اور انہوں نے جو کچھ کہا وہ ہمیں وہی تھا جس نے سنا میں سنا تھا۔ یعنی یہ کہ اس کا منہ درج ملک اگر اس میں ہے اور وہ قریب قریب درج میں مارے مارے چلتے ہیں جو ہم مل کر تیس یا چالیس قدم کے طول کی ایک چھوٹی سی جمیل سی

جاتے ہیں۔ اور جہاں اس جھیل سے بھلتا ہے اگر چہ وہ خود بھی ایک ایسے خاصے دریا کے موافق ہے۔ مگر آئندہ چھوٹے چھوٹے بہت سے ندی نالوں سے جو قدم قدم پر اس سے آکر ملتے جاتے ہیں بڑھتا جاتا ہے۔ انھوں نے یہ بھی بیان کیا کہ یہ دریا اس طرح پر چل کر کہا کہ کہا ہے کہ بیچ میں ایک بڑا جڑی بن گیا ہے۔ اور کئی ایک مسیدی پشالوں پر جن سے ہیں اور گھڑیاں بھی کثرت سے ہیں۔ اور بشرطیکہ بیچ ہوا ایک اور جانب اس میں بتایا جو بہت ہی اونچے سے یعنی ایک دریا کی بھڑا جس کے مذ کے ساتھ فضلہ کے خارج ہونے کے لئے اور غصہ ہی نہیں ہے۔ اور یہ جھیل دوسریا کے ملک میں گونڈا سے جس مختصر منزلوں اور نل کے مخرج سے چار یا پانچ دن کے سفر کے فاصلہ پر بتائی اور کہا کہ جب یہ دریا اس جھیل سے نکل کر آگے کو بڑھتا ہے تو بہت سے دریاؤں اور بہاؤ کی نالوں کی وجہ سے جو اس جھیل میں آکر گرتے ہیں اس کا پاٹ بہت بڑھ جاتا ہے خصوصاً برسات میں جو ہندوستان کی طرح یہاں بھی ایک مہینے میں ہوتا ہے اور تقریباً جولائی کے اخیر سے شروع ہوتا ہے۔

میرے نزدیک یہ آخری بات ایک طرح سے اہم اور قابل لحاظ ہے کیونکہ اس سے اس دریا کی قضیاتی کی وجہ معلوم ہوتی ہے اور انھوں نے کہا کہ دریا اس جھیل سے نکل کر جس کا ابھی ذکر ہوا شہر سے نکل کر طرف جاتا ہے جو فن ہی کا پائے تخت ہے جو شاہ ایتھوپیا کا ایک باج گزار ملک ہے اور اسی طرح آگے کو بڑھتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ آخر کار مصر کے میدانوں میں جا پہنچتا ہے۔ ان سفیروں نے اپنے بادشاہ کی شان و شوکت اور فوجی قوت کا حال اس قدر بڑے احکام بیان کیا کہ مجھے اور دانشمند خاں و دلاز کو نا پسند ہوا۔ مگر ان کا وہی رفیق سفر منسل اس طرح سرائی میں خریک نہ تھا۔ اور ان کی غیبی حد میں اس نے ہم سے کہہ دیا کہ میں نے وہ قدر وہاں کی قوت کو بین میدان اور ایسے وقت میں دیکھا ہے جب کہ غور بادشاہ اس سے کام لے رہا تھا اور میرے خیال میں کسی فوج کی اس سے زیادہ شکستہ حالی اور بے انتظامی ممکن نہیں اور اپنے ہی اور بہت حالات اس ملک کے ہم کو شہنائے جو سب میرے روز نامے میں لکھے ہوئے ہیں۔ اور امید ہے کہ کسی دن لوگوں کی اطلاع کے لئے میں ان کو چھپا سکوں گا۔ اور بفضل میں صرف تین چار ہی باتوں کے کہنے پر جو مراد

لئے ہم سے بیان کی تحفیں قناعت کرتا ہوں۔ اور چونکہ وہ ایسی سرزمین سے ملاتہ رکھتی ہیں جو عیسائیوں کا ملک سمجھا جاتا ہے اس لئے نہایت تعجب کے لائق ہیں۔ چنانچہ اُس نے بتایا کہ حبش میں چند ہی آدمی ایسے ہوں گے جن کی کئی کئی بیویاں نہ ہوں۔ اور بغیر کسی طہرے کے شرم و لہجائے خود اپنی بابت بھی کہہ دیا کہ منکوحہ بیوی کے سوا جو طلب میں ہے دو بیویاں اور بھی ہیں اور بیان کیا کہ جس طرح ہندوستان کے مسلمانوں بلکہ ہندوؤں کی بھی عورتیں ہمدرد میں رہتی ہیں حبش میں نہیں رہتیں اور غریب گھروں کی عورتیں خواہ بیاہی ہوں یا کنکاری اور لونڈی ہوں یا آزاد رات دن ایک ہی مکان میں باہم رہتی ہیں اور شرک و عہد کے خیالات جو اور قوموں کی عورتوں میں عموماً ہوتے ہیں۔ یہ جانتی بھی نہیں۔ اور بڑے بڑے امیروں کے گھروں کی عورتیں اور اُن کی بیویاں اگر کسی خوبصورت سوار سپاہی پر طبیعت آجاتے تو اُس کے چمپا نے کی چنداں پروا نہیں کرتیں بلکہ جب چاہتی ہیں بے خوف و خطر اُس کے گھر چلی جاتی ہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ اگر تم وہاں جاتے تو خواہی خواہی شادی کرتی ہی پڑتی۔ چنانچہ چند سال ہوئے کہ ایک یورپین درویش کو جس نے اپنے تئیں ایک طبیب باسشدہ برتانو ظاہر کر رکھا تھا از ہر کستی شادی کرا دی گئی اور لطف یہ کہ جس عورت کو اُس نے اپنے بیٹے کی شادی کے لئے تجویز کیا تھا اُسی سے اس کا نکاح پڑھوا دیا گیا اور ایک قصہ یہ سنایا کہ ایک اتنی برس کے بڑے سے اپنے چھوٹے بیٹے جو جوان اور تھپار باندھنے کے قابل تھے بادشاہ کے دربار پیش کئے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کہا تیرے صرف اتنے ہی لڑکے ہیں؟ جب اُس نے عرض کیا کہ ہاں لڑکے تو اتنے ہی ہیں مگر چند لڑکیاں بھی ہیں۔ تو بادشاہ نے جھنجھلا کر کہا کہ ”لو بڑے بیل میرے سامنے سے دوڑ ہو! جھکو تعجب آتا ہے کہ شرمندہ ہونے کی جگہ کوششیں بکھارتا ہے۔ کیا ہمارے ملک میں عورتوں کا سال پڑ گیا ہے کہ تیری سی عمر کا آدمی صرف دو درجن لڑکوں کے باپ ہوتے ہر اتراتا ہے و

اور اُس نے کہا کہ ہمارے بادشاہ کے کم سے کم اتنی لڑکے ہائے ہیں جو محل میں صمدیکم و ہی دوڑتے پھرتے نظر آتے ہیں اور اُن کی یہ پہچان ہے کہ ہر ایک کے پاس بادشاہ کی وہی سوئی ایک گول زکین چھڑی ہوتی ہے جس کو بہ نسبت اور لڑکوں کے بچانے کے سبب و لے لے پ۔ پ میں دھونے کے طور پر لڑکوں کے موصوں پر بادشاہ ایک عصا ہاتھ میں لے لے جتے ہیں جس کو

کی طسرت باعفت امتیاز سمجھ کر غرضی غرضی اساتذہ میں لئے پھرا کرتے ہیں۔

میرے آفاقی طرے اور نگ زیب نے بھی دودن و نمان سفیروں کو اس اُمید سے اپنے حضور بلا کر ان سے ان کے ملک کے کچھ حالات معلوم ہوں۔ مگر اُس کی زیادہ تر غرض یہ معلوم کرنا تھا کہ وہی اسلام کی وہاں کیا حالت ہے۔ اور وہ غمچ کی کمال بھی ٹنگو اگر وہی جو د معلوم کس طرح تعلق ہی میں بادشاہی مہدہ داروں کے پاس رہ گئی اور مجھے اُس کے حاصل ہونے کا ارباب ہی رہ گیا۔ کیونکہ انہوں نے میری کارگزاری کے صلہ میں اُس کے دے دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اور میں یہ خیال کر کے کہ کسی دن اپنے ملک میں پہنچ کر عجیب چیزوں کے کسی شوقین شخص کی تذکرہ سکوں گا۔ دل ہی دل میں بہت غرض ہوتا تھا۔ اور میں نے ان سفیروں کو بہت تاکید سے یہ بھی کہا تھا کہ اس کمال کے ساتھ بادشاہ کو وہ سینگ بھی ضرور دکھانا کہ انہوں نے اس خوف سے اُس کو پیش نہ کیا کہ مبادا ہم سے پوچھا جائے کہ صورت کی لوث میں جب یہ بکرا ہوا اس کے اندر کی خوشبودار چیز کہاں گئی اور پھر ہم اس کا کیا جواب دیں گے۔

شاہزادوں کی تعلیم و تربیت کا مسئلہ | شاہ و شہزادوں کے سفیر بھی وہی ہیں جسے کہ اور گنہگار نے اپنے دربار کے خاص خاص سردار اور علماء کو اس سفر سے لے کر اپنے دوسرے لڑکے سلطان اکبر کی تعلیم و تربیت کے لئے جس کو ولی مہد بنانا چاہتا تھا ایک اٹالین تجویز کرے۔ اور اُن سے فرمایا کہ میری بڑی آرزو ہے کہ اس کی تعلیم و تربیت ایسی کی جائے کہ جس سے کامل توفیق اس امر کی چکے کہ ہر طرح کی لیاقتوں کے لحاظ سے وہ لڑکا مشہور آفاق ہو۔ چنانچہ میری رائے میں کوئی شخص مجھ سے زیادہ اس امر سے واقف نہیں کہ شاہزادوں میں ہر ایک طرح کے مہر اور مفید علوم کا موجود ہونا ضروری اور واجب ہے۔ کیونکہ ان کے آئندہ عمریں رواں اور حکم سننے کی توفیق چاہی ہے۔ اُس کا قول ہے کہ میں طرح سے باخبر اپنے مرتبہ اور اختیار کے ان کو اور لوگوں پر فضیلت ہے۔ اُن کی طرح لازم ہے کہ مائاتی اور صفات حمیدہ میں بھی اُن سے افضل ہوں۔ اور وہ خوب جانتا ہے کہ ممالک ایشیائی جو آفتیں اور مصیبتیں جیسے حاشیہ صغر گزشتہ مائل سپ شریعتی معائنے شاہی کہا جاتا اور تخت و تاج و فیرو کی طرح ایک



سلطنتوں پر چڑھ کر تھی ہیں اور وہ بد عملی اور بد انتظامی جس سے آخر کار وہ برباد اور تباہ ہو جاتی ہیں اس کا باعث اگر دھونڈا جائے تو ہمیشہ یہی نکلے گا کہ شاہزادوں کی تعلیم و تربیت ناکافی اور مجرے طور پر ہوتی ہے۔ کمونکہ وہ بچپن ہی سے عورتوں اور غلام سراؤں یا اُن ظالموں کے ہنر سیکھتے ہیں جو ملک روس اور سرگیشیا اور منورستان اور گرجستان اور حبش سے آتے ہیں اور کثرتِ غلامی کا یہ خاصہ ہی ہے کہ اس سے عقل و حیز خراب اور یہ عادت ہر جاتی ہے کہ اپنے سے زبردستوں کے سامنے بہت ہی غمزہ اور فروتنی سے پیش آتے اور کمزوروں اور ماتحتوں پر خواہ مخواہ زبرد و زیادتی جتاتے ہیں۔ پس یہ شاہزادے جب محلوں میں سے نکل کر تخت نشین ہوتے ہیں تو وہی ظالمانہ اور خراب عادتیں جو سلیمی ہوئی ہوئی ہیں ساتھ لے آتے ہیں اور اُن فرائض سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں جو اُن کی اس نئی حالت کے لئے لازمی ہیں اور اپنی زندگی کے اس تماشاکارہ میں اس طرح نکلتے کے سامنے آتے ہیں کہ گویا کسی اور ہی دنیا سے آئے ہیں اور ہر ایک چیز کو ایسے بھروسے ہیں اور حیرانی کی نظر سے دیکھتے ہیں کہ گویا کسی اندھیری کو ٹھری یا تر غاسنے میں سے آئے ہی پہلے پہل نکلے ہیں۔ اور یا تو بچوں کی طرح ہر بات پر یقین کر لیتے یا ہر چیز سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہیں یا ایسے شیطانی اندھے پیدا اور محق ہوتے ہیں کہ مقولہ صلاح اور مشورہ کی بات کو سنتے ہی نہیں اور کیا ہی خراب کام کہیں نہ ہر اس کے کر بیٹھے ہیں اور ابھی پس و پیش نہیں کرتے اور تخت پر بیٹھ کر یا تو اپنی جبلی طبیعت اور مزاج کے سبب سے یا اُن خیالات کی وجہ سے جو پہلے سے اُن کے دل میں جا نہیں ہر جاتے ہیں ایک مغربی وقار اور شکست دکھاتے ہیں مگر ہر کسی کو باسانی معلوم ہو جائے کہ اصل بنیاد کی اور وقار اُن میں نام کو بھی نہیں اور یہ ظاہر داری صرف کسی بڑی سکھاؤ کا اثر ہے جس کو بھولنے سے مستات اور بنیاد کی کے ایک حیوانیت اور بھید وہ خائش کہنا چاہیے۔ اور یا یہ مختلف ایک ایسی خوش خلقی اختیار کرتے ہیں جو بادشاہوں کی شان کے ہرگز لائق نہیں ہوتی اور بتاؤں ہوئے کی وجہ سے کمزور و معلوم ہوتی ہے۔ پس ایسا کون شخص ہے جو مالکِ ایشیا کی تاریخ سے واقف ہو اور میرے اس بیان کی صحت سے براہِ شکیانی شاہزادوں کی حالت کی ایک ٹھیک تصویر ہے انکار کر سکے اور میں پوچھتا ہوں کہ کیا مالکِ ایشیا کے بادشاہ آج بھی جند کر کے محالوں کی سی بے رحمیاں نہیں کرتے رہے۔

اور اُن کی بے رحمی کیا کبھی کسی میں طریقہ پر ہوتی تھی؟ اور کیا وہ مطلقاً نامنصفانہ نہ تھی۔ اور کیا وہ بے شراب غولاری کی ذلیل اور کمینہ عادت میں مبتلا اور بغیر کسی طبعیت کی شرم کے میاشی و مشہوت پرستی میں گودے ہوئے نہیں ہیں اور حرموں کی صحبت میں اپنی تندرستی اور عقل بالکل غارت اور برباد نہیں کرتے۔ اور کیا انہوں نے سلطنت کے کاروبار کے عوض اپنا تمام وقت سیو شکار ہی میں نہیں کھو دیا؟ اور اگرچہ ان پہلے در بادشاہوں کو اپنے شکاری کتوں سے بہت بہت ہرگے اور اُن کی غور و مہارت کا بہت خیال کرتے ہیں مگر اُن بے چارے غریب لوگوں کی مصیبتوں کی جو فکریں ساتھ دہانے کے لئے پیگاریں پکڑے جاتے اور گری اور سردی کی شدت اٹھاتے اور بھوک اور تھکان سے مر جاتے ہیں ان کو مطلقاً پرہیز بھی نہیں ہوتی۔

الفرض المیشائی بادشاہ نہایت ہی ہولناک و عادتوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ اور جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں اُن کی یہ خراب عادتیں اقوام و اقسام کی ہوتی ہیں۔ اور اس اختلاف کا سبب یا تو اُن کا طبی میلان ہوتا ہے یا وہ خیالات ان کا باعث ہوتے ہیں۔ جو ابتدائے عمر سے اُن کی طبیعت میں بٹھا دیتے جاتے ہیں۔ اور شاہانِ خاصہ ہی کوئی بادشاہ ایسا ہوتا ہے جو اپنی سلطنت کے اندرونی اور بیرونی امور سے بے غایت ناواقف نہیں وہ اپنی سلطنت کی ہلک اکثر کسی وزیر کے ہاتھ میں دیتے ہیں جس کا منصوبہ یہ ہوتا ہے کہ خود مضافات اور بلاد کو لوگ اور بغیر کسی طرح کے خوف و خطر کے حکومت کرنے کی غرض سے حصّہ اشغال میں اپنے آقا کے جملہ رہنے کی اور بھی تائید کر کے اُس کی طبیعت کو امور سلطنت کی واقفیت سے باز رکھتا ہے۔ اور اگر وزیر اعظم امور سلطنت کو مضبوطی سے اپنے ہاتھ میں نہیں رکھتا تو بادشاہ کی ماں جو اصل میں کوئی لڑائی باہمی ہوتی ہے۔ اور کہہ خواجہ سرا ملک پر حکومت کرتے ہیں۔ جن کی تہ پریں دستہ اور آزادانہ خیالات پر مبنی نہیں ہر تہیں بلکہ ہمیشہ بے رحمانہ جڑ توڑ میں لگے رہتے ہیں کہ اپنے ہم جنسوں میں سے کسی کو پھانسی دیں اور کسی کو تمید یا جلا وطن کریں۔ اور ہم جنسوں پر ہی کیا منحصر ہے۔ یہی سلوک وہ اکثر اوقات بڑے بڑے املا بلکہ غور و مہارت کے ساتھ بھی کرتے ہیں۔ اور فی الواقع اُن کے تسلط کے زمانہ میں جو سلطنت کے لئے شرم کا موجب ہوتا ہے کسی شخص کی زندگی جو کہ بھی مال و دولت رکھتا ہو ایک دن کے لئے بھی محفوظ نہیں ہوتی۔

شاہیہاں کے اہام سہری اور دھبہ اور گنگنہ

شاہ ایران کے سفیر کی آمد | اورنگ زیب کے حضور میں مذکورہ بالا لکھوں کے سفیر و جب حاضر ہو چکے تو آخر کار دربار شاہی میں یہ خبر پہنچی کہ ایرانی کا سفیر بھی سرحد پہنچ گیا ہے اور یہاں کے ایرانی امرا اور اہل ایران نے یہ مشہور کر دیا کہ نہایت ہی اہم معاملات اس کے آنے کے باعث ہوتے ہیں۔ لیکن سب وار لوگوں نے اس پر بالکل یقین نہیں کیا کیونکہ اہم معاملات کا وقت گذر چکا تھا۔ اور یہ بات ظاہر تھی کہ ان لوگوں کے ایسا شہسود کرنے کا سبب بجز اس بیہودہ خواہش کے کہ اپنے ملک کی عظمت و اقتدار کا اعہاد کریں اور کچھ نہ تھا۔ اُن کا یہ بھی ادما تھا کہ جو امیر اس کا استقبال اور تواضع و گلوں کے واسطے آمود ہوا ہے اس کو بتا کیہ یہ نہال کش ہوئی ہے کہ جس طرح ممکن ہو دہلی پہنچنے سے پہلے سفیر کے آنے کا اصل مدعا دریافت کرے۔ اور اس کو یہ بھی ہدایت ہوئی ہے کہ اس مدینہ سفیر کو زبردستی اس امر پر باطل کر دے کہ وہ دار میں ہندوستان کے تادمہ کے موافق رسم تسلیمات بجا لائے اور اس کو یہ بھی سمجھا دے کہ قدیم سے یہ دستور ہے کہ شاہ ایران کا نام بلا واسطہ کسی امیر کے خود بادشاہ کو نہیں دینا چاہیے۔ لیکن جو کچھ میں نے دیکھا اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہ سب لغو کہانیاں تھیں۔ اور جو مرتبہ خدائے اورنگ زیب کو بخشا ہے وہ ایسی باتوں کا محتاج نہیں ہے۔

جب یہ سفیر اور اسلغنت دہلی میں پہنچا تو اس کی تعظیم و کیم کا اعہاد مناسب طور پر کیا گیا یعنی جن بازاروں میں سے وہ ہو کر گذرا اُن پر سفیدی و فیرہ از سر نو کرائی گئی اور تین میل کے قریب دوسرے سواروں کی قریب صف بستہ کھڑی کی گئی اور بہت سے امرا مدد اپنے اپنے باجے گاؤں کے اس کی سواری کے ساتھ تھے۔ اور تھلہ خواہی کے دروازہ میں پہنچتے ہی توپ خانہ سے سلامی ہوئی۔ اور اورنگ زیب اس سے نہایت اخلاق اور مہربانی سے پیش آیا اور اہل ایران کے طور پر اس کے سلام کرنے سے مانع نہیں ہوا اور اس کے ہاتھ سے خاد کا خرطیہ بھی لا تروے لیا بلکہ بطور تعظیم اس کا اپنے تاج کے قریب تک لے گیا۔ اور ہر ایک خواجہ سرا سے اس کی مہر کھلا کر نہایت محتانت کے ساتھ غلط کیا اور حکم دیا کہ سفیر کو سرا پا پہنایا جائے۔ چنانچہ تہائے زلفیت اور مندریل اور دیشیں نہی کارٹیکا عنایت ہوا۔ اور اس رسم کے بعد سفیر کو تحائف پیش کرنے کا اشارہ ہوا۔ چنانچہ کچھ ایسے خوبصورت گھوڑے، عیش سے کبھی نہیں دیکھے تھے معدودہ ذری اور زلفیت کی گزریوں

کے۔ اور جس نہایت اعلیٰ نسل کے ایسے قوی اور تندرست آدمی جن کو ہاتھی کے پاسٹے کہنا ضرور ہے اور بہت سے صندوق عمدہ گلاب اور ایک اور عرق کے جس کو بید مشک کہتے ہیں اور جو نہایت مغربہ سمجھا جاتا ہے اور کمیاب چیز ہے۔ اس پر پانچ چھ بڑے بڑے اور خوبصورت قالین اور کئی بہت ہی بڑی تھان زربنت کے جن پر نہایت ارباب نگار کی ہوئی تھیں اور ایسے سبک اور پاکیزہ وضع کے تختے کہ مجھے شک ہے کہ کبھی کوئی ایسی انیس چیر لڑکیوں میں دکھائی دی ہو۔ اور چلاؤ تھن کے عمارت شقی خجراہ چار درمیں پیش قبض اور پانچ یا چھ گھوڑوں کے بہت ہی خوبصورت ساز جن کو سب لوگوں نے خصوصیت سے پسند کیا۔ اور واقع میں بہت ہی خوش نما اور قیمتی تھے۔ اور جن پر چھوٹے چھوٹے نمونے اور پرائی کان کے نمونوں سے نہایت ہی اعلیٰ قسم کی مرصع کاری کی ہوئی تھی چلی ہوتے اور رنگ زربنت سب چیزوں کو بڑے عمدے ملاحظہ کیا اور حاضری میں دربار کو اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ان عمدہ تحائف سے بہت ہی زیادہ بلکہ معمول سے بڑھ کر خوش ہوا ہے۔ اُس نے ان چیزوں کی خوبی اور نفاست اور کمیابی اور شاہ کی اس مہربانی اور کشادہ دلی کی کہ کچھ کچھ بیش بہا تحفے بھیجے ہیں۔ بار بار تعریف کی۔ اور سفیر کو بڑے ذی رتبہ امرا میں جگہ دی اور اُس کے دروازہ سفر کا ذکر کر کے اس معزز اور عالی مرتبہ مہمان سے فرمایا کہ اس وقت آپ آرام کریں اور ہم آپ کو ملاقات کے لئے ہر روز بلا یا کریں گے۔

یہ سفیر چار پانچ مہینے دہلی میں رہا اور اُس کے سب اخراجات بہت تکلف کے ساتھ خزانہ شاہی سے ادا ہوتے رہے۔ اور امرائے دربار نے تو بہت بہ تو بہت بڑی بڑی ضیافتیں کیں۔ اور بہت دھنست بادشاہ نے ایک اور بھاری سراپا مدد کئی بیش بہا چیزوں کے عنایت کیا۔ اور خواہ ایران کے لئے تحائف بھیجے جانے کی نسبت یہ تجویز شیری کہ چھپے سے اپنے سفیر کی معرفت بھیجے جائیں گے۔ چنانچہ اس سفارت کے لئے ایک امیر مقرر بھی کیا گیا۔

اگرچہ بہ نسبت اور سفیروں کے جو پہلے آچکے تھے اور رنگ زربنت نے اس سفیر کا بہت ہی احترام کیا اور دل سے فاطمہ عمارت کی۔ مگر اس پر بھی ان امرا میں نے جو دلی میں تھے یہ بات مشہور کر دی کہ شاہ نے اپنے نام میں اور رنگ زربنت کو دارا شکوہ کے

تمل اور شاہجہاں کی تمیز کی بابت بہت ہی غلامت کی ہے اور دکھا ہے کہ جو سلوک تم نے  
 انہی سے کیا ہے کوئی بھائی بھائی کے ساتھ اور کوئی بیٹا باپ کے ساتھ نہیں کر سکتا اور  
 کسی ایمان دار مسلمان سے ہرگز ایسی حرکت نہیں ہو سکتی۔ اور یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ  
 اپنا لقب عالمگیر کیوں مقرر کیا ہے اور اُس کو سک پر کیوں نقش کرایا ہے۔ اور اس بات  
 کو انہوں نے یہاں تک بڑھایا کہ خط میں صاف لکھا ہوا ہے کہ اگر آپ عالمگیر ہیں تو یہ  
 گھوڑے اور یہ تلوار حاضر ہے۔ بسم اللہ آجے اور سرے ہم بھی آتے ہیں میرے نزدیک  
 اگر یہ بات ہے تو شاہ ایران کی طرف سے گویا پختام جنگ تھا۔ لیکن میں نے جیسا  
 مشناہ دیا کھدیا ہے۔ اور اس کو میں غلط ثابت نہیں کر سکتا۔ اگر چہ اس دور کا راز ہر کسی  
 کو معلوم ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ زبان سے واقفیت اور چند شخصوں سے ملاقات رکھتا ہو  
 اور میری طرح مجانب باتوں کے دریافت کرنے میں دل کھول کر وہ یہ فریب کرنے کی بھی  
 کچھ پروا نہ کرتا ہو لیکن میں تو آسانی سے ایسی بات پر یقین نہیں کر سکتا کہ شاہ ایران نے ایسے  
 الفاظ اپنے خط میں لکھے ہوں کیونکہ گو اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ایلانیوں کی پادشہ  
 ہے کہ جب کسی کو اپنا دروہاقت جتاننا چاہتے ہیں تو ایسی ہی تعلق کی بنا کرتے ہیں۔ مگر ایسے  
 فکروں سے تو مص حقی اور مصیبت ہی نہیں دھکی کی رہی آتی ہے۔

اصل یہ ہے کہ اکثر باغیہ لوگوں کی یہ رائے ہے اور خود میرا بھی خیال یہی ہے کہ ایران  
 میں یہ طاقت ہی کہاں ہے کہ ہندوستان جیسی سلطنت پر حملہ کرے اور اُس کو زیرِ بیعت  
 ہے کہ قندھار و ایران کی عمل داری میں ہندوستان کی طرف سرحد پر ہے اُس کے تہذیب  
 میں رہے یا کہ اپنے ملک کو حدود سلطنتِ ہند کی جانب سالم اور محفوظ رکھ سکے ایران کی  
 سپاہ و دولت کا حال بدتران سلطنتِ ہند کو خوب معلوم ہے اور وہ واقف ہیں کہ وہاں  
 کے تخت پر بیٹہ شاہ عباس ہی نہیں ہے جو ایک نامور اور دیر بادشاہ اور اس قابل تھا کہ  
 جو معاملہ پیش آئے اُس کو اپنے ہی مدد کے موافق جتا لے اور بڑے بڑے منصوبے۔ تھوڑے  
 سے سامان سے انجام دے لے۔ اور اگر ایران کا ارادہ اس سلطنت پر کوئی ہم کرنے کا ہے اور  
 عالیہ دار و اتوں کی وجہ سے اُس کو اور ہنگامہ کی نسبت اس قدر تفریح دینا ہوا ہے تو وہ کیوں  
 ان جان کاہ واقعات کو خاموشی اور بے غرضی کی نگاہ سے دیکھتا رہا جو ان لڑائیوں میں پیش آئے  
 تھے شاہ عباس نے اس سے مراد ہے جو اکثر عام تھا اور شاہجہاں کے راز دہنگ نواں بنائے ہیں اور اب۔ سم

ہر ہندوستان میں ہو رہی تھیں اور باد و کیکہ دارا شکوہ اور شاہجہاں اور سلطان شجاع اور شاہ صوبہ دار کا بل بھی اُس سے امداد کے لئے ملتی ہوئے۔ مگر اُس کے دل پر کچھ بھی اثر نہ ہوا کہ وہ تھوڑی سی فوج سے ہندوستان کے ایک نہایت عمدہ حصہ پر یعنی کابل سے لے کر دریائے سندھ کے کنارے بلکہ اُس سے آگے تک قبضہ کر سکتا تھا اور اس طرح یہاں کے ہر ایک جھگڑے میں ہمیشہ کے لئے اپنے آپ کو ثالث بنا سکتا تھا۔

باتر شاہ ایماں کے غلطی میں کوئی ناخوش فخر نہ تھا یا اندنگ نریب خود اس سفیر ہما کی کسی حرکت یا کسی گفتگو سے ناراض ہو گیا تھا جو اُس کے دل سے رخصت ہوئے کے دو یا تین ہی روز بعد اُس نے اس امر کی شکایت کی کہ جرگہ کوڑے فرما و ایران کی طرف سے آئے ہیں سفیر نے اُن کے پچھلے باتوں کی تسلیں لکڑا دی تھیں اور حکم دیا کہ اُس کو مرود ہرودک لیا جائے۔ اور تمام ہندوستانی لڑائی نظام ہو وہ یہاں سے لے گیا ہے جہین لئے جا رہی ہیں کی تعداد بلا مشبہ بہت ہی زیادہ تھی اور قحط کی وجہ سے بہت ہی سستے اُس کے ہاتھ آگئے تھے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اُس کے نوکر چاکر بہت سے بچوں کو پڑا کر ہمیں لے گئے تھے۔

لے اصلی لکڑی میں لفظ ہم شریک ہے۔  
جس کے معنی ہو بہب فی شریک  
وامطاع طہیں رباط کے ہیں۔ سام ج

لے اس سفیر سے اور رنگ نریب کے ناراض ہو جانے کا ذکر کسی جگہ نظر سے نہیں گذرا مگر ادعا ہے کہ تھی کی تشریح اُس وقت کی غاری کتابوں سے یوں پائی جاتی ہے۔ جب سے شاہجہاں کے ہر مطلقیت میں شاہ عباس ثانی نے قید حار مطلقہ بھری میں حال دولت ہندوستان سے دوبارہ ہمیں لیا تھا دو حوں مطلقوں کے باہم دوستانہ ماہ و رسم چند تھی۔ مگر جب اور رنگ نریب تخت نشین ہوا تو شاہ صرف نے ایلچی بھیجے میں بہت کر کے اس راہ و رسم کو پھر تازہ کیا۔ چنانچہ صاحب مانگیر نامہ نے اس حال کو مطلقہ بھری کے واقعات میں درج اور رنگ نریب کے تیسرے اور چوتھے سال جلوس کے مطابق تھا۔ بہت تفصیل سے لکھا ہے اور چونکہ اُس سے سفر کی دولت کا طرہ و طریق سے اور بہت سی دوبارہ کیوں نہ دیکھ باتوں کے زیادہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے اس لئے اُس کو اپنا ترجمہ کچھ جانا مناسب معلوم ہوا دوسرے ان ایام میں وفاق صوبہ لٹان سے دریافت ہوا کہ وہ لٹان میں لے بھی بہت قلعے مصلحت و باقی رسم اتحاد کے تازہ کرتے کے لئے لٹان بیک گفتگو آتا ہی دینی بند و بچوں کی فوج کے حوالہ کر جو اُس کے

شاہجہاں کا پاجامہ سہری اور مہمانگاہ

بقیہ جاسٹے مقرر گذشتہ امرائے دربار میں سے تھا۔ مسرت خانہ و خانہ دوستا و خنسن سہارا کہا بہ تخت لعلین۔  
رواد کیا ہے اور وہ قندھار سے گذر کر خٹان کے راستے والی کو آتا ہے۔ اس نے اورنگ زیب نے ابدل  
ہیگ ٹائی اپنے ایک مقرب ملازم کو مامور کیا کہ استقبال اور یہاں داری کے لئے لٹائی تک جائے چنانچہ  
اس شخص کو حسب معمول خلعت رخصت دے کر رجب کی پہلی تاریخ روانہ کیا گیا اور اسی کے اعتبار سے ہیگ  
کے لئے بھی ایک خلعت بھیجا گیا اور تربیت خاں حاکم خٹان اور خلیل اللہ خاں صوبہ دار "والا سلطنت"  
لاہور اور اثبات دہ کے سب حاکموں کو احکام بھیجے گئے کہ ملازم ضیانت وہاں داری بجا کر اپنے  
اپنے مقدمہ کے مسافری نقد ضمیمے سے بھی قراضہ کریں۔ تیسری ضابطہ کو ہوائی ہیگ کے بھیجے ہوئے  
- خرچہ دئے کا رخ - اور کچھ اور جو بے بادشاہ کے حضور میں پیش ہوئے اور انے مالوں کو خلعت کے  
علاوہ ڈھائی ہزار روپہ انعام مرحمت ہوا۔

بعد از یہ خبر آئی کہ ہوائی ہیگ آخر تا پنج ضابطہ کو لٹائی پہنچ گیا اور تربیت خاں نے ضیانت کے  
بعد پانچ ہزار روپہ نقد اور ہندوستان کی سامنت کے نو بار پہ بطور تحفہ اشی کو بیٹے اور جب پہنچا تو خلیل اللہ  
خاں نے نہایت عمدہ ضیانت کی جس میں بڑے تکلف سے چار سو تاجی انواع و اقسام کے کھاتوں کی اور  
سات سو خواتین قسم قسم کے ٹکڑوں اور عطریات کے پتے گئے اور وہی ہزار روپہ نقد اور ایک ہجڑا ایک ہزار  
جی کے ساز دینا کا رخصتے اور سات کشتیاں ہندوستان کے بنے ہوئے نفیس کپڑوں کی قراضہ کریں۔

۱ شہر خوسری رمضان کو ہوائی ہیگ کا ایک عزیز لاہور سے اپنی رانگی کی اطلاع کے لئے پہنچا  
اور چونکہ اس نے عزیز کے ساتھ ہزار چرخہ اور شاہی وغیرہ کچھ شکاری جانور بھی بھیجے تھے اس  
لئے اسے مالوں کو خلعت عطا ہوئے۔

۲ شہر خوسری رمضان کو جب ہوائی ہیگ باغ اوزار کے نزدیک پہنچا سرانے اولی پہنچ کر ٹھہر گیا  
تو بادشاہ نے بغیر اہل ہارنایت اس کے لئے ۱۰ خوش خاص بھیجا اور دربار میں حاضر ہونے کے لئے  
شوال کی تیسری کو ایک "سامنت نیک" مقرر ہوئی چنانچہ اس مہورت کے مسافری جب یہ سفر شہر کے  
قریب پہنچا تو اسد خالد سیف خاں اور لعلت خاں - میر ترک - تین ٹپے امیر شہر کے باہر تک استقبال کر کے  
دلوان خاص دمام میں جہاں بادشاہ سالانہ جشن کے دربار میں تخت پر بیٹھا ہوا تھا اسے اور اس سے  
دبیرل صاحب مالگیر نامہ میں کے بیان کو اس امر خاص میں ڈاکٹر ہرنیز کی بے فرما دار و چشم دید شہادت  
کے ساتھ لکھیں صحیح نہیں سمجھا جا سکتا۔ ۱۰ اسی ملازم ملازمن سے جو اس سلطنت کا معمول تھا۔ آدب کو راضی  
و تسلیم ہوا کہ شاہ ایران کا نام پیش کیا اور بادشاہ نے - پہلے اسے خلعت فاخرہ و چند خیرات سے دارگاہ خوش یا

پیارا خواجہ طلا و پانی پاپا ندان و خانِ غلام۔ میں مجلسِ خبی میں مستاز فرمایا اور دوبارہ فرماست ہوئے  
 کے بعد رستم خان کی عربی میں جو مٹا کے کنارے ایک مودہ مکان تھا اور سفیر کی خاطر سرکاری فرض  
 و فروش سے آراستہ کیا گیا تھا اٹا را گیا اور میر عزیز بدوش جو ایک جمیدہ اور مقبول شخص تھا جہان مار و ستور  
 بادشاہ سے دوسرے دن سفیر کو کچھ حصہ میں طلب کیا اور ایک خوشتراسا زریعہ عنایت کی اور اس کے  
 ہوا ہوں میں سے تندرستی نامی سرفات کے گھوڑوں کے میرا خور و نامہ و عمارتیں اور محمد حسین تھوہل دار  
 تھا آف اور احمد بیگ لٹچی کے داماد اور اس کے ملازمین العابدین کو خلعت عنایت کئے اور چار نکدات کو  
 روانے جہان بادشاہ خزاہوں کے کار پر ہزاروں اور پٹے پٹے امیروں کے انعام سے شہزادوں کے سموی تھو  
 کے موانع کشیدہ پر نہایت مخلف سے چاروں کی بدوشی کی گئی تھی اس سے بادشاہ نے غسل خاد کے دوبار  
 خاص میں سفیر کو بھی سرائی کے ہوا ہوں کے طلب کر کے اس نمائش کے خط میں شریک کیا اور اتوی  
 شوال کو سفیر سے حسبِ اطلب حاضر ہو کر بادشاہ ایران کے تحائف جن میں ہمایوش وانی گمشدہ نہایت ہی  
 قابلِ تریف تھے اور ایک بہت بڑا تاب مٹی جو دین میں شیشین قرار دینی ایک سو گیارہ دینی یا ایک قی  
 کم ہوا تھے تھا اور اس کی قیمت بادشاہ نے ہزاروں روپے آگے تھی سوادہ تحفہ کے جن کی  
 قیمت سو گھوڑوں اور اس مٹی کے چارہ کم تھیں ہزار روپے بھی گئی تھی پیش کئے اور سفیر نے اس طرف  
 سے بھی کچھ عراقی گھوڑے اور شہر نئی دینی وہ کو بان دے اونٹ اور ایران کی اور انیس پیرہنی پیش کر گئیں۔  
 جن کو اورنگ زیب نے قبول فرما کر ساٹھ ہزار روپے نقد اور چاندی کے چھوٹے اور نہایت کی بھول کے ساتھ  
 ایک چھٹی مٹا کی اور محمد حسین تحفہ اور تحائف کو پانچ ہزار روپے نقد اور عمارتیں اور العابدین کو  
 عین تین ہزار روپے اور ابھی کے داماد احمد بیگ کو دو ہزار روپے عنایت کئے اور سبب حسن سالگرہ پہل  
 و عجم بحسابِ تہری۔ سفیر کو پھر پانچ ہزار روپے نقد اور صبح پینچ اور خلعت پانچ اور پانچ اور پانچ  
 اور ایک سپہ سالار صبح اور ایک صندوق خاص۔

اور محمد حسین کو تین ہزار روپے نقد تھی اور حکیم یوسف سفیر کے حبیب کو دو ہزار روپے کے کئی توہین  
 و صلوات اور ہوا ہوں کو تیرہ ہزار روپے صحت فرمائے۔ اور میری نوک کو تین اشرفیاں جو دین میں  
 کل سات سو نوک تھیں اور پانچ پانچ سو نوک کے تین روپے عطا ہوئے۔

اور سبب عید نہ تھا کہ ہوا حق بیگ کو رخصت کر کے ایک لاکھ روپے نقد اور خلعت تاغ و سفر پہنچا  
 باطلہ و روا یہ اور ایک گھوڑا با زین و نگام طلا اور تھوہلی بان و طلائی و سادہ و نر و جل و زینت اور ایک  
 نیک و پانی جس کی شکل و صورت اور تھوہلی صاحب مانگیز نامہ۔ خالی از غرض کی دریافت و تحفی اور ایک



پاکستان کے ساتھ ساتھ اس کے عطا کی اور نامہ کے جواب کی نسبت یہ ارشاد ہوا کہ ایک تہیہ اور تہیہ بیٹے میر  
 کے ہاتھ ہندوستان کے سرور، تھنوں کے ساتھ چپے سے بچا جائے گا۔ غلط سمجھ کر انہی کو اول سے آخر  
 تک پاکی کا کورہ دیا اور اس کے ہزاروں کو تہیہ میں ہزاروں روپے عطا ہوا اور عہدِ صادق میں تہیہ کو عطا کی  
 ایک مشابہت کے لئے اس کا کیا گیا۔ انتہی۔

دافع ہر کا مالگیر نامہ میں جو نیل دریا کی کانوکر ہے آکر مالگیری میں بھی نیل دریا کی ہی کھلے  
 ہ کر کے نیلانی ہاؤز نہیں ہے۔ اس کو انگریزوں میں بھی لڑا اس کہتے ہیں اس کا نقلی ترجمہ ہے اس  
 دریا کی۔ مگر اس کو گھڑے سے کہہ مشابہت نہیں البتہ گھڑے سے بہت مشابہ ہے اور اگر سرزد اور  
 ہرے کا ہی ہوتے تو پورا اسی ہی ہوتا۔ تھن ہر جانوروں کی نوبت میں ہے اور مختلف اقسام  
 کا ہوتا ہے اور ہرے سے ہڈاؤں کی طرف سے لے کر سبک شروٹ کا لہا ہوتا ہے۔ اکثر ساحل دریائے  
 ہما اور بعض جگہ دریائے نیل میں بھی پاؤا جاتا ہے۔ اگرچہ اکثر پانی میں خوش رہتا ہے مگر دیکھ کے کہتے  
 جاتا ہے ہرگز نہ لے کر کرتا ہے۔

اور شاہ عباس کا نامہ جو عالمی الامتداد میں کے مضمون کی نسبت اکثر مرقع سے بعض نامی  
 نقل کر کے اپنے تھاس کے نام کی تردید ہے لفظ کے علاوہ وحید میں جو شاہ عباس کا نہایت مقرب  
 اور مجلسِ خاص، شاہ ایک رقم یعنی فرمانِ مومسہ انہی نے ذکر کیا جس کو اس کے صحیح نام اور خطاب  
 اور ان سلطان کی جگہ صاحب مالگیر نامہ و شاہی مرقعوں نے اپنے ہاں کے شاہزادوں کا نسب  
 سلطان ہونے کے لحاظ سے خواہ مخواہ اور ان کی جگہ بنا دیا ہے، لیکن یہ مرموز ہے۔ اس کے لفظ سے ثابت  
 ہوتا ہے کہ انی الامتداد اس نام کی کوئی بھی ایسا فقرہ نہ تھا اور سنگدرب جیسے عالی منزلت بادشاہ کی  
 شان کے برخلاف ہر جگہ ہر یکس اس کے تمام الفاظ اور طرزِ تحریر نہایت مسہل اور مستقر اور خوب  
 ہے اور اگرچہ اس میں اورنگ زیب کو اصل نام سے مخاطب کیا ہے لیکن مالگیر نہیں کہتا مگر یہ بات  
 کہ اس کی توجہ کے ارادے نہیں معلوم ہوئی کیونکہ نام کی طرزِ عبارت کے علاوہ اور ان کی جگہ کے  
 نام کے فرمان سے ہے شبہ اور صاف ظہر پر شاہ عباس کا یہ خیال پاؤا جاتا ہے کہ وہ اورنگ زیب کے  
 ساتھ دوستی اور اتحاد پیدا کرنے کا پہل خواہشمند تھا۔ چنانچہ نامہ فرمان کے بعض فقرات ناچوکم  
 اس عامل کے معنی سے ظاہر نہیں رکھتے حذف کر کے ہمیں اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔



قباہوں کے اہام اسمیری اور عباد رنگنیب

خلافت امیر کا مختصر فرشتہ ہی ان الطاف پادشاہ والا جاہ گردوں بادشاہ مستاد سپاہ فرستادہ بود در  
 بنگالہ میکہ عکبہ کے اسمیری و کامرائی در مستان بے نواں صاحب قراقرظ ہر شمس صاحب مناجت سبحانی  
 شگفتہ گرد و غبار عوائق و مانع پیش و عشرت بنیام الطاف الہی رفتہ و لای اطراف در دربار جلال شہ  
 آستان و سلطانین ہنگین در محفل بہشت مشاکل مانند ساغر بخت و دود و دان بود نہ بہ نظر کیمیا اثر  
 رسیدہ برگ پان کہ نہعات ارسال یافتہ بود یہ تخصیص بار جاتہ لاہوری یعنی لاہور کی بھی ہوتی وہ  
 ہوری یا گون جس میں پان کیسے تھے ، جوئے تو بہار و لالہ خلد نیم ارم نشان سر سبز دیان و در گرد و چنابر مناجت  
 شامہ مبارکہ ان غلام زادہ و خلاصہ فخر شہیدہ محبوب زینت و معالی بناہ مہربان یک مقام خاص شریف  
 فرستادہ شد معروض داشتہ بود کہ اعلیٰ حضرت پادشاہ والا جاہ کامیاب مالک و قاب بنابر مراتب  
 یکہ جیتی و کجائی مقرر فرمودہ اند کہ بہ تعاقب ارسال برگ سبز پان چستان یا پادری شگفتہ و خندان باشند  
 ای منی موجب ہزار از این برستان سراسر خاطر جانوں شدہ چون نظر نہیں بساط کیتا ملی مسہد و ابواب  
 منارت و ہنگائی با کلمہ قدس است انجہ از شمار حلاوت و تازہ خندہ این دیار مہربان خاطر والا کے کس پان  
 ہم اقتدار عدالت شعرا و پند و اندازہ وہ باشند معروض خواہ داشت کہ چند گان در گاہ گردوں ہر شمس گاہ  
 بار سال آن مامور گندہ در روئے عظمہ انہار میلان خاطر نور رشید آقا اعلیٰ حضرت ایشا و گردوں  
 بار گاہ بار سال حدیث الا نقل و الا شہاد ہر ان الدین خورشید و لای و شوکت چنا و فاضل خاں شدہ  
 بعد بران غلام زادہ لڑا بھی ظاہرست کہ در جینیکہ جان نظر خاں بہر ہم حمایت بہر گاہ و خلافت چنا آمدہ  
 از محلہ مطابک کہ بعض آن مامور شدہ است عاتے رخصت جیسے از مردم این دیار بود و چون و گان رخت  
 تراکم فہار خارا لای و غول شاہ متول بہر اجابت قبول ہد و پیرایہ حصول خورشیدہ درین وقت کہ  
 بہد اللہ تعالیٰ ان فہار از رنگند خاطر رفتہ و کلمہ ہے یکہ جیتی بر شاخسار سموت شگفتہ زینہ از ان موی الہیہ  
 عرض فرمودہ انتقام مطاعت از ہم الامانت باسم بیگر بیگیاں غلام و امرائے کرام و خدا کے فدوی الامت  
 مالک معروض شرف صدور بانعت کہ مانع و ظلم متاراجہ شدہ اور حکمال دناہ حال و نراغ بال  
 ہنس و ہن و حلقان ماحول مانتال روانہ خانیدہ علی آلی بیگ شمول منایات غلامانہ و اضا است خور  
 شدہ چون خاطر والا و طبع اندس و علی مترجہ رسیدن انوار رحمت آثار و ایت خودہ صفات کامل  
 اہمیا ت اعلیٰ حضرت پادشاہ والا جاہ مستاد سپاہ می باشند و ان غلام زادہ نیز در قیست کہ در شرف در گاہ  
 خلائین چناہ و درہ از شرف جنگی مجبور شدہ در جین دودہ رقم اشرف رخصت انوار حاصل نمودہ و یاد شدہ  
 و بہر جہات شہاد و متال باشند نقطہ

جب تک یہ سفیر دلی میں رہا اورنگ زیب اپنی تمام حرکات و سکنات میں سخت احتیاط کا پابند رہا۔ برخلاف شاہجہاں کے جس نے نامور شاہ عباس کے سفیر کو کبھی تو بے مروتہ عزت و کھرا کر بار اٹھ کر دیا اور کبھی ایسی بے تعلقی اختیار کی جو اس کی شان کے لائق نہ تھی۔

**سفیر ایران اور شاہجہاں کے لطیفے** | جب کوئی ایرانی ہندوستان کی ہنسی اڑاتا چاہتا ہے تو سندھ و ذیل تھے ہراں کرتا ہے۔ اول یہ کہ جب شاہجہاں کی کوئی تدبیر نہ چل سکی کہ سفیر ایران ہندوستان کے درباری قادیانہ کے موافق رسم قیامات جس سے اس کو اعزاز تھا بھلائے تو اس نے یہ تدبیر نکالی کہ عام و خاص کے دروازے کا پھاٹک تو بند کر دیا اور صرف کھڑکی کھلی رہنے دی جس میں سے بغیر سر ہمکانے گذر نہیں ہو سکتا تھا شاہجہاں کو امید تھی کہ اس تدبیر سے ہم کو اس بات کے کہنے کا موقع ملے گا کہ سفیر ایران کو دربار میں حاضر ہونے کے وقت ہندوستان کی رسم سے بھی زیادہ سر ہمکانا پڑا۔ لیکن یہ سرکش اور چالاک ایرانی نورانا ڈنگیا اور شاہجہاں کی طرف پیچہ کر کے کھڑکی میں داخل ہوا شاہجہاں جبہ عاشریہ صغیر گذشتہ بادہ مصنف نے ہوا ایران کی کنزوری کے تحت میں یہ کھا ہے کہ ابھی قبل کے دلازیں دارا شکوہ۔ شاہجہاں سلطانِ خیر اور شاہی صوبہ دار کابل نے بھی اُن سے مدد مانگی تھی مگر ابھو لینے مہر مروتہ ماضیت کے وہ کچھ بھی نہ کر سکے اس کے متعلق کتاب طاہرہ وحید میں اگرچہ شاہجہاں شہلے اور حاجت خان صوبہ دار کابل کے نام کی تذکرہ نہیں تھی۔ مگر شاہ عباس کی طرف سے مراد بخش دارا شکوہ لکھنا پڑا بجا ہے اور اگر کھڑکی کے نام کے واسطے بے شک موجود ہیں۔ میں سے پایا جاتا ہے کہ کھڑکی کو خالی دوسرے تو بہت بڑے لفٹوں میں دیکھ گئے تھے مگر آخر میں ایٹانے دوسرا عیادت و فعل اور سرور و فرا کر دینے کے لئے تمنا کیا تھی۔ کہ لی گئی تھی۔ اور دارا شکوہ کو جو قزاق سیدہ میں پہنچ کر طالب احاد ہوا تھا مدد کا وعدہ کریں نالہ! ایتھا کہ آپ اپنے دادا جاہلوں کی طرح اہل ہارسے پاس اس منہای میں تشریف لے گئے پھر سب طرف سے مدد دست ہوجائے گا۔

اور بچا اور دو کھڑکی والوں کو درشاہانِ صفویہ کے ہم فہم تھے شاہانِ صفویہ کا سنی لہجہ سب پر ناہمیت خود مد سے جتا کر اگرچہ یہ سلاطین قوی گئی تھی کہ اس وقت یہ اپنے خانگی نسادوں میں مبتلا ہیں ہم دو حکمتیں رہ کر ان کی پہنچی گئی میں کوشش کروں گا اپنی فریاد و غیرہ کیجیے گا کوئی مدد و اقرار نہ تھا۔

ان حالات پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے بالکل صحیح سلوک ہوتی ہے کہ اگرچہ اہل ایران ظہری ناقص کہنے خالی خیراں بہت کھارتے تھے مگر اپنی غارت کا اعانہ اپنے دل میں خوب کچھ برتنے تھے۔ میں م

شاہجہاں کے کاظم اسمیری اور مہاراجہ سنگھ

یہ دیکھ کر کہ اس چال میں بھی وہی غالب رہا بہت الجھٹلا یا اور سفیر کو حقارت سے مخاطب کر کے بولا -

”اے بد بخت کیا تو اپنے جیسے گروہوں کا طوطہ بھکر اس میں داخل ہوا ہے؟“

اُس نے کہا بے شک میں یہی سمجھا تھا۔ کیونکہ ایسے دروازہ میں سے گذر کرتے ہوئے کون شخص یہ خیال کر سکتا ہے کہ گروہوں سے لٹنے کے سوا وہ کسی اور جگہ جا رہا ہے۔

دوسرا کہ شاہجہاں نے سفیر ایران کے کسی بے ادب اور کدھت چرواہے سے ناراض ہو کر کہا -

”اے بد بخت تھاماس کے ہمارے کیا کوئی شریف آدمی نہ تھا جو تجھے خود مانع کر میرے پاس بھیجا ہے؟“

اُس نے کہا کیوں نہیں بہت سے صہب اور لائق لوگ موجود ہیں مگر وہ ہر ایک کی بیعت کے موافق سفیر بھیجا کرتا ہے۔

تیسرا کہ ایک دن شاہجہاں نے سفیر ایران کو اپنے ہاں کھانے پر بلایا اور حسب معمول اُس کے چمیرنے کے لئے موقعہ دیکھتا رہا۔ پس جب سفیر نے قلاب میں سے ڈھونڈ کر بیڑیاں نکالیں اور چمچ رٹنی شروع کیں تو بادشاہ نے پچکے سے کہا - ”اچھی جی کتنے کیا کھاتیں گے؟“ اُس نے کہا - ”کچھ ہی“ جسے بادشاہ بڑی رغبت سے نوش جان فرما رہے تھے۔ کچھ ہی ایک کھانا ہے جو حائل اور موگ یا ماش وغیرہ ملا کر پکا جاتا ہے اور جس کو عموماً ہندوستان کے فریب آدمی کھاتے ہیں۔ پھر بادشاہ نے پوچھا کہ تم ہمارے شہر دہلی کو -

”جو اُس وقت نیا تیار ہو رہا تھا“ اصفہان کے مقابلہ میں کیسا خیال کرتے ہو؟ سفیر نے بلند آواز سے جواب دیا کہ - ”واللہ بالآخر اصفہان تو آپ کے شہر کی گرد کو بھی نہیں پہنچا۔“

بادشاہ نے اسے تعریف جانا۔ لیکن سفیر نے جو بیخ کی تھی۔ کیونکہ شاہجہاں آباد کا گرد و غبار بہت ہی تکلیف دہ ہے۔

ایک قصہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جب شاہجہاں نے سفیر کو اس امر پر مجبور کیا کہ شمشک طور پر تھائے کہ ایران اور ہندوستان کی سلطنت کی توح میں کس قدر فرق ہے تو اُس نے عرض کیا کہ ہندوستان بھروسوں رات کے پانچ گھنٹے کے موافق ہے اور ایرانی صبح دو صبحی یا تقریبی رات کے چاند کے مطابق۔ جس سے شاہجہاں اپنی عظمت کی بات سمجھ کر بہت ہی خوش ہوا۔ لیکن جب اس نو معنی جواب کا اصل مطلب خیال میں آیا جو

یہ تھا کہ سلطنت چند دہائیوں کے قریب جے اور ایران ایک بڑی ہستی ہوئی دولت بہ دولت ہی دل میں بہت بچے رہا تھا۔ الفرض ہندوستان میں جو ایرانی رہتے ہیں وہ اپنی زبان اور عارضہ و پہیلی کی نسبت اسی طرح کی شہنشاہیاں سمجھا کرتے ہیں اور اپنے قصے بیان کرتے ہوئے کبھی سیری نہیں ہوتے۔ مگر سیری رائے میں بہ نسبت تعلی اور تہذیب اور طنز و مایا کے سفیروں کے لئے زیادہ مطلق ہے کہ وہ عزت اور وقار اور ادب کو ملحوظ رکھیں۔

شاہ عباس کا یہ سفیر اگرچہ ان پسندیدہ اوصاف سے تو معزای تھا۔ مگر تعجب تو اس بات کا ہے کہ اس کو اتنا معمولی شعور بھی نہ تھا کہ اپنی جان اور آمد کو بچائے رکھتا اور وہاں ایک خود سر بادشاہ کو اپنی نسبت غضبناک نہ کر لیتا۔ چنانچہ ایک واقعہ سے جس میں اس کی جان جانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رہا تھا ثابت ہوتا ہے کہ اس نے ایسی ہی نادانی کی باتوں سے شاہجہاں کو اپنے سر کر لیا تھا یعنی اس بادشاہ کو اس سے ایسی دلی رنجش ہو گئی تھی کہ اس سے بات چیت کرنے میں حقارت آمیز الفاظ غلط کہہ بیٹھا تھا بلکہ غلطی طور پر یہ حکم دیا کہ اس کو تھک کر لے کر واپس لے کر اس کے راستے میں جو مثل ایک بچے اور سنگ کو چمکے ہے، ایک خونی کھنسی اس پر چھڑو دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اگر یہ شخص چالاک اور دلیر نہ ہوتا تو ضرور مارا جاتا۔ لیکن وہ اپنی پاکی سے نہایت پھرتی کے ساتھ کوڑا گیا اور اس نے اس کے حملہوں سے اپنے تہہ و تہہ ہارے کہ اس کو بھاگ گیا اور اس کی جان بچ گئی۔

اورنگ زیب کا اپنے استاد کے ساتھ سلوک | جس سے پہلے سفیر ایران اپنے ملک کو واپس گیا تھا صانع کی دربار میں بڑی آؤ بھگت ہوئی۔ یہ ڈٹھا عالمگیر کا استاد تھا اور ایک مدت سے اپنی جاگیر میں جو شاہجہاں نے لے شاہجہاں کا مدرسہ خاص لاہور میں تھا اور شاہجہاں کے دور رسالہ اول کے خاص میں جو مشہور بھارت کے مشہور و بار شاہجہاں کے علماء و فضلاء کی ندرت میں اورنگ زیب کے استاد کی نسبت یہ عبارت لکھتا ہے: میر محمد اشم معروف بہ حکیم اشم خاں میر محمد اسم گیلانی مدت ۱۰ سال در حین تدریس پروردہ منقولات را در مشغی میر محمد علی محمد خاں شمس المرحم صاحب دلائل علی میر محمد عصام الدین شہید و منقولات را از میر نصیر الدین حسین پسر داد میر قیادت الدین منصور و میر زابیر

اُسے دے رکھی تھی رہتا تھا جب اُس نے سنا کہ شاہجہاں کی باہمی لڑائیاں ختم ہو گئیں اور اُس کے شاہکار دے اپنے اولوالعزم بادشاہ منصوریوں میں پوری کامیابی حاصل کر لی تو فوراً دہلی آیا۔ اور اُس کو پوری اُمید تھی کہ اب امارت کا دربار بہت جلد حاصل ہو جائے گا چنانچہ جو لوگ دربار میں دی جاہت تھے سب کو اُس نے اپنا جانب دار بنالیا یہاں تک کہ کئی شخصوں بلکہ روشن آرا بیگم نے بھی اورنگ زیب کو یاد دلایا کہ آپ کا قابلِ انتظام اور کامل الاخلاص اُستاد عزت و اکرام کا یقیناً مستحق ہے۔ مگر تین بیٹے تک تو اُس نے یہ بھی جاننا نہ چاہا کہ وہ دربار میں آتا بھی ہے یا نہیں۔ لیکن آخر کار جب بقیہ حاشیہ مفرک لکھتے۔ حلقہ تراگرفتہ ہندوستان آدو طب و ریاضی تدریس کا طے کر گیا تو وہ زیادہ چند سے دوا عموماً اور گجرات چند میں مشتمل بود چوں واثائی اور فرائض و تقاضا طب ہر مرض اندس رسیدہ حکم شد کہ وہ ہاں بلند بخدمت عداوت و طبابت پرداد۔ پس از انقضائے مدتے فترت موجودیت سده سید گشتہ با سرخانانی شرف تعلیم اختر برج سعادت بادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر در یافت و اکثراً در ملازمت آن والا گہر کا سیاب است یہ تفسیر بیخداوی حاشیہ لکھا شستہ تمام نامی حضرت شاہنشاہی مطرد گردانیدہ است فقط چونکہ اورنگ زیب کی ولایت ہندوستان میں فرقتہ مستندہ بھری کی تھی۔ اس صاحب سے ظاہر ہے کہ مشعل میں اُس کی جیس برسی کی عمر تک اس کا بھی اُستاد اُس کے پاس تھا اور اُس وقت کے نامور عالموں کی مذکورہ بالا فہرست میں صالح نامی کسی شخص کا ذکر نہیں ہے۔

الغہ صاحب محل صالح نے شاہجہاں کے عہد کے خوشنویسوں کے ذکر میں میر عبد اللہ حلیں رقم کے بیڑوں میر محمد صالح و میر محمد موسیٰ کے نام لکھ کر اُن کی خوشنویسی کی بہت تعریف کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ علاوہ خوشنویسی کے یہ دونوں بھائی ہندوستان کے فن موسیقی میں بھی نہایت کامل گویے تھے اور شاعر بھی تھے۔ چنانچہ میر صالح اشعار فارسی میں کثرتی اور ہندی اشعار میں سبھاں اپنا تخلص کرتا تھا اور یہ دونوں اپنے اشعار زیادہ تر اہل بیت اشعار سنام اللہ علیہم کے مناقب میں لکھتے اور اہل تصرف سے بہت رابطہ و مصلحت رکھتے تھے۔ اور منصب داروں کی فہرست میں اس میر صالح کو نہ صرف صدر دار کا منصب دار لکھا ہے مگر اورنگ زیب کا اُستاد ہونا کہیں نہیں لکھا فقط

اُس کو دیکھتے دیکھتے تنگ آ گیا تو حکم دیا کہ لما غلوت کے دربار میں حاضر ہو۔ جہاں صرف حکیم الملک دانشمند خاں اور تین چار اوراد امیر جو علم و فضل میں شہرہ ہیں موجود تھے۔ اگرچہ میں اس موقع پر حاضر تھا اور ہوتا بھی تو نامکن تھا کہ اس طول طویل گفتگو کو یاد رکھتا ہوں اور نگ رہے کہ اسے کئی تھی۔ مگر ہر کچھ اچھے آفاقی زبان میں بے سنا ہے کچھ شک نہیں کہ اُس کا مطلب حسب ذیل تھا۔ یعنی اورنگ زیب نے فرمایا۔

لحمی! براہ مہربانی یہ تو فرمائیے کہ آپ ہم سے چاہتے کیا ہیں؟ کیا آپ کو یہ دعویٰ ہے کہ ہم آپ کو دوبارہ کے اول درجہ کے اُمراء میں داخل کر لیں؟ لیکن اس سے پہلے اس بات کا ثابت کرنا ضروری ہے کہ آپ کسی نشانِ عزت کے مستحق بھی ہیں یا نہیں۔ ہم اس سے انکار نہیں کرتے کہ اگر آپ ہماری تعلیم و تربیت شائستہ طور پر کرتے تو ضرور ایسی ہی عزت کے مستحق ہوتے آپ ہم کو ایک تربیت یافتہ تو یہاں شخص بنائیے تاکہ ہم بتا دیں کہ اُس کی تعلیم و تربیت کی بابت شک و گزاری کا زیادہ مستحق اُس کا اُستاد ہے یا اُس کا باپ۔ فرمائیے تو سہی کہ آپ کی تعلیم سے کون سی واقفیت مجھے حاصل ہوئی ہے کیونکہ آپ نے تو محکمہ یہ بتایا تھا کہ تمام فرنگستان ایک چھوٹے سے جزیرہ سے زیادہ نہیں ہے جس میں سب سے بڑا بادشاہ اول شاہ

پہر نکال تھا۔ پھر بادشاہ ہالینڈ ہوا۔ اور اُن کے بعد شاہ انگلستان اور فرنگستان کے بادشاہوں خلیفہ فرانس اور اُنس کی بابت آپ یہ بتایا کرتے تھے کہ یہ لوگ ہمارے ہاں کے چھوٹے چھوٹے راجاؤں کے موافق ہیں۔ اور یہ کہ ہندوستان کے بادشاہوں میں صرف ہمایوں اکبر۔ جہانگیر اور شاہجہاں ہی ایسے شاہنشاہ ہوتے ہیں۔ جن کے آگے تمام دنیا کے بادشاہوں کی شان و شوکت۔ سم ہے۔ اور یہ کہ ایران۔ ترکی۔ کاشغر۔ تبت۔ بنگلہ۔ سیام۔ چین۔ اور اسپین کے بادشاہ سلاطین ہند کے نام سے کہتے ہیں۔ بھان لند آپ کی اس مفرامہ دانی اور کمال غم نہاسکی نہ کیا کہنا ہے۔ کیا مجھے جیسے شخص کے اُستاد کو لازم تھا کہ دنیا کی ہر ایک قوم کے حالات سے مجھے مطلع کیا خلیفہ اُن کی توت جنگی سے؟ اُن کے وسائل آملی اور طرز جنگ سے اُن کے



رسم و رواج اور ذہاب اور طرز حکمرانی سے 'اطمان خاص خاص' آمد سے  
 جن کو وہ اپنے حق میں زیادہ مفید سمجھتے ہیں تفصیل بمثل آگاہ کرتا اور  
 علم تاریخ مجھے ایسا سلسلہ وار پڑھاتا کہ میں ہر ایک سلطنت کی جڑ بنیاد اور  
 اسباب ترقی و تزلزل اور ان حادثات و واقعات اور غلیطوں سے واقف ہو جاتا  
 جن کے باعث سے ان میں ایسے بڑے بڑے انقلابات نمودار میں آتے رہے  
 ہیں اور قطع نظر اس سے کہ آپ مجھ کو بنی آدم کی وضع اور کامل تاریخ سے  
 آگاہ کرتے آپ نے تو ہمارے ان مشہور و معروف چند لوگوں کے نام بھی اچھی  
 طرح نہیں بتائے جو ہماری سلطنت کے بانی تھے۔ اور ان کی سرانجام گیری  
 اور ان کی خصوصی قابلیتوں سے بھی آگاہ نہیں کیا۔ جن کے باعث وہ بڑی  
 بڑی فتوحات کرنے کے قابل ہوئے اور ان فتوحات سے پہلے جو واقعات  
 ظہور میں آئے ان سے بھی ناواقف رکھا۔ اور باد و محمد کی بادشاہ کو انہی ہمایہ  
 قوموں کی زبانون سے واقف ہونا ضروری ہے۔ بجائے ان کے آپ نے مجھ کو  
 عربی کھنڈ پڑھنا سکھایا۔ اگرچہ اس زبان کے سیکھنے میں میری عمر کا ایک  
 بڑا حصہ ضائع ہوا۔ مگر بے شک آپ نے یہ سمجھا تھا کہ آپ مجھ پر ایک ایسی  
 زبان کے سکھانے سے جو دس بارہ برس برابر محنت کئے بغیر حاصل نہیں  
 ہو سکتی ایک دلی احسان کر رہے ہیں۔ آپ نے بغیر اس کے کہ یہ وہیں  
 کہ ایک شاہزادہ کو زیادہ تر کین کن علوم کے پڑھانے کی ضرورت ہے صرف  
 صرف دکنو اور ایسے فنون کی تعلیم کو جو ایک تافہی کے لئے ضروری ہیں مقدم  
 جانا اور ہماری جوانی کے ایام کو بے فائدہ اور فطرتی بحثوں کے پڑھنے پڑھانے  
 میں ضائع کیا۔

یہ الفاظ تھے جن میں اورنگ زیب نے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔ لیکن بعض شے  
 کہے آدمی یا تو بادشاہ کی خوشامد اور اس کے کلام کی قوت دیکھانے کو یا ملا صاحب کے  
 عہد کے مہرے یوں کہتے ہیں کہ بادشاہ کا ملا کو لامنت کرنا اسی پر علم نہیں ہوا۔ بلکہ مغوی  
 ویر بوجہ رادھر کی باتیں کر کے دوبارہ بلا کو کہا۔

کیا آپ کو معلوم نہ تھا کہ جیشہن میں جب کہ قوت حافظہ قوی ہوتی ہے

خزاردوں معقول باتیں ذہن نشین ہو سکتی ہیں اور آسانی کے ساتھ انسان ایسی مفید تعلیمات حاصل کر سکتا ہے کہ جن سے دل میں نہایت اعلیٰ خیال پیدا ہو جاتے ہیں اور انسان بڑے بڑے ناماں کاموں کے کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ کیا نماز صرف عربی زبان ہی کے ذریعہ سے ادا ہو سکتی ہے اور ہماری اصلی زبان میں اسی طرح نہیں ہو سکتی۔ اور تحصیل مسائل شرعیہ کیا زبان عربی ہی پر موقوف ہے۔ آپ نے ہمارے والد ماجد کو تو یہ سمجھا دیا کہ ہم اسے فلسفہ پڑھاتے ہیں۔ اور مجھے خوب یاد ہے کہ آپ نے برسوں تک ایسے یہود اور لغو مسائل سے میرے دماغ کو پریشان رکھا جن کے حل ہو جانے کے بعد بھی کوہ الطینان خاطر حاصل نہیں ہوتا۔ اور جو معاملات دنیاوی میں کبھی کارآمد نہیں ہوتے۔ اور صرف ایسے فرسین اور فضول خیالات اور توجہات ہیں جو کچھ میں تو بڑی مشکل سے آتے ہیں مگر بہت ہی جلد وہیں سے اتر جاتے ہیں۔ اور جن کا نتیجہ صرف یہ ہے کہ دماغ پریشان اور عقل ضبط ہو کر آدمی ایسا منہ زور اور ہٹلا ہو جائے کہ لوگ اُس سے وق ہو جائیں۔ بے شک آپ نے میرے اوقات گراں مایہ کے کئی سال اچھے مسائل مفروضہ کی تعلیم میں جو آپ کو مرفوب تھے صرف کرائے مگر یہ میں آپ کی تعلیم سے علیحدہ ہوا تو کسی بڑے علم کے جاننے کا فخر نہیں کر سکتا تھا بجز اس کے کہ ایسی چند عجیب اور غیر معروف اصطلاحوں سے واقف تھا۔ جو ایک عمدہ لمحہ کے لاجراں شخص کی ہمت کو شکستہ دماغ کو غفل بنا اور طبیعت کو حیران کر دیتی ہیں۔ اور وہ میان فلسفہ کے جھوٹے دعووں اور مبالغت کے چھپانے کی خاطر جو آپ کی مانند لوگوں کو یہ ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ وہ عقل و دلائل میں سب سے بڑے ہونے ہیں اور یہ کہ ان کی تائید اور مشتبہ المفہوم بن جتنی حق میں ایسے بہت سے دلائل ہیں جو بجز ان کے اور کسی کو معلوم نہیں کھڑے کئے ہیں اگر آپ مجھ کو وہ فلسفہ سکھاتے ہیں تو میں اس قابل ہو جاتا ہوں کہ بطور پل اور پل صحت کے کسی بات کو تسلیم نہیں کرتا۔ یا آپ مجھ کو دوسرا سبق پڑھاتے

جس سے انسان کے نفس کو ایسا شرف اور علم حاصل نہ جاتا ہے کہ دنیا کے انقلابات سے متاثر نہیں ہوتا۔ اور ترکی و منزل کی حالت میں ایک ہی سا رہتا ہے۔ یا تم مجھے انسان کے لازمِ فطرت اور مقتضیاتِ طبیعت سے واقف کرتے۔ یا مجھے ایسے جلیق استدلال کا عادی بناتے کہ تصورات و تخلیقات کو چھوڑ کر ہمیشہ اصلِ صادقہ کی طرف رجوع کیا کرتا اور باقی مافیہا کی عقلی و واقعی اور اس کے کون و نماد کی ترتیب و نظام کے معارفِ یقینیہ سے مجھے مطلع کرتے اور فلسفہ آپ سنے مجھے تعلیم کیا ہے وہ ایسے مسائل پر مشتمل ہوتا۔ تو میں اس سے بھی زیادہ آپ کا احسان ماننا چاہتا کہ سکھانے اور علم کا ماننا تھا اور اسطرح سے بھی زیادہ آپ کو انعام عطا کرتا۔ ملاجی ناظمی کا جھوٹا الزام خواہ مخواہ بھروسہ نہ لگا دیجئے۔ کیا تم یہ نہ جانتے تھے کہ شاہزادوں کو اتنی بات لازم و درہی سکھانی چاہیے کہ اُن کو سلاطین سے اور رعایا کو اُن کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرنا لازم ہے۔ اور کیا تم کو اول ہی یہ خیال کر لیا ضروری تھا کہ میں کسی وقت تخت و تاج کی خاطر بلکہ اپنی جان بچانے کے لئے تلوار پکڑ کر اپنے بھائیوں سے لڑنے پر مجبور ہوں گا۔ کیونکہ تم خوب جانتے ہو کہ سلاطین ہند کی اولاد کو ہمیشہ یہی معاملے پیش آتے رہے ہیں۔ پس تم نے کبھی لڑائی کا فن یا کسی شہر کا محاصرہ کرنا یا فوج کی صف آرانی کا طریقہ مجھے سکھایا تھا۔ مگر میری فوجِ طاعنی تھی کہ میں نے ان معاملات میں ایسے لوگوں سے کچھ سیکھ لیا تھا جو تم سے زیادہ عقل مند تھے۔ پس اپنے گاؤں کو چلے جاتے اور آج کے بعد کوئی نہ جانے کہ تم کرن جو اور تمہارا کیا حال ہے۔

لہ اس ساری تقریر کو پڑھنے کے بعد تو کچھ ایسا شبہ ہوتا ہے جیسے برہنہ تعلیم و تربیت کے موضوع پر اپنے خیالات اور نگاہِ زیرِ بین کے مزے سے کہلانا چاہتا ہے جس کا مقصد بعض مشرقی علوم کی تحسین کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟ حالانکہ اس زمانہ میں روسین کیتھولک گرجا کی جو تعلیمات اور فلسفے یورپ میں رائج تھے وہ بھی کہیں زیادہ بیحد از تہاس اور مخالفین سے دور تھے۔ ایک میں تین اور تین میں ایک کی تجسیم و تشکیل کے بنیادی نظریے تھے ان کے سارے علوم کو ایک عجیب گورکھ و منہ بٹا رکھا تھا۔

انھیں دلوں میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ انھوں  
**بادشاہی خیمہ کی ناگہانی موت** کے حق میں بہت غیر متعین تھا۔ بات یہ ہے کہ شہنائی  
 لوگ اکثر احکامِ نجوم کے اسے متفقہ ہیں کہ اُن کے نزدیک دنیا کا کوئی معاملہ ایسا نہیں  
 ہے جو کو ایک اور اطلاق کی گردش پر منحصر ہو اور اس لئے وہ ہر ایک کام میں نجومیوں  
 سے مشورہ لیا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ عین لڑائی کے وقت جب کہ دونوں طرف  
 صفِ ہندی بھی ہوجکی ہو کوئی سپہ سالار اپنے خیمہ سے سماعت طلبوانے بغیر لڑائی شروع  
 نہیں کرتا۔ تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی افسارِ کُن میں لڑائی شروع کر دی جائے بلکہ  
 جنہوں سے پہلے بغیر کوئی شخص سپہ سالاری پر امر بھی نہیں کیا جاتا۔ علیٰ ہذا اقیاس  
 بغیر اُن کی اجازت کے نہ شادی بیاہ ہو سکتا ہے نہ کہیں سفر کیا جاتا ہے۔ بلکہ نہ انداز  
 سی باتیں بھی اُن سے پہلے بغیر نہیں کی جاتیں۔ مثلاً کسی لوندی غلام کا خریدنا یا نیا کپڑا  
 پہننا۔ اور اس اعتقادِ قدیم نے خلائی کو عین ایسی وقت میں فال رکھا ہے۔ اور اس  
 سے ایسے اہم اور نامرغوب نتیجے پیدا ہوتے ہیں کہ مجھے سخت تعجب ہے کہ اس قدر  
 مدت سے یہ اعتقاد کیوں کر قائم چلا آتا ہے۔ کیونکہ ہر ایک نجومی سے خواہ وہ کسی سرکاری  
 کام کے متعلق ہر یا کج کے۔ اور ہر ایک معاملہ سے خواہ وہ معمولی ہو یا غیر معمولی نجومی کو  
 واقف کرنا ضروریات سے ہے۔

وہ واقعہ جس کا میں نوکر کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ خاص بادشاہی خیمہ کسی اتفاقی  
 سے پانی میں گر پڑا اور ڈوب کر مر گیا۔ اس انوس ناک واقعہ سے دوبار میں بڑی حیرت  
 پیدا ہوئی۔ اور ان نجومیوں کی شہرت کو جو اسرارِ نبی کے جاننے والے گئے جاتے ہیں  
 نے آخر عالمگیری اور سیرۃ النبی سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں تکلیف پڑنے پہنچے جو اس کے احماد میں  
 سال (مثلاً ہجری) میں تمام مہینوں کو جو بادشاہ اور شاہزادوں اور صوبہ داروں کے پاس لازم  
 رہتے تھے موقوف کر دیا تھا بلکہ اس حکم کی تعمیل اس سختی سے کی گئی تھی کہ اس کے مقرر خاص بخت  
 خاں نے ان سے چمکے کھڑائے تھے کہ آئندہ تقویم و جہیز ایک بھی نہ بنایا کہیں اور بادجو کو مبالغہ  
 کی صحت کے لئے سرکاری دفاتروں میں جنزلیں کا موجود نہ کیا کہ فردی امر تھا۔ اور نہ وہ کی رو سے کہ  
 ضیع بھی نہ تھا۔ گر اُن کا رکھنا اور دیکھنا بھی موقوف کیا گیا۔ اور بہت تھکا کر سفر کر کے ایک جگہ پر دستور مقرر  
 کیا گیا کہ وہ شہنشاہ و چہنشاہ کو روپ ہوا کرے۔ - - -

شاہجہاں کے اہام سیری اور مہاراجہ گئے یہ

بڑا غور پہنچا۔ ہونکہ یہ شخص جیشہ بادشاہ اور امرا کے لئے ساتیں نکال کر کرتا تھا اس لئے لوگوں کو اس کے اس طہریت جان دینے سے قدرتی طور پر نہایت تعجب ہوا کیونکہ ایک ایسا مشاق بخوی جو برسوں تک اوروں کے لئے مبارک اور عرش آئینہ باتوں کی پیش گوئی کرنا رہا ہو اس آفت سے جو خود اس پر آئے دانی تھی واقف نہ ہو سکا۔ اور لوگ یہ کہنے لگ گئے کہ ننگستان میں جہاں علم کا بڑا چرچا ہے کڑھوں کو دہاں کے لوگ مثل فریبیوں اور شہداء بازوں کے گئے ہیں اور اس علم کو مسموم اور صحیح اصول پر مبنی نہیں سمجھتے بلکہ یہ جانتے ہیں کہ مکار لوگوں نے جیسے آدمیوں کے درباروں میں رسائی پیدا کر لے اور ان کو اپنا محتاج ثابت کئے کا ایک ذریعہ بناد رکھا ہے۔

ایران کے نجومی کا لطیفہ | الفرض لوگوں کے ان خیالات اور علمی انصوص مندرجہ ذیل واقعہ سے جس کا عموماً بڑا چرچا تھا ختم بہت ناغرض ہوئے۔ اور وہ یہ

ہے کہ ایران کے نامہ بادشاہ عباس نے کہیں اپنے محل میں پانچ باغ لگانے کا حکم دیا تھا اور اس کام کے لئے دن بھی مقرر ہو چکا تھا۔ اور باغبان شاہی نے بیوہ کے چند درختوں کے لئے ایک مناسب موقع بھی نوٹ کر لیا تھا مگر بادشاہی خیم نے ناگ بھوں چڑھا کر کہہ دیا کہ اگر ساعت و بابت کے بغیر درخت لگائے جائیں گے تو ہرگز سرسبز نہ ہوں گے۔ شاہ عباس نے اس کی بات مان کر ساعت کو بھڑکاتے کو کہا

تو اس نے کچھ پاشا پاشا سوال اور لمبی کتاب کے ورق آٹھ پٹ اور حساب لگا کر عرض کیا کہ ستاروں کے ظلال، فلال مقام پر ہونے کی وجہ سے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ دوسری گھڑی کے گندھ سے پہلے درخت لگادینے جائی شاہی باغبان جو کھرمیوں سے بوجھ گچھ کر نے کو ایک لا حاصل بات خیال کرنا تھا۔ اس ٹکیا نہ خود کے وقت حاضر تھا پس بغیر اس کے کرائس کے آئے ۱۲ انتظار کیا جاتے گئے اور بادشاہ نے خاص اپنے ہاتھ سے درختوں کو جا بجا لگا دیا تاکہ یادگار کے طور پر کہا جائے کہ وہ خود شاہ عباس کے لگاتے ہوئے ہیں۔ مگر باغیچہ جب اپنے معمولی وقت پر سر پہر کو آیا تو درختوں کو لگا ہوا دیکھ کر بہت حیر ہوا۔ اور یہ خیال کر کے

مطالعہ اب پانچ لوگوں نے کہا ہوا دیکھا ہو یہ نیز کہ تو مطلب کی برتری ظاہر کئے گئے اس سے بھر مسموم نہیں مل سکتا تھا۔ حالانکہ یہ اب نے تو مدعیوں بعد جا کر حقیقت پرندہ کا سامنے بیکھا اور اسلام نے آغا رہی ہے کہانت اور انکے اذکار پر سخت تنقید کی اور عقائد پر علوم کی بنیاد رکھی۔

کو اس قریب سے نہیں دکھاتے تھے جو اس نے بخونہ کر رکھا تھا مثلاً سیب کی جگہ نر و آلو اور بادام کی جگہ ناشپاتی لگاتے ہوتے تھے تو ان کو اکھاڑ کر اور بیڑوں پر کچھ مٹی ڈال کر رکھ دیا۔ اور مات بھر اسی طس سے ڈالتے رکھے جنم کو بھی نور کسی نے جا کہا اور اس نے بھی نور اسی شاہجہاں کے پاس جا کر باغبان کی اس حرکت کی سخت شکایت کی۔ میں یہ گنہگار۔ باغبان اُسی وقت طلب ہوا اور بادشاہ نے نہایت غضبناک ہو کر کہا کہ تو نے یہ کیا حرکت کی کہ میں درختوں کو جو بے نیک سماعت ظلم کر خود اپنے ہاتھ سے لگا یا تھا ان کو اکھاڑ ڈالا۔ اور اب کیا امید ہے کہ اس باغ کا کوئی درخت پہل لائے گا۔ کیونکہ جو سماعت نیک تھی وہ گندگنی اور پھر کہاں سکنتی ہے۔ یہ صاف باطن اور سادہ لوح و ہفتابی جو اس وقت شہر آزی شراب کا ایک قدر بھی چٹھتے ہوتے تھا بخوبی کی طرف ترجیحی نظر سے دیکھ کر دلا۔ واللہ باللہ خوب ہی سماعت نکالی۔ اسے کجنت چٹگوئی فراخیال کر کر کہ میں یہی تیرا نجوم ہے کہ جو درخت تیرے کہنے سے دوپہر کو لگاتے گئے وہ شام سے پہلے ہی اکھڑ گئے شاہ عباس یہ بے ساختہ دھنوسے دار لطیف سن کر بے اختیار قہقہا کر مٹس پڑا اور بخوبی کی طرف پیٹو پھیر کر وہاں سے چلا گیا۔

**ضبطی جا بردار سے متعلق لطیفہ** | اب دو تھے میں اور جان کرتا ہوں جو اگرچہ شاہجہاں کے راد کے ہیں مگر ان کے بیان سے اس امر کا ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اس ملک میں یہ کسی ظالما دہن ہذا کی رسم چلی آتی ہے کہ جب کوئی شاہی لازم مرتب ہے تو اس کی جان و بہت سبکار ضبط ہو جاتی ہے میں ان میں سے ایک قسم کو یہ ہے کہ نعرے و دربار میں نیک نام خاں ناکی ایک نامور امیر تھا جس نے چالیس پچاس برس کے عرصہ میں بڑے بڑے مہدوں پر اسوردہ کر بہت مال و دولت جمع کر رکھا تھا یہ شخص اس ظالما دہن کی وجہ رسم کو ہمیشہ نفرت کی نظر سے دیکھا کرتا تھا۔ کیونکہ اس کے باعدہ، بڑے بڑے امیروں کی بگلیں بچا یک ایسی محتاج اور فقیر ہو جاتی ہیں کہ بادشاہ سے ان کو اپنی تھوڑی سی معاش کے واسطے التجا کرنی پڑتی ہے اور ان کے بچے کسی امیر کے تحت عام سپاہیوں میں نوکری کرنے کے لئے مجبور ہوتے ہیں پس اس کا اخیر وقت جب قریب ان پہنچا تو اس نے مخفی طور پر اپنا تمام خزانہ تو جمعیت زدہ بیواؤں اور یتیم غریب امیر زادوں کو جو بیچارے ساروں میں نوکری کر کے بسر و مات کرتے تھے تقسیم کر دیا اور خالی صندوقوں کو لوہے کے ٹکڑوں، پٹیوں، پڑائی جوتوں اور پٹے پڑنے لگنوں سے بھر کر خوب طرح سے ٹھہریں لگوا دیں اور وصیت

شاہجہاں کے ایام امیری اور عہد انگلیس

کی کہ ان میں ہر حال و اسباب بند ہے وہ خاص اعلیٰ حضرت کے لئے ہے۔ میرے مرے کے بعد باقی تمام حضور میں پہنچا دیا جائے۔

پس نیک نام خاں کے انتقال کے بعد جب یہ صندوق سرکار میں آئے تو اتفاقاً شاہ بادشاہ دربار میں بیٹھا تھا۔ اُن کو دیکھ کر اُس کا دل ایسا لپکاپا کہ سرور بار اُن کے کھڑے جانے کا حکم دیا۔ مگر اُن کے گھٹنے ہی جو انتقال اور ایسی اُس کو ہوئی وہ متنازع بیان نہیں ہے۔ اور اس قدر شرمندہ ہوا کہ ٹوٹا دربار سے اُٹھ کر چلا گیا۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ نیک نام خاں کے مرنے کے چند سال بعد ایک دوست مددینیا جو ہمیشہ سے پاوشاہی لازم تھا۔ ادا نے ملک کے دستور کے موافق بڑا بیاج غور تھا مر گیا تو اُس کے بیٹے نے اپنی ماں سے کہہ رہے تھے کہ واسطے لڑا بھگڑنا شروع کیا مگر اُس نے اُس کی عیاشی اور فضول خرچی کی وجہ سے دینے سے انکار کیا تو اس احمق نے شاہجہاں کے پاس جا کر کہہ دیا کہ اُس کا باپ دو لاکھ کروڑ یعنی پانچ لاکھ سو سو چھوڑ مرا ہے اس پر بادشاہ نے فوراً اس بیوہ صاحبہ کو دربار میں بلا کر یہ حکم دیا کہ ایک لاکھ روپے تو خزانہ شاہی میں بھیج دے۔ اور باقی میں سے پچاس ہزار روپے اپنے بیٹے کو دیے۔ اور حکم مطلق دے کر جب دایوں سے کہا کہ اس بڑھیا کو دربار سے نکال دو۔ یہ سن کر اگرچہ یہ بھلاہری بہت خیر ہوئی اور اُس کو اس بات کا بھی بڑا رنج ہوا کہ بلا سماعت اس کے صدر کے دربار سے نکالے جائے گا حکم ہوا لیکن تاہم یہ باہت بڑھیا گہرائی نہیں اور جب دایوں کو تھڑک کر بولی کہ شہر میں ابھی بادشاہ سے کچھ عرض کیا جا چکی نہیں اس بڑھیا جہاں سے : آیا اچھا ہو کہنا چاہتی ہے کہنے وہ نہیں اُس نے عرض کیا کہ حضرت بھیل بیٹا ہوا اپنے باپ کے مال کا دعویٰ کرتا ہے کچھ بے جا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ بھلا بیٹا..... اور ہمارا وارث ہے۔ مگر میں ہاتھ جڑ کر عرض کرتی ہوں کہ سرکار کا میرے خادہ کے ساتھ کیا رشتہ ہے جو حضور ایک لاکھ روپے مانگتے ہیں۔ شاہجہاں یہ مختصر اور بے ساختہ سوال سنی کہ بہت غصہ ہوا اور اس خیال سے کہ شہنشاہ ہند ہو کر ایک نئے کارشتہ دار کہلائے اُس کو ٹرخی نہیں آئی اور کئی بار تہتہ مارا اور حکم دیا کہ اچھا اسے جلا دو اور اس کے مال و دولت سے کوئی متعرض نہ ہو۔ شاہجہاں کی ماہی لڑائی قریباً مستعد میں جب ختم ہو چکی اُس وقت سے لے کر کئی چھ برس بعد تک جب کہ میں ہندوستان سے رخصت ہوا جو وہاں تعاقب قابل غور پیش کرتے

رہے اب میں اُن سب کو کھٹنا نہیں چاہتا۔ اگرچہ کچھ شک نہیں ہے کہ اُن میں سے بعض کے گھر دینے سے پہلے وہ ماکر مفلوں اور چند دستاویزوں کے طور پر ملنے اور زمین دوز کا مالانہ طریقہ کتاب پر مداخلت ہو جائے بہت کچھ بدراہم جاتا ہو اور گناہت کی وجہ سے جگہ وہ باتعات تمام و کمال کہیں بھر کھینچے پڑیں گے۔ لیکن سہرست میں صرف انہیں خاص خاص لوگوں کے بعض اہم حالات بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہوں جن کے نام سے ناظرین واقف ہو چکے ہیں اور اس بیان کو شاہجہاں کے حال سے شروع کرتا ہوں۔

**شاہجہاں کے ساتھ اورنگ زیب کا سلوک** | اگرچہ اورنگ زیب نے شاہجہاں کو قلعہ آگرہ میں بڑی احتیاط کے ساتھ قید کر رکھا تھا اور کسی ایسی بات میں مطلقاً غفلت نہیں کی جاتی تھی جس سے اُس کے محل بھاگنے کا اندیشہ ہو۔ لیکن اور سب طرح نہایت ادب اور ملاحظت کا بلوک کیا جاتا تھا۔ اور اُن شاہی مصلوں میں رہنے بیٹھنے کی بھی اجازت دیدی گئی تھی کہ جن میں وہ پہلے راکرتا تھا۔ اور اُس کی بیٹی سمروں بیگم صاحب سے بیٹنے کی بھی اجازت تھی۔ اور محل کی محل متعلقہ عورتیں مثلاً محل اور بی بی خاں اور ناچنے گانے والیاں وغیرہ سب حاضر رہتی تھیں۔ اور ایسے معاملات میں اُس کی کوئی خواہش رد نہیں کی جاتی تھی اور اب جو بڑا عابد و زاہد بن گیا تھا بعض ملاوٹ کو بھی اُس کے پاس جا کر سلامت و قرآن کی پڑھائی تھی اور خاصے گھوڑوں اور ہاتھ پرے وغیرہ شکاری جانوروں کے شکار لینے اور ہرنوں اور مینڈھوں وغیرہ کی لڑائی کا تماشہ دیکھنے کی بھی اجازت تھی غرض کہ اورنگ زیب کا برتاؤ شاہجہاں کے ساتھ بہر باقی اور ادب سے عالی نہ تھا اور حتی الامکان وہ اپنے بڑے باپ کی ہر طرح سے خاطر داری کرتا اور نہایت کثرت سے تحفے و خاتواں بھیجتا رہتا اور سلطنت کے بڑے بڑے معاملات میں اُس کی رائے اور مشورہ کو شکل ایک ہیرو مشرک کی ہدایت کے طلب کرتا تھا۔ اور اُن کے عزیزوں سے جو اکثر گفتار ہوتا تھا ادب اور نرمی فارسی ظاہر ہوتی تھی۔ پس اس طرح سے شاہجہاں کی گردن گشتی اور اُس کا غصہ آخر کار یہاں تک ٹھنڈا پڑ گیا کہ معاملات سلطنت کے بارے میں بیٹے کو کھینچے پڑھنے لگا۔ اور دانا شکوہ کی بیٹی کو بھی اُس کے پاس بھیج دیا۔ اور وہ بیٹی بہا بہا ہلات جن کے دینے سے پہلے انکار کر کے یہ کہہ دیا تھا کہ اگر پھر انکو گے تو کوٹ کر چاکر ڈالوں گا اگر وہ گناہیں اُن میں سے بھی بیٹھے جو اہر اور گناہ سے پاس از خود



بیچ دینے بلکہ اپنے اپنی فرزند کی سب گستاخانہ حرکتیں معاف کر کے اُس کے حق میں دعائے نیک بھی کر دی۔

حالانکہ اورنگ زیب بڑی بجا جت سے بارہا معافی مانگ چکا تھا اور شاہجہاں اس بات کو قبول نہیں کرتا تھا۔ مگر میرے اس بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ شاہجہاں کی ہر ایک بات بلا غور تسلیم کرنی جاتی تھی۔ کچھ نکر مجھے اورنگ زیب کے ایک غریب کی طرزِ تحریر سے معلوم ہوا کہ جب کبھی یہ بڑا بادشاہ محکم کے طور پر اُس کو کہہ کر کہتا تھا تو یہ اُس کے جواب میں جرات کے ساتھ اپنی ہی بات پر قائم رہنے کا اظہار کرتا تھا۔ چنانچہ میں نے اُس کے چند فقرے پڑھے ہیں جن کا مضمون یہ تھا۔

”کیا حضور یہ چاہتے ہیں کہ میں سختی کے ساتھ پُرانی رسموں کا پابند رہوں؟ اور جو کوئی ہمارا نوکر چاکر مر جائے اُس کی جائداد ضبط کر لوں، اگرچہ شاہی منظر کا یہ دستور رہا ہے کہ اپنے کسی امیر یا کسی دولت مند ہا جن کے مرنے کے بعد بلکہ بعض اوقات تو دمِ نکل جاتے سے بھی پہلے ہی اُس کے تمام مال و اسباب کا قلعیتہ کراتے تھے اور جب تک اُس کے نوکر چاکر جو کل مال و دولت بلکہ لائقِ ادنیٰ زلور بھی نہ تھلا دیں اُن پر مار پٹ اور قید و بند کا تشدد کیا جاتا تھا اور یہ دستور بے شک فائدہ مند بھی ہے۔ لیکن جو انصافی اور دینے دینی اُس میں ہے؟ اُس سے کون انکار کر سکتا ہے اور اگر ہر ایک امیر و نیک نام خاں کا سامعہ کرے یا کوئی عورت اُس پر وہ مہاجنی کی طرت اپنے مال کو بے شعیدہ کرے تو اس میں وہ حق بجانب ہے یا نہیں؟

حضور کی خشکی سے بہت ڈرتا ہوں اور اس امر کا تحمل نہیں کر سکتا کہ حضور میرے طور طریق کی نسبت غلط فہمی فرمائیں۔ اور جیسا کہ حضور خیال فرمائے ہیں تخت نشین ہونے سے مجھے خود رائے اور مفرد نہیں بنادیا۔ چالیس برس سے زیادہ کے تجربہ سے حضور خود بھی خیال فرما سکتے ہیں کہ آج شاہی کس قدر گراں اور چرچر ہے۔ اور بادشاہ جب وہاں سے اُٹھتا ہے تو کس قدر انکار اُس کے دل کو ممکن اور وہ مند بنائے ہوئے ہیں۔ ہمارے مشہور و معروف عہدِ امجد جلال الدین محمد اکبر نے اسی غرض سے کہ اُن کی اولاد وراثتی اور عہدی اور میر

کے ساتھ سلطنت کرنے اپنے عہد سلطنت کی تاریخ میں امیر تیمور گورگان کا ایک نوکر بطور منونہ کھسکراہی اولاد کو اس کی طرف توجہ دلائی ہے چنانچہ کھاہے کہ جب بائزید یلدرم گرفتار ہو کر امیر تیمور کے حضور میں لایا گیا اور امیر تیمور کے ساتھ اس مفید تبدیلی کی طرف دیکھ کر ہنس دیا۔ تو بائزید نے اس حرکت سے ناراض ہو کر امیر کو کہا کہ تم کو اپنی فتح مندی پر اس قدر اترانا چاہیے عزت و عظمت منجاب اللہ ہے اور ممکن ہے کہ میں طسوع تم آج فتح یاب ہوتے ہو کل میری طرح پکڑے جاؤ۔ امیر نے جواب دیا کہ میں دنیا اور اس کے جاہ و دولت کی بے شگافی سے خوب واقف ہوں اور خدا ذکر ہے کہ میں اپنے کسی مطلوب دشمن کی ہتک کروں۔ اور میری نہیں کا سبب یہ دیکھا کہ تمہارا دل دکھا دیں بلکہ مجھے تمہیں دیکھ کر اپنی اور تمہاری بد صورتی کے خیال سے بے اختیار ہنسنا پڑا کیونکہ تم کو کائنات جو اور میں منگڑا ہوں۔ اور یہ بات میرے دل میں گندی کرتا ہے سلطنت ایسی کیا چیز ہے جس کو پا کر بادشاہ اپنی جی کو بھول جاتے ہیں۔ حالانکہ خدا نے تعالیٰ اس کو اپنے ایسے بندوں کو عطا کرتا ہے جو کائنات اور لوگوں سے ہوں۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضور یہ خیال فرماتے ہیں کہ میری معروضیت و نصبت ان امور کے ہیں جو میں نظم و نسق ملک واری اور سلطنت کے اندر مدنی استحکام کے لئے منہایت ضروری جانتا ہوں نئی نئی فتوحات اور ملک گیری کی جانب زیادہ ہوتی چاہیے۔ اس امر سے میں ہرگز انکار نہیں کر سکتا کہ ایک بڑے شہنشاہ کا عہد و دولت نئی نئی فتوحات کی وجہ سے مزید اور مستانہ ہوتا لازم ہے اور اگر میں ایسا نہ کروں تو گویا اپنے نامور بزرگ امیر تیمور گورگان کی نسل کو دوسرے لگائوں گا۔ مگر بہر حال یہ بات قرین انصاف نہیں ہے کہ مجھے کابلی اور خاموش بیٹھے رہنے کا الزام دیا جائے۔ کیونکہ ہنگامہ اور دکن میں میری فوجوں کی معروضیت کو تو حضور بھی مٹ خیال نہیں فرما سکتے۔ اور میں

لے سلطان بائزید یلدرم کے مطلوب اور تمیز ہونے کے نوکر ہیں یہ روایت د تیمور نامہ میں ملتی ہے ڈاکٹر نامہ میں۔

حضور کو یہ بھی یاد دلاتا ہوں کہ پڑے سے بڑا ملک گیر بھی ہمیشہ سب سے بڑا بادشاہ نہیں ہوا۔ اور دیکھا جاتا ہے کہ کبھی کبھی دنیا کے اکثر حصے بالکل پیش اور ناتربیت یافتہ قوموں نے فتح کر لئے ہیں اور نہایت وسیع سلطنتیں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں بالکل ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی ہیں۔ پس حقیقت میں سب سے بڑا بادشاہ وہی ہے جو رعایا پروری اور دل و انصاف ہی کو اپنا حاصل کر جائے۔

اس طریقہ کے باقی حصہ کے پڑنے کا بچے مرتد نہیں دیا گیا۔

اب میں چند کلمے اس مشہور شخص کے باب میں کہنے میر جملہ کی کارگزاریاں ہم آسام اور اُس کی موت کے بعد اُس کا تعلق رہا۔ یہ کہ اس نامہ شخص کا خاتمہ کس طور پر ہوا۔

جنگالہ پر قبضہ حاصل کرنے میں اُس نے سلطان شہجہ کے ساتھ و بے رحمی اور بے ایمانی نہیں کی جو جیون خان نے دلا شکوہ سے اور سری نگر کے سامنے سلیمان شکوہ سے کی تھی۔ بلکہ اس نے ایک ہزار سوسے سالہ کی طرح ملک پر قبضہ حاصل کیا اور بغیر اس کے کو کسی دغا اور دھوکے سے سلطان شہجہ کو گرفتار کر کے صرف اس پر قناعت کی کہ سلطنت کے چھوڑ دینے اور سجدہ کی طرف بھاگ جاسے چہر بھر کیا۔ سلطان شہجہ کی ہم کے خاتمہ کے بعد میر جملہ نے ایک عوامی سرا کو عرضی دے کر اورنگ زیب کے مضامین بھیجا اور اتنا اس کی کہ میر سے اہل و عیال کو اس کے ساتھ جنگالہ چلے آئے کی اجازت بخشی جاے اور لکھا کہ "لڑائی بھیر و غری معمر ہو گئی۔ اور چونکہ میں ضعیف اور بڑھاپا ہو گیا ہوں حضور کی نوازش سے مجھے اُمید ہے کہ اس سے زیادہ اہل و عیال سے میری مددائی کو پسند نہ فرمایا جائے گا۔ لیکن اورنگ زیب اس چالاک دور کے مطلب کو فوراً سمجھ گیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر اُس کے بچے محمد امین خان کو جنگالہ بھیج دیا جائے گا تو میر جملہ جیٹا جنگالہ کا خود سرا و خواہ بنے گا اور وہ کہے گا اور شاید کہ یہ عجیب شخص اس پر بھی قناعت دکرے۔ کیونکہ میر جملہ ہمارے مفراد و العزم۔ شہجہ اور دولت مند ہونے کے علاوہ اس وقت ایک خلیفہ فوج کا سپہ سالار تھا۔ اور اُس سے اہل سپاہ کو محنت بھی

تھی۔ اور اس کا رعب بھی مانتے تھے۔ اور ہندوستان کا سب سے عمدہ صوبہ اُس کے قبضہ میں تھا۔ اور گو گنڈے میں جو محاللات پیش آتے تھے اُن سے ثابت ہو چکا تھا کہ میر جملہ کیسا ایک بے سہر اور بے لک طبیعت کا انسان ہے۔ پس ایسے شخص کی درخواست کو قطعاً رد کر دیا بغیر ہر خطر و تکلف کے۔ تاہم بنگ ندیب نے اس موقع پر بھی اپنی مخصوص احتیاط اور دانی سے کام لیا۔ یعنی میر جملہ کی بیوی اور بچے ہندوؤں کو بنگالہ روا ذکر دیا۔ اور امیر اعظم کا خطاب عنایت کیا جو ایک ایسا خطاب ہے جس سے بڑھ کر شہنشاہ ہند کوئی خطاب نہیں دے سکتا اور اُس کے بچے صحرائین خاں کو میر جملہ کا منصب عطا کیا جو سلطنت کے منصبوں میں دوسرے یا تیسرے درجہ کا منصب ہے مگر اس منصب دہلہ کو ہمیشہ دربار میں حاضر رہنا پڑتا ہے۔ اور بادشاہ سے اُس کا صلہ ہر سال ملتا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ میر جملہ کو بنگالہ کی مستقل صوبہ داری بھی عنایت فرمائی۔

میر جملہ جب اپنی مراد میں کامیاب نہ ہوا تو اُس نے سرچا کا گلیچے کے بلنے کی کردار اختیار کر دیں گا تو ہر قبیلہ بادشاہ کے خطاب کا باعث ہو گا اس لئے اُس نے بھی اسی کو بہتر جاننا کہ ان انعامات شاہی کا شکر بھالائے اور خاموش ہو رہا۔ لیکن حالانکہ جب کہ ایک سال کے قریب گند چکا نہاد بنگ ندیب نے صحیح طور پر یہ خیال کر کے کہ ایک اولوالعزم سپاہی اب زیادہ عرصہ تک بیٹھا نہیں بیٹھ سکتا۔ لہذا اگر اُس کو لڑائی سنبھالنی ہو تو مشغول نہ رکھا جائے تو خود لڑی ہی سلطنت کے اندر کوئی بیکھر اگڑا کر دے گا۔ میر جملہ کو آسام کے راجہ پر فوج کشی کی تیاری کا حکم دیا جو ایک مذہب دوست اور دیندار راجہ ہے اور جس کا ملک ڈھاکہ کے شمال میں خلیج بنگالہ کے کنارے پر ہے۔

اُدھر میر جملہ خود بھی اس ہم کی فکر میں تھا کہ اُس کو اس شخص کو اس طرح پروردہ میں تک ملک فتح کر کے ایک دائمی شہرت حاصل کر دیں گا۔ غرض کہ اور بنگ ندیب کے پیغام رساں نے میر جملہ کو اس مہم پر پہلے ہی سے آادہ پایا اور فوراً ایک سپاہ جہاز ڈھاکہ سے کشتیوں میں اُس کو دیا کہ راستہ روا دہ ہوئی جو آسام سے نکلتا ہے اور گوشہ شمال و مشرق

میں ایک ماخیز میں رکھا جا چکا ہے کہ اس کو طاعن طاعن سپہاں بنگالہ رکھا جاتا تھا۔ امیر اعظم کا خطاب شہنشاہ خاں کا تھا۔ ص م ج۔

سے چل کر ایک قلعہ چھ جس کو آند کہتے ہیں اور جوڑوا کا کہے قریب تین سو میل کے ہے اور جس کو آسام کے راجہ نے بنگالہ کے ایک صوبہ دار سے سابق میں چھین لیا تھا جا پٹنہ۔ اور دس بارہ دن کے محاصرہ میں قلعہ فتح ہو گیا۔ اور میر جملہ جہاںگیر کی طرف جو آسام کا دروازہ سمجھا جاتا ہے بڑا سا اور انتہائی قوی دن کے بے سفر کے بعد وہاں جا پہنچا۔ اور یہاں ایک لڑائی ہوئی اور راجہ شکست کھا کر گرگنا لڑائی کی طرف جو آسام کی راجہ وفاق اور جہاںگیر کے ایک سو بیس میل کے فاصلہ پر ہے بھاگ گیا۔ لیکن میر جملہ کے پھرنے اور چست تعاقب نے وہاں بھی دم لینے دیا۔ اور بغیر اس کے کہ کچھ مرد چھ ہندی وغیرہ کے بھڑا پیچھے کو ہشتا ہشتا ملکات لاسا کے کوہستان میں جا گئے اور جہاںگیر اور گروہوں لوٹ لے گئے۔ خصوصاً گروہوں سے بہت مال و دولت فوج کے ہاتھ آیا اگر گروہوں ایک بڑا اور عمدہ خیریت اور تجارت کی بڑی مٹھی ہے اور یہاں کی عورتوں کا حسن مشہور ہے، مگر کثرتِ بارش کی وجہ سے جو موسم سے ذرا پہلے شروع ہو گئی تھی سپاہ آگے نہ بڑھ سکی کیونکہ آس ملک میں اس قدر عید پرستا ہے کہ بیکر گروہوں کی آبادیوں کے جو چھاؤں گروہوں اپنی زینوں پر لٹائے جاتے سب جگہ پانی ہی پانی ہو جاتا ہے اور راجہ نے مرنے پا کر لشکر کے آس پاس کے ملک کو مویشی اور ہرنم کے مالکان سے خالی کر ڈالا۔ اور اگرچہ فوج نے بہت مال و دولت جمع کر لیا تھا۔ مگر قبل اس کے کہ ہر سات ختم ہو۔ رسم کی طرف سے نہایت دولت اور تحلیف میں پڑ گئی۔ اور میر جملہ آگے بڑھ سکتا تھا اور پیچھے ہٹ سکتا تھا۔ کیونکہ سامنے جو پہاڑ تھے اور نہایت ہی ڈراما گد تھے اور پیچھے ہٹنا ہٹنا اس نے مشکل تھا کہ پاؤں اور دلوں کی کثرت کے علاوہ راجہ نے ہوشیاری کر کے وہ ہشت بھی تیار ڈالا تھا جس پر سے چھڑا کا راستہ تھا جس پر سات بھر بھڑا وہیں ٹھہرنا پڑا۔ مگر خشک موسم کے لئے ایک لڑائی کی تیاریاں اور رسد کے ختم ہونے سے فوج ایسی شکستہ خاطر ہو گئی کہ میر جملہ کو آسام کی فتح کا اعادہ مجھڑا ترک کرنا پڑا۔ اگرچہ فوج کسی اور کم لیاقت سردار کے ماتحت ہوتی تو جنگ لڑ کر وہاں آج تک تھا۔ کیونکہ رسد بہت مشکل سے پہنچتی تھی۔ اور راستہ میں دلوں اب بھی اس کثرت سے تھی کہ سپاہ جملہ کو پچ نہیں کر سکتی تھی۔ اور راجہ چستی کے ساتھ پیچھے لگا ہلا آتا تھا۔ مگر میر جملہ اپنی معمولی ہوشیاری سے لشکر کو ایسے ڈھنگ سے چٹا لایا کہ آس کے مٹی تدبیر کی اور بھی دھوم مچ گئی اور مال و دولت بھی خوب ساتھ لایا۔ اور واپس آئے

جوئے تلمذ آؤ کو خوب مستحکم کر کے ایک جوار سپاہ وہاں اس غرض سے بھرتی یا کر اگلے برس کے شروع میں ہر سات سے پہلے پہلے پھر چڑھائی کی جائے۔ لیکن یہ نای سرمد مرض پہنچش سے جو اُس کے لشکر میں بنگالہ پہنچے ہی پھیل گیا تھا سر گیا۔ اور جیسا کہ ہوتا چاہیے تھا اُس کی وفات سے تمام ہندوستان میں تہلکہ مچ گیا۔ مگر بہت سے عقلمند لوگوں کا قول یہ ہے کہ حقیقت میں اورنگ زیب بنگالہ کا بادشاہ ابھی سما ہے۔ اگرچہ اورنگ زیب میر جملہ کی خدمات کا مستزاد اور فخر گذار تھا۔ لیکن شاید ایک ایسے نائب السلطنت کے مرنے سے جس کا اقتدار اور فائزندی اُس کو ہمیشہ عشوش رکھتی تھی ممکن نہیں ہوا۔ چنانچہ سرمد باہر محامین خاں سے کہا۔

”انہوں نے کہا کہ تمہارا شفیق باپ اور ہمارا نہایت قوی اور نہایت خوفناک

دوست جل بسا۔“

مگر وہ حال اورنگ زیب نہایت مہربانی اور فیاضی کے ساتھ ممد امین خاں سے پیش آیا۔ اور اُس کو یقین دلایا کہ اپنے باپ کی جگہ اب ہم کو بھجھو۔ اور بھاتے اس کے کہ اُس کی تنخواہ میں کچھ کمی کرے۔ یا میر جملہ کے مال و دولت کو ضبط کرے ممد امین خاں کو میر جملہ کے عہدہ پر منتقل کر دیا۔ بلکہ تنخواہ میں ایک ہزار روپیہ اضافہ کر دیا۔ اور اُس کے باپ کے کل مال و دولت سے بھی کچھ قرض نہیں کیا بلکہ

اب میں تمہارا سا حال اورنگ زیب کے سامنے ....  
شائستہ خاں اور کان کی مہم پر

اور جس کی موثر تقریریں اور چڑتوڑاں اس کے بھانجے کے لئے ایسے عظیم الشان مرتبہ پہنچنے کا باعث ہوئے۔ تاہم یہی کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ تم بڑے چکے ہو کہ کعبہ کی لڑائی سے ملے میر جملہ کا ایک خطرہ بادشاہ پر سام سے دھماکے سے گھبراہٹ سے نہیں ہے اور اس کے علاوہ اور بھی خطرات ہیں۔ اور اس ہم کامیج اور مفصل حال جو کہ عہدہ دار سام دونوں ہی ایک ہی وقت میں کی گئی تھی مانگیر نامہ میں اس خوبی سے لکھا ہے کہ اُس وقت کی خارجی تاریخوں میں ایسے عہدہ داروں کا بڑا شمار ہوتا ہے یا جانتا ہے اور اگرچہ وہ تفسیل اور جزئیات سب کے سب نہایت ہی دلچسپ اور قابل دید ہیں لیکن یہ گرائی کر دیا نکل گیا جاتا تو بھلائے خود ایک چھوٹی سی کتاب ہی جاتی اس لئے کہ اُس کا خطہ سر کھٹکھٹو ایک حاشیہ کی اس طرز کے خارجی میں لگا دیا گیا ہے جس کو وہ خطہ کہلاتا ہے

شاہجہاں کے ایام امیری اور مہارنگنے یہ

پہلے مہارنگ اور ملک دارالخلافت سے شمعاع کے مقابلہ کر گیا تھا خواستہ ظالم اگر کا  
صوبہ دار مقرر ہو چکا تھا۔ اس کے بعد وہ دکن کا صوبہ دار مقرر ہوا اور وہاں کی سب چالاری  
بھی اسی کو تفویض کی گئی۔ اور اب میر جملہ کی وفات کے باعث بنگالہ کا صوبہ دار اور  
دہاں کی فوج کا سپہ سالار بھی مقرر ہوا۔ اور امیر الامرا کا خطاب بھی اُس کو دیا گیا۔ خواستہ  
ظالم کی ناموری کے لحاظ سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بنگالہ پہنچے ہی جو ہم ظہیر اُس سے  
اپنے زمری تھی۔ اُس کا بیان کیا جائے۔ اور جب یہ خیال ہوتا ہے کہ خدا جائے کس بات  
سے اُس کے نامور جانشین سلاطین (میر جملہ) نے اُس کو اختیار نہیں کیا تھا تو یہ ہم اور  
بھی زیادہ توجہ کے قابل ہو جاتی ہے۔ اور میرے اس بیان سے ملک بنگالہ اور اراکان  
کی گزشتہ اور موجودہ حالت جواب تک لوگوں کو چندیں معلوم نہیں ہے متکشف ہوگی۔  
اور کچھ اور حالات بھی جو توجہ کے لائق ہیں ظاہر ہوں گے مگر اس ہم کی کیفیت معلوم ہو  
اور اُن واقعات کے کھرنی سمجھنے کے لئے جو خلیج بنگالہ میں واقع ہوتے ہیں ان کا تذکرہ  
ہے کہ اراکان میں ہے کہ لوگوں کا ملک بھی کہتے ہیں برسوں سے بہت سے لڑاؤں اور لڑائی  
اور مصیبتی فحاش اور دو نسل پر لڑائی اور اراکان اور اراکان کے لکڑوں سے اُن کو جمع ہوتے  
تھے رہتے تھے اور یہ ریاست اُن بد چلی لوگوں کے لئے جلتے پناہ تھی جو گوارا سلیان۔  
کو چھین۔ ملاکا اور ہندوستان کے اور مقامات سے جو قبل از میں پر لڑائی کے بعض میں  
تھے یہاں پہلے آتے تھے۔ اور جو بد معاش فقیر اپنی خانقاہوں کو چھوڑ آتے تھے یا جو اہلکار  
لوگ مدینہ و مدائن سے شادی کر کے یا کسی اور بڑے گناہ کے مرتکب ہو کر بھاگ آتے تھے  
یہاں اُن کی بڑی آزادی ہوئی تھی۔ یہ صرف نام کے عیسائی تھے۔ اور اراکان میں  
ان کا طرز معاشرت نہایت قابل نفرت تھا۔ چنانچہ بے حد و حد ایک دوسرے کو قتل کرتے  
یا دہر دیتے تھے۔ اور بعض اوقات اپنے دامنا پادریوں کو بھی ہر ہر چھوٹا وہ بھی ان  
سے کچھ کم دتے مار ڈالتے تھے۔ اور اراکان کے راجہ تھے جو ہمیشہ سلاطین مغلیہ سے  
خائف رہتا تھا۔ اپنے ملک کی سرحد پر اُن کے وجود کو ہنسنے ایک جنگی چمکی کے کارآمد  
کھمکے جات گام کی ہندو گاہ اور مہبت می زمینیں آبادی کے لئے اُن کو دے رکھی تھیں۔  
اور چونکہ وہ اُن لوگوں سے کسی طرح کی مزاحمت اور باز پرس نہیں کرتا تھا۔ تو یہ کچھ تعجب  
کی بات نہیں ہے کہ ان بد معاش اور بے گام لوگوں کا پیشہ لٹ کھوٹ اور صندری

فارت گری کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ چنانچہ یہ چھوٹی چھوٹی کشتیوں پر چڑھ کر اندر اندر سمندر میں گھبت لگاتے اور لنگر کی بے شمار شاخوں اور کھڑکیوں میں جا گھسے۔ اور زیرِ بدن جنگلہ کے جنہروں کو تباہ و برباد کرتے۔ اور اکثر سوٹوٹے سو سو میل تک ملک کے اندر چلے آتے تھے اور جہاں کہیں ان کا رونا دھونا یا کوئی شادی بیاہ یا کوئی اور تقریب ہوتی وہاں بیکارک جاپڑتے اور تمام لوگوں کو کچڑا کر دے جاتے۔ اور یہ نصیب قیدیوں کو نکال دیتے۔ اور جو چیر اٹھاتی نہ جاتی اُن کو جلا ڈالتے تھے۔ اور یہ اس جہیز کی لوٹ مار ہی کا نتیجہ ہے کہ ہم گنگا کے دامنِ بڑے عمودہ چھوڑوں کو ہر کسی وقت خوب آباد اور سمورے دیوان اور سلطان پڑا ہوا دیکھتے ہیں۔ اور سوائے خیموں اور جنگلی جانوروں کے اب وہاں کوئی نہیں رہتا۔ اور ان قیدیوں کے ساتھ وہ بڑی بے رحمی اور بے سلوکی سے پیش آتے تھے اور اُن کو یہاں تک جرات ہو گئی تھی کہ بڑے آدمیوں کو کٹے اور بیکار جان کر انہیں مقامات میں بیٹھنے کو دے جاتے تھے جہاں سے اُن کو کچڑا کر لاتے تھے اور اکثر دیکھا جاتا تھا کہ وہ جوان شخص جو کل اتنا ناجائز ہمالگ کران کے ہاتھ سے بچ گئے تھے آج اپنے بڑے باپ کو خرید کر ان کے پنجو سے پھڑانے کی کوشش کرتے تھے۔ اور جو ان قیدیوں کا یہ حال تھا کہ ان کو قرائن کو عراقی سکھاتے تھے یہاں تک کہ وہ خود قتل و فارت کے شہرین ہی جاتے تھے۔ یا اُن کو گوا۔ سیلان۔ اور سین طاس کے پگلیزوں کے ہاتھ بیچ ڈالتے تھے۔ بلکہ خاص جگہاں میں ہنگلی کے رہنے والے پگلیز بھی ان بیچاروں کے خرید لینے میں کچھ تامل نہ کرتے تھے اور یہ بولناک تجارت گالیس تک بھی ہوتی تھی جو اسٹاس پال اس کے قریب ایک جزیرہ ہے۔ ان قزاقوں کا یہ معمول تھا کہ قزاقیت طلب غلاموں کو کشتیوں میں بھر کر مقربہ مقامات پر لے جاتے اور باہمی قرارداد کے مطابق پگلیزوں کے آنے کے منتظر رہتے تھے۔ اور وہ ان سب کو نہایت ہی ارزاں قیمت پر خرید لے جاتے تھے اور نہایت افسوس ہے کہ پگلیزوں کے زوال قوت کے بعد فرنگستان کی اور قوموں نے بھی چانگام کے ان قزاقوں کے ساتھ جو یہ پیشگی بکھا رہتے ہیں کہ ہم ایک سال کے اندر اس قدر ہندوں کو بیچنا چاہتے ہیں جو پوری ترک تمام ہندوستان میں دس برس میں بھی نہیں بنا سکتے اس نہ موم چھڑ

لے اس ٹاس پال اس۔ انگریز کے اس منصفی معاملے کے نزدیک واقع ہے جس کو انگریز ہی کو لڑا کو سٹ (یعنی معاملہ الہم) کہتے ہیں اور جزائر سین طاس اور گالیس بھی اُسی



شاہجہاں کے ایام سیری اور عہد اور نگینے

کو جاری رکھا۔ سبحان اللہ۔ سیاسی مذہب کے پاک اور امر کا اس طرح سے متواتر اور اُس کے لواہی کی تحقیر کر کے طانیہ اُس کے برخلاف مل کرنا گیا جی عمرہ طریقہ ہمارے دینی مقدس کے پھیلنے کا ان گنتوں نے نکالا ہے۔

جہانگیر اور شاہجہاں کے عہد میں  
پرتگیزیوں کا حال

یہیں ان لوگوں نے اُس سے یہ عہد بھی کیا تھا کہ ہم علیحدگی کرنا اور بکری خزاؤں سے محفوظ رکھیں گے مگر شاہجہاں نے جو باپ کی بہ نسبت مذہب اسلام کا زیادہ پابند تھا ان کو اس مذہب سے سخت سنزادی کہ وہ نہ صرف اراکان کے خزاؤں کو جرات دلاتے تھے بلکہ خود بھی بہت سے غلام جو بادشاہی رحمت تھے اپنے پاس رکھ کر ان کے آزاد کرنے سے انکار کرتے تھے پس اُس نے اول تو دھمکا کر اور پھیل کر بہت سا روپیہ وصول کیا مگر جب بادشاہ کے احکام کے موافق جن جن باتوں کی تعمیل مطلوب تھی نہیں ہوتی تو آخر کار حاصرہ کر کے شہر پر قبضہ کر لیا گیا اور عموماً سب کو غلام بنا کر آگرہ بھیج دیا۔ زمانہ قریب کی تاریخوں میں ان لوگوں کی مصیبت کی کوئی مثال پائی نہیں جاتی۔ بلکہ وہ اس گروہ بنی اسرائیل کی مصیبت سے بہت کم مشابہ تھی جو بہت المقدس سے قید کئے جا کر سب اہل کو بھیج دئے گئے تھے تاکہ کیونکہ شاہجہاں کے حکم کی تعمیل سے ذکوئی بچے ہی مستثنیٰ رہا ذکوئی بقیہ ماشاء اللہ۔ کے نزدیک ہیں۔ یہ سب مقام زائد سابق میں پرتگیزیوں کے تحت حکومت تھے۔

اور چونکہ سین طاس ایک جگہ اس کے قریب بھی پرتگیزیوں کے قبضہ میں تھی۔ اس لئے سیاق کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ کا سین طاس مراد نہیں ہے۔ س۔ م۔ ح۔

لے یہ اجماعی اسرائیل کے قصص تاریخی سے متعلق ہے اور مختصر بیان اس کا اس طرح ہے کہ الیاقیم ابن یوشیا بیت المقدس میں آکر یہودیائی محبوب علیہ السلام کا استقبال ہوئی میں جس کو اب درجہ ملکہ اور ملکہ سے وہ ہزار چھ سو ستا دہ برس کا عرصہ گزرا۔ اس طرح پر بادشاہ ہوا تھا کہ مصر کے بت پرست بادشاہوں میں سے جو فرعون کہلاتے تھے اُس کے ایک ہم عصر فرعون نے اس کے بھائی یوحنا کو مغلوب اور قید کر کے الیاقیم کو بطور اپنے خراج گندہ کے اور یوحنا قید نام رکھ کر بنی یہود کا بادشاہ بنا دیا تھا۔ یہ بادشاہ بہت ظالم تھا اور جیسا کہ اور بنی اسرائیل بھی بعض اوقات کرتے رہتے تھے

بقیہ عاشقہ منور گد شدہ اس نے فریبت موسوی کے برخلاف بہت پرستی اختیار کر کے اس طریق کو طبع دنیا شروع کیا تھا یہاں تک کہ حضرت ابراہیمؑ کی طرف سے شرع موسوی کے موافق بنی اسرائیل کو گراہیں اور جرد دنیا اور سخت ہفتوں اور اعمال قیید اور بہت پرستی سے منع کرنے اور قرآن کی نازل ہونے سے ڈراتے تھے۔ بادشاہ نے ہر کاس بادشاہ نے قتل کرنے کا ارادہ کیا اور آخر کار مصر سے کہجاں وہ بھاگ کر چلے گئے تھے وہیں داکر اور اپنے مرنے فرعون کی معرفت پہلے جنگا کر بیت المقدس میں قتل کرا دیا۔ بطور انتقام الہی ان حرکتوں کا نتیجہ یہ ہوا۔

کوئٹہ حضرت ثانی پسر پسر کلمائوں کے بہت پرست بادشاہ نے جس کے خاندان کی سلطنت عراق میں تھی اور دیکھنے کے نزدیک شہرے تھا اور بابل و کربلا کے مصلیٰ اور ہزاروں کے قریب ان کے دارالحکومت تھے مشفق بہر علی میں بادشاہ ہو کر اول قوان قبائل کو جو ملک فلسطین میں رہتے تھے ملک بابل کا مکرم صلح کیا۔ اور بعد ازاں یہاں قیام کے گیارہویں سال جلوس میں ایک لشکر عظیم کے ساتھ اپنے دارالملک نے لڑا سے بیت المقدس پر چڑھائی کی اور یہاں قیام جو اس کے مقابلہ میں محض بے حقیقت تھا بجز اطاعت کے کوئی چارہ نہ دیکھ کر مسروران آل یہود حاضر ہو گیا۔ چنانچہ کچھ قصص بلکہ مقابلہ دغا صحت مشہور میں داخل ہو کر بیت المقدس پر قبضہ کر لیا اور جب کل بندوبست حسب دل خواہ کر چکا تو یہاں قیام کو پاب و پنجرہ کر کے معاش کی اس اور نگاہ میں اور دس خور اور یہودیوں کے کہیں میں سے ایک خور فہر و سے اور سردار اور حوئل اور سات ہزار سپاہی تھے اور حضرت اور عام الناس اور جن میں حضرت و انبیاء پینہر پسر بلکہ مقابلہ یہاں قیام کے بیچے بھی بارہ برس کی عمر میں مسرور اور صلحائے قوم کے تھے سب کو تیرہ کر کے بابل کو بھیج دیا اور اپنے سب سالار و خور و دان کو حکم دے کر بیت المقدس کو چلا کر خاک سپاہ اور بے نشان کر ڈالا۔ اور بے شمار باشندگان ملک کو قتل کرایا۔ اور ہر مال و دولت کو منہا قبضہ اور خزانہ شاہی اور درخانی کے گھروں میں تھا سب لوٹ کھسوٹ کر اور مرنے والے چھ لاکھ خور کو چھلا دیا۔ اور بنی اسرائیل میں سے ایک اور شخص کو اپنی طرف سے دانی کا حاکم بنا کر یہود دانی یعقوب کے خاندان کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ ہر گز بیت المقدس کی خرابی مہری گیارہویں چھپنے آپ کی لڑی تاریخ کو ہوتی تھی اس لئے بنی اسرائیل اب تک سرگ

ماتے ہیں۔ - س م م

ما غطا اور دکوئی درویش - چنانچہ عین اور خوبصورت عورتیں تو کیا بیاہی کیا کنواری لونڈیاں بنا کر محلِ سرانے شاہی میں بھیج دی گئیں - اور ہر زیادہ عمر کی تھیں یا اُن کی شکل اچھی نہ تھی امیروں کو تقسیم کی گئیں - اور کم سن لڑکے غنڈے کئے جا کر غلام بنائے گئے - اور جو ان غنڈے بڑے بڑے دودوں کی اُمید پر یا اُن تھیں کے پاؤں سے کھلواتے جانے کی متواتر دھمکیوں سے مسلمان ہو گئے - البتہ ہندو ویش اپنے مذہب پر قائم رہے اور فرقہ جیسوئٹ کے عیسائیوں اور پادریوں کی بہر پانی سے جنھوں نے اس آفت کے زمانہ میں بھی اگر کاربنا ترک نہ کیا اور بہت سادہ پیہ خرپ کر کے اور دوستوں سے سنی سفارش کرا کر اپنے فیاضِ ارادہ میں کامیاب ہوئے گوا اور اُور مقامات متہوض اہلِ پرتگال کو بھیجے گئے مگر مگلی کے حادثے سے پہلے یہ پادری بھی شاہجہاں کے خطاب سے بچے تھے - چنانچہ اُس نے اگر وہاں عالی شان اور خوبصورت گرجا جو ہم انگیر کے عہد میں مہاراجہ کے ہوا گر جا کے ہلا ہور میں بنایا گیا تھا مسمار کرادیا تھا - اس گرجا کے بنیاد پر ایک گھنٹہ لگا ہوا تھا جس کی آواز تمام شہر میں سنائی دیتی تھی۔

لے شاہجہاں کے صحنے خاص لے مہاراجہ لہوری نے سبھی کے پرتگیزیوں کے اس ماترہ کو بادشاہِ نامہ میں یوں کھا ہے کہ "ہنگالیوں کے مہاراجہ یعنی ہارل اور اکبر کے زمانہ سے پہلے جبکہ ہنگال میں تیمورہ خاندان کی حکومت تھی، فرنگی سوداگروں کا ایک گروہ جو سولہ پ رنلا، کے رہنے والے تھے سات گاؤں رچاٹ کام، میں آمد و رفت رکھتا تھا ان لوگوں نے سات گاؤں سے آگے بڑھ کر کھاڑی کے کنارے (جس کو لے مہاراجہ "خود" کہتا ہے) اس بہاد سے کہ خرید و فروخت کے لئے کوئی جگہ چاہیے ہنگالیوں کی اجازت سے جہاں اب شہر مگلی آباد ہے اول چند گھر بنائے اور عرصہ ایام مقام ہنگال کی چلے شعوری اور لاہوری سے اس نئی آبادی میں بہت سے فرنگی مسیح جو گئے - اور ان لوگوں نے یہ کام کیا کہ ایک طرف تو دیا موجود ہی تھا باقی تیزوں طرف صحتِ خلق کھد ماکر اور پانی سے بھر کر اس مقام کو ایک جزیرہ کی شکل بنالیا - اور اُس کے اندر مضبوط اور مالی خاش ملازمین خاکر توپ ہندوق اور سانان جنگ سے خوب مستحکم کر لیا - اور یہاں ہی ایسی ٹرہی کہ چند سات گاؤں کا بار بار سو ہو گیا - اور جہانات فرنگ کی آمد و خدادہ خرید و فروخت اسی جگہ مترو ہو گئی - اور یہ مقام اب بٹا شہر ہے مگر ہنگلی کے نام سے مشہور ہو گیا - رفتہ رفتہ ان لوگوں نے ہنگلی کی کھاڑی کے دونوں طرف ہور گئے تھے تھوڑے تھوڑے معاملہ وہ بھی اجارے لئے اور وہاں کی رعایا کو نہر کستی اور طبع دونوں طور سے کرین بنا بنا کر رنگستای کو پہنچا شروع

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کیا۔ اور اگرچہ ریت کے کم ہو جانے سے اجارہ کار یہ گروہ سے بھرنا پڑتا تھا۔ مگر بارہو اس کے وہ اس نعل کو موجب ثواب سمجھ کر اس نقصان کو سوداگاری کے نفع سے پورا کرتے تھے امداد خزانہ کی یہ کارروائی شمال اجارہ کے دیہات پر ہی محدود رہی تھی بلکہ دیا گناہ کا ہر کوئی آدمی تالا چڑھ جاتا اس کو کسی پکڑ کو اسی طرح مل کر لے جاتے تھے شاہجہاں کو چاہیے آپ کے مہر میں بٹکا لے جانے کا اتفاق ہوا تو بادشاہی راجا اور مسلمانوں کے ساتھ ان کا پیلرز سلوک بہت ناگوار گذرا اور اس وقت سے ان کی بیخ کنی کا خیال اس کے دل میں ایسا جما کر جب وہ بادشاہ ہوا۔ اور تاسم خاں کو بٹکا لے کر صوبہ دہلی پر مقرر کیا تو اس وقت ہشتاد و ہشتاد کے کھولنے کو خشکی اور تری دونوں طرف سے حملہ کرنے کی تدبیریں اس کو اپنی زبان خاص سے سمجھائیں جس کے موافق خان نے گورنر صوبہ کے اور ضروری اختتاموں سے غافل ہو کر سرحدی کے انجمن بہاد شہان سنن ایک خیرا کاٹھالیس چری الیہ خاں نامی ایک سردار کو مدد نہایت لٹھ اپنے بیٹے اور کئی اور سرداروں اور سپہ سالاروں کے چھوٹی کھائی کر اول برہان ہاکر منہر میں۔ اور کیلئے ہو گئی کے یہ شہر کیلین کہ برہان کی طرف مقام بھلی کی تخت و تالان کے لئے یہ توجہ آتی ہے۔ اور بہادر نامی ایک سردار کو اس کا ذاتی ملازم اور نہایت محل امتداد تھا مخصوص آباد ویر شہاد کے شمال خالص کے بعد رست کے مہاراجے اس کو یہ سمجھا کر روکا گیا کہ ضرورت کے وقت اللہ یار خاں اور نہایت لشکر کے پاس پہنچ کر شامل ہو جانا اور یہ سب احتیاط اس اندیشے تھیں کہ کہیں اس زادہ کی خبر ہاکر پر گزیر لوگ مال و ممال کو لے کر اپنی کشیتوں میں نہ جا پڑیں۔ علاوہ برہان یہ تدبیر کی گئی کہ چند سرداروں نے سر پہ بند سے لڑاؤ میں پیشکر اہل کھاڑی کے دلاؤ کو جارو کا اور بھارازاں الیہ خاں اور نہایت لشکر برہان سے دھنکے کو چھ کر کے ایک جگہ سات گانوں اور بھلی کے پہنچے ہیں آلاؤ کیا۔ اور بہادر نے پانچ سو سرداروں اور پھاروں کی جمعیت کشرے مخصوص آباد سے آکر اور نہایت شیر و فیل کے ساتھ جہانزادہ میں سری پور سے آئے تھے شامل ہو کر بھلی کی کھاڑی میں ایک تنگ جگہ کشیتوں سے پہلے باندھ کر ان کے سپہ سالار بھاگ جانے کا رستہ بند کر دیا اور بعد اس کے دوسری دہلی کو پہنچاؤ کر کھاڑی اور خشکی دونوں طرف سے آگے کو بڑھے۔ اور تعجب ہالی علی پہنچ کر جو یہ بستی بھی خندہ سے اس طرف پر گزروں ہی کے حلقہ میں ان کے ایک گروہ کو تباہ کیا۔ اور وہ کچھ غارت لیا۔ اور کچھ سپاہ نے کھاڑی کے دونوں طرف ان کے اجارے کے چھوٹوں میں داخل ہو کر غارتی اجارہ داروں کو قتل و تہذیب کیا۔ اور سب سے زیادہ کار آمد تدبیر یہ کہ ان کے لڑاؤ کے لازم مل کا اہل و عیال کو بھی جو سب بگالی تھے

پتھر حاشیہ منور گذشتہ۔ کپڑائے جس کے اُستے ایسی ضرورت کے وقت چاندی و طلا کے کدوئی چھوڑ کر بادشاہی لشکر میں حاضر ہو گئے اس کے بعد بادشاہی سرداروں نے خاص جنگی کوجا گھیرا۔ اور ایامِ محارمہ میں ساڑھے تین پہنچے تک ان کی یہ حالت رہی کہ کبھی تو ڈرائی لڑتے تھے اور کبھی صلح کے پیغام و سلام بھیجتے تھے اور اس کے دار و مدار سے اہل مقصد یہ تھا کہ فرنگستان سے ملک آئے کے خطر تھے۔ چنانچہ اسی پیغام و سلام میں اگرچہ بطور تہنید صلح اور عہدِ معدت کے ایک لاکھ روپے نقد بھی بند کر دیا مگر بادشاہ اس کے تقریباً سات ہزار ہندوئی ہر جانب محارمہ میں ان کے پاس موجود تھے ان کو روٹنے کے لئے بھی مامور کئے رکھا۔ اور میں بادشاہی سپاہ آٹری ہوئی تھی اس کے درمیان کو بھی پھنسا دیا تاکہ ہندوؤں کی زد سے پہلہ نہ مل سکے آخر کار بادشاہی سرداروں نے دھوکہ داتی لڑائی میں غور کیا چلے گئے۔ یہ تہہ کی کہ بیل دلا لگا کر گرجا کی طرف کی تھاق میں جس کا روض اور منی کم تھا، چھوٹی چھوٹی ٹالیاں کھدوا کر اس کو پانی سے غالی کر ڈالا اور اپنے سر چلائی سے تین سرنگیں لگائیں جن میں سے دو کو تو فہر پکڑا خوں نے خواب کر دیا مگر تیسری سرنگ خشک اس مکان تک جا پہنچی جو سب میں اونچا اونچا باد و مضبوط تھا اور جس میں بہت سے فرنگی جمع رہتے تھے۔ اور جب اس سرنگ میں باد و دھیر دی گئی تو چودھریں ریح الاول کو اسی مکان کے سامنے صاف لشکر آراستہ کی گئی تاکہ لڑائی کا انداز اسی طرف بھج کر وہ سب اور صریح آن کر جمع ہو جائیں۔ اور جب ایسا ہی ہوا تو اول توپ اور ہندوؤں سے لڑائی شروع کر کے آخر کار سرنگ کو آگ دینی جس سے وہ مکان اور بہت سے فرنگی و صریح کی طرح اڑ گئے۔ اور باقی اندھ ہوا اپنی کشتیوں میں جا چڑھنے کو بھاگے تو مارے گھبراہٹ کے اکثر تو لڑائی میں ڈوب گئے اور جو لوگ ڈوبنے سے اُچھلے کشتیوں تک جا بھی پہنچے ان کو بادشاہی لڑاء کی فوج نے مہالیا یہاں تک کہ پانچ گنبدوں نے اپنی تلوار کی کوئی جہان کا چٹا یکہ بڑے جہاز کو جس میں قریب دو ہزار کے مرد و عورت اور بہت سا مال و سامان اور بارود کا ذخیرہ تھا اس خیال سے کہ انیم کے ہاتھ دھپے باد میں آگ سے بے کراؤ خود جلا دیا۔ اور اسی طرح جو لوگ چھوٹی کشتیوں میں چڑھ گئے تھے انہوں نے بھی اپنے آپ کو جلا کر ہلاک کر ڈالا۔ فرنگی جو کشتیوں سے ڈوگر اور ستان غراب اور قد معلیوں میں سے صرف ایک غراب اور دو جلیے تو دھنساں وہ سے کہ پورے وقت چند تیل کی شاہی کشتیوں میں آگ لگ کر کچھ راستہ کھل گیا تھا، یہ کھل گئے مگر اس کے سوا کچھ آگ اور پانی سے بچا سب بادشاہی فوج کے قابو میں آ گیا اور ضرورت جنگ سے اس وقت تک اگرچہ لشکر شاہی میں سے تو صرف ایک ہی ہزار آدمی مارے گئے۔

ہنگلی کے چمن جانے سے پہلے جب کہ بادشاہانِ کمان سازانِ کمان کے قزاقوں کا سرِ فرشتہ تھا اور ایسا ہی اور زبردست شخص ہو گیا تھا کہ شاہِ الکمان کی بیٹی سے اُس نے شادی کر لی تھی ان قزاقوں نے گوا کے والیسرائے کی خدمت میں باقاعدہ طور پر یہ درخواست پیش کی تھی - کہ اگر آپ چاہیں تو تھم ملکِ الکمان ہم آپ کا قبضہ کر سکتے ہیں - پرتگیزیوں کی اس وضع اور یہ کہ پیش نظر ہوا انھوں نے جاپان - پکنیو - اتھو پیا اور دوسرے ملکوں میں اختیار کر رکھا تھا اس تجربہ کو تہمل کر لینا خلافِ توقع نہ ہوتا - مگر کہتے ہیں کہ دہلیسے گواتے غزوہ اور حسد کے بارے اس کو غلط نہ کیا - اور اُس کو یہ امر نازیبا معلوم ہوا کہ شاہِ پرتگال - ایک ایسے بڑے معاملہ میں ایک ایسے چھوٹے اور کم اہل شخص کا احسان اُٹھائے -

بقیہ معاملہ مندرجہ ذیل - گوا اس آفتِ غیرِ انسانی میں محصور دیں کے محنت میں ہزار ہا جانِ دہلیسے کے قریب فاصلے پر کے اور ابھی - نغزانی سرودھرت - چار ہزار چار سو قیدی ہوئے - اور دے مایا سے بادشاہی میں سے ہوس نرادرہی کے قریب ان کی قید میں تھے ان کو رہائی دی گئی اور عرصہ سلسلہء محاکمات میں ان کے بیٹے فرات اللہ ذکر سے بنگالہ سے آکر چھوٹے بڑے چار سو مرد و عورت - اسمراٹ فرنگز لایا اگر چہ چاہی ہو کہ لٹلی ہو گئی ہو تو وہی چار - ہزار چار سو مسلمان کے جن کے دھور دھن کی جھلک میا بیوں کے گرجاؤں میں اکثر دہا کرتے ہیں ، بادشاہ کی نعرے گدڑائے میں نے ان کی نہت پر حکم دیا کہ لٹلی کے ساتھ قید کے جائیں اور جو کوئی مسلمان ہر جگہ اُس کا گڑبہ مقرر کیا جائے - اور جو مسلمان خود یا عہد قید ہے - چنانچہ جیسے تو مسلمان ہر کہ مرد و عورت ہر گئے اور بھٹے قید ہی رہ گئے اور ان کے جن میں سے ۵۰۰ مرد ہی کہ بھڑے بغیر ان کی خیمیں ان کو تو اب کے خیال سے دہلیسے جہان میں ڈلا دیا اور لائی کو توڑ ڈالا -

صاحبِ پیرا نثار فریب نے قادیالہ کی طرح ان کو شخصِ مرزاہد کے فرنگی نہیں بتایا بلکہ جیسا کہ کتابتِ نفا پر تفصیل تو یہ ہے - پرتگیزی - کھسا ہے - اور اس مسیحیت کا باعث اُن کا - مرد اور بھادت - اور قیدیوں کی تعداد چار ہزار چار سو زون و مرد و کسی ہے - اور چونکہ سرنگ اڑنے کے بعد بادشاہ ہنسنا میں بھی اتنے ہی آدمیوں کا قید ہوتا کھسا ہے اس لئے اغلب ہے کہ یہی شمار بھی ہر گرجاں یہ بھی ممکن ہے کہ چار ہزار چار سو نغزانی قیدیوں میں سے چند دستاویں نغزانیوں کو چھوڑ کر ہر چار سو گدے سے چنے نغزانی مردوں اور عورتوں ہی کو چھانت کر غلامی کے لئے حاضر کیا گیا ہو - ۱۲

شاہجہاں کے امام احمدی اور عبدالغنیہ

**پرتگیزیوں کی بد اعمالی** | ہرواشی یہ ہے کہ ہندوستان میں پرتگیزیوں کے زوالِ حاکمیت کا باعث ان کی بد اعمالی ہے۔ اور جیسا کہ وہ خود بھی قبول کرتے ہیں اس کو غضبِ الہی کا ایک نشان سمجھنا چاہیے۔ اگلے زاد کے پرتگیزیوں کا ہندوستان میں بڑا نام تھا۔ اور تمام ہندوستانی رتو ساکن کی دوستی کے خواہاں تھے۔ اور وہ جماعت دینداری دولت مندی اور بڑی بڑی عظیم الشان جہوں کے سر کرنے میں مشہور تھے۔ اور وہ ایسے نہ تھے جیسے کہ آج کل کے پرتگیزی ہیں جو ہر ایک میسرے نسل کے عادی ہیں اور جن کا ہر ایک ذلیل اور پامال کام میں دل لگتا ہے۔

اسی زاد کے قریب جس کا میں ذکر کر رہا ہوں جزیرہ سوندریپٹا کراوی دریائی تھاقوں نے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا جو گنگا کے دہانہ کی ناکہ بندی کئے ایک اہم اور کارآمد تھا اور وہ نامیہ محافظِ داراجوان ہوا گشتا میں فرقہ کے درویشوں میں سے تھانہ معلوم کرنے و قریب سے دہانہ کے حاکم کو نکال کر ایک مدت تک اس جزیرہ کا پھونسا سامراج بنا رہا اور یہ وہی تھاق تھے جن کا ذکر میں نے پہلے کیا ہے کہ انہی گیلی آس قسم کی کشتیوں میں ٹھہ اس کتاب کے ختمِ انگریزی سڑا رنگ ہراک نے پرتگیزیوں کے ہندوستان میں آئے اسی کے عروج و زوال کا حال ایک حافیہ میں بہت تفصیل سے لکھا تھا۔ چونکہ وہ دلچسپ مضمون کسی حدِ طرانی ہے اس لئے غریف کی جلی کے ساتھ ہم نے اس جلد کے حافیہ میں لگا دیا ہے۔ س م ع

ٹھہ پھونسا جزیرہ نیلی بنگا میں چاٹ گام کے نزدیک ہے۔ س م ع۔  
 سے اہل رنگ گئے لہ ادر گئی آس سدرہ زلی شکل کی ایسی کشتیوں کو کہتے ہیں جیسی کہ اکثر بچا اور ہندوستان کے بعض بڑے دریائوں میں ہوتی ہیں چوڑوں سے کہتی ہوتی ہیں۔ جزیرت کے وقت ان پر پانچ بھی چڑھا سکتے ہیں۔ ایک مشعر سا کروٹنی ایک سرے پر بنا ہوا ہوتا ہے۔ اور گائی اور گیلی آس میں صرف اتنا فرق ہے کہ گیلی آس آس سے زیادہ اونچی ہوتی ہے۔ اور باقی ترکیب اور وضع سب وہی ہے اس وقت کی تاریخی تاریخوں میں بنگا کہ ان دریائی ٹھاقوں کے ذکر میں بھی قسم کی کشتیاں لکھی ہیں۔

(۱) قراب یعنی ٹونگ (۲) مودنگ کھان (۳) ہلیہ فسوگی۔ میں سلوم ہوتا ہے ٹونگ کھان کو گیلی سے مراد ہے۔ اور ہلیہ رنگی گیلی آس سے ادران پر قرابوں کے چڑھانے کی بھی گنجائش ہوتی تھی۔ س م ع

جیشکر سلطان شجاع کے پاس ڈھاکہ میں اس فرض سے آئے تھے کہ اُس کو ارمان لے جائیں۔ اُس مرتبہ پر بھی ان بد معاشوں نے ایک عجیب چال کی کہ جگہ کسی طرح اس کے اسباب کے مندوں میں سے بہت سے جو اہرات خیال لے تھے اسدالاکان پہنچ کر جہتی جہت پر غصہ خفیہ پیچھے پھرتے تھے جن میں سے ٹوچوں اور فرنگیوں نے اکثر پیرے یہ دم دے کر کہہ چکے ہیں ان بیوقوفوں سے تھوڑی سی قیمت پر اڑا لئے تھے۔

شائستہ خاں کی پرگیزی قزاقوں پر چڑھائی | میں خیال کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس امر کے اندازہ کر سکتے ہیں

کافی ہے کہ سلطان خلیفہ کو کس قدر زحمت اور خسار پہ ان نظام اور زبردست لشکروں کے سبب سے اٹھانا پڑتا تھا۔ اور اُن کے ہنگامہ میں کس آنے کے خوف سے ہمیشہ فوج اور گیلی آس قسم کی کشتیوں کے بیڑے بالکوں کے روکنے کے لئے تیار رکھتے تھے۔ اور اس پر بھی ان کے ہاتھ سے ملک بھر تباہ و برباد ہوتا رہتا تھا۔ اور یہ تراق اس قدر دیر اور لمبے فن میں ایسے مشاق ہر گھنٹے تھے کہ صرف چار پانچ گیلی آس کشتیوں میں جیشکر چڑھ آئے تھے اور مرنے والے چھوڑ دی گیلی قسم کی بادشاہی کشتیوں کو گزرتا کر مرنے لے اتار کر مالتے تھے۔ اس لئے شائستہ خاں نے ہنگامہ کا صوبہ دار مقرر ہو کر ان کی بجائے کئی کئی شاقی مارا اس میں ان کے دو مطلب تھے کہ سرورست قرآن ہے رسم و رنج قزاقوں کے تھکاڑ اور برباد کن حملوں سے اپنے صوبہ کی حفاظت اور آخر کار اسدالاکان کے ماح پر چڑھائی۔ اور اُس بے رحمی کا انتقام جو اسی نے سلطان شجاع اور اُس کے اہل و عیال کے ساتھ کی تھی کیونکہ اسدالاکان کا مسلح مارا وہ تھا کہ ان عالی منزلت لوگوں کے خون کا انتقام لے اور اس مثال سے ترپے جوار کے تمام زمینداروں کو یہ سبق دے کہ خاندان شاہی کے لوگ خواہ کسی حالت میں کیوں نہ ہوں انسانیت اور ادب کے ساتھ سلوک کرنے جانے کے متحمل ہیں چنانچہ شائستہ خاں نے اپنی تجویز کے ابتدائی امور کو انتہائی ہوشیاری کے ساتھ پورا کیا۔ اور چونکہ وہ یادوں اور ندی نالوں کی وجہ سے جو راستہ میں پڑتے ہیں خشکی کی ماہ سے امکان میں فوج کا لے جانا بہت مشکل تھا اور اس قیمت کے باعث جو اس بھری قزاقوں کو جہازی طاقی میں حاصل تھی سمندر کے راستہ سے فوج کٹ کر مالتے اس سے بھی زیادہ دشوار تھا اس لئے اُس نے ڈچ لوگوں سے مدد لینا مناسب سمجھا اور جس طسرت پر شاہ عباس بادشاہ ایران نے انگریزوں



کے اتفاق سے جہدہ ہر طرح پر قبضہ کر لیا تھا اُسی طرح اس نے بھی ڈچوں کی امداد سے اراکان پر قبضہ کر لینا چاہا۔ اور شیوہ کے گورنر کے پاس اپنے ایلچی کو چند خاص شرطوں کے ساتھ عہدہ بیان کے لئے بھیجا۔ اور یہ پیغام دیا کہ آؤ ہم تمہاری کرا اراکان پر مشترکہ قبضہ کر لیں۔ شیوہ کا گورنر اس تجویز کے قبول کر چکے ہیں اس وجہ سے آسانی کے ساتھ اعلیٰ ہو گیا کہ اس کے ذریعہ سے اُن کو ہندوستان کے معاملات میں پرکیزوں کی مداخلت کے کم کرنے کا جس سے ڈچ کو کچھ کامیابی کا بہت فائدہ تھا ہر زیادہ سوتھو اتھ آتا تھا۔ اور اُس نے اپنے دو جنگی جہاز جنگلہ کو

لٹا اس مقام کو پرکیزوں سے اعلیٰوں سے چھینا ہوا تھا۔ مگر سولہ سو بائیس عیسوی میں اراکانوں نے انگریزوں کی مدد سے پھر واپس لے لیا اور پھر ہندوستانی نوکرا لٹا

لٹا ہندوستان کی دولت ہندی کی شہرت نے دونوں سے یورپ کی اکثر قوموں کو اس ملک کے ساتھ تجارت کا سلسلہ جاری کرنے کے لئے بے چسپی کر رکھا تھا۔ مگر غشکی کے راستہ کی مشکلات اور سمندر کی ماہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے سب لاچار تھے لیکن پرکیزوں کے بادشاہ ان دنوں کے عہد میں اُس کا اولو العزم امیر البحر واسکو ڈی گاما جب اپنے باہو بانی جہادوں کے ذریعہ سے ایک پھر سچ اور خطرناک اور طولانی سفر طے کر کے ماہ جولائی سن ۱۴۹۸ء میں ساحل ملابار پر اکا پہنچا جس کا متصل ملل اُس ماحول میں درج ہے جو اس جگہ کے حالات میں لگا یا گیا ہے اور اُس وقت سے سیرس کے عہد تک تو مشرقی سمندروں اور جزیروں اور ساحل ہندوستان میں انہیں کا ظہور و دور دورہ رہا۔ گو بہت متلاش میں ڈچ لوگ بھیں کی حکومت سے آزاد ہو گئے تو انہوں نے بھی ہندوستان کی تجارت کے لئے کینیاں بنائیں اور ایسے جگہ سے کہ بحر ہند میں خط استوا کے قریب جزیرہ جاوا وغیرہ پر جہاں اب تک شہر ممبئی یا آن کی حکومت کا مصدقہ مقام ہے قابض ہو گئے اور پھر جہاں کہیں قابو پایا۔ پرکیزوں کو بھی پس پا کرنا ضرورت کیا یہاں تک کہ مشہور ہندو نیز جہدہ لٹا بھی جواب گورنمنٹ انگریز کی حکومت میں ہے ڈچوں نے پرکیزوں سے چھین لیا۔ اور اس قدر ترقی پائی کہ پرکیز بہت ہو گئے اور خاص ہندوستان کی تجارت اور بندرگاہوں میں بھی آفرکار انہیں کا قلب ہو گیا۔ اسی زمانہ کے قریب یعنی سن ۱۶۰۰ء میں انگریزوں نے بھی اپنی نامور ملکہ کوئین الیزبت کی اجازت سے ہندوستان کی سوداگری شروع کی اور ان کے سلسلہ سودا کارک والوں نے یورپ کی ایک جمہوری ہی قوم ہے اور بن کوئینر کہتے ہیں اول ہڈاس کی طرف سمندر کے کنارے ترنگی اور جس رص کا بھی نام لشکر بائی معلوم ہوتا ہے۔ ہر تھمہ کے راجہ سے خرید لیا تھا۔ اور پھر ملک کے قریب سیرم پور علی بی کو قبضہ

بھیج دیئے تاکہ خاصہ غاں کی فوج کو آسانی کے ساتھ چانگام میں پہنچا دیں چونکہ اس عرصہ میں شاہجہاں نے بھی کبلی آس وغیرہ قسم کی بڑی بڑی کشتیاں بننے کر لی تھیں۔ پس اس نے ان قزاقوں کو اس طرح پر دسکا یا کہ اگر فوراً اطاعت قبول نہ کر دے تو غنیمت و نالودہ کر دیئے جائے گے کیونکہ اورنگ زیب نے اماکان کے راجہ کی سزا دی کا ارادہ مسموم کر لیا ہے اور ٹوچوں کے جنگی جہازوں کا ایک طاقتور بیڑا بھی جس کا تم مقابلہ نہ کر سکو گے بہت جلد آئے والا ہے۔ پس اگر تم کو کچھ عقل ہے۔ سارا اپنی اور اپنے اہل و عیال کی خیریت چاہتے ہو تو راجہ کی نوکری چھوڑ کر شاہی ملازمت اختیار کرو اور جس قدر تم کو ضرورت ہو بنگالہ میں زمین عطا کی جائے گی اور راجہ کے پاس سے جتنی تنخواہ ملتی ہے اُس سے دو چند دی جائیگی۔ اتفاقاً انھیں ایام میں ان قزاقوں سے راجہ اماکان کے ایک بڑے عہدہ دار کو مار ڈالا تھا۔ اب اگر یہ بات کو شکم معلوم نہیں کہ راجہ کی سزا دی کے اندر فیصلے انھیں مارا یا فریاد کیا

جسے حاشیہ منکر گوشتہ کہیں اور سب سے آفیس عہدہ داروں میں امرات کے قابل و اہل ذہن کو مل رہا ہے بھی دھیں کر ڈاکٹر منیر نے اپنا خط جو اس جلد کے خاتمہ میں ہے تند کیا تھا، حجاز کی کپڑی کی اور فرنگوں سے قصبہ چندر گھر معروف بہ فرانس ڈانگا کے علاوہ ہر ملک کے پاس ہے دھاس کے قریب پانڈے چری کو اپنا صد مقام قرار دے کر ایسے زور و شور سے قدم جماتے چاہے کہ گویا ہندوستان کے ایک ہی ہو چلے تھے۔ مگر اتفاقات و قسمت سے ان سب قوموں کا فروغ یکے بعد دیگرے گھٹتا گیا۔ اور خداوند تعالیٰ نے صرف انگریزوں کو جو ان سب میں مدد و ترویج کے رہنے والے اور قتلوں میں جار ہوئے چار کوڑے زیادہ دتے اور صاف و اقبال خدا داد کی وجہ سے اس ملک کا شہنشاہ اور یہاں کے پچیس سستانیں کر ڈیاں۔ دیں کا خط و مطلق بنادیا۔ منہلہ ان پانچوں قوموں کے ہندوستان میں ہی توچوں اور ڈونارک والوں کی حکومت کسی جگہ نہیں ہے۔ البتہ گورنمنٹ انگریزی کی رعایت اور اُس کی اہلی محافظہ و دخل سے جو ان سلطنتوں کے باہم رہے ہیں یہ فرنگوں کی حکومت پانڈیچری میں موداس کے علاقہ متعلقہ کے اور نیز قصبہ چندر گھر میں چلی آتی ہے اور پانڈیچری کی حکومت بھی گواہیں اور نیز جزیرہ دیو متعلقہ کاٹھیاواڑ میں باقی ہے مگر فی زمانہ یہ دونوں حکومیں ہندوستان کے نام نظم و نسق کے اعتبار سے ایسی غیر محسوس اور بے وقعت ہیں کہ یہاں کے امور پر ٹیکل پر اُن کا کچھ اثر نہیں پڑتا۔ س م م

لے صاحب جام جہاں شاہ اس کا صحیح نام پتہ چری جانتے ہیں۔ س م م

کی دھمکیوں اور وعدہ و وعید نے ان پر اثر کیا۔ مگر یہ امر متفق ہے کہ ایک دینی ان ملائق پر نگیزوں پر ایسا خوف طاری ہوا کہ ایک نعت جالیں پہچاس گایا سوں میں بیشک رنگا لہو کہ چل پڑے۔ اور اپنے اضطراب سے رونا دہنے کو اس ہڑٹا ہٹ میں جود بچے احوال اسباب بھی مشکل ساتھ لائے شایستہ خاں ان نئے ملاقاتیوں سے بڑے اخلاق کے ساتھ ملا اور بہت سارے یہ ان کو دیا اور شہر و صاگر میں ان کے اہل و عیال کے رہنے کے لئے عمدہ بندوبست کروایا۔ اور اس طرح ہر ان کو اس کے حق سلوک پر ایسا اعتماد ہو گیا کہ از خود باو شاہی لشکر کے ساتھ ہم چہانے کی خواہش ظاہر کی۔ اور جزیرہ سرحد پر چڑھائی کرنے اور فتح کر لینے میں (کچھ دنوں سے راجہ امالکان کے تمہد میں چلا گیا تھا) شریک ہونے اور پھر یہاں سے باو شاہی فوج کے ساتھ چانگام کر گئے۔ اب اگرچہ ان کے وہ دونوں جنگی جہاز بھی آپہنچے مگر شایستہ خاں نے ان کے سواروں کی مہربانی کا شکریہ ادا کر کے یہ کہلا بھیجا کہ اب آپ کے تحلیف کرنے کی کچھ حاجت نہیں رہی۔

چنگا لہ میں یہ جہازیں نے بھی دیکھے تھے اور ان کے عمدہ داروں سے ملاقات بھی ہوئی تھی اس بار اس بار کے شاہی تھے کہ اس ہندوستانی سردار نے محض زبانی سے خرچ اور خشک لشکر پر ہی ان کو ملا اور شرائط مقررہ کا کچھ لحاظ نہ کیا۔

شایستہ خاں کا برتاؤ ان پر نگیزوں کے ساتھ اگرچہ ویسا نہیں ہے جیسا کہ شایستہ خاں ان کی خدمات کے ہونا چاہیے تھا مگر ان وہ ان سے اس سلوک سے پیش آتا ہے جس کے کہ وہ واقع میں لائق ہیں۔ اس نے چانگام سے تو ان کو اکٹھا ہی دیا ہے اور وہ اب اپنے اہل و عیال سمیت اسی کے قابو میں ہیں۔ اور ان کی احوال کی بھی کچھ حاجت نہیں رہی اس لئے اس نے ہمہ لیا ہے کہ جود سے ان سے کئے گئے تھے ان میں سے اب کسی کے بھی ایذا کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ کئی کئی جیسے گند جاتے ہیں کہ تنخواہ کی بابت پھوٹی کوڑی تک نہیں ملتی۔ اور وہ علانیہ کہا کرتا ہے کہ یہ ایسے دغا باز اور ملائق ہیں کہ جس راجہ نے ان سے اس قدر سلوک کئے تھے یہ پائی اسی کے ساتھ بے ایمانی سے پیش آئے۔ اس لئے ان پر جود نہ کرنا ناواقف ہے۔ اور اس طرح سے اس نے چانگام میں ان پر نگیزوں کی طاقت کے چراغ کو بجھا دیا جنہوں نے ہنگامہ کے زیریں علاقہ میں اس قدر اندھیر پھا کر تمام ملک کو دیا اور بے چراغ کر دیا تھا۔ اور یہ امر زیادہ کے گذرنے

ہر معلوم ہو گا کہ آج شہنشاہت خاں کو ایسی ہی کامیابی ملا کہ ان کی ہمہ پیش بھی ہوئی ہے یا نہیں۔  
 یہ جاننا کہ چنگیزیوں کی دریائی فوج تگاری اور دغا بانی بادشاہی کو لوٹ بیٹے اور بکڑے جانے کے  
 الزام کے متعلق جس تفصیل و توضیح سے صفت نے لکھا ہے نیز اس سبب سے بھی کہ اس کی یہ تہمتاں  
 ایک یورپین قوم کے حالات سے متعلق ہے ہمارے نزدیک بھی بہ نسبت کسی خارجی صورت کی تحریر  
 کے یہاں بیان زیادہ تر افتاد اور سند کے اہل حق ہے۔ مگر صاحب مالگیر نامے میں طرح پر اس ہم کے  
 واقعات کو لکھا ہے وہ یوں ہے کہ اس نے چاٹ گام کے چنگیزیوں کی نسبت کوئی الزام نہیں لگایا۔  
 اور ہاں میں وہ صراحتاً وزیر کے بیان کے بموجب قریب ہے ان کل حرکتوں کا لازم خود ان کا خیال کو قیام  
 ہے اور دریائی لڑائی اور نیکشتی رائی میں ہر قسمت اس نے چنگیزیوں سے منسوب کی ہے صاحب  
 مالگیر نامے نے اس کو بھی ان کا نہیں ہی سے منسوب کیا ہے۔ بلکہ بلحاظ فرشتاد و چالیدی اپنے بادشاہ  
 یا حکام سلطنت اس امر کو صاف صاف لکھ دیا ہے کہ بہ نسبت بادشاہی لڑائی کے اپنے خون میں یہ لوگ  
 مشاق بھی زیادہ تھے۔ اور ان کی جنگی کشتیاں سامانی قریب خادانہ صیہری اور استحکام میں بھی بادشاہی  
 کشتیوں سے بہت بڑھ کر اور زیادہ عمدہ تھیں اور وہ ورت کشتی کے متعلق شہنشاہ کے واقعہ کا کوئی  
 افتادہ نہیں صرف انتخابی لکھا ہے کہ وہ لوگ اپنی کشتیوں کے ذریعہ چاٹ گام کے بند سے صوبہ  
 بنگالہ میں داخل ہو کر مذکورہ بادشاہ کے ترکب پر تھے اس نے شہنشاہت خاں نے اطلاع دیا  
 بیڑہ کی امریکی اور گشت کے اپنے سرحدی مقاموں کو اکٹائی اور سلگرام گزارہ اور جہاز پر حکم کیا اور  
 خود چاٹ گام کو بھیج دینا بھی مناسب جاتا۔ اور اس ارادہ کی تکمیل کے لئے اول توجہ یہ سونپ  
 کو ہر چاٹ گام کے قریب لڑاکائی کے محاذی ہے۔ طاعور نامی وہاں کے زمیندار بیٹی راجہ سے  
 ہر شہنشاہت خاں کے فرستادہ سواروں کے ساتھ ایک مددگار تھیں اور چلا تھا چھین میا۔ اور اس کو  
 اور شریف نامی اس کے بیٹے کو ہر لڑائی میں زمینی ہو گیا مسائل و مسائل کے تہہ کر لیا۔ کہ یہ شخص ظاہر  
 میں ملیح سلطنت اور باطن میں لڑاکائی کا دو کار تھا۔ اور بادشاہ کی نجات خود حاضر ہو کھنڈ اور لدا  
 دینے کے وعدہ کر چکا تھا۔ مگر اس ہمہ ہی شریک خدمت نہ ہوا تھا بعد اس کے لکھا ہے کہ ان۔  
 - ترکبوں کی استقامت ہر چاٹ گام میں رہتے تھے اور بادشاہ ان سے طاقت رکھتے تھے اس ہم کے  
 سرخام دینے کے لئے نہایت عرصہ ہی تھی۔ اس نے امیر لہر لائے ان۔ ترکبوں کو جو اس کے ماتحت  
 بنگالہ کی اور بندرگاہوں میں رہتے تھے بہت سے مدد آمیز خطوط لکھ کر ان کی معرفت چاٹ گام کے  
 ترکبوں کے پاس روانہ کئے۔ اتفاقاً ان میں سے بعض خطوط گرام کبریٰ نام ایک لڑاکائی سوار نے صوبہ

بقیہ حاشیہ منور گذشتہ راجہ نے اپنے معمول کے موافق دریائی تفریح کے لئے سورہ پپ کی طرف بھیجا  
 جہاں تھا کپڑے اودھاجہ کے پاس بھیج دیئے۔ اس سے چاٹ کام کے فرنگیوں سے راجہ بدین ہو گیا۔ اور  
 کام کبریٰ کو کھسا کہ تم ان سب کو صدان کے حلقین کے اراکان کو بھیج دو نیز اس حکم کا یہ ہوا کہ ملائین  
 سے فرنگی لڑا ہے اور ان کی کچھ کشتیوں کو حلقہ چھونک کر صد اپنے متعلق اور متوسلوں کے چارٹش  
 جلیوں میں جو سامان جنگ اور توپ و جندوق سے بھری تھیں ستنے چاٹ کام۔ یہ بھلوہ کے تھانید  
 فراد خاں کے پاس لڑا کھائی میں چلے آئے اور اس نے ان کے بعض سرگروہوں کو امیر الامرا کے  
 پاس بھیج کر ان کو اپنے پاس ٹھہرا لیا۔ امیر الامرا نے ان کی بہت خاطر کی اور ان کے ساتھ کئی طہوت  
 کی رعایتیں کیں فرسکہ چاٹ کام کی فتح کے لئے جب یہ اجتہادی بندوبست چھڑے ہر چکے تو امیر الامرا  
 نے اپنے بیٹے بزرگ امید خاں کو چند مسلمان اور ہندو امرا اور منسوب وادوں کے ہمراہ خشکی کے راستہ  
 سے اور فراد خاں مذکور اور ابن حسین وادوہ لڑا وادہ رو ٹا گیا کوئی عیب تھا اور میر تقی وادہ  
 توپ خاں کو کچھان سورہ سرگروہ فرنگیان چاٹ کام ملوان کے دوسرے سواروں کے ساتھ روانہ کیا  
 اور ان کو انعام واکرم وغیرہ سے پوری طور پر خوش کر دیا ان کے بیڑہ کے ساتھ بادشاہی بیڑہ بھی دریا  
 کے راستہ سے روانہ کیا۔ چونکہ بزرگ امید خاں کو منزل مقصد تک پہنچنے میں مشکلوں کو ٹھاکر  
 اور نہ یوں اور دریاؤں کو عبور کر کے بڑی مشکلوں سے کوپے کرنا پڑتا تھا اس لئے بادشاہی بیڑہ پھر  
 خشکی کی قوت سے کسی قدر آگے بڑھ گیا تھا اور ان کا بیل کے بیڑہ کے مل گیا۔ اور جانہیں سے توپ  
 بندوق اور تیروں سے لکھ دریا کی لڑائی ہوئی جس میں لڑائی مغلوب ہو گئے اور دشمن فرار  
 اور تین جیلے ہنسنا کر بھاگ گئے۔ چونکہ ابھی چھپے سے بڑی بڑی بادشاہی کشتیاں نہیں پہنچ سکتی  
 تھیں اس لئے ابن حسین نے زیادہ تعاقب نہ کیا اور اپنے بیڑہ کو ان کے بیڑہ سے کسی قدر فاصلہ  
 پر روک لیا۔ جب بزرگ امید خاں اس کامیابی کے حال سے مطلع ہوا تو اس نے میر تقی اور  
 فراد خاں کو تاکید سے حکم بھیجا کہ مشکل وغیرہ کو ٹھاکر اور راستہ نہ اگر کوپے کرنا کا خیال تو چھوڑیں اور  
 جس طور سے بیڑے ابن حسین کی مدد کو جا نہیں۔ چنانچہ جب یہ لوگ بھی ابن حسین کے فوڑہ  
 کے پاس دریا کے کنارے پہنچ گئے تو ابن حسین نے دریا سے کرن بھری میں جہاں لاکھوں کا فوڑہ ٹھہرا  
 ہوا تھا پہنچ کر مل کر دیا اور جانہیں سے چھ گھنٹہ تک سخت دریا کی لڑائی ہوئی جس میں بہت سے  
 اراکان مارے گئے۔ بہت سے لوہے گئے۔ بہت سے کپڑے گئے اور ابن حسین نے فتح یاب ہو کر اپنے  
 بیڑے کو تھو چاٹ کام کے نیچے جا کھڑا کیا اور اس لڑائی میں کچھان سورہ مذکور سے بھی نہایت عمدہ فرائض

## اورنگ زیب کے بیٹوں کا حال

محمد سلطان قواب تک قلعہ گوالیار میں قید ہے۔ لیکن کہتے ہیں کہ اب اُس کو حسبِ عادیہ دوست کا قدر نہیں چلا جاتا۔ اور محمد معظم پستوا اپنی ہوشیاری اور سلامت روی کی چال پر چلے جاتا ہے۔ لیکن ایک واقعہ سے ایسا پتا چلتا ہے کہ شاید باؤشاہ اُس سے کچھ ناراض تھا۔ اور اس طمانہنگی کا سبب باقویہ ہوگا کہ اپنے باپ کی شہتِ مرض کے زمانہ میں کوئی نصیب کار و قاتی کی ہوگی یا کوئی اور نا معلوم سبب ہوگا۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ بغیر کسی غرضی رہنمائی کے مرزا اُس کی بڑاقت اور اطاعت کا امتحان ہی منظور ہو۔ مگر بہر حال اورنگ زیب نے ایک روز بھر سے دربار میں اُس کو یہ حکم دیا کہ ایک شیر پر پہاڑ سے اُتر آیا ہے اور گردنِ نواس کے لوگوں کو تکلیف بقیہ ماضیہ نہ کرے۔ انھوں نے اورنگ زیب کی چاٹ کام میں اب تک کسی قدم موقوف تھے اور اماکان سے اُن کی مدد کرتے تھے سب ابنِ حسین کے پاس حاضر ہو گئے۔ اور اس سے دوسرے دن خشکی کے راستے سے فرحت سے کوہِ مذگ امیدیاں بھی آن پہنچا اور قلعہ چانگام پر پڑا اور خشکی دو دنوں طرف سے حملہ شروع ہو گیا۔ اہل قلعہ نے اگرچہ کچھ مصدک بہت اختیار کیا مگر آخر ان پانی اور مالِ انگیر کے انھیں سالِ جلوس میں آخر جب عیشہ زادہ کو چانگام کا مشہور و مستحکم قلعہ اور ہندو گاہ میں پہنچوں صاحبِ مالِ انگیر پلدار اس سے پہلے کسی سلطان باؤشاہ کا مسلحہ نہ تھا۔ ولایت چانگام اور قریب غاد اور شیو کے حوالہ کر کے چانگام کا حاکم ہوا۔ اماکان کے پناہ کا بیٹا تھا اپنے بیٹے اور چند رشتہ داروں اور کئی سوادہ ہالی حوالی کے ساتھ قید ہو گیا۔ اور ایک سو تیس جنگی کشتیاں اور ایک ہزار چھبیس مکتی اور آٹھ توپیں اور بہت سی بندو تھیں اور بندوق اور مسکروں اور بچے شمار دوا توپ خانہ اور چند ہاتھی قیدی میں آئے اور چنگا لڑکی دیا گیا جس سے ہر ایک خلقِ کثیر مدد سے ان کی تہذیب میں ترقی ہوئی۔ رانی پانی اگرچہ اس کے بعد ہندوگامیہ جان کے حکم سے میر تقی نے قلعہ بند ہو کر بھی ہر چانگام سے ہار غنفل آگے چلا گیا۔ اماکان کے درمیان تھا اور اس میں دشمنانِ جنگ اور تیلہ پلدار نے اور پناہ داتے تھے۔ اماکان کے بھائی سے جنگِ مہال کے بعد چھبیس لاکھ گرچہ کہ ایامِ برسات میں چانگام اور ہندوگام کا پانی ہی پانی ہوتا ہے۔ لہٰذا گئے جنگوں اور تیلہ پلداروں اور پہاڑوں کے علاوہ دوا سے دیا۔ لیکن یہ کہ جن کو بغیر کشش کے ہمو نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے قریب برسات کے اندر بیٹھے اور قلتِ رسد کے خیال سے بچ کے بعد اس مقام کو چھوڑ دیا گیا۔ اور مالِ انگیر نامہ میں جو تفصیلات ہیں اُن کا حساب لگاتے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مہم میں دس ہزار سے کم فوج مامور تھیں۔

شاہجہاں کے ایام امیری اور عہد انگریزی

مقا ہے اُس کو جا کر مار آئے : اور اگرچہ بادشاہی سرشکار سے درجہ عزت کر کے عرض کیا کہ جہاں چاہ وہ بڑے بڑے ہال بھی تو ساتھ لے جانا مناسب ہے جو اس خطرناک شکار کے واسطے مخصوص ہیں۔ لیکن بادشاہ نے نہایت بے پروائی سے کہا کہ نہیں۔ اُن کی کچھ حاجت نہیں۔ کیونکہ ایام شہزادگی میں ہم نے تو کبھی اس قسم کی احتیاطوں کا خیال بھی نہیں کیا۔ اور یہ حکم ایسے قطعی طور پر دیا کہ شہزادہ کو بلا غور جانا ہی پڑا۔ اور اگرچہ اس سرگرمی و تہمتن آدمی کو اس آئے اور کچھ گھوڑے بھی زخمی ہوئے اور شیر زخم کھا کر اور صحت کے شاہزادہ کے ہاتھی کے سر پر بھی آن پڑا مگر مار لیا گیا۔ اور جنب سے یہ عزت اور دلدادہ شاہزادہ سے ظہور میں آتی ہے بادشاہ اُس سے بڑی محبت سے چٹا آتا ہے۔ اور یہاں تک اُس کا رتبہ بڑھا دیا ہے کہ دکن کی صوبہ داری بھی وہی ہے مگر اس میں شک نہیں کہ اُس کے امتیازات خصوصاً رتنی مساحات میں ایسے محدود ہیں کہ اُس سے کسی تکلیف کے پہنچنے کا اندیشہ نہیں ہو سکتا۔

مہابت خاں صوبہ دار کابل کی طاعت | اب میں مہابت خاں صوبہ دار کابل کا ذکر کرتا ہوں کہ اُس نے بھی آخر کار کابل کی حکومت

سے دست بردار ہو کر حاضر ہو جانا ہی مناسب سمجھا۔ اور اورنگ زیب نے بھی اِترادہ عالی حتی اُس کا تصور معاف کر دیا۔ اور فرمایا کہ ایسے سپاہی کی جانب محبت تینتی ہے اور اپنے آقا اشاہجہاں کے ساتھ اُس کی وفاداری تعریف کے لائق ہے۔ بلکہ مغرور کے علاوہ راجہ جہرمت ملکہ کی ملکہ زوجہ شہزادہ خاں کی مدد کے لئے شیعاہی سرنگ کی بجائے دکن کو بھیجا گیا تھا، گجرات کا صوبہ دار بھی مقرر کر دیا۔ مگر اس ملکہ یہ بات بھی جتنا دینے کے قابل ہے کہ علاوہ اُن محتلف کے جو اُس نے روشن آؤ بگیم کو دینے سے چند روز قبل خیرا شرفیاں اور بہت سے ایرانی اونٹ اور گھوڑے خود بادشاہ کی نقد کئے۔ میں تعجب نہیں ہے کہ ان محتلف ہی نے بادشاہ کے دل کو نرم کر دیا ہو۔

قندھار پر ایرانی و ہندوستان کی لڑائیاں | مہابت خاں کے ساتھ ہو کر کابل کا ذکر آگیا ہے۔ مگر اس وجہ سے اُس کے ہمایہ صوبہ

قندھار کا خیال بھی میرے دل میں پیدا ہوتا ہے اس لئے لازم ہے کہ اس کے بیان میں بھی وہ ایک صفحہ کھولوں۔ یہ صوبہ فی زمانہ سلطنت ایران کا باطن گنار ہے۔ اس کے حالات اور خصوصاً وہ پوشاک صوبہ دار محتلف ہر اس ملک کے بادشاہ ایران اور ہندوستان کے

پادشاہوں کے درمیان چپا ہوتی رہتی ہے لوگ بہت کم واقف ہیں۔

پس واضح ہو کہ یہ ملک اور اس کا دارالحکومت جو اس زمیندار خوش خاصہ کے ہندو ایک ستمگم تعلقہ ہے دونوں کو قندار کہتے ہیں۔ اور اس پر قبضہ حاصل کرنے کی خاطر ایرانیوں اور سلاطین مغلیہ کے درمیان ایک مدت سے ہماروں و مرن لڑائیاں ہوتی رہی ہیں۔ چنانچہ شہنشاہ اکبر نے اس کو ایرانیوں سے چھین لیا تھا۔ اور اس کے عہد تک ہمارا اس پر قبضہ نہ ہو سکا۔ مگر شاہ عباس نے اُس کے بیٹے جہانگیر سے پھر لے لیا۔ اور شاہ جہاں کے وقت میں علی مراد خان کی تنگ حاسی سے جو یہاں کا حاکم تھا اور شاہ جہاں سے سازش کر کے نوا اپنے اس نئے آقا کی پناہ میں چلا آیا شاہ بہر سلطنت مغلیہ کے قبضہ میں آگیا۔ اور اس کا باعث یہ تھا کہ وہ بارہ ایماں میں علی مراد خان کے بہت سے دشمن تھے اور وہ خوب جانتا تھا کہ اگر ان فرماؤں کی تعمیل کروں گا جو وہ کا حساب بھانسنے کے بارہ میں صادر ہو ہے تو کیا نتیجہ ہوگا۔

اس کے بعد شاہ عباس کے بیٹے نے محاصرہ کر کے اس کو پھر بیچ کر لیا۔ اگرچہ شاہجہاں نے دو بار فوج بھیجی مگر دونوں دفعہ ناکام ہی رہا۔ چنانچہ پہلی دفعہ کی ناکامی کا سبب قرآنِ ایزانی اشرا کی تنگ حوائی تھی جو شاہجہاں کے مددگار میں سب سے بڑھ کر ذی اقتدار تھے اور ان میں اپنے ملک کو نہایت عزیز جانتے تھے۔ جنہوں نے اس محاصرہ میں شرمناک حد تک پہنچتی کی اور دھرم و دپ سنگھ کو جس نے اپنا نشان اُس دیوار پر جا گھاڑا تھا جو سب سے زیادہ پہاڑ کے قریب تھی مدد دی۔ اور دوسری بار ناکام رہنے کا باعث اور تنگ و زیب کا رشک و حسد تھا جس نے اُس راستے سے جو انگریزوں پہن گزیرے، جبریں اور فراتیسپوں کی قوتوں نے دیوار غلہ کو توڑ کر خاصہ گور کے قابل بنادیا تھا حملہ کر کے داخل ہی ہونا دیا۔ کیونکہ اس صہ کا آغاز داراشکوہ نے کیا تھا جو اُس وقت باپ کے ساتھ کابل میں تھا اور اور تنگ و زیب کو یہ بات گوارا نہ تھی کہ اس قابل قہر اورادہ میں کامیاب ہونے کی ناموری داراشکوہ کو حاصل ہو۔ اگرچہ شاہجہاں نے شاہزادوں کی باہمی جنگ سے چند سال پہلے تیسری دفعہ بھی قہر دارا محاصرہ کرنا چاہا تھا لیکن سیر حملہ نے اس صہ سے روک دیا۔ اور جیسے کہ میں پہلے کچھ چکاہوں اس کے عوض دکن پر فوج کٹتی کر سنے کی صلاح دی اور مٹی مردان خاں نے بڑے زور سے اُس کے دلائل کی تائید کی تھی اور یہ عجیب لفظ کہہ تھے کہ حضور قہر دارا کو کبھی فتح نہ کر سکیں گے جب تک کہ کوئی مجدد ساری تنگ حرام اُس کا بھائی تنگ و گول دے یا حضور تمام ایمانوں کو جو



سپاہ میں ہیں، معاہدہ کرنے والی فرحت سے بالکل خارج نہ کر دیں۔ اور اس مضمون کا اختصار جاری  
دفرادیں کی اندازی کو گن سے ہر فوج کے لئے رسد لائنیں کسی طرح کا محصول نہ لیا جائے گا۔

چند سال ہونے کے اورنگ زیب نے بھی اپنے بزرگوں کی تقلید میں ان کو اس خط کی  
وجہ سے جو شاہ ایران نے کھانا تھا یا اس کم اتفاقی کے سبب جو اس کے سفیر تربیت خاں  
کی تعظیم و تکریم کے بارے میں دربار ایران کی طرف سے ہوتی تھی ناراض ہو کر تندہی سے ہم  
کی تباہی کی لیکن شاہ ایران کے انتقال کی خبر سنی کر اسے شغوی کر دیا اور یہ بات بتائی کہ  
ہمارا دل گوارا نہیں کرتا کہ ایک لڑکے پر جو ابھی تخت نشین ہوا ہے چڑھائی کریں۔ حالانکہ میرے  
قیاس میں شاہ سلیمان کی عمر جو باپ کی جگہ تخت نشین ہوا ہے کمپنی برس سے کم نہیں۔

اب میں اورنگ زیب کے سرگرم رفیقوں کا جن میں سے اکثر بڑے بڑے  
مخلص رفقاء، منصب دار عہدے دینے گئے تھے نوکر کرتا ہوں۔

واضح ہو کہ اورنگ زیب کا ناموں شانہ خاں توجیہ کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے دکن کا  
صوبہ دار بنایا گیا، اور جو نوجوان مقروض تھے اس کی سہ سالاری بھی اسی کو دی گئی اور آخرا  
بنگالہ کی صوبہ داری پر سرفراز ہوا۔ اور اس خاں کو کامل، غلیل اللہ خاں کو لاہور، میرا بابا کو لاہور  
لشکر خاں کو پٹنہ اور الدیر دی خاں کے بیٹے کو جس کے باپ کی صلاح سے سلطان شجاع نے  
کچھوہ کے مقام پر شکست کھائی تھی سندھ کا صوبہ دار مقرر کیا گیا۔ فاضل خاں کو جس کی  
معتولیت اور دانشمندانہ صلاح مشوروں سے اورنگ زیب کو بہت بڑی مدد ملی تھی خاندانی  
کا عہدہ لاہور کی صوبہ داری و افشندہ خاں کو عنایت ہوئی اور اس رسم قدیم کے بجا لانے سے  
کہ ہر ایک امیر کو صبح و شام تہنیتات کے واسطے دربار میں حاضر ہونا لازم ہے (اور اگر اس میں  
کبھی نرونگداشت ہو جائے تو جہان نہ بھرنے پڑتا ہے) خصوصیت کے ساتھ اس وجہ سے معاف  
کیا گیا کہ میر کتب اور مطالعہ کا اس کو نہایت شوق ہے۔ اور اس کے علاوہ صفیہ و دل خارجیہ  
کے متعلق کامل میں بھی بہت وقت صرف کرنا پڑتا ہے۔ و یا نہ خاں کو کشمیر کی صوبہ داری  
مطا ہوئی۔ ہر اگرچہ شرار گند اور خضر سا ملک ہے۔ مگر ایسا پُر فضا قلعہ ہے کہ ہندوستان  
کا بہت گنا مانا ہے اور جس کو اگر بے ایک حیلے سے نبھ کر لیا تھا۔ اور اس بات کا نثر اس کو  
حاصل ہے کہ اس کی صحیح تاریخ خود وہی کی زبان میں موجود ہے جس میں خاندان سلف کے  
ایک طول طویل سلسلہ کا دلچسپ حال مندرج ہے جو کسی زمانہ میں ایسے طاقتور تھے کہ تمام

ہندوستان کو لڑاکا ملک نفع کر لیا تھا۔ ان تاریخوں کا ترجمہ غلطہ کے طور پر جہانگیر نے فارسی زبان میں کر لیا تھا جس کی ایک نقل میرے پاس بھی موجود ہے۔ اس موقع پر یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اورنگزیب نے پنجاب، خاں کو جس نے سون گڑھ اور کچھ کے معرکوں میں بڑی شجاعت دکھلائی تھی اس کے منصب سے گرا دیا تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ بے عزتی اس کو اس نے نصیب ہوئی تھی کہ اس نے اپنی خدمت میں بار بار جملہ کی تھیں۔

سیوا جی سرہٹا | زوجہ کی کوشش کروں گا۔ واضح ہو کہ بیجا پور میں ایک ہندو نے عبادت کر کے کئی بڑے بڑے تملوں اور ہندو گاہوں پر جو شاہ بیجا پور کی عبادت میں سے قبضہ کر لیا تھا۔ اور اس قسمت آزمائی کرنے والے ہندو شخص کا نام سیوا جی ہے جو ایک بڑا ہوشیار صاحبِ دامید اور ایسا شہر آدمی ہے کہ اپنے مرنے جینے کی اس کو پروا ہی نہیں ہے چنانچہ جس زمانہ میں کہ شاہِ خاں دکن کا صوبہ دار تھا وہ اس کو شاہ بیجا پور کی تمام سپاہ اور ان راجہوں کی صفہ قوت کی بہ نسبت جو کسی مشترکہ دشمن کے مقابلہ میں اس کے ساتھ شامل ہو جائے کرے ہی زیادہ خوفناک سمجھتا تھا۔

اس شخص کی جدت و جہارت کو اسی پر تمناں کر لینا چاہیے کہ باوجودیکہ شاہِ خاں کی سپاہ چپے چپے پہنچی ہوئی تھی اور شہر اورنگ آباد فوج سے بھی محصور تھا مگر اس پر بھی ایک رات صرف چند سپاہیوں کے ساتھ شاہِ خاں کے مکان کے اندر اس ارادہ سے جا گئے کہ شاہِ خاں کو پکڑ کر اس کے تمام مال و دولت پر قابض ہو جائے اور اگر تھوڑی دیر اور صبر نہ ہوتی تو کچھ شک نہیں ہے کہ یہ اپنے منصوبہ میں ضرور کامیاب ہو جاتا۔ چنانچہ شاہِ خاں اس موقع پر سخت زخمی ہوا۔ اس کا بیٹا میاں سے تلواریں نکالتے ہوئے مارا گیا۔

سیوا جی کی بندرگاہِ سورت میں غارتگری | اس سے تھوڑے ہی دنوں بعد اس نے ایسا ہی ایک اور چھاپا مارا جس میں زیادہ کامیابی ہوئی یعنی چلکے سے دس ہزار چوہہ سپاہی ساتھ لے کر اپنے لشکر گاہ سے نکل گھڑا ہوا اور یہ مشہور کیا کہ ایک راجہ بادشاہ کے سلام کو دہلی جاتا ہے اور جب شہر سورت کے قریب پہنچا اور وہاں کا حاکم اس کو بلا تو اس سے یہ دم دے دیا کہ میرا قصد شہر میں جانے کا نہیں ہے سیدھا باہر چلاؤں گا حالانکہ اس منصوبہ کا اصل دماغ اسی مشہور اور دولت مند بندرگاہ کوڑیا تھا

خدا جہاں کے امام پیری اور ہمدان گئے۔

پہنچ کر شہر کیف شہر میں آگئے اور تین دن تک لوگوں کو سخت تکلیفیں اور عذاب دے دیکر خوب تنگ کیا اور کئی لیش رو پیہ سوئے۔ چاندی اور موتیوں اور ریشی کپڑوں اور عمدہ ملبوں اور تیار تالی مال و اسباب سے اپنی سواریاں لا کر رخصت ہو گیا۔ اور جو چیز اٹھا نہ سکا اُس کو چلا کر خاک سپرد کر گیا۔

چونکہ اس موقع پر کسی بڑے اس سے اتنا بھی نہ پوچھا کہ تیرے عنبر کے دانت میں اس درجہ سے یہ شہ چہا ہو گیا کہ اُس کے اور راجہ سمروخت سنگ کے باہم خلیہ سازش ہے۔ خزانہ خاں پر حملہ کرنا اور سورت کو لوٹنا سب اُس کے علم و اشارہ سے ہوا ہے۔ اِس لئے راجہ دکن سے واپس آ گیا گیا۔ مگر وہ دلی آئے کے بجائے اپنی ریاست کو چلا گیا۔

لڑا یہ کہنا تو میں بھول ہی گیا کہ سیوا جی۔ نہیں نہیں۔ دسرم آتما سیوا ہی صاحب سے سورت کو لوٹتے وقت دیور پنڈ نا ورا پیر وڈ کے مکان کو جو فرقہ کے پوختی میں سے ایک شہری تھے آخر تک نہیں لگا یا اور کہا کہ رنگیوں کے پادری تک شخص ہیں ان کو مستانا نہیں چاہیے اسی طرح ایک ہندو کے مکان کو بھی رعوڑ پر سونا گروں کی دلالی کا کام کرتا تھا، اس نے دھیمڑا گروہ ہت منی اور ہی مان میں شہید تھا اگر پیر وڈ اور وڈوں کے مکانات بھی بچے رہے لیکن اس کا سبب یہ تھا کہ سیوا جی ان کا کچھ لحاظ کرنا تھا لہذا انہوں نے اپنی ہت اور دیوری سے اپنے آپ کو بچا لیا۔ اگر پیر وڈ نے تو اپنے جہاز کے خطیموں وغیرہ کی حد سے کمال رہی کر دکھایا اور دسرم ناچنے ہی مکانات بچائے بلکہ پڑوسیوں تک کے مکانوں پر بھی آگئی نہ آئے دی۔ اس موقع پر مصلحتیہ کے رہنے والے ایک یہودی نے عجیب ہٹ دکھلائی جس سے لوگ حیران رہ گئے۔ سیوا جی نے یہ سن کر کہ اُس کے پاس نہایت قیمتی یا توت ہیں جن کو وہ بیچنے کے لئے اورنگ زیب کے پاس لے جانا چاہتا ہے اُس کو تنہا دھوکے میں بٹھا کر اورنگی تلواریں تول تول کر ہر چند ڈرایا۔ مگر اُس نے ہرگز نہ ہٹا یا اور یہ دیوں کی اس عادت کو کہ مہر کو جان سے نرا وہ عزیز جانتے ہیں خوب نبالا۔

سورت کے واقعہ کے بعد اورنگ زیب نے بے شکہ کو فروج نامہ و دکن کی سرمداری قبول کرنے پر رضامند کیا اور سلطان محمد سلیم کو بھی اُس کے ساتھ بھیجا۔ مگر شاہزادہ کو کسی قسم سے ایک مینا دس نامہ روپیہ کا ہوتا ہے۔

تہ کے پوختی عورتوں کی طرح برقعہ پہننے والے مینائی و دوشوں کے ایک فرقہ کلام ہے۔ سم ج

کا اختیار نہیں دیا۔ — راجہ نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ سیوا جی کے سب سے بڑے قلعہ پر زور شہر سے ملنے کرنے شروع کر دیئے۔ مگر اس کے ساتھ سب معمولی اپنے فنی کے مطابق جو توڑ اور زبرد و مدیدے میں کام لیتا رہا جس کا سب دل خواہ یہ نتیجہ ہوا کہ قبل اس کے کہ اصل قلعہ نہایت لاچار ہو کر مغلوب ہوتے سیدہ جی نے قلعہ حوالہ کر دیا۔ اور یہ شرط بھی قبول کر لی کہ اگر بجال پر قریب لکھی جاتے تو با و شاہی قریح کا ساتھ دوں گا۔ اور گنجیہا نے باطاف شام اُس کو راجہ کا خطاب عنایت کیا اور اُس کے بیٹے کو امر کے ذیل میں داخل کر کے شل اسامیروں کے وظیفہ مقرر کر دیا۔

**سیوا جی کی دہلی میں حاضری** | اس سے کچھ دنوں بعد جواہر ان پر چڑھائی کا ارادہ ہوا تھا تو اورنگ زیب نے سیوا جی کو نہایت عنایت آمیز اور نفوذ آئندہ الفاظ میں فرماں لکھا اور اُس کی فہم و فراست اور سخاوت و شجاعت و فیروہ کی بہت تعریف کی اور مامہ بے شکہ بھی جان اور دھرم کی حفاظت کا خاص نامہ اس نے سیوا جی بھی مطمئن ہو کر دہلی میں حاضر ہو گیا تھا مگر اتفاق و قسمت سے شائستہ قاضی کی بیوی بھی اس وقت دہلی میں موجود تھی اور بڑا اس امر پر مصر تھی کہ ایسا شخص جس نے میرے بیٹے کو قتل کیا۔ اور قصور کو نہی کیا۔ اور چند وصورت کو لوٹا ہے۔ مزید گرفتار اور قید ہونا چاہیے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سیوا جی یہ دیکھ کر کہ تین چار فراس کے فاصلوں کی ہیشہ نگراں کرتے رہتے ہیں ایک رات ہمیں چل کر بھاگ گیا۔ اور اُس کے قابو سے نکل جاتے پر شاہی محل میں لگتا کو بہت رنج اور انوس ہوا اور بے شکہ کے بٹے بیٹے پر قوی شبہ ہوا کہ اُس نے سیوا جی کو مدد سے کر بھاگ دیا ہے۔ اس کو دہلی میں حاضر ہونے کی ممانعت کی گئی۔

**بے شکہ کی وفات** | خواہ دل بخواہ محض ظاہری طور پر ناراض معلوم ہوتا تھا

مامہ بے شکہ کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں اورنگ زیب اس حلیہ سے میری ریاست ہی ضبط نہ کرے۔ پس نہایت مہلت کے ساتھ اپنا ملک بچانے کے لئے دکن سے واپس آیا۔ لیکن داسوہی میں برہان پور پہنچ کر مر گیا۔

یہ نہر شکر بے شکہ کے بیٹے کے ساتھ اورنگ زیب نے جو اختیار عنایت کیا اور اُس کی اس مصیبت پر اپنا دلی انوس ظاہر فرمایا اور اُس کے باپ کے منصب اور جاگہ و فیروز

شاہجہاں کے ایام امیری اور صدارت گنیج

اُس کو بحال کر دیا۔ تو اس سے بہت لوگوں کی یہ رائے ہو گئی کہ سیدراجی کا بھاگ جانا خود اور نگ زیب ہی کی چشم پوشی اور اغراض سے ہوا ہے اور وہ یہ گمان کرتے تھے کہ چونکہ بیگمات کو سیدراجی سے نہایت ہی نفرت تھی اور اُن کے درجن اور ملکی دستہ کی کاکھ ٹھکانا نہ تھا اور وہ یہ سمجھتی تھیں کہ وہ ایک ایسا خبیث ہے کہ جس نے اُن کے عزیزوں اور قرابت داروں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے ہیں۔ اس لئے اور نگ زیب بھی دوبارہیں اُس کی موجودگی سے وق ہو گیا ہو گا۔

اب میں دکن کے واقعات پر ایک بھل نظر ڈالنا چاہتا ہوں جو ایک ایسا ملک ہے کہ چالیس برس سے زیادہ عرصہ سے برابر لڑائیوں جھڑائیوں کا گھر رہا ہے۔ اور جس کے واسطے سلاطین مغلیہ شاہان کو لکھنڈا اور بجا پور اور ان سے کم درجہ کے رنجشوں کے ساتھ اکثر آپکھے ہی رہتے ہیں تا وقتیکہ اُس کے فرماں رواؤں کی حالت اور اُن بڑے بڑے واقعات سے وہ اس ملک میں ہوتے رہتے ہیں۔ کوئی واقفیت نہ ہو۔ ان لڑائی جھگڑوں کی حقیقت ابھی طبعی سمجھ میں آتی ناسمجھ ہے۔

ملک دکن کی وسعت اس کی طرف خلیج کھمبایت سے شروع ہو کر مشرق کی جانب ملن تاں تھ کے قریب خلیج بنگال تک اور جنوب میں داس کراری تک پھیلا ہوا ہے۔ اور جو اہل یورپ کے جغرافیہ کی اصطلاح میں گریٹ انڈین پیننٹل کے نام سے معروف ہے باشتنا۔ چند پہاڑی ضلعوں کے تمام کا تمام ایک خود مختار خاندان کے زیر فرمان چلا آتا تھا۔ مگر راجہ رام راج کی نالابیت سے جو اُسی خاندان میں سب سے اخیر راجہ تھا بڑی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ اور یہی وجہ ہے کہ اب یہ ملک مختلف مذہب کے کئی فرماں رواؤں کے زیر حکومت نظر آتا ہے۔

گو لکنڈا اور بجا پور کے فرماں روا بات یہ ہے کہ دہلی راج کے پاس گجستان کے رہنے والے تین غلام تھے جن کو اُس نے جہنم کی عنایات سے متاثر کر رکھا تھا یہاں تک کہ آخر کار ان کو تین بڑے بڑے صوبوں کا حاکم بنایا۔ چنانچہ ایک تر قریباً اُن تمام اضلاع کا جو بالفضل سلطنت مغلیہ کے قبضہ میں ہیں حاکم مقرر ہوا۔ نہ اصل میں نام داس لکھا ہے۔

اور یہ صوبہ مشہور ہند اور پرہند اور نودت سے لے کر دریائے نرپد تک پہنچا ہوا تھا اور دولت آباد اس کا دار الحکومت تھا۔ صراً اس ملک کا حاکم بنایا گیا جو سلطنت بجا پور کے نام سے مشہور ہے۔ اور تیسرے کورہ ملک سپرد ہوا جس کو گوگنڈا کی سلطنت کہتے ہیں۔ نظام یہ کہ یہ تینوں نظام نہایت ہی دولت مند اور طاقتور ہو گئے۔ اور چونکہ ان تینوں نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا تھا جہاں اہل ایران کا عام مذہب ہے۔ اس لئے رام راج کے دربار کے ایرانی امراء اُن کو بہت دوستی تھی۔ کوئی یہ نہ کہے کہ یہ ہندو کیوں نہیں گئے اس لئے کہ ہندو نہیں چاہتے کہ کوئی غیر شخص اُن کے مذہبی اسرار سے مستفید ہو۔ پس اگر وہ چاہتے تب بھی ہند نہیں دین سکتے تھے۔ انصافان تینوں نے متفق ہو کر بغاوت کی جس کا انجام یہ ہوا کہ رام راج مارا گیا۔ اور پہلے اپنے صوبوں میں واپس آکر بادشاہ بن بیٹھے۔ اور چونکہ رام راج کی اولاد میں کوئی ایسا شخص موجود نہ تھا جو ان کا مقابلہ کر سکتا اس لئے وہ صرف اُس ملک میں چپ چاپ بیٹھے رہے ہو کر نانگ کے نام سے مشہور ہندو جس کو ہمارے جہاز رانی کے مختصر لغتوں میں رجن کو چارٹ کہتے ہیں۔ بس نظر کھسا ہے اور جہاں اُس کی اولاد اب تک راج کرتی ہے۔ اور اس ہندو خا کے باقی قطعات اُسی دقت سے اُن تمام چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو گئے جو اب تک قائم ہیں اور جن کے رئیس راجہ یا نانگ کہلاتے ہیں۔ ان تینوں غاصبوں کی اولاد میں جب تک اتفاق رہا اُن پر کوئی ماتحت نہیں ڈال سکا۔ اور سلاطینِ مغلیہ کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے لیکن جب سے باہمی رشک و حسد نے محکمہ پانی اور انھوں نے یہ چاہا کہ ایک دوسرے کی مدد کے بغیر خود سر ہو کر رہیں تب سے یہ اتفاق کے خزانک خمیازے اٹھا رہے ہیں۔ اور منتیں کیا چالیں برس برس کے شہنشاہِ مغل نے دیکھا کہ اُن میں اتفاق نہیں ہے نظامِ شاہ کی سلطنت پر جو باقی ریاست سے پانچویں یا چھٹی پشت میں تھا پڑسا کی کر کے اُس کو خراج کر لیا۔ اور ماد ہوا کہ نظامِ شاہ اپنے سابقہ دار الحکومت دولت آباد ہی میں قید رہ کر قیدِ زندگی سے بھی چھوٹ چکا ہے۔

**گوگنڈہ کے سلطنتِ مغلیہ کے تعلقات** | اللہ شاہان گوگنڈا اب تک حملہ سے محفوظ رہے ہیں۔ لیکن اُن کا یہ پکار ہنا اُن کی زور و قوت کے

سہم سے نہیں ہے بلکہ صرف اس وجہ سے کہ شہنشاہِ مغل کو اول اُس کی مددوں پر جنس نہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ ہے لڑکی خانی ہے جو راجہ رام راج کا دار الحکومت تھا۔ س م ح

شاہجہاں کے لاکھ اسہری اور عبادت گاہیں

اور ہمسایہ ریاستوں پر ہم کرنے اور اُن کے مستحکم مقامات امیر چڑھنا۔ اور ہمدرد کے لئے اپنے کی زیادہ عزت بخشی تاکہ اس کے بعد گوگنڈا پر حملہ کرنا اور بھی آسان ہو جائے۔ اصرار کی یہ دانتی اور سنی تدبیر بھی کچھ اُن کے بچاؤ کا باعث تھی کہ اپنی بے شمار دولت میں سے بعضی طور پر شاہ عجا پور کو ہمیشہ دو بیٹے رہتے تھے۔ اور جب بھی عجا پور پر حملہ کا اندیشہ ہوتا تھا تو یہ اپنی فوج بھی سرحد پر بھیج دیا کرتے تھے تاکہ شہنشاہ مغل کو یہ بات بتلائی جائے کہ گوگنڈا نہ صرف اپنے بچاؤ کے لئے مستعد ہے بلکہ اگر عجا پور سخت وقت آن پڑے گا تو ہم اس کے بھی آڑے آئے کو تیار ہیں۔ علاوہ یہیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مغل سپہ سالاروں کو بہت کچھ رشوتیں بھی دی جایا کرتی ہیں۔ اسی وجہ سے وہ

گوگنڈا کے عوض عجا پور پر ہم کرنے کی مانگے کو ہمیشہ اس دلیل سے ترجیح دیتے رہتے ہیں کہ وہ دولت آباد سے زیادہ قریب ہے۔ اور جب سے اورنگ زیب اور گوگنڈا کے مہم جو بادشاہ کے درمیان ایک مہم نامہ ہو چکا ہے تب سے کرا اورنگ زیب کا بھی اس پر چڑھائی کرنے کی طرف میلان نہیں معلوم ہوتا۔ اور اُس روز سے غالباً وہ اُسے اپنا ہی سمجھتا ہے اور چونکہ وہ مدت سے ہاج گزار ہے۔ اور بہت سارے درجے اور دواں کی بھی عہدی نہایت عمدہ عہدہ چیزیں اور چنگی اور سرائیپ اور سیام کے ہفتی سال بسال خراج کے طور پر بھیجتا رہتا ہے اور اب گوگنڈا اور دولت آباد کے ماہن کوئی ایسا اتحاد بھی باقی نہیں رہا جو کسی مخالف کے قبضہ میں ہو اس لئے اورنگ زیب کو یقین ہے کہ ایک ہی دندہ کی چڑھائی اس ملک کی نفع کے لئے کافی ہوگی۔ لیکن میری رائے میں اورنگ زیب کو گوگنڈا کی نفع سے بھرا اس کے اور کسی بات نے نہیں روکا کہ شاہ عجا پور اپنے اس اندیشہ سے کرل کر بھی دن اُس کے لئے بھی پیش آئے گا ہے کہیں خود سوہ و دکن ہی کی ناخت و تاج شروع ذکر سے۔ مذکورہ بیان سے امید ہے کہ ناظرین تصور کر سکیں گے کہ سلطنت مغلیہ اور گوگنڈا کے باہم کس قسم کے تعلقات ہیں۔ اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ گوگنڈا کے تمام بقا کی حالت بالکل غیر متیقن ہے۔

اور جب سے کہ وہ ناخوش گوار معاملہ پیش آچکا ہے جو میر جلد کی تحریر کے موافق اورنگ زیب نے اُس سے ہوتا تھا۔ خواہ گول کوڈا کے قوائے دماغی میں بھی بالکل نشہ آگیا ہے۔ اور سلطنت کی لاگ اُس نے نہایت دوسیلی چھوڑ دی ہے۔ اور رسم ملک کے موافق دیکھی

دربار میں اگر جیتتا ہے اور ذالِ انصاف و عدالت کرتا ہے۔ بلکہ اتنی بہت بھی نہیں رہی کہ کبھی تلوار کی دیوار سے باہر نکلے جس کا طبعی اور لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ملک میں انتہری اور چلے نظمی پھیل رہی ہے۔ اور اسرا و حکام جو ذاب بادشاہ کا کچھ حکم ہی مانتے ہیں اور نہ اُس سے کچھ بہت ہی رکھتے ہیں بے حد ظلم کرتے ہیں۔ اور اُمید ہے کہ اگر کبھی رتقہ ہوا تو رعایا جو اس ظلم و ستم سے تنگ آ رہی ہے بہت جلد اورنگ زیب کی اطاعت قبول کرے گی میں کی حکومت کو گھٹا کی یہ نسبت بہتر اور منصفانہ ہے۔

اب میں چند باتیں وہ بیان کرتا ہوں کہ جن سے اس پر بہت بادشاہ کی مستقبل حالت کا خیوت ملتا ہے۔ ایک تو یہ کہ ~~شاہجہاں~~ میں جب کہ میں گول گشتا میں تھا اورنگ زیب کی طرف سے ایک سفیر خاص یہ پنہام لے کر آیا کہ یا تو دس ہزار سوار بھجائیے کی ہم کے لئے حاضر کرو۔ یا تم بھی مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس لئے فوج کا سمیٹنا تو قبول نہ کیا۔ لیکن اُس وقت وہ یہ دس ہزار سواروں کی تحفہ کے لئے کھینچ رہا تھا ہے۔ اور جس سے اورنگ زیب اور بھی زیادہ خوش ہوا وہ یہ کہ اورنگ زیب کی بہت ہی آؤ بہمکت کی اور بہت سے گراں بہا تحائف خود اُس کو دیتے اور ایک ہزار بھاری چٹنی کش اورنگ زیب کے لئے روانہ کیا۔

دوسرے یہ کہ اورنگ زیب کا معمولی سفیر جو گول گشتا میں متین رہتا ہے احکام جاری کرتا ہے۔ راہ داری کے پروانے دیتا ہے اور لوگوں کو دھمکتا اور چلو کی کرتا ہے فرنگ اُس کی گفتا رو رہتا رہتا ہے مطلق العنان حاکم کی ہے کہ گویا بھائے خود ایک بادشاہ ہے۔ تیسرے یہ کہ میر جملہ کا بیٹا محمد امین خاں جس کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ وہ ....

اورنگ زیب کے ہاں کا صرف ایک امیر ہے گول گشتا میں اُس کا اس قدر ادب کیا جاتا ہے کہ اسکا ناچا بیٹی دلال یا گامشاہدہ پھیلی ٹپن میں رہتا ہے۔ ہند گاہ کے حاکم کا سا اختیار رکھتا ہے تمام خیراتی جنسیں خرچ ہوتا ہے۔ بچتا ہے۔ جہازوں پر ال چڑھتا ہے اُٹارتا ہے۔ مگر معمول کی ایک کڑی تک نہیں دیتا اور نہ اُس کے کام میں کوئی دخل دے سکتا ہے۔ جب بات ہے میر جملہ کا مرادب اس ملک میں اس دور تک تھا کہ اُس کے سرے کے بعد زیادہ بھی وراثت میں محمد امین خاں کو مل گیا ہے۔

چوتھے یہ کہ کبھی کبھی ٹپچ لوگ گول گشتا کے سوا گروں کے تمام جہازوں کو پھیلی ٹپن کی ہند گاہ میں روکے رکھتے ہیں۔ اور جب تک یہ بادشاہ اُن کی بات نہیں ان لیتا اُن کو باہر نہیں



جائے دیتے اور خود میں لے لے اس بادشاہ پر ان کو یہ پیروہ اعتراض کرتے دیکھا ہے کہ  
 - پھلی چین کے حاکم نے ہم کو انگریزوں کے ایک جہاز پر چڑھ کر قبضہ کر لینے سے کیوں  
 روکا۔ اور لوگوں کو ہمارے مقابلہ کے لئے تھیادروے کے ہمارے اس ارادہ میں کیوں  
 مزاحم ہوا اور ہم کو یہ دھمکی کیوں دی کہ تمہاری کوششی کو جلا دوں گا اور تم پر دہلی  
 پر مشائشوں کو قتل کر ڈالوں گا :

پانچویں علامت اس سلطنت کے زوال کی یہ ہے کہ یہاں کے راجے سکھ کی قیمت اہل  
 ہی کر چکی ہے جو اس ملک کی تجارت کے حق میں نہایت معز ہے ۔

چھٹے یہ کہ یہاں تک ترن تبت پہنچی ہوئی ہے کہ پرتگیز بھی باوجود اپنی شکست عالی اور غلام  
 اور مقبرہ حالت کے اس کو لڑائی کی دھمکی دینے میں متذنب نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ اگر مقام  
 سین طاس راجہ چند سال ہوتے انھوں نے خود ہی شاہ گول کنڈا کو اس عیال سے ویدیا  
 تھا کہ دُپہ بران سے طاقت میں زیادہ ہیں ان کو اس کے حوالہ کر دینے کی نوبت اُٹھانی  
 نہ پڑے) ہم کو ندیہ دگے تو ہم ہمیں چین اور دوسرے مقامات پر قبضہ کر لیں گے اور لوٹ  
 لیں گے ۔ کہ باوجود ان سب باتوں کے کہ گولکنڈا ہی میں چندویں ہم لوگ مجھ سے یوں بھی کہتے  
 تھے کہ بادشاہ کے ہم و فراست میں کچھ بھی فرق نہیں اور اس سے سیف المتلی اس کا نام پڑی  
 اور سلطنت کے معاملات سے بے پروائی کی یہ حالت صرف اپنے دشمنوں کے دھوکہ دینے کو  
 بنا رکھی ہے اور اس کے ایک ایسا جری بیٹا بھی ہے جو نہایت تیز مزاج بلند خیال ۔ گویا ایک  
 پرکار آتش شہنشاہ ہے ۔ جس کو مصلحتاً عوام کی نظروں سے چھپا رکھا ہے اور کبھی موتھیا کر اس کو تخت  
 پر بٹھلا دے گا اور عہدہ پیمان اونگ زیب سے کر لکھا ہے اس کو بالائے طاق رکھ دے گا ۔

اب میں ان مایوں کی غلطی اور صحت کے فیصلہ کو آئندہ زمانہ پر چھوڑ کر چند  
ریاست بجا پور الفاظ بجا پور کی اہمیت کہنا چاہتا ہوں ۔ اگرچہ شہنشاہ متعل کی طرف سے  
 اس سلطنت کے ساتھ اکثر لڑائی بھڑائی رہتی ہے مگر اب تک یہ خود سوارہ آزاد کہلاتی ہے  
 لیکن اصل بات یہ ہے کہ جو سپہ سالار بجا پور کی ہم پرہامہ ہوتے ہیں ان سواروں کی  
 طرح جو ایسی ہی اور بہوں پر کیجیے جاتے ہیں سپہ سالار بننے رہنے کے شوق میں اس امر  
 کو غیبت جانتے ہیں کہ وہ ہر دے دھڑکے فوج پر شاماد طور سے حکومت کرتے رہیں ۔ اور  
 اس سے اپنے کام میں مال مشول کرتے اور طرح طرح کے حیلوں اور ہتھکنڈوں سے لڑائی

کو جو ان کے احزانہ کلام کے علاوہ ان کی آمدنی کا بھی ذریعہ ہے خواہ مخواہ طول دیتے رہتے ہیں۔ اس وجہ سے یہ بات ہندوستان میں ایک حربہ افضل ہو گئی ہے کہ ملک و کن تو ہندوستانی سپاہی کی روٹی اور گزارہ ہے۔

علاوہ برسی سلطنت بجا پور میں پہاڑیوں کے اندر ٹھونڈا گزار مقاموں میں اس قدر قلعے اور گڑھیاں ہیں کہ جن کا فتح کرنا بہت ہی مشکل ہے اور جو عہد سلطنت مغلیہ سے حاصل ہے وہ خصوصیت کے ساتھ چارے اور پانی کے موجود نہ ہونے کے باعث دشوار گزار ہے۔ مگر شاہ شہر پائے تخت ایک نہایت بے آب و گیاہ زمین پر واقع ہونے کی وجہ سے نہایت ہی مستحکم مقام ہے یہاں تک کہ پینے کے قابل پانی صرف شہر ہی کے اندر ملتا ہے۔ مگر ایسے ہی ہر اس سلطنت کو بھی چرانے سہی ہی سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ شہنشاہ مغل نے قلعہ پر پیدا ہو سچا اس ملک کا دورانہ سمجھنا چاہیے اور جیسے پر جو ایک مستحکم اور خوبصورت شہر ہے اور دوسرے بڑے مقامات پر قبضہ کر لیا ہے۔ دوران سب سے بڑھ کر یہ امر ہے کہ بادشاہ لا دلہ مر گیا ہے اس کی بیگم نے جو شاہ کو گھنڈا کی بہن ہے ایک لڑکے کو جو اپنا شیلی بنا کر پرورش کیا تھا اس نے اس کا یہ اجر دیا ہے کہ ابھی چند روز ہوئے یہ خانہ زاری حج کے کے واپس آئی تو اس سے سو دھری اور مقامات کے ساتھ پیش آیا۔ اور یہ بہانہ بنایا کہ لڑکوں کے جہاز میں جس پر وہ سوار ہو کر مٹا کر گئی تھی اس کا رویہ اس کے رتبہ اور مستویات کی حالت کے مناسب نہ تھا بلکہ یہاں تک کہ کہ دو تین جہازوں سے لے کر اپنے جہاز سے علیحدہ ہو کر کہ ایک اس کے ساتھ گئے تھے) نا جائز تعلق رکھتی تھی۔

لے گو گھنڈا اور بجا پور کے بادشاہوں کا سب و نسب جس طرح پر میر نے بیان کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے اصل بات یہ ہے کہ یہ بادشاہ ماجھام راج کے غلام تھے بلکہ بہینہ خاندان کے بادشاہوں کے غلام تھے۔ جو کہ بہینہ خاندان کا ذکر کئی بیڑیہ مضمون مکمل نہیں ہو سکتا اس سے پہلے ہم کہہ اسی کا حال کہیں گے اور بعد ازاں آں گا۔

پس واضح ہو کہ سلطنت بہینہ کا اپنی من نامی ابتدا میں ایک گنام اور ایسا مغلیں شخص تھا جو غزالیہ بننا مشہور محمد سلطان شاہ تغلق بادشاہ دہلی کے ایک تجوی برہمن کے پاس کہیں سے آکر لوکر ہو گیا تھا۔ لہذا دہلی کے پاس جو کہہ اس کی زمین تھی اس میں کاشت کاری کیا کرتا تھا اس جو کئی کا نام مہراجہ نرسدھ میں لکھو کہیں لکھا ہے۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کے زمانہ مسلمان صحیح لفظ کان کیجی

شاہجہاں کے لام امیری اور عہد اور گنہ گری

بقیہ حاشیہ مندرگذاشتہ۔ برہن کی جگہ اس کو لاکھ بھیجے کہتے ہوں گے۔ اتفاقاً من مذکور کراچے ایک کی اس زمین میں مل چلا تے ہوئے کچھ زمین مل گیا جو اس نے اپنے آقا کی خدمت میں بے کم و کاست حاضر کر دیا۔ اس ایمان دہی کے باعث سے وہ جو شخص اس کو اس قدر چاہنے لگا کہ تعریف و تریف کر کے محمد شاہ کی سرکار میں لے کر کر دیا اب من نے یہ ایک اور حق شناسی کی کہ بادشاہ کا لازم ہو کر جو کچھ عند عروج پایا تو زمین اپنا نام ہی من کا کر بھیجے کہہ کر لیا۔ جب محمد شاہ تعلق نے دلچ گزشتہ واقعہ دکن کا نام دولت آباد رکھا اس کو ہندوستان کا دارالسلطنت بنا لیا چنانچہ شخص بھی شہل اور ماتحت سرحدوں کے متعلق خاں اور ملک لاجپن اس کے ماتحتوں کے پاس دیو گڑھ میں تھا اور جہاں سے بادشاہ کی خطبہ زاد اور خاندان حاکموں سے سلطنت میں غلط پیدا ہوا اور دکن میں ہنات ہو گئی اور ملک لاجپن لار گیا۔ اور تعلقوں کی حکومت جاتی رہی تو اتفاقات وقت سے مسئلہ میں یہ شخص دکن کا بادشاہ بن بیٹھا۔ اور اپنے پیٹے نام اور لقب پر ملا والدین کا لقب بڑھا کر ملا والدین من کا کو بھیجے کہلاتے لگا۔ جس آباد گنہ گری اور احمد آباد و بیحد اس خاندان کے دارالحکومت تھے۔ اور اس گنہ گری کے سترہ بادشاہ ایک ٹائوسٹہ ہیں ملک دکن کے قراں سوار ہے۔ گول کنڈا اور جیجا پور کے سوا ملک بہادر خاندانیں وغیرہ بھی اسی سلطنت میں داخل تھے۔

نظام شاہ بھیجے برہن بادشاہ سے لے کر اس خاندان کے اخیر شخص ولی الشہشاہ بھیجے ملک بادشاہی کا تو ایک نام ہی نام تھا۔ کیونکہ امرے سلطنت اپنے اپنے متعلقہ سرحدوں میں خود مختار اور حکومیں کرتے تھے۔ مگر آخر کار مسئلہ میں انھوں نے اس نام کو بھی مٹا ڈالا۔ اور جیجا پور گول کنڈا سہار خاندانیں وغیرہ میں خود اپنے اپنے نام سے جیجا پور شاہتیں قائم کر لیں۔ چونکہ اکبر کے وقت سے شاہجہاں کے زمانہ تک خاندانیں دہلہ وغیرہ کی حکومتیں سب دہلی کی شخصیت ہی میں جذب ہو چکی تھیں۔ اس لئے ہم ان کا ذکر تلم انداز کرتے ہیں اور خاندان گول کنڈا اور جیجا پور کا حال لکھتے ہیں۔

گول کنڈا کے خاندان کا باقی سلطان قلی نامی ہواں کا رہنے والا ایک ترک اور محمد شاہ بھیجے کا نظام تھا۔ اور رفتہ رفتہ ایسا بڑھا کہ اس سلطنت کا مذہب ہو گیا قطب الملک کا خطاب پایا۔ گول کنڈا کا طرف دار یعنی صوبہ دار بنا اور آخر کار دھیمیا کا دہر بیان ہو چکا ہے) مسئلہ میں خود اپنے ہی نام سے سکھ و خطبہ جاری کر کے قطب شاہ بن بیٹھا۔ اس کی نسل کے چار بادشاہ ایک سو چھ ہیں برس تک حکومت کرتے رہے۔ لیکن جب اس خاندان کا اخیر فرماں روا مہدائے

تسلیم شاہ سناٹہ برس بادشاہت کر کے مر گیا تو اس کا دارا اور مسیحا الرحمن معروف نانا شاہ اُس کا جانشین ہوا۔ ڈاکٹر بریجر اپنے بیان مندرجہ متن میں غفلت اور سستی کا اظہار اسی کی طرف کرتا ہے۔ اور فی الواقع یہ بادشاہ اپنے وقت کا راجا اندام گویا عیش و عشرت کا چمٹا تھا۔ جس کے عیش و نشاط اور لطافت و لطافت مزاج کے ننانے اب تک زبان درد غلامین اور حزب الفضل چلے آتے ہیں چونکہ یہ اس قدر مست و سکا بل مزاج تھا کہ اپنی پندرہ برس کی حکومت کے زمانہ میں شہر حیدر آباد اور تلہ گڑ گنٹا یا اپنے ہاتھ میں جانے آنے کے سوا اس نے اپنے ملک کو کبھی بیرون شکار کی خاطر بھی جا کر نہ دیکھا تھا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے ساتھ ہم جنسوں کی طبع سے آخر یہ بادشاہی بھی دہلی کی اعلیٰ سلطنت کا ایک جزو ہو گئی یعنی جناکش اور اولوالعزم شہنشاہ اورنگ زیب نے اپنی عمر کے بہتر ورس سال مطابق ۱۰۹۷ھ میں شہر حیدر آباد کو اور بعد ازاں ۱۰۹۸ھ میں تلہ گڑ گنٹا کو دت کے محاصرے اور سخت حملوں کے بعد نانا شاہ سے چھین لیا۔ اور اس کی پچاس ہزار روپے سالانہ پنشن منقرض کر کے تلہ دولت آباد میں نظر بند کر دیا۔

اسی طرز پر بیجا پور کی سلطنت کا بانی گرجستان کا رہنے والا محمد یوسف نام ایک بدو سرا ظلام تھا جس کو بعض خوشامدی مورخوں نے سلاطین آل عثمان یعنی دم کے ترک بادشاہوں کی مثل میں جا لایا ہے اس کو شہاب الدین محمد بھی نے فریاد تھا جو خوش قسمتی سے رفتہ رفتہ بیجا پور کا طرف دار اور آخر کار خود سر ہو کر عادل خاں سے عادل شاہ بن گیا۔ اسی کے پوتے ابراہیم عادل شاہ کی کتاب لورس پر ملا اور الدین ظہیر ی ترشیزی نے اپنی وہ فصیح و لطفی تقریریں جو غول و لغات انشا کی دم سے ایمان و ہندوستان میں اب تک متداول و مشہور اور منقرض ہو رہی کے نام سے معروف ہیں کبھی نہیں۔ یہ سلطنت بھی ۱۰۹۹ھ میں اورنگ زیب نے چھین لی۔ اور مکندہ عادل شاہ کو جو ایک لڑکا تھا اپنے امیروں کے ذیل میں داخل کر کے اور خان کا خطاب دے کر قاکھر و یہ سالانہ گناہ منظر کر دیا۔ اگرچہ بدو لڑکوں نے اخیر تک بادشاہ کہلاتے اور اپنے آپ کو خود مختار کہتے تھے۔ مگر سلاطین مغلیہ نے ان کو خود مختار ہی مانتے تھے۔ اور ان کے عقبہ شاہ کو ہی تسلیم کرتے تھے اور جیش جیش کشوں اور غلامانوں کے حتمی مدد طلب کار اور ملحق و ملزوم تھے۔ حیلہ سے ان کو بال کرانے کے لئے آوارہ اور تیار رہتے تھے۔ اور خط و کتابت میں ان کے وہی اصلی خطاب قطب الملک اور عادل خاں اور الفاظ القاب اپنے نوکرانوں اور صوبہ داروں کی طرح تھا کرتے تھے چنانچہ ان دونوں کے اخباروں کے نمونے ہیں۔

شاہجہاں کے اہم اسیری اور عہدہ نگاری

نوازن فرمان اور طرف شاہجہاں بنام قطب شاہ مختصر

۱۰ ایالت و اہانت چناہ ارات و حقیت دست نگاہ عمدہ اناہد کرام سلاذ اہام نظام نقادہ خاندان  
مرد علا عضادہ دودان محمد و استلاذ و تہ حکمان صلاح اندیش خلاصہ تنقیحان سعادت کیش سرور الخاف  
شاہنشاہی مسدداً ارات خیر خواہی جوہر مراۃ عفا و صفوت فرورغ نامیہ دولت و زہنت سرور و اہانت  
بیکران انصوص بنایت الملک لسان قطب الملک مشمل عنایات بادشاہان بدوہ ہدایت

ایضاً بنام عادل شاہ بسندہ مذکور

۱۱ ایالت و شوکت چناہ دولت و انصاف دست نگاہ زبہ ادب و دل مرآت اصحاب ال خلاصہ  
مرجان عادل خان برنزد عنایات بادشاہ مختصر و تنقیح بدوہ ہدایت

بہینہ خاندان کے قلام اور حرمسل بادشاہ و جہاںگیر نے لکھا ہے سب شہید تھے۔ مگر ہاں  
گر گنڈا اور بجا پر داسے مزدور شہید تھے۔ چنانچہ سلاطین مغلیہ ان سے آواز کرنے کے لئے کہیں کہیں کسی  
نزدیکی بحث کو بھی حیلہ بنا لیتے تھے مگر آخری وجہ گر گنڈا اور بجا پر داس کی مراد ہی کے لئے یہ تھی کہ وہ لوگ  
سیاہی کے بچے سمجھے جاتے تھے۔ اور اورنگ زیب نے بذات خود دکن میں پہنچ کر گر گنڈا  
بجا پر داس اور سمجھے تھیں پر ایک ہی زمانہ میں فوج کشی شروع کی تھی۔

ماہ نام راج کا ذکر جس طرح ہر ڈاکٹر نے لکھا ہے وہ بھی درست نہیں ہے بلکہ درجول  
مردوت الفتن صاحب صحیح حال اس کا یوں ہے کہ وہ خاص دکن میں یعنی داس کی طرف ہمشہر  
ہے مگر میں ایک بہت طائر بدست ماہ تھا۔ بہینہ خاندان کے سب نظام بادشاہوں سے ہی کا ذکر اور  
وچکا سے تعلق ہرگز اس کا ملک چھینے کا ارادہ کیا اور پچیسویں صدی عیسوی میں سلطان محمد علی شاہ  
مستند جمہری کو دہائے کرشنا کے کنارے تالی کوٹ کے قریب جانیوں سے بڑے اہتمام اور جوش و  
خروش کے ساتھ ایک نہایت خوب مزین لڑائی ہوئی۔ جس میں یہ ضیف العمر اور بجا و داس مغلوب ہو کر پکلا اور  
لڑا گیا۔ مگر اصل مطلب کے لحاظ سے نتیجہ اس کا ختموں کے حق میں چنداں مفید نہ ہوا۔ کیونکہ ملک ختم  
کی نتیجہ پر داس ہجرت کرے ہوا ہو گئے۔ اور اس وجہ سے اس راج کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر وہاں کے پانی کا  
یعنی زہداری اپنے اپنے علاقوں میں داس بن گئے۔ اور داس راج کے بھائی نے بچے مگر سے اپنی مالک  
کو مشرق کی جانب منتقل کیا۔ اور آخر چند گزسی کو اپنی ریاست گواہ بنایا۔ جو داس سے شمال  
مغرب کی طرف ستروٹیل کے خاندان سے ہوا ہے۔

اور داس کا وہ تعلق ہوا مگر جن دن سے اپنے کاوغاد کے لئے پہلے پہل داس میں سے کر آخر کار

سیواہی کی خود سری | سیواہی جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے اس سلطنت کی یہ حالت دیکھ کر بہت سے تلووں پر ہوا کڑ پھاڑوں کا اندر ہی فالس ہو گیا ہے۔ اور خود مراد شاہ کی طرح ہر چاہتا ہے سو کرتا ہے۔ اور شہنشاہ نعل اور شاہ بیجا پور جو بھی اُس کو دیکھتے ہیں تو اُن کی باتوں پر نہیں دیتا ہے۔ اور صورت سے بے کرگا کے دروازے تک ملک ناخست و تاراج کرتا رہتا ہے اور اگرچہ دنگا فوٹکا بیجا پور کی ریاست کو سیواہی بڑے بڑے مددے پہنچاتا رہتا ہے۔ مگر اس میں بھی شک نہیں کہ یہ جری شخص بین وقت پر اس کے کام بھی آجاتا ہے کیونکہ انکے نزدیک کوئی شے ایسی کی نعمت و تاراج کی فکر ہے اور اس کی وجہ سے بیجا پور اس کے پیچھے لگی رہتی ہے۔ اور اس طسرت بیجا پور کا بیجا پھر تاراج ہے۔ اور سب سے مقدم کام بھی سمجھا جاتا ہے کہ سیواہی کی جڑ کسی طسرت اکھاڑی جاتے سیواہی کو سوت میں ہوا سیالی ہوتی ناظرین اُس کو بڑے پکے ہیں اس کے بعد اس نے جسٹس ہاڈنیز پر ہر گاہ کے نزدیک پرتگیزیوں کی ایک بستی ہے۔ ہمیشہ کر دیا ہے۔

نبیہ عاشقہ سونگہ شہ

تھیں ہیں جارج تھور کیا اسی شخص کی اولاد کے ایک نامہ سے مشفقہ میں پایا تھا۔ س م ج  
رواں روز ملکہ فرشتہ۔ مانگیا نامہ۔ تاخر مانگیا۔ سہر لٹا فرین۔ تاریخ۔ الفتن۔ تاریخ مٹی  
۱۷۵۷ء

شہ سیواہی کا مختصر حال جو اکثر برصغیر نے کھا ہے اس کو بڑے حکمرانوں نے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس عجیب و غریب عاشقہ سیواہی، شخص کا صوبہ و نسب کیا تھا۔ اور اس نے اس صداقت پر کس طسرت پایا۔ اور اس کے متعلق جو واقعات برصغیر کے لیے ہیں اُن کی فصل اور صحیح رواد کیا تھی۔

پس واضح ہو کر انا بیگم پٹنہ دارخانہ میں اس کو فریج القاب سے لپکے مانا کی نسل ہے۔  
یعنی پھر ہی کھا ہے۔ مگر سرورشا الفتن صاحب سائن گورڈینی میں کی فصیح اور حرکتوں وغیرہ کے بارے میں زیادہ مہرور کے قابل ہے اپنی مشہور تاریخ ہندوستان میں سیواہی کے اُن تمام ہم قوم لکھا کہ جو مہاراجا اشور میں کی حکومت کے باعث مرچے کھلے سمنا شرمہ بتاتے ہیں۔ اور سیواہی صاحب  
تھ ہند کی حکومت کے تدریم زمانہ میں ہمارا شہر کا علاقہ کی ملک کے اُن وسیع قصبہ جو تاجا ہندوستان  
زجا کے جو ب کی طرف کی زمانہ ہیف کشتری ناگپور اور دیاست عیداد اور کن اور پرتگیزیوں کی  
مختلف حکومتوں میں ختم ہے۔ چنانچہ غنائیں، بڑا اور کن وغیرہ کے ملے جو علی الترتیب مذکورہ  
ہا حکومتوں میں دانتے ہیں۔ ہمارا شہر کے عام حفظ میں داخل تھے۔ س م ج

بقیہ حاشیہ سیرابی

و نسب کی حقیقت کو اس طوائف تہذیب سے بیان کرتے ہیں کہ گو کھڑا سچا لہو دار اور ہنگر کے مسلمان پادشاہ کے دقت میں مرچوں کو خلیوں وغیرہ کے پیل سچا بیرون میں تو کریاں لگا کرتی تھیں۔ مگر جب معلوم ہوا کہ جنگی سراہوں میں بھی اچھی خدمت دے سکتے ہیں تو سالوں میں بھرتی ہونے لگے اور ان میں سے ایسے لوگ ہر چار سے ملک کے دیہات میں چھوڑی اور ہندوار وغیرہ کہلاتے ہیں اور اس ملک میں ان کا لقب ٹیل اور دیس کہہ دیا جاتا ہے جسے سرورٹی عزت کے باعث سے رسالہ اردین اور مہمدارینا کے عہدوں تک نامہ ہر جاتے تھے نہی ان کے اگرچہ بعضوں نے قدمہ منزلت بڑھانے کو راج پوت ہونے کا دعویٰ کیا ہے مگر الفشن صاحب کی تحقیق میں تو یہیت کی حیثیت سے سامنے ہی ٹھہرتے تھے اور سولہویں صدی عیسوی سے پہلے ذو مرثیہ بعد ایک قوم ہی کے مشہور تھے اور نہ ان میں کوئی ایسا سوار تھا جو پلٹیکل کا طالع نامہ اور مذہبی اقتدار گناتا ہو۔ مگر اس صدی کے آغاز میں ان کے اقتبال کا زمانہ اس طور شروع ہوا کہ ملک منہرے اور احمد نگر والوں کے ہاں ایک مشہور اور نہایت زبردست لیر تھا، مرثیوں کو اپنے سواروں میں زیادہ بھرتی کیا۔ چنانچہ اُس کی فوج میں کبھی بائی ایک سوار نے راجس کو بطور اعزاز ہی لقب کے جاودادہ کہتے تھے، ایسی ترقی پائی کہ اس شہزاد سواروں کی سرداری کے منصب پر سرفراز ہو گیا اور یہاں تک اعتماد حاصل کیا کہ شاہجہاں اور اورنگز مالوں کی لڑائی کے زمانہ میں جب اس نے شاہجہاں سے سازش اور موافقت کرنی تو ملک منہر کی تقویٰ اٹھ گئی اور لڑائی ہار گیا الفشن صاحب خیال کرتے ہیں کہ مرثیوں میں اگر کسی کو راجپوت ہونے کا دعویٰ پہنچتا ہو تو العزیز دعویٰ اسی کے گھرنے کو نمایاں و مزاد ہو سکتا تھا۔

کیونکہ دیہ گڑھوں و دولت آباد کا دارام جو کمپنی راجاؤں میں سب سے بڑا تھا۔ اور جس سے مسلمانوں نے ملک و کنرینج کیا تھا۔ جاوہر نیسی ہی کہلاتا تھا اس نے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ شخص فارسی دیہ گڑھ کے کسی قریب ضلع کا رہی کہ اور جاوہر نیسی راجپوتوں کی نسل سے ہونے کے باعث جاوہر انکہا ہر جہاں اقتصر مال ہی ہر قسلا سیرابی کا نام اس کے حتموں میں ایک ایسا شخص تھا جو اگرچہ کسی قدر ظاندان اور ذی عزت گنا جاتا تھا مگر حیثیت اُس کی اس سے نمایاں تھی کہ چند خود اسے سواروں سمیت اس کے احموں میں تھا۔ کھانے کردہ کار ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ جاوہر ان کے یہاں کسی تہہ و دیہہ کی تعریف میں بہت سے لوگ بیٹے ہوئے۔ جس میں مالوی بھی اپنے پانچ برس کے بیٹے ساہجو ساتھ لے کر آیا تھا۔ اس منسل میں جہاں سب مولہ نیسی خوشی کی باتیں ہر ہی تھیں اتفاقاً جاوہر اور

نبیہ حاشیہ سیوا ہی ۔

نے ساہواری اور اپنی سراسر لڑکی دولوں کو زانو پر بٹھا کر نہیں اور پیلو کے غور پر کہیں یہ بات کہہ دی کہ یہ دولوں ایک تو چٹائی بنانے کے قابل ہیں ۔ عابدہ دیکھا یہ کتنا شاکر لالوی غڑا ہوا تھا کھڑا کھڑا سبھا گواہ رہے میرے بیٹے کا رشتہ عابدہ لالوی کی لڑکی سے ہو گیا ؛ اگرچہ عابدہ اسے اپنے خاندان و منصب کے غور کے باعث لالوی کے اس بڑے بول سے ایمان لائیں مگر وہ دولوں کے ایام جہنمی ہو گئی مگر لالوی برابر اس سنگاتی کا دعویٰ کرتے جاتا تھا ۔ اور چونکہ قہر سے ہی حور میں خوش قسمت سے یہ بھی ایسا بڑھا کہ اسی ریاست میں پانچ ہزار سواروں کی رسالہ لالوی کے منصب پر سرور ازاد صاحبِ صحبت ہو گیا ۔ اور مضامین ملک کرکھی میں انجام پڑا ۔ رجواب پر پڑ پڑی کہی میں ایک شہر شہر سے اس کو ایک لڑی سی جاگیر مل گئی جس میں چاند اس سوہا کے دو تیلے بھی شامل تھے تو عہدِ دیکھی عابدہ اس کو کہیں یہ خواہ مخواہ کی سنگاتی کا دعویٰ ماننا ہی پڑا ۔ اور ساہواری کی شادی اس کی بیٹی سے ہو گئی ۔

جس سے وہ بیٹے پیدا ہوئے ۔ ایک دیکھی دولی سیوا ہی ہو واہ متی مشعلہ میں پیدا ہوا ۔ جب شاہجہاں نے والی بجا پور کے اتفاق سے احمد نگر کی حکومت کو ہال کر کے ملک کو انہیں میں بانٹ لیا اور جنم اس کے کوکن کا ملاوہ بجا پور کے حصہ میں آیا تو ساہواری نے والی بجا پور کی لڑکری اختیار کر لی ۔ اور اس کی جاگیر واقع پرناسی جو بجا پور کے حصہ میں آگئی تھی دستور اس کے قبضہ میں رہی اور وہ بجا پور کی طرف سے کرناٹک میں ملک گیری کرتا رہا جس کے باعث سے بیسویں کے نزدیک بھی اس کو ایک بہت بڑی جاگیر حاصل ہوئی جس میں جنگور و فیرہ بڑے بڑے شہر داخل تھے ۔

اعرض دیکھی تو اپنے آپ کے ساتھ کرناٹک میں رہتا تھا ۔ اور عہدِ سال سیوا ہی پڑا ۔

اس زمانہ میں مرتھے سردار خود تو نافذ ہوتے تھے ۔ اور ان کے کارہا کا

انجام ان اہل قلم پر مہنوں کے اختیار میں ہوتا تھا ۔ جو دکن کے مسلمان بادشاہوں کے عہد میں پہلے بٹے کا نام عہدوں پر احمد ہوا کرتے تھے ۔ چنانچہ ساہواری کی اس جاگیر کا انجم اور سیوا ہی کی سرپرستی وادائی کشہ نامی ایک برہمن کو سپرد تھی ۔ اس وقت کے زوجان سر پڑوں کو شہسوار و شکار بازی ۔ اور نیز وادی و فیر و سپاہیانہ ریاضوں کے کیئے کا شوق ہوتا تھا ۔ اور چونکہ پرناسی جگہ ہے کہ وہاں میدان اور پہاڑی ملک آپس میں ملتے ہیں تو ان سپاہیانہ شوق اور سرور و شکار کے سبب ان کے باعث سے سیوا ہی کے بٹے نہیں ابتدا ہی سے اپنے لوگ ہوتے جو یا تو اس کے باپ کے سواروں میں بھرتی تھے یا گھاٹوں و پٹیوں کو ہتھیان سپاہی کے مسلوں کے پاس پڑوس



قبیلہ جاشیہ بیروانی

کے رہنے والے ڈاکو اور لٹیرے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ کبھی کبھی ایسا بھی اتفاق ہوا کہ بعض ڈکیتی کی وارداتوں میں منفی طور سے یہ اُن کا شریک بھی ہوتا اور آخر حکمران جہانگیر اور مغلوں کی حکومت سے اور اُن کی دیہاتی راگن (یعنی ساکھوں) کے شکنجے سے جن میں اس ملک کے بعض سرور بالوگوں کی کہانیاں محاتی مائی تھیں اُس کی طبیعت میں بڑے بڑے خیال پیدا ہوئے۔ اور جب یہ آفت کا پرکالہ مول تیرس کی عمر کو پہنچا تو اپنے اہل بیت و اہل حق کے قایم سے بھی بھل گیا اور باپ کی جاگیر کے کاروبار میں خواہ مخواہ دخل دینے لگا۔ اور جب تھوڑے عرصہ بعد وہ برہمن بھی مر گیا۔ تو قلعہ چاکو ہر تھوڑے مل کر قبضہ کر لیا۔ اور قلعہ سرپاکو چھاپا مار کر چھین لیا۔ اور وہ جفاکش بھٹے جو پونا کی سمت مغربی کے اُچاڑ علاقہ کے بٹے والے اور ایک پڑائے قصبہ بھول حاصل ٹولا پور کے قریب وچرا کی سکونت کی خاصیت سے، احوال کہلاتے تھے۔ اور بھیل اور گول اور داسوی وغیرہ لٹیرے لوگوں کو جو پونا کے پاس ملک کوکھ کے پہاڑوں اور جنگلوں میں بٹے اور مثل اُس کے سب بھیا پور کی رہا یا تھے جمع کر کے اُس پاس کے ملک کوکھ جہاں کے حالات سے سیر و شکار اور چرواہوں و کھیتوں کی شرکت اور اُن لٹیروں کی رہنمائی سے یہ خوبی و اہلیت ہر چکا تھا لڑنا شروع کیا اور کہیں زور سے کہیں تابعداری سے اور کہیں فریب اور مکاری سے محمد عادل شاہ فرماں بردار نے بھیا پور کی حکومت کے اخیر زمانہ میں بہت عاکموں کی غفلت اور ضعف وغیرہ کے لحاظ کوکھ کے بہت سے تھلویں پر اپنا دخل کر لیا۔ اور چند انھیں حرکتوں کے ایک حرکت پر بھی سختی کہ اپنے مقاصد کا مخالف سمجھ کر ایک راجہ کو جو پونا کے جنوب میں اکثر بہاڑی علاقوں پر حکومت رکھتا تھا کسی حکمت سے قتل کر دیا تھا۔ اور طلی عادل شاہ کے ایام خود سالی میں بادشاہ دیکھیں کہ آپ اور جہاں اُن کے فکر تھے اور اُس کو ان حرکتوں سے بہت منع کرتے تھے ظاہر باطنی ہو کر یہ عجیب واذی کہیں کہیں میں افضل خاں نامی اُن کے ایک بہت بڑے سردار کی خدمت میں جو اس کی سزا دہی کے لئے توجہ لے کر آیا تھا اور جس کی شجاعت اور زور و قوت سے فی الحال تحقیق یہ خائف تھا۔ یہ درخواست پیش کی کہ اگر خاں صاحب میرے حال پر ترس کھائیں تو میرا بی بی فرما کر میرا خوف اور اندیشہ دھمکنے کے لئے ایک جگہ لشکر سے اکیلے ہر کر قشریف لے آئیں اور اسی طرح میں بھی اکیلے ہی حاضر ہو جاتا ہوں اور جب وہ میری سرومختات میں کر لیں و قشطنی فرما دیں گے تو فرماں برداری اور اطاعت سے مجھے کچھ غدر نہیں۔ چنانچہ جب اس قرارداد کے موافق خان صاحب

بقیہ ماضیہ سیراجی وہ۔

ایک سال کا ہمارے پہنچے تھے۔ اور صرف شان و زیبائش کے لئے ایک سیف ہاتھ میں اٹھاتے اور بعض ایک خدمت گار ساتھ لے کرے خراماں خراماں آگے کو بڑے تو سیوا ہی بھی تھے۔ ہر تپ گڑھ سے بھی صورت بناتے لرزٹا کا پتہا ساٹھ سے صرف ایک ہمراہی سمیت نظر آیا۔ اگرچہ ظاہر میں کوئی حسیار اس کے پاس موجود نہ تھا۔ مگر وہی کے دنگ کے نیچے رہے اپنے ادا ایک کبدر تیز چھپاتے ہوئے ادا نگینوں پر فرلا دی کاٹھ جس کو گم لڑ، یعنی ناخن نہیں کھتے تھے چڑھاتے ہوئے تھا۔ افضل خاں نے اس کو خوف زدہ دیکھ کر اظہارِ عنایت کے لئے بغل گھر لے کر لے کر آئے پھیلے کرائس لے چھپے فرلا دی چم کو جو آستین میں چھپا ہوا تھا بڑے زور سے اس کے ہڈی میں گڑھ دیا۔ اور ہنوز وہ اس حرکت بجا کے تعجب سے فارغ نہ ہوا تھا کہ بغل سے تیز نکالی کر کام تمام کیا۔ اور خاں صاحب نے جو چم کھاکر سیف کا وار کیا تھا وہ اس کی زد کے باعث سے کارگردہا اس کا موہاں کے عہد اور اس دشوار گزار پہاڑی ملک میں جس کی حد سمندر تک تھی ہوتی سجدہ ایسا زبردست شخص ہو گیا کہ غلط نہ ہو کہ اس کے پاس سات ہزار سوار اور پچاس ہزار پیادے کی جمیعت ہو گئی تھی جن کی سادھ کا مار پڑھت متقرر تھا۔ کے زیادہ تر لوٹ کھسوٹ پر تھا۔ اور سمندر کے کنارہ تک سو چند ہندو گاہوں کے اپنی حکومت کو دست و پا کر کے کچھ مغلیہ سلطنت کے علاقوں واقعہ دکن میں بھی مانگ لے اور دست و داری شروع کر دی تھی اس لئے امیرا مرانستانہ خاں موبہا لے مانگ لے کر دس سال جلوس میں دولت آباد سے فوج کشی کر کے قصبہ پٹا آباد چاکن کے مضبوط قلعہ کو سیراجی سے چھین لیا۔ مگر اس کے ناہول اور پہاڑی ملک کی دشوار گزار سی اور مرہٹوں کی سخت جفاکشی کی عادت سے خاستہ خاں کو حسبِ دل خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ اگرچہ ظاہر ہے کہ سیراجی کے اس ابتدائی زمانہ میں اس کے گرد کے لوگ اور بھی زیادہ جفاکشی ہوں گے مگر اس کے مرجعہ کے بعد بھی مرہٹوں کا یہ حال تھا کہ جب اورنگ زیب اپنے بڑے چاچے کے دلائ میں گر گشتا اور بیجا پور کو نیست و نابود کر کے مرہٹوں کے پیچھے دھڑ دھڑ کر رہا تھا تو افغانی صاحب نے اس عالی ہمت بڑے بادشاہ کی ناکامی کی وجہات کے ذکر میں مرہٹوں کی عادت جفاکشی کو بیان اس طرح پرکھا ہے کہ۔ ان کی سواری میں چاکل اور دودھ گھڑے ہوتے تھے جن پر کبانے زین کے کھل کے تھوڑے صرف ایک گدی سی کس پتے تھے اور تڑھ دہندہ اور دھال تڑھ کے

جیہ جاشہ بیوا ہی :-

غلادہ مڑا ایک مہار ہمارا رکھتے تھے خرداک و لباس میں اسی پر قناعت تھی کہ جواں کی ہنسی اندھ  
 لگی پہاڑان کی مسمولی غذا تھی اور لباس میں ایک گڑھی چست جاگتے اور ایک چھوٹی سی کمری !  
 سرائے سرداروں کے نیمہ کسی کے پاس نہ ہوتا تھا اور لڑائی بھڑائی کے موقعوں میں سر پہ ہموار  
 اپنے برچھوں اور بھالوں کو زمین میں گاڑ کر گھوڑوں کی نگاہ میں اپنے اپنے بازو سے باندھ کر  
 زمین پر پڑا کرتے تھے۔ غرض کہ اس شعر کے مصداق تھے۔ شعر

”نگلے زبہ ننگلے بالہ“ نے جنم دے دیا۔

ایک ننگی نیچے ایک ننگی اوپر، نہ چہرہ کا حم نہ اسباب کی فکر، نہ بارہواری کی عزت  
 نہ کسرت کی حاجت۔ اور ان کے مقابلہ میں مغلیہ فوجوں کی یہ صورت تھی کہ اگرچہ بہادر ہی اور  
 سپاہگہری کی توہن میں بھی کوئی کمی نہ تھی مگر عموماً یہ خزانہ پہیلی ہوتی تھی کہ امیر سے لے کر  
 سپاہی تک سارے سامان بہت رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے لشکروں میں اہل خدمت  
 اور اہل بازار وغیرہ کی یہ بھیڑ بھاڑ ہوتی تھی کہ بھیر کے لوگ سپاہیوں سے دس گنے جڑ جاتے  
 تھے جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ رسد اور بارہواری دولاں کی نہایت ہی غیر ضروری احتیاج تھا  
 تھی اور اس کے باعث سے کوہِ چم مقام میں وقفہ جی و چاک کی ہوسٹیں جیسے جھانکش اور  
 شبک بار دشمنوں کے منظرِ کونین سے صاف ہوتا ہے۔ پہاڑی ملک میں ضروری تھی۔ ان سے  
 نہیں ہو سکتی تھی۔ بلکہ جہاں کہیں ان کا لشکر جا کر ٹھہرتا تھا رسد اور بارہواری کی ضرورتوں کی وجہ  
 سے وہاں کے باشندوں پر ایک تنہا ہی آن پڑتی تھی۔

غرض کہ جب شائد خاں کو کامیابی نہ ہوئی تو ہمارا جو مہم سے سبک دیا، محمود صوبہ دار گجرات  
 کو بھی سواش کی بل فوج کے مدد کے لئے بھیجا گیا۔ اگرچہ یہ بھی مدت تک مامور رہا مگر کئی کامیابی  
 اس نے بھی نہیں دی۔ آیا۔ بلکہ اورنگ زیب کے جلوس کے چھٹے سال سنہ ۱۰۳۵ء میں جب کہ  
 شائد خاں پرنا میں آٹرا ہوا تھا سیوا ہی نے یہاں تک جرات کی کہ ایک روز سر شام اپنے  
 پہاڑی قلعہ سنگم زیر سے جو پرنا سے بارہ میل کے فاصلہ پر تھا روانہ ہوا۔ اسی راستہ میں غورے  
 غورے سپاہی اس خیال سے چھڑ جاتا کہ اگر ضرورت پڑے تو کام آئیں اور خود صرف کچھ  
 پہاڑی سرگروں کو ساتھ لے کر ایک مدت میں جو سب اتفاق پر ناگوار تھی مل کر شہر پر داخل  
 ہو گیا اور اس طرح بد شائد خاں کے چوک بھروں کی مزاحمت سے بے غلط۔ چہ کہ شائد خاں

بقیہ حاشیہ سیرابی -۱-

اسی مکان میں رہتا تھا جس میں سیرابی نے ہمدیش پائی تھی۔ اور اس وجہ سے اُس کو اس مکان کی کل حالت بخوبی معلوم تھی اس لئے اس کے ایک دواڑہ سے جو پشت مکان کی طرف تھا۔ چھکے سے شائستہ خاں کی خواب گاہ میں جاگسا اور یکایک اس طرح سے حملہ کیا کہ اس نے ہوش میں ایک کھڑکی کے راستہ بیچے کے مکان کی طرف کود کر بھاگتے ہوئے شائستہ خاں کی تو ایک انگلی کٹ گئی اور اوراقِ اس کا بیٹا استقلال میں مارا گیا۔ چونکہ سیرابی اپنے لڑوہ کے موافق شائستہ خاں کو قتل یا گرفتار نہ کر سکا تو قبل اس کے کہ باہر کے پہروں مائے اس حادثہ سے خبردار ہوں پھرتی سے باہر نکل آیا۔ اور جوں جوں آگے بڑھتا گیا تو وہ لوگ جو راستہ میں بٹھائے ہوئے تھے ساتھ ملتے گئے اور صحیح و سلاست اپنے قلعہ میں جا داخل ہوا اور اس کا سیاہی کی اس قدر خوشنمائی گئی کہ چراغوں اور شعلوں کی روشنی پادشاہی فوج کو پہنچا کر پڑھائی دیکھائی دیتی تھی سیرابی کے اس کارنامہ سے اُس کے اور اُس کی قوم کے حق میں ایک نہایت ہی مفید اثر پیدا ہوا۔ بادشاہ نے اس حادثہ کو امیر الامرا کی غفلت پر محمول کیا اور میر جملہ کی وفات کے باعث سے جنگ لڑ کی صوبہ دہلی پر چل دیا۔ العاس کی بجائے شامزادہ محمد معظم کو دکن کا صوبہ دار مقرر کر کے راجہ جے سنگھ کو چھوڑ کر جو لیاقت اور دانائی میں مشہور اور ایک ہزار کن سلطنت تھا راجہ جے سنگھ کی جگہ جس کی نسبت سیرابی کے ساتھ سازش رکھنے کا ختم تھا اپنے طلبوں کے ساتھیوں سال غلطیہ میں مدد دلیر خان و راجہ رائے سنگھ صوبہ اور دہلیس بارہ ہند اور سلطان بڑے بڑے سرداروں کے جوہر خیز حواریوں کی جمعیت سے روانہ کیا۔ خلاصہ یہ کہ راجہ جے سنگھ نے لکھنؤ کے پانچ گراؤں شاہزادہ سے ملازمت حاصل کی۔ اور بعد ازاں پرتا میں جا کر راجہ جے سنگھ سے ہم کار چارج لیا اور قلعہ مدوہ مال و فیرہ خضر شاہ سیرابی کے کلاں تر قلعہ پورن دھوکہ کہ جس میں اُس کا بہت سا ساندہ سامان اور چار ہزار لڑاکے سپاہی اور تین ہزار اور مرد عورت اور بعض خیر و آثار اور کھتے ہی کارآمد و ضرر موجود تھے زور و شور سے دلیر خاں اور کیرت سنگھ نے گھیر لیا سیرابی جو اس وقت قلعہ راج گڑھ میں محاصرہ میں تھا خود سرحد جنگ سے قریب ہی تھا حملہ آوروں کی فضاہت و لیاقت کے باعث پورن دھوکہ کے بجائے سے مایوس ہو گیا اور مجبور ہو کر ہندو نیا ز کا اظہار شروع کیا جس کے جواب میں راجہ نے یہ کہلا بھیجا کہ اگر تمہاروں کی طرح ہتھیار کھول کر حاضر ہو جاؤ تو اس کی اطاعت قبول کی جائے گی فرض کہ جب وہ سترہ سالہ عالمگیر کے آخری سال محلوں میں

بقیہ ماحشرہ سیوا ہی -

اس طرح حاضر ہو گیا تو راجہ نے اس کی بہت خاطر کی اور اول قلعہ پورن دھڑکے ہوئے پہنچے ہو گیا تھا مدکل سامان جنگ و فیر و اس سے لے کر آفران مشروطہ پر صلح کر لی کہ ملک گجرات کے پینتیس قلعوں میں سے جو اس وقت اس کے قبضہ میں تھے تنیس قلعے مدھند چول اور علاقہ مات جی دس لاکھ چلے کے سرکارِ پادشاہی میں آ گئے۔ اور باقی ماندہ بارہ قلعے مدھ علاقہ جی ایک لاکھ بی سیوا ہی کے پاس چھوڑے گئے اور اس کے ہشت سالہ بیٹے سنبھا ہی کے نام پہنچے پنچ ہزار سوار کا منصب ملا ہو گیا اور سیوا ہی نے یہ بھی قبول کر لیا کہ اس نواح میں اگر کوئی ہم پیش آئے گی تو بذات خود پادشاہی فوج میں شامل ہو کر خدمت کروں گا۔ غرض کہ جب شرطیں ملے ہو چکیں اور سنبھا ہی بھی راجہ کے لشکر میں پہنچ گیا تو سیوا ہی کو ہولیر تیار ماند سے دیوار میں آیا کرتا تھا راجہ بے سنگے نے اپنے سامنے تیار بندھوا دئے۔ اور خلعت دے کر عزت کے ساتھ رخصت کر دیا۔ اور چمکے راجہ کو اسی جگہ سے جیلا پور پر فوج کشی کرنے کا حکم آ گیا تھا۔ اس نے سیوا ہی ثبات خود مدھ چندہ سوساروں اور سات ہزار پیادوں کے اس ہم میں کام دیتا رہا اور اگرچہ اس سے کچھ عرصہ بعد اس نے اول سنبھا ہی کو مانگلیہ کے دربار میں بھیج دیا اور

لفظ بن پر حاشیہ در حاشیہ۔ شاہ ہندوستان کے ساحل مغربی و جنوبی پر ملک کا وہ تنگ اور طوفانی قطعہ جس کو کنیر کہا جاتا ہے اور شمال کی طرف علاقہ کوکن سے شروع ہو کر جنوب کی سمت میسور کے قریب ختم ہوتا ہے وہاں کی زبان میں جسے کنیر ہی کہتے ہیں یا ہولاسوئے کو کہتے ہیں اور اس جگہ اس سے سولے کاسک مراد ہے۔ اور قصب نہیں ہے کہ فارسی اور بھاشا میں جو سینج اور دایہ ہز کہیں کہیں رشل آما سینین دا اہینک سوانہ واس۔ وقہ۔ دوس باہر دومر۔ واپس ولہ و دیاس و دیادہ فیرہ) باہم چل جا یا کرتے ہیں اسی طرح اس لفظ میں سولے کاسین ہولونک ہتے سے بدل گیا ہو۔ اگرچہ یہ امر تحقیق محض ہے کہ بہت قدیم زمانہ سے ملک وکن میں سکے رائج الوقت سولے ہی کا ہوتا تھا۔ لیکن تمیک طود پر یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ ہمدست والوں کے زمانہ میں یا اس سے پہلے اُن سکوں کا عام نام کیا تھا۔ گوارتہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پرتھی صدی عیسوی میں اس خاندان کے راجاؤں نے جن کو گوارتھیدی صاحب چلو کہہ گئے ہیں جب اور وہ سے جا کر وکن میں اپنی پادشاہی قائم کی تو پہلے اُن علاقوں کے جو پھولا اپنے لٹان کے وہ سکوں و فیرہ پر لگاتے تھے ویراہ کی تصویر لکھ سکرت میں سور

نصیبہ عاصیہ بیواہی :-

جسوقت سنگھ کی معرفت جان و عزت کی حفاظت اور حسن سلوک کا وعدہ کر اور اپنی عہدہ فوج کی سرحداری پر اپنے داماد کو رام کے پاس چھوڑ کر دربار جن سالار کے موقوفہ پر بادشاہ کو سلام کرنے کے لئے ابھرا۔ جہاں اکبر آباد کو چلا آیا۔ اور بادشاہ کی طرف سے بھی یہ وارادت ہوتی کہ کنور رام سنگھ پسر رام جے سنگھ اور غلطی غاں نامی ایک اور امیر اس کو استقبال کر کے دربار جن میں لاتے اور بادشاہ کے حضور میں اس کے کھڑے ہوئے کو بقول صاحب عالمگیر تارہ جگہ بھی ایسی مقبول دی گئی کہ جو امرائے خاص کے لئے تھی اور اسی دن کچھ اور اعزاز و اکرام بھی ہوئے۔ دے تھے اور یہ امر مقرر ہو چکا تھا کہ چند روز حاضر دربار رکھ کر عزت و توقیر کے ساتھ رخصت کر دیا جائے گا۔ مگر اس اکثر مزاج شخص کو اپنے کھڑے ہونے کی جگہ جو بعض مہندوں کے نزدیک تیسرے درجہ کے امیروں یعنی پنج خزاری کے منصب والوں کے لئے مقرر تھی اور دوسرے رسوم و رواج کی وجہ سے ایسی ناگوار اور اپنی عزت کے مٹانی معلوم ہوتی کہ اس نے کنور رام سنگھ کو علیحدہ سے جا کر اسی وقت سخت شکایت کی اور بقول صاحب عالمگیر تارہ جو - توقعات بے جا و مقاصد و ناگوار خیال اسے غلام" پکائے ہوئے تھے۔ نہایت رنجیدگی سے اس کا اظہار کیا۔ اگرچہ بعض مہندوں نے گھماپے کہ اس کو ایسے رنج و غم کے دربار میں بھیجی ہو گئی تھی۔ مگر یہ قول کچھ مستحکم نہیں معلوم

---

بقیہ عاصیہ بیواہی لفظ حسن - کہہ رہے ہیں خواہ ویراہ اور ان کی مناسبت سے یا کسی اور وجہ سے ہونے کے سکہ پر ختم ہوا کرتی تھی۔ چونکہ اس خاندان کی شاہانہ حکومت و داس - حیدر آباد وکن - اور بستی کے ایک بہت بڑے حصہ پر تقریباً آٹھ لاکھ سو سو سے ایک لاکھ پچاس ہزار روپے سے ختم رہی تو اس وجہ سے اس ملک میں ان کا سکہ موزاویہ بادشاہ تھا۔ اور اگرچہ ان کی حکومت تقریباً مشہور میں جاتی رہی تھی مگر اس ملک کے سونے کے سکہ پر لفظ دیرا کا اطلاق بعد میں بھی جاری رہا چنانچہ کمال الدین عبدالرزاق سرحدی نے جولائی صدی ہجری مطابق سال ۱۱۰۰ میں سلطان شاہ رستم غلامان کی طرف سے رام و ویراہ کے پاس دھن کو چلو کہ غلامان سے کچھ قلیل تھا اس کی دلائی دہی مگر میں سفادت پر آیا تھا اپنی کتاب مطلع السعدین و مجمع البحرین میں وہ جگہ کے عظیم الشان رام کے سکہ کا نام دیرا ہی لکھا ہے اور وہ اس کا ایک شعلہ یعنی ساڑھے چار اشراف تھا۔ اقلب ہے کہ جب مسلمانوں کی حکومت وکن و داس میں قائم ہوئی تو ویراہ و دیرا کے لفظ کو کہہ کر اس سکہ کو اس کی جنس کے نام سے بجائے دیرا کہے جن کہنا شروع کر دیا۔ جیسا کہ

ہیے ماضیہ سیراجی :-

ہوتا کہ نہ صاحب عالمگیر بادشاہ کو اس کے چھپانے کی بحسب ظاہر کبھی ضرورت نہ تھی۔ انصاف شاہ سے اس حرکت سے نا ارض ہو کر فیضانِ مراسم اور بادشاہیات کے جو اس کے لئے تجویز ہوتے تھے حکم دیا کہ ڈیرہ کو چلا جائے اور گندھام سنگھ کو جو اس کے معاملات میں متوسط تھا یہ ارشاد ہوا کہ اس کو اپنے ڈیرے کے پاس رجو شہر سے باہر تھا، آثار کرنگرائی کرتا رہے اور اس کے بیٹے سنبھاجی کو جو منصب پنج خزاری پر دستور مامور تھا کبھی کبھی اپنے ساتھ دربار میں لاتا رہے اور اس کے بھاگ جانے کے اندیشہ سے فواد خاں کو توہل کو حکم ہوا کہ اس کے ڈیرہ کے ارد گرد چہرے لگا دے۔ اور راجہ بے سنگھ کو جس کی وساطت سے وہ حاضر ہوا تھا کھٹا گیا کہ اس کے معاملہ میں جو مناسب جائے راپورٹ کرے۔ اس غرض میں اگرچہ سنبھاجی دربار میں حاضر ہوتا رہتا تھا مگر سیدھی کو ایسا جڑاں غالب ہوا کہ وہ سب ہوا اس کے داغ سے نکل گئی اور امر کے پاس جا کر گڑگڑانے لگا۔ اسی اثنا میں راجہ بے سنگھ کا جواب بھی آ گیا کہ چونکہ میں اس کے ساتھ عہد کر چکا ہوں اور خود بیجا پور کی مہم میں مشغول ہوں اگر وہ گزر کر جائے تو اس میں سیری بھی سدھج روٹی ہے۔ اور کاروبار مہم کے لئے بھی یہ امر مناسب اور توجہ سلطنت ہے اس پر بادشاہ نے اس کی خطا معاف کر دی۔ اور پھر وہ اٹھوا دینے اور سنبھاجی پر بھی کچھ اور زیادہ اظہارِ عنایت ہونے لگا۔ اور ارادہ تھا کہ چند روز بعد خود اس کو بھی حاضر دربار ہونے کی

تجویز حاشیہ در حاشیہ لفظ ہیں۔ زانہا بھاگے سونے کے سکے کو مٹا ملا کہتے ہیں۔ فرنگیوں میں زانہ دھارے ہندوؤں کے مختلف اعلامت سونے کے سکوں کا نام ہیں ہے۔ مگر اقوام یورپ اور اہل اسلام کے سکوں کی طرح ان پر صائب سکے کا نام اور سال و مقام مرتب نہیں ہوتا اس لئے ان سے ظہر تاریخ کے لئے چندان فائدہ نہیں پہنچتا۔ اور اگرچہ ان سکوں کا مقدار دن کسی قدر مختلف رہا ہے اور ایک بڑے مقدار کا سکے رام کر کے نام سے بھی معزوب ہو چکا ہے۔ مگر اکثر یہ وزن اس سکے کا قریب ایک ٹنٹ مرد جا شرنی کے رہا۔ چنانچہ ایک ٹن جو ہمارے کرم پر مامولوی چوان علی خاں صاحب بہادر مہدہ دار گورنمنٹ نظام سے مدد بعض کرایف تاریخی متعلقہ سکے ٹن کے حیدر آباد کن سے بھیجا ہے۔ اس کا وزن ساڑھے تین پائے ہے اس کی مدد کی طرف تین ہندوئی مدد میں ہیں جن میں سے ایک بچہ کی ٹری اور دھاس پاس کی چھوٹی چھوٹی ہیں اور پشت کی جانب صرف باریک باریک داسے یا نقشے سے ہیں اور اس کا ظہر انگریزی مدائی سے کچھ کم ہے اور اسی طرف سے یہ کسی

تیر عاشقہ سیراجی -

اجازت دے کر باہر اذرا گرام رخصت کر دیا جائے گا۔ مگر سیراجی کو اپنی سابقہ اور عالیہ حرکتوں کے باعث اور بادشاہ کے "تہرہ غضب" کے اندیشہ سے ایسی بے قراری تھی کہ جب اُس نے دیکھا کہ پہرے آٹھ گئے اور کنوڑام سنگھ نے بھی خواہ غفلت سے خواہ سازش سے نگرازی میں کوتاہی کی تو ستائیسویں ستمبر ۱۶۵۷ء مطابق سالِ جنم جلوس مانگیڑی کو بھیس بدل کر آگرہ سے ایسا بھاگا کہ پھر کبھی تالوں میں نہ آیا۔ اور جب آٹھ نہ چھنے کے بعد خدا جانتے کن کن حکمتوں اور تدبیروں سے اپنی اور اپنے بچے کی تلاش اور تعاقب کر کے تالوں سے جان بچا کر راہِ دسمبر ۱۶۵۷ء میں راج گڑھ واپس جا پہنچا۔ تو اُس کے معاملات بہتر سے بہتر ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ اُس نے تیرہویں سال جلوس مطابق سنہ ۱۶۵۸ء میں نہ صرف ہندو سرت کو ہی لڑنا اور چلا یا بلکہ اکثر قلعے وغیرہ بھی جو اُس سے چھین لئے گئے تھے اُن پر بھی پھر قابض ہو گیا۔ اور چنگدہ کسی قسم بادشاہی فوجوں کے قلعہ میں نہ آتا تھا اور نگ زیب نے حق ہو کر اس مناسبت سے کہ اُس ملک کے پہاڑوں اور جنگلوں میں چوہے بہت کثرت سے ہوتے ہیں اُس کا نام "موش کو بی" رکھ دیا تھا۔

اُس نے مانگیڑی کے جلوس کے تیسویں سال میں چوبیسویں ستمبر ۱۶۵۸ء کو حسب قول مصنف "آخر مانگیڑی" اور قول الفنسٹن صاحب پنجم اپریل سنہ ۱۶۵۹ء کو تیرہویں برس کی عمر میں راج گڑھ میں جو اُس کا دارالریاست تھا انتقال کیا۔ اُس کی مریت کا باعث آخر مانگیڑی میں یہ کھسا ہے کہ "کہیں سواروں سے اگر شدت گری سے دودھ خون کی تے کی اور مر گیا۔ اور نسا نکلو پٹی یا میں اُس کا مرنا ذات الصدک چیدی میں اور مرٹوں کی تاریخ میں مرنے سے پہلے راج لکھنل جیہ عاشقہ اور عاشقہ فقہ بن۔ خود صاحب مثنیٰ کچھ انجرا سجا ہے اور ایک اور بن جو چارے کر مہرا کرنل سی ایچ۔ ٹی۔ مارشل صاحب بہادر نے حیدر آباد میں سے بھیجا ہے اُس سے چھوٹا ہے۔ اور اس کے نقوش بھی اُس سے مختلف ہیں۔ یعنی روکی طرف گڑھ پرندہ (نخل کشہ) بنا یا ہو رہے اور اُس کی دھڑوں چوخیوں اور دھڑوں پنجوں میں ہاتھی لگتے ہیں۔ اور پشت کی جانب منسکرت کے کچھ حروف ہیں اور کسب ظاہر اس کی شکل اُس نقشہ کے مطابق پائی جاتی ہے جو ڈاکٹر میڈی سے راجدولہا کے دے گروالے کے ایک سکڑا اپنے معنوں کے خاتمہ میں چھاپا ہے۔ جب بدنگڑوں، ڈچوں، انگریزوں نے ہندوستان کے مغربی مغربی سس پر اتحاد ڈھل پاتا تو





عالمگیر نامہ وغیرہ فارسی تارکھوں میں جو اس کے مخالفوں کی کھسی ہوتی ہیں، جہاں اس کی  
سکاری اور غارت گری اور خون و غریب وغیرہ کی جو کھسی ہے اسی کے ساتھ اس کی چستی و  
چالاک اور بے حد ملادی و جرات کا بھی اقرار کیا ہے۔ اور الفتنیں صاحب لکھتے ہیں کہ پہلوان  
اس وقت کے اہل کلمگی اور فوجی انتظام دونوں عمدہ تھے۔ کہ اس کی حکومت کا کل زمانہ  
مسلحہ لڑائیوں اور پرتھلی سازشوں کا ایک ایسا مشغلہ ہے کہ جس میں وہ ایک نہایت  
ہوشیار جنرل اور ایک قابل مگر مکار دہر کی سی لیاقتیں ظاہر کرتا رہا۔ اور ہر ایک خوفناک  
مزدور کے وقت خواہ وہ کسے ہی اختیار درجہ کی اور یکا یک پیش آئی ہو اس کی شجاعت  
وجرات میں ذرا بھی فرق نہ آتا تھا۔ بلکہ فی الزور اس کا ایسا تدارک کرتا جو عین موقع اور وقت  
کے موافق ہوتا۔ اور کسی جان جو کھوں میں پڑتے وقت موت و زندگی کی اس کو مطلق پروا  
نہ ہوتی تھی۔

خلاصہ یہ کہ حضرت محی الدین اور نگ زریب عالمگیر بہادر اور دروہ سیمائی مہاراج اپنے  
اپنے طور پر دونوں ہی مجیب و غریب شخص تھے اور اگرچہ مختلف قالوں میں ڈھلے ہوئے تھے  
مگر اورہ ایک ہی تھا۔

سم ج

بقیہ حاشیہ مندرگذاشت۔

خط مولوی چہراغ علی خاں صاحب بہادر

عہدہ دار گورنمنٹ نظام

جنسی ستر چارلس راجس صاحب سابق پرنسپل مشنری لندن کول

اسرتر حال از جہاں لای کل سرور۔

ماہوار

رسالہ ڈاکٹر بیڈی صاحب سرجن میجر و سپرنٹنڈنٹ محاسب خاندانی

مردم جنرل ایف سی ایک سو ساٹھ بجنگال مطبوعہ مشرق جلد ۳۰

مسمہ اول خبر اول۔

سم ج

شاہ جہاں کی وفات | میں ابھی گوگنڈا ہی میں تھا کہ شاہجہاں کے انتقال کی خبر ملی  
 گئی اور یہ بھی سننے میں آیا کہ اورنگزیب نے باپ کے کمرے  
 کا بڑا غم کیا اور سوگ کیا۔ وہ تمام رسوم کیں جو بیٹے کو باپ کے ہاتھ میں کرنی چاہئیں۔  
 وہ نہوا آگرہ کو روانہ ہو گیا۔ اور وہاں پہنچنے پر بیگم صاحبہ نے بڑی و صوم سے اُس کا  
 استقبال کیا اور کھڑاب کے تھمان لٹکا کر بادشاہی مسجد سجائی گئی۔ اور اسی طہرت وہ مکان  
 بھی سجایا گیا جہاں تلحیں داخل ہوئے۔ پہلے شہر نے کا امارہ تھا۔ اور جب محل میں  
 پہنچا تو شاہزادی نے ایک بڑا سا سونے کا تھال جو اسرت سے بھرا ہوا تھا کیا جن میں سے  
 کہہ تو شاہجہاں کے مترکہ تھے اور کچھ اُس نے اپنے پاس سے پیش کش کئے تھے۔ بہن  
 کی طرف سے گرم ہوشی اور محبت کا برتاؤ دیکھ کر اورنگ کا بھی دل پیچ گیا۔ اور اُس نے اُس  
 کی گود سے باتوں سے مددگندہ کی۔ اور اُس وقت سے اُس کے ساتھ مہربانی اور نیا نسی سے  
 پیش آتا ہے۔

شاہجہاں کی وفات کا احوال جو کچھ عالمگیر ناموس لکھا ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ اس قیدی  
 بادشاہ کو بارہویں رجب ۱۰۳۸ھ کو جس بول کا وہی پڑا مارہر میں کو مرض الموت کہنا چاہتے  
 پھر حق ہوا بیگم مومناہی شیرازی نے جرائس وقت کے شاہی طبیبوں میں ایک مشہور شخص  
 تھا۔ ہر چند ملا کہا کہ کچھ نائدہ نہ ہوا۔ بلکہ اسہال و نیرو کئی طرح کے اور عوامین پیدا ہو کر  
 زندگی سے یاس ہو گئی۔ جب یہ خبر عالمگیر کو پہنچی تو باپ کی آخری زیارت کو دلی سے آگرہ جانے  
 کا ارادہ کیا۔ مگر چونکہ بادشاہی کوچ و مقام کے لئے دستور سلطنت کے موافق نہایت بھاری سلاخوں  
 کی ضرورت تھی اس لئے بادشاہ کو تاکیدا اختیار سامان کے بھی چند ہفتہ کا توقف ہونا ضروری تھا اس  
 وجہ سے اپنے بڑے بیٹے کو معظم کا پٹی رہا لگی سے پہلے احتیاطاً جلدی سے روانہ کر دیا ابھی شاہزادہ  
 آگرہ سے سات کو اس اس طرف ہی تھا کہ شاہجہاں بدعادت نزع طاری ہو گئی۔ اور جسیر میں  
 رجب خیسب یک شعبہ کو راجہ رات سے پہلے انتقال ہو گیا۔ بیچارہ صیبتِ نذرہ بیگم صاحبہ  
 نے جو باپ کے ایام قید میں ایک وہی اُس کی غم خوار اور رخ و راحت کی شریک تھی رعد لڑنے کا  
 قصد اور بھول کر خواجہ سرا کو قیدی بادشاہ اور تلحہ کے ممانہ تھے مکانِ صوفِ قتل خانہ میں  
 طلب کو کے اور ان کی معزیت اُسی وقت تلحہ کے دوران کی گئی کہ گویاں گھلو کر قتل و کشتی کی  
 تیاری کے لئے سپہ سواروں کو بھروسہ عالم اور مدد میں مسلک تھے۔ اور اس قید کندانہ

اور شاہجہانگیر کی نظر میں | آپ میں اپنی تاریخ کو ختم کرنا ہوں جن میں نورجیوں سے  
 اور شاہجہانگیر سے یہ عروج اور اقتدار حاصل کیا یقیناً نادرین  
 اُن کو بہت تاپند کریں گے۔ کیونکہ وہ حقیقتاً بے رحمانہ اور نامنصفانہ تھے۔ لیکن شہر یہ پانچھائی  
 ہوئی کہ ہم اُن کو اس کی سخت نفرت سے جانچیں میں سے اپنے ملک اور پ کے شانہزادوں کے افعال  
 کو جانچتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے ملک میں جانشینی کے لئے معقول توازن مقرر ہے اور بڑے بچے کے  
 سوا کوئی جانشین نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہندوستان میں باپ کے بعد شہزادوں میں سلطنت  
 کے لئے جیسا کہ ہو سکتا ہے۔ اور ان دو چار رحمانہ باتوں میں سے ایک بات اختیار کرنی پڑتی  
 ہے۔ یا سلطنت کی خاطر خود قربان ہو جائیں یا بھائیوں کو قربانی جاتیں۔ تاہم اُن لوگوں کو  
 بھی جو ملک کے دستور اور رسم و عادات اور تعلیم و حریمیت کے اثر کے عذر کو قبول نہیں کرتے  
 یہ تو نامانی ہی پڑے گا کہ اور شاہجہانگیر کو خدائے نیر معصومی قتل و مکر اور ذلت و بددیہی عفا کی  
 سب سے زیادہ کہ وہ بڑا ہی دربار اور عالی شان بادشاہ ہے۔

بقیہ ماضیہ صفحہ گزشتہ۔ میں اکثر شاہجہانگیر کی محبت میں رہا کرتے تھے مگر قربان خاصہ دارالشاہ  
 اگر تھوڑی سی بلوایا۔ چنانچہ آدمی رات کے وقت جب وہ دولہا حاضر ہوئے تو ٹھکانے روزہ و  
 نماز کے عرصہ میں اگرچہ معقول صاحب مانگیر نامہ اُس کی خاوندی و کھلی تھکانہ دے تھے اگرچہ  
 استقامت اہل بہت سادہ و سہولت پر کیا گیا مگر بعد ازاں یہ محسن سے کہ جہاں انتقال کیا تھا لاٹھی  
 کو اٹھا کر ایک کمرے کے مکان میں منتقل دکن دے کر فصل کے تابوت میں رکھا گیا۔ اور یہ  
 شہن کے نیچے کا دروازہ ہر مسجد کو ہوا تھا کھلو کر اُس کے راستے سے اور فیصل بیوی کے اس مکان  
 سے جو اُس کے مادی تھا جنازہ کو باہر لے کر اور پھر مرقعہ صوبہ ہارے بادشاہی ملازمین کے ساتھ  
 - بایں شہر - یعنی مراٹھ اور اڑنا ختام شہر کے ساتھ، علی الصبح جمن کے کنارے جا  
 پہنچا۔ اور وہاں سے پار ہو کر سیہ مہم کوئی۔ تاحضرتان وغیرہ ملکہ و ملکہ نے جنازہ کی غار پر دعا کی  
 اور اُس کی تدفین میں اتنا لازمی اور عمدہ اور بیکم مصروف بہ تاج محل کے مقبرہ میں کہ جس کا حال اس  
 کتاب کے بعض اور مقامات میں مفصل درج ہے دفع کر دیا۔ گھسا ہے کہ اور شاہجہانگیر کو جب باپ  
 کے انتقال کی خبر پہنچی تو بہت روایا اور سوگوار کی اور رسول کے علاوہ اُس نے اور تمام اہل دیار  
 نے جیسا کہ اب بھی ہندوستانی ریاستوں میں دستور ہے سفید لباس پہنا اور کشتی کے ذریعہ اگرچہ  
 پہنچ کر زیارت قبر کے وقت بھی بہت گریہ و بکا کیا۔ اور کمالس مولود اور ختم و فاتحہ جیسا کہ انھوں

بقیہ حاشیہ مقرر گذشتہ کی وفات کے موقع پر دستور تھا منعقد کر کے دھوم دھام سے خیر و خیرات کی۔ اور اپنی نمزدہ بڑی بہن بیگم صاحب کے پاس بھی کئی بار قلعہ میں گیا۔ اور نہایت تسلی و تسخنی کی بلکہ اس قدر ہر حکم و اطاعت کی کہ تمام اہل و بار کو حکم دیا کہ ان کی ٹولہ رسی پر حاضر ہو کر اندر میں پیش کریں۔ چنانچہ جب ایسا ہی ہوا تو بیگم صاحب نے بھی جود یا دلی اور نہایتی میں شہرہ داد بڑی ہی میر چشم شاہزادی تھی تمام اہل و بار کو گونا گوی کے منصب تک بھاری بھاری خلعت مرحمت کئے اور اس کے بعد جب اورنگ زیب پھر ملنے کو گیا تو رسم چاہتے اٹھادو رسم نظام بجا لایا ایک ہنایت ممتی پیش کش میں کا۔ منیر نے اضافہ کیا ہے نقد کیا۔ اگرچہ صاحب عالمگیر نامہ اس امر کو نہیں کہہ سکتا تھا کہ شاہجہاں کا ہزارہ شاہ باغ اختتام سے نہیں اٹھا یا گیا۔ اور اپنے سادہ طور سے دس کیا گیا جو اس کے مرتبہ کے خاناں نہ تھا اور یہ مل خواہ رنگیہ کے حکم سے ہوا ہو خواہ قلعہ دار و صوبہ دار کی کم فہمی سے مگر صاحب مل صالح نے اس امر کو بہت ہی سچے ماموس کے ساتھ حیرت انگیز الفاظ میں بتایا ہے۔ چونکہ شاہزادہ محمد منظم رسم و عہد بیان مندرجہ عالمگیر نامہ شاہجہاں کے انتقال کے وقت آگاہ سے صرف سات کوس کے فاصلہ پر موجود تھا اور انکی پہنچا بھی نہ تھا کہ ہزارہ بہت دور سے ہی دفنا دیا گیا۔ تو اس سے صنف مل صالح کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال اورنگ زیب کے جلوس کے آٹھویں سال مختلفہ کے اور جب میں رچا رہے شاہجہاں نے جو ہندوستان کے نہایت نیک نام بادشاہوں میں سے تھا۔ چھتر برس میں چھپنے ستائیس دن کی عمر میں بحساب ترقی مدت تین دن کم چھتر برس کی عمر میں بحساب قسسی قلعہ آگرہ میں آٹھ برس کے قریب قید رہ کر قید ہوتی سے رہا ہوا پائی۔ میں میں سے آٹھ برس دو چھپنے نہیں دن بحساب ترقی اور تیس برس چار چھپنے اضافہ دن بحساب قسسی تحت نشین رہا۔

صاحب عالمگیر نامہ نے اس کے سال انتقال کی نسبت اپنی تعریف کی ہوئی ایک تلخ لکھی ہے۔ ہر کو ہم بھی پڑھنے والے اس جگہ نقل کرتے ہیں۔

چون شاہجہاں قلعہ قدی ملکات برخواست ہجرت قطعی از مہجرت حیات  
مستم از قبل سال تار تیش را گشتا خروم شاہجہاں کرد و خلعت

# ضیاء

## شیور کول برٹ وزیر فرانس

### کے نام برنیر کا خط

خداوند من ملک ایٹلیس انوار حکام کی خدمت میں کوئی شخص خالی ہاتھ نہیں جاتا۔ چنانچہ  
 شہنشاہ جلیل کے دامن تہا کو کورس دینے کا اعزاز جب بحکمو حاصل ہوا تو میں نے بھی  
 نذر نئے طور پر جو تعظیم کی ایک علامت ہے آٹھ سو پینچیش کئے تھے۔ اور ایک ہاتھ کیسے۔  
 ایک لاشا اور کھڑیا کے دستے کا ایک فلم تراش خان کی نقد کیا تھا۔ کیونکہ یہ نامور شخص  
 نے یہ عالی منزلت شخص میں ساچرا نام ہی ان جیپ ٹسٹ کر لبر مشہد اور لاکوش آف سکتی سے  
 کے خطاب سے مخاطب تھا فرانس کے دنیا میں ایک ایسا نامور مدیر سلطنت گذرا ہے کہ ایسے  
 قانون دانوں وزیر کم ہوتے ہی غلطی میں بمقام پیرس پچھا ہوا تھا اور کہتے ہیں کہ اس کے  
 بزرگ واصل اسکاٹ لینڈ کے بنے والے تھے اور کبھی اتفاق سے فرانس میں جا رہے تھے اس کا  
 محلہ شامان مغلہ جو حلال و غفلت اور ترقی کے انظار کے لئے دیوان عام کے شرفین میں رہیں سے گئی کہ  
 بلند ہو کر تخت پر بیٹھے تھے دامن تہا وغیرہ کو کورس دینے کی رسم ان کے دہار میں دھتی چنانچہ بعض  
 سفیروں کے حاضر و بار ہونے کے چشم دید حالات جو خود مصنف نے اس کی کتاب میں لکھے ہیں ان سے بھی  
 یہاں ظاہر ہے کہ اوراد متعور نہ تھا اور نہ حالیکہ برابر کے بادشاہوں کے سفیروں کو بھی اس حد قرب نصیب  
 نہ تو قرب ہضم کو یہ دیکھ کہاں ایسا مسلم ہوتا ہے کہ یا تو اس دعت و بار فرانس میں کوئی ایسی تعلیمی رسم ہوگی  
 جس کے لحاظ سے مصنف نے غرضیائی کے اس عام مطلب کو جائز ان انعام خاص میں اشتغال کیا ہوگا  
 یا ایک ایسے مسلمان اور شاہ کے دہار میں حاضر ہونے کی رسم کو جس کے دہار میں آداب و رسوم سے مصنف کے ہم پل  
 کو واقفیت نہ تھی اس دم سے ان مفکروں میں بیان کیا ہوگا کہ خلفائے نبی عباس کے زمانہ میں ان کی آستین

تہا ہاتھ کیسے

فائز پش قبل کو یہاں ہوا۔

س. م. ت

دورانے سلطنت میں سے تھا۔ بڑے بڑے کام اس کے متعلق تھے اور عیسویوں کی فہل میں میری  
تواؤ کا تجویز کن اسی کی رائے پر منحصر تھا۔ اگرچہ میری یہ کمال نہیں ہے کہ فرائض میں کسی عقیقہ دم کو  
جاری کر دے۔ لیکن جب کہ میں ہندوستان سے دت کے بعد بھی واپس آیا ہوں تو یہ امر خلاف  
واقعہ ہے کہ میں اُس دستور کو جس کا ذکر ابھی کر چکا ہوں ایسی جلدی سے بھول جاؤں۔ پس اگر  
میں اپنے بادشاہ کے حضور میں جس کا ادب میرے دل میں بہ نسبت اورنگ زیب کی تعظیم کے  
اور ہی قسم کا ہے یا اُس کے وزیر کی خدمت میں جو داخل خاں کی نسبت بہت زیادہ ادب کا  
مستحق ہے بشیر ایک حیرت انگیز کش کے جو پیش کر سکا دے کے لحاظ سے نہیں بلکہ اپنی خدمت کے  
اقتدار سے قابلِ حدودِ قیمت ہے حاضر کرنے میں تامل کروں تو مجھے امید ہے کہ صاف  
کیا جاؤں گا۔

ہندوستان کا گذشتہ انقلاب جو عجیب و غریب حادثوں پر مشتمل ہے جاریہ ظہیم اضافی  
بادشاہ کی قوم کے لئے ہے۔ اور یہ عربیہ میں میں ایسی بڑی بڑی باتیں مستعد ہیں آسن کا  
ماظفر نامہ اُس رتبہ کے خدایان ہے جو آپ کو بادشاہی میں حاصل ہے اور بے تحاشہ  
اُس کا ایسے ہی شخص کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے جیسا جس کی خوش تدبیری سے سلطنت  
میں قیامِ شہر ہو کر گذشتہ۔ اور اس سفر کے اُن الفاظ سے جن پر خطا ہے اور بادشاہ اور وزیر دونوں کو  
ظہیم، ظہیم و ندیم دینے کی سند، صمد تہسب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معصفت نے کتاب کا پہلا  
حصہ میں شاہ جہاں کے بیٹوں کی لڑائیاں اور انقلاب سلطنت کے واقعات لکھے ہیں اپنے بادشاہ  
کو نذر کیا اور یہ خط اُس کے وزیر کو۔

س م م

قبیلہ حاشیہ منور گزشتہ تہذیب۔ دانا شراب کا صہا کر تھا۔ مگر اس کا لپ کچھ عرصہ کے بعد یہ شعل چھوڑ کر غلام  
پیشہ ہو گیا تھا۔ کرپٹ نے تفصیل علوم و فنون کے بعد اپنے برادرِ نسبی کے تہہ بہ تہہ دت فرائض کا  
(منشرف شریف) یعنی وزیرِ سلطنت تھا۔ امور سلطنت میں داخل ہوا اور رفتہ رفتہ میں لیاقت اور کاندھائی  
زبان داری کے باعث تو میں چاندیم کا برآں دت کے بعد بھی بادشاہوں میں نہایت ہی نیک نام  
بادشاہ تھا وزیر ہو گیا۔ اس خوش تدبیر شخص نے اپنے صہ فطرت میں اقارب و اقوام کی ایسی صہ اصلاح  
کیں کہ اپنے صہ صہ اور قانون جاری کئے کہ میں سے حقیقتاً اُس کی قوم اور سلطنت کو بڑی ناموری  
اور ترقی حاصل ہوئی۔ دانا شعل چھوڑ کر برطانوی کا

س م م

قبیلہ حاشیہ منور گزشتہ تہذیب۔ دینور کو کہہ دینے کی رسم قوم میں کے انتہائی حالت حال میں یہ کثرت تھے عہد

کے بہت سے بیٹوں کا جو میرے جانے کے وقت ناما بل طالع حالت میں پڑے ہوئے تھے نہایت عمدہ طور پر انتظام ہو گیا ہے۔ اور میں نے اپنی کوشش اور محنت سے ہائے بادشاہ کی شان و عظمت کو تمام عالم میں پھیلے دیا اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ نرسی قوم ان باتوں کو کس قابلیت سے حل میں لاتی ہے جو اُس کے نوائید اور نام آور ہی کی خاطر نرس کی جائیداد اور دمن میں ہندوستان سے باہر دمن کے بعد واپس آیا ہوں۔ اور میں وہیں تھا کہ نرائس کی خوش حالی اور اُس نیک نائی کی شہرت بخوبی سن لی تھی جو آپ نے نرسی غیر متعلق قوم اور خاواں قابلیتوں سے اس کو ترقی دینے میں حاصل کی ہے۔ اگرچہ نرائس کی خوش حالی اور آپ کی نیک نائی کا دلچسپ مضمون میں بڑے شوق و رغبت سے لگتا۔ لیکن تمام عالم میں باتوں کا پہلے ہی مستوف اور مدعا ہو رہا میرے بیان کی محتاج نہیں تھی اس لئے بہتر ہے کہ اپنے وعدہ کے موافق صرف وہی غیر معلوم اور نئی باتیں کہہ سکے۔ نرسوں میں سے ہندوستان کی واقعی حالت کا نقشہ کسی قدر آپ کے خیال میں آسکے اور مجھے یقین ہے کہ آپ بھی زیادہ تر اسی کو پسند فرمائیں گے۔

**ہندوستان کی وسعت** | مالک الہیاء کے نقشوں سے ظاہر ہے کہ سلطنت مغلیہ جو سلطنت ہند کے نام سے شہرہ پختہ کرتا دیکھتا ہے۔ اگرچہ میں نے تو اس مسافت کے موافق صحیح طور پر پیمائش نہیں کی لیکن ایک معمولی منزل کی مسافت کا اندازہ کر کے اور یہ دیکھ کر کہ گول کھنڈے کی سرحد سے نرسین لگے اُس سے بھی بڑے عمدہ مدار کے قریب تک جو سلطنت ایران کا پہلا خیمہ ہے تین بیٹے کا سفر ہے یہ صاحب نگاہ کیا ہے کہ ان دونوں مقاموں میں ٹریڈ منڈی کے واسطے کیا ہے۔ یعنی جس قدر دمن اور دانیس میں فاصلہ ہے اُس سے پانچ گنا کم ہے۔

**ہندوستان کی قدرتی اور مصنوعی چیزیں** | امر قابل لحاظ ہے کہ اس ملک کا ایک بڑا حصہ نہایت زرخیز ہے۔ مثلاً ایک ہنگامہ

ایسا ہی ہے ہند صرف گیموں اور چاول وغیرہ اشیائے قیمتی کی پیداوار کے لحاظ سے مصر سے افضل ہے بلکہ یہ لحاظ دیکھ کر بھی اور نرس وغیرہ بے شمار تجارتی چیزوں کی پیداوار کے بھی جو مصر میں پیدا نہیں ہوتیں اُس سے کہیں بڑھ کر ہے اس کے سوا ہندوستان کے اور مجھے بھی بخوبی آتا ہے اور نہایت بھی خاصی ہوتی ہے اور اگرچہ یہاں کے اہل حرد



بالطبع کاہلی میں گمراہی کہ نہ کچھ کرتے ہی رہتے ہیں۔ مثلاً قالیچ۔ کڑاب چکن۔ کار چوہی اور دھڑکی وغیرہ کے کام اور دوسرے قسم کی رشتی اور سوئی چیزیں جو ملک کے اندر برقی جاتی یا باہر پہنچی جاتی ہیں جتانے رہتے ہیں۔

غیر ملکوں سے سونے چاندی | یہ امر بھی قدر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ سونا چاندی دنیا میں پھر پھر کہ جب ہندوستان میں پہنچتا ہے تو یہیں کی ہندوستان میں در آمد | کھپ جاتا ہے۔ چنانچہ امریکہ سے جو روپیہ آکر ننگرستان کے ملکوں میں پھیلتا ہے اُس میں سے کسی قدر کو ان چیزوں کے مبادلہ میں جو شرکی رسوم سے آئی ہیں مختلف درجوں سے شرکی میں چلا جاتا ہے۔ اور کسی قدر ہندو گاہ سمرنا کے راستے سے ایران میں پہنچ جاتا ہے۔ جہاں سے ریشم ننگرستان میں آتا ہے۔ اب شرکی ۲۰۰۰ مال ہے کہ وہاں کے لوگ تمبوہ کے بغیر نہیں رہ سکتے جو یمن سے آتا ہے۔ اور شرکی اور کچھ اسیا ایران تھیلوں کو ہندوستان کی چیزوں کی ضرورت رہتی ہے۔ پس اس طرح ہر قدر مخا میں جو بھلا عمر کے کنارے باب المندب کے قریب ہے اور بعروہ میں جو خلیج فارس کے سر ہے اور ہندو ماں میں جو جرہہ ہیز کے نزدیک ہے ان ملکوں سے روپیہ آتا ہے اور یہاں سے ان جہازوں کے ذریعہ سے جو ہر سال ہوائے مافوق کے موسم میں ہندوستان کا مال کے کران شہور ہندو گاہوں میں آتے ہیں ہندوستان میں پہنچ جاتا ہے یہ بھی ملحوظ ہے کہ ہندوستان میں، ٹوچوں، انگریزوں اور پرتگیزیوں کے تمام جہاز جو ہر سال ہندوستان کا مال ہیکر، بنارس، دھنا سری، سیام، میلان، آچین، مکارا، جزائر الہیہ، موزمبیق وغیرہ مقامات کو لے جاتے ہیں وہ بھی اُس کے مبادلہ میں سونا چاندی ہی لاتے ہیں اور یہ بھی اُس مدد سے کی طرح جو نہ رہنا۔ بعروہ اور ہندو ماں سے آتا ہے کہیں نہ جاتا ہے بلکہ جو سونا چاندی توچ لوگ جاپان کی کالوں سے نکالتے ہیں اُس میں سے بھی حقوق بہت کسی نہ کسی وقت یہاں آ جاتا ہے اور جو وہ پیرا ہا سست فرائض اور پریشکال سے آتا ہے وہ بھی شائد نہ ناہی یہاں سے پھر باہر جاتا ہے کہ کو کہ اُس کے عوض بھی اس واسطے دیا جاتا ہے۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ لوگ یہ اعتراض کریں گے کہ ہندوستان کو نامانہ لوگ، جاپان، وارسینی وغیرہ چیزوں اور اہل خیر کی ضرورت رہتی ہے کہ جن کو ٹوچ، ننگرستان، جاپان، ملاکا اور سیلان سے لگتے ہیں۔ اور سیر بھی باہری سے آتا

ہے۔ جس میں سے تھوڑا سا انگلستان سے انگریز بھیجتے ہیں اور فرانس سے بانات اور دوسری چیزیں آتی ہیں اور غیر ملک کے گھوڑوں کی بھی ضرورت رہتی ہے۔ جو ہر سال پچیس ہزار سے زیادہ ملک ازبک (ترکستان) سے اور بہت سے متحدہ حاکم رہتے ایمان سے۔ اور چند نفا اور بھرہ اور چند مہاس کی ماہ سے اتھوپیا (حبش) اور عرب اور فارس سے آتے ہیں۔ اسی طرح بہت سا ترشک میوہ سمرقند۔ بلخ۔ بخارا۔ اور ایران سے آتا ہے مثلاً سروے۔ سیب۔ ناشپاتی اور انگور جو کثرت سے دہلی میں خریدا جوتے ہیں۔ اور جاسے بھر بڑی قیمت پر رکھتے رہتے ہیں اور باقلم۔ پستہ۔ فندق۔ وردا کو۔ خوباتی۔ کشمش وغیرہ جو باہر جینے ملتے ہیں۔ اسی طرح کوڑیاں جزائر الدیپ سے آتی ہیں جو جنگلہ اور دوسرے مقامات میں بکائے پیسے و پچلے وغیرہ کم قیمت سکوں کے متعلق ہیں۔ اور منبر جزائر الدیپ اور صومالیہ سے آتا ہے اور گینڈے کے سینک اور باقلمی دانت اور غلام اتھوپیا سے اور خشک اور چینی کے برتن چینی سے اور موتی بکرہ میں اور ٹوٹی کاٹنا سے جو سیلان کے نزدیک ہے آتے ہیں۔ مگر باوجود اس کے ان چیزوں کے جسے سونا چاندی نہیں جانا کہونکہ جو سوداگر یہ جنیں لاتے ہیں وہ اس میں زیادہ فائدہ سمجھتے ہیں کہ ان کے مبادلہ میں یہاں کی جنسین کی اپنے ملک کو لے جائیں۔ پس اگرچہ ہندوستان میں غیر ملکوں سے قدرتی یا مصنوعی جنسین آتی ہیں مگر وہ دنیا بھر کے سونے یا چاندی کے ایک بڑے حصہ کی جو بہت سے زمینوں سے یہاں آتا ہے۔ یہیں رہ جاتے ہیں روک نہیں دیں۔ اور پھر وہ بیکھل ہی جہاں سے کہیں کو واپس جاتا ہے۔

**شہنشاہ محل کی دولت مندی کے ذخائر** | یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جب کوئی امیر و منصب دار چھوٹا یا بڑا مرتبہ ہے تو اس کی جائداد سرکار یا شاہی

میں ضبط ہو جاتی ہے اور اس سے بڑھکر یہ امر ہے کہ ہندوستان کی تمام زمینیں مکانات اور باغات کے سوا زمین کے فروخت وغیرہ کی اجازت بعض اوقات رعایا کو دے دی جاتی ہے بادشاہ کی ملکیت ہے۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ اس تمام زمین سے جیسے سے فائدہ کر دیا ہے کہ اگرچہ سونے یا چاندی کی کانیں یہاں نہیں ہیں مگر تاہم سونا چاندی یہاں کثرت سے ہے اور یہ کہ شہنشاہ محل جو اس ملک کے ایک بڑے حصہ کا مالک ہے اس کا حاصل چلے شمار اور وہ نہایت ہی دولت مند ہے۔ لیکن باوجود اس کے بہت سے ایسے اسباب



کی کامل حکومت نہیں ہے اور اکثر ان میں سے ایسی ہی جن کا رئیس خود انھیں میں کا ایک شخص ہے اور صرف اُس وقت غصباج ادا کرتے ہیں جب کہ سلطنت کی طرف سے کچھ نذر ادا جاتا ہے۔ اور ان میں سے اکثر تو بہت تھوڑا خراج دیتے ہیں۔ اور بعض کچھ بھی نہیں دیتے۔ اور بعض ایسے ہیں کہ دنیا تو کیا اُن کی کچھ نیلے رہتے ہیں۔ مثلاً وہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں جو سرحد ایران پر ہیں شاد و تادہری ایران یا ہندوستان کو کچھ خراج دیتی ہیں۔ ایسا ہی حال بلوچستان اور اور پٹانی قوموں کا ہے جو شہنشاہ منگل کو بجز قدرِ قلیل کچھ نہیں دیتیں اور اپنے آپ کو تھوڑا خود اور آزاد سمجھتی ہیں اور ان کی طرف سے سرحد اور آزاد کا اس سے ثابت ہے کہ شہنشاہ منگل نے وہ حدود و انکسار کی غرض سے کاہل جاتے تھے کہ تمام ملک سے کوچ کیا رہو ورنہ اس کے سب سے کنارے آباد ہے، قرآنِ قوموں نے پہاڑوں سے ان میدانوں میں آپ رسائی کے ذریعے ہندو کو دیکھ کر شاہزادے کے مثل تھے اور جب تک اور شاہ کے انعام حاصل نہ کر لیا۔ یہ تجارت کے نام سے نہایت کیا گیا تھا خراج کا آگے بڑھنا ناممکن بنا دیا۔ چنانچہ لوگ بھی بڑے سرکش ہیں اور یہ وہ مسلمان قوم ہے جو پہلے ہنگامہ کی جانب گنگا کے کنارے آباد تھی اور مغلوں کے ہندوستان پر حملہ کر کے سے پہلے اکثر مقامات میں ان کو بہت قوت حاصل تھی۔ خصوصاً اُن کی میں ان کا بہت ہی زور تھا۔ اور اُس کے قرب و مدار کے بہت سے راجہ اُن کے خراج گنا تھے۔ اس قوم کے ادنیٰ شخص یہاں تک کہ ایسے لوگ بھی جو مقامی کر کے گندمان کوٹتے ہیں ویر اور سپاہی نہیں ہیں۔ اور جب کسی بات کی صداقت پر زور دیتا چاہتے ہیں قرآن کا یہ معمولی مقولہ ہے۔ اگر میں صوفی کہتا ہوں تو دلی کا تخت مجھے نصیب نہ ہو۔ یہ ہندو اور منگل دونوں کو نہایت تحاش کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اپنے پہلے رتبہ اور اعتبار کو یاد کر کے مغلوں سے و جنہوں نے ان کے بزرگوں کو ان کی بڑی بڑی ریاستوں سے بے دخل کر دیا اور دلی اور آگرہ سے دور پہاڑوں کی جانب بکال دیا، سخت نفرت کرتے ہیں اور ان میں سے اگرچہ بعض بعض پہاڑوں میں چھوٹے چھوٹے رہیں ہیں مگر کچھ زیادہ طاقت ور نہیں ہیں۔

شاہ بجا پر بھی خراج نہیں دیتا بلکہ اپنے ملک کے بھالے کے لئے شہنشاہ ہندوستان

سے ملوث ہوتا ہے کہ شیر شاہ سومری کی سلطنت سے مراد ہے۔

نکہ اور جوں کی سلطنت سے مراد ہے۔

شاہجہاں کے پیام اسمیری اور عہد نامہ گنتیہ

سے ہمیشہ لڑا رہتا ہے۔ لیکن اُس کے ملک کی حفاظت کا ذریعہ صرف اُس کی فوج ہی نہیں بلکہ اور بھی بہت سی خاص حالتیں ہیں۔ مثلاً اُس کا ملک آگرہ اور دہلی سے جو شہنشاہ مثل کے دارالسلطنت ہیں بہت نامہ پر ہے۔ اور شہرِ جہاں پر بذاتِ خود بھی ایک مستحکم مقام ہے اور قربِ دھار کے ملک میں گھاس اور پانی کی کھدائی اور خرابی کی وجہ سے حدِ آور فوج کو آسانی کے ساتھ وہاں تک پہنچنا دشوار ہے۔ اور بہت سے نامہ خود اپنے بھارت کی خاطر غنیم کے حملے کے وقت اپنی اپنی فوجیں لے کر اُس کی مدد کو آجاتے ہیں۔ چنانچہ صورتِ حال یہی عرصہ ہوا کہ بیواجی نامی ایک مشہور شخص نے غاص شاہی محلِ دارائی میں گھس کر چند صورتِ کرب و دولت مندی کے لحاظ سے ایک مشہور جگہ ہے خوب لڑا اور جلا۔ اور یہ حال بدل کر دنیا بھر کو میں صورت کے وقت بادشاہی فوجوں کے ذریعہ طلبہ سے بچا لیا۔

ان باتوں کے علاوہ شاہِ گولی کٹا بھی ہر ایک دولت مند اور طاقتور بادشاہ ہے۔ غرضی طور پر اُس کو روپیہ پیسے سے مدد دیتا رہتا ہے۔ اور سرحد پر ہمیشہ اس فوج سے فوج متین رکھتا ہے کہ ایک تو اپنے ملک کی حفاظت کرے اور دوسرے اگر تباہی پڑے تو وہ خود ہر شے اُس کو بچا دے سکے۔ الغرض ہر لوگ شہنشاہ مثل کو کچھ خراج نہیں دیتے اُن میں تو سب زیادہ اپنے طاقتور ہندو راجہ بھی شامل ہیں جن کی ریاستیں دہلی اور آگرہ سے کوئی دور کوئی نزدیک تمام سلطنت کے اندر جا بھٹکا پھیلی ہوئی ہیں اور ان میں سے ہندو شاہی راجا ہندوستان کے چھوٹے ہندو اور مسلمان و اچھوتی ملک جو ملک منظر کو تین و کچھ قیصر ہند کے محلِ مملکت شاہنشاہی میں گورنمنٹ ہند کی پرنسپل کمپانی کے نیچے ہندوستان کے مختلف حصوں میں اپنے اپنے علاقوں میں نمایاں روای کا اختیار رکھتے ہیں چنانچہ ہندوستان کے قریب ہیں۔ جن میں بعض سے گورنمنٹ انگریز کی کابیل برداشت اور معینہ طور پر کچھ سالہ عرصہ میں ہے۔ اور بعض سے کچھ بھی نہیں بلکہ جن کی ریاستوں کی جہا اور تعلیم کے لئے اپنی بنیادیں فیاض سے شہنشاہی سرکار سے اُن کے بے اولاد ہونے کی حالت میں عرصہ تاہی کر لینے کا بھی اختیار دیا ہوا ہے۔ یا اختیارِ تہذیب کے پانچ لاکھ میل مربع زمین اور پانچ کروڑ روپے اچھوت کی حکومت ہے۔ اور ان میں ان کی ریاستوں کی شمار میں جن لاکھ پچاسی ہزار ہے۔ مگر باقاعدہ اور کام کے لائق اور مختلف کیفیت ہونے کی وجہ سے کئی زیادہ ہے۔ اور عقلاً اس کے کل سلطنت ہند کا تہہ نہ ملک ہندوستان میں دگر اشتہار۔ بلکہ ہندوستان و بھارت کی ریاستوں کے جن کی پچاسی اور مردم شماری ابھی

یا متوالہ تو بہت ہی دولت مند اور زبردست ہیں خصوصاً رانا سے اور سے پورا جو کسی وقت ان راجاؤں کا شہنشاہ خیال کیا جاتا تھا اور جس کو راجہ پور میں کی نسل سے بتاتے ہیں اور جے سنگ اور جیوت سنگ ایسے ہیں کہ اگر یہ تینوں اتفاق کریں تو شہنشاہ کے لئے بے شک خطرناک ثابت ہوں۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں ہندو سوار لڑائی کے لئے ہر وقت تیار کر سکتا ہے اور وہ بھی ایسے عہدہ نگار ہیں کہ ہندوستان میں کوئی ان کے مقابلہ کا نہیں ہے۔ یہ سوار راجپوت کہلاتے ہیں جن کے معنی ہیں راجاؤں کی اولاد سپاہ گری ان کا آبائی پیشہ ہے اور اس شرط پر ان کو جاگیر ملتی ہے کہ ہمیشہ گھوڑے پر سوار راجہ کی رفاقت میں رہیں۔ یہ لوگ بڑے جنگکش ہیں اور اگر لڑائی کے فن کی تعلیم دی جائے تو بقیہ عاصی متو کدوش۔ نہیں ہوتی، چند لاکھ میل مربع اور قریب پچاس لاکھ مربع کے سرزمین پر ہے اس میں ایک راجہ ہندوستان کے مقابلہ میں ایک تیسرے نمبر پر ہے۔ اور کل سرزمین میں سے پانچویں حصہ سے کم کم ان کی رعیت ہے اور گورنٹ ہند کی آمدنی جو فقط کی بجٹ کی رو سے چھتر کروڑ روپیہ ہے اس کے مقابلہ میں ان سب ریاستوں کی آمدنی میں کل اربعہ حصہ ایک چوتھائی کے ہے۔ اگر گورنٹ انگریزی کی چھتر کروڑ سالانہ آمدنی غراہ میں وہ کروڑوں روپیہ شامل نہیں ہے جس کو کوئل خند کوئل دینے پر مشتمل خند و خند کہتے ہیں اور جس کا مقصد یہ ہے کہ جس شہر یا ضلع سے جن مقاصد مخصوص رہا و رعایا کے لئے لیا جاتا ہے انہیں مقاصد اور انہیں مقامات کے سوا اور کسی اور مقام میں صرف نہیں کیا جاتا۔ البتہ چھتر کروڑ روپیہ کی رقم ایسی ہے کہ سرکار میں طرح چلتی ہے اس کے خرچ کی تفصیل کرتی ہے۔ مگر ہندوستانی ریاستوں کی طرح اس میں سے بھی خزانہ سلطنت میں نہیں اندھا دھنچے کچھ نہیں کیا جاتا۔ سالانہ میں قدرتا ہے۔ انہی قدر رعایا کی تہذیب اور اختتام سلطنت کے کاموں میں خرچ کر دیا جاتا ہے۔ اور برخلاف شاہجہاں اور عالمگیر کے زمانہ کی طرح حکومت کے جس میں زیادتیوں کو دیا جاتا رہی زیادہ آرام پائی تھی اب گورنٹ انگریزی کی رعایا زیادہ خوش حال اور صاف دیا ہے۔ تمام ملے ہوئے شخص ہے جس کا نام نظامی نے سکندر نامہ میں پور لکھا ہے جو ایک زبردست لڑو تھا جس کا باج کوہ بکراؤں سے لے کر قوچ تک تھا اور جو سطلج کے شمالی کنارہ پر سنبھلی سے تین سو اٹھائیس برس پہلے خود دنیا کے ظہور و معروف بادشاہ سکندر عظیم سے لڑکر منسوب ہو گیا تھا۔ اور سکندر کی خلفیت ہندوستان میں قریب تک پہنچی تھی۔ تمام

مہارت ہی مدد سپاہی ہی سکتے ہیں۔ یہ بات بھی بتا دینی ضروری ہے کہ شہنشاہ مغل مسلمانوں کے دوستی فریقوں سے ہے جیسے کہ ترک لوگ ہیں جو پیغمبر اسلام کا سچا خلیفہ خاندان کو مانتے اور خدائی کہلاتے ہیں۔ گردہ بار کے امرا زیادہ تر ایرانی ہیں جن کا مذہب شیعہ ہے اور اس امر کے معتقد ہیں کہ برحق خلیفہ علی تھے۔ ان باتوں کے سرا شہنشاہ مغل اس ملک میں ابھی ہے کیونکہ وہ تیمور کی مثل سے ہے جو ان مغلوں کا سردار تھا جو ممالک نامدار سے آئے تھے۔ اور جس نے ایک ہزار چار سو ایک میں ہندوستان کو فتح و تاراج اور بے کیا تھا اس لحاظ سے گردہ دشمنوں کے ملک میں یا کہم سے کم ایسے ملک میں جہاں ایک مغل بلکہ ایک مسلمان کے مقابلہ میں سیکڑوں ہندو موجود ہیں قوت تمام رکھنے اور سرصر پرانہ کیونکہ اور ایرانیوں کے حملوں کی روک تھام کے لئے اُس کو صلح کے زائد میں ہی ایک بڑی فوج تیار رکھنی پڑتی ہے۔ جس میں یا تو اس ملک کے باشندے بھرتی ہوں جیسے دہلی، اوجھتا اور پٹنہ۔ یا اصل مغل اور وہ لوگ جو اگرچہ مغل نہیں ہیں اور اسی وجہ سے اُن کی دینی قدر بھی نہیں ہے۔ مگر یہ دینی اور مسلمان اور گردہ سے رنگ کے ہونے کی وجہ سے مغل ہی کہلاتے ہیں لیکن راجہ سابق کے موافق امرائے دہلی اب اکثر مغل نہیں ہیں۔ یا تو ازبک و ترکستانی ایرانی۔ عرب۔ ترک۔ رومی، وغیرہ لوگوں کا مجموعہ ہیں۔ یا ان سب قسم کے لوگوں کی ہندوستان میں پیدا ہونے والی اولاد ہیں سے ہیں۔ مگر ان سب اقسام کے لوگوں کو ایک عام نسب کے تحت پر مغل ہی کہا جاتا ہے۔ مگر ہاں بھی اس بات کا بیان کر دینا بھی مناسب ہے کہ مذکورہ بالا اقسام کے تمام مسلمانوں کی اولاد دھرمسری چوتھی پشت میں گندھی رنگ اور ہندوستانوں کی طرح کاہل خراج جو جاتی ہے اس کی قد تازہ دار لوگوں کی سی نہیں کی جاتی۔ اور اُن کو شاذ و نادر ہی کوئی عہدہ دیا جاتا ہے۔ اور وہ اُس کو اپنی خوش طامنی سمجھتے ہیں کہ کہیں ساروں یا پیدلوں میں لوکری مل جائے۔

شہنشاہ مغل کی فوجی قوت خداوند من اب اس بات کا مرقع ہے کہ میں شہنشاہ مغل

سے سلاطین مثالیہ کے خدائی کہلاتے کی وجہ سے مدد معنی کے اس بیان کی غلطی ہم ایک ماضیہ میں اسی جلد کے کسی گذشتہ صفحہ میں کہہ چکے ہیں اُس کو ملاحظہ کرنا چاہیے۔ م م م

مجھ جیسا کہ ہمارے نداد میں بھی مثالیہ ولایت کا انگریزوں کے مخلوق الفسل اور ہندوستانی را انگریزوں کی قدر و منزلت کم ہے۔ م م م

کی سپاہ کا خاص طور سے کچھ نوکر گردن سنا کہ آپ ان کی طرح اغوا جاتے کے متعلق جو افسوس کو فوج کی ہمت کرنے پڑتے ہیں اپنی رائے تاخیر کر سکیں کہ آیا حقیقتاً اس کی فوج کس قدر ہے اور وہ کن لوگوں میں سے بھرتی کی جاتی ہے۔ لیکن پہلے میں اس دہلی فوج کا ذکر کرتا ہوں جس کی تنخواہ کا ادا کرتے رہنا بادشاہ پر واجبہات سے ہے۔

واقعہ ہو کہ جسے سنگھ جمہوریت سنگھ اور دوسرے راجہ جی کو بڑی بڑی زمینیں اس فرض سے ملتی ہیں کہ اپنے ہم قوم راجپوتوں کی ایک خاص تعداد شاہی خدمات کے لئے ہمیشہ تیار رہیں ان کی فوجیں اسی قلیل میں ہیں۔ اور ان سے خواہ اس فوج میں کام لیا جاتے ہو ہمیشہ حاضر رکاب رنجی سے خواہ کسی صوبہ میں مگر منصب سلطان امرا کے برابر ہیں۔ اور جن قاصد کی یا ہندی ان پر واجب ہے۔ ان پر بھی واجب ہے یہاں تک کہ اپنی جمعیت کے ساتھ معمولی چمکی دینے کو حاضر ہوتے ہیں۔ مگر امتیاز فرق ہے کہ جب بھی بادشاہ قلعہ میں رہتا ہے تو یہ باہر چلے نہیں جاتے ہیں۔ رہ کر تو کڑی بھالائے ہیں۔ اور چہ میں گھنٹے تک قلعہ کی دیواروں کے اندر مصروف رہنے کو گوارا نہیں کر سکتے اور جب تک کہ ان کے جاں باز راجپوت سپاہی ساتھ نہ ہوں کسی قلعہ کے اندر جانا قبول نہیں کرتے۔ راجپوتوں کی جاں بازوں کا اشتیاق اپنے موقعوں پر کھڑی ہو چکا ہے۔ جب کہ کسی راجہ کو قید کر لینے کا ارادہ کیا گیا۔

بادشاہ جوان راجاؤں کو اپنی ملازمت میں رکھتا ہے

راجپوت راجاؤں کی فوج میں اس کے کئی سبب ہیں۔ اول یہ کہ راجپوت نہ صرف بھرتی کرنے کے اسباب

بعض راجہ ایک روز میں بیڑ ہزار سپاہی لڑائی کے لئے حاضر کر سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جو راجہ بادشاہی ملازم نہیں ہیں اور خراج دینے یا ضرورت کے وقت جنگی خدمات کے سہارا لانے کے عوض خود مقابلہ کرتے ہو جاتے ہیں ان کی مڑاحت اور غنیمت و تادیب کا کام ان سے لیا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ شہنشاہ جنگ کی یہ پالیسی ہے کہ ان راجاؤں کے درمیان نا اتفاقی اور حسد و رشک قائم رہے۔ چنانچہ جب چاہتا ہے کسی ایک کی نسبت اپنی مہربانی و واقفیات کا انہار کر کے ان میں لڑائی مٹا دیتا ہے پرتے یہ کہ راجپوت لوگ چٹاؤں یا کسی باغی امیر یا صوبہ دار کے واسطے کے لئے کھانا نہ بھیجے ہیں۔ اور اس کام کے لئے ہمیشہ مستعد اور تیار رہتے ہیں۔ پانچویں یہ کہ جب کبھی گھنٹہ سے کا بادشاہ خراج ادا نہیں کرتا یا شاہ بجاؤ



یا اپنے کسی اور مہاراجہ کی مدد کو جس کو شہنشاہ منسلک طبع کرنا چاہتا ہے تیار ہو جاتا ہے۔ تو اُس کے مقابلہ کے لئے ان راجاؤں کو اور امراء پر جو اکثر ایرانی اور بادشاہ گروکھتے کے ہم مذہب ہیں ترسیل دی جاتی ہے۔ لیکن سب سے زیادہ یہ راجہ اُس وقت کام آتے ہیں جب کہ شاہ ایران سے لڑائی کا موقع ملتا ہے اور اُس نے دربار ہمایونی کے رہنے والے ہیں جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے اس خیال سے کہ اپنے اصلی بادشاہ سے لڑیں خصوصاً وہ اُس کو اولاد ملے اور اپنا نام اور خلیفہ بننے کی وجہ سے اُس کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھائے کو نہایت گناہ سمجھتے ہیں۔

اور یہ اسباب کے تحت راجہوں کی فوج رکھی باقی ہے اُسی قسم کی وجہ سے شہنشاہ منسلک کو چٹاؤں کی بھی ایک فوج موجود رکھنی پڑتی ہے۔

**دلائی منگل فوج** منگل فوج (جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں) تیار رکھنا بھی ایسا ہی مزوری ہے۔ چونکہ سلطنت کی اصل فوج بھی سپاہ ہے۔ اور اس پر بڑا روپیہ صرف ہوتا ہے۔ اس لئے امید ہے کہ آپ کے نزدیک بھی اس کا کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا جاتا ہوگا۔ اس فوج میں سوار بھی ہیں اور پیادے بھی۔ اور اس کے دو حصے خیال کئے جا سکتے ہیں جن میں سے ایک تو ہمیشہ حاضر کا پ اور دوسرا مختلف صوبوں میں تعین رہتا ہے۔ فوج حاضر کا پ میں سے پہلے امراء پر منصب اور پھر روز چند و دار و سب سے انجیر میں معمولی سواروں کا ذکر کر کے اس کے بعد فوج پیادہ اور اس کے ضمن میں چند کچھوں اور تمام پیدل سپاہیوں کا جو دو لاکھ قسم کے توپ خانوں میں کام دیتے ہیں بیان کرنا ہوں۔

**دربار منگل کے امر کی حیثیت** کی طرح سودھی امیروں کی طرح سلطنت کی تمام زمین بادشاہ کی ملکیت ہے اور اسی وجہ سے یہاں کوئی ایسی خاندانی ریاست نہیں ہے جیسے کہ چارسہ کسی ٹولہ یا اگر کوئی کی ہوئی ہے اور نہ کوئی ایسا خاندان پایا جاسکتا ہے جو خود اپنی الگ مصلحت کے مراد میں یہ ایک اتفاقی بات تھی کہ شاہان مغرب فرما رہے ہیں ان حالات کے سبب تھے کہ ان کا نام یا خلیفہ یا جانشین بالکل غلط ہے مگر سلطنت کے باعث بے کچے ہی واجب الادا ہو جاتے ہیں۔



شاہجہاں کے لایم امیری اور عہدہ نگار

موتے القاب کے مطابق اتنے ہی گھوڑے ضرور کہنے پڑتے ہیں۔ یہ عظیم الشان عتب جو زور و اعتماد اور اجنبی لوگوں کے بہکانے اور دھوکا دینے کے لئے ایجاد کئے گئے ہیں شہک شہک انہیں کے موافق تنخواہ ملتی ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ بادشاہ خود مقرر کر دیتا ہے کہ ہر ایک امیر کو حقیقتاً کتنے گھوڑے رکھنے لازم ہیں اور کتنے رعایا معاف اور فرضی ہیں جن کی تنخواہ اس کو ملتی رہے گی۔ بعد یہ فرضی سوانح کی تنخواہیں سے کہہ دیجئے کہ وہ ان گھوڑوں کی جو حاضر رکھنے لازمی ہیں بھرتی فرمیں۔ پیش کر کے اپنی آمدنی اور بھی بڑھا لیتے ہیں۔ جو اس طرح پہل چل کر بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ خصوصاً جب کہ خوش قسمتی سے تنخواہ کے عوض جاگیر مل جائے چنانچہ میں ایک پہلے ہزاری امیر کے ماتحت لازم تھا جس کے پاس جاگیر بھی دھنی اور صرف نقد تنخواہ خزانہ سے ملتی تھی۔ مگر اس پر بھی پانچ سو گھوڑوں کی تنخواہ وغیرہ کے ادا کرنے کے بعد جو اس کو حاضر رکھنے لازمی تھے پانچ ہزار کراچی یعنی ساڑھے بارہ ہزار روپیہ یا ہزار اس کی آمدنی تھی۔ مگر بادشاہ ان بڑی بڑی آدمیوں کے میں سے ان امیروں کو بہت کم مال دار پایا۔ بلکہ بہت منظم اور نہایت قرضدار ہیں۔ اور یہ قرض داری اس وجہ سے نہیں ہے کہ اور ملکوں کے امیروں کی طرح کھائے کھلائے میں بہت کچھ خرچ کر دیتے ہیں بلکہ نہایت قیمتی پیش کش جو سالانہ جشنوں کے موقعوں پر بادشاہ کو پیش کرتے ہیں اور ان کی عورتوں اور نوکر چاکروں کا ایک لشکر اور لونگوں اور گھوڑوں کی کڑھاس کا باعث بنتی ہے۔

ظہیر علی کے لائونڈل وغیرہ سے مراد ہے۔

تھانہ انجمن گہری میں جو درجہ دار نہیں ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ لائونڈل اور منصب داروں کو ہفتادہ اپنے اپنے منصب کے گھوڑے دیئے جاتے ہیں۔ اونٹ، فہرین اور چمکڑے گاؤں کا ایک مقبوضہ کے موافق اپنے پاس موجود رکھتا اور لازمی تھا۔ ظہیر علی ہزاری امیر کو تین سو تیس گھوڑے اور ہفتادہ ایک سو اسی اور انجمن قطار اور انجمن قطار فہرین اور ایک سو ساٹھ اور انجمن چمکڑے اور گاؤں رکھنی واجب تھیں اور ان کے خرچہ خوراک وغیرہ کے لئے پانچ ہزاری کے منصب دار کو دیا جاتا تھا۔ تنخواہ فرق کے جو اشیاء کو رکھنی پڑتی تھیں ان میں ہزار دو سو یا ہزار سو ساٹھ یا سے ملتا تھا۔ اور چار ہزاری کے منصب دار کو دو سو تیس گھوڑے اور اسی انجمن اور بیسہ قطار اونٹ اور سترہ قطار فہرین اور ایک سو تیس اور انجمن رکھنے پڑتے تھے۔ اور ان میں ہزار دو سو یا ہزار ملتا تھا۔

**امرا کی تعداد اور ان کی سواری کے طریقے** | امرا کے متعین صوبہ جات - اور امرا کے نامحدود با  
 انراج اور امرا کے حاضرین دربار بہت ہی ہیں۔  
 مگر کچھ تعداد مقرر نہیں ہے۔ اور میں معلوم نہیں کہ سب کتنے ہیں۔ لیکن دربار  
 میں کہیں یا تین سے کم میں نے کبھی نہیں دیکھے جو سب کے سب بڑی بڑی تھڑا ہیں پاتے  
 ہیں جن کا میں نے اسکی نوکر کیا ہے۔ اور جو گھوڑوں کی تعداد پر موقوف ہے۔ جو ایک ہزار  
 سے لے کر بارہ ہزار تک مقرر ہے۔ انھیں امرا کو افواج یا مقررہ بہات اور صوبہ جات اور دربار  
 میں بڑے بڑے عہدے ملتے ہیں۔ اور یہی لوگ امرا کی سلطنت ہیں جیسے کہ وہ خود بھی کہتے  
 ہیں۔ اور دربار کی شان و شوکت انھیں کے وجہ سے قائم ہے۔ اور یہ نہایت عمدہ پوشاک  
 کے بغیر کبھی گھر سے باہر نہیں نکلے۔ اور کبھی ہاتھی اور کبھی گھوڑے پر اور اکثر پاکی میں سوار ہوتے  
 ہیں جن کے ساتھ سواروں کے دستہ کے علاوہ بہت سے خدمت گار وغیرہ ہوتے ہیں جو  
 سواری کے آگے آگے اور دونوں طرف پا پیادہ چلتے ہیں جو نہ صرف راستہ میں سے لوگوں  
 کو ہٹاتے ہیں بلکہ سرچھل جلاتے اور گرد و خوار چھاڑتے اور خلال اور پیک دان اور پانی کی  
 مراچی اور کبھی کبھی کوئی قصہ کہانی کی کتاب یا کاغذ لے کر ساتھ رکھتے ہیں۔

**امرا کی حاضری اور تسلیات کے طریقے** | ہر ایک امیر و مہاجر جب ہے کہ ہر روز صبح کو دس گیارہ  
 بجے جب کہ بادشاہ دربار میں عدالت کے لئے بیٹھا  
 ہے۔ اور پھر خرام کو چوبیسے تسلیات کے لئے حاضر ہو دربار منظر پیش ہے۔ اور ہر ایک کو اپنی  
 اپنی باری پر تھک میں حاضر ہو کر نہت ہمارا ایک رات دن چوکی وغیرہ پڑتی ہے۔ اس وقت یہ لوگ  
 اپنا دستہ اور قافلین اور اور سامان ساتھ لاتے ہیں مگر کھانا شادی خاصہ میں سے عنایت ہوتا  
 ہے جس کے لینے کے وقت ایک خاص رسم ادا کی جاتی ہے۔ یعنی گھڑے جو کہ اور بادشاہ  
 کے محل کی طرف رخ کر کے ہمیں دفعہ تسلیات بجا لاتے ہیں یعنی اچانک اول زمین تک  
 لے جا کر پھر اٹھتے تک اٹھاتا ہے۔

**شاہی سواری کے ساتھ ہر کا بی** | جب کہیں بادشاہ یا کسی یا تھیں روایں پر سوار ہو کر  
 نکلتا ہے تو تمام امرا کے لئے بھڑان کے جو بیلا وغیرہ  
 اور کسی خاص کام کی وجہ سے صاف ہوں ہر لاپ رہنا مزدوری ہے۔ البتہ جب کہیں شہر  
 کے قرب و جوار میں نیکار کو کسی دماغ کو یا ناز کے لئے سمجھ کر جاتا ہے تو بعض اوقات عہدہ

شاہجہاں کے باپ امیری اور عہدہ نگاری

بھی چلا جاتا ہے یعنی حرف، اسی امرار ساتھ ہوتے ہیں جن کی اسی روز چکی ہوتی ہے۔ اور دستور ہے کہ بادشاہ ہر توغراہ شکامیں ہر توغراہ کو ساتھ لے کر کسی ہم پر جانے خواجہ ایک شہر سے دوسرے شہر کو جاتا ہر توغری سایہ ہوتا ہے۔ مگر امرار کو غراہ کسی ہی دعوپ یا بار تو کہیں نہ ہو اور گرد و غبار سے دم نکھوں دکھنا جائے مرنے گھوڑے ہر چڑھکر بغیر کسی طرف کے سایہ کے ساتھ رہنا پڑتا ہے۔

**منصب داروں کی تنخواہ کی تفصیل** | منصب دار ایک قسم کے سپرد ہیں جو منصب کی تنخواہ پاتے ہیں۔ اور وہ ایک خاص قسم کی جہی قرار اور حریت کی تنخواہ ہے۔ اور اگرچہ امرار کی تنخواہ کے بل پر نہیں ہے۔ مگر معمولی سواروں سے بہت زیادہ ہے اور اسی وجہ سے یہ کم درجہ کے امرار میں شمار ہوتے ہیں۔ اور انہیں میں سے امرار منتخب کئے جاتے ہیں۔ اور یہ بادشاہ کے سوا کسی کے ماتحت نہیں ہیں اور حکام امرار سے لئے جاتے ہیں وہی ان سے لئے جاتے ہیں اور اگر ان کے پاس بھی کسی قدر سوار ہوں جیسا کہ پہلے دستور تھا تو یہ بھی امرار کے برابر ہر جائیں مگر آج کل ان کے پاس صرف دو یا چار یا چھ گھوڑے ہوتے ہیں جن پر بادشاہی دارنگا ہوا ہوتا ہے ان کی تنخواہ بعض اوقات گزیرہ سورہ پر مبنی ہوتی ہے۔ اور سات سورہ پر یا سوار سے زیادہ کبھی نہیں ہوتی۔ ان کی تعداد میں نہیں ہے۔ لیکن امرار کی بہ نسبت بہت زیادہ ہیں اصل ان کے سوا ہر صوبوں میں یا افواج امروہات میں حصین ہیں ان سے دہائیں دو تین سو سے کم کبھی نہیں دیکھے۔

شاہ امرار اور منصب داروں کی اسم دار تیر تیس ہوا بادشاہ نامہ میں موجود ہیں ان سے ظاہر ہے کہ شاہجہاں کی حکومت کے وہ سال اول کے خاتمہ تک کل صیر اور منصب دار ہشت ہزاری سے باقی صدی تک پانچ سو اڑتھ تھے جن میں سے ایک سو اڑتھ شخص اسی وہ سال میں مر گئے تھے اور ان کے علاوہ شہزادہ دارا شکوہ چندہ ہزاری اور شہشاہ اور اورنگ زیب وازدہ ہزاری تھے اور شاہنشاہ مراد بخش کو بعض پانچ سو روپیہ دے دیتا تھا۔ کیونکہ قضا ہزاروں کے لئے رقموں خانی خاں، دستور یہ تھا کہ جب تک امرار کی طلب کسی مہم و نیرہ پر مامور نہ ہوں منصب نہیں دیا جاتا تھا۔ اور صرف سپاہیوں آصف خاں غازیخان سپہ سالار وزیر مہم و نیرہ ایک غیر معمولی عنایت کے لئے ہزاری تھا۔ اور وہ سال دوم کے خاتمہ میں تھوڑے سے اس میں شاہنشاہ دارا شکوہ ہشت ہزاری اور شہشاہ اور اورنگ زیب چندہ ہزاری اور مراد بخش وازدہ ہزاری تھے۔ اور آصف خاں کے مرہاٹے کے بعد تھوڑی سا

روزنہ داریوں کی تنخواہ اور خدمات | روز چہ دار بھی ایک قسم کے سواری ہیں جن کی تنخواہ روز مرہ مل جاتی ہے جیسا کہ خود لفظ روز چہ دار

سے ظاہر ہے۔ مگر ان کی تنخواہ بیش از حد ہے۔ اور بعض اوقات تو اکثر منصب داروں کے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ مگر یہ تنخواہ چونکہ خاص طور کی ہوتی ہے اس وجہ سے کچھ زیادہ عزت کی بات خیال نہیں کی جاتی۔ اور منصب داروں کی طرح یہ لوگ - اجناس یعنی ایسے تالین اور فرش فرش و فیرو کے تمشا لینے پر بھی مجبور نہیں ہیں جو بادشاہی مکانات میں استعمال میں آنے کے بعد منصب داروں کو ملنے پٹے پڑتے ہیں۔ اور بعض اوقات ایک فیو واجب قیمت لگا دی جاتی ہے جسے منگوا کر منسوب پر کسی کو نہیں ملا۔ ہفت ہزاری کے بعد جبکہ دوسری طرف ہاں سے زیادہ منصب بھی دیا جاتا تھا ان لوگوں کو ایک دستہ میں ہزار امیروں سے زیادہ ہفت ہزاری دیتے تھے اس وہ سالہ میں صرف چھ ہزار بیس تھے۔ خان و دربار ہلکے نصرت جنگ مل جلانے خان اسیر الامرا - سید خان بہادر لفرنگ - اسلام خان - ملا علی سعد اللہ خان - افضل خان بہادر شش ہزاری کا منصب سید خان جہاں بادشاہ وال - اعظم خان - عبداللہ خان - بہادر نیرنگ عبداللہ و سید ہلال بخاری - ضرور دلہ نذر محمد خاں ازبک دانی ترکستانی صرف پچھتر غنموں سے پایا تھا - ہندو امرا کی حد ترقی رہی کو آج کل کی انگریزی اصلاح کے موافق نظر نہیں کرنا چاہیے) دوسرے وہ سالہ تک پچھتر ہزاری سے زیادہ نہ تھی) اور اس وہ سالہ کی فہرست میں کل پانچ سو اسی نام ہیں۔ جن میں سے ایک سو اسی پایا - تعداد پانچویں صدی کے ہندو ہیں اور ایک اور فہرست سے جو تاریخ محل صانع کے خانہ میں محفوظ ہے - شاہجہاں کے عہد اخیر تک امرا اور منصب داروں کی تعداد آٹھ سو اسی معلوم ہوتی ہے۔ جن میں ایک سو تیس ہندو امیروں کے نام درج ہیں۔ مگر چونکہ اس میں آصف خان و علی مراد خان و عبداللہ خان و فیرو کے نام بھی درج ہیں جو شاہجہاں کے متعین ہونے سے پہلے ہی مر چکے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نصف نے اس فہرست میں اس بادشاہ کے سب زندہ و مردہ امیروں کو گن لیا ہے۔ اس کے بعد شرح بالا وہ سالہ اول و دوم میں کوئی نو سو پچھتر ہزاری سے زیادہ دخلہ گروہ اخیر میں یہ متعین بھی نو سو گئی تھی - چنانچہ مہاراجہ جوہن سنگھ ہفت ہزاری اور

نجا جہاں کے ایام اسیری اور عہدوں گئے ہیں

جاتی ہے۔ ان لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور چھوٹے چھوٹے کام ان کے متعلق ہیں۔ چنانچہ ان میں سے بہت سے متصدی اور نائب متصدی ہیں اور بہت سے اس کام پر مامور ہیں کہ بہت۔ یعنی ان احکام پر جو مدپیہ کے ادا کرنے کے باب میں صادر ہوتے ہیں سرکاری شہر لگائیں اور وہ ان احکام کے جلد جاری کر دینے کے عوض بے دھڑک رشوتیں لیا کرتے ہیں۔

**عام سواروں کی تنخواہ کی تفصیل** | عام سوار املا کے انتہت کام کرتے ہیں۔ اور مدسم کے ہیں۔ ایک دوسری جن کا پادشاہی خدمت کے واسطے حاضر رکنا املا پر لازم ہے اور جن کے گھوڑوں کی والوں پرانی امیروں کے مانع گئے ہوتے ہوتے ہیں دوسرے ایک بچی وہ گھوڑے والوں کی تنخواہ اور قدم نسبت ایک گھوڑے والوں کے زیادہ ہے۔ اور اگرچہ سوار سے ایک کچی سوار کی باہت روپیہ ماہوار کے حساب سے تنخواہ ملتی ہے۔ لیکن سواروں کو کم یا زیادہ دینا بہت کچھ امیر کی قیامی پر موقوف ہے۔

**پیدل سپاہی اور گولہ انداز** | پیدل سپاہیوں کی تنخواہ سب قسم کے مذکورہ بالا تنخواہوں سے کمتر ہے۔ اور منہل ان کے ہر لوگ ہندو تھی اور تھت

ہے کہ وہ تو اچھے خاصے آرام کے وقت میں بھی بہت ہی بدتمیز معلوم ہوتے ہیں مثلاً ہندو چلانے کو جب زمین پر پھسکا مار کر! بیٹھتے ہیں اور اپنی ہندو کو کنگڑی کے سر پاؤں پر رکھ کر ہندو کے ساتھ شکتی رتھی ہیں۔ چلاتے ہیں تو ان کی یہ دنگ دینگ کے قابل ہوتی ہے۔ اور مافیا مالشہ اس احتیاط پر بھی یہ خوف نگار ہوتا ہے کہ کہیں ہماری جیسی لمبی ٹاڑیاں اور آنکھیں نہ جل جائیں! یا کہیں جی بھوت کے خلل سے ہماری ہندو نہ بھٹ جائے۔

پیدل سپاہی کسی کی تنخواہ میں روپیہ مہینہ ہے۔ کسی کی ہندو اور کسی کی وٹس۔ مگر گولہ اندازوں کی تنخواہ بہت زیادہ ہے۔ خصوصاً مسرگی گولہ اندازوں کی یعنی پرتگیزیوں انگریزوں۔ اور چون، جسمنوں اور فرانسسوں کی ہو گا اور فوج و انگریز سپاہیوں کے کارخانوں میں سے بھاگ آتے ہیں۔ اور جب نخل توپ کے فن سے بہت کم واقف تھے تو اہل نرنگ کی تنخواہ زیادہ تھی اور ان میں سے اب بھی کچھ لوگ باقی ہیں کہ جن کو دو سو روپیہ ماہوار ملتا ہے۔ مگر اب بادشاہ ان لوگوں کو مشکل سے لڑ کر رکھتا ہے۔

اور جیتیں روپیہ سے زیادہ تنخواہ نہیں دیتا۔

**توپ خانہ** | توپ خانہ دو قسم کا ہے ایک بھاری دوسرا ہلکا جس کو ہم رکاب توپ خانہ کہتے ہیں۔ بھاری توپ خانہ کی بات ہمیں یاد ہے کہ جب بادشاہ بھاری کے بعد فوج سمیت اہر کے راستے سے گری کائنات کو کشمیر لگایا تھا جس کو ہندوستان میں کشمیر حنت نظیر کہتے ہیں۔ تو اُس سفر میں زہرہ کوں کے علاوہ جو دو تین سو چاق و دم بند اونٹوں پر اُسی طرح سے کئے ہوئے تھے جس طرح ہلکے چھوٹے جہازوں میں رہتے ہیں اور جو دن میں دو دو بندوں کے برابر تھے۔ ستر بھاری توپیں جو اکثر برنجی تھیں ساتھ تھیں۔

بادشاہ کے سفر کشمیر کا حال ہی کسی اور موقع پر بیان کروں گا۔ اور یہ بھی کہیں گا کہ اُس بے سفر میں بادشاہ اکثر اچھا دل شکار میں کس کس طرح پہلے مارا۔ یعنی کبھی شکاری پرندوں کو کنگ و غیرہ جانوروں پر چھوڑا اور کبھی نیل گائے کا شکار کیا جو ایک کی قسم کا جانور ہے۔ اور کبھی دین چیتوں سے ہرنوں کو پکڑا یا۔ اور کبھی شیر کا شکار کیا جو انھیں بلو شاہی شکار ہے۔

ہم رکاب توپ خانہ جلا ہوا اور کشمیر کے سفر میں ساتھ گیا تھا۔ محکوم نہایت باقاعدہ معلوم ہوتا تھا۔ اور اُس میں بھاس یا ساٹھ چھوٹی چھوٹی برنجی توپیں تھیں جو سب مضبوط اور خوبصورت رنگین تختوں پر چڑھی ہوئی تھیں جن کے ساتھ گولے بارود کے لئے ایک آگے اور ایک پیچھے دو دو پیشیاں تھیں اور ان پر سجادت کے لئے مختلف وضع کی سرخ جھنڈیاں لگی ہوئی تھیں ان میں دو دو عمدہ گھوڑے بٹھتے تھے۔ جن کو ایک ایک سدا لٹکتا تھا اور ایک تھمر اگھوڑا اور ایک اور سپاہی دو کے واسطے ساتھ لئے رہتا تھا۔

بھاری توپ خانہ بادشاہ کے ساتھ نہیں رہتا تھا کیونکہ شکار کیلئے باقی سے نزدیک رہنے کی غرض سے بادشاہ خواہراہ سے طلحہ مہر کر چلتا تھا اور یہ توپیں ایسی بھاری تھیں کہ دشوار گزار راستوں یا کشتیوں کے ٹپوں پر سے جو شاہی لشکر کے عبور کے لئے بنائے گئے تھے گذر نہیں سکتی تھیں۔ لیکن ہلکا توپ خانہ ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ رہتا ہے۔ اور اس سے اُس کو ہم رکاب توپ خانہ کہتے ہیں۔ اور جب بادشاہ علی الصبح کوچ کرتا ہے۔ اور شکار گاہوں میں جو بادشاہ کے واسطے محفوظ ہوتے ہیں اور جانوروں کے روکے رکھنے کے لئے امن کی آکر



شاہجہاں کے امیر امیری احمد ہمدانی گنبد

ہندی بھی ٹھکار کے وقت کی جاتی ہے ہندوؤں سے یا اور طرح شکار کیلئے چاہتا ہے تو بہ توپ خانہ جس قدر جلد ممکن ہوتا ہے سب سے اگلی منزل پہ پہلے بادشاہ اور بڑے بڑے امراء کے بچے پہلے سے گئے ہوتے ہیں یا ٹھہرتا ہے اور خیمہ شاہی کے سامنے توپوں کی قلعہ بندی جاتی ہے اور جب بادشاہ محمد گاہ میں داخل ہوتا ہے تو اہل لشکر کی اطلاع کے لئے سلامی دی جاتی ہے۔

**صوبوں کی فوج اور سواروں کی فوج** جو فوج صوبوں میں مامور تھی ہے اس کی اور حاکم راجہ کی فوج کی حالت عین اس کے سوا اور کچھ فرق نہیں ہے کہ صوبوں کی فوج تعداد میں زیادہ ہے۔ اور ہر ایک صوبہ میں امراء منصب دار روزینہ دار۔ صوبہ سوار۔ پیادہ۔ اور توپ خانہ موجود رہتا ہے۔ چنانچہ ایک صوبہ دکن ہی میں ہیں پکھن اور بعض اوقات تین ہزار سوار رہتے ہیں جو گول کنڈے کے طاقتور بادشاہ کے دھکائے اور بادشاہ کا ہمدانی راہوں سے لڑنے کے لئے ضرورت سے کچھ زیادہ نہیں ہیں۔ جو باہمی بھاء کی خاطر اپنی اپنی فوجیں لے کر شاہ عجاپور کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ صوبہ کابل میں جو فوج ہے اس میں کابل۔ بلوچستان۔ افغانستان اور ہمدانی ملکیوں کی مخالفانہ کارروائیوں کی روک تھام کے لئے رہنا ضروری ہے بارہ یا پندرہ ہزار سے کم نہیں ہو سکتی۔ صوبہ کشمیر میں چار ہزار سے زیادہ فوج ہے۔ اور بنگالہ میں یہاں حیدر آبادی سڑائی رہتی ہے بہت زیادہ فوج رہتی ہے۔ اور چونکہ کوئی صوبہ ایسا نہیں ہے کہ جس میں بلحاظ اس کی وسعت اور خاص موقع کے کم یا زیادہ فوج کا رکھنا ضروری نہ ہو۔ اس لئے کل فوج کی تعداد اس قدر ہے جس پر مشکل سے افسار ہو سکتا ہے۔ چنانچہ فوج پیادہ کو جو شمار میں کم ہے ایک رکھ کر اور گھڑوں کی اس تعداد کو جو صرف نام کے لئے ہے اور جس کو سن کر ناواقف شخص دھوکھا سکتا ہے چھوڑ کر میں اور واقف کار لوگ خیال کرتے ہیں کہ سوار ہر بادشاہ کے ہمہ کاب رہتے ہیں مہجوروں اور پٹھانوں سمیت پنتھیں یا چالیس ہزار ہوں گے جو صوبوں کی فوج کے ساتھ مل کر دو لاکھ سے زیادہ ہوتے ہیں۔

**پیدل فوج کی کل تعداد اور لوگوں کے غلط اندازے** میں نے بیان کیا ہے کہ پیدل فوجوں سے ہیں چنانچہ میری دانست میں پیادہ

فوج ہر بادشاہ کے ہم کاب رچی ہے ہندو فوجوں اور توپ خانہ کے پیدل سپاہیوں اور ان لوگوں سے جو توپ خانہ سے متعلق ہیں لیکن اگر چند روزہ ہزار سے زیادہ نہیں ہے۔ اور اسی سے صوبوں کی فوج کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مگر میں نہیں جانتا کہ بعض توپ پیدل فوج کی تعداد کچھ بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ شاید انہوں نے خدمت گاروں بھٹیادیوں اور تمام اہل باز کو جو ساتھ رہتے ہیں فوج ہی میں گن لیجئے ہوں گے۔ اور واقعی اگر اس سب بھیڑ بھاڑ کو شامل کر لیا جائے تب تو صرف اسی لشکر کی تعداد ہر بادشاہ کی ذات خاص کے ساتھ رہتا ہے خصوصاً جب کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ بادشاہ کا ارادہ کچھ مدت کے لئے تختہ گاہ سے باہر رہنے کا ہے دو تین لاکھ پیا دوں سے کم نہیں رہتی اور جب ان امور پر غور کیا جائے کہ کس قدر دیر سے نیچے اہل باورچی خانے اور اسباب اور ساز و سامان اور عورتیں مٹرائے لشکر کے ساتھ رہتی ہیں اور ان سب کے اٹھانے کے لئے کس قدر ہاتھی آؤٹ بیل۔ گھوڑے اور حامل مزدوری ہیں تو اس تعداد میں جو میں نے خیال کی ہے مبالغہ نہیں معلوم ہوگا۔

ملکہ بادشاہ نامہ میں دو شاہجہاں کے عہد سلطنت کے جس سال کی بہت معتبر تاریخ ہے سوار فوج کی تعداد جو چھ فیصلہ دہلی دو لاکھ تھی ہے منصب دار۔ آٹھ ہزار۔ اسی اور تین ہزار سات لاکھ عام سوار ایک لاکھ پچاس ہزار اور پیدل فوج کی تعداد جس میں گولنداز۔ بان انداز اور ہندو کی سب شامل ہیں چالیس ہزار تھی ہے جس میں سے دہلی ہزار حاضر و کاب اور تین ہزار صوبوں اور قلعوں میں تھیں رہتی تھی۔

ادب ہمارے زامہ میں گولنداز انگریزی کی اس فوج تہی کی تعداد جو۔ رگولہ یعنی فوج اپنی کہلاتی ہے حسب شرح ذیل دو لاکھ سولہ ہزار سو دو ہے۔

موجودہ میں	ہندوستانی
۶۰۲۶۳	۱۳۵۹۲۹
پیدل ۵۲۶۰۱	پیدل ۱۲۸۳۸
سوار ۵۶۵۰۴	سوار ۲۸۳۹
توپ خانہ ۱۲۰۰۵	توپ خانہ ۵۵۵
میزان ۶۰۲۶۳	میزان ۱۳۵۹۲۹

عداوت میں۔ یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اس ملک کی طبعی حالت اور طرزِ حکمرانی کے لحاظ سے کہ جہاں سلطنت کی زمین کا صرف پادشاہی مالک ہے، اس ملک کی دارالسلطنت مشہور اگرہ یا دہلی کے باشندوں کی سفاشی کا چارہ و دارِ مرزب نوح کی موجودگی پر ہے اور اس لئے وہ مجبور ہیں کہ جب کبھی بادشاہ کوئی لمبا سفر اختیار کرے تو وہ بھی ساتھ جائیں۔ اور پشاور میں سے کہ مشابہت نہیں رکھتے بلکہ ان کی زیادہ صحیح تشبیہ ایک کیسپ سے دی جا سکتی ہے۔ اور صرف اتنا فرق ہے کہ بجائے نیہوں کے ان میں مکان ہیں اور آسائش کے اور سامان بھی کیسپ کی نسبت کم ہی ہوتے ہیں۔

**ٹھیک وقت پرخواہ نہ ملنے کے نتائج** | یہ امر بھی بیان کرنا ضروری ہے کہ امر سے ملکر سب سے پہلے ایک کی خزانہ کا دوا ہمدار تقسیم ہو جائے

نہایت ضروری ہے کہ یہ نیک خزانہ کے سوا ہر بادشاہی خزانہ سے ملتی ہے کرنی اور دوسری ایسی کی صفائی

بقیہ دیکھ کر شد۔ اگر ایک وہ کہ چنیا لیس خزانہ ایک سو چار ہاتھ دہ پوس جو اندرونی نظم

سلطنت کے قائم رکھنے کے لئے مختص ہے اس کے علاوہ ہے۔ جس میں سے تین ہزار اضافی

سوار ہیں اور باقی سب پیدل۔ اور دیہات میں جو چکیا دشت علاقہ پوس نامور رہتے اور گاؤں سے

خزانہ پاتے ہیں وہ اس حساب سے خارج ہیں اور سوائے نوح آئیں اور نوح پوس کے مشورہ ہزار نوح واپس

ہے جس میں سوار ٹھوس اور پیدل زیادہ ہیں۔ اور اس میں اب تک مہندو پتی یا پوسیشن وغیرہ شامل

ہی کہ داخل ہونے کا استحقاق ہے۔ یہ لوگ سرکار سے خزانہ یا لاس جنگی وغیرہ کچھ نہیں پاتے۔ البتہ

آئیں و تاقون اور ان کے ہمدانوں کے منصب اور درجے سکوار مقرر کرتی ہے اور جن بڑے

بڑے خدمات میں بروہ پتی اور لہر لیشیں زیادہ دیتے ہیں وہاں کے سوا اگر اہل حسرت۔

نیزوں کے کلرک وغیرہ اہلِ علم اپنی مرضی اور خوشی سے اس جماعت میں داخل ہو کر

جنگی قواعد اور آفات حرب کا استعمال کرنا سیکھتے ہیں اور اپنی قوم اور سلطنت کی حفاظت

کے لئے بذاتِ ظہور کام دینے کو مستعد رہتے ہیں۔ پس اس حساب سے فی زمانہ میزان کل تھوں

تسم کی نوح کی ہیں لاکھ اٹھتر ہزار سے کچھ زیادہ ہے۔ اور ہند کی نوح بحسب ہر خطہ انگلیش

کی جہاڑی نوح کے ہے کہ چند دستان کے لئے ایک مہاکاند اسرامن کے ماتحت رہتی ہے

اور جس کے سولہ ہزار ہزار سے تلخ فارس گک اور نکا سے تلخ بنگالہ ایک اور بہت سے ساحل

افریقہ تک گشت گاہے رہتے ہیں اس سے بالکل الگ ہے۔ - س ۱۷

کا نہیں ہے۔

فرانس میں اگر کسی وجہ خاص سے واجب الادا تنخواہ کے دینے میں گورنمنٹ کی طرف سے کچھ دیر سوجاتی ہے تو سرکار تو کیا سپاہی بھی اپنی کسی خاص آمدنی سے گنتاوا کر سکتے ہیں۔ لیکن ہندوستان میں اگر نوٹ کو تنخواہ کے ملنے میں کبھی غیر معمولی توقف ہوتا ہے تو یقیناً نہایت خوف ناک نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی سپاہی اپنا معمولی اسباب جو ان کے پاس ہوتا ہے بیچ باپ کر چل دیتے اور سبھو کے سرے لگتے ہیں۔ چنانچہ جس زمانہ میں کرشنا خاں دیں کیا ہی جنگ وصال قریب الختم تھی۔۔۔۔۔ میں نے پہلے خود دیکھا ہے کہ سماروں کا میلان اس طرف بڑھتا جاتا تھا کہ اپنے گھوڑے بیچ ڈالیں اور کچھ شک نہیں ہے کہ اگر لڑائی کو طول ہوتا تو ضرور ایسا ہی کرتے۔ اور کچھ سبب کی بات نہیں ہے کہ یہ کہ فہنشاہ محل کے لشکر میں کوئی ایسا سپاہی مشکل سے مل سکتا ہے جو خود کچھ نوکر چاکر اور لڑائی قلام نہ رکھتا ہو۔ اور ان سب کی گذران اُسی تنخواہ پر موقوف ہے جو اُس کو سرکار بادشاہی سے ملتی ہے اور اسی دم سے میں نے ایسے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے جو اس حالت کو دیکھ کر سخت حیرت میں رہ جاتے ہیں کہ غریب کے لئے اچانکے شمار دوسرے کہاں سے آئے ہے کہ جس سے لاکھوں ہندوگان خدا کی پرورش ہوئی ہے۔ جی کا مدار محافل محض بادشاہی تنخواہ کے ذریعہ ہے۔

شہنشاہِ مغل کے کثیر اخراجات | مگر یہ لوگ اس سرکار خیال نہیں کرتے کہ شہنشاہ ہند میں دولت مندی کے ذریعہ کس قدر ہیں۔ اور میں نے تو اس کے اخراجات کا گویا اکھن ذکر نہیں کیا مثلاً خیال فرمائے کہ اگر وہ دہلی کے اسٹیشن میں دو یا تین ہزار تو صرف صد گھنٹے ہی ہیں جو اوقاتِ مزدورت کے لئے جیسے تیار رہتے ہیں۔ اور آٹھ ماہ سو ہاتھی اور بار برداری کے لئے بہت سے ٹٹو اور غنیمتِ حال جو ان کے شمار آمد بہت وسیع اور بڑے بڑے خیوں اور ان کے متعلقہ چھوٹے فیروں اور بیگمیں اور محل کی اور عورتوں اور ساز و سامان اور باورچی خانہ کے اسباب اور گنگا جل اور بہت سی چیزوں کے اٹھانے کے لئے جن کا بادشاہ کے ساتھ ہنا سفر اور حضر میں مزدوری ہے اور جو یورپ میں کسی کے تصور میں بھی نہیں آ سکتی رکھنے پڑتے ہیں۔ اس کے سوا محلِ سر کے بے شمار اخراجات

جس میں عمدہ لعل زریخت، لہو زری اور زری و لہو کھڑے اور موتی خشک منہر و منہر اس قدر  
مصرف ہیں آتا ہے کہ خیال میں نہیں آ سکتا ہے اگرچہ شہنشاہ منہل کے داخل بنے شادی کر  
خارج بھی اسی قدر ہیں اور اسی وجہ سے دجیا کہ بہت سے لوگ غلطی سے خیال کرتے ہیں  
بہت زیادہ سو بی بیوں کا خزانہ نہیں ہوتا۔

ہندوستان ایران اور روم کے محاصل کا مقابلہ

میں ملتا ہوں کہ سلطان روم اور شاہ ایران، ان کے محاصل کو اگر غلطیوں تو شہنشاہ منہل کا محاصل  
خالفاً اس سے بھی زیادہ ہے۔ لیکن اگر میں اس کو دولت مند بادشاہ کہوں تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ گویا وہ ایک ایسا غنا پی ہے جو ایک ہاتھ  
سے پتہ شمار رو پیہ لیتا اور دوسرے ہاتھ سے وہ پتہ ہے۔ اور میرے نزدیک واقعی دولت مند  
اُس بادشاہ کو کہنا چاہیے کہ جس کا محاصل اس قدر ہو کہ بغیر اس کے کو ظلم اور زیادتی سے رعایا  
فقیر ہو جائے، امرا و اہل دربار کا ایک منظم افشان، جمع قائم رکھنے اور منہج خلافت اور عالی خلق  
عانتیں بنائے اور نیاز و کریم الطبع ہونے اور ملک کی حفاظت کے لئے فوج کثیر تیار رکھنے  
کے علاوہ اس قدر پیسہ ملے انداز کہ ملتا ہو کہ اپنے ہمایوں کے ساتھ کسی اتنا قیہ لڑائی  
بھڑائی کے وقت، جو خواہ گئی برس تک جاری رہے کام میں لاسکے۔ اور اگرچہ شہنشاہ ہند کو  
ان میں سے اکثر باتیں حاصل ہیں لیکن اس قدر نہیں جس قدر کہ لوگ خیال کرتے ہیں۔

شہنشاہ منہل کی دولت مندی کی مبالغہ آمیز شہرت اور خزانے اور جواہرات کا ذکر

شہنشاہ منہل کے اخراجات کثیر اور لازمی کی نسبت جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اُس سے  
اُن دو باتوں سے جو محکمہ بنوئی تحقیق ہو چکی ہیں خالفاً آپ کی رائے بھی یہی قرار پائے گی کہ شہنشاہ منہل کی دولت مندی کی شہرت مبالغہ  
سے خالی نہیں چنانچہ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ گزشتہ لڑائی کے ناتر کے قریب ..  
اورنگ زیب کو نہایت فکر تھی کہ فوج کی تنخواہ کس طرح ادا کی جائے۔ حالانکہ لڑائی صرف  
پانچ برس رہی تھی اور فوج کی تنخواہ بھی معمول سے کم تھی اور جنگالہ کے سوا جہاں سلطان شجاع  
اب تک لڑتا تھا وہ سب جہوں میں بالکل امن و امان تھا اور آپ کے اکثر خطبے بھی اُس  
کے قریب ہی آچکے تھے۔

دوسرے یہ کہ شاہجہاں جو بڑا کفایت شعار تھا اور کسی جنگ منظم میں پھنسے اور اُلجھے

نیز چالیس برس سے زیادہ عرصہ تک سلطنت کرتا رہا۔ کبھی چھ کروڑ روپیہ سے زیادہ جمع نہیں کر سکا۔ لیکن اس رقم میں ان کثیر تعداد سونے چاندی کی طرح طرح کی مرصع چیزوں کو جن پر نہایت عمدہ عمدہ کام کئے جاتے ہیں اور بڑے بڑے قیمتی موتیوں اور قسم قسم کے کثیر تعداد جواہرات کو شامل نہیں کرتا اور بگے شک ہے کہ اس سے زیادہ عوامی شاید ہی دنیا کے کسی اور بادشاہ کے پاس ہوں۔ چنانچہ اُس کا ایک تخت ہی لاگر میری یاد میں کچھ غلطی نہ ہو، تین کروڑ روپیہ کی قیمت کا ہے۔ یہ سب جواہرات اور قیمتی چیزیں درجہ اول کے تختی خانہ آؤں۔ ٹھکانا بادشاہوں اور امراء سے لوٹی ہوئی اور ایک مدت ملازمین صبح کی ہوتی ہیں۔ اور ہر ایک بادشاہ کے عہد میں امرائے سلطنت کے مقررہ سالانہ پیش کشوں کے ذریعہ سے جو اُن کو بھجونا دینے پڑتے ہیں۔ اُن کا شمار بڑھا گیا ہے۔ اور یہ سب خزانہ تخت کا مال سمجھا جاتا ہے اور اس کو چھپڑا منوع ہے۔ یہاں تک کہ خود بادشاہ بھی کیسی ہی ضرورت کیوں نہ ہو اُس کی کفالت پر تھوڑا سا روپیہ بھی نہایت مشکل سے حاصل کر سکتا ہے۔

شاہجہاں کی مت سلطنت کی سب تعداد اس جلد کے صفحہ ۳۱۷ کے حاشیہ میں مندرج ہے۔ ہم یہ سننے اس کا مفصل حال چھوڑ دے صفحہ ۲۸۹ کے حاشیہ میں دیکھنا چاہیے۔ ہم سن ۱۶۵۷ء شاہجہاں کی سلطنت کے سیم بیس سال کے خاتمہ پر لامعہ الحمید لاہوری سے بادشاہ نامہ میں جو عبارت خزانہ اور جواہرات کی نسبت لکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے :- خزانہ کا سرورہ درجہ دولت خواہ وافر اہم آمدہ محاسب وہم و خیال مددک ابتداء آں بجز و تصدق مستحکم است۔ اگرچہ خزانہ کو حضرت فرشی آستانہ (محمد اکبر بادشاہ) دولت نچاہ و یک سال فراں دوائی جمع نمودہ بود نہ ما کثر کں و حضرت جنت سکائی رہا نگیر بادشاہ) و سلطنت بہت و دو سال خرچ نمودہ بیچیکے از سلاطین ہندوستان و امیر نصرت تالبران و عالم و دیگر ولایت پر رسد۔ البانچہ مدعی عہد بھیاں نیست عالم آراء و عدلیت گنگی ہوا بارو و نروان اخراجات گردآمدہ بہر ارباب انھوں است مانچہ در سرکار مقدس از افراد کافر اقسام عوام زداہر و نصرت و صفیہ و ملاقات و قزوآلات جمع شدہ غالباً بحسب کیفیت و کیفیت نزد کل فراموش دایا این عالم نیا شدہ۔

اور میر محمد شمس خانی القاضی بہ اہم علی خاں و آخر کار علی بہ خانی خان نظام الملکی نے اکبر اور شاہجہاں دونوں کے خاتمہ عہد میں جو عبارتیں لکھی ہیں اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ دولت مطلقہ و خزانہ



ہیں اور جس کے معنی ہیں وہ جگہ کہ جہاں سے کچھ لیا جاوے یا مقام وصول خواہ ادا سہم کی جاگہ جس صوبہ داروں کو بھی اُن کی اور اُن کی فوج کی خواہ میں اس خیریت پر دی جاتی ہیں کو داخل آمدنی میں سے ایک خاص رقم سال بھال خزانہ شاہی میں داخل کرتے رہیں اور جو زمین جاگیر میں ہیں جنہیں وہی جائیں اور خاص بادشاہ اور اُس کے اہل خانہ کے شغل ہیں اور شادنا داری کسی کو جاگیر میں دی جاتی ہیں وہ مستاجروں کو دی جاتی ہیں جو سال بھال نہ دیکھتے اور گرتے رہتے ہیں اور اس طرح پر جو لوگ زمین پر نمونہ حاصل کرتے ہیں خواہ تیار رہوں خواہ صوبہ دار یا مستاجر کا شغل کاروں پر اُن کے اختیارات لیے غیر محدود ہیں کہ گویا مطلق انسان ہی کہنا چاہیے۔ اور کاشت کاروں ہی پر منحصر نہیں بلکہ اپنے علاقے کے ملاؤں اور قبیلوں کے اہل مرزا اور سوداگروں پر بھی دیکھا ہی اختیار ہے۔ اور جس طریقوں میں یہ اپنے ان اختیارات کو عمل میں لاتے ہیں اُس سے زیادہ کوئی بے رحمانہ اور تکلیف دہ امر نہال میں نہیں آسکتا اور ایسا کوئی شخص نہیں ہے کہ جس کے پاس یہ مظلوم کسان اور کارگر اور سوداگر اپنا استحفاظہ پیش کر سکیں۔ یعنی نہ تو فرانس کی طبعیت یہاں کوئی گریٹ لارڈ ہے اور نہ پارلیمنٹ اور یہاں ٹریڈ کورٹ کے جج جہاں بے رحم ظالموں کے ظلم کو دیکھیں اور قاضی یہاں مقرر ہیں اُن کو ان بد نصیب لوگوں کی مادی سہا جانی اختیار نہیں ہے۔ مگر ان بلا تعلق اختیارات ۳۱۹ اتحاد و جدوجہد اشتعال بڑے بڑے فیروں مثلاً دہلی اور آگرہ اور بنسگا ہوں اور بڑے بڑے تھانوں کے قریب و دور میں اس طرح تک محسوس نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر ایسے مقاموں میں کوئی بڑی بلا نصیبی کا کام نہ لے رہا شاہی سے غرضی رہنا آسان نہیں ہے۔

رعایا کی غلامانہ حالت | رعایا کی یہ غلامانہ حالت حقیقی تجارت کی مانع اور لوگوں کے اوضاع و احوال اور طولی سماجی و خزانہ کا باعث ہے اور تجارت کرنے کا کسی کو اس سے جوصلہ نہیں ہوتا کہ منافع کی صورت میں بجائے اس کے کہ وہ اُسے اپنے معنی کا نام میں صرف کرے اُس کو دیکھ کر کسی ظالم اور ذی اختیار ہمارے کے منہ میں پانی بھر آتا ہے۔ جس کا پہلا ہی نتیجہ اس طرف ہے کہ کسی شخص کو اُس کی محنت کے ثمر سے محروم کر دے اور اگر کسی کو دولت حاصل ہو بھی جاتی ہے (جیسا کہ پہلے اوقات ہونا ضروری ہے) تو پھر خلاف اس کے کہ سالانہ کی نسبت آسودہ حالت میں رہے اور آزادی کے ساتھ زندگی بسر کرے مفلسوں کی سی صورت بنائے رہتا ہے۔



شاہجہاں کے ایام امیری اور عہدہ نگاری

اور لباس اور مکان اور مساب غانہ داری بہت ہی ذلیل رکھتا ہے۔ اور سب سے ذلیلہ کھانے پینے میں خست دکھاتا ہے۔ اور اس حالت میں اس کا رویہ اور اشرافیہ نہ رہیں کسی یحییٰ کڑ سے ہیں گوارا کرتا ہے۔ اور سب لوگوں میں خواہ کاشت کار ہوں خواہ کاہن یا اہل بازار ہندو ہوں یا مسلمان موائی طریق جاری ہے علی الخصوص ہندوؤں میں جس کے ہاتھ میں ملک کی دولت اور تہارت ہے اور جن کا یہ عقیدہ ہے کہ جو دولت ہم اپنے ایام حیات میں چھپا کر رکھیں گے مرنے کے بعد جائزے کام آئے گی۔ البتہ بعض اشخاص جو بڑا بڑا مالک ہیں جو کہیں کا کوئی بڑا وسیلہ ہے اُن کو اپنی تنگ دستی دکھانے کی کچھ حاجت نہیں ہوتی اور بیش و انعام سے مرہم کرتے ہیں اور کوئی شک نہیں کہ سونے چاندی کو زہر میں دھن سکھنے اور اس طرح ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں جانے سے روکنے کی یہ عادت اُس ملک میں سونے چاندی کے بغا ہر کم دکھائی دینے کا بڑا سبب ہے۔

اب ہر کچھ میں بیان کر چکا ہوں اُس سے رہنما یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر بادشاہ زمین کی مالکیت بالکل چھوڑ دے۔ اور یہ رعایا کو حق ملکیت زمین حاصل نہ سمجھنے کے

### مضر نتائج

حق رعایا کو حاصل ہو جائے تو کیا یہ امیریت اور بادشاہ و دہنوں کے حق میں مفید ہوگا یا نہیں؟ اس کے جواب میں میں یہ کہتا ہوں کہ میں نے ریگستان کی حالت کا کہ جہاں حق ملکیت زمین رعایا کو حاصل ہے اور اُن ملکوں کی حالت کا جہاں یہ حق اُن کو حاصل نہیں ہے اعتیاد کے ساتھ متالہ کیا ہے۔ اور بعد خود میری رائے یوں قائم ہوئی ہے کہ یہ امر نہ صرف رعایا بلکہ خود بادشاہ کے فائدہ کے لئے بھی بہت ہی مضر ہے۔ چنانچہ میں یہ امر بیان کر چکا ہوں کہ ہندوستان میں سونے چاندی کے کم دکھائی دینے کا کیا باعث ہے یعنی جاگیرداروں اور صاحبوں اور مستاجروں کا ظلم کہ جس کا انہماک بادشاہ بھی چاہے تو نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً اُن صوبوں میں جو ہائے تخت کے قریب نہیں ہیں اور یہ ظلم اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ کاشت کاروں اور اہل حرفہ کے پاس ہر اوتار کے لئے کچھ بھی نہیں رہنے دیتا اور وہ حالت افلاس اور تنگ دستی میں پڑے مرنے میں اور اسی ظلم کے سبب سے اول تو ان

نہ خاندانہ نجی سے انگریزوں میں حرم ہونے کے وقت کچھ غلطی ہوئی ہے۔ کیونکہ ہندوؤں کو کوئی ایسا عام عقیدہ نہیں ہے غالباً اصل میں یوں ہو گا کہ مرنے کے بعد اولاد کے کام آئے گا۔ یہ سب

بھجاریوں کے کچھ اولاد ہی نہیں ہوئی۔ اور اگر ہوتی ہے تو ناقوں کے اسے کچھ ہی میں چلی  
 جیتی ہے غلام ہے کہ اس غلامِ دستم کی وجہ سے کاشت کار اپنے کھیت وطن کو چھوڑ کر کسی دور  
 آسائش ملنے کی امید پر کسی ہمسایہ ریاست کے علاقہ میں جا رہتے ہیں یا فوج میں جا کر کسی  
 سوار کے پاس نوکری کر بیٹھے ہیں اور چونکہ زمین کا بند و بست شاہِ نادر ہی جبر کے بغیر  
 ہوتا ہے اور کوئی شخص اس قابلِ پائیدن نہیں جاتا کہ اپنی غرضی سے اُن نہروں اور نالیوں کی  
 مرمت کرے۔ عوآبِ پاشی کے لئے بنی ہوئی ہیں۔ اس وجہ سے ہندوستان بگڑتی نہیں ہوتا۔  
 اور خشکی کے سبب سے زمین کا ایک بڑا حصہ خالی پڑا رہتا ہے۔ اور زمین ہی پر کیا سونف  
 ہے مکانات بھی اکثر ویرانی اور تباہی کی حالت میں رہتے ہیں اور بہت ہی کم لوگ ایسے  
 ہیں جو نئے مکان بناتے یا اُن کی مرمت کرتے ہیں اور ایک طرف تو کاشت کار اپنے دل  
 میں ہمیشہ یہ خیال کرتے ہیں کہ کیا ہم اس لئے محنت کریں کہ کوئی ظالم آئے اور سب کچھ جھین  
 لے جائے۔ اور اگر چاہے تو ہماری ہمسایہ ریاست کے لئے بھی ہمارے پاس کچھ نہ چھوڑے۔  
 اور دوسری طرف جاگیردار اور صوبہ دار اور مستاجر یہ سوچتے ہیں کہ ہم کیوں اُفتادہ اور  
 دیران زمین کا ٹکڑا کریں اور اپنا روپیہ اور وقت اُس کے بار بار دینا ملے میں لگا دیں کیونکہ  
 نہ معلوم کس وقت ہمارے ہاتھ سے نکل جائے اور ہماری کوشش اور محنت کا ثمرہ نہ تو  
 ہم کو ہی حاصل ہوا۔ نہ ہماری اولاد کو۔ یہی زمین سے جو کچھ وصول ہو سکے کر لیں اور ہماری  
 بلا سے۔ کاشت کار بھوکے مرے یا اُجڑ جائیں۔ اور جب ہم کو اس کے پھوڑے دینے کا حکم  
 ملے گا تو ہران اور غیر آباد چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

شاہِ غانی خاں نے بھی انہی تاریخ میں (جہانگیرِ زیب عالمگیر کی وفات سے صرف بارہ برس بعد  
 محمد شاہ کے زمانہ میں) لکھی تھی، ہلال الدین محمد اکبر کے عہدِ دولت اور اس کے شیرِ خوش تہرہِ راجہ  
 کوٹرل کے ذکر میں زمینداروں کی پردوش اور ہالی گناری کے عہدِ اختلاط کی تعریف و توصیف لکھ کر  
 پھر اپنے زمانہ کے مالوں اور متاجروں کے غلامِ دستم کی عورتوں کی کیفیت  
 نہایت ہی افسوس کے ساتھ لکھی ہے ہم اس کو اس جگہ نقل کرتے ہیں۔ شخص اور اس کا باپ اجداد  
 اور گنگِ زیب کے بھائی مراد بخش کے ملازموں میں سے تھے۔ اور اس نے شاہجہاں کے خوش حال  
 عہدِ سلطنت سے لے کر محمد شاہ کے پُرِ اختلاط زمانہِ حکومت تک بہت کچھ دیکھا، سمجھا، سنا، اور  
 اس لئے ذکر لکھا ہے اُن کی کیفیت یہ دیکھنا چاہیے کہ اور گنگِ زیب کے بعد یا سدا رنگیلے محمد شاہ

پہنچے ہی کے زمانہ میں پیدا ہو گئی تھیں بلکہ ظاہر ہے کہ انتظامِ امور کی خرابی کے باعث پہلے ہی سے  
 چلی آئی تھیں۔ تولدِ امیرِ مقلاتے باہوش تجربہ کار ظاہر ہے کہ امثالِ موانج قضا کے وضع و تدبیر  
 کے طریقے عمدہ اور ملکی درمیت پر مدد و آبادی ملک و انزونی حصولِ ارضیاں ہفتا ست و مالِ اہل  
 ملک و ملکہاں خرچ و دیارِ داد و برسرِ محالات ہی روند و باعث و بالِ حال رعایا سے مال گذری گزرتہ  
 آئندہ اصلاً نظرِ مآدوی ملک و خرابی حال رعایا نیست و از انکس متلازم کمالِ اندون۔ حال و دیگر ملک  
 تمام سال نماندہ ہر دو حصہ حصولِ مافروختہ می گیرند و رہے۔ خدا ترسی کہ ہر ہی ظلم اکثراً نمودہ کا بہوش  
 گا و دارا ہے کہ در تلخ رانی محاسنت در ماند و باز مخرج و دیار و سرحدی و نقصانِ عہد سے کہ نمودہ  
 و ناخایہ و بیلا باقی ماندہ رعایا ماضی اظہارِ مہرہ و در زمین ملکی و سودگی آئندہ کا بہوش تلخ و ناخایہ  
 و ناراض مستدان آں ازار عطا و موجب و میرانی ملک و خرابی حال رعایا ہی گرد و ناخاست کہ در کرد  
 بست کہ وہ زمین نامزد و عطا و بجائے زیادتِ اشجار خار و دار ماضی گیر مسافران و نشو و نما  
 با گیر و از ان چہ صراحت است ہمسار پر گند و قلعہ عات و ہر حال ہند و خراب و بہان از قندی حکام پر با  
 گردیدہ کہ چینی غیر ممکن رہا ہے گفتہ و نقد و دیانت غراہ معض و بے چراغ شدہ کہ نام آبادی ماہ  
 بر خاستہ اگر کہ از شامت نفس رعایا و قضا کے ایام بہ فرحام است کہ مذہب و ملک زب و اداریں  
 غراب نمود و رعایا مال بند و جفا کے مال بہ آں گرد و جاکیر و اماں گرفتار و بالِ آہ عیال فراریں  
 منظم گشتہ انظم و قندی و دیانت و حاکمان از خدا سے بے خبر بکارتے رسیدہ کہ اگر خواہ مشرِ غیر  
 آں ما با حاطہ بیاں آمد از سر شدہ کلاہ ہدی امت و در صحت کہ کے از حال کوئی اہل اندیشہ و مذہب  
 داشتہ باشد و خواہ بر خلاف دیگر انظم پیچگان سختی و قندی و اجزاء انظم مشیہ عالمی ندانہ و ترسے  
 بر حال رعایا ناخایہ و در ہر وقت حال و صحت مال گرد و انزونی حصولِ سال بیاں و نیکی عاقبت  
 و آل کار نمود و فرزندان خود و اندام مردم و در کار و ادارہ مصلحت ساختہ از جملہ ہر ترغابی ناکرہ کار محسوب  
 می نمایند۔ ماگر خدا نہ کردہ سال ما بہ تمام در سمانہ و تفسیر گونہ خواب چا ال غیب سرحدی و غیرہ  
 گشتہ بہ مال نقصان مایہ و نہایت ہمسار گرفتاری گرد و چنانچہ کہ در سود و اداریں گزشتہ حق  
 گزشتہ؟ حق سبحانہ تعالیٰ ہر چند اسے ماضی و از ہی آفت در پناہ خود نگاہ دارد و کہیں صمد لا اله الا  
 ہ اس مضر کوٹھ سکر آئید ہے کہ ناظرین کتاب کے دل میں خود بخود یہ خیال پیدا ہو گا کہ ہمارے  
 زمانہ میں گورنمنٹ انگریزی کی نشاندہ حکومت کیسی غیر درست کی حکومت ہے۔ ملک کیسے سرسبز اور  
 کیسا آباد ہے اور رعایا کس امن و امان سے بے غلش زندگی بسر کرتی ہے۔ س م م م

**شخصی حکومت کے نتائج** | میں جو خدائق میں نے بیان کئے ہیں وہ اس امر کے ثبوت کے لئے کافی ہیں کہ ایشیائی سولطینیں جلد جلد کس طرح

زوال پذیر مرقی ہیں اور حکومت کے اسی ناقص طریقہ کا یہ نتیجہ ہے کہ ہندوستان کے بہت سے شہروں کے مکانات بچے یا گھاس پھوس وغیرہ سے بھر گئے ہیں اور یہاں کے شہر اور قصبے عموماً بالکل خستہ حال اور ویران عہروں گراہیا کرتی بھی نہیں کہ میں نے جلد تباہ اور خراب ہو جانے کے آثار درپاسے جانیں۔ اور ہندوستان جلد بیکار ہو گیا۔ یہ تو ہم سے ایک بہت دور کی سلطنت ہے ہم اپنے قریب ہی کے بعض ایشیائی ملکوں کی حالت کا مقابلہ کر کے شخصی حکومتیں کے بے رحمانہ برتاؤ کے نتیجوں کی نسبت اپنی رائے قائم کر سکتے ہیں۔ مثلاً دریائے جہلم اور نوات کے دو اکبر کراہ ایشیائے کوچک اور اٹلیوں اور انطاکیہ کے قریب دھار کے عہد میدانوں اور بہت سے اضلاع کو دیکھ لیجئے کہ قدیم زمانہ میں کس کثرت سے زندہ تھے ہر قصبہ اور کیسے رونیز آباد ہوتے اور اب ویران چرے ہیں بلکہ ان کے بہت سے حصے وکندل ہو جانے اور آب و ہوا کی غواہی سے انسان کی حدود باغی کے بھی قابل نہیں رہے۔ یہی اندہ ہناک صورت مصر کی دکھائی دیتی ہے۔ یہاں کی رعایا غلامانہ حالت میں ہے اور اتنی برس کے عرصہ میں یہ بے نظیر ملک دسویں حصہ سے زیادہ ویران ہو گیا ہے۔ کیونکہ اس مدت میں کسی نے نہ دریا بنے نیل کی نہروں کی کچھ خیر نہیں لی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ دریا اپنے معمولی پاٹ کے اندر نہیں بہتا اور نہ ہی زمینیں بالکل غرقاب ہو جاتی ہیں۔ اور دیت سے اس قدر آٹ گئی ہے کہ بغیر بہت سے دھپے اور محنت کے صاف نہیں نکلتی پس ایسی حالت ہی کیا یہ کچھ تمب کی بات ہے؛ کہ ان ملکوں میں صنعت اور حرفت کو کوئی ترقی نہ ہو سکی کہ ہمارے خوش نصیب فرانس اور ان ملکوں میں ہے۔ جہاں کا طریقہ حکومت عموماً ہے کہ کوئی کسی منافع سے اپنے لوگوں میں رو کر اپنے پیشہ میں ہی لگانے کی اُمید نہیں کرتا مگر جو مفلس اور غریب ہوں یا اپنے تئیں مفلس ملامت کر کے اور چیز کی خوبصورتی اور عمدگی کی جسکے صرف اُس کے اذراں ہر نے کا خیال رکھتے ہوں اور ہنسے آدمیوں کا یہ حال ہو کہ صرف اپنی مرضی سے چیز کی قیمت سے بہت کم قیمت جو چاہتے ہوں دے دیتے ہوں اور کسی کا نظیر یا سوداگر کے اصرار کرنے کی حالت میں اُس کو کوڑوں سے چرنے میں بھی ان کو شامل نہ ہوتا ہو کہ کوئی ایک بچے اور دہشت ناک چاہک کو کہتے ہیں جو ہر ایک امیر کے دروازہ پر ٹکا۔

شاہجہاں کے ایام اسیری اور جدوجہد گنجیہ

رہتا ہے، اور کیا کسی صنایع کا عملہ پست کر دینے کے لئے یہ امر کچھ کم ہے کہ اس کو کسی اعزاز کے پائے یا اپنے اور اپنے بانی بچوں کے لئے کسی منصب سرکاری کے حاصل ہونے یا زمین کے خریدنے کی اجازت ملنے کی امید نہیں اور اس خوف سے کہ کوئی دولت مندی کا شبہ نہ کرے نہ کسی ہجوم پر شاہک پہن سکتا ہے اور نہ اچھا کھانا کھ سکتا ہے اور نہ یہ خواہر کر سکتا ہے کہ اس کے پاس کچھ خنوار اساجھی روپیہ ہے۔ ہندوستان کی صنعت کی نوعیت اور لطافت دت سے جا چکی ہوتی۔ اگر بادشاہ اور بڑے بڑے امرا کے ہاں بہت سے کاریگر و کر دہوتے جو خود انھیں کے گھروں پر اور سرکاری کارخانوں میں جیمکرہم کرنے اور اپنے شاگردوں اور لڑکوں کو سکھایا کرتے ہیں اور انعام کی امید اور اور کر دہوں کا عرف اُن کو محنت کے ساتھ اپنے کام میں لگانے رکھتا ہے اور کچھ یہ بھی سبب ہے کہ بعضہ وقت تاجرانہ سوداگر ایسے بھی ہیں کہ جن کو بڑے بڑے مرا کی سرکاروں سے تعلق اور توسل ہے اور وہ کاریگوں کو شرحِ مزدور سے کسی قدر زیادہ مزدوری دے کر کام بنوایا کرتے ہیں۔ میں نے "کسی قدر زیادہ مزدوری" اس لئے کہا ہے کہ یہ تو بھٹا ہی نہ چاہیے کہ اچھی چیزیں بنانے سے کاریگر کی کچھ قدر کی جاتی ہے۔ یا اس کو کچھ آنا دینی حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ تو کچھ کرتا ہے صرف مزدور یا کوٹوں کے خوف سے کرتا ہے۔ اور چونکہ تول اور آئرونگی حاصل ہونے کی کبھی امید نہیں ہوتی۔ اس لئے اگر وہ کھا سوکھا کھڑا کھانے کو اور مٹا بھٹا کھڑا پینے کو مل جائے تو انھی کو قیمت بھٹتا ہے۔ اور روپیہ حاصل بھی ہو جائے تو اس کو کیا اکیونکہ وہ تو اس سوداگر کا مال ہے جو خود ہی اسی اندیشے سے جیشہ مستغرب رہتا ہے کہ اگر کوئی زبردست ظلم نہ یادی کرنا چاہے تو اس سے کس طرح بچے۔

ہندوستانیوں کی بے علمی اور جہالت | ملک میں علمی اعموم بے جدہالت پھیلی ہوئی ہے

اور یہ یہاں ممکن ہی نہیں کہ ایسے دارالعلوم اور کالج قائم ہو سکیں کہ جن کے احراجات کے لئے کافی سرمایہ نہ ملے۔ اور دفع کے موجود ہوں اور ایسے لوگ کہاں جو اس طرح مدرسے اور کالج قائم کریں اور بالفرض ایسے لوگ میر بھی آجائیں تو خطاب علم کہاں اور لوگوں میں

اتنی اشتیاق سے کہاں کہ اپنے بچوں کو کالج میں رکھ کر ان کے اخراجات کا انتظام کر سکیں اور بالفرض ایسے نوری مقدور لوگ موجود بھی ہوں تو یہ جرات کون کر سکتا ہے کہ اس طرح طائفہ بچی دولت مند بن جائے اور شاید اگر کوئی شخص یہ اعتقاد حرکت کر بھی پیٹھے اور تعلیم سے جن دنیاوی فوائد کی توقع ہوتی ہے وہ کہاں اور ایسے اعتماد اور اعزاز کے عہدے اور منصب کہاں جو نوجوان طالب علموں کی اُمیدوں اور ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے شوق کو نہیں رستے رہتے ہیں اور جن کے لئے علم اور قابلیت کی ضرورت ہے۔

ظن نہ کرنا کہ شکر ہے کہ ہمارے زمانہ میں ایسا حال نہیں ہے بلکہ جب سے اس ملک میں گورنمنٹ چلائیے گا ملک ترقی پزیر ہو جائے گا اور ہر ترقی یافتہ ممالک کے مہمان سفارت نے اجتہاد سے اہل ہندوستان کی تعلیم میں بہادیت کو شش کی ہے۔ اگرچہ شروع میں ملک کے ذاتی کے موانع پڑے طرز پر عربی - فارسی - سنسکرت زیادہ پڑھائی جاتی تھی۔ انگریزی اور علوم مروجہ یورپ کم۔ اور نہ تھے سرکاری درجے اور کالج ہی تھے۔ اور نہ ہی اسے اور اہم اسے ضرورت و گریں جو دشمنانہ ہیں کی صحبت شہادت و سخت استحقاق کے بعد دی جاتی ہے۔ مگر آفرکار مہمان سفارت کے نام ایک ایک ایک بہت دباؤ اور غم و فکر ہو کر رہ گئے ہوا کہ باوجود گمان ہندوستان انگریزی کے زریعہ سے مقام علوم و فنون بلاورینی سکھانے چاہتے ہیں کہ جن کے علم و عمل نے ممالک یورپ کو ان کے موجودہ درجہ کیلئے پہنچا دیا ہے۔ چنانچہ سفراء سے اس اصول پر تعلیم جاری ہے جس کے انتظام و انتہام کے لئے اہل مملکت۔ مدارس - بیچن میں جو تینوں پرنسپل فیسوں کے صدر مقام ہیں۔ تین پرنسپل تمام کی گئی ہیں اور اب لاہور اور آدہ میں بھی جو گورنمنٹ پنجاب اور ممالک مغربی و شمالی کے صدر مقام ہیں۔ وہی پرنسپل اور تمام ہو گئی ہیں۔ ان پرنسپل و مشوروں کے تحت میں بڑے شہروں سے۔ لے کر کفر و دیہات تک بہت سے مختلف مشوروں کے کالج اور مدرسے اور کتب ہیں۔ ماعلاں اور ممالک تعلیم میں علاوہ علوم اور دینی تعلیم کے عربی - فارسی سنسکرت تینوں میں سے کسی ایک زبان کا بعد خاص سب جاننا بھی ضروریات سے ہے۔ اور تعلیم عام اور درجہ ہوائی کے لئے ہندوستان کے اضلاع مختلفہ کی دیہی بولیوں میں سے اختیار و انہی میں مفید کتب ہیں تصنیف و تالیف و ترجمہ ہو کر طبع جاتی ہیں۔ بعض مقامات میں خاص طور کے کالج

شاہجہاں کے اور امپری اور عہدہ نگینی

ہندوستان کی تبدیلی | جس ملک میں اس قسم کی حکومت ہو وہاں اس پستی اور  
کامیابی کے ساتھ خدمات بھی نہیں ہو سکتی جیسے کہ ہندوستان  
میں ہوتی ہے۔ کیونکہ ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں کہ جو اپنی خوشی سے محنت اور تکلیف  
اٹھاتے اور کسی دوسرے شخص کے فائدہ کے لئے خطرے میں پڑے کو گرا کر دیں

تیسرے حاشیہ جو گزشتہ - اور سہلی ہیں - جن میں نیا انجیری - طبابت - زراعت - قانون - جہاز سازی اور  
صنعت و صنعت - غرضی و علمی طریقوں سے جنگل اکٹھا کرنا اس کی حفاظت کرنا، وغیرہ کی تعلیم  
جاتی ہے۔ اگرچہ پادری لوگ اپنے تاہم کے ہوتے مدرسوں میں مذہب عیسوی کی تعلیم دیتے ہیں اور  
ہندوستان میں اپنے قائم کئے ہوئے سکولوں اور مدرسوں میں علامہ تعلیم دنیاوی کے اپنے مذہب کی  
تعلیم دیتے ہیں۔ اگر اردو و انگریزی سرکاری مدرسوں میں کسی قسم کی مذہبی تعلیم مطلقاً نہیں دی جاتی۔  
اگرچہ اس پرکاش مدرس کے اندر اشاعت علوم کے بارے میں بہت کچھ ہولے اور چھاپے کے فن  
کی ترقی نے جس کو گورنمنٹ انگریزی کے زائد سے پہلے اس ملک میں کوئی ہانا نہ دیا تھا۔ اور  
وہی زبانیں ہیں اخباروں اور رسالوں کے شائع ہونے لگی ہیں وہ بہت پست حالت میں ہیں  
عامہ نظام کے قومی عقائد کے خلاف کی عام تاریکی کم کرنے میں بہت بڑی مدد  
دی ہے۔ لیکن جو کچھ کہا گیا ہے خواص طبع ہندوستان اس کو ابھی بہت تھوڑا سمجھتے ہیں اور علم و  
فنون کی اشاعت و ترقی مزید کے لئے ہیشہ کچھ دیکھ سکتے ہیں جاتے ہیں۔ چنانچہ گورنمنٹ کی ان ٹیکہ دہنوں  
کی مدد ایک نہایت ہی مفید نتیجہ میں سے آئندہ کے لئے بہت فائدہ دار اور اصل ترقی کی انیسویں صدی  
ہیں۔ ہر ایک کلاب فوڈ باشندگان ملک باہی چندہ وغیرہ کے عہد اپنے فریج اور اپنے ایتھام سے فائدہ لائی اور  
قائم کرنے کی منزلت پر توجہ دیتے تھے۔ انٹیل تمام قسم کے مدارس میں ۱۵ لاکھ لاکھ لاکھ لاکھ لاکھ لاکھ  
تعلیم پائی رہی۔ کل تین لاکھ مدرس کا ہر ایک دست سیکار کا انتظام کر رہا۔ ان کی کچھ اداروں اور گزشتہ وغیرہ سرکار سے  
ہوتی ہے اس وقت اوصاف کی قدر و قیمت ساڑھے چھ سو لاکھ تو خاص سرکاری خزانہ سے دیا جاتا ہے۔ ہندوستان  
کے تمام اصول اقسام کے بیویں حصہ کے مساوی ہے اور ذاتی رول ریٹ۔ رول نڈ۔ ہندوستان۔ ہندوستان و خلاف  
وغیرہ سے ادا ہوتا ہے۔ ہر ایک علم و ہر ایک امتحان میں اعلیٰ رہتے ہیں ان کو علامہ علمی اعلیٰ کے زمرہ  
اہل علم میں بھی نوکریاں مل جاتی ہیں۔ ہر ایک کے تحصیل کے لئے پورے ہانڈہ ڈیڑھ لاکھ مدرس انجیری وغیرہ  
انگریزوں کے مساوی علمی حیثیت میں کامیابی کی سند میں حاصل کرتے ہیں تو ان کو سولی کے کاموں میں کچھ  
ایک اعلیٰ حد تک بھی ملے گئے ہیں جو پہلے صرف ان کے لئے ہی تھے۔ ان کے لئے مخصوص تھے۔ اس میں

وہ دوسرے شخص سے چیری ملائی

ایسا حاکم ہے۔ جو لوگوں کی کمائی ہمیں لینے سے دریغ نہیں کرتا اور خواہ کتنا ہی نفع کیونہ حاصل ہو کھانے والے کو مفلس نہ لیاں پہناتا اور اپنے غریب مسکینوں سے بڑھ کر کھانے پینے میں مختلف نہ کرتا ضروریات سے ہے۔ مگر ہاں جب کبھی کسی غریبی سر دے کسی سوداگر کو قرض ہر جائزہ ڈالتا وہ بڑے بڑے تجارتی معاملے کرتے گتا ہے۔ مگر اس حالت میں اُس کو اس قدر ملے کہ غلامی میں رہنا ضروری ہے جو حفاظت کے لئے جس قسم کی شرطیں اُس سے چاہتا ہے کرا لیتا ہے۔

**اُمرائے ہندوستان کی جہالت اور غرور** | شہنشاہ ہند کو یہ بات بھر نہیں ہے کہ لڑتے کر سکے ہر تہیجی رئیس زادے اور خاندانی امیروں اور شریفوں کے لئے اور بڑے بڑے کارخانہ داروں اور مشمول سودا گروں کے بیٹے پوتے ہوں اور جنہوں نے بھڑی تعلیم پائی ہوا اور اپنی ذات اور اہلکار میں معقولیت اور سنجیدگی کا جہد اعلیٰ خیال رکھتے ہوں اور جن کو اپنے بادشاہ سے محبت ہو اور دلیری اور دلاوری کے کاموں سے اپنے خاندان کی ناموری اور شہرت بڑھانے کے لئے مستعد اور بوقت ضرورت اس قابل ہوں کہ اپنی گرہ سے کھاکر دوبار یا فوراً میں بخوشی کام دے سکیں اور کسی اچھے وقت کی امید پر صرف بادشاہ کے ہنس کر ہلنے اپنے امشا باض کہہ دینے پر قانع ہوں بلکہ بھائے اس قسم کے لوگوں کے شہنشاہ ہند کے اور گرد و جاہل اور وحشی نظام زادہ خوشامدی لوگ رہتے ہیں جنہوں سے بہت ہی ادنیٰ اور ذلیل حالت سے درجہ اعلیٰ پر ترقی پاتی ہے۔ اور جو وقار داری اور حسب الوطنی اور معقولیت اور مردانگی اور عزت داری کے خیال سے بالکل خالی اور ناقابلِ برداشت غرور و تکبر سے بھرے ہوئے ہیں۔

سرکاری اخراجات کی وجہ سے | ملک کا مال کثیر مصارف کے سبب لہو و بار کی شان و شوکت قائم رکھنے اور اس بڑی فوج کی رعایا کی تباہ حالی | خواہ ادا کرنے کے لئے ضروری ہیں جن کا ہونا

رعایا کے قابو میں رکھنے کے واسطے ضروری ہے۔ تباہ و برباد ہوتے اور لوگ ایسی تکلیف اور مصیبت میں ہیں کہ خیال میں نہیں آسکتی اور صرف بچیوں اور کڑوں کے خوف سے دھڑلے



شاہجہاں کے اہم امیری اور عہد اور نگینا

کے نامہ و نسخے کام میں لگے رہتے ہیں اور اگر نوج کا دور نہ ہو تو ایسی ہے رحمانہ بدسلوکیوں سے ایسے ہو کر کہیں اور بھاگ جائیں یا فساد برپا کریں۔ اور اس بد قسمت ملک کی مصیبت اس وقت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب کہ کسی صوبہ کی حکومت بہت سارے عہدوں کے کسی کو دے دی جاتی ہے جو عموماً مروج ہے اور لڑائی اور جنگاں کے وقت خصوصیت کے ساتھ جس پر عمل کیا جاتا ہے اور جس کا بالکل یہ نتیجہ ہے کہ جو شخص اس طرح پر حکومت حاصل کرتا ہے اس کا مقدم کام یہ ہوتا ہے کہ جو روپیہ اس نے بہت بھاری سود پر قرض لے کر اپنی مطلب برداری کے لئے خرچ کیا تھا اس کو واپس کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی صوبہ دار اور جاگیردار اور مستاجر کو کسی مذکورہ طرح ہر سال بڑے بڑے خزانے کی ذمہ داری یا عہدہ ملتا ہے جس کی معزز بیگم یا کسی اور شخص کی خدمت میں کہ جس کو دربار میں کسی اقتدار خیال کرتا ہو پیش کرنا اور اس کے ساتھ بادشاہی صلاح بھی معرولی وقت پر فراہم شایع میں پہنچاتے دہنا مزدوری امر ہے۔ اور اگرچہ یہ لوگ واصل صرف ذلیل اور قرض دار غلام ہوتے ہیں اور کچھ بھی جائدادوں نہیں رکھتے مگر حکومت لے ہی بڑے دانشمند اور شمول امیر ہی جاتے ہیں۔ اور اس طرح تمام ملک میں وہ اتنی اور ہرادی پھیلی ہوتی ہے۔ اور جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں یہ تمام صوبہ دار اپنی اپنی جگہ پر چھوٹے چھوٹے ذمہ دار ہیں جو فیہر معدود اختیارات رکھتے ہیں۔ اور کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے کہ جس کے پاس مظلوم رعایا استغاثہ کر سکے یا وہ خواہ کیسا ہی اور بار بار ظلم کیوں نہ ہوا ہو اس کو اپنی داد دے کسی طرح اسید نہیں ہے اگرچہ یہ بات درست ہے کہ بادشاہ تمام صوبوں میں واقعہ نہیں۔ مقرر کرتا ہے۔ جی کا یہ کام ہے کہ ہر امر و قوت میں آئے اس کی اطلاع دیتے رہیں۔ لیکن ان نا لائق واقعہ ذلیل اور صوبہ داروں کے باہم خود ہی سازش ہو جاتی ہے۔ پس وہ ظلم جو رعایا پر ہوتا ہے ان کی موجودگی سے شہادت اور ہر ہی رکھتا ہے۔

حکام کے تقرر کا عمل و آراء | ہندوستان کے صوبہ داروں کی طرف سے جو جینی قیمت چہے اور تحفے مقرر ہو تو وہ دیتے جاتے ہیں مگر چہ تقریباً وہ ان کے عہدوں کی قیمت ہی کا کام دیتے ہیں۔ مگر تاہم صوبوں کی حکومت جس قدر علانیہ اور جلد

جلد سلطان روم کی سلطنت ترکی میں فروخت ہوتی ہے اُس قدر علاوہ جلدی سے ہندوستان میں نہیں بکتی اور ہندوستان کے صوبہ دار روم کی بہ نسبت چرنگر اپنے صوبوں پر قائم ہو کر دلاور و مرتب رہتے ہیں اس وجہ سے بہ نسبت اُس وقت کے کہ جب پہلے پہل وہ افلاس اور پلٹنے کی حالت میں صوبہ دار مقرر ہو کر جاتے ہیں رفتہ رفتہ رعایا کی نسبت ان کا ظلم کم بھی ہو جاتا ہے۔ اور ایک یہ وجہ بھی کم ظلم کرنے کی ہے کہ اُن کو یہ خیال رہتا ہے کہ کہیں یہ لوگ ملک کو چھوڑ کر کسی راجہ کی عمل داری میں نہ چلے جاتیں یعنی الواقع اکثر جوتا رہتا ہے۔ اور روم کی طسرت ایران میں بھی جلد جلد اور علاوہ طسرت حکام کی تبدیلی نہیں ہوتی کچھ نکو دہاں اکثر باپ کی جگہ بیٹا ہی حاکم مقرر کیا جاتا ہے۔ اور یہ عمل دہاں سلطنت روم کے دستور سے اچھا ہے اس کا جدی نتیجہ یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ایران کی رحمت روم کی رعایا کی بہ نسبت خوش حال ہے اور ایرانی ادب اور شایستگی میں بھی روم کے محرموں سے بہتر ہیں۔ بلکہ کسی تعداد کتابوں کے مطالعہ اور پڑھنے کھنے میں بھی معروف رہتے ہیں مگر ان تینوں ملکوں یعنی روم۔ ایران۔ اور ہندوستان میں یہی ام اینڈ ٹوام یعنی حق ملکیت کے اصول کو زمین اور دوسری چیزوں کے بارے میں کوئی نہیں جانتا اور اس اصول کے نہ ہونے سے جو در حقیقت تمام خوجوں اور برکتوں کی ہڑ ہے۔ یہ تینوں ملک لازمی طور پر محدود کلی ہیں باہم مشابہ ہیں اور ایک ہی قسم کا سخت غلطیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور جلد ہی خواہ دیر میں بالعموم غلطی اور بربادی اور مصیبت سے جو ان غلطیوں کے طبی نتائج ہیں ان کو دھار۔ ہونا پڑے گا۔

فرنگستان کی خوش حالی اور ترقی کے اسباب

مخاطب من۔ ہر کو خدا کا نہایت شکر کرنا اور خوش ہونا چاہیے کہ ہمارے مہاکب فرنگستان میں بادشاہ زمین کے مالک علی الاطلاق نہیں ہیں۔ اور اگر ایسا ہوتا تو اس قدر آبادی اور ثروت نہ ہو جاتی اور ایسے عمدہ اور آسودہ مشہر کہاں ہوتے اور شائستہ اور فارغ خیال خلقت کس طسرت دیکھنے میں آتی۔ اور اگر یہ بر باد کن علی الاطلاق حق پادشاہوں کو یہاں بھی حاصل ہوتا تو اب کی بہ نسبت ان کی دولت اور ان کی رعایا کی وفاداری اور محبت ہندی کی کہے اور یہی کیفیت ہوئی اور وہ صرف ہیا بان اور سفنات ملکوں اور مشین اور کمزگراؤں کے

بادشاہ ہوتے۔

حقیقت یہ ہے کہ بادشاہ اپنی ایضاً شریعت الہی اور قانون قدرت سے بڑھ کر ناپائیدار  
 خود مختاری حاصل کرنے کی حرص میں ایسے اندر سے جو جاتے ہیں کہ ہر چیز کو اپنے ہی  
 ہاتھ میں لینا چاہتے ہیں جن کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آخر کار ہر ایک چیز ان کے ہاتھ سے نکل  
 جاتی ہے۔ یا اگر ہمیشہ ہی ایسا نہ ہوتا تو سب کچھ ان کے ہاتھ سے نکل جائے۔ مگر تو بھی جانتا  
 کہ سرور ہی ہوتا ہے کہ جس قدر مال و دولت کے جمع کرنے کی طمع ان کو ماضی پر موقوف کرتی ہے  
 یہ خلاف اپنی اُس آرزو کے اُس کے حاصل کرنے سے ہمیشہ باز رہے اور اس اور محروم ہی رہتے ہیں  
 میں پھر کہتا ہوں کہ اگر جیسے ملک کا طرز حکومت بھی یہی ہوتا تو ایسے رتنوں کا خزانہ  
 وہیں حصول اہل مشہر ترقی کنٹین اہل تجارت۔ ذہین اہل حرفہ اور تیز فہم کارخانہ دار  
 کہیں ہوتے اور ایسے مشہر جیسے عراض میں چرس۔ لائیس ڈولز اور مائین۔ اور انکسٹائن  
 میں لندن یا اور بڑے بڑے مشہر ہیں کہاں پائے جاتے۔ اور اس قدر تعہات و بہات  
 - کثرتی ہوس - غرض تمام میدان پر پاڑ اور وادی جن میں نہایت ہوشیار ہی اور بخیر  
 اور محنت سے زراعت کی جاتی ہے کس طرح دکھائی دیتے اور جاریے محاصل کثیر کی جو  
 اس محنت اور مشقت کا نتیجہ ہے۔ اور جو بادشاہ اور رعایا دونوں کے لئے مفید ہے کیا  
 حالت ہوتی بلکہ سب کچھ اس خواہش و تصور کے برعکس ہوتا۔ اور جاریے بڑے بڑے  
 مشہر یا موافق ہوا کی وجہ سے سکونت کے قابل نہ رہتے اور ڈرے کرکھنڈر ہو جاتے  
 اور کسی کو ان کی مرمت کوئے اور زوال سے روکنے کی فکر نہ ہوتی۔ اور نہ ہی پانچواں  
 کو لوگ چھوڑ کر چلے جاتے اور دیوان اس سرے سے اُس سرے تک جھاڑ بھٹکے اور  
 گھاس پھوس سے بھر جاتے۔ اور مضر صحت اور دہائی امراض پیدا کر کے والی دلدلیں سطح  
 زمیں کو ڈھانک لیتیں۔ اور مسافروں کے آرام و آسائش کے ذریعے معدوم ہو جاتے۔  
 مثلاً وہاں تین برس اور لائیس کے راستے ہیں بنے ہوئے ہیں اپنے۔ سمجھ سے کرکھنڈر ہوتا

لے لکھنا کہ، انکسٹائن کے لئے - س - م - ج

عہد کثرتی ہوس مکان صوابیہ کو کہتے ہیں برائے یورپ تبدیل آب و ہوا اور تفریحی طبع کے  
 لئے آبادی سے دور مسافرات مشہر میں بنائے جاتے ہیں۔ نقلا - س - م - ج

کا رواں سرائیں رہ جاتیں اور مسافروں کو غارتہ دشمنوں کی طسرت ہر شے اپنے ساتھ لئے بھرتا پڑتی ۔

**ممالک ایشیائی کی کارواں سرائیں** | دخل غارتہ کے مشابہ ہوتی ہیں جن کے چاروں طرف پلوٹ نمون کی طرح پہنچ دیواریں بنی ہوتی اور پختہ فرش لگا ہوا ہوتا ہے جن میں سیکڑوں انسان سدا پہ گھوڑوں، خیروں اور اونٹوں کے نظر آتے ہیں ۔ اور گری کے موسم میں تو یہ مکانات ایسے گرم ہوتے ہیں کہ دم گھٹا جاتا ہے ۔ اور جاڑوں میں سردی کے اسے سرتے سے بچنے کا کوئی ذریعہ بجز ان بہت سے حرارت کے ماس کے نہیں ہوتا اس مرتد پر اُمید ہے کہ بعض لوگ امراٹھا پہنیں گے کہ ایسے کئی ملک ہیں مثلاً سلطان روم کا ملک کہ جہاں سی ام اینڈ ٹو ام کے اصل کو کوئی بھی نہیں جانتا ۔ مگر پھر بھی نہ صرف بحال خود قائم اور موجود ہیں بلکہ ان کی عظمت اور اقتدار پر تا فیروا ترقی پڑ رہے ۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی دینی اور مٹی سلطنت جیسی کہ سلطان روم کی سلطنت ہے اور جس میں بہت سے صوبوں کی زمیں ایسی طاقتور اور نہ خیز ہے کہ کامل ترود کے بغیر بھی برسوں تک اُنس کا خود قائم رہتا ہے بالعمدہ دولت مند اور طاقتور ہوتی چاہیے ۔ مگر خود کرنا چاہیے کہ مقابلہ اُنس کی دسخت اور تصدقی خوبوں کے اُنس کی دولت اور طاقت کس قدر کم ہے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ وہ ایسی ہی آباد ہے ۔ اور اُنس میں ایسی ہی ہوشیاری سے کا شط کاری اور ذراعت ہوتی ہے جیسی کہ حق ملکیت زمینی کے رعایا کو حاصل ہونے کی صورت میں ممکن ہے تو اس صورت میں ہے شک ہے ہونا چاہیے کہ یہ سلطنت ایسی ہی مٹی اور عمدہ فوجیں نوکر رکھ سکتی ہے جیسی کہ قدیم زمانہ میں تھیں حالانکہ آج کل تو خاص قسطنطنیہ ہی میں یہ حال ہے کہ اگر پانچ چھ ہزار سپاہی بھرتی کرتے ہوں تو تین چھٹے لگے ہیں چنانچہ میں ترجیاً اس مقام ملک میں پھرا ہوں اور میں نے اس کو جلیت ہی انور سناگ طور پر تہاہ اور اُمڈا ہرا دیکھا ہے ۔ البتہ عیسائی نظام ہر اس سلطنت کے تمام حصوں سے یہاں آتے ہیں اُن سے اس ملک کو کسی قدر دولت ملتی ہے ۔ لیکن اگر اس سلطنت کا طرزِ مکاری آئندہ بہت برسوں تک ایسا ہی رہا تو بالعمدہ وہی ہی اُمڈا ملتی کمزوری کی وجہ سے تہاہ ہو جائے گی ۔ اگرچہ

شاہجہاں کے اہم امیری اور مہادونگی

کہ فی الحال یہ کمزوری ہی اس کے قیام کا باعث ہے کیونکہ کسی صوبہ کا کوئی فرمان دیا کر کے اور شخص اپنی استطاعت نہیں رکھتا کہ کوئی جھوٹی سی بھی ہم کی تیاری کر سکے یا اس قدر سچا ہی کہ جو اُس کے لئے کتنی ہوں ہم پہنچا سکے کی عجیب بات ہے کہ جو ہر اس سلطنت کے زوال کا باعث ہے وہی اُس کے چند روزہ قیام کا موجب ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان صوبوں میں بغاوت اور فساد کے روکنے اور اس قسم کے خطرات کے انشاء و کامل کی فرض سے وہی عجیب و غریب سحریر اس ملک کے بھی مناسب حال معلوم ہوتی ہے جو ملک کیونکہ ایک سر مشی نے اختلا کی تھی کہ بہت عرصہ تک زمین کا بڑا بڑا بند کر دیا۔ ملک کو جنگل اور سی بنا دیا اور پچھلی آدمی رحمت ہمسکوں بار دانی۔ مگر اس سے بھی کچھ دیر بعد اس کی یہ عرصہ تدریجوں ہی گئی۔ کیونکہ ملک کئی حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ اور تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ اس ملک کے دلا حکومت مشہور تھا پر تھوڑے سے جینی جو بھاگ کر آئے تھے تابعین ہو گئے۔

مگر ہر حال ہم کو تسلیم کرنا چاہیے کہ جیسے ہی ناگہا سلطنت روم کی بالکلیہ برباد ہو جانے کی کم امید ہے۔ اور ہم خوش ہوں گے کہ اس سے زیادہ اُس کی خراب حالت نہ دیکھیں کیونکہ اس کی ہمسایہ ریاستوں کا تو یہ حال ہے کہ اس پر حملہ آور ہونا تو کیا بیرونی امداد کے بغیر اپنا بچاؤ بھی نہیں کر سکتیں۔ اور بیرونی امداد کی یہ کیفیت ہے کہ جلد مسانفت اور مصد اور دفاع کی وجہ سے اُس کے پہنچنے میں دیر ہوتی ہے اور اسی وجہ سے وہ امداد نا کافی بھی ہے اور ناقابل اعتماد بھی۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اس امر کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ایشیا کی سلطنتیں مفید قوانین سے کیوں مستفید نہیں ہو سکتیں اور سرحدات کے لوگ خیر یا منکر یا خود بادشاہ کے حضور میں استغاثہ کیوں نہیں کر سکتے تو میں قبول کرتا ہوں کہ البتہ وہاں بھی عرصہ تو انہیں ہیں اور بشرط آن پر کامل طور سے عمل ہو تو ایشیا بھی دنیا کے اور ملکوں کی طرح لئے ملک ہر ہاکے اشتداد سے جو کہ ہر دم مت کے پیرو ہیں اس لئے اُن کے ذہنی مقصد اگرچہ یہ نہیں ہوتے کہ اصل کتاب میں ایسا ہی لکھا ہے۔ س م ج

پند یہ ہو دو بادشاہ کے قابل ہو جائے۔ لیکن جب کہ اُن پر عمل نہ ہوا اور نہ اس امر کا حکام ہو کہ وہ ان پر عمل کرایا جائے تو ایسے قوانین سے کیا فائدہ اور جب کہ حکام صیہات اسی دوسرے یا خود بادشاہ کے مقرر کردہ ہیں جو اُن کی نسبت نالاش سننے کی طاقت رکھتا ہے اور جب کہ فی الواقع ایسے ہی ظالم لوگوں کے سوا حکام کا مقرر کرنا دوسرے اور بادشاہ کی دوسری سے بھی غارت ہے۔ یہ دوسرے یا خود بادشاہ کے ہڈا نہ لے کر مقرر کئے ہوئے ہیں تو اُن کی نالاش کس کے پاس کی جائے۔ اور بالفرض اگر دوسرے یا بادشاہ کا میلان خاطر لوگوں کی سماعت نالاش کی طرف ہو بھی تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک غریب کسان یا مضم رسیدہ کاریگر چار سو یا پانچ سو میل کے سفر کا خرچہ کثیر آشکار و راسطنت تک پہنچ سکے۔ اور اس کے سوا ایک یہ آفت ہے کہ یہ زبردست ظالم جیسا کہ اکثر ہوا ہے مستحیث کو راستہ ہی میں قتل کر دیتے ہیں یا اُس کو اپنے خاندان میں لاکر ہول میں آتا ہے کرتے ہیں۔ اور اگر کسی اتفاقی سے کوئی مستحیث بادشاہ تک پہنچ بھی جاتا ہے تو صوبہ دار کے طرف دار لوگ اصل حقیقت کو چھپا کر کہہ اٹھتا ہے کہ بادشاہ کو یاد کر دیتے ہیں۔ خوشگ صوبہ داروں کو اُن کے صوبجات کا بالکل مالک اور خود مختار حاکم سمجھا جاتا ہے وہ خود ہی بیچ رہا۔ خود ہی پارلیمنٹ خود ہی پریسیڈنٹ اور عدالت اعلیٰ، خود ہی اسپیکر و قاضی جرم کرنے والے، اور خود ہی محاصل شاہی کے وصول کرنے والے۔ چنانچہ ایک ایرانی نے ان ظالم اور لالچی صوبہ داروں اور کاریگر داروں اور مستاجروں کی نسبت کیا ہی خوب کہا ہے کہ ان کا بڑا بڑا گھر ہے اور وہ بڑے بڑے محاصرے میں محصور ہیں اور اصل بات تو یہ ہے کہ ان کی عورتوں اور بچوں اور غلاموں اور بیٹوں کے معاصروں کے اخراجات کے لئے تو کوئی بھی آمدنی کتنی نہیں ہو سکتی۔

اگر کوئی یہ کہے کہ ہمارے ملک فرانس کے بادشاہوں کی ملکیت خاص کی زمینیں ایسی ہی جتنی ہوتی جاتی ہیں اور نہایت کثرت سے لوگ ان میں آباد ہیں جیسی کہ رعایا کی ملکیت کی زمینیں جتنی ہوتی جاتی ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی سلطنت کا جہاں کا بادشاہ صرف چند قلعوں کا مالک ہے ایسی سلطنت کے ساتھ کہ جس کی کل زمین شاہی ملکیت ہے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے علاوہ فرانس میں آئین و قوانین ایسے مقبول ہیں کہ اُن کی تعمیل

سب سے اول بادشاہ پر واجب ہے۔ اور جو زمین اس کے قبضہ میں ہیں ان میں حق کسی کا شکار کو حاصل ہے وہ اس کو داخل نہیں کر سکتا۔ اور اس کے کاندہوں اور متاجروں پر تماموں کے موافق لاش ہو سکتی ہے۔ اور مظلوم کسی یا کارگیر بے شک اپنے انصاف کو پہنچ سکتا ہے۔ لیکن ایشیا میں کمزوریوں اور مظلوموں کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ اور تاقون جس سے تمام سنگڑے فیصلہ پاتے ہیں صرف حاکم کا سونپا یا اس کی بے شکانہ اور رنگارنگ رائے ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ بعض لوگ یہ کہیں گے کہ بعض نواتہ ایسے ہیں کہ درحقیقت حکمرانیت غرضیہ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں مثلاً دکن کے عدالت بہت کم ہوتے ہیں اور مقدمات بھی زیادہ عائر نہیں ہوتے۔ اور بدواً ہوتے ہیں وہ بہت جلد فیصلہ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ میں بھی تسلیم کرتا ہوں کہ مقدمات کے انصاف میں طوائف کا ہونا ہر ایک سلطنت کے لئے سخت عیب ہے۔ اور بالخصوص بادشاہ پر اس خرابی کی اصلاح واجب ہے لیکن یہ لوگ خواہ کچھ ہی کہا کریں مگر ہم تو اسے ان کی اس پُرانی مثل کی بہت بڑھ کر تعریف نہیں کر سکتے کہ ناحق کو تباہ بہتر از حق درازہ کیونکہ یہ امر یقینی ہے کہ اس طوائف کے رفع کرنے کا اس سے زیادہ موثر علاج اور کچھ نہیں ہے کہ رعایا کا حق ملکیت مثلاً دیا جائے۔ اور جب یہ حق نہ رہے گا تو بے شمار تاقون کا درد و انہوں کی ضرورت خود ہی نہیں رہے گی۔ خصوصاً ان کا درد و انہوں کی جو اہم اور طویل و طویل اور پیچیدہ مقامات میں پہنچ جاتے ہیں۔ نہ بہت سے بشریوں اور جموں کے رکھنے کی حاجت ہوگی۔ اور نہ بڑے بڑے دکاندار اور مختار کاروں کی جماعت کثیر کی۔ جن کی گذر اوقات صرف مقدمات ہی پر مشغول ہے احتیاج ہوگی۔ لیکن کچھ شک نہیں ہے کہ یہ علاج مرض سے بڑھتا ہے نہ ہوگا اور جو معیبت اس سے ملک پر پڑے گی اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ اور کھائے بشمیر غلوں اور بھجوں کے جن کی دیانت اور امانت پر بادشاہ سہروسہ کر سکتا ہے رعایا کے لوگ اس قسم کے حکام جاہل کے اختصار میں جا پڑیں گے جن کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مالک ایشیا میں اگر کبھی انصاف خالصہ تو صرف ان فریب اور کم درجہ کے لوگوں کو ملتا ہے جو تاقون کو رشوت دینے کا مقدور نہیں رکھتے۔ یا کچھ دسکر جو ان کے گواہ نہیں بنا سکتے جو جیش بہت سستے اور کثرت سے مل سکتے ہیں اور جو کسی مزارع نہیں پاتے۔

میراج ہومان اپنے کسی برس کے تجربہ پر پہنچی ہے۔ اور بے مختلف ذریعوں سے ان امور

سے واقفیت حاصل ہوئی ہے اور یہ اس تحقیق کا نتیجہ ہے جو ہندوستان اور بیرون  
سوداگروں سے جو عرصہ سے اس ملک میں کاروبار کرتے ہیں اور مختلف سلطنتوں کے  
سفیروں، تاجمانوں اور تاجر ملاؤں سے نہایت کشش کے ساتھ میں ملے کی ہے۔ میں  
جانتا ہوں کہ میری یہ شہادت میرے اکثر ہم وطن سیاحوں کے بیان کے برخلاف  
ہے شاید انہوں نے کسی شہر میں راست چلتے روزلیل حضوں کو دیکھ لیا ہو گا کہ قاضی  
نے ان میں سے ایک کے یادوں کے تلوٹ پر سخت جوٹیں لگا کر جلدی سے کپڑی سے  
ملے ہرموں کے ملوں پر تاحیوں کا پتہ لگوانا جو مصنف نے لکھا ہے۔ چونکہ تعزیر کا یہ وحشیانہ  
طریقہ ذوق شرع اسلام کے موافق ہے ہندوستان کی رسوم و عادات میں سے ہے۔ اس لئے  
کچھ اس کاحال لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ماضی ہو کہ سزا دی کے اس طریقہ کو ایرانی لگ بھب دھک یا چوب دھک کہتے ہیں۔  
اور پایا جاتا ہے کہ اس ملک میں سیکڑوں برس سے یہ سزا صرف ہندوؤں، یہو معاشوں کو  
دی جاتی ہے بلکہ ایرانی میاں بھی اپنے کتوں کے شریر لڑکوں کو بھی یہی سزا دیتے رہتے ہیں۔  
پچاس سالہ راتے ٹیک چند بہاؤ کی کتاب مصلحتاً یہ بہار نگم میں جو آج سے ایک سو اڑھارہ سال پہلے  
یعنی ۱۷۵۰ء کی تصنیف ہے لکھا ہے کہ۔ "تک جو بے لاشہ طوقی کہ دہر دوش دو جاسوہ کند  
ورینہ نے انان بگڑا بندہ سلطان ہرود پائے اٹھال بازی کوٹن داروان چند کدو تاب وندہ آنگا وچو  
نزدہ دچوب دھک نیز مہاتر میں مل است علی خراسانی گندہ تا کتب گشتی گردیدہ پیدا و دھک  
اندہ فلان با خدم پائے حشا و دھک" ایضاً محمد علی سلیم گندہ

را و کتب اٹھال گشتہ ہندوی کہ کہہ کہست در دھکو و دھک وادو ایضاً محمد سعید اشرف  
گندہ سے چوں زدم ہوں جہدہ لکھنؤ ہو کشم د چارہ بنے دھک بود عقل گرنے پائے را  
عس تاخیر گندہ سے رود چ عقل سر شکم بروں د کتب چشم نہہ ہاٹن زفر کا لاد پو غم دھک  
لا زالدین ظہری گندہ سے گرچہ تاریب خلق بر دھک است و کھکشاں ہم برلے او دھک مست  
و اغلب جو بے بود کہ ہر دسا آن کسمبا شدہ اور راتے ٹیک چند کے استاد صلاح الدین علی خاں  
آر دہنے اپنی کتاب مصلحتات تاریخی ص ۱۶۱ پر ایت میں ہر بہار نگم سے چند سال فیر کی تصنیف  
ہے۔ یوں لکھا ہے کہ۔ "تک کروں" نو سے از تعذیب اٹھال با خود کہ مطلق کنند و دھو  
آو کشتن است لڑکوں کو سزا دینے کا ایک طریقہ ہے جو آستانہ ہر تے ہی اور وہ واصل آنگا نکالے



بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ کا طریقہ ہے) اور اس اُعلیٰ شکائے کے معنی کا استنباط اپنے شاعرانہ خیال میں محمد تلی سلیم کے ذکر وہ بالا شعر سے مناسبت لفظ فلک یعنی آسمان کے پھر لفظ نورانی ہو گیا۔ کا وہی شعر نقل کیا ہے اور اس میں کبکشاں کو اپنے تصور میں آسمان سے خطاب گودان کرے جہالت گھٹی ہے کہ فلکیں ازین شعر ظہور ہی یعنی آسمان کے سلطان براطفاں زمند معلوم ہی شود۔ لیکن ظہور ہی کے اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد وہ شعر ہے جس سے استاد و فنکار کو پتہ چلے کہ چونکہ فارسی زبان کے ان چند دستاویز نامور محققوں نے یہ خوب و فلک کے متوالہ میں احتمالی باتیں کہیں ہیں اس سے ظاہر ہے کہ ان کے وقت میں جو سہ صد سال کا حساب لگانے سے محروم تھا وہ صہر سلطنت معلوم ہوتا ہے جس سے مشعلہ میں تخت نشیں ہو کر مشعلہ میں وفات پائی تھی۔ ہندوستان میں یہ سہ صدی درہی تھی۔ انگریزی زبان میں اس طرح سہ صدی کا نام لٹیٹ نیڈو ہے چنانچہ وہیہ بشر کی ڈکشنری میں ہر زمانہ حال کی مستحق کتب لغات میں ہے۔ اس کی تصویر بھی کہیں ہے۔ اور بیان کیا ہے کہ دراصل یہ لفظ زبان فارسی کا ہے۔ اور باقی انفرنس اور سپی کی زبانوں میں جو لفظ لٹیٹ نیڈو کے لئے عربی لفظ الفاظ ہیں جملہ اُن کے زبان فرنگی میں پہلے اس فنا کو بتیں کہتے تھے اور اب جن کہتے ہیں۔ اور وہی مصنف لکھتا ہے کہ اس کے معنی ہیں چھری یا سونے ایک تخت چوٹ اور خصوصاً اس طرح سزا کو کہتے ہیں۔ اور ٹکی یا چین وغیرہ سلطنتوں میں اس طرح ہر وہی جاتی ہے کہ مجرم کے تلوے پر لاشیاں آتے ہیں اور اسی کتاب میں اس کی تصویر اس طرح بنائی ہے کہ ایک شخص کو سزہ کے بل اوندھا لٹایا جا رہا ہے۔ اور اُس کے دونوں پاؤں گھٹنوں تک اس طرح اودھنے کے ہوئے ہیں جیسے کہ پاؤں میں تیرنے کے وقت اکثر لوگ کرنا کرتے ہیں۔ اور دونوں پاؤں کے برابر دو مضبوط کھونٹے لگائے ہیں اور اُن کے ٹخنوں میں آسمان پر ڈال کر اُن کو سزا کے ساتھ مضبوط باندھ دیا ہے۔ اس طرح سے کتلے دو جاساں ہیں اور اس کے پاس ایک شخص دونوں ہاتھوں میں لاشی اٹھائے کھڑا ہے جبکہ آٹھ کل کے ردی ترکوں کا سا یودھیا غلام اس پینا یا جا رہا ہے وہ زور سے اُس کے تلوے کو پیٹ رہا ہے۔ خوب و فلک کی شکل و صورت اور اس کے طریق اشتعال کی نسبت جہاں تک ہم کو اہل ایران سے معلوم ہو سکا ہے۔ خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ ٹوٹے کے طور کی کئی دو گز لمبی اور ایک فٹ و دو انچ لمبی کھڑکی کے دونوں سروں میں سوراخ کہ کے اُن میں کمان کے چنے کی طرح کئی تین باشت طول کی

باہر نکلا دیا ہو گا۔ دیا دوڑوں کو۔ سے پہلے بابا "معلوم نہیں کون سے الفاظ کی خرابی ہے، یا کچھ اور ایسے ہی ملامت الفاظ کہہ کر جو فاضلی لوگ اُس وقت کہہ دیا کرتے ہیں جب کہ اُن کو فاضلی میں سے کسی سے کچھ فرت کی امید نہیں ہوتی جلدی سے رخصت کر دیا ہو گا۔ اور کچھ شک نہیں ہے کہ کارروائی کا یہ مختصر طریقہ دیکھ کر اُن کا تعجب بے عمل نہیں۔ اور وہ اسی وجہ سے فرائض میں یہ کہتے ہوئے پہنچے کہ "واہ واہ کیا خوب اور کیا جلدی انصاف ہوتا ہے اور اے ماستی شعار قاضیان ہندوستان فرائض کے بحرِ شریوں کو تمہارے غم پر چلنا چاہیے۔ اور ان بے چاروں کو اس کا خیال بھی نہیں ہوا کہ جموئے شخص کو اگر اس قدر استطاعت ہوتی کہ پانچ سات روپیوں سے فاضلی یا اس کے صمدوں کی شمش گرم کر دیتا یا دو چار روپیہ خوب کر کے فوجی گواہ ہم پہنچا لیتا تو بے شک جیت جاتا یا مقدمہ کو جس قدر طول دینا چاہتا وہے سکتا۔

جناب من۔ میں نہایت سہاوی سے پھر عرض کرتا ہوں کہ اگر حق ملکیت جائداد داخل کر دیا جائے تو خلع بے انصافی، اخلاص۔ اور دھشت اُس کے لازمی نتیجے ہوں گے اور زمین کا ہندو متورث ہرگز ملک منسلک اور دیران ہو جائے گا۔

فطرت کلام یہ ہے کہ اس سے بادشاہ اور قوم دونوں کی تباہی اور ہرادی کا راستہ کھل جائے گا۔ کیونکہ دنیا میں انسان اسی امید پر منت کرتا ہے کہ اُس کا پہل اُس کو بقیہ حاشیہ صوفی گوشت۔ ایک ڈھیل دی یا خیر تو اسے رکھتے ہیں اور جب مجرم کو سزا دینا چاہے ہیں تو اُس کے پاؤں کو اول اُس ہی میں بل دے کر کسیتے ہیں اور بعد ازاں وہ آدمی اس ڈنڈے کو دونوں سروں سے پکڑ کر مجرم کے طورے اس طرح سے دو باطن کر دیتے ہیں۔ گویا گھوڑے کی نعل بندی کرتے ہیں اور تین شخص اکثر درخت اہل کی شاخوں سے ہر چنگ دار ہونے کی وجہ سے زائد حال کی بدست اسے نگرہری کے ضرب ہیر کا سا جو چوڑوں بد معاشوں کی پشت پر مارے ہیں کام دیتے ہیں مجرم کے تلووں کو پٹیا ہے۔ تو شک نہ چاہیے وہ شاخیں ملو اور فلک سے وہ ڈنڈا اور دنی زلفہ ایمان کے گتہوں میں اُس ڈنڈے کو فلک بھی کہتے ہیں چارے ایک ایوانی دوست نے بیستی سے کتب کے بچوں اور چوڑوں کی سزا کے طریق میں جو فرق لکھا ہے بہتر ہے کہ اُس کی انھیں کے الفاظ میں بیان کیا جائے۔ وہ ہوا۔

جو بزدل مخصوص حکام و ملاطین است کہ دند و فیرو را خیز ہی کنند وے فلک در کتب خداد مخصوص بہ اطفال کو چنگ است و چپ آن یک نورع و شاخ انار با یک دو طفل اگر گزرتہ خود مسلم

شاہجہاں کے ایامِ اسیری اور صہاء و گنتِ صیب

اور اس کی اولاد کو لے اور یہ امید ہی ہر ایک نائدہ مند اور عہدہ شے کی نبیا و ہے ۔ اور  
اگر ہم دنیا کی سلطنتوں کی حالت پر نظر ڈالیں تو ہم کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کی ترقی یا زوال  
صرف اسی اصول کے لحاظ یا عدم لحاظ پر موقوف ہے مختصر یہ کہ اسی اصول کے عمل و رد آمد یا  
اس سے غفلت کرنے کا نتیجہ ہے جو ملکی کے حالات میں الٹ پھیر ہو رہی ہے۔

جبیرہ شاہیہ سلوک شہدہ : ایامِ برکت و پائے لعل کو چندان صدمہ و غم نہ ہوئے گا فتح گاہ شہدہ کی جیسے خوب  
ایامِ زرخیز و برکت و پائے شہنشاہی کہ تمام پائے شہنشاہی محمود و شہدہ و عینِ آہ و قہقہے کی زندگی بسر ہے  
ختم ہوا خود زخمِ شہدہ ہسیدہ جا است ۔ حال و دایان مروج است فقط س م ح

## کوچ بہار اور آسام پر میر جہلہ کی فوج کشی

یہ ہم دیکھا کہ ٹوٹا کڑوہ نیر نے کھسا ہے، مرنے آسام ہی پر نہیں جرتی تھی بلکہ کوچ بہار اور آسام دونوں پر ایک ہی دولت میں فوج کشی کی گئی تھی۔ اور اصلی سبب اس کا یہ تھا تھا کہ مستندہ کے اخیر میں جب شاہجہاں کی بیماری نے طول پکڑا اور طرح طرح کی افواہیں پھیل گئیں۔ حدود سلطنت میں فتنہ پیدا ہوا۔ اور چاروں شاہزادوں نے ایک اور محم پادشاہ اور شجاع جنگالہ سے پٹنہ کوچ کر گیا۔ تو کوچ بہار کے باج گنڈا راجہ ہم خاں نے بھی یہ بل میل دیکھ کر پادشاہی علاقہ یعنی گھوڑا گھاٹ کو لوٹ لیا۔ اور وہاں کی دعا میں سے ایک حمایت کفر کو میں میں اکثر مسلمان تھے قید کر کے اپنے ملک کو لے گیا۔ اور اس پر بھی میں ذکر کے بھولانا تھا اپنے وزیر کو ایک اندوہ منعم کے ساتھ کامروپ کے علاقہ پتھلا کر لینے کے واسطے مامور کیا۔

آسام کے راجہ چند دھج سنگھ نے جو اس سے جدوجہد بہت مست تھا جب یہ حال دیکھا تو اس نے بھی ایک لشکر عظیم خشکی اور تری کی راہ سے علاقہ کامروپ پر مدد نہ دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کامروپ کا بادشاہی فوج دار کوچ بہار اور آسام کے لشکروں سے تعامل کی طاقت نہ دیکھ کر اور جنگالہ کے صوبہ دار (سلطان شجاع) سے کمک پہنچنے کی امید منقطع ہوسکے تھا۔ لیکن راجہ محل، کہ بھاگ آیا۔ اور چونکہ بھولانا تھے بھی خود کو آسامیوں سے کمزور نہ مان لیا۔ لیکن اس میں کھسا ہے کہ کوچ بہار کے علاقہ کے لوگ نادان کی صورت پر جتے ہیں۔ اس نے فقط نادانی جیسا کہ ان کے راجہ کے نام کا جزو اخیر ہوتا ہے۔ بلکہ اسی وجہ سے یہاں کے سونے کے سنگر بھی ادا نہیں کئے ہیں۔ اور طاقت خاندان کے باعث سے کوچ بہار۔ اور آسام کے راجہ اس زمانہ میں اس طرف کے لوگوں کی نظر میں بہت مغرور و عزم خیال کئے جاتے تھے۔ اس کی ریاست جنگالہ کے شمال و مغرب میں اہل شمال پکچی کو کس کے طول اور پچاس کوس کے عرض میں دس لاکھ روپہ آمدنی کی تھی اور دریا کے منگرف جوتھ اور جنگالہ میں بہتا ہے۔ آسام اور کوچ بہار میں داخل تھلا سام

بھڑک چھوٹ گیا اس وجہ سے آسام والوں نے بے مقابلہ مزاحمت بادشاہی ملک پر مسلط ہو کر خوب لوٹا اور اپنے دستور کے موافق بہت سی رعیت کو پکڑ کر قیدی بنا لیا اور یہاں تک بٹھے کہ بے روک لوگ جہانگیر گڑ سے تقریباً پانچ منزل کے فاصلہ پر موضع ست سلاچ گندکری گاڑی میں اپنا تھاڑ بٹھا دیا۔

یہ اسامی اپنے زبردست اور غرور تھے کہ پہلے بھی کئی بار ایسی حرکتیں جہانگیر اور شاہجہاں کے عہد میں کر چکے تھے۔ چنانچہ ایک بار سید ابوبکر کو جہانگیر کا ایک امیر تھا میر آس کی نوج کے جھوٹے پاس سے اور دوسری دفعہ شیخ عبدالسلام حاجہ کے نوج ما کو شاہجہاں کے زمانہ میں گواہی سے پکڑ کر لے گئے تھے اور کبھی بھی کسی مسلمان بادشاہ سے مغلوب نہ ہوئے تھے۔ کیونکہ ایک تو یہ لوگ وحشی خصال اور جنگجو تھے۔ علاوہ میں ان کا ملک بسبب کو ہستان اور ندی نالوں، صیق دریاؤں، جنگلوں اور ناقابل گذر بنوں وغیرہ کے سبب قدرتی طور پر محفوظ تھا شاہجہاں کے عہد میں مذکورہ بالا واقعہ کے باعث اگرچہ میر عبدالسلام مخاطب ہا سلام خان صوبہ دار چنگالہ نے خاص اپنے بھائی کو سپہ سالار بنا کر آسام پر فوج کشی کی تھی۔ مگر یہ حملہ آور سردار صوبہ چنگالہ۔ اور آسام کی سرحد موضع کبلی سے ہنڈ آگے نہیں بڑھا تھا کرتے میں شاہجہاں نے میر عبدالسلام کو اپنا ذمہ مقرر کر کے شجاع کو چنگالہ کی صوبہ داری پر مامور کر دیا اور جیساکہ شخصی اراوت اکثر اور میر سے رہ جایا کرتے ہیں اس تیسرے تبدیل میں یہ ہم ناتمام رہ گئی تھی۔

میر جملہ کی راج محل میں آمد | اقدس جب میر جملہ عالمگیر کے تیسرے سال جلوس میں شائع نامہ دہر کی لیاقت اور شجاعت کی شہرت سے اور یہ دیکھ کر کہ وہ شجاع کو کبھی کاہلی سے مغلوب کر چکا ہے۔ اپنی مذکورہ بالا پٹی تدبیر اور صہارت کا خیال کر کے خائف ہوا۔ اور وکیل کے ہاتھ میر جملہ کی خدمت میں ایک معذرت نامہ اس مضمون کا بھیجا کہ ہم ذائق ہمارا دشمن ہے اور وہ چاہتا تھا کہ کامروپ کے علاقہ پر جو قدیم زمانہ میں آسام سے شطرنج تھا متصرف ہو جائے اس سبب سے میری نوج نے اس ملک پر قبضہ کر لیا تھا اب جس کو حکم ہو سونپ دیا جاتے۔

میر جملہ نے مصلحت وقت بھڑک اس کی معذرت کو قبول کر لیا اور وکیل کو خلعت دیا۔

اور رشید خاں کو صدر اور چند سرداروں کے متعین کیا کہ آسامی جو اس قرارداد کے موافق علاقہ کامروپ کو خالی کر کے مناس ندی کے کنارہ تک ہٹ گئے تھے جا کر قبضہ کر لے۔

اس کے بعد ہم نوابین نے بھی مکمل بیچ کر مسدست کی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ اس راجہ نے باوجود بادشاہی بات گذار ہونے کے اطاعت کے خلاف یہ کتاخی کی تھی اس لئے میر جملہ نے صدر قبول نہ کر کے مکمل کو قید کر دیا۔ اور راجہ سوجان سنگھ بندہ لہ اور مڑا ملک اپنے ایک ذاتی ملازم کو کچھ اپنی امداد کچھ بادشاہی فوج دے کر اس کی گستاخی کی مڑا دیشہ کیلے کوچ، بہار کو روانہ کر دیا۔

چونکہ راجہ بھان سنگھ نے شہر کوچ، بہار کے عرب پہنچ کر یہ اندازہ کیا کہ اپنی موجودہ حیثیت سے وہ اس کو فتح نہیں کر سکتا۔ اس لئے ناچار کچھ دوا کے ساتھ کوچ، بہار میں داخل ہوئے کے لئے صدر دودھانہ تھا اور جس کا ذکر تفصیل آگے آئے گا شہر گیا۔

دوسرے سرد آسام پر یہ معاملہ پیش آیا کہ رشید خاں جو بلحاظ قلت فوج ازراہ احتیاط کسی قدر جھجک جھجک کر آگے بڑھنا تھا اس باعث سے آسامیوں نے ان کو ضعیف سمجھ کر ایٹاتے وعدہ کا خیال چھوڑ دیا اور لڑنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔

**میر جملہ کی فوج کشی** | آخر کار جب شجاع تبارہ و بباد ہو کر بنگالہ سے اراکان کو چلا گیا اور میر جملہ نے اس کے تعاقب سے فراغت پائی تو کوچ، بہار اور آسام کے معاملات پر متوجہ ہوا۔ اور ان دولاں بہر جنات خود فوج کشی کرنا مناسب سمجھ کر بادشاہ سے اجازت منگائی اور ان تمام سرداروں اور امیروں سمیت جو شجاع کی مہم میں اس کے ساتھ نامور تھے خضر پور سے زمین کاشٹان بنگالہ کے نقشہ پر نہیں لے، انھار معلومیں ربیع الاول سنہ ۱۰۷۰ کو رمضان سال چہارم جلوس عالمگیری، برسات کے بعد کشیتوں میں روانہ ہوا۔ اور ہتمام بری تلہ ہو بادشاہی ملک میں کوچ، بہار کی سرحد پر پہنچا جائیگا۔

دانشمندان قوم انگریزوں یاں رویان حال کی طرح جو اندازہ داندیشی سپہ سالارہد کے دفتر میں ہمیشہ ایک مستقل محکمہ ہی اندرونی و بیرونی ملکوں کی منہدیت ہر قسم کی معلومات جمع کرتے رہے کا قادم رکھتے ہی اس وقت پیش بینی کے یہ سامان کہاں تھے کہ اس سرحدی ریاست کے راستوں وغیرہ کے حالات سے اس کو واقفیت ہوئی۔ اس نے ناچار وہاں تک کراش ملک میں داخل ہونے کے لئے راستہ تلاش کر لئے نگاہ اور ہدایتات

یہ تین راستے دریافت ہوئے۔

ایک روایت شہرنگ کی طرف سے دوسرا بادشاہی ملک کی سمت سے جو کچھ دوار ہجر جاتا تھا۔ اور جہد حرسے راجہ سہان سنگ اور مرنا بیگ نے داخل ہونے کا قصد کیا تھا نیز لائسنہ گھوڑا گھاٹ اور رنگاٹائی کی جانب سے۔ سوائے ان تین مشہور راستوں کے بادشاہی ملک کی طرف سے ایک اور بھی غیر شعارف راستہ تھا۔ چنانچہ میر جملہ نے جو جو خاص اس کو اختیار کیا شہر کوچ بہار کا محل وقوع | شہر کوچ بہار اس وقت اس طرح واقع تھا کہ اس کے گرد گرد مدت اسے دلاز سے ایک نہایت عریض اور مرتفع بند جس کو اس ملک کی اصطلاح میں آل کہتے تھے جو بچوں کو س کے دور میں بطور حصار کے بنا ہوا تھا۔ جس کے اندر نہ صرف یہ شہر لکھنوی ہی سمیتے بھی تھے۔ اور اس بند کے گرد گرد ایک یسحق خندق کے علاوہ بانس اور ہید اور آدود خنوں کا ایسا گھنا جنگل تھا کہ جس میں سے جانور بھی بھٹکل گذر سکے اور اس بند میں چند مستحکم و دوازے تھے جن پر بڑی بڑی توپیں اور بسی بسی بندو قوں اور زبورک وغیرہ سامان جنگ کے ساتھ نگہبان کے تھے راجہ کی زوجہ ہر وقت تعینات رہتی تھی۔ اور ان سب میں سے بڑا دوازہ جو شہر کے محاذی واقع تھا اس کو کچھ دوار کہتے تھے۔

میر جملہ نے جو راستہ اختیار کیا تھا اگرچہ اس طرف آل کا مرض اور ارتفاع کمر تھا لیکن ندیاں ٹالے اور بانس کا گھنا جنگل اس شدت سے تھا کہ پیم زانی کو اس طرف سے حملہ ہونے کا ذرا بھی وعدہ نہ تھا۔

میر جملہ کی فتح یابی | میر جملہ نہایت محنت کے ساتھ کوچ بکر پچ ندی نالوں کو مورد کرتا اور جنگل کو ٹاٹا چارہ جادوی الاول سنہ مذکور کو آل تک جا ہی پہنچا۔ اور خلیف سے مقابلہ کے بعد اس سے ہار ہو گیا۔

ہم زانی جو اسی جنگل اور آل کے بھروسہ پر ساری فوجیں اور سرکشیاں کرتا تھا شہر کو خالی چھوڑ کر ابراہیل و میال کو ساتھ لے کر بھوٹنٹ کے بلند اور پربتانی کو جتان راجہ شہرگ سے ناگزیر راجہ وغیرہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کی اصطلاح میں لفظ ولایت کا اطلاق ایسے علاقوں کی نسبت کیا جاتا تھا جو بادشاہی حکومت سے آزاد اور خود مختار ہوتے تھے۔ اس طرح شہر بھوٹنٹ میں ہی کو آج کل انگریزی لغتوں میں اکثر بھوٹان کہتے ہیں جیسے دہ راجہ ہوتے ہیں۔

کے پاس جو ایک سو بیس برس کی عمر میں مرد مرناض - تارک لذات اور صرف کپیلہ اور دودھ کی غذا پر رہنے والا اور باوجود کہ برسن کے تندہ مست اور صحیح القرطی اور نہایت منصف اور رعیت پروردہ بہت کامیور و سخا چلا گیا اور میر جولو ششم جمادی الاول سنہ ۱۰۱۷ کو (اس مہر پر روانگی سے تھینٹا ڈیڑھ بجنے کے بعد) شہر کوچ بہار پر قابض ہو گیا۔

مالگیر نامہ میں لکھا ہے کہ فتح مندوں نے اس ملک کو طرح طرح کے پھولوں اور میوں اور سیاہ مرچ اور اور انزاع و اقسام کے خوبصورت درختوں سے ایک قدرتی باغ کی طرح نہایت ہی سرسبز و شاداب پایا۔

گردہاں کے سیاہ فام اور تھماں صورت دینی گورکھیہ خاں، زن و مرد حسن و جمال اور صباحت و راحت سے عموماً محروم و جشی اور جنگلی خصلت تھے جن کا عرب تلو اور ہندوؤں کے علاوہ زیادہ تر زہر کے بجگے بوئے تیر تھے۔

لیکن راجہ کی نسبت گھما ہے کہ اُس کی طبیعت زینت و نفاست پیش و عشرت اور صفائی و لطافت کی جانب نہایت مائل تھی اور اُس کے مکانات - خلوت خانہ دیوان خانہ - حرم سرا - خواص پلچہ - حمام - باغیچہ - نہر - فوارہ - آبشار وغیرہ بہت باقرینہ اور طرح و رنگ و رنگت کے ساتھ بنے ہوئے تھے اور شہر بھی بہت اچھے طریقہ سے جمایا تھا۔ اور اکثر کوچوں اور بازاروں میں عیاباں اور پھولوں کی کیا دیاں تھیں اور ناگ کیسر اور کپتار کے خوبصورت درخت لگے ہوئے تھے۔ اور یہ صفائی اور نفاست کی باتیں ہوائوں سے وہاں جا کر دیکھیں ایسے جنگلی لوگوں کے ملک میں اُن کی توقع کے نہایت ہی خلاف تھیں۔

القمر جب سب طرح مل و مل ہو چکا تو دوسرے دن سید صادق صوبہ بنگالہ کے صدر و متولی اوقاف، نے میر جولو کے حکم سے ہم خزان کے سب سے اونچے محل کی چھت پر چڑھ کر دگو یا اہل اسلام کی فتح کے علامت کے طور پر اذان دی۔ جو بقول صاحب مالگیر نامہ - اُس ملک میں تحلیل و تکبیر کی پہلی ہی صدا تھی اور بادشاہ کے نام کا مسکہ و خطبہ جاری کیا۔ اور کچھ دوار کے استحکام اور عمارت کو مہار کرادیا۔ اور اُس کے گرد و گرد سورگوز ملک جنگل بھی کٹوا ڈالا۔ ایک سو چھ توہیں اور ڈیڑھ سو سے زیادہ زہورک اور رام جنگلی دھواں زانہں ایک قسم کی لمبی ہندوؤں کو کہتے تھے، اور بہت ہی معمولی ہندوؤں اور تھیاہیہ صوفیہ مشنہ۔ ایک دینی دوسرا نہاد دینی راجہ کا لقب دیب بان اور دینی کا مہر ملی جی تھیاہیہ



سامان جنگ ضبط کر لیا گیا۔ اور بھولا ناتھ وزیر جو کو پتہ بہار کے مغرب کی طرف بھاگ کر سرنگ کے دشوار گزار جنگلوں میں جا گھسا تھا اُس کو بھی بادشاہی فوج نے جا پکڑا اور راجہ کا بڑا بیٹا جیٹن نارنجی میں کو اس کا باپ اکثر نظر بند اور قید رکھتا تھا باپ سے جدا ہو کر میر تلک کے لشکر میں آگیا اور لہٰذا نئی فوجی سے مسلمان ہو گیا۔

اگرچہ کچھ سپاہ ویم نزاعین کی گرفتاری کے لئے سہو ٹنٹ کو بھی رواد کی گئی تھی اور اس باب میں میر تلک نے ایک پرواد بھی وہاں کے راجہ کے نام لکھا تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ کہ غلطیہ فوج جو اکثر سرداروں کی ہوتی تھی اس لئے پہاڑ کے پنجے کے حصہ میں کچھ لا حاصل ضرور مل چکا کہ واپس چلی آئی اور اس کے پرواد کی کئی نے پرواد کی۔ اور مصلحتاً یہ بھی چپ ہوتا۔ فرخ ملک میر تلک نے قتلہ دن کو بیٹھار میں تعمیر کر نظم و نسق ملک کے لئے اپنے عہدہ دار مقرب ملہ یہ ریاست فی زمانہ گورنمنٹ بنگالہ کے ماتحت دار جنگ کے قریب راجہ شاہی کی کشتری کے متعلق ہے۔ شمال کی طرف ضلع چٹا گڑی کے مغربی دواؤں سے محدود ہے۔ اور جنوبی طرف میں ضلع رنگ پور اور مشرق میں گوال پور اور مغرب میں دینا چور ہے۔ رقبہ اس کا بیڑو ٹو سٹ میل مربع اور آبادی خلائی چھ لاکھ دو ہزار چھ سو تھوڑے ہیں ہے۔ زراعت وادے حال کا نام و خطاب مہاراجہ فرپ اندر دھن بھوپ بہادر ہے۔ اور گورنمنٹ انگریزی سے بیڑو مغرب توپ کی سلاخی کا اعزاز اور انگریزی بھوپ کا فوجی لقب بھی حاصل ہے۔ رئیس حال کی نا اہلی کے زمانہ میں گورنمنٹ انگریزی نے اس ریاست کے طریق نظم و نسق کی بہت بڑی اصلاح کر دی ہے۔ اور اس زمانہ کی شانستہ طرز حکومت کے موافق صیحت جات آل ہوڈنیل پلہیں۔ چندوست۔ تعمیرات عامہ۔ تعلیم۔ اور ٹیلیگراف۔ اور ٹو اک خانے اور ہمارے انتظام جملی خاندانہ وغیرہ موجود ہے۔ اور ملک کی آمدنی ٹیلیگراف بیڑو چوڑا لاکھ دو سو سالانہ ہے سرکار اس ایکس صاحب کی کتاب عہد نامہات سے معلوم ہوتا ہے کہ مستقلہ سے پہلے گورنمنٹ انگریزی کی حمایت میں آئی ہے جب کہ وہاں کے نو سو سالہ راجہ کو بھوٹوں نے مضیق کر کے ملک پر اپنا قبضہ کر لیا تھا اور گورنمنٹ مدد دے ملک کی نصف آمدنی کا خزانہ عائد کر کے اُن کو نکال دیا اور راجہ کو بحال کر دیا۔ اکثر مشعل میں نہ کیسی لارڈ رنن ویمبرٹ نے جس کے دربار میں ہنگام شعلہ قائم ہے رئیس حال کو دیکھا تھا کہ ایک سال سے رنگ سکھانہ تمام نوجوان ہیں اور اس وقت فوجی ردی پہنے ہوئے تھے اور اپنے عادات و اطوار لباس و پوشاک وغیرہ میں مٹرا پور میں وضع رکھتے ہیں اور مذہب میں برہم پوتہ کے پیرو ہیں۔

کر دیئے۔ اور خود تینجیس میں عادی الاول کو شروع کوپت سے تقریباً دو بیسے کے بعد گھوڑا گشت کے راستے آسام کو روانہ ہوا۔

**آسام کے عمومی حالات** | یہاں تک تو ناظرین ریاست کوپت بہار میں میر جملہ کے محل و دخل اشارہ ہی سکھ و خطبہ و فیرو کے اجرا کا حال معلوم کر چکے مہم آسام میں میر جملہ کی جنگی کارروائیوں کے کھٹنے سے بیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک کی حدود اور حالات طبعی اور وہاں کے باشندوں کے عادات و خصائل اور رسم و رواج و فیروہ کو (غیر طبعی) پر کہ اُس وقت تھے اور جن کو صاحب عالمگیر نامہ نے اپنے طور پر بہت تفصیل سے لکھا ہے، توضیح مطلب کے لئے اول بیان کیا جائے دہنیا۔

یہاں کے لوگ اپنے راہ کو سرگ راہ کہتے اور یہ عجیب اعتقاد رکھتے تھے کہ اس خاندان کے بزرگ سرگ کے راہ تھے اُن میں سے ایک راہ سونے کا زینہ لگا کر آسام میں اُتر آتا کچھ عرصہ تک رہتے رہتے یہی جگہ پسند آگئی اور سرگ کو واپس نہ گیا۔

ان راہجواؤں نے کبھی ہندوستان کے کسی بادشاہ کی اطاعت نہیں کی تھی۔ اور جب کبھی فوج بھیجی گئی تو بجز ناکامی کے اور کچھ حاصل نہ ہوا۔ اور یہ ملک ہر قدرتی طور پر دشوار گزار ہے اکثر رسد کا راستہ روک کر شب خون مار کر یا اور کسی ایسی ہی تدبیروں سے ہیشہ آسامی ہی غالب آتے رہتے تھے اور اگر مقابلہ سے بھی عاجز آنے تو ریت کو پہاڑوں میں بھگا کر اور اشجار، لکڑیاں، لکڑیوں کو جلا پھونک کر ملک کو ویران اور سفاک کر ڈالتے تھے اور پھر برسات کے دلوں میں رعد و برق بہ شدت ہوتی ہے، غنیم کو دن رات کے حملوں سے تھما و غارت کر دیتے تھے۔ اس سبب سے یہاں کے حالات فیروں سے اس قدر مخفی تھے کہ عمر آئے مشہد تھا کہ اس ملک کے رہنے والے ساحراور جادوگر ہیں اور جو کوئی وہاں جا پھنسا ہے۔ مادہ کے زور سے پھر باہر نہیں آسکتا۔

بغیر ماشیہ سفر گزشتہ۔

بابو کی شب چندہ میں ساکن ملک مقتائے فرقہ برہم سماج ہونچا ہے ایک غریب آدمی گرو می علم اور نیک شخص تھے اُن کی لڑائی سے اُن کی شادی ہوتی ہے اور آج کل مہارانی صاحبہ سروسہ بطریق سروسیامت لندن میں تشریف فرما ہیں۔ نقطہ سوم ع

**آسام کی حدود اور طول و عرض** | اس ملک کے طبعی حالات کے متعلق منصف معصوم لکھتے ہیں کہ آسام جو بنگالہ کے شمال مشرق میں واقع ہے تقریباً دو سو کوس طول کا علاقہ ہے اور عرض میں جنوبی پہاڑوں سے لے کر شمالی تک تھمنا آٹھ دن کا راستہ ہے۔ اور دیائے بہا تہر جو ملک خطا کی طرف سے اُن پہاڑوں میں سے آٹھ ہے جو آسام اور ملک آداس کے درمیان ہیں۔ طوفا آس ملک کے وسط میں سے گزرتا ہے۔ اس دریا کے شمالی کنارے کی طرف جو علاقے ہیں اُن کو اترکون اور جنوب کے علاقہ کو دکن کون کہتے ہیں۔ اترکون کے علاقوں کی ابتدا گراضنی سے ہوتی ہے جو مالک بادشاہی کی سرحد ہے اور مشائے طول وہ پہاڑ ہیں کہ جن کے باشندوں کو مری اور بھی در باد حال میں مزے نام کہتے ہیں اور دکن کون کے علاقے طوفا کو ہتان سری نگر سے شروع ہو کر سندیا کے علاقہ پر ختم ہوتے ہیں۔

جنوبی سمت کے پہاڑوں میں مشہور پہاڑ نامروپ کے ہیں جو راجہ کے دارالریاست کھڑگائوں سے چار منزل اوپر ہیں اور ایک وہ پہاڑ بھی مشہور ہے کہ جس کے رہنے والوں کو ناگ کہتے ہیں۔ (جو در باد حال میں ناگ مشہور ہے) یہ لوگ اپنے وحشی ہیں کہ سر سے پاؤں تک ننگے رہتے۔ اور گتھا۔ لئی۔ سانپ۔ چوہا۔ نرہ۔ سب چٹ کر جاتے ہیں۔ اگرچہ راجہ کی تابعداری کرتے ہیں مگر مال گذاری نہیں دیتے۔ اور وہ پہاڑی جن کو ٹوٹلے کہتے ہیں نام کو بھی تابعداری نہیں کرتے بلکہ اپنے پہاڑوں سے اتر کر کہیں کہیں راجہ کے ملک کو لوٹ بیٹھے ہیں۔ صاحب عالمگیر نامہ مشہر کھڑگائوں کا محل وقوع اس طرح بتاتا ہے کہ گتھاچی سے بہتیر کوں ہے اور کھڑگائوں سے راجہ بگیو کا دار الحکومت مشہر آدا پندراہ منزل ہے۔ جن میں کو ہتان نامروپ سے اُس طرف پانچ منزل تک تو جنگل اور دشوار گذار پہاڑ ہیں اور پھر آگے آدایک زمین ہموار اور صوابی ہے۔

**راوتی برہم چتر کی سرسبز شاہدانی** | اس ملک کے مشہور دریا بہا پتر میں جو دریا شمال ہوتے ہیں اُن سب میں بڑا دریا وے و ہنگ ہے جو آسام کے جنوبی پہاڑوں سے اُگر کھو گڑہ کے مقام پر برہا پتر میں ملتا ہے اور ان دونوں دریاؤں کے درمیان بچاؤں کوس تک نہایت ہی آباد اور سرسبز و شاداب زمین ہے۔ اور جس کا چشمہ ایسے دشوار گزار ہیں جو ہولہے جس میں ہاتھی کبڑتے ہیں۔ آسام میں اس جنگل

کے علاوہ چار پانچ بن باہمی پکڑنے کے اور بھی ہیں اور ان سب میں سے ہر برس پانچ سو سو تنو باہمی پکڑے جاتے ہیں۔ مذکورہ بالا قلعہ کے علاوہ ایک اور علاقہ جو سیلا گڑھ سے کچھ دور تک مغرب و پچاس کوس ہے۔ یہ لہلہاتے کھیتوں اور سرسبز درختوں کی کثرت سے ایسا دلکش اور پُر ہمار ہے کہ تمام سمندر میں گڑا ایک بارغ ہے اور ان گھٹان اور شاداب اور خوبصورت درختوں میں رعیت کے گھر بہت ہی خوش نما معلوم ہوتے ہیں۔ غرض کہ خود وہ درختوں اور باغات اور میوؤں اور پھولوں کا ان دونوں قلعوں میں کچھ شمار نہیں ہے۔

**آسام کے طبعی حالات** اور چونکہ مرہم ہر سات میں اکثر ان فشب کی زمینوں پر پانی بھر جاتا ہے اس لئے سیلا گڑھ سے کچھ گڑاؤں تک ایک

اچھی چوڑی اور اونچی آل (سڑک) بنی ہوئی تھی جس پر سایہ کے لئے سوزنیٹ کے ساتھ بانس کے درخت لگے ہوئے تھے اور سوائے آل کے عالی اور غیر مزروع زمین نام کو بھی نہ تھی۔ میرے اور محلے کی اقسام سے آم۔ کیلہ۔ ترنج۔ نارنج۔ لیمو۔ مانٹاس۔ اورک۔ پان۔ پونڈہ۔ ہرنٹ و سیاہ سفید پتھوں قسم کا نہایت نرم اور شیریں۔ اور ایک قسم کا نہایت عمدہ اور خوش ذائقہ آٹا۔ اور ناریل۔ سیاہ۔ مرچ اور چھالید و دیگر کے درخت کثرت سے تھے اور کھڑکڑاؤں کے گرد دروازوں اور غور و آثار بھی بہت تھے اور غلات میں چاول اور باج کثرت۔ سورگم۔ گیہوں بالکل نہیں اور شمش بھی بہت تھا جس سے شہر اور محل اور دوسرے اچھے اچھے رئیس کپڑے بچتے تھے مگر ملک کی اندرونی احتیاج سے زیادہ نہ بناتے تھے۔ نمک کی باج تھا اور اُس ولایت کا اصل نمک جو کیلہ کے درخت سے بناتے تھے نہایت ہی تلخ تھا۔

قوم ناگ کے پہاڑوں میں عود (اگر) نہایت عمدہ اور کثرت سے تھا جس کو وہ لوگ آسام میں لاکر نمک اور تلے سے بدلتے تھے۔ عود نامو پ۔ سنڈیا۔ اور کھو گڑھ کے پہاڑوں میں بھی تھا۔ اور کستور کے سرن بھی۔

صاحبِ مالگیر نامہ کہتا ہے کہ دکن کی طرف جو کچھ بقی اور دشوار گزار مقامات زیادہ ہیں اس لئے آسام کے راجاؤں نے پچھلے حکمرانوں سے اپنا دار الحکومت اسی طرف بنا رکھا ہے لیکن دریائے برہمپتر کی شمالی جانب کا ملک بلحاظ قدرتی خوبیوں اور کثرتِ آبادی کے نہایت پُر رونق اور اس سے چہا بہتر ہے اور اس طرف کے پہاڑ جو رہتا پتر کے کنارہ سے کم از کم پندرہ

کوس اور زیادہ پنچا لیس کوس کے فاصلہ پر ہیں سب ٹھنڈے اور برقیانی ہیں۔ ان کے باغستان  
میراثا تو ناقوی ہیکل اور وحیاء مٹول ہیں اور سرو ملکوں کے باشندوں کی طسرت ان کا  
رنگ بھی سرخ و سفید ہے اور یہاں وہ سب سیرے بھی پیدا ہوتے ہیں جو اور ٹھنڈے  
ملکوں میں ہوا کرتے ہیں اور اسی جانب قلعہ جودہ اور گواٹی کی سمت میں جو ملا قہدرا نگ  
کا پہاڑ ہے تمام باشندے یہاں کے عادات و اطوار و گفتار میں باہم مماثلت رکھتے ہیں اور  
صرف اپنے پہاڑوں اور قبیلوں کے نام سے ملحدہ و طبعہ متیز کرتے جاتے ہیں۔

یہاڑوں میں مشک اور سرو گائے کی چھریاں بھی ہوتی ہیں اور کچھ گوشت اور دانگن  
بھی۔ اور ریگ خونی سے سونا بھی نکلتا ہے بلکہ کل آسام کے دیپان کی ریگ خونی سے  
سونا ملتا ہے۔ چنانچہ بارہ ہزار آدمیوں سے ہیں ہزار تک بھی کام کرتے ہیں اور ان میں سے  
ہر ایک شخص بطور سالانہ معمول کے ایک تولہ سونا راجہ کو دیتا ہے۔

آسامیوں کی زبان اور مذہب | آسامی زبان بنگالہ سے بالکل الگ ہے اور مذہب

میں بھی ان کا یہ حال ہے کہ کھلاں اہل ہندوستان  
کے کھانے پینے وغیرہ کی تہذیب میں سے کسی بات کے مطلقاً پابند نہیں ہیں۔ اور ہر کسی کے ہاتھ  
کا کھانا بے تکلف کھا لیتے ہیں اور یہاں تک بے قید ہیں کہ انسان کے گوشت کے سوائے  
کسی قسم کا گوشت نہیں چھوڑتے۔ بلکہ مردار بھی کھا لیتے ہیں۔ مگر نجس ہے کہ کسی بالکل  
نبیس کھاتے۔ اگر کسی کھاتے میں اس کی جو بھی آجائے تو اس سے نفرت کرتے ہیں۔

عورتوں کے چہرہ کی مطلق رسم نہیں حتیٰ کہ راجہ کی دانتیاں بھی کھیلے منہ ننگے سر پہن ہی  
پہرا کرتی ہیں۔ آسامیوں کی اکثر چارپائی عورتیں ہوتی ہیں جن کو بیج بھی ٹولتے اور چل بھی  
لیتے ہیں۔ ڈوڑھی موکچہ منڈاتے ہیں اور جو منڈاے اس کو بہت بڑا سمجھتے ہیں پوشش  
بٹکھیا نہ ہے۔ پگڑی کی جگہ سرو کچھ یوں ہی کپڑا سا لپیٹ لیتے ہیں۔ پاہر کے عرض تہ بند  
باندھ کر اوپر سے ایک پادر اوڑھ لیتے ہیں اور جوتا بھی نہیں پہنتے۔ تو تہ و توانائی جرحہ  
بے باکی۔ وحشت اور جنگلی پن ان کی صورت اور سیرت سے ظاہر ہے جتنا فی محنت اور خفا کشی  
کے کاموں میں اکثر دنیا کے لوگوں سے زیادہ مضبوط ہیں اور سب کے سب سخت جان جنگجو  
کینہہ۔ ضامد سکار ہیں۔ رحم و شفقت ان کی ماکنت سخاوتی خرم و حیا اور عفت و وفا اور اہلیت  
و انسانیہ کا نام تک نہیں جانتے۔



شاہجہاں کے اہم امیری اور عہدہ آگے بپ

وہاں سے راجہ کا درانہ حکومت کمرنگاؤں ایک بیٹے کا راستہ تھا جا پہنچا۔ یہاں برہما پتر کے کٹا سے  
پہر آسامیوں کا ایک بہت مضبوط قلعہ تھا اس کی غزنی دیوار جہد سے حملہ آوروں کا راستہ تھا  
پہاڑ کی چوٹی تک گھری ہوئی تھی اور سمت جنوبی دریائے برہما پتر سے محفوظ تھی اور مشرق  
کی طرف دریائے مناس قلعہ کی دیوار کے ساتھ گزرتا ہوا دریائے برہما پتر سے جالٹا تھا  
اور شمال کی طرف حفاظت کے لئے خندق کے علاوہ پہاڑ اور گھنا جنگل تھا اور علاوہ اس کے  
حملہ آوروں کی روک کے لئے باغیوں کو نیزوں کی طرح تلاش کر جا بجا بدر تک لٹا ہوا تھا  
جس کو ان کی زبان میں 'بھانچا' کہتے تھے۔ چند ہزار فوج مع توپ خانہ کے قلعہ میں داخل  
ہیں جنگی کشتیاں مدد ساندو سامان دریائیں موجود تھیں اور اس کے سوازی دریائے پار کو  
بچھرتی ہر ایک دوسرا قلعہ بہت مستحکم اور ایسے موقعہ کا بنا ہوا تھا کہ اگر پہلے قلعہ پر شکست  
ہو تو نوٹ لڑاؤ میں ہینکمر باسانی دوسرے قلعہ میں چلی جائے اور چونکہ اس تنگ مقام میں  
دریائے برہما پتر اس طرح دو شاخ ہو گیا تھا کہ نیچے میں کچھ زمین اپار کے طور پر تھی اس لئے  
آسامیوں نے فوج کو یہاں پر اس ادارہ سے قائم کیا ہوا تھا کہ جس کٹارہ سے دشمن کی سپاہ  
گذرے گی اس پر آگ برساتیں گے۔

میر جمل نے یہ تدبیر کی کہ ایک حصہ اپنی فوج کا دریائے دوسرے پار لٹا دیا اور کچھ سپاہ کو  
کوہ کی گھاٹ کے عقب میں دریائے مناس تک جنگل کاٹنے کے لئے اس غرض سے مامور کیا  
کہ اگر آسامی قلعہ چھوڑ کر جنگل کو بھاگتا چاہی تو راستہ نہ پاسکیں۔ اور فوج کا بڑا حصہ ساتھ  
ساتھ کشتیوں میں چڑھا کر اس طرح سے روانہ کیا کہ دریائے کٹارہ کی فوج اور کشتیاں ایک  
دوسرے کی مدد کے لئے ساتھ ساتھ چلی تھیں۔

میر جمل کی اس تدبیر کو دیکھ کر آسامیوں نے یہ خیال کیا کہ اگر حملہ آوروں نے قلعہ چھین لیا تو  
جنگل کی طرف بھاگنے کا راستہ مسدود ہو چکا ہے اس لئے خوف زدہ ہو کر لڑاؤ میں ہینکمر  
لڑنے کو ترجیح دی مگر ایسی نامردی کی کہ باوجود ایسے مضبوط قلعوں اور مقام قلب کے کہ جس کے  
ہاتھ آجائے کی حملہ آوروں کو ایسی آسانی سے توقع دشمنی زخیم سے مقابلہ کے بعد اس قدر بے  
سرور ہو کر رہا گئے کہ کچھ تو جنگل کو بھاگتے ہوئے مارے گئے اور بہت سے غرق اور گرفتار ہوئے  
ایک تھراڑا مالیں کشتیاں اور چھوٹی ٹری ہو لٹھ لڑیں اور بے شمار ہندو تھیں اور بہت سامان  
دبا دود و غیرہ سامان جنگ چھین لیا گیا۔

**میر جملہ کی پیش قدمی** | اس کامیابی کے بعد دوڑوں تلووں پر تھک کر کے گرا ہٹی پہنچنے کی تہہ پیرس کی گئیں یہاں تک کہ کیسویں جمادی الاخر کو میر جملہ گرا ہٹی کے نزدیک جا پہنچا۔ یہاں آسامیوں کے پھر دو مضبوط قلعے تھے۔ ایک بمقام سری گھاٹ پہاڑ کے دامن میں۔ اور دوسرا اُس کے محاذی دیوے پر بھاہتر کے اُس پار کوہ ناندو کی چوٹی پر اور ایک لاکھ سے زیادہ آسامی اُن دوڑوں تلووں میں جمے تھے۔ میر جملہ نے یہاں بھی دی چال چلی اور اہٹی فوج کے ایک سردار کو قلعہ کی سمت شمالی پہرہ آسامیوں کے بھاگنے کا راستہ تھا، امور کیا۔ چنانچہ اس تدبیر کے نتیجے سے وہ لوگ ایسے غافل ہوئے کہ رات کے وقت کشتیوں میں بیٹھ کر خود بخود بھاگ گئے اور کچھ غفلتی کے راستے سے فرار ہوئے اور کچھ فوج لے کر دیکے اُس پار حملہ کر کے قتل کر ڈالے اور موضع کھلی میں قلعہ ناندو سے سات کوس آگے جو ایک اور بہت مضبوط قلعہ تھا اس کو بھی خالی کر گئے اور میر جملہ سری گھاٹ اور ناندو اور موضع کھلی کے تلووں اور گواہٹی پر جو بادشاہی ملک کی قدیم سرحد تھی بے کھٹے قابض ہو گیا۔ اچھے ستھم اور سازو سامان والے قلعے تھے کہ اگر آسامی کچھ دلیری کر کے در سات کا موسم آ جانے تک ثابت قدمی اختیار کرتے تو بے شک آسام کا فتح ہونا خود حملہ آوردن کی دانست میں غیر ممکن تھا۔

**سیلا گڑھ کی لڑائی** | مذکورہ بالا تلووں اور گواہٹی پر قبضہ کرنے کے بعد میر جملہ نے کچھ یوں جمادی الاخر کو بھہرہ کے مشہور قلعہ کی طرف وجود ریا کے سر ہا پتر کے شمالی کنارے پہاڑ تراش کرتی حصاروں کے اندر اور اُس کے گرد دیوے پر پہاڑ کا بان چھڑ کر بھہرہ کے طرہ پر بنا ڈیا تھا، کرپٹ کیا۔ گویا کہ اس کی منزل مقصود دیشی راجہ کا دار الحکومت کھر کاڑوں، اس دیوے کے جنوبی کنارے کی طرف تھی اور اسی سمت میں سیلا گڑھ اور کلیا برکا قلعہ کھر کاڑوں پہنچنے میں سبوتاہ تھا۔ اس وجہ سے میر جملہ نے بھہرہ کے محاصرہ و فیرہ میں کوشش کر کے فائیدہ اور تضحی اوقات خیال کر کے سیلا گڑھ اور کلیا برکا کے مائیکر نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ چند دستاں کے جلد گروں کی آستانی، لوناہ ہماری اور اُن کے گرد گشتال میاں۔ اسٹیل ہوگی جن کے فیصلان نام جادو ٹولہ کے منتوں میں کامروپ دیس کے ساتھی باؤں کے مشقہ اکثر چھا کرتے ہیں اُن کے اور کم گھما کے منداس جگہ قلعہ ناندو کے متصل پہاڑ کی چوٹی پر نیچے سے لوہہ تک قریب ایک ہزار ذریعہ کے پھر تراش کر بنائے ہوئے ہیں۔ س م ج



شاہجہاں کے ایام امیری اور عہدِ گنیمت

فتح کرنا حصولِ دعا کے لئے مقدم سمجھا۔ اور فوج کو جھڑپوں کی طرف سے اٹھا کر نہایت کشتیوں کے اُس پار تارنا شروع کیا۔ اگرچہ بینِ حالتِ عبور میں طوفان آگیا۔ اور آدمیوں کی فترت سے کچھ نقصان بھی ہوا۔ مگر جس طرح بنا دو تین دن کے عرصہ میں کل لشکر کو پار اتار کر گیارہویں رجب کو سیلا گڑھ کے قریب جا ڈیرہ کیا۔

دراصل سیلا گڑھ اور کلیا بر کو ایک ہی قلعہ کہنا چاہیے۔ مگر حصار بیرونی کو سیلا گڑھ کہتے تھے اور قلعہ اندرونی کا نام کلیا بر تھا۔ اور اگرچہ قلعہ کلیا بر بھی بہت ہی مضبوط تھا۔ مگر سیلا گڑھ ایسا عظیم الشان اور غریب و طویل تھا کہ اس کی جنوبی دیوار دریا سے لے کر اُس پہاڑ تک جو کلیا بر کے عقب میں تھا چار کوس اور شمال کی طرف تین کوس کے طول میں تھی۔ اور مناسب طور پر اس میں کئی بڑے بڑے برج بھی بہت عمدگی سے لڑائی کے ٹھکانے کے بنے ہوئے تھے جن کے آگے حصار کے طور پر ایک اور کنگروہ دار دیوار بنی ہوئی تھی جس کے اندر اس وقت لڑائی کی طرف ترقی تھیں جن میں کہیں پانی چھوڑا ہوا تھا اور جہاں پانی نہ تھا وہاں خوب باریک سرسماٹی بھری تھی۔ اور یہ اندرونی اور بیرونی دونوں قلعے سا بائیں ہنگ سے نہایت مکمل اور مرتب تھے۔ اور تین لاکھ آسامی اس وقت یہاں موجود تھے۔

میر جملہ نے اگرچہ دہ سے دغیر ہٹا کر سیلا گڑھ پر گولے مارنے شروع کئے۔ مگر اُس کے استحکام کے باعث ان کے توپ گولہ کا اثر تک بھی محسوس نہیں ہوا اور چونکہ وہ لوگ اس کے لشکر پر فیل سے ہمارے گولے برساتے تھے اور کبھی دن کو اور کبھی رات کو حملے بھی کرتے تھے اور قدرتی محکموں کے باعث بھی یہ جگہ ایسی پرخطر تھی کہ زمانہ سابق میں محمد شاہ تغلق اور حسین شاہ نامی جنگاں کے ایک اور بادشاہ کے لشکر اسی مقام پر محنت و تالو ہو چکے تھے۔ اس لئے زیادہ تر قوت بعید از مصلحت سمجھ کر یہ صلاح ٹھہری کہ ایک تو خندق کے نیچے سے رنگ لگا کر قلعہ میں پہنچنے کا راستہ بنانا چاہئے۔ دوسرے کسی مناسب موقع سے فیل پر لڑش کر کے قلعہ میں داخل ہونے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ جب رنگ لگ چکی اور فراد خان نامی ایک سردار نے چاروں طرف سے حصار کو دیکھ بھال کر میر جملہ کو یہ اطلاع دی کہ جنوبی فیل کی طرف حملہ کے لئے کچھ گھنٹہ پیش ہے تو چند عرصہ رہا۔ جب کو اسمٰعیل دیہ خاں آدمی رات کے وقت فوج کثیر ساتھ لے کر سوار ہوا اور اس طرح سے کارروائی شروع کی کہ میر تقی میر سردار توپ خانہ کو دروازہ پر حملہ کرنے

لئے، اسود کیا تاکہ دشمن اور ہر ہی اُبلجے رہیں اور دلیر خاں کی طرف جو تفصیل پر حملہ کرنا چاہتا تھا مترجہ دیوں۔ چنانچہ میرزا غنئی نے قلعہ کے دروازوں پر زور شدہ سے توپیں مارنی شروع کیں اور اگرچہ آسامیوں کی توپ و بندوق کی زور سے اس کی سپاہ کو کوئی جاکے پناہ نہ تھی اور اس وجہ سے انکی کو مترجہ نقصان پہنچتا رہا۔ مگر اس نے سرگرمی اور بہادری کے ساتھ لڑائی کو جاری رکھا۔ اور دلیر خاں کو یہ مشکل پیش آئی کہ اس کا آسامی رنجا ایک ایسا شخص تھا جو سالہا سال سے بادشاہی فوج میں ملازم تھا اور خود میرزا سے عرض کر کے اس نے یہ رہنمائی کی خدمت اختیار کی تھی۔ مگر دراصل ہم قوی کی وجہ سے اس فوج کے تباہ کرانے کے لئے یہ چال کی کہ آسامیوں کو پہلے ہی خبردار کر دیا۔ اور دلیر خاں کو تمام رات بچران کر کے صبح ہونے ہوئے ایک ایسی جگہ لے گیا جو سب سے زیادہ بے ڈوب تھی اور دشمن لڑائی کے لئے بخوبی مستعد تھے۔ غرض کہ وہاں پہنچتے ہی ان پر اس شدت سے توپوں اور بندوقوں کی آگ برسنے لگی کہ بہت سے سپاہی بھروسہ و مقتول ہو گئے۔ مگر دلیر خاں کی غیرت اور دلیری نے سپاہ ہرنے کی ذلت کو کسی طرح گوارا نہ کیا۔ اور باوجودیکہ آسامی اوپر سے توپ و بندوق اور "قندائے آتشیں" یعنی گراپ برسا رہے تھے۔ اور تفصیل تک پہنچنے میں خندق یقین اور پُر آب حاصل تھی مگر اس دلدرد سردار نے سب سے پہلے اپنا ہاتھ خندق میں نشیل دیا۔ اور اگرچہ خود اس پر اور اس کے ہاتھی ہتھیروں کی بھی سخت بوچھاڑ پڑی مگر یہ شیر مرد اپنے چند بہادر رفیقوں کو ساتھ لے کر تفصیل پر جا ہی چڑھا اور پھر تو اس کی بہت اور دلیری کو دیکھ کر دوسرے سردار اور سپاہی بھی آپہنچے۔ اسی اختار میں اور میرزا غنئی نے بھی دروازہ توڑ ڈالا اور اس کی فوج بھی کچھ دروازہ کے راستہ اور کچھ سڑک کی راہ سے داخل ہو گئی۔ اور فریقین میں ایک سخت دست بہ دست لڑائی ہوئی جس میں آسامی مغلوب ہو گئے اور حصار کے ایک راستہ سے جو جنگل کی طرف تھا سبھا گڑھ اور کلیا بردوزوں کو خالی کر کے بھاگ گئے۔ اور یہ تینے سہارے شاہ سامان کے حملہ آوروں کے قبضہ میں آ گئے اور تعاقب کی حالت میں بہت سے آسامی اسے اور پکڑے گئے۔ اور اس واقعہ کی شہرت کا یہ اثر ہوا کہ تلہ ہمدرد بھی فوراً بخدا خانی ہو گیا۔ اور ملک کامروپ کے رہنے والے بہت سے ہندو سلطان رنایا کے بادشاہی نے جو دروں سے آسامیوں کی تہیہ میں تھے رہائی پائی۔

جو تک دنیا نے جو ہا تھا اس جگہ سے دو منزل تک پہاڑ کی جڑ کے ساتھ لگا ہوا چلتا ہے

شاہجہاں کے اہم امیری اور عہدہ نگار

اور اس کے کناروں پر لشکر کے گزرنے کے لئے رعبیا کہ میر جملہ اب تک کرتا تھا، بالکل رستہ نہیں تھا۔ اس باعث سے کچھ فوج ہزارہ دلا، دیا میں سے اور باقی لشکر دیا کے متوازی پہاڑ کے پیچھے سے روانہ ہوا۔ منتشر شدہ آسامیوں نے بسبب اس کے کہ ڈاؤن اور لشکر میں کئی کوس کا فاصلہ ہو گیا تھا اذہر اذہر سے پھر جسے ہو کر اور آخر سر جنگی کشتیوں میں بیٹھ کر جو توپ بندوق ستوب مسلح تھیں۔ ۱۶۵۷ء پر رات کے وقت حملہ کیا اور پھر دن چڑھے تک بڑے جوش و خروش سے لڑتے رہے۔ قریب تھا کہ بادشاہی دلا، کو شکست ہو جائے مگر اتفاقاً محمود بن نام ایک سولہ ہرات کے دست توپوں کی آواز سن کر میر جملہ نے صدر لشکر سے روانہ کیا تھا اور پہاڑ کے سب سے راستہ بھولا پھرتا تھا مسجد چند سواروں کے لڑائی کی جگہ آن پڑا۔ اور دشمنوں کے دھمکانے کو یہ ہوشیاری کی مثال چلا کر اپنے ساتھ کے کرنا ہی۔ (ترجمی) کو حکم دیا کہ کرتا بجائے جس کے بجائے آسامیوں کو یہ یقین ہو گیا کہ تانہ دم مغلیہ فوج دیا کے کنارے سے بھی نہ گزری اور اس ناگہانی اندیشہ سے ان کے ہنسی ایسے چھوٹے کر غالب سے مغلوب ہو کر اکثر تو بھاگتے ہوئے پانی میں ڈوب گئے۔ اور بہت سے اسے گئے۔ اور چار سو کشتیاں جن میں سے ہر ایک پر بڑی بڑی توپ مدد سامان کے تھی۔ چھین لی گئیں۔

**آسام کے راجہ کا فرار** | ان حراتر فتوحات کا یہ نتیجہ ہوا کہ راجہ کے تخت اور فرد کا نشہ برکرا ہوا گیا۔ اور دارالریاست کو چھوڑ کر دشوار گزار پہاڑوں میں جہاں مغلیہ فوج کے سواروں کے پہنچنے کا چنداں اندیشہ نہ تھا بھاگ گیا۔ اور راجہ کے سرداروں اور وزیروں نے جن کو ان کی اصطلاحات میں سہوکن کہتے تھے۔ میر جملہ کے پاس اپنے وکیل اور محو نیاز کی عرضیاں کیسینی شروع کیں جن کا جواب یہ دیا گیا کہ شاہی سپاہ اور ریت کا رعب ڈال اور وہ توپ خانہ جو تم لوگ گلائی سے لوٹ لائے تھے۔ رعایا نے بادشاہی کے تمام آدمیوں سمیت جن کو راجہ نے دست سے حیدر کر رکھا ہے۔ اور راجہ کی لڑائی کا مولد اور ایک معقول پیشکش فرما حاضر کرو اور آئندہ کو اگر راجہ ہر سال چند عود ہاتھی بطور خراج کے بھجوتا رہے اور بادشاہی احکام کی اطاعت کرتا۔ یہ تو الجہم دہیں ہو جائیں گے۔ وہ دہلوی شاہی فوج کو کھڑا کر دیں پانچا بھڑا مگر اس خیال سے کہ یہ محو نیاز کا اظہار صرف دین الفتی اور نکالی کے طور پر ہے جواب کا منتظر نہ رہ کر میر جملہ برابر بڑھ گیا۔ چنانچہ ستائیسویں رعب کو کھم گشت میں جہاں وہ پائے جنگ

کو ہتان جنوبی سے آکر مدد اور بہت سی ندیوں اور تالوں کے برہا پتھریں لٹا ہے وہاں پہنچا۔ اس جگہ ایک اور بھی زیادہ معتبر شخص سے جوامہ کے مذہبی پیشواؤں میں سے تھا مخدوم نیا ز کو کے صلح چاہی اور راجہ کے ایک رشتہ دار سے بھی آن کر ایک طلاقی پانڈن ایک سونے کا ڈنڈا اور دو چاندی کی گا گرین اور کچھ اشرفیاں مدد ایک خط کے میں میں افہارندامت اور مقدود معذرت کے بعد فرج کی واپسی اور صلح کی درخواست اور پیشکش کی قبولیت مدد تھی پیشی کیا۔ جس کا جواب (جیسا کہ غالب اور فتح مند اکثر دیا کرتے ہیں) یہ دیا گیا کہ اب تو لشکر نے کھر گاؤں پہنچنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ وہاں پہنچ کر جو مناسب ہو گا کیا جائے گا۔

مشہر کھر گاؤں دو کھنڈی کے کنارے آباد تھا اور اُس میں اس تعداد پانی نہیں تھا کہ بڑی کشتیاں چل سکیں اس لئے ہماری واڑہ کو کھر گاؤں میں چھوڑ دیا اور چھوٹی کشتیاں ساتھ لے کر وہ شہر کی طرف روانہ ہو کر کھر گاؤں سے آگے ایک مقام میں کہ جہاں واڑہ کا کارخانہ تھا قریب ایک سو کے بڑی بڑی کشتیوں پر جو وہاں موجود تھیں تہہ کیا مالد پھر وہاں سے واپس آئے گاؤں میں جہاں دریا کنارے راجہ کا کھنڈ اپنے گرد کے لئے جوایا ہوا۔ نہایت عمدہ مندوباد باغ تھا ڈیرہ کیا۔

اس جگہ بعض مسلمانوں نے ہر دھارے بادشاہی میں **کھر گاؤں پر قبضہ اور مال غنیمت** سے راجہ کے یہاں دقوں سے تہہ تھے اور میں کو لپٹی رہائی کی توقع خواب و خیال میں بھی نہ تھی میر جملہ کو حضور میں بھیج کر مطلع کیا کہ راجہ وکن کرن۔ جنوب کی طرف نامروپ کے دشمن گنار اور جات و ہوا پہاڑوں کو شہاں وہ اپنے متوجہ تہہ یوں کو بھیجا کرتا تھا ہماگ کیا ہے اور اس کی سپاہ اور سوار جنگوں میں جا چھہ ہوا۔ شہر بے درفت اور خالی پڑا ہے۔

یہ اطلاع پا کر میر جملہ نے براہِ احتیاط کچھ فوج اپنے پہنچنے سے پہلے وہاں بھیج دی اور بعد ازاں چھٹی شہنشاہ کو اورنگ زرب کے جلوس کے چوتھے برس گویا گواہی سے پھینٹ کر اس کے فاصلہ پر ساڑھے چار پہنچنے کے عرصہ میں کھر گاؤں پہنچ کر بلا نزاعیت تمامین ہو گیا۔

اور راجہ نے جوامہی توہن اور رچکلہ دھنرہ تالابوں اور ندیوں میں ڈوب دینے تھے۔ اور باغی جنگوں میں چھوڑ دینے تھے ڈھونڈ ڈھونڈ کر سب پر قبضہ کیا۔ چنانچہ ایک سو

ہاتھی اور قریب تین لاکھ روپیہ کے سونا چاندی اور اسباب میں کوراج اپنے ساتھ لے جا  
دے گا تھا ضبطی میں آیا۔

مگر سب سے زیادہ عجیب مالی نیست یہ تھا کہ وہاں کا دستور تھا کہ جب کوئی راجہ  
یا بڑا آدمی مرجائے تو پارسیوں کے دھمکے کی طرح متوفی کی لاش کو دفنانے بندھوں ہی کسی غمغنا  
جگہ میں رکھ دیتے تھے اور اُس کے ساتھ سوئے چاندی کے برتنوں اور فرش لباس پوشاک  
اور سامان خورد و نوش اور لوازمات زندگی حتیٰ کہ اُس کی عورتوں خراصوں کو بھی مردہ کے لئے کاٹھ  
بمھک اُس کے پاس چھوڑ آتے اور ایک بہت بڑے چھراغ کو تیل سے بھر کر اُس کے دروازہ  
کو بڑے بڑے تختوں سے بند کر دیتے تھے۔ اہل لشکر نے ایسے چند مقاموں کو ہاکھولا اور  
اُن میں سے کٹھنرا کا سونا چاندی نکال لئے۔

اس تمام ہم میں مذکورہ بالا باتھیوں کے علاوہ کل چھ سو بیچتر توپیں جن میں سے  
ایک اتنی بڑی تھی کہ اُس میں تین من کے قریب گولہ پڑتا تھا۔ اور دواہر بن موہنیا میس  
زہر دہک بارہ سو رزم جنگی۔ اور چھ ہزار پانچ سو ستاون معمولی بندھتیں۔ پانچ ہزار من امداد  
کے دو ہزار صندوق۔ سات ہزار اٹھائیس ٹو صابیں۔ لہذا۔ سکتے۔ گندھک بے حساب اصاب  
ہزار سے زیادہ جنگی کشتیاں۔ اور خاص راجہ کی سواری کی مکلف ایک سو اسی کشتیاں ہاتھ آئیں  
اور سب سے زیادہ کارآمد چیز یہ قبضہ میں آئی وہ دو حائلوں کے ایک سو بیتر توپ تھے  
جن میں سے ہر ایک نو سو رزم ہزار من کے قریب تھا ان کی نسبت براہ دور اندیشی میر جملے  
نوشا بہ بندوبست کیا کہ لوٹ کر ضائع نہ کئے جائیں۔ اور احتیاج سے زیادہ صرف وہوں۔

تھانے اور چھ کیوں کا قیام اور سکے  
و خطبہ کے اجرا  
خلاصہ یہ کہ میر جملے نے کھڑاؤں پر قابض ہو کر جو  
افلام مناسب وقت تھے وہ کرتے شروع کئے اور  
جہاں جہاں مومنہ دیکھا اپنی جنگی چوکیاں اور تھانے  
مقرر کر دیے۔ اگرچہ آسامی کچھ عرصہ تک جنگوں اور پہاڑوں سے نکل نکل کر ان چوکیوں اور  
تھاؤں پر حملے کرتے اور لڑتے رہے مگر آخر کار ایسے دباے گئے کہ جا بجا چپ ہو کر بیٹھ رہے  
اور بادشاہ کے نام کا سکھ خطبہ کھڑاؤں میں جاری ہو گیا۔

شہر کھڑاؤں کے حالات  
اُس وقت شہر کی آبادی رنجول معنف مانگیر نامہ،  
اس طرح تھی کہ کچھ ہندی بچے میں بھی تھی۔ اور اُس کے

دو طرف آبادی تھی جس کے گرداگرد شہر پٹا کے طرف چہ نہایت گھنی اور ناقابل گذر بالائی لگائی ہوئی تھی۔ اور اس میں اینٹ پتھر کی پختہ عمارت کے چار دروازے تھے۔ اور ہر دروازہ راجہ کے مکان سے تین تین کوس کے فاصلہ پر تھا۔ اور ایک اونچی اور چوڑی آل شہر کے اندر برسات میں کام سے چلتے پھرتے کے لئے اس سرے سے اس سرے تک بنی ہوئی تھی۔ اور یہ شہر کیا تھا گویا دیہات اور کھیتوں کا ایک بچہ تھا۔ کیونکہ ہر شخص کے گھر کے گرد پش پاش اور کھیتیاں تھیں اور سولی بازار جن سے شہر کی رونق اور زیب و زینت ہوتی ہے یہاں نہ تھے۔ شہر کے لوگ سال بھر کے واسطے نذر و نیاز سب قسم کے ایکٹاج اپنے اپنے گروں میں مٹھا جمع رکھتے تھے اس سبب سے سوائے پٹاڑیوں کی چند کافوں کے بازار کی ضرورت ہی نہ تھی۔

راجہ کا مکان جس کے چاروں طرف بطور حصار ایک آل بنی ہوئی تھی دیکھو ندی کے کنارے تھا۔ اور جیسا کہ تفصیلات اور حصاروں پر دشمن کی زد سے بچنے کے لئے پٹا کی دلیا ہوئی ہے یہاں بجائے اس کے یہاں پر ترکیب تھی کہ خوب مضبوط بالنوں کو ہلکے ہلکے آل کے گرداگرد اس طرح سے گاڑا ہوا تھا کہ پٹا کا کام دیتے تھے اور آل کے چاروں طرف خندق تھی جو ہمیشہ پانی سے بھری رہتی تھی۔ جس کا دور ایک کوس سے زیادہ تھا اور اس کا طہ کے اندر راجہ کے بڑے بڑے مکانات تھے۔ مگر سب کڑی کے یا پھوس اور بالن کے۔

جن میں سب سے عمدہ ڈیرہ سرگز لہا اور چالیس گز چڑا ایک چوبیس دیوان خانہ تھا جس کے ہمسایہ ستون ایسی موٹی کڑی کے نیچے جن کا چار چار گز کا دور تھا۔ اور اس مکان کے اطراف میں طرح طرح کی منبت کار کڑی کی جالیاں لگی ہوئی تھیں اور چیل کے پٹر متیل کر کے جالوں کے اندر باہر اس طرح سے لگائے تھے کہ آفتاب کی شعاع ہر شے سے آئینوں کی طرح چمکتے تھے۔ تین ہزار تھنٹی اور بارہ ہزار غوروں سے دو سال تک ہلکے کام کر کے اس مکان کو بنایا تھا۔ جب راجہ اس دیوان خانہ میں آکر بیٹھا یا سوار ہو کر کہیں جاتا تو بہانے لگا کر اور شہنشاہ کی ٹھوکر اور "داندہ" بہاتے تھے۔ اور یہ "داندہ" ایک موٹی اور مددہ تیل کی تختی اس قسم کی ہوتی تھی کہ جیسے کہ ہندو نفیروں کی جھانکوں کے ساتھ یا سرور کے بیالوں کے آگے گڑیاں بجا کرتے ہیں۔

آسامیوں کی سرکشی | چونکہ برسات کی آمد کے آثار غروب ہو گئے تھے براہِ اسلام میں تمام

لے اس ملک کے کہ عام حالات اگرچہ اس سے پہلے جو جب جالبی صنف

شاہجہاں کے ایلم اسیری اور عہد اور نگینے

بقیہ حاشیہ مندرگزشتہ۔ مالگیر نامہ کہے گئے ہیں۔ مگر اس مرتبہ پر وہ حالات بھی جو زاد حال کی تصنیف خدہ کتابوں و فروری پائے جاتے ہی کہے جاتے تھے اسے عالی از لطف نہیں گئے واضح ہو کہ ملک آسام جو صوبہ بنگالہ اور برہما۔ اور تبت کے باہیں واقع ہے (بھابہ سندھ) اس صدی کے خرم سے سرکار انگلشیہ کا مقبوضہ خاص ہے چونکہ یہاں کے باشندے اس زمانہ میں بھی بہت خاص جابلو ہی ہیں۔ اس لیے عیش و عشرت کا کام انگریزی نے طریقہ انعام اور طرز حکومت کو مصلحتاً سرسری اور غیر قانونی طور پر رکھا ہوا تھا۔ مگر عیش و عشرت سے اس میں ایک حاکم اعلیٰ بقلب چیف کسٹروں وغیرہ معمولی اختصا عہدہ داروں کے امور ہو گیا ہے۔ جس کا دار الحکومت سلطنت کے شمال کی جانب کھاسی اور جینا کے پہاڑوں میں منگام خیل نامک ہے جو سطح سمندر سے ۵۶۷۵ پاکی خزارچ سو ستر فٹ بلند ہے مقرر کیا گیا ہے۔ اور اس صوبہ میں اب ضابطہ آدائین کی پابندی پہلے سے بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ ملک کثرتِ بارش کے لیے تمام ہندوستان میں ایسا منحصر ہے کہ راجہ شیوہ شاہ صاحب۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ سابق عہدہ دار سریشہ تعلیم مالک منگرنی رشتائی اپنے شہر مظفریہ جام۔ جہاں نما میں دھوپلے پہلے شیلڈ کے ترپ چھلپا تھا کہتے ہیں کہ مقام چڑوہن میں جہاں موسم گرم رہا میں بنگالہ اور آسام سے انگریز لوگ جا کر اکثر بکرتے ہیں سال بھر کی بارش کی بدولت میں سوچا جی تک کی گئی ہے۔ حالانکہ یہ مقام سطح سمندر سے صرف ساڑھے چار ہزار فٹ کے ترپ بلند ہے۔ اور جی تدریجاً اور دیر اس ملک میں جاری ہی نہیں ہے کہ ادکسی جگہ نہ ہو دے۔ چنانچہ کشتہ ندیاں تو ایسی ہیں جی میں بارہ چھوٹے نادر چلتی ہے۔ ان کے زائد میں وہاں کے ساحلوں نے اس بارش کی کثرت ہی کے باعث سے پانی کے پھیٹنے سے راستہ جاری رکھنے کو نہیں چاہا۔ گورنر میں سے اونچی شرکیں (وہی آل) بنائی ہوئی تھیں۔ اور دارج صاحب کہتے ہیں کہ ان شرکیں پر اب تو جنگل کا گہرا ہے اور کھائے انسانوں کے شیر اور بھالو چلتے ہیں۔ اگرچہ سارا ہی ملک جنگل اور پہاڑ ہے مگر پورب اور آخر کی طرف پہاڑ اور جنگل بہت ہی زیادہ ہیں جن میں مختلف اہموں کی جنگلی توہیں جاتی ہیں۔ اور ان کی فالت اور مذہب کا کچھ تشابہ نہیں ہے سب چیز کھاتی ہیں۔ تیروں کو نہر میں بکھاتی ہیں۔ گندے ایسے کہ آب دست تک نہیں پیتے۔ جو پانی کی کھوپڑیوں خالی کو سے آرائش کے واسطے بندھن رادوں کی طرح گھروں میں لٹاتے ہیں۔ کوئی ان میں نمہ کا مذہب بھی رکھتا ہے۔ اکثر درختوں کی جھال کا لکڑی بنا کر باندھتے ہیں اور سینک کا کٹو پ پختہ ہیں۔ کوئی حلف کرتا ہے تو کھیل بھی اٹھ لیا کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ان اقوام میں گاڑیہ قوم کے لوگ جو رہا پڑے کے دکن اور سلطنت اور میں سنگھ کے آخر میں پختہ ہیں

بقیہ حاشیہ و حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ سانپ کو بھی کھا جاتے ہیں۔ اور کتے کا پتہ قرآن کے پڑھنے سے  
 کی چٹ ہے۔ پہلے اس کو پیٹ بھر کر چال کھلاتے ہیں بعد اس کے جیتا ہی آگ پہ بھون کر کھا  
 جاتے ہیں اس قوم میں یہی رسم دستور ہے کہ جب ان کے آپس میں تکرار ہوتی ہے تو دونوں آدمی  
 اپنے اپنے گھر میں چٹا کر دھندلے لگاتے ہیں اور اس بات کی قسم کھاتے ہیں کہ نابرابر پاتے ہی اپنے  
 دشمن کا سر کاٹ کر اس پٹر کے کٹھے پھیل کے ساتھ کھا جائیں گے۔ اور جب دشمن کا سر کاٹ لاتے  
 ہیں تو فی الحقیقت اس کو چٹا کر کے دھندلے کے ساتھ چٹ کر جاتے ہیں۔ بلکہ اپنے دوست آشناؤں  
 کو بھی دعوت دی کھلایا کرتے ہیں اور پھر اس پٹر کو بھی رو کر لایا کی جڑ تھی آکاٹ ڈالتے ہیں۔  
 راجہ صاحب موصوف نے ان لوگوں کی رشتہ سے تعلق اپنی کتاب میں شروع مل داری انگریزی  
 کے وقت کی روایتیں یہاں تک لکھی ہیں کہ جب لڑائی جھگڑے میں کسی جنگاں زمیندار کا سر کاٹ لاتے  
 ہیں تو اس کے گد پہلے سب کے سب مل کر ناپتے گاتے ہیں اور پھر اس کی کھوپڑی صاف کر کے  
 اپنے گھر میں لٹکا دیتے ہیں وہ کھوپڑی ان آپس میں بچکے بھی ڈال دیتے ہیں۔ بلکہ اشرفی اور جنگ نوٹ کی  
 برآمدہاں یہ بتا یوں کی کھوپڑی ان کے ہاں میں چلتی ہیں۔ چنانچہ مسئلہ ۱۱ میں کارل اور پاسے  
 کے زمیندار کی کھوپڑی ایک ہیرہ سر پہ کر چلتی تھی۔ اور اور تعلقہ دار کی کھوپڑی پانچ سو روپے کو  
 بٹھائی جاتی تھی۔ وہ لوگ اپنے مردوں کو جلا کر بالکل راکھ کر ڈالتے ہیں تاکہ کوئی آدمی کھوٹے روپے  
 کی طرح کسی کارڈ کی کھوپڑی جنگاں کی کھوپڑی کے عوض میں دے کر انھیں ٹھگ نہ لیا کرے۔ شاہی  
 بیادہاں وصیت مرد کی خوشی اور رضا مندی سے ہوتا ہے اور اگر ان میں سے کسی کا باپ اس شادی  
 سے ملازم ہو جاتے تو پھر وہ سب لوگ اس کو اتنا پیچھے ہیں کہ وہ بھارہ راضی ہو جاتا ہے۔ غلاموں کے  
 مرجلے کے بعد وہاں کی عورتیں اپنے جلیبہ وید سے نکلت کر لیتی ہیں اور اگر غلام کا کوئی بھائی زندہ نہ  
 ہو تو اپنے خسر سے شادی کر لیتی ہیں۔ ایک میراث وہاں چھوٹی لڑکی ہوتی ہے۔ مردہ کو چار روز کے  
 بعد جلاتے ہیں۔ اور اگر ان کا کوئی چھڑا سولہ مر جاتے تو اس کے ساتھ ایک غلام کا بھی سر کاٹ کر آگ  
 میں جلا دیتے ہیں اور جو کوئی بڑے وید کا سولہ مر جاتے تو اس کے سب غلام مل کر ایک ہندو کو پکڑ لاتے  
 اسے راجہ صاحب موصوف نے میرے خط کے جواب میں اس مضمون کے ناخاندوں کی نسبت یہ ارقام  
 فرمایا ہے کہ وہ نے آسام کا حال مستبر نگری کی کتابوں سے نقل کیا ہے شلڈر انڈر سٹیل صاحب  
 کا ایسٹ انڈیا گزٹیر ہر مسئلہ میں چھپا تھا اس کے قصائد کا پیشرواں مضمون صاحب  
 موصوف نے بعض حالات مستبرہ کے ناخاندوں سے نقل کئے ہیں۔ س م س۔



شاہجہاں کے امام امیر ہی اور مہاراجہ سنگھ

ہندوستان سے پہلے اور اس شدت سے جوتی ہے کہ ملک کے نشینی معرو میں سب جگہ پانی بھی پانی ہو جاتا ہے اس نے میر جملہ نے میر کشی سردار توپ خاں اور راجہ امر سنگھ ہارے کو کمر کاڑوں میں ٹھیرا کر خود شہر لہور میں جہاں سے یمن چار کوس آگے بڑھ کر کھانہ اپنی جگہ تھی جائزہ کیا۔ اور جانکا چوکیاں اور تھانے بٹھا دیے۔

مگر چند ہی ہفتے بعد جب برسات کی معمولی شدت سے اس تمام پنجے کے ملک میں جملہ حملہ آوروں کا قبضہ تھا پانی ہی پانی ہو گیا اور اہل سپاہ کو ایک دوسرے سے لے کر کہیں آنے جانے میں بہت ہی دشواری ہو گئی۔ اس نے آسامیوں نے جنگوں اور پہاڑوں سے نکل کر میر جملہ کی چوکیوں اور تھانوں پہلے شروع کر دیے۔ اور لاہور کے آخر کار شروع ماہ شمال میں اکثر مقامات پر پھر تانے لگے ہوئے خسرو شاہی تھکی پال کے موافق رسد کی آمد روکنے کے لئے گھوگڑا اور کئی بار کے جانیں دے دئے وہ جنگ کے کنا سے جانکا موہے بنا لئے اور رسد پہنچنے کا راستہ روک لیا۔

جب میر جملہ اس حال سے مطلع ہوا تو راستہ کے کھولنے کے لئے جب کچھ فوج دے پائے تھے ماشہ در حاشیہ منور گزشتہ جی اور اس کا سرکٹ کراچی کے ساتھ جلا لئے ہیں۔ وہ لوگ منت کھڑے اور مضبوط ہوتے ہیں۔ صورت شکل ان کی یہ ہے کہ ناک مضبوط کی ہی پہلی ہوتی اور آنکھیں چھوٹی مانتے پر جھڑیاں بڑھی ہوئی ہیں۔ بٹا سامنہ۔ ہونٹہ موٹے۔ چہرہ گول۔ اور رنگ آن کا گندی ہوتا ہے جوتی نالی اور وہ شکل ایسی کمرہوں سے زیادہ مضبوط کالوں میں ان کے ہیں پیش تیس تیس ہائے جیل کے آتے ہٹے ہٹے رہتے ہیں کہ چھاتی تک لٹکا کرتے ہیں آسام کے میر لوگ بھی کھاس ہوس کے چنگے یا پھروں میں رہتے ہیں پچھم کا مصر آسام کا اب تک کامروپ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ لیکن ہندوؤں کے شاستریوں میں کامروپ ویس کی گھٹی ہوئی ہے اس کے بعد جب رنگ پور میں سنگھ سلطنت جیت لیا۔ کچھارہ یعنی پور اور آسام۔ یہ سب کامروپ ہی ٹھہرتا ہے۔ اور ان کے زمانہ کی باتیں میں اس میں کے بڑے بڑے پنجے کی باتیں اور نہایت تعجب کی نکالیں گھٹی ہیں نادان آدمی کا لگتا ہے کہ کو جاو کا گھر خیال کرتے ہیں تاں ترک نہ ہو ہی جگہ سے پہلے تھا کا کشتادہ ہی کا شہر مندوہ ۹۰۰ و ۱۰۰۰ و قید طولی شرقی اور ۲۶۰ و ۳۶۰ و قید عرض شمالی میں واقع ہے۔ وہاں کے آدمیوں کی صورت شکل کچھ مایوں سے ملتی ہے۔ مگر وہ تمام گاڑی لکھنے سے تیس سبکی پائی گوشت شمال و شرقی کی طرف ہو کر زمانہ میں کامروپ کا تخت گاہ تھا۔ ادا اب ادا اب کامروپ کشتہ رہتے ہیں براہ چڑھ کے بائیں کنا ہے پرانتا ہے نقطہ انہی کا رسوہ

کنارے کنارے سرانجامِ خانِ آؤبک کے زیرِ حکم اند کچے خدیوہ لڑاکہ محمد مراد بیگ کے احمق کمر خانوں سے روانہ کی تاکہ ایک دوسرے کی در اور اتفاق سے کام کریں۔ مگر پہنچنے سے تھوڑی ہی دور چل کر ان دونوں میں اتفاقاً ایسی نا اہمی ہو گئی کہ سرانجامِ خان فرپے رہ گیا۔ اور محمد مراد بیگ براؤ مغزوت اُس کی مدد کی پروا نہ کر کے مدد اپنی کشتیوں کے آگے بڑھ گیا۔ اور آسامیوں نے مروت پر کرات کے وقت جہاں یہ ٹھہرا ہوا تھا۔ ایک ایسا چھاپہ مارا کہ سب کشتیاں مدد ساز و سامان کے چھین میں اور وہ ایسا سراسیمہ ہوا کہ مدد اپنی سہارے کے بغیر لڑے تر مہاں کی کربھالگ گیا۔ اس کامیابی سے آسامی اور بھی مغرور ہو گئے اور کھڑکڈوٹے دسد اور خیر آئے کا دست بائیکل مسدود ہو گیا۔ اور جہاں کہیں بادشاہی فوجیں تھیں کھڑا پنی خالکت کے اور اور کھڑکھیں نہیں جاسکتی تھیں۔ اور آسامی جو اسی شدتِ طغیانی میں گویا ان ہری نالوں کی پھلیاں ہی تھے۔ میدانِ اور پہاڑ سے اگر بے تکلف اور متواتر حملے کرتے تھے۔ یہاں تک کہ خود کمر خانوں کے صدر لشکر پر بھی حملے شروع کر دیئے۔ ان حالتوں کو دیکھ کر غایا کے لوگ بھی اطاعت اور نواہاں برداری سے منحرف ہو کر گڑبچے۔ اور اسی اثنا میں اتفاق سے کوہِ بہار میں یہ واقعہ پیش آیا کہ مالِ بادشاہی نے جو بیوقوفی سے مالا مال ہو کر شاہی کی طرہ سے کڑی جمیع ہندی کر کے سختی سے مطالبے شروع کر دیئے اس نے رعایا نے باغی ہو کر جیمِ نازن کو بھر خشت سے واپس بلایا اور فوج دار کو قتل کر کے دجیا کہ ہم ایک عاشق میں بہل اندیشی کو کر کے چکے ہیں، بادشاہی محل داخل اٹھاوا اور تمام عہدہ دار مجبور ہو کر گھوڑا گھات میں چلے آئے۔ اس خبر کے مشہور ہو جانے سے آسامیوں کے حوصلے اور ہکی لیاہ بڑھ گئے اور بادشاہی فوج کی جرأت و ہمت پر بھی برا اثر پیدا ہوا۔

میر جملہ کی تدبیریں | میر جملہ نے اس سبب سے ہلاکے روکنے کے لئے طرح طرح کی تدبیریں کی۔ یہاں کہیں اور چونکہ کمر خانوں میں کھڑکڈوٹے سے دسد اپنہنا اور اس کے گرد و قرات کے مفسدوں کی تہیہ و تادیب کر کے آمد و رفت کا راستہ کھولنا سب سے زیادہ ضروری تھا۔ اس لئے اُس نے ایک فوج کا عائد مناسب متعزلاہ سے زیرِ حکم فرما دیا۔ راجہ سببان سنگھ ہاڑہ تر اول خان و فیرہ سرداروں کی سمیت میں اس غرض کے لئے روانہ کی۔ اگرچہ فرادخان نے کمر خانوں پہنچ کر کمال ہمت سے ایسی کوشش کی کہ راتوں رات اپنے لشکر کو دیکھو ہندی سے جوڑی طغیانی پر آئی ہوئی تھی پارا تارا۔ مگر آخر کچھ دور

شاہجہاں کے ایام امیری اور عہد انگریز

آگے جا کر کثرتِ بادش اور شدتِ سیلاب سے یہ حالت دکھائی کہ تمام ملک مثل ایک میلے بیگراں کے تھا اور باوجود کوشش کے کہیں راستہ نہ ملتا تھا۔ اور چونکہ بارش شدت سے سرور ہی تھی۔ سردیوں اور پیاؤں کو سوائے پانی میں کھڑے رہنے کی کوئی جگہ ہی نہ تھی اُس نے ناچار واپس آنا چاہا اور جب اس پانی ہی پانی میں تر مہائی تک پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ آسامیوں نے وہاں سے بے کرور دیائے دھنگ تک نہایت چڑی اور مین جہریں کھود کر اور کنال پر منظم مورچے بنا کر اور توپ اور پگنے وغیرہ سامانِ حرب سے مضبوط کر کے واپس جانے کا راستہ بند کر رکھا ہے اور یہ سپاہ اس مقام پہنچی ہی تھی کہ بہت آسامیوں نے اپنے مورچوں اور جنگی کشتیوں پر سے گولے برسائے شروع کئے۔ اور بادشاہی فوج کو اب بڑی وقت پیش آئی کہ نہ اُن کے پاس رسد اور چارہ تھا اور نہ کشتیاں کہ اُن پر سوار ہو کر اور دشمنوں کو دفع کر کے نہ ہی نالوں سے پار ہو جائیں۔ اور نہ آگے جا سکتے تھے اور نہ کہیں پیچھے ہٹ سکتے تھے۔ اور کسی طرح کی مدد بھی نہیں پہنچ سکتی تھی۔ ناچار ایک آل پر جو اس قلعہ میں تھی جا پڑے۔ میر جملہ نے اس حادثہ کی خبر پا کر محمد موسیٰ کو فوج کثیر کے ساتھ ان کی کمک کے لئے روانہ کیا۔ مگر وہ بھی تر مہائی سے آگے دیر نہ سکا۔ خلاصہ یہ کہ فرادغان اور اُس کی سپاہ اور تمام سردار آل پر گھرے ہوئے بحرک سے ناچار ہو کر لشکر کے بیلوں کا گوشت کھا کر مصیبت کے دن کاٹتے تھے۔ اور اس عرصہ میں اگرچہ آسامی کشتیوں پر سے بھی گولے مارتے تھے۔ اور دن اور رات جس کئی کئی ہزاراں تک پہنچ کر ملے بھی کرتے تھے۔ مگر یہ لوگ ایک بچے تک باوجود ہر طرح کی تکلیف کے کمالِ حرات اور بہاؤ ہی سے اُن کو پسپا ہی کرتے رہے۔

اور آخر کار فرادغان نے ایک روز یہ خبر کی کہ جب آسامی نابہ سہان سنگھ کے راجپوتوں پر حملہ کرنے کے لئے بڑے چلے آتے تھے تو اُس سے اُن کو بطورِ محنت علی پیچھے ٹھنڈے اشارہ کیا۔ اور جب راجپوت پیچھے ہٹے اور یہ مجھل آسامی مغرور ہو کر اس قدر آگے بڑھ آئے کہ اُن کی کشتیوں سے جو دیائے دھنگ میں کھڑی تھیں اُن کو بہت فاصلہ ہو گیا۔ تو فغان تذکرہ نے موشہ دیکھ کر ایک لختِ دعا دعا کیا اور ایسی تلواریں دیں کہ حملہ کرنے والوں کے ٹکڑے اٹا دیئے۔ اور اُن کی چند کشتیاں بھی جھین لیں۔ لیکن چونکہ اُس کے پاس سپاہ کے کھانے کو کچھ نہیں تھا تو آخر یہی صلاحِ شہری کہ جس طرح سے اس مصیبت سے بچنا

چاہئے کہ بچے کے واسطے جو کہ کشتیاں کافی نہ تھیں۔ اور وہی چند کشتیاں تھیں جو دشمنوں سے چھینی تھیں اس لئے کیلئے اور بائس کاٹ کر اور چھال اور گھاس سے باندھ کر بیڑے بنا کے اور ان پر چیدہ و چیدہ بہاندوں سے چڑھ کر طلوع آفتاب سے بہت پہلے کو جب آسماں بالکل بے ٹکر ہٹے سو رہے تھے کیا ایک ملک کیا اور ان کو رہاں سے بھگا کر لکنا لیں کشتیاں چھین لائے اور پھر ان کشتیوں پر اپنے لشکر کو نڈی نالوں سے پار اُتار کر تمام لشکر کو صحیح سلامت متھرا پہرے میں دوسری ذیقعدہ کو پہنچا دیا۔

مگر اس کے بعد بارش اس سے بھی زیادہ تیز ہوئی۔ اور تھاؤں اور چمکوں تک مدد کا پہنچنا بہت دشوار ہو گیا۔ تو میر جملہ نے ازراہ واثافی کل سپاہ کو سب جگہ سے اٹھا کر کھڑ گاؤں اور متھرا پہرے میں جمع کر لیا اور دوبارہ آسماں ملک پر قابض ہو گئے۔ اور سوائے متھرا پہرے کھڑ گاؤں۔ اور کھڑ گاؤں کے اور کوئی مقام بادشاہی لشکر کے تعارف میں قیام نہ رہا۔ بلکہ آسامیوں کی جرات اور عمارت یہاں تک بڑھی کہ متھرا پہرے اور کھڑ گاؤں کے مابین جو صرف چند میل کا فاصلہ تھا یہاں بھی فوجی جمعیت کے بغیر آمد و رفت نہیں ہو سکتی تھی۔

**میر جملہ مشکلات میں** | اب ظاہر ہے کہ اس حالت میں سرور میں اور اہل لشکر کی پریشانیوں کا ماحول کیا تھا نا تھا۔ اور فطرت و مذاں پر اور بھی مسترد و تہی علاوہ ہیں ماحول نے میر جملہ کے پاؤں اکھاڑنے کے لئے اپنے ایک بھوکن کو اپنا قائم مقام بنا کر اور بیڑے بیڑے اختیارات سے کفر و کثیر کے ساتھ متھرا پہرے کو روانہ کیا۔ اور خود بھی قلعہ سولہ کوڑی میں بے کھڑ گاؤں سے چار منزل اور آسام کے راجاؤں کا قلعہ بھی دار الحکومت تھا آکر ٹھہر گیا۔ بھوکن مذکور ایک ندی کے کنارے جو متھرا پہرے کے نزدیک گذر کر دریائے وھنگ میں گرتی اور برسات کے موسم میں ایک بڑا دریا بن جاتی ہے آ آتا۔ اور بے شمار سایہوں کو جمع کر کے و قبول صاحب مالکین نامہ ایک ویدار عزیز و مرتضیٰ تیں کو سہمی اور انتہائی مستحکم کہ جس کا ایک سڑ پہاڑ سے اور دوسرا دریائے وھنگ سے ملا ہوا تھا نہایت قلیل عرصہ میں اپنے لشکر کے آگے تیار کر لی۔ یہ شخص اکثر باتوں کو نڈی سے پار آ کر متھرا و برسات کے کنارے پہنچا۔ مگر جیسے آسام ہی ہوتا رہا۔ لیکن آخر میں میر جملہ نے ایک مدد خود سوار ہو کر ان کو ایسا تہ تیغ کیا کہ پھر اس کو حملہ کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ اور ایسا ہی چارواگ کے راجہ کو بھی جو آسام کا ایک بہت بڑا قلیل دار تھا اور جس نے متھرا پہرے کے نزدیک دوسری جانب سے مورچے بنائے

شاہجہاں کے اہل حیر اور مہاراجہ گنجپ

لگا کے تھے راہ سہاں سنگھ نے ایک سخت لڑائی لڑ کر ہٹا دیا۔

جب آسامی اس طرح سے متحرا پر ہر متاثر ملے کر کے، بیشتر سپاہی ہوتے رہتے تو اس جگہ کا خیال چھوڑ کر ادیل زقیدہ سے کٹر گاؤں پر تلے کرے شروع کئے۔ چنانچہ اکثر اڑوں کو ایسے سخت ملے ہوئے کہ مدد کے لئے میر جملہ کو متحرا پر سے بعض سرداروں کو بھیجا پڑا۔ اگرچہ اس پر بھی کسی الجھ کے صہید میں آسامیوں نے کئی بارات کو ایسی شدت سے ملے کئے کہ اگر باد شاہی سردار اور فوج زیادتی کرنا ہی کرتے تو مزبور مغلوب ہو جاتے۔ مگر سپاہ کمال استقلال اور دلائی سے اُن کے حملوں کو روکتی رہی۔

آخر کار روز بروز کی لڑائی بھڑائی سے وق ہو کر مغلیہ فوج نے خود ایسے سخت ملے کئے کہ اُن کے سر پرے چھپیں کر جلا ڈالے اور دشمنوں کو قتل اور غارت کر کے مصور و مغلوب سے پھر غالب ہو گئے اور اس دلیری اور ہمت کا یہ شہرہ ہوا کہ دشمن منتشر ہو گئے اور فوج سرحدہ کٹر گاؤں کو روز بروز کی لڑائیوں سے کسی حد نہ فرصت مل گئی۔ اسی طرح یہ فوج مدد و فوج و فوج گڑھ میں ابھی میں وارد و فوج کے زیر حکومت تھی وہ نام سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی جہازوں عرب تھا، اور بعد آسامیوں کی کوشش اور بے حد حملوں کے ہڑاق کے علاوہ دیگر گٹارہ سے بھی آکر وق کرتے تھے کسی طرح مغلوب نہ ہوتی بلکہ ابھی میں اور اُس کے رفیق سرداروں نے خود نکل کر کے آسامیوں کی کئی کشتیاں چھپیں لیں۔ اور کھتے ہی اُن کے سر پرے بھی متبادہ کر ڈالے۔ اور ابتدائے ہر سات میں دلول گاؤں و فیرہ سے جو تھائے اٹھ گئے تھے پھر قائم کر دیئے۔ بلکہ ایسا عمدہ بندوبست کیا کہ اُن کے کئی سردار بھی پکڑ لئے اور کھو گڑھ سے گواچی تک اپنے رعب وہ بہرہ کو جیسا کہ چاہیئے تھا قائم رکھا۔ اور گواچی سے رسد اور خبر کی آمد رفت کے سلسلہ کو منقطع ہوئے نہیں دیا۔

خلاصہ یہ کہ جب مذکورہ بالا یس کن اپنی تمام جرات اور بہادری خرچ کر چکا اور باقی باری فوج باوجود قلت تعداد کے غالب رہی تو اس نے راہ کی مرضی سے میر جملہ کے پاس متحرا میں دیکھ بھیج کر پھر صلح کی درخواست کی۔ لیکن میر جملہ نے ازراہ صلحت پہلے سے بھی زیادہ یہ کڑی شرطیں پیش کیں کہ پانچ سو ہاتھی تین لاکھ تولہ سونا مندا اپنی بیٹی کے ہر باد شاہی بیگمات کی خدمت گزار رہی کے لئے بھیجی جائے بالفعل حاضر کرے۔ اور آئندہ کے لئے پچاس ہاتھی ہر سال بطور پیش کش بھیجنا رہے اور جہاں تک جاری فوج پہنچ چکی ہے وہ تمام ملک ہا سے

قبضہ میں رہے اور کہتان نامی روپ و غیرہ راجہ کے پاس۔ مگر ان سخت شرطوں کے ساتھ براہِ دانائی یہ فری بھی ظاہر کی کہ پورن مل نامی اپنے ایک ہندو سردار کو بھوکن کی تسلی کے لئے بھی بھیج دیا۔ جس کی بھوکن نے نہایت درجہ کی خاطر اور تراضی و کرم کے سب شرطوں کو قبول کر لیا۔ بلکہ ایک دن تھلہ عی یہاں تک کہہ دیا کہ راجہ ان شرطوں کو منظور نہ کرتے گا تو میں اس کا ساتھ چھوڑ کر خود میر جٹ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔

**بیماری اور قحط** | گر یہ کام نہتے بنتے پھر اس طرت بگڑ گیا کہ اسی اثناء میں چتسلی سے ایک اور مصیبت پیش آگئی کہ شدتِ بارش سے متھرا پر کے لشکر میں آب و ہوا خراب ہو کر تپ لڑھ اور دستوں کی بیماری ایسی پھیلی کہ اکثر لوگ مر گئے بلکہ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ با تمام ملک اور مصر شاہ راجہ کی سپاہ اور رعایا کے لوگوں میں جو بھاگ کر پہاڑی جنگلوں اور تنگ مقاموں میں جا گئے تھے یہاں تک پھیل گئی تھی کہ اُس کے بعض ملازمین کے قول کے موافق دولاکھ تین ہزار آسامی ضائع ہوئے تھے؛ اس بیماری کے علاوہ میر جٹ کے لشکر میں دسہا بھی ایسا قحط تھا کہ نہلاؤں ایک سو چھتر اٹھار چادلوں کے جو کچھ ڈھیر پانی کی طیائی اور دشمنوں کی دست و دہر سے بچے ہوئے تھے یا تو کسی قدر ان پر گداز تھی یا ان ہیلوں کے گوشت پر جو لڑائیوں بھڑائیوں میں دشمنوں سے چھینے ہوئے تھے۔ بلکہ ایک مدت تک سرائے اس کے کہ بلی کا گوشت پانی میں جوش دے لیں یا اسی کی چربی میں بھون لیں یا لیمو اور نارنگی کے ساتھ جو اس ملک میں کثرت سے تھے تبدیلِ ذائقہ کر لیں بڑے بڑے سر ملنے غرض خود کو بھی کھانے کے لئے اور کچھ میسر نہ آتا تھا اور آخر کو یہ بھی ناایاب تھا۔

بادشاہی لشکر کی اس مصیبت کا یہ نتیجہ ہوا کہ آسامی جو پہلے موادِ پ گئے تھے انھوں نے پھر سرگشا یا اور دہی بھوکھن جو غمزد نیاز اور طاقت کے پینا ہد سلام بھیج رہا تھا۔ پھر لڑنے کو تیار ہو گیا۔ اور چونکہ متھرا پر میں بیماری زیادہ تھی اور تقریباً تین چھینے سے دن رات کی بارش اور لڑائی اور قحط کی مصیبت نے مجبور کر دیا تھا۔ اور اس نے میر جٹ باہر ہونے پر حرم کو وہاں سے ٹوہہ اٹھا کر کھڑکاؤں میں چلا آ یا تھا۔ آسامیوں نے اس امر کو اور بھی زیادہ ان کی کمزوری پر معمول کیا اور مزید دن رات تلے کسے شروع کردئے یہاں تک کہ یہ بھوک اور بیمار نوے رات بھر سوتے نہیں پاتی تھی۔

لیکن ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ چاندنی رات میں آسامیوں نے جو دریاں اور

شاہجہاں کے اہم امیری اور عہدہ گنتیہ

بھان سنگھ کے مورچوں پر بڑی جمعیت کے ساتھ حملہ کیا۔ لیکن وہ شکست کھا کر ہسپا ہو گئے۔ دلیرانوں نے اپنی شجاعت کے عوض ہر طرف اُن کے معمولی پس پا ہونے پر اکتفا کر کے چاندنی نات کے ساتھ کو فیضت بھان اور وہ ایک تعاقب کر کے اس قدر تھکے کیا کہ اس کے بعد پھر ان کو کھڑ گاؤں پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

تقریباً نصف ماہ سفر تک سب سرداروں اور سپاہیوں نے جاری اور تھک کی مصیبت کو نہایت تحمل اور استقلال سے برداشت کیا اور چونکہ بارش میں بھی کچھ کمی ہونے لگی تھی اس لئے میر جملہ اور اُس کے سرداروں نے پھر کارروائی شروع کی اور معلوم کیا کہ براہ چارنگ دریا کو کھڑ کے پار دہل گاؤں تک ماسن کوہ کے قریب ایک ایسی آل بھی ہوئی ہے جو برساتی پانی میں نہیں ڈوبتی اور اُس پر آمدورفت کے لئے خوشگ راستہ موجود ہے۔ اس لئے میر جملہ نے اکیسویں صفر کو تھوڑی سی فوج اور ابراہیم خاں نامی اپنے ایک مشہر سردار کو جو اُس کے ذاتی ملازمین میں سے تھا صفدان کی سرکوبی کے لئے اور اُس ماستہ کو کھڑ کے لئے بامر کیا اور یہ بھی ہدایت کی کہ اسی جیسی قافلہ کے ساتھ نہ کو نہری جاتے کہ رسد کی کشتیاں جس طرح ہر سکے دہل گاؤں میں بھیج دے چنانچہ اس جذبہ مسرت کے مطابق مخالفین کی تنبیہ و تادیب کے بعد یہ دہل گاؤں میں پہنچ گیا۔ اور چونکہ دریا کنارے اب بھی آسامیوں کے مورچے اور نو قریب گڑھیاں تھیں اور رسد کی کشتیوں کے لئے اس وجہ سے اندیشہ تھا اس لئے کچھ رسد کشتیوں سے نکال کر جمعیت مناسب چارنگ کے راستے سے کھڑ گاؤں کو بھیج دی اور وہ وہاں کے ساتھ ہو کر کھڑ گاؤں کو روانہ ہوا اور اُن کی گڑھیاں جو جنگ بندی کے کنارے تھیں اُن کو بھی چھین کر مٹا کر ڈالا۔ اور چارنگ اور گئی پرورد دہل گاؤں میں راستے کی حفاظت کا بخوبی جذبہ دہشت کر دیا۔

آسامی فوجوں کا قرار  
خلاصہ یہ کہ یہ تہذیبیں کارگر ہوئیں اور آخر یہی الاول میں چھو  
چھینے کے بعد خشکی اور قریب وہ لڑائی راستوں سے کھڑ گاؤں میں پہنچ گئی۔ اور تھک کی مصیبت رنج ہو گئی اور برسات کے آثار کے ساتھ آسامی بھاگ کر پھر جنگوں میں اور اپنے اپنے پہاڑوں پر جا چڑھے۔ اور ماسن بھی سولہ کوری سے پھر نامردپ کے پہاڑوں کو چلا گیا۔ اور اگرچہ اُس کا نامہ سردار یعنی وہی مذکورہ بالا مسوکن بہ ہمسبہ اپنے مورچہ کی صف میں اور جمعیت فوج کے ابھی تک کھڑ گاؤں کے قریب ایک

ندی کے کنارے ٹھہرا ہوا تھا۔ مگر اس نے بھی عاجزی سے پھر صلح کی درخواست کرنی شروع کی جس کو قبول نہ کر کے میر جملہ نے آٹھویں ریح افزائی کو چند سرداروں اور فوج کو کنیتوں پر بٹھا کر اس کو منسوبینے کے لئے روانہ کیا اور ایک سخت لڑائی ہوئی جس میں بھوکن مذکور سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ اس نے اپنے لشکر کے گردا گرد بنا لیا ہوا تھا چھین لیا گیا۔ مگر چونکہ اس کے ساتھ جمہیت کثیر موجود تھی اور اس نے ایک دوسرے قلعہ میں جوڑ ڈنڈا کا ندی کے قریب تھا مرد چے جاتے تھے۔ اور اب وہ اس حملہ آور فوج اور کھڑکازوں منظم لشکر کے بیچ میں آگیا تھا۔ اس نے چودھویں ریح افزائی کو میر جملہ بذات خود کھڑکازوں سے اس پر حملہ کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ مگر چونکہ وہ پہلی ہی شکست سے ہمت ہار چکا تھا۔ اور اب میر جملہ کے بذات خود چل حافی کرنے کا حال اس کو معلوم ہوا تو خائف ہو کر اس مورچے سے بھی جو بہت مضبوط تھا بے رشتہ بھاگ گیا اس جگہ پر قابض ہو جانے کے بعد میر جملہ کو نہرٹی کا بھی ایک اور مورچہ دریا سے ہنگ کے اس پار باقی ہے۔ اس سے وہاں سے اٹھا دھوویں بھی افزائی کو روانہ ہو کر وہ اس دریا کے کنارے پہنچا ہی تھا کہ آسامی اس کو بھی غالی کر گئے حالانکہ دریا کے عرض و عمق کے باعث وہ حملہ سے محفوظ تھے۔

میر جملہ کی بیماری | مگر اب تعدد ایڑی سے یہ عجیب اور خوش واقعہ پیش آیا کہ مخالف اس کو دریا کے پار ہی پہنچا ہوا دیکھ کر غور و بخود بھاگے جاتے تھے۔ مگر یہاں میر جملہ پر یہ حالت گذری کہ جس وقت اپنے گھوڑے پر سوار اس کنارہ سے آسامیوں کے مورچوں اور ان کے حال احوال کو حملہ کی تدبیر سوچنے کے لئے ہر نظر خود احتیاط دیکھ بھال رہا تھا۔ یکایک اس پر ضعف کی سی کیفیت ایسی طاری ہوئی کہ گھوڑے سے اتر کر زمین پر بیٹ گیا۔ اور تھوڑی دیر تک ہانکل بیہوشی اور غشی میں پڑا رہا اور اگرچہ تھوڑی دیر بعد ہوش آگیا مگر کئی روز تک اس کو یہیں مقام کڑا پڑا۔ اور اب یاد ہو کہ اس کے مقابلہ سے دشمن ہانکل ہٹ گئے تھے، بلکہ ایسا اچھا اثر پیدا ہو گیا تھا کہ راجا کے لوگ عموماً اطاعت کرنے لگ گئے تھے اور بدلی بھوکھن نامی جو آسام کے سرداروں میں راجہ کا ایک بہت بڑا رکن تھا۔ اور بہت کئی کنٹش کے راجہ سے اس کی آنکھیں ہو گئی تھیں اپنے اہل و عیال کی بھی ہمدانہ کر کے اور ماہ کی رفاقت چھوڑ کر میر جملہ کے لشکر میں شامل ہو گیا تھا بلکہ میر جملہ کی خواہش کے موافق ماستون و فیروہ کے ہند و بہت اور شاہی خدمات



شاہاں کے بھری اور عہد اور گنہگار

کے لئے کئی ہزار آسامیوں کی فوج بھی بھرتی کرادی تھی۔ اور اس باعث سے راجہ کو اپنے سب سرداروں کی طرف سے ایسی جھڑپیں برپا ہو گئی تھی کہ اُس بیچارہ دنہ دار مذکورہ بالا بھوکھن کو بھی جو نہایت بہادری کے ساتھ بادشاہی فوج کو کئی جہنم تک دق کرتا رہا تھا غراہنزا سستی اور کوتاہی کا الزام لگا کر دھشتیانہ رسم کے مطابق میاں واطفال سیت لڑچے کی گم سینوں میں پردہ پر دکر سخت خراہوں سے مروا ڈالا۔ اور سارے معاملات ایک مدت تک خواب رہ کر اب سب طرح میر جملہ کے حسب دل خواہ ہوتے اور یہ مرض کے بھی اُس کا یہ مستقل ارادہ تھا کہ جس طرح بنے راجہ سے آسام کا کل ملک جھین کر اس کو خارج کر دے اور اسی ارادہ سے پانچویں جمادی الاول کو کوہستان ٹمروپ کی طرف یہاں سے کوچ بھی کر دیا تھا لہذا ساتویں جمادی الاول کو قصبہ سولہ کوٹری میں پہنچ کر اور آٹھویں کو دریا سے دھنگ کے پار ہو کر جس کے کنارہ پہ قصبہ آباد تھا، اور آگے بڑھ کر جاؤا تھا۔

مگر اسی مقام پر اُس کی بیمار کا بہت ہی سخت و شدید ہو گئی۔ سینہ اور معدہ میں درد ہو کر شدت سے تپ چڑھ گیا۔ اور دوتین دن کے بعد مرض ذات الصدہ میں بھی مبتلا ہو گیا اس سبب سے اہل لشکر اور سردار جو متواتر راتوں کے علاوہ گذشتہ ہارش اور قحط اور بیماری سے تنگ آئے ہوئے تھے اب اُن کو یہ فکر پیدا ہوئی کہ مہاراجہ سردار مر جائے یا مہم طول کینچی کر دوبارہ برسات کا موسم آجائے اور لشکر تباہ ہو جائے اس لئے اکثر سرداروں نے ہمارا دہ کر لیا کہ اگر میر جملہ اس ہم کو زیادہ طول دینا چاہتے تو خود سری اختیار کر کے جنگالہ کو چلے جائیں۔

راجہ کا پیغام صلح | اگرچہ میر جملہ کو یہیں شدت مرض میں سرداروں کے اس ارادہ سے نہایت ہی رنج ہوا۔ مگر عالی جتنی اور عظیم تدبیر سے جنگلہ میں دایرہ ہو جائے باوجود بیماری کے ایک منزل اور آگے بڑھ گیا لیکن مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر اپنی اصل آسٹو کے برخلاف دل میں صلح کر لینے کا ارادہ کر لیا۔ اور اس عرصہ میں راجہ کے بھیجے ہوئے سفیر اور وکیل امراء کے ذریعہ سے معافی اور صلح کی متواتر درخواستیں کرتے تھے اور بھول نہیں کی جاتی تھیں۔ لیکن اب کہ راجہ نے دایرہ خاں کے ذریعہ سے درخواست کی تو میر جملہ بھی بنا چاری متوجہ نہ ہو سکا۔

اور مقررہ میں مذکورہ کہ اپنے لشکر گاہ سے آگے بڑھ کر موضع پٹام میں ہو ٹمروپ

کے درہ پر تنہا جا آتھا۔ یہ تمام کا علاقہ راجہ کے ایک رشتہ دار کی ریاست میں تھا۔  
 میں کو اس کی طرف سے راہگی کا خطاب تھا۔ اور اس جگہ جنگل اور درہ کے سرے پر  
 نہایت مضبوط طور پر بنا ہوا تھا۔ غرض کہ اس جگہ راجہ کے وکیل حاضر ہوئے اور بہت سی  
 قیل و قال کے بعد ان شرائط پر صلح ٹھہر گئی۔ کہ راجہ ایک لاشی جٹی اور ایک راجہ پٹام کی  
 لڑکی۔ تیس ہزار کر لے سوتا۔ ایک لاکھ بیس ہزار تولہ چاندی ہیں لاشی بادشاہی پیش کش میں  
 پندرہ لاکھ تھی میر جملہ کو اور پانچ لاکھ تھی دلیر خاں کو دے۔ اور بعد ازیں بارہ مہینے کے اندر  
 اندر تیس لاکھ تولہ چاندی اور لاکھ تھی سرکار میں داخل کرے۔ اور بطور پیش کش سالانہ ہیں  
 لاکھ بیس ہزار ہے اور مذکورہ بالا شرائط کی تعمیل تک اپنے چار بڑے بڑے سرداروں کے  
 بیٹوں کو یرغمال کے طور پر جنگل میں حاضر رکھے۔ اور بدلتی بھر کھس کے اہل و عیال کو لے کر جب  
 مشرق صدر میر جملہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا تھا علاقہ کا مرد پ کے بعض افسانوں کے  
 ساتھ جواب بھی نامور پ وغیرہ کے پہاڑوں میں قید تھے پادشاہی لشکریں پہنچا دیے۔  
 اور لکھ منترہ کے اکثر کرن کی طرف دریائے گنگا راجہ اور بادشاہی علاقہ میں حدفاصل  
 مشرق ہو گئی۔ راجہ نے یہ سب قبول کر لیا اور ان امور کی بہت آسائشوں کی طرف سے مہنامہ  
 اور میر جملہ کی طرف سے تولہ نامہ تحریر کیا گیا۔ اور پانچویں ہادی الآخر کو راجہ کے وکیلوں نے  
 اس معاہدہ کی تعمیل میں دواں لکھیاں اور حقیرہ سونا چاندی اور چاروں سرداروں کے  
 لڑکے حاضر کر دیے۔

**میر جملہ کی مراجعت** | میر جملہ نے دسویں ہادی الآخر کو اورنگ زیب کے ملوس کے  
 پانچویں سال میں اس باحوت صلح کے بعد کوہستان نامور پ  
 سے جنگل کو مراجعت کی داس صاحب سے من اجتہائے شروع کو پہرے ہادی الاول کی طرح  
 تھی دوسرے برس کی دسویں ہادی الثانی تک کل امام مہم ایک برس سے کچھ راتہ ہوئے،  
 اور چونکہ اس کی بیماری سے کسی تعداد اتنا نہ ہو گیا تھا مثلاً پہنچل جلد جلد کو پہرے کرتا تھا پانچویں  
 ہادی آخر کو کھس گئے میں پہنچ گیا اور میر جملہ و غیرہ سرداروں اور ہراسوں کے انتظار میں جو کھس گئے  
 سے بعد ایشیا اموالی بادشاہی اور بعد ایک گروہ کثیر ہندو مسلمان زن و مرد کے جو تہہ  
 سے رزنی یا کرا رہے تھے گرفت کیا اور چونکہ فرشتہ علاقوں و ملک اور ٹڈ سوہ وغیرہ کا  
 ہندوہست اور گوانٹی کے نعم و منی کو جو آسائشوں کے اہم تصرف میں خلل پھیر رہا تھا

دوبارہ درست کرنا تھا اور ہم ناراض کو بھی اُس کی دوبارہ فساد انگیزی کے سبب مزید نایا  
 ضروری تھا۔ اور برسات کا موسم قریب آگیا تھا اس لئے میر جملہ کچھ فوج اپنے ساتھ لے کر  
 اور باقی فوج لشکر دلیرفاں کے زیرِ کمان کھو گڑھ میں چھوڑ کر اٹھائیسویں جمادی الآخر  
 کو گواٹھی کی طرف چل پڑا۔ اہل یہاں سے غرہ رجب کو آسام کی نئی سرحد کے ملاحظہ کے  
 لئے دامن کرہ کے راستے سے کوچ کیا۔ چونکہ جنگل بہت گہنا تھا تین چار منزل لشکر نے  
 بڑی تکلیف اٹھائی۔ پہاڑ رجب کو دہانے کلانگ سے اتر کر تلہ کبلی کے پنجے ڈیرہ کیا۔  
 اور اس جگہ دو انگ اور ڈومریہ کے راجاؤں کو جنھوں نے اس ہم میں اچھی خدمات انجام دی  
 تھیں۔ مناسب حال علاقوں سے سرفراز کیا۔

**میر جملہ کی وفات** | مگر ان ایام میں میر جملہ کو بعض دواؤں کے استعمال کی وجہ سے  
 جو اطباء نے لگی، یعنی بے روہین ٹاکٹروں نے دی تھیں اور صاحب  
 عالمگیر نامہ کے خیال میں وہ عارضی رجحان ہمارے زمانہ میں بھی انگریزی دواؤں کی  
 نسبت اکثر ہندوستان میں کامیاب محسوس ہوا ہے، پہلی بیماریوں کے علاوہ ضیق النفس اور  
 خفقان و ترشش اور اشتہا کے آثار پیدا ہو گئے۔ فرنگی اسی حال میں تیرہویں رجب  
 کو کبلی سے کوچ کر کے دہلیا پارتھب گواٹھی کے محاذی موضع اٹاند میں اتر پڑا۔ اور بادشاہ  
 کے حکم کے مطابق رشتہ خاں کو سرکارنا موب کا فوج وار مقرر کیا اور ضروری اسماء و جنسیت  
 مناسب کر کے چھیپوئوں کو موضع اٹاند سے کشتی میں لے کر آؤٹاٹھ رجب کو تمام بری تداراست  
 کو ہمارے دستہ پہنچ کر باوجود شست و مرض کے ہم نڈن کی سزا دی اور اس کا ملک چھیننے کے  
 ارادہ سے اتر پڑا۔ اور لشکر کے جیسے ہو جانے کے انتظار میں رہے۔ تاہم اسی جگہ ٹھہرا۔ مگر شدت  
 امراض سے جب اُس نے اپنے ہاں برسرِ حال کی امید دیکھی تو چار عسکر خاں کو کہہ کر ہمارے  
 کے لئے ہمارے خضر پور کو کوچ کیا۔ اور دہلی کے دن رمضان کی دوسری کو نخرج سے دو کو سپر  
 اس دنیا سے نام بخاری سے سفر آخرت اختیار کیا۔ خط اسے لہا آرزو کہ خاک مشہدہ: اور جب یہ خبر  
 بادشاہ کے پاس پہنچ کر، اکٹھیر کو جاری تھا اور ہمیں پہنچی تو بادشاہ نے اُس کے بیٹے محمد امین خاں کو  
 جو میٹھی اور پنج ہزاری بیٹے ہزار مراد کا امیر تھا نہایت تسلی سے کہ بہت سی شادمانہ باتوں سے  
 سرفراز کیا۔

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۲۵)

## پرتگیزیوں کی ہندوستان میں آمد اور ان کا عروج و زوال

صفحہ ۳۰۸ میں ہم لکھ آئے ہیں کہ اس کتاب کے مترجم انگریزی مشر اردنگ براک نے پرتگیزیوں کے ہندوستان میں آنے اور ممالک مشرقیہ میں ان کے عروج و زوال کا اصل ایک دلچسپ حاشیہ میں تفصیل سے لکھا ہے۔ جس کو نحیف تغیر و تبدل کے ساتھ ہم اس جلد کے حاشیہ میں لکاتے ہیں۔ چنانچہ وہ مطالبات ذیل ہیں۔

ہندوستان کی مدقتندی کی شہرت اور یہاں کے گرم مصالحوں کی اڑا اور سہل صہیں کپڑوں کی موگی نے دہتھائے وراز سے یورپ کی اکثر قوموں کو اس ملک کے ساتھ اپنا کاروبار تجارت جاری کرنے کے لئے نہایت پہنچ کر رکھا تھا۔ لیکن فلکی کے راستہ کی شکست اور سند کی ماہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے سب لاچار رہے مگر آخر کار جب تکمل کے اور نہاد جاتی دوسرے یورپیاریت ذی ہر شخص متعامل رہا آدمائی کے برخلاف اپنے ہائے تخت لڑیں کہ جوہر یا سہ شہیں کے کنارے آباد ہے۔ ایک ایسا ہندو گاہ قرار دیا کہ میں میں ہر طرف کے بہار نہیر کی طرف کی روک ٹوک کے آتے گئے اور اسی کی اجازت اور من ترم سے ہندو علم حہیت مسجد میں سفر کرنے کا نیا طریق جاری ہوا تو پرتگیزیوں نے پہلے کیپ کا راستہ نکالا اور ممالک افریقہ کے اتھارے جنوب کی طرف واقع ہے۔ مگر یہ ٹوک اپنی کلیفوں کے باعث جو یہاں تک پہنچنے میں طرفان کی شہرت سے آتی کہ اٹھانی پڑی تھیں اس کو کیپ آف مشام سنی دیا اور طرفان کہنے لگے گئے تھے اور آگے بڑھنے سے کسی تہد بچھکے تھے۔ لیکن اس بادشاہ کے یہاں میں امرتینی تھا کہ وہاں سے ہندوستان کا راستہ مزید لے گا اس نامبارک اور تہمت شکن علم کا بل

ل زریں۔ ت سے گت من کیے ب آف س ٹ ارم

بقیہ جاشیہ صفحہ گزشتہ۔ دنیا مناسب بھکرا اس کا نام کیپ آف گڈ ہوپ یعنی راس  
 نیک امید رکھو۔ اور اس کے بعد جب احوالِ تخت نشین ہوا تو وہ بھی خواہان کی  
 اسی تدبیر کی پیروی میں مصروف رہا۔ چنانچہ آٹھویں جولائی ۱۶۵۷ء کو ایسے چھوٹے  
 چھوٹے جہازوں کا بیڑا جن میں صرف ایک سو ساٹھ آدمی سوار تھے زیرِ حکم ناسکولی گا  
 ہندوستان کے راستہ کی تلاش کے لئے پھر۔ وائے کیا گیا یہ اہمیت سوار اول کیپ  
 آف گڈ ہوپ پہنچا اور پھر اس سے آگے ایسے سمندروں کوٹے کرتا ہوا جن کو پہلے  
 کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ اس پہنچنے لڑوں کے ایک پرصوبہ اور ملائی سفر کے بعد  
 شریعتی سختی روزِ جمعہ ۱۶۵۷ء کو ساحلِ ملابار پہنچا۔ اور جس کام کے لئے یہ لوہو  
 لوگ ساٹھ برس سے جانیں کھپا رہے تھے آخر کار ان کی محنت ٹھکانے لگ گئی۔  
 اس وقت ہندوستان کا ایک دہلی کے علاوہ جنوب و مغرب کی طرف مختلف فرمانرواؤں  
 میں منقسم تھا اور ان کے ماتحت اور چھوٹے چھوٹے راجہ اور راج گنڈار میں حکمران تھے۔  
 ان میں سے کالی کٹ کا راجہ اور اس کا لقب دیرگٹ (سلطنتی تھا۔ ساحلوں اور

ملا قاری تاریخوں میں زیرِ بحث کو سامنے لکھا ہے اور زمانہ حال کی بعض اُردو تصانیف میں کالی کٹ  
 کا تلفظ کالی کوٹ اور کالی کٹ درج ہے۔ اس لئے ہم نے مداس گردشت کے ایک مالی  
 خزانہ عہدہ دار کی معرفت خود صاحبِ کٹھن ملابار سے ان کی اصلیت دریافت کی تھی مگر انہوں  
 کو صاحبِ مصروف کو ان فعلوں کی اصلیت کا کچھ پتہ نہ مل سکا۔ آخر کار ہم نے تصورِ بہاراجہ  
 صاحبِ بہادر مرگ باشی والی شادی کو رو بہت صاحبِ علم یحییٰ تھے۔ اور ان کی ریاست بھی ساحلِ  
 ملابار ہی پر واقع ہے۔ ان کی تہنیتِ مابھی چنانچہ تصورِ بہاراجہ کے حکم سے ان کے سکریٹری نے جو  
 جواب خود یہ انگور کی چٹنی کے تھے۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ زیرِ بحث تو پورہ پچی لوگوں نے بنالیا  
 ہم کی چٹنی کے ساتھ صحیح حد درجہ ہے۔ مگر اس کے معنی اور اشتقاق معلوم نہیں۔

اور کالی کٹ کی اصل لائی کوٹ وچانکر اس کی ترجمہ کی نسبت یہ روایت بھی کاشا ملا۔  
 سنی چرواہوں پر مال سے جب ہے باغ گنڈار کے لودہ سب سے پہلے سامری کو ریاستِ نظا  
 کی تو ایک تلوار اور عرقا سے کہ یہ حکم دینا کہ مقامِ عالی میں کو رو بعد از ان سامروں کا انکا ورت

پڑ گیزوں کا بقیہ عاشقہ۔ جس کے مومن بدست سے زیادہ مکرمت اور اقتدار رکھتا تھا اور شاہ رکا تمام ملک اسی کے زیر فرمان تھا۔ جب اسکوڑی گامانے سنا کہ کافی کٹ ایک بڑا تہائی نہنگ ہے تو وہ اسی دھس کا ایک جہازی رہنا ہم پہنچا کر کافی کٹ میں پہنچ گیا۔ خوش قسمتی سے یہاں خوش منظر رہنے والا ایک مسلمان شخص ایسا مل گیا جو پڑ گیزی زبان سے واقف اور ان سے میل جول اور اس دہشت کو پسند کرتا تھا۔ اس شخص کے ذریعہ سے اسکوڑی گامانے سامری کے دربار میں باہان حاصل کر کے اپنے بادشاہ کی طرف سے دو تھلے الفنون لانا جو ایک پڑ گالی میں اور دو صرغی میں تھا پیش کئے۔ اور یہ درخواست کی کہ دوستی اور تجارت کا ایک عہد نامہ بادشاہ پرنکال اور سامری کے ایام ہو جائے۔

یہ عہد نامہ ہو جانے ہی کو تھا کہ وہاں کے مسلمان تاجروں نے جو پڑ گیزیوں کی اولوالعزمی اور مستعدی سے واقف تھے سامری کے دل میں کچھ شکوک ڈال دیئے اور ان کی باتوں سے ایسی تاثیر کی کہ اس کے اور اسکوڑی گامانے کے ایام سخت آنی پئی ہو گئی۔ یہاں تک کہ چند ہی روز پہلے ہی لوگوں نے اترتہ کے ساحل مغربی دشمال پر ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست ہے جہاں کاترک رہیں تھی اس کا عہد صادق باقی ہے۔

س۔ م۔ د

بقیہ عاشقہ زیمونک۔ ہانے اور جہاں تک سرنگ کی آواز پہنچے اس حد ملا تہ پہنچ کر گئے۔ اس وجہ سے کافی کوڑو نام لپٹ گیا۔ جس کے سنی وہاں کی زبان میں سرنگ کی ریاست ہوتے ہیں۔ جیسی کہ ہمارے ملک کے ہندی نامور کے موافق۔ کوڑو لائن کہنا چاہیے۔

محمد صاحب کی انچ چند سے بھی جو ایک عہد اور جاس کتاب ہے، اسی روایت کی تائید ہوتی ہے چنانچہ صاحب موصوف نے ڈاکٹر کھان صاحب کے سفر نامہ کے حوالے سے جن کو لکھا ہے کہ اس ملک میں افسانہ کے طور پر عام روایت ہوں چلی آتی ہے کہ شاہ ۵ بارے ایک روز پختہ مرادوں کو تمام ملک انٹ دیا تھا۔ یہاں تک کہ جب سامری نامی ایک سرحد پہنچے بھی ملا تہ انکا تو اس کے پاس دینے کو کر کے باقی ہی نہ تھا اس وجہ سے اپنی تلوار دیدی اور کہا کہ سامنے مندر پر بیٹھا ہوا ایک منہ باگ ہے رہا ہے جہاں تک اس کی آواز جائے اس حد ملک پہنچ کر گئے۔ صاحب موصوف کہتے ہیں کہ یہ سرحدانی بات جو کافی کٹ سے تقریبی نام کافی کوڑو کی اصل بیان کی جاتی ہے اس کی اصلیت تو یہ کہ جو ہندو گزاس میں شک نہیں کہ فرد بادشاہ کے ہاتھ کی تلوار ملنے سے ہی سب سواروں پشامری ہی غالب گیا اور تمام ملک پشامری کی حکومت ہو گئی۔ اور قابل سامری ہی سے اس کے جانشینوں کا تہ روز رفت سامری ہی گیا۔ س۔ م۔ د

شاہجہاں کے اہم امیری اور عہدہ نگاری

پریگیزوں کا بقیہ ماحیہ کی آس نے بہت کچھ خاطر اور عزت کی تھی، انہیں کے قتل کے درپے ہو گیا۔  
 واسکو ڈی گاما یہاں کا نقشہ بگڑا ہوا اور ناقابل اصلاح دیکھ کر جل دیا۔ اور جاتے ہی  
 سامری کو یہ کہلا بھیجا کہ مسلمان سرداروں کے جھکاؤ سے تم نے ہم کو چھوڑ دیا ہے موت تو سما ہے۔ مگر  
 یاد رکھو کہ مغرب سلوم ہو جائے گا کہ پریگیز کوئی اور کیے ہیں۔ اور اُس کی رہائی کے چند لوگوں کو بھی  
 جو بھی ان کی حالت میں پکڑے تھے۔ اپنے بادشاہ اور اہل وطن کے دکھانے کے لئے ساتھ ہی لیتا  
 گیا۔ اور اگرچہ سامری کے چند جہازوں نے کچھ دھرمک اُس کا تعاقب بھی کیا مگر باومراؤ کی مدد سے وہ  
 صحیح سلامت غل گیا۔ اور دوسرے دو بیٹے کے بعد ایک مرناسٹہ ہر اہیل میں سے مرنوبہا میں  
 آدمیوں کو زندہ لے کر بہاؤ منتظر رہا۔ اپنے وطن میں واپس پہنچ گیا۔

جب یہ لوگ دارالسلطنت میں پہنچے تو اہل شہر نے پھول کر کے کہ اب تمام دنیا کی نہایت پُر  
 نفعت تجارت ہمارے قابو میں آئے والی ہے یہ ہے جو خوشی سنائیں اور واسکو ڈی گاما کو اس کا رنگ  
 کے صلہ میں بادشاہ نے ایک بھاری پنشن اور بڑے بڑے خطاب عطا کر کے۔

اور دوسرے کشتیگ فریق کے پیشوا سے اعظم پوپ آف روم نے جو سینہ اسی تاک میں رہا کرتے  
 ہیں کہ ماس فلانی کے راول میں اس نہال کو بھائے رکھیں کہ دوسرے زمین پر پوپ کی ہی نفعت اور  
 اقتدار کسی کا نہیں۔ بقول مشہور۔ آپ زندہ یا بخشید۔ پر عمل کر کے اپنی طرف سے بھی ان اپنے  
 مرہول کو جو عطیہ مرحمت کیا کہ مشرقی ملکوں میں جتنے ساحل اور بندر گاہیں تم دریافت کر لو گے وہ  
 سب ہم نے تم کو بخش دیئے۔

اس کامیابی سے، انہیں ایسا سرور ملا کہ اپنے اقارب شاہی میں ایسے اتفاق اٹھانے لگے  
 کہ شاہ پر نکال۔ استعفیاء۔ عوب۔ فارسی اور سند کے سوا مل و جزائری کی فتوحات اور جہاز رانی کا  
 بھی ذمہ ہے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ بعد تیرہ بارہ سو آدمیوں کی جمیعت کو لے کر پرتگیزیہ  
 حکم ال صدری کاہرین دین، اپنے مشغلہ کو پھر کافی کشیدہ آئے۔ مگر پچھلے آئے پر سامری کی  
 طرف سے بھی کچھ بدسلوکی نہ ہوئی اور کامیابی سے بھی اُن شخصوں کو جنہیں واسکو ڈی گاما پکڑ کر  
 لے گیا تھا واپس لاکر چھوڑ دیا۔ اور ان قیدیوں نے اس میں سلوک اور رطوبت کی بھی جو پریگیزوں  
 نے اپنے وطن میں ان سے بری تھیں نہایت تحریف و تصنیف کی۔ لیکن سامری کے دل کے قہر سے  
 ایک مدت و باز کے بعد اپنے ہونے لگے مگر مگر وہی عربیہ یا انگریزی تاجر جو سامری اور واسکو ڈی گاما کے

لے بلک مارکٹس اور بیچ کے معاملہ شمال و جنوب میں پوپ کے قہر سے واقعہ اصل میں دہاں

پڑ گلیزوں کے حاشیہ کا جبہ۔ باہم اُن سن کا بائٹ ہوئے تھے اس کے ساتھ میں زیادہ اعتبار رکھتے تھے۔ ان کے بھکساتے سے اب یہ ایک ادنیٰ حرکت ہوتی کہ شہر کے لوگوں نے پکاس پڑ گلیزوں کو مار ڈالا۔ اس کے اختتام میں کارٹرل نے عروں کے کل جہازوں کو ہندو گاہ میں مروجہ تھے۔ جلد ہی اور شہر پر بھی خوب گولے مارے۔ اور وہاں سے کہ چین کو ہوتا ہوا کانا لار کو چلا گیا۔ اور ان دونوں مشہوروں کے راجاؤں نے اُن کو بہت سے گرم مصالحے اور دھوپے اشرفیاں بند کیں۔ اور سلمری کے برخلاف جس کے وہ باج گزار تھے اُس سے دوستی اور اتفاق کا عہد بیان کرنا چاہا۔ اور قرب و جوار کے اور کئی راجاؤں نے بھی یہی درخواست کی۔ ان سب کو یہ ہوس تھی کہ اس طرح سلمری کی اطاعت سے آزاد ہو جائیں گے اور اپنے اپنے ملکوں کی حدود کو بڑھائیں گے۔ چنانچہ اس ویرانگی کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام ملک لے باس پر گلیزوں کو اس قدر اعتبار حاصل ہو گیا کہ جہاں وہ پہنچتے تھے وہاں کے فرماں روا ہوجاتے تھے۔ اور کسی راجہ سے جب تک وہ اُن تین باتوں کو قبول نہ کرے اتفاق باہمی کا عہد نہ ہوتا دکر تے تھے۔

اول۔ یہ کہ مہدورنگ نذیر کے تاجدار اور صلح الحکم ہیں۔

دوسرے۔ یہ کہ پڑ گلیز اُس کی ریاست گاہ میں ایک تعلق بنالیں۔

تیسرے۔ یہ کہ پڑ گلیز ہوا ہوا اس تجارت غرض میں اُس کی قیمت کی تخصیص اور کسی ایسی نگرار نہ لے کر کا فیصلہ وہ اپنی ہی رائے سے کریں۔

اس کے علاوہ سب غیر ملکی تاجروں پر یہ امر لازم کیا گیا کہ جب تک پڑ گلیز غریب مال سے فارغ نہ ہو اُس کو اپنے جہازوں پر نہ چڑھ جائیں وہ سب لوگ مال کی خرید اور سونگی سے رُکے رہیں۔ اور اُن کے اجازت نامہ اور سند و واری کے بغیر کوئی شخص سفار کے سفر کا مجاز نہ تھا۔ اگرچہ پڑ گلیزوں کو چند بار ملازمتیں بھی لڑنی پڑیں۔ لیکن اس سے اُن کی تجارت میں چنداں خلل نہ پڑا۔ بلکہ اُنہوں نے اپنے خزانوں سے سپاہیوں کے ساتھ بڑی بڑی فوجیں نکلتیں رہیں۔ اور چند ہی سال میں اس قدر اعتبار پیدا ہوا کہ تیسرا مشہور حاشیہ کے باشندوں کو یہ مسلمان ہیں انگوڑی ہیں۔ مگر جس طرح کل ملک خلیفہ الفرج کے سپاہ و جنگ باشندوں کو ملک حبش کے قرب کے باعث عموماً حبشی کہتے ہیں۔ یا بل پر رہنے والوں کے لیے قرآن کے قرب کی وجہ سے بلالہاء اختلاف اقسام نظر نہ لگتی بلکہ جانا ہے اسی طرح انگریزوں میں فقط مہر کا اسلوب بھارت ان سب عرب اور افریقی سالانہ رنگ کے مسلمانوں کو کیا جاتا ہے۔ جن سے یہ کہ لوگوں کو مشرقی مسندوں میں ساتھ پڑتا تھا۔ س۔ م۔ ج۔



نائبان کے امام امیری اور صدر مکتبہ

پرنکیزوں کے ماضیہ کا نتیجہ۔ کہ ان کی مقبضہ بندرگاہوں میں سلمی یا اُس کے باج گزار دجاؤں یا  
 عرب و غیرہ سوداگروں کے جہاز داخل نہیں جا سکتے تھے۔ اسی عرصہ میں جب افغانو الہیہ کرک شاہ  
 پرنگمال کی طرف سے دیہاتوں سے مقبضہ ہو کر آیا تو بہارہ دوراندیشی اُس کی یہ رائے ہوئی کہ ہندوستان  
 میں شہرے کے لئے کوئی ایسی جگہ قرار دینی چاہیے جس کو دشمن کے حملہ سے آسانی نہ ہو سکے اور وہ  
 ایک اچھی بندرگاہ بھی ہو۔ اور آب و ہوا بھی عمدہ ہو تاکہ لوگوں کو پرنکیزوں اور دہانہ سلمی کے بعد  
 وہاں آبادی ہو سکے۔ چنانچہ اُس نے اپنے عزیز و گوار کو برکنٹر کی مدد میں واقعہ سے منتخب کیا۔ اگرچہ  
 اُس وقت گوا ایسا نامی مقام نہ تھا جیسا کہ آج کل ہے۔ لیکن پھر بھی وہاں کا بندرگاہ کئی اطراف میں ہر  
 طرف سے مقبضہ اور بہتر بھا جاتا تھا۔ ان دولاں میں یہ مقام قرار دیا گئے دکن یعنی خاندان بھنپہ کے  
 راج میں تھا۔ لیکن یوسف مادل خاں جو اُس کی طرف سے وہاں کا صوبہ دار تھا خود سر ہو کر ملا بارکٹ اپنی  
 حکومت پھیلانے میں کوشش کر رہا تھا۔ اور جب کہ یہ غاصب ملک گیری کے منصوبوں میں کسی طرف  
 مصروف تھا تو الہیہ کرک نے میان خالی دیکھ کر غریبی لائی اپنے ایک دوست کے مشورہ سے برکنٹر کے  
 ملازمین دولا کی فائز گیری کے لئے بہت سے زبردست ہو گیا تھا۔ مسئلہ میں گوار پر ناگہاں حملہ کیا  
 اور شہر کو لے لیا۔ اس واقعہ کے باعث مادل خاں کو گوا میں آیا۔ اور پرنکیز جو ابھی مستحکم طور سے پلہ  
 نہ جھانکے تھے ناچار شہر چھوڑ کر جہاندر پور ہجرت کر گئے۔ لیکن اس سے تھوڑے عرصہ بعد مادل خاں کو  
 وہی نگر کے راجہ سے لڑنے کو مجبوراً پڑا تو الہیہ کرک نے اپنے اسی دوست کی امداد سے پھر ایک چھا پانا  
 اور گوار پرتانہن جو بیٹھا اور مورچہ بندی کر کے اور حصار و غیرہ بنا کر اُس کو خوب مستحکم کر لیا۔ اور کالی کٹ  
 کا بندہ جو کسی کام کا نہ تھا وہاں کی دقتوں کی اور جہات سب گوا میں سمٹ آئی۔ اور اسی دن پرنکیزوں  
 کے مقبوضات واقعہ ہند کے لئے شہر گوا بمثلہ پائے تخت کے ہو گیا۔ اور رفتہ رفتہ جب پرنکیزوں کی  
 حکومت علیحدہ خاں اور بھرورب اور ساحل ملا باد میں پہلی تاحم ہو گئی تو انہوں نے انڈیا کے اور مشرقی ملکوں  
 کی طرف رخ کیا۔ اور اس ہم میں الہیہ کرک نے سب سے پہلے جزیرہ ملائیشیا کو سرکاریا۔ اگر پرنکیز  
 دور چلی اور مابقیہ انڈیا کو کام میں لائے تو ان کے لئے یہ زیادہ مفید تھا کہ اپنی تمام قوت اور طاقت  
 کو اسی جزیرہ میں تاحم کر بیٹے کہو کہ اول تو یہاں کے بندرگاہ ہندوستان کی تمام بندرگاہوں سے  
 بہتر تھے۔ دوسرے یہ جزیرہ مشرقی ملکوں کے وسط میں تھا اور تمام دوقسمتہ ملکوں کے راستے اور مرقی  
 لئے اور اس کی سب بندرگاہیں ایسی تھیں کہ وہاں سے جنگی جہاز انڈیا کے تمام ملکوں پر دباؤ ڈالنے  
 اور قوت و غم رکھنے کو آسانی بھیج جا سکتے تھے اور خود اس کے بندرگاہوں کی طاقت و جواست غریبی

پرتگیزیوں کے حاشیہ کا نتیجہ، مئی فروری سے کھڑی ہو سکتی تھی۔ مگر نائب السلطنہ نے ان فوائد کا کچھ خیال نہ کیا۔ بلکہ ساحل لاکھو منڈل پر قابض ہو جانے میں بھی فروگزاشت ہی کی۔ اور اگرچہ یہاں سے وہ عمدہ اور نہایت لطیف اور مہیں سوتی کپڑے بہم پہنچ سکتے تھے جو دنیا بھر میں بے مثل سمجھے جاتے تھے۔ اور جگہ لاکھو اور مالک کی تجارت کے لئے یہ مقام قدرتی طور پر نہایت مفید اور توجہ لائق تھا۔ مگر اوجہ اس کے بھی کوئی اچھی جگہ اس ساحل پر قائم نہ کی۔ تھی کہ مقامات سینے طاسیہ لاکھو نہیں بھی ایک مدت کے بعد قائم کئے۔ اس لئے یہ خیال کر لیا تھا کہ وہ حالیکہ ہم جزیرہ ملاکھو کے ایک ہو گئے ہیں۔ (جس کی نزعات کو دیکھنے والے سابق دیوید نے شروع کیا تھا) اگر ملک ملاکھو ہمارے قبضہ میں آجائے تو پھر ساحل لاکھو منڈل کی تمام تجارت خود ہی ہمارے ہاتھ میں آجائے گی۔ پس اس وجہ سے اس لئے لاکھو کو مقدم سمجھ کر اسی کی طرف توجہ کی۔ یہ ملک جس کا دار الحکومت مشہور ملاکھو ہے طول میں تین سو میل کے قریب اور عرض میں بہت تنگ سا ہے۔ اس کے شمال کی طرف ٹنگلی میں تو سیام کا ملک ہے اور باقی تین طرف مسند ہے۔ چونکہ ملاکھو اپنے موقع کے لحاظ سے ہندوستان کے تمام تجارتی مقاموں میں سب سے بہتر مقرر ہے۔ اور پرتگیزیوں کو اس بات کی بڑی آرزو تھی کہ مشرقی ملکوں کی سب طرح کی تجارت ہی میں طرح جتنے سہم و شریک ہو جائیں اس لحاظ سے لوگ اس ملک میں پہلے پہل صرف تجارت ہی کے واسطے ہی نمودار ہوئے۔ چونکہ ان کی دست دلائی نہ ہو وہ ہندوستان میں کرتے آئے تھے ان کی تدبیروں کو بہت شائبہ بنا دیا تھا۔ اس لئے انہوں نے لاکھو کے آئے سے بہت ڈرے۔ اور باہم بڑبڑ کر کے بہت سوں کو مار ڈالا اور باقی ماندہ قید کر لئے۔ اگرچہ ابھی کرک کو ملاکھو پر حملہ کرنے کے لئے پہلے بھی کسی حیلہ بہاد کی حاجت نہ تھی۔ مگر اب تو خود بخود ایک مہل سہیل حمل آئی۔ اس واقعہ کے باعث انہوں نے لاکھو کو بھی بھی خیال تھا کہ کسی دشمنی دن ابھی کرک کا ایک دن پڑے گا اس لئے وہ بھی لاکھو کے لئے ہر طرح تیاری کئے بیٹھے تھے۔ چنانچہ اداقل سترہ مہینے ابھی کرک ملاکھو کے سامنے نمودار ہو تو ان کو مقابلے کے لئے مسند اور تلواریں لایا۔ پرتگیزیوں نے شہر پر حملہ کیا۔ انہوں نے بار مسند اور غوریز لڑائیاں ہوئیں۔ مگر آخر کار شہر چھین لیا گیا اور بے شمار مال و دولت اور سالانہ حرب و ضرب پر پرتگیزیوں کے ہاتھ آیا۔ اور قبضہ قائم رکھنے کے لئے ایک قلعہ تعمیر کیا گیا۔ لیکن ابھی کرک کے زیادہ دست اندازی مناسب نہ تھی کہ صرف شہر ملاکھو پر آکٹھا کیا۔ سیام اور پنگو کے بادشاہوں اور قریب و دور کے رئیسوں نے پرتگیزیوں کی اس فتح سے جوائے کے استقلال اور آنا دہی کے لئے انہیں سفر خشی خائف ہو کر ابھی کرک کی مدد

لنا، جہاں کے امام مسیحی اور عیسائی تھے۔

پرتگیزیوں کے عاشقہ کا نتیجہ میں صدارت باد کے لئے سفیر بھیجے۔ اور درخواست کی کہ ہمارے اور شاہ پرتگال کے باہم دوستی اور اتفاق کا عہد و پیمان ہو جائے۔ اس پر خواہش بھی ظاہر کی کہ آپ ہمارے ملک میں کامیاب تجارت جاری کریں۔

جب شیراز کا میں پہنچا اپنے قدم ہانپکے اور قرب و مدار کے رنجوں پر بھی اپنا رعب و اب بھاری نہ کیا تو ابھی کرک نے اپنے بیڑے میں سے چند جنگی جہاز جزائر متعلقہ ملا کر انھیں سفیر و فیرو کے لئے روانہ کئے۔

یہ نام بطور ایک مجموعہ جہاز کے ہیں۔ اور ان کے باشندے پشت واپست سے آگاہانہ اور ناراضی کے دھڑکے گھبرانے لگے۔ مگر اتفاقاً کسی طوفان و فیرو کے حادثہ کے باعث سے جب ایک چینی جہاز وہاں آگیا تو پہلے پہل انھیں کی جہازوں کی بدولت رنگ اور جانچل لئے جہاز جزائر میں بکثرت تھے دنیا میں مشہور ہوتا شروع کیا جہاز نے اس سے تھوڑے ہی عرصہ بعد یہ معاملے ہندوستان میں مورتا پند اور مرفوب طبع ہو گئے۔ اور پھر ہند سے ایران اور ترکستان میں جا پہنچے اہل عرب جو اس زمانہ میں تقریباً تمام دنیا کی تجارت پر قابض تھے بھلا اس پر صنعت مگر کی پر ان کی آنکھیں کھل کر ڈھنکی، جہاز نے دریائے سندھ کے تانے کے تانے ان جہازوں میں جو بیچارے کی جہت سے مشہور ہیں اگر ذلیل ہو گئے اور تب سے اب تک وہاں کے مسلمانوں کی تجارت انھیں کے ہاتھ میں تھی کہ نیا کچھ پر چٹائی ہو کسی مگر ان کا بچھا نہیں چھوڑتے تھے یہاں بھی ان پہنچے اور اس تجارت کو ان سے چھین لیا۔ اور اس وقت سے شان پرتگال نے ان جہازوں کو اپنی مل واری بھنا شروع کیا۔ اور حقیقتاً چند روز بعد انھیں کے جو بھی گئے۔

الہیہ کرک نے سلطانہ میں مقام گوا انتقال کیا۔ اور لوہے سوار پر اس کا اعلا فیش مقرر ہوا۔ یہ شخص بھی عوامی ملک گیری اور حدود مملکت کے بڑھانے میں اپنے مہاشین سابق ہی کا مقلد تھا۔ مگر کچھ عرصہ تک اس کو ان مہاشین کی روک تھام کی تدبیروں میں مصروف رہنا پڑا جو ہندوستان میں پرتگیزیوں کے مقابلہ کے لئے قریب القور تھیں لیکن ان تفکرات سے چھوٹے ہی اس نے چین کا راستہ معلوم کر کے راستہ معلوم کیا۔

ملا اس الہیہ کرک کے عمل داخل کرنے سے پہلے ملک چین اور وہاں کے لوگوں کے حالات ترکستان میں کسی کو معلوم نہ تھے کیونکہ ترکستان سے اب تک صرف ایک کوئی شہر نہیں دیکھا تھا۔ لارینہ والا ایک مشہور سیاحت نگار کے راستہ وہاں گیا تھا اور اس نے اس ملک کے کچھ کچھ

تہیہ حادثہ ساز گزشتہ حالات کے تھے جس کو لوگوں نے بارہ ذکر کے معض و امیات اور اسناد کیا ہوا تھا۔ مگر جب الہیہ کرک ملا کامیں چینی کے بعض جہازی سوداگروں سے ملا۔ اور اس نے اس عظیم نشان سلطنت کی دست و لیرہ کے حالات معلوم کئے اور ان کو نظم ہند کر کے فرنگشاہ کی بھیجا تب لکھنؤ کے بیان سے مطابق پاکیزہ فرنگشاہ کے لوگوں نے بھی اس سیاست کی رمانوں کی تصدیق کی۔ چنانچہ مشفقہ میں پائے غنیمت ازین سے طامس پر خزانہ ایک سفیر جس کے ساتھ چند مٹکی جہاز تھے ہمیں کو روانہ ہوا۔ جب یہ جہاز سفیر کو لے کر ان جہازوں کے قریب پہنچے جو لاشوں کے آس پاس ہیں تو ان کو چینی جہازوں نے آن گھیرا۔ فروری میٹھا بیٹہ مارا لے جو پتہ نکالی جہازوں کا سوار تھا اور وہ داناتی چینیوں کو اپنے جہازوں پر آنے کا اجازت دی اور اپنے آئے کا مدعا بیان کر کے طامس کو چھو کر کنارہ پناہ دیا اور چینی آس کو اپنے لک کے پائے تخت شہر کیمن میں لے گئے۔ وہاں پہنچے کہ پہنچے کو معلوم ہوا کہ ہمیں کے اہل و عیال و بزرگیزوں کے ساتھ رعایت اور خاطر داری سے پیش آنا چاہتے ہیں۔ جس کا سبب اول تو ان کی وہ تاسدی تھی جو تمام مشرقی ملکوں میں پہلے ہی پہلے ہی تھی اور اس کے علاوہ فروری میٹھا بیٹہ مارا کے معقول طریقہ کار دینی سے بزرگیزوں کو اہل چینی کی نظروں میں اور بھی بڑھا دیا تھا۔ اس وجہ سے ہمیں کی بندہ گاہوں میں بزرگیزوں کو تحیات کرنے کی اجازت ملے ہی تھی۔ اور طامس پہنچنے کے ساتھ مہندہ ہرے ہی والا تھا کہ اتنے میں فروری میٹھا بیٹہ مارا کا جہانی۔ ساتی من ایٹھا مارا کچھ اور جنگی جہاز لے کر آگیا۔ اور اہل چین سے وہی نامہ تم کہیں کرنے لگا جو یہ لوگ تمام اہل مشرق کے ساتھ کچھ مدت سے کیا کرتے تھے۔ اور لے اجازت و رہا چین کے ایک تلوہ جہزہ ٹیمن میں تمہیر کر لیا اور وہاں ہو کر جو جہاز چینی کی بندہ گاہوں کو آتے جاتے تھے ان کے ساتھ ہمدود تھی اور لوٹ کسوت کامل کرنے لگا اور بہت سے چینیوں کو کچھ کر غلام بنالیا اور نہایت بیانی کے ساتھ دریائی تفراتی اختیار کی۔

اہل چین ان حرکتوں کو دیکھ کر سخت نفہتاک ہو گئے۔ اور ایک ٹرا بیڑ جنگی جہازوں کا بزرگیزوں کی تہیہ کے لئے بصر کیا۔ لیکن یہ بزرگیز نہیں مقابلہ کئے۔ بھاگ نکلے۔ اور مغفور چینی نے طامس پر پزیر کر ہر پائے تخت میں موجود تھا تھیر کر لیا۔ چنانچہ وہ تہیہ ہی میں مر گیا۔

اس واقعہ کے باعث اگرچہ چند سال کے لئے بزرگیز چین کی حدود سے بالکل خارج ہو گئے تھے۔ مگر اس کے بعد چینیوں نے بزرگیزوں کو بندہ گاہ جان سین میں تحیات کرنے کی اجازت دی۔ اور بعض اہل تفریق بھی آیا کر ایک بحری جہاز لے لینی خواہاں کیا جس سے نہایت روست ہو گیا تھا۔

شاہجہاں کے دام اسہری اور عبادت گاہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ: جزیرہ سکاڑپہ قابض ہو گیا۔ اور وہاں سے چینی کی بندہ گاہوں کے راستے بند کر دیئے اور یہاں تک بڑھا کر شہر کاٹش کو جا گھیرا۔ اُس کی ان حرکتوں سے شہر خطا سر لو۔ نام صالح اس قدر ملک نہ گئے کہ چنگیز دلا سے مدد چاہی۔ یہ لوگ اس موٹھ کو قیمت بھگڑا کر شہر کے بچانے کے لئے دوسرے سے اور اُس تفریق کو شکست دے کر محامو اٹھا دیا۔ اس کے سلسلے میں قصور چین نے غرض ہو کر جزیرہ سکاڑ انھیں کو بخش دیا۔ اور ان لوگوں نے اس جزیرہ میں ایک شہر بسایا جو تھوڑی سی مدت میں بڑی دولت پر ہو گیا اور تھوڑے ہی عرصے میں جاپان کے ساتھ بھی اُن کی تجارت جاری ہو گئی۔ جس وقت میں چنگیز کا ایک جہاز خدمت طوفان سے بہہ کر جزیرہ جاپان میں جا پہنچا تھا۔ جاپانیوں نے ان کی بہت خاطر داری کی اور انہیں آتے کے لئے جس میں چیز کی عزت نہ تھی بخوشی ہیرا کر دی۔ جب یہ لوگ گواہیں پہنچے تو جاپان کے حالات جو کچھ دیکھے تھے سب اپنے نائب سلطنت سے بیان کئے اور کہا کہ ہم ایک ایسا ملک دیکھ آئے ہیں جو نہایت آباد اور دولت مند ہے اور ہمارے تاجروں کو وہاں آتے جاتے سے بہت فائدہ ہوگا یہ غصے ہی پر غلطی سوداگر اور پاروی جہاں پر روانہ ہو چکے تھے اور کہا کہ حقیقت میں ایک بڑی سلطنت ہے جو شاید چین کے سوا دنیا کی اور سلطنتوں سے زیادہ ترقی یافتہ۔ الغرض جب چنگیز جاپان میں پہنچے تو اُن کے آگے سے سب لوگ غرض ہوتے اور مڑا اپنی بندہ گاہوں میں تجارت کی اجازت دیدی۔ اور تمام چھوٹے چھوٹے فرانس واریجوں نے اپنے اپنے علاقوں میں انھیں درخواست کر کے بلایا۔ اور سب کو ایک ایسی رسم عید اپنی کہ ہر ایک رعیت بھی جاتا تھا کہ سب سے بڑھ کر اُن کی خاطر وادعات کرے اور اُن کو فائدہ پہنچائے۔ اور بڑے بڑے حقوق عطا کرتے ہیں دوسروں سے سہقت لے جاتے۔ یہ دیکھ کر چنگیزوں نے بھی تجارت کا بڑا اٹھاٹھ پھیلایا چنانچہ ہندوستان کا مال جاپان کو لے جاتے تھے اور فرنگستانی چیزیں وغیرہ کے طور پر سکاڑ میں جمع کر کے ہوتے مناسب اور آدھر بھیجتے رہتے تھے۔ چنانچہ اوزاع و اتسام کی ایشیائی اور فرنگستانی چیزیں فراخروائے جاپان اور وہاں کے دو سادہ و شرفاء عام خلائق کے طرف سے آئے گئیں اور جاپان میں آج بھی جہیں کہاں تھیں کہ اس کے معاوضے میں چنگیزوں کو دیتے کیونکہ جاپان کو اکثر کو ہتائی اور شنگلاٹ اور کم نہایت ملک ہے اور اُس میں کوئی چیز و سادہ کے فائق پیدا نہیں ہوئی۔ اور اگر اس ملک میں سوتے اور چاندی اور تانبے کی کاٹیں بھی نہ ہوتیں جو شاید تمام دنیا کی کاٹوں سے بہتر ہیں تو ملک کی آمدنی سے سلطنت کا خرچ بھی پورا نہ ہوتا۔ یہاں کی معدنی پیداوار میں سے یہ لوگ ہر سال ہند۔ چھکر و ڈروہہ کے حاصل کر کے۔ جاتے تھے اس کے علاوہ انھوں نے

بقیہ حاشیہ مندرجہ ذیل سے قرابتیں پیدا کر لی تھیں۔ ان غلاموں کے پیش نظر اگرچہ نگینہ لوگ دراصل تمام کا طریق اختیار کرتے تو مناسب تھا۔ کیونکہ اس زمانہ میں سوا مل ملک گنی اور بھروب اور خلیج فارس اور تمام سوا مل ہندوستان کے قلمداد میں تھے۔ اور جزائر ملاکا اور سرائیپ اور مشا میں تو خاص اُن کی حکومت ہی تھی اور جزیرہ ملاو میں اُن کے قیام کے باعث سے چین اور جاپان کی تجارت بھی کر لیا انھیں کے افسروں میں تھی اور ان سب ممالک اور سوا مل وسیع ہیں انھیں کی مرضی اور رضا بہنہ مل قانون اور حکم نامہ مل کے تھا۔ اور کسی قوم کو اتنی جرأت نہ تھی کہ بغیر اُن کی اجازت کے بھری سفر کر سکے۔ اور بہت سے اجناس تجارت جن کے ذریعہ سے اکثر قومیں ہمارے دوست ہو گئی ہیں وہ بالکل انھیں کے اختیار میں تھیں اور اس اختیار اور انحصار تجارت کے باعث سے فرنگستان کی مصنوعات اور ممالک ایشیا کی پیداواروں کا ترانہ صرف انھیں کی مرضی سے گشت اور ٹر جاتا تھا ملاوہ بری پنگلیو مل لے اس حصہ زراعت کی حکومت کو بھی حاصل کئے بغیر نہ چھوڑا تھا جو کپ آف گڑھوں اور بھراہر کے درمیان ہے۔ ان افراد میں ایک دست سے ایل عرب قابض اور سکونت پذیر ہو گئے تھے اور انھوں نے ساحل رنگ بار پر چھوٹی چھوٹی چند دوسریاں ستیں قائم کر لی تھیں جن کی رونق نرل اُن سورتے اور چاندی کی کاؤں کے سبب سے تھا جو ان ریاستوں میں موجود تھیں چنانچہ اسی دولت کے لالچے سے پرتگیزیوں نے مشرق میں ان کو مغرب اور ممالک کے اپنے ملے ایک نئی سلطنت جو مقام سے سینڈویچ پہلی ہوئی تھی اور جس کا وسط اور دار الحکومت جزیرہ موزمبہ کی مرکز کیا تھا قائم کرتی تھی۔ پس یہ کامیابیاں اور فتوحات اگر مستقل اصلاحوں سے محفوظ رکھی جاتیں تو ممکن تھا کہ ایسی سلطنت بن جاتی جس کا زوال و انتقال مشکل ہوتا۔ لیکن پرتگیزی سرداروں کی بدامالی اور حماقت اور دولت و حکومت کی ناقص شناختی کی وجہ سے ان لوگوں کی چال و چل خروٹ سے ایسی بے فائدگی کہ واسکو ڈی گاما کا بریل دی امید و فیرہ نے ایسی عجیب طرح کی بے رحمانی کہیں کہ جن کو شاید سبکی اور انسانیت کی چٹائی پر ایک کلک کا ٹیکہ لگنا چاہئے ہر ہولناکی و فیرہ ایشیائی لوگوں کے بددعوت لینے اور نظام ملتے میں کچھ بھی درپن نہ کرنے تھے خفا کی۔۔۔

پس یہی اور دشمنی یہاں تک اُن کے غبر میں تھی کہ بے گناہ قیدیوں مظلوم عورتوں اور معصوم بچوں کو بھی اُن کی تلوار اور آگ سے بڑا نہیں ملی۔ بجاویز ہندوستانی عورتوں سے سولی انھیں کے اس بڑاؤ میں بھی درپن نہ تھا کہ کڑہن جاکر فوج میں تقسیم کر دی جاتی تھیں۔ چنانچہ خود الیورک

نہی جہاں کے امام امیر کا اور جہاں کے گورنر کا

بقیہ ملاحظہ فرمائیے۔ جیسے نامور شخص کے عہد کی دیر قیثا ان کے سرداروں میں سب سے بہتر تھا کیا ہی لطیف روایت چلی آتی ہے کہ گوا کی آبادی کی تعداد کے بھلے ایک دفعہ یہ خبر بھی کی گئی کہ بہت سی عورتیں اپنے بڑے خاندانوں کی ہر بندی میں آتی تھیں ان کی نسبت پابندی صاحب کو یہ خدمت پہنچ رہی تھی کہ کہیں بنا کر پرہیزوں سے ان کے جوڑے ملا دیں۔ چونکہ پابندی صاحب کو جوڑے ملاتے ملاتے رات ہو گئی اور میں اتفاق سے روشنی بھی بجھ گئی تو ہرجام جینیت کے باعث سے یہ تمہارہ ہی کو گونسی عورت کس سرو کے نکاح میں آ چکی ہے پہلے تو پابندی صاحب اس مسئلہ کے حل کرنے میں چکھلے مگر آخر کار یہ فیصلہ کر دیا کہ اس دوسری شخص سے کی کون مراد ہے جو عورت میں سرو کے ہاتھ لگ جائے وہ اُس کی بھی جائے اور چونکہ یہ لوگ مشرقی مسندوں کے بالکل ایک و مخداتھے ہر ایک ملک کے بہادروں سے جڑا ملا تھا اور اس معاملہ پر نہایت اُچی کرتے تھے۔ اور امرا اور رئیسوں کو بے عزت کرتے تھے۔ آخر انھیں کرتوتوں کے باعث تمہارے ہی عرصہ میں تمام قوموں کی نظروں میں ٹھٹھکنے اور دشمن قرار ہونے لگے اور میں دقت خواہ طلب دویم کے عہد میں اس قوم کی حکومت کا تہذیبی و بہت ہی شروع ہوا تو یہ پرہیز مندوستان میں تھے انہوں نے اپنے پر ملک جاتے کا خیال چھوڑ دیا۔ چنانچہ بعض تو خود میں بیٹھے اور بعض نے دیانی غارتگری ایسی بدھڑک اختیار کر لی کہ کسی قوم کے جہاز کا بھی ٹھانڈا کرتے تھے۔ اور بہت سے پرہیز مندوستان۔ راجاؤں اور امیروں کے ملازم ہو گئے یہاں تک کہ اکثر سپہ سالاری اور ذات تک پہنچ گئے کیونکہ اب تک بھی ان کی تعلیم اور دیانتوں کا اثر لوگوں کے ذہنوں پر باقی تھا۔ اور ہندوستان میں جو ملاتے ان کے مقروض تھے وہ اپنے بلکہ دھرموں میں منقسم ہو گئے کہ ایک کو دھرم بالکل دھندلایا تھا۔ بلکہ خدا اور عبادت کے بارے ایک دوسرے کی حدیثوں میں مزاحم اور متعارض ہوتے تھے۔ اور یہاں تک توجہ پہنچ گئی تھی کہ ان کے سرداروں اور رئیسوں میں آجین اور تادہ کی کوئی پابندی باقی رہی تھی اور نہ اخلاص اور نراں پرہیز اور دشمنی خلاف نام و رنگ بلکہ بھائے ان باتوں کے اکثر بعض و مشرت اور فتنی و دیور میں جھگڑا متفرق رہ کر تسبیح اوقات کرتے تھے۔ اور اگلی فتنی و شوکت بالکل رخت ہو چکی تھی کہ اتنے میں سب لوگ جب مسئلہ میں سپہی کی حکومت سے آزاد ہوئے تو وہ بھی ہندوستان پہنچے۔ اور پرہیزوں کے اقتدار حکومت چھین لینے کے لئے جنگ و محال اور محرم آماجیاں کرنے لگے یہاں تک کہ جزیرہ ہند کا بھی چھین لیا۔ اور ہندوستان کی تجارت اور بندرگاہوں میں سب جگہ انھیں کاہل اور طلبہ ہو گیا۔ نقطہ

# جلد دوم

ڈاکٹر برنیر کے خطوط کا مجموعہ  
برنیر کے خطوط مانشیورڈی مرویس کے نام  
(جو اورنگ زیب کے کشمیر کے سفرے متعلق ہیں)

پہلا خط۔ از دہلی  
موضع۔ دسمبر ۱۶۵۷ء

اورنگ زیب کی کشمیر کو روانگی | صاحب من جب سے اورنگ زیب کا تاجِ مائل پرست  
ہوا ہے اسی وقت سے یہ خبر پامشہور ہو رہی تھی کہ  
بادشاہ بمرض تہل آب و ہوا اور آئندہ گرمی سے بچنے کے لئے جس کے باؤٹ مرض کے  
لٹ آنے کا اندیشہ تھا لاہور اور کشمیر کی میر کا ارادہ کئے ہوئے ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ بہت سے  
معالفہم اشخاص کو اس بات کا یقین کرنے میں تامل تھا کہ میں حالت میں کہ اس کا باپ لگہ  
کے قلعہ میں مقید ہے وہ ایسا دور و دراز سفر کرنے کی ہمت کس طرح کرے گا۔

لیکن خطِ صحت کا خیال مصالحِ سلطنت پر غالب آیا۔ اور زیادہ تر روشن آرا بیگم کی  
ترغیب و تقرر میں اس کا باؤٹ ہوتی جو بہت دلاں سے اس امر کی آرزو مند تھی کہ شہزادہ عکالت  
لے بعض فرانسیسی نام جو اس کتاب میں ہیں معلوم نہیں کہ خاص ان کے لب و لہجہ کے موافق ان کا صحیح تلفظ  
کیا ہے اگرچہ وقتِ نگینہ میں بھی ہے کہ میں صرف سے کسی خط کو لکھتے ہیں اس کا تلفظ اکثر ان حروف  
کی مقررہ آوازوں کے مطابق نہیں ہوتا۔ مگر یہ وقتِ فرانسیسی الفاظ و اسار کی لہجہ میں اور بھی زیادہ ہے  
اور خاص اہل زبان سے بے غیر تصحیح ناکھ ہے۔ - - - - -

تم۔ ی۔ جی۔ ی۔ دی۔ تم۔ سلطان



شاہجہاں کے ایاہ مہری اور عہد انکسب

سے باہر زیادہ صاف اور خوش گوار ہوتے تھے۔ حاصل کر کے اور اپنے اس اقتدار کے زمانہ میں شاہد کو فرسے فوج کے ساتھ جاتے جس طرح کڑا س کی بہن بگم صاحب شاہجہاں کے عہد میں لکھی تھی۔

دہلی سے لاہور | ان کو کہ یہ مبارک ساعت رسمہرت، جو تیشوں نے اس بے سفر کے واسطے بخوشی تھی کہ پوچھا کیا اور شاہدار باغ میں جو پاتے تخت سے چھ میل کے فاصلہ پر جے مبارکرام فرمایا اور وہاں پھر روز کامل اس غرض سے توقف فرمایا کہ اس بے سفر کے ساز و سامان کے لئے جو ٹیڑھے برس میں ختم ہونے والا ہے لوگوں کو فرصت اور جھلت مل جائے۔ آج جاتے تھے میں آیا ہے کہ بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ شاہی سراپردے لاہور کی سڑک پر لگائے جائیں نیزہ کہ دو مقام کرنے کے بعد پھر کوٹ میں اور زیادہ توقف نہ ہوگا۔

سفر کشمیر میں فوج کی تعداد | اس سفر میں بادشاہ کے ساتھ صرف وہی ہشتی تھیں تھوڑا سا رہتے ہیں اور نہ صرف وہ معمولی پیادہ سپاہ ہر دس ہزار سے زیادہ ساتھ رکائی ہے بلکہ بھاری توپ خانہ اور جہاز توپ خانہ بھی ساتھ ہے۔

توپ خانہ | اس توپ خانہ کو جہاز توپ خانہ اس واسطے کہتے ہیں کہ وہ بادشاہ کی ذات خاص سے کبھی جدا نہیں ہو سکتا کیونکہ بھاری توپ خانہ رمت بے رمت راہ کے نقیب و نواز و غیرہ کے باعث رکاب شاہی سے علیحدہ ہو کر پیچھے پیچھے بہ سہولت سنا ہے۔

بھاری توپ خانہ میں ستر توپیں ہوتی ہیں جن میں زیادہ پتیل کی ہیں اور اکثر ایسی بھاری ہیں کہ پیلوں کی میں جتن جڑیوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور بعض تو ایسی بھاری ہیں کہ جب راہ نا ہموار ہو یا کہ پڑھائی کا وقت ہو تو تیریلوں کی مدد کے لئے ہاتھی دوکار ہوتے ہیں تاکہ توپ کے تخت اور پہلوں کو اپنے سرور سے ڈھکیلیں۔

جہاز توپ خانہ میں پچاس یا ساٹھ سیدانی چھوٹی توپیں ہوتی ہیں اور سب پتیل کی ہیں اور ہر ایک توپ ایک چھوٹے سے خوبصورت اور خوش رنگ تخت بہ پڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ جس پر زینت کے لئے چند سرخ جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں چنانچہ اس کا ذکر میں نے کسی اور مقام پر

بھی کیا ہے۔ ہر توپ کو وہ خوبصورت گھوڑے کیلئے ہیں۔ جن کو ایک گولہ انداز ہانکتا ہے۔ اور ہر ایک جھڑی کے ساتھ ایک تیز گھوڑا کر تل ہر تلہے میں کو ایک اور سچا ہی نے کر چلتا ہے۔ یہ میدانی توپیں بہت تیز ہانکی جاتی ہیں تاکہ بارگاہ شاہی کے سامنے قاسم کی جانیں اور اتنی پہلے پہنچ جاتیں کہ بادشاہ کے لشکرگاہ میں پہنچنے ہی سے ہی دے سکیں۔

**قندھار سپہ فوج کشی کی افواہ** یہ بادشاہی لشکر اور ہم رکاب فوج ایسی بڑی اور کثیر التعداد کی جگہ تہہ مدار کے محاصرہ کے واسطے جاتے ہیں۔ جو حدود ایران اور ہندوستان اور ملک ازبک کے مابین ایک نہایت اہم مقام ہے۔ قندھار ایک خوش خاں اور زرخیز ملک کا دارالحکومت اور بڑی آمدنی کی جگہ ہے اور اس وجہ سے اس پر قبضہ کرنے کے لئے بادشاہان ایران اور ہندوستان کے باہم بڑے بڑے سخت معرکے اور محاربے ہمیشہ وقوع میں آتے رہے ہیں۔ اس عظیم الشان فوج کے کوچ کا اصل میں خواہ کچھ ہی فضا اور مقصد ہو مگر ہر ایک شخص کو جو اس سے تعلق رکھتا ہے۔ اب دہلی سے روانہ ہونے میں جلدی کرنا ضروری ہو گیا ہے خواہ کتنے ہی اہم معاملات ہوں۔ اب مزید توقف کی گنجائش نہیں۔ اگر میں اپنی روانگی میں دیر لگاؤں تو لشکر میں شامل ہونا میرے لئے مشکل ہو جائے گا۔

**نواب دانشمند خاں کا علمی ذوق** علاوہ ہر علم و ادب و دانش خاں کو میرا خدیوہ انظار ہو گا۔ کیونکہ ہمارے آقا کو جو امور مامک خیر کا وزیر اور سواروں کی فوج کا سربراہ ہے اپنے منصب کے اہم کاموں سے صبح کے وقت تو فرصت نہیں ملتی اس وجہ سے وہ اپنے سپہر کے وقت کو جو کتب خانہ کے مطالعہ کے لئے مختص کئے ہوئے ہے۔ نتائج کرنا نہیں چاہتا۔ اس کو علم ہیئت اور جغرافیہ اور تشریح کا خاص شوق ہے۔ اور وہ گیسٹنڈی اور ڈس کارش کی تصانیف کو بڑے شوق سے پڑھتا ہے۔

**سفر کی تیاری** میں اپنے ذاتی امور کا بند و بست کرنے کے بعد میں آج رات کو ہی روانہ ہو جاؤں گا اور چلنے سے پہلے مجھے اس قندھار سبب و سامان درست کو بیٹھا چاہیے جس قندھار کے رسالہ کے ایک باعزت عہدہ دار کو درکار ہے۔ کیونکہ میری خواہش تھی

روپیہ ہمارا ہے اور اس نے مزدوری ہے کہ دوا چمے ترکی گھوڑے سے ایک سائیس کے  
 سہرے پاس ہوں۔ اور ایک مضبوط ایرانی اونٹ بھی صد ایک شتر بان کے ساتھ ہونا  
 چاہیے اور ایک ماورہی اور ایک خدمت گار ہونا چاہیے جو ملک کے دستور کے موافق پانی  
 کی سراچی کے گھوڑے کے آگے آگے چلتا ہے میں نے مزدوری اور آرام کی اور بھی سب چیزیں  
 تیار کر لی ہیں۔ مثلاً ایک درمیانہ خیر ایک قالین اور ایک ٹہلی سفری چار پائی جو چار ٹکے اور  
 مضبوط باتنوں سے بنی ہے اور ایک تکیہ اور دو لحاف میں سے ایک کو دوسرا کر کے تشنگ  
 کام لیا جاتا ہے۔ اور ایک گول چرمی دسترخوان کھانا کھانے کے لئے اور چند رنگین دوال  
 اور تین چھوٹے تھیلے ماورہی خانہ کے ظروف اور ٹھکی ظروف وغیرہ کے واسطے یہ سب ایک بڑے  
 تھیلے میں رکھے جاتے ہیں اور یہ بڑا تھیلہ پھر ایک ٹاٹ کے بڑے سے ٹھیلے میں جس کے دو  
 حصے ہوتے ہیں اور جس میں تھے گئے ہوتے ہوتے ہیں باندھا جاتا ہے۔ علاوہ بریں شلیت  
 میں آٹا دال وغیرہ کھانے کی چیزیں آٹا اور ملازموں کے بہتر اور کپڑوں وغیرہ کے ساتھ  
 رکھی جاتی ہیں میں نے احتیاطاً پانچ سو روز کے خرچ کے موافق کچھ مدد چاروں اور کچھ  
 سٹے بسکٹ بھی جن کو چاشنی اور نمبر کے عرق سے خوش ذائقہ بنایا گیا ہے رکھنے  
 میں اس کے علاوہ ہر ایک کپڑے کی ایک تھیلی ایک آنہی طلبے کے ساتھ جس میں ہلکار  
 وہی کو چھانا ہوتا ہے۔ میں نے یاد کر کے ساتھ رکھ لی ہے۔ کیونکہ اس ملک میں نمبر کا شربت  
 اور وہی نہایت مضر چیز ہے۔ یہ سب چیزیں جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے ایک  
 بڑے ٹھیلے میں باندھ دی گئی ہیں جو صبر معمول ایسا ہے جو صفا پہیلا ہوا ہے کہ اسے تین  
 چار آدمی مشکل سے اونٹ پر لاد سکتے ہیں حالانکہ اونٹ شلیت کے نہایت قریب بیٹھا ہوا  
 ہوتا ہے اور لادنے والوں کو صرف اتنا ہی کرنا ہوتا ہے کہ شلیت کا ایک سرزمین سے اٹھا کر  
 اونٹ کی پیٹھ پر اٹھ دیں۔ ایسے بے سفر کو اگر آرام دہ بنانا ہو تو ذکرہ والا مشیاء میں سے  
 ایک بھی نالو نہیں ہے۔ کیونکہ ایسے ملک میں ہم کو خراس کے جیسے اچھے یعنی مسافر خالوں،  
 اور آرام و آسائش کا سامان مل جائے گی اس لیے نہیں ہے اور ہماری مہمان سلاطین صرف ہمارا وہی  
 ڈیرہ ہے جس کو عرب اور تاتاریوں کی طرح ہم کو ایک منزل سے اٹھا کر دو روزہ سری  
 منزل پر سے جا کر روزمرہ لگانا چاہیے۔ اور ہم اپنی حاجت روائی لوٹ کسوت سے بھی نہیں

کر سکتے ہیں کیونکہ ہندوستان میں ایک ایک بالشت زمین خالص شریفہ بھی جاتی ہے اور رعیت پر دست و پا زنی اور تعدی کرنا گویا بدشاہ کے مال میں دست اندازی کرنا ہے۔

**دہلی کی روٹی اور پانی** | اس طویل سفر کے اختیار کرنے میں میرے دل کو صرف اتنی ہی غرضی ہے کہ ایک توہم شمال کی طرف کو پھرتا رہے ہے۔ دوسرے

یہ کہ بارشیں ہو چکی ہوں اور اب موسمِ سرما کا آغاز ہے اور فی الحقیقت ہندوستان میں سفر کے لئے بھی موسم مناسب ہے کیونکہ جاڑے کے شروع میں بارش بھی ہر جگہ ہوتی ہے اور گرمی اور گرد بھی ایسی نہیں رہتی کہ جس کی برداشت نہ ہو سکے۔ اور میں اس خیال سے بھی غرض ہوں کہ اب بھکھو دہلی کے بازار کی روٹی کھانے کی آفت نہ آسانی پڑے گی جو اکثر خراب پکائی جاتی ہے اور گرد و غبار سے صاف نہیں ہوتی اور اب یہ بھی امید ہے کہ پہلے کا پانی بھی دہلی سے بہتر ملے گا جس کا میلہ بن مجھ سے بیان نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہر انسان و حیوان بے حد تک لباب پہنچ جائے۔ اور پانی کا مزاج و اتھام کے میل کچل کا مخزن بنائے رکھتے ہیں۔ اس پانی سے ایسے بیمار ہو جاتے ہیں کہ ان کا علاج مشکل ہوتا ہے اور پتھلی میں کھڑے یعنی تار پودا ہو جاتا ہے۔ میں میں بڑی سخت سوزش اور دم ہوتا ہے۔ اگر مریض دہلی سے کہیں چلا جائے تو یہ کھڑے جلد و فتن ہو جاتے ہیں۔ اگر چہ کبھی ایک برس اور کبھی اس سے بھی زیادہ عرصہ تک تکلیف دیتے ہیں۔ یہ کھڑے اکثر عرض و طول میں چکامے کے خمارے نانت کے موافق ہوتے ہیں اور جن پر بے تکلف لٹ پڑے گا دھوکا ہوتا ہے۔ ان کے ٹکٹے میں بڑی اعتیاد کرنی چاہیے تاکہ ٹوٹ نہ جائیں اور ان کے نکالنے کی سب سے بہتر تدبیر یہ ہے کہ ایک ٹکٹے پر پیٹ کر رو نہرو آہستہ آہستہ اور تھوڑا تھوڑا نکالا جائے۔

میرے لئے یہ بات نہایت اطمینان کی ہے کہ میں اس قسم کی بے آزاریوں اور خطروں سے محفوظ رہوں گا کیونکہ ہمارے قراہ نے نہایت ہر پانی سے حکم دیا ہے کہ ایک تازہ خانہ ساز روٹی اور گنگا کے پانی کی ایک مڑائی ہر روز صبح کے وقت مجھے نہایت ہر کرے کیونکہ اور میرے اور ہار کی طہارت ہمارے قراہ نے بھی اپنے ساتھ گنگا جیل کے بہت سے اونٹ لڑھکتے ہیں پانی ٹھنڈا کرنے کی ترکیب | پانی کی مڑائی ایک ٹین کی طرح ہے جس پر سرخ کپڑا منڈھا ہوا ہوتا ہے اور اس کو ایک خدمت گار ہاتھ میں لے کر اپنے

نشاستہاں کے اؤم اسیری اور عہد اور گھنچ

آٹا کے گھڑے کے آگے آگے چلتا ہے اس میں مٹھا ایک سیر پانی آتا ہے۔ لیکن میں نے اپنی مراہی تصددا دوسیر کی بنوائی ہے اور مجھے امید ہے کہ یہ تدریر میرے لئے بہت مفید ہوگی اس مراہی میں پانی خوب ٹھنڈا رہتا ہے۔ بشرطیکہ وہ کپڑا جو اس پر مٹھا جا رہا ہوتا ہے تر ہے اور مراہی ہر وار اسے ہلا کر ہوا دیتا رہے۔ یا اسے ہر امداد گلی میں جیسا کہ پہلوں مٹھا حصول ہے زمین سے اونچی ایک تپائی پر رکھا جائے تاکہ زمین کی گرمی مراہی کو نہ لگے پس کپڑے کی نئی اور ہوا میں ہلا کر ہوا میں رکھنا پانی ٹھنڈا رہنے کے واسطے نہایت ضروری ہے۔ کپڑے کی یہ نئی آن چھوٹے چھوٹے آتش اجزاء فائری پارتی مٹوں کو جو ہوا میں ہوتے ہیں اور جن سے پانی گرم ہو جاتا ہے مراہی کے اندر داخل ہونے سے روک دیتی ہے نیز اُن شوریلے اجزاء نائٹروجن پارتی مٹوں اور دوسرے اجزاء کو جو اس کپڑے اور ظرف کے اندر رسالت کر کے پانی میں خشکی پیدا کر دیتے ہیں نہیں روکتی جس طرح ٹیپے میں سے روشنی قاصر آ جاتی ہے مگر پانی نہیں آ سکتا اور یہ تر شیشہ کی بناوٹ اور اس کے اجزاء کی خاصیت اور اس فرق کی وجہ سے ہے جو پانی اور روشنی کی لطافت میں ہے۔

یہ مراہی سفر میں کام آتی ہے۔ لیکن جب ہم لوگ مکان پر ہوتے ہیں تو پانی کوشی کے مشکوں میں جو مسام دار مٹی سے بنائے جاتے ہیں رکھتے ہیں اور اُن پر تر کپڑا پھینکتے ہیں اور اگر

طائف اور سی پ ارٹ ی ک ل

ٹھنڈا اور سی پ ارٹ ی ک ل

تھ جب کوئی خیال جسم مثلاً پانی مٹی کے ایک ایسے برتن میں بھرا جائے جس پر کافی پھرایا ہوا نہ ہو تو پانی کے اجزاء برتن کے مسامات میں سے بھاپ بن کر اُڑ جاتے ہیں اور اس بھاپ کے ساتھ بہت سی حرارت بھی جو پانی میں جذب رہتی ہے نکل جاتی ہے تو اس برتن میں پانی بے فک ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اسی طرح جم بھی سکتا ہے اور یہ تاخیر اس وقت اور بھی زیادہ پیدا ہو جاتی ہے جب کہ برتن کو دھوپ میں رکھا جائے اور اس کے باہر کے سطح کو جس سے بھاپ خارج ہوتی رہتی ہے ہر طرف سے برابر تر کپڑا پھینکا جائے۔ اگلے زمانہ کے علم کیمیا کے علماء کا یہ عقیدہ تھا کہ کوئی نہایت لطیف شے جس کے انصاف سے مختلف نام رکھے جاتے تھے اس عمل کے وقت برتن کے مسامات سے خارج ہوتی ہے اور زمانہ حال کے علماء اس شے کو گلیکولرک کہتے ہیں جو ہر حرارت کہتے ہیں ۱۴ مترجم انگریزی۔

ٹھنڈا اور سی پ ارٹ ی ک ل

یہ شکے ہوا میں رکھے جائیں تو ان کا پانی ان مراحوں سے زیادہ خشک ہوتا ہے۔  
 بڑے سہرا خواہ شہر میں ہوں خواہ لشکریں شورہ استعمال کرتے ہیں اور اس کی ترکیب  
 یہ ہے کہ یہ پانی یا جس چیز کو سوکرنا مقصود ہو جست کی مرای میں جس کی گردن لمبی اور  
 پیٹ گول انگوٹری برتل کا سا ہوتا ہے ٹوال کر اس کو سات یا آٹھ منٹ تک سن پانی میں  
 ڈالتے ہیں جس میں تین چار ٹھی شورہ ڈالا ہوا ہوتا ہے۔ اس عمل سے مرای کے اندر کی چیز  
 نہایت سو ہو جاتی ہے۔ میرا پہلے یہ خیال تھا کہ اس طرح ٹھنڈی کی ہوئی چیز سفر نہیں ہوتی  
 ہے۔ لیکن معلوم ہوا کہ کبھی کبھی تلیق کا اثر کرتی ہے۔

شام سفر سوچ کر شری ہوئی ہے۔ اور اس ملک کی طبعی دھوپ میں جو کسی موسم میں بھی  
 اذیت سے خالی نہیں۔ روز مرہ چلنا پڑے گا اور سردی اسباب لانا اور اتارنا پڑے گا۔ اور  
 نوکروں کے پیچے سر کھپانا ہوگا۔ کبھی نیمہ لگانا اور کبھی اکھاڑنا ہوگا۔ کبھی رات کو اور کبھی دن  
 کو کر کے کرتا پڑے گا خصوصاً حکم شاہی کے مطابق ڈونے حیرس تک ایسی بے ٹھکانہ اور خانہ  
 م دھنی کی گذران کرتی پڑے گی۔ بجائے اس کے کہ میں ان پریشان کن باتوں پر توجہ کرتا آخر  
 یہ طبعی جھگڑے کیوں لے بیٹھا۔

اچھا دوست ضا حافظ! میں اپنا وعدہ پورا کروں گا اور آپ کو اپنے حالات کی وضاحت  
 اطلاع دیتا رہوں گا۔ اور چونکہ فرج اس موقع پر آہستہ آہستہ کو چم کرے گی۔ کیونکہ کچھ  
 اضطراب اور کسی دشمن کی فکر تو ہے ہی نہیں بلکہ ایک بڑی وحوم دھام اور شان و شوکت  
 سے جیسا کہ بادشاہ ہند کا معمول ہے کوئی ہوں گے اس لئے میں سب دلچسپ واقعات  
 لکھتا رہوں گا تاکہ لاہور پہنچتے ہی آپ کی خدمت میں بھیجوں۔

از لاہور

۲۴ فروری ۱۶۱۹ء

دوسرا خط

جنا کے کنارے ایک خوش گوار سفر | صاحب من ایہ شان دار کوئی فی الواقع آہستہ اور  
 نہایت ہی دلچسپ ہے۔ جس سے ہم بیان الہیتر  
 کا سفر لکھتے ہیں۔ لاہور دہلی سے قریب ہوا سو فیکٹ یا پندرہ منزل ہے۔ مگر ہم کو لاہور پہنچنے  
 میں قریب دو چھپنے لگے سداں ہوا کہ بادشاہ نے فرج کا ایک بڑا حصہ ساتھ لے کر شام عام

۱۶ اپریل ۱۶۱۹ء میل ہے : م م ع

سے بخیرہ راسخو اختیار کیا تھا تاکہ شکار کے عمدہ مواقع ملتا آئیں اور دریا کے جتنا کاپانی آسانی سے ملتا رہے۔ چنانچہ ہم ان دونوں باتوں کی خاطر معمولی شائع عام سے دائیں طرف کو روانہ ہوئے اور جس طرح بادشاہ نے یہ حکم آڈام و آسافش مناسب نہال کیا آہستہ آہستہ دریا کے جتنا کے کنارے کو پہنچا ہوتا رہا اور ایسی ہی لمبی گھاس میں جس میں سارے بھی نظر نہ آتے تھے بندوبست کا اور سب قسم کے شکاری جانوروں کا شکار ہوتا رہا اور ہر طرح کا شکار کھڑا ملا۔ اب ہم ایک عمدہ شہر میں بڑے آرام سے ٹھہرے ہوئے ہیں اور ہمارے لئے ان فرصت کے اوقات میں اس سے بہتر اور کوئی خشک نہیں ہے کہ وہ گونا گوں حالات میں کی طرف میں دہلی چھوڑنے کے وقت سے برابر شروع رہا ہوں، تعلیمزد گروں۔ بکے ائمہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ کشتیر کی سیر کراؤں گا اور آپ کہ ایک ایسا ملک دکھائیں گا جو دنیا میں ایک نہایت خوش سائنس ہے۔

میں نے اس مضمون کی کئی تشریح کی خاطر اس سفر کا حال مانگ لیا۔ اس سے بطور آفتاب نقل کیا جاتا ہے میں میں کہا ہے کہ بادشاہ کشتیر کی سیر بھی کرنا چاہتا تھا اور بعض مصالح ملک داری کے لحاظ سے بھی پنجاب کا جانا منظور تھا۔ اس لئے فرما دیا، الاول غلطی کو کرنا اس کے حلوں کا سال نیم اور سود جلی وین مقدس، یعنی تل واپ کا وہ بہت قریب سال گزرا آٹھ سال پہلے، پنجم مہاب شمس اور روز شروع سال پہلے و ششم مہاب قمری تھا اور اگلے سال جہاں آباد سے صحت شادی باغ افراہاد میں۔ میں کو اس کتاب کے مصنف یعنی ہنر مند شاعر کا کھانا چھ مہاب ہونے اور ساتویں ماہ جاری اہل کو مطابق ۲۰ ماہ آؤد فارسی ساعت حقیرہ یعنی مہارت کے موافق حضرت شاہ شریعت پناہ نے سوار ہو کر باغ ذکر میں فرمایا کیا۔ گیارہ مہاب کو یہاں سے کو پہنچ کر کے چند روزوں کے شکار گاہوں میں جو وہاں سے قریب تھیں، بسر کر کے اور پھر قصب سوئی پت میں صفت کی راہ سے، جو کوڑاں پہنچا۔ یہاں سے غلطی میں میرا یہی کہ شکار اذاتہ اسباب کے ساتھ سپہ سالار کو روانہ کر دیا گیا اور بادشاہ معمولی شکار چھوڑ کر غلطی پر ہو کر شکار کو چلے گئے اور وہاں سے شکار کھینچے ہوئے پانچویں مہاب آؤد کو قصب حضرت آباد میں رہو جتنا کے دائیں کنارے ہی زمانہ غلطی انہماک تعمیل جنگا دہری کے تعلق ہے، دریا کے اس پار آچھپے اور عوامی غمزدگی کے شکار کے بعد گیارہ مہاب تاریخ کو انہماک میں فرمایا کیا چند مہاب کو سر ہند میں کو لہیا ز پچھپے دریا کے تلخ پر پہلے سے کشتوں کا پہلا بندہ چکا تھا۔ اس لئے دوسرے دن پہلے بندہ ہوا۔ چونکہ بادشاہی قراءوں، یعنی ہر شاہوں نے پہلے کے غمزدگی کے مانگوں میں، وغیرہ کے لئے اس سے

جب کبھی بادشاہ بڑے لائقِ لشکر کے ساتھ سفر کرتا ہے تو اس کے ذاتی آرام و تسکین کے لئے نیکون ٹوپوں وغیرہ کا دوسرا سامان ہمراہ ہوتا ہے چنانچہ ان میں سے ایک پلہا سافٹ ہیٹ ایک دن آگے جاتا ہے تاکہ بادشاہ کو منزل پر پہنچتے ہی سب طرف سے سہا جاتا رہے۔ عمارت اور اسی واسطے اس کو چٹائی خانہ (پیشی) کہتے ہیں یہ دونوں پیشی خانے قرعہ شاہ ایک ہی سے ہیں۔ اور ایک پیشی خانے کے اٹھانے کے واسطے ساٹھ ستر یا تسی دو سو اونٹ سو خیر اور سو سال دیکار ہوتے ہیں۔ ہماری اسبابِ قربانیتوں پر لاوا جاتا ہے جیسے بڑے بڑے ڈیرے اور ان کی بھائی بھائی چو ہیں۔ درازی اور وزن کدہ جیسے تین ٹکڑوں میں بھٹکے ہیں۔ اور چھوٹے ڈیرے اور ٹول پر لاوے جاتے ہیں۔ اور بادشاہ کی خانہ کا سامان خیموں پر اور لکی اور زیادہ قیمتی چیزیں محال سے جاتے ہیں۔ جیسے چینی کے برتن اور بادشاہ کی دسترخوان پر لگائے جاتے ہیں۔ روشنی یا طبع کے ہوتے پائے والے اور وہ قیمتی فرنگہ (سراپودہ) اس کا ذکر ہم بعد ازیں کریں گے۔

**سراپودہ شاہی** | پیشی خانے کے منزل پر پہنچتے ہی میرا سامان ایک عمدہ مرقعہ خیمہ ام خانی کے واسطے تجرید اور انتخاب کرتا ہے اور کمالِ قرب کے ساتھ بقیہ حاشیہ صفا گزشتہ۔ بادشاہ سوار ہونے اور دونوں کو بندہ حق سے شکار کیا۔ اس کے بعد جمعیۃ کو ذاتی تلوار ہی میں ڈیرہ کیا اور تکلیف اور سرگرمی کو خیر کے شکار میں کل اہل لشکر کو اس سفر میں اٹھانے پڑی تھی اور جس کا ذکر اکثر پریشی نے آگے بہت تفصیل سے لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہی جگہ تھیں پھلورا اور تلوار ڈھکی کے تھی، بعد ازیں دریائے "بیلا" یعنی بیاس کو بغیر لے کشتی کے دریا اور پھلورا نے پایاب میں کیا اور بیخ آباد میں مقام ہوا اور وہ سری رجب کو لاہر پہنچ کر باغِ فیض بخش میں اور شاہجہاں کے دست میں خاندانِ کثیر کی طرز پر تعمیر ہوا تھا اور جہاں سے راجہوں عزتِ شاہی کہتے ہیں، ٹوپہ کیا اور پھر نہر اور تلوار پھر میں داخلہ کی ساخت و سویں رجب فرما اختہ یاد ماہِ مارس و دست و پھر سے پہلے نہیں تھی اس سے تاریخِ مقبرہ تک اس باغ میں کچھ ستون مقام رہا۔ ماضی پر کہ جنگاوی وہ نہر جو اس دریا کے باغ میں تھی وہ دہلی کو لگتی ہے اور جس کو خیر بھی فرقہ کہتے ہیں۔ شاہجہاں نے اس کے حوالہ جہت اور ماضی میں خیل دس جگہ کو اس وقت تلوار پر کتے تھے یا نادخلت پر کو لگائی نہیں ہے۔ البتہ کچھ کدہ میں کو لگائی خانی کل کہتے ہیں، ابھی نہیں آباد و روضہ کہا کہ وہیں کہ تم جتنا چاہو تلوار تلوار اور جہاں چاہو اس میں خیر کو اس طرح ماضی کی یاد میں نہیں آباد و روضہ کے مضافات میں خیر آباد کے ماضی میں ایک شخص ماضی ہے۔ سمیت



حقی الامکان اس کی کوشش کرتا ہے کہ تمام لشکر گاہ ترتیب اور قریب کے ساتھ ہوا و ایک مرتبہ قطعہ جس کی چاروں حدود تین تین سو سورتی قدم کی تعداد سے زیادہ ہوتی ہیں۔ و اس میں لگا کر محدود کر دیا جاتا ہے اور سبیل وار فوراً اس کو صاف دھوا کر کے اس کی سطح کو چھوڑنے کے طور پر ڈال دیا جاتا ہے۔ پھر اس کے گرد اگر دو تین جن کی ہندی سات یا آٹھ ڈانسی فٹ کے برابر ہوتی ہے گھیر دیا جاتی ہیں جن کے کھڑے کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ سینیں گالز کرائی کی ریبوں کو ان سے باندھ دیا جاتا ہے اور ہر اس قدم کے خالصہ پر دو دو چوبیس جن کے پیچھے کے سرے تین ہر جے ہوتے ہوتے ہیں تھانے کے واسطے دو تین طرف اس طور پر کھڑی کی جاتی ہیں کہ ایک چوب دوسری کے سہارے ہوتی ہے۔ یہ تھانیں ایک مضبوط کپڑے کی بنائی جاتی ہیں اور اس پر ہندوستانی پھینٹ سے نقش و نگار اور پھول و فیروزہ بنا کے ہوتے ہوتے ہیں۔

بادشاہی دیوڑھی جو اس مرتبہ قطعہ کے ایک ضلع کے ہیں وسط میں رکھی جاتی ہے صبح اور مکلف ہوتی ہے اور اس کی تھانوں کے اندر نقش و نگار بہ نسبت ان تھانوں کے جن سے اس قطعہ کی باقی حدود گھیری جاتی ہیں زیادہ خوش نما اور خوبصورت اور قیمتی ہوتے ہیں۔ وہ پہلا اور سب سے بڑا ڈیرہ جو ضیاء شاہی میں لگا دیا جاتا ہے اس کو عام و خاص کہتے ہیں۔ شاہجہاں بادشاہ اور امرا و بزرگے صبح جمع ہو کر امرو سلطنت پر غرور اور انصاف و عدالت کیا کرتے ہیں۔ ہندوستان کے بادشاہ خواہ تخت گاہ میں ہوں خواہ سفر میں روزمرہ و دفعہ دربار کرتے ہیں جن میں کسی ناغہ نہیں ہوتا اور یہ دستور ایک فرض واجب اور منجملہ آئین سلطنت سمجھا جاتا ہے جس کی بجا آوری میں بہت ہی کم فروغداشت ہوتی ہے۔

دوسرا ڈیرہ ہونڈا پھونڈا اور اند کی طرف کو کچھ بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اس کو منسل خانہ کہا جاتا ہے یہاں سب امرا خدام کے وقت مہرے کے لئے اسی قاعدہ سے جمع ہوتے ہیں۔

جیسے کہ خاص دہلی میں۔

اس شام کے دربار سے امرا کو بہت بے کاری اور تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن جب وہ صبح گاہ شاہی کے غول طریق مشہور میں سے مشعلیں ساتھ لے کر ہوتے منسل خانہ کی طرف جاتے ہیں وہاں سے اچھے ڈیرے میں کوہا پس آتے ہیں تو دور سے اندھیری رات میں یہ ایک بڑا اور دلچسپ تماخا دکھائی دیتا ہے۔ اگرچہ یہ مشعلیں ہمارے وطن فرائض کی طرح مرم سے

نہیں تھیں۔ لیکن بہت دیر تک چلتی رہی اور صرف اس طرح سے تیار کی جاتی رہی کہ ایک کڑی پرلوہے کی ایک ننگی جڑی جاتی ہے اور اس کے اندر گودڑا کا ایک مڑا لپیٹہ لگا یا ہوا ہوتا ہے جو تیل میں تر ہوتا ہے اور جس پر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد تیل کی کچی سے جو چٹپٹی کے ہاتھ میں رہتی ہے اور جس کا گلا تنگ اور لمبا ہو ہے یا پتیل کا بنا ہوا ہوتا ہے تیل ڈالتے جاتے ہیں اور بوقت ضرورت اس گودڑ کو بدل دیتے ہیں۔

ان دونوں سے پھرنا اور زیادہ اندر کی طرف ایک تیسرا ٹھہر جوتا ہے جس کو غلرت غلانت کہتے ہیں اس ٹھہر میں سوائے بڑے بڑے اُسر اور دندرا کے کوئی شخص داخل نہیں پاتا اور سلطنت کے اہم اور خاص امور یہیں انجام پاتے ہیں۔

غلرت غلانت سے اور آگے کر بادشاہ کے خاص الخاص مجھے ہوتے ہیں جن کے گودا گودہ ذرا چھوٹی تھاتیں جو تھادام سے زیادہ نہیں ہوتی لگی رہتی ہیں ان تھاتوں میں سے بعض کے اندر دینی جانب پھلی ٹہن کی صفہ چھینٹ چڑھی ہوتی ہوتی ہے جس پر صدائے مختلف قسم کے بھول بھلے ہوتے ہوتے ہیں اور بعض ریشمی مسٹر سے آراستہ اور باریک دھڑکی بھار اُن پر لگی ہوتی ہوتی ہے۔

ان شاہی خیموں کے متصل ہیگات اندر اور معزز خاتونوں اور محل کی بڑی زنانہ خیمہ گاہ | بڑی خاتونوں اور لڑکیوں کے ٹوہرے لگے ہوتے ہیں۔ یہ ٹوہرے بھی مختلف تھاتوں سے گھڑے ہوتے ہوتے ہیں اور اُن کے بیچ میں اونٹنیوں کی عورتوں یعنی اصیلوں اور خاندانوں اور ملازم عورتوں اور متعلقات محل سرا کے ٹوہرے ہوتے ہیں اور یہ ٹوہرے اُن عورتوں کے مراتب اور درجہ کے لحاظ سے قریب کے ساتھ لگائے جاتے ہیں۔ عام خاص اور پانچ چھ اور کچھ سب ٹوہرے دل سے بلند ہوتے ہیں جس سے وہ مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ گرمی سے حفاظت ہو۔ دوسرے یہ کہ دور سے پہچانے جاسکیں۔

ان کے باہر کی جانب کا کھڑا مسٹر اور گہرے سرخ رنگ کا جوتا ہے جس پر عبادت کے لئے بڑی بڑی رنگا رنگ کی چٹیاں لگی ہوتی ہوتی ہیں۔ لیکن اندر کی جانب خوبصورت پھلی ٹہن کی چھینٹ ہوتی ہے جو خاص طور پر اسی کام کے واسطے بنائی جاتی ہے۔ جس پر صفہ اور ٹھہر یا رنگ رنگ کے ریشمی مسٹر لگے ہوئے اور اس پر ریشم یا مسٹر یا سفید زری کا کارچونی یا چکن کا کام نہایت نفیس اور باریک بھار کے ساتھ بنا ہوا ہوتا ہے اس میں تین چار لکڑی سرے

خاں جہاں کے ایام اسی اور بعد ان کے یہ

دوئی کے گدیوں کا فرض ہوتا ہے اور ان پر مکلف تالین اور زینت کی مرتبہ مستحق  
آرام سے تکیہ لگا کر بیٹھنے کے لئے بھی ہوتی ہوتی ہیں۔ ان ٹیموں کی چوبیس لمب یا عمدہ  
روغن کاری کی ہوتی ہیں۔

اور ان دولوں ڈیروں میں جن میں بادشاہ، سردار، واکاچ و دولت روغن المود  
ہر کر نظم و نسق اور سرملکت انجام دیا کرتا ہے بادشاہ کے لئے ایک نہایت ہی مکلف  
اور آراستہ مرتبہ جگہ ہوتی ہے جس پر ایک منہلی یا پیشی شجر کے وسیع شامیاہ کے  
نئے بیٹھکر بادشاہ لوگوں کا سلام بھرا لیتا اور عرض حال سنتا ہے۔

**خراگاہ** تمام ڈیروں میں ایسے ہی شامیاہ ہوتے ہیں مگر ان میں خراگاہیں ہوتی  
ہیں جو شکل ایک چھوٹی سی کوشنری کے ہیں اور ان کے چھوٹے چھوٹے  
دو دلوں میں چاندی کے تھل لگے رہتے ہیں۔ خراگاہ کا نقشہ بجھنے کے لئے یہ تصور کر لینا  
چاہئے کہ گویا ہمارے ملک نرائن کا لٹ جانے والا ایک مربعی چھپرکٹ ہے۔ جو چھپرکٹوں  
کی بلندی کے برابر ہے۔ مگر چست اس کی چوبیس نہیں ہے۔ بلکہ گنبد کی طرح کی ہے۔  
لیکن خراگاہ اور چھپرکٹ میں بڑا فرق یہ ہے کہ خراگاہ کے چاروں طرف پردوں کی جگہ  
بہت چٹے اور سبک باور کی جانب صبح یا روغن کتے ہوتے چھتے لگے ہوتے ہوتے ہیں  
اور زیبائش کے واسطے گرد آگرو دیغم اور زری کی بھارتی ہوتی اور اند کی طرف قرمزی  
رنگ کا رنگینی شجر یا زینت مندھا ہوا ہوتا ہے۔

ان حالات کے گھنے کے بعد کے یقین ہے کہ اس مربع قطعہ کے اندر جو امور قابل  
بیان و لحاظ تھے میں نے ان میں سے کوئی نہیں چھڑا۔

**شاہی ڈیورسی** اب اس مربع قطعہ کے بیرونی منظر کا ذکر کرتے ہوئے پہلے میں ان دو  
سطح اس جگہ نقا چھپرکٹ ہندوستانی ذائق کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے کہ اس کتاب میں غلط و سبکیں  
ہے جس کے معنی چھپرکٹ کے نہیں ہیں بلکہ لوٹ اور پردے کے ہیں اور چونکہ اگر پردوں کے گھروں میں اکثر  
ایک قسم کے کپڑے سے منڈے ہوئے کمرے کے اپنے چوکھٹے دیکھنے میں آتے ہیں جو تہہ کتے جا  
سکتے ہیں اور جن کو کمرے کے اندر کسی مناسب جگہ پکھڑا کر کے تھاتا یا پھندا کلام لیا جاتا ہے تو  
اس سے خیال ہوتا ہے کہ غالباً مصنف نے کئی ایسی ہی قسم کی چیز سے خراگاہ کو تفسیر دی ہے۔ مردم ج

**امرا اور فرج کا ڈیرہ** | خوبصورت ٹیروں کے شعلے کھوں کا برشا ہی ڈیڑھی کے دولاں جانب ہوتے ہیں۔ یہاں پر چند صدہ کوئل گھوڑے کے کسانے اور نہایت مکلف ساز و سامان سے بچے کھاتے کھڑے رہتے ہیں تاکہ کسی ناگہانی قریبت کے وقت فرجا کام آسکیں۔ لیکن بڑی مرض اس سے شان و شوکت اور مختلف دکھانا ہے۔

اسی شاہی ڈیڑھی کے دولاں طرف ہم کاب توپ خانہ کی پچاس ساٹھ توپیں جو بھڑی بھڑی ہوتی ہیں ایک تادم سے لگی رہتی ہیں اور جس وقت بادشاہ غمہ میں داخل ہوتا ہے اہل لشکر کی اطلاع کے لئے اُن سے سلامی دی جاتی ہے۔

بادشاہی ڈیڑھی کے سامنے بقدر مناسب و مکن ایک وسیع صحن میں کوئی نیمہ وغیرہ بالکل نہیں لگایا جاتا ہیشہ چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس صحن کی انتہا پر ایک بڑا ڈیرہ کھڑا ہوتا ہے جس کو غدار خانہ کہتے ہیں۔ مگر ان کے اس جگہ نقارے اور بٹھناتیاں رہتی ہیں۔

اسی ڈیرہ کے قریب ایک اور بہت بڑا ڈیرہ لگتا ہے جس کو چمکی خانہ کہتے ہیں۔ یہاں امرا باری باری ہتھ میں ایک باریچ پکڑے گھٹنے پھیر دیتے ہیں۔ مگر اکثر امرا ایسا کرتے ہیں کہ خاص اپنے ان کا ایک ڈیرہ ٹھیک چمکی خانہ کے متصل زیادہ آسائش و خلوت کی غرض سے کھڑا کر لیتے ہیں۔

اس بڑے مربع قطعہ کی باقی ماندہ تینوں جانب کچھ تھوڑا سا فاصلہ ہے کہ بعض عہدہ داروں کے اور متعلقہ موزوں بات کے وہ نیچے لگائے جاتے ہیں جن سے خاص خاص قسم کے شاہی امور متعلق ہیں اور اگر کوئی خاص وجہ یعنی عہدہ کی سنگی وغیرہ مانع ذہور تو یہ نیچے ہمیشہ ایک ہی ترتیب اور ترتیب سے لگا کرتے ہیں۔ ان ٹیروں کے جواہر اہم اور قریب ہیں۔ لیکن ان ناموں کا اتفاق مشکل ہے اور چونکہ میرا یہ مدعا نہیں ہے کہ میں آپ کو ہندوستانی زبان کی تعلیم دوں پس یہ کافی ہے کہ اُن الفاظ کا مطلب بیان کر دوں یعنی اُن میں سے ایک ڈیرے میں تو بادشاہی تھیلا رہتے ہیں اور دوسرے میں نہایت قیمتی زمین اور بڑا سا زون وغیرہ اور تیسرے میں کوزاب اور نہایت کی قبا ہیں وغیرہ جو بادشاہ کی طرف سے اکثر خلعت میں دی جاتی ہیں۔ اور چار چار عرصہ عرصہ نیچے لگنا چاہیے اور شہر کے لئے مخصوص ہیں جس سے پانی ٹھنڈا کرتے ہیں اور قسم قسم کے عہدوں اور حلوں اور مشائحوں اور پان وغیرہ کے لئے ہوتے

شاہیہاں کے دایم ہمسری اور عہدہ دار گنہ گریب

ہیں۔ ان ایک قسم کو شاہیہ ہر کچھ خاص مصالحے لگا کر تیار کیا جاتا ہے اور بطور طامست منایات و لطائف شاہی کے عطا ہوا کرتا ہے جس کے چبا سنے سے منہ سے خوشبو آتی ہے اور لب سرخ ہو جاتے ہیں پندرہ سولہ ڈیرے اور ہوتے ہیں جو باورچی خانہ اور اُس کے متعلقہ اشیا کے کام آتے ہیں امدان سب کے دستان میں بہت سے عہدہ داروں اور خواجہ سراؤں کے ڈیرے ہوتے ہیں۔

سب سے اخیر خاصے کے گھوڑوں کے لئے چھ ڈیرے اور ہیں جو منایات لیے لیے ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سے ڈیرے خاص بادشاہ کی سواری کے اہتیموں اور شکاری جواڑوں اور شکاری جانوروں کے لئے جو ہمیشہ بادشاہ کے ہمراہ رہا کرتے ہیں اور جن سے دولتوں مطلب حاصل ہوتے ہیں یعنی شان و شوکت بھی اور سواری کے وقت شکار بھی ان ٹوہیدوں میں شکاری کٹوں اور پتیوں کے لئے جو ہرن اور نیل گاہ کے کو پکڑتے ہیں۔ خیروں اور گنیشوں کے لئے جو شوکت دکھانے کے لئے ہمراہ لاتے جاتے ہیں جنگالی بھینسوں کے لئے جو خیر ہر حملہ کرتے ہیں اور پٹے جو تے ہرڑوں کے لئے جو اکثر بادشاہ کے سامنے لڑا جاتے ہیں۔ ملکہ علیحدہ احاطے پنے ہوتے ہیں۔

لفظ نیمہ گاہ شاہی کا صرف یہی مطلب نہیں ہے کہ جو نیمے اُس مرتبہ قطع خیام شاہی کے اندر ہیں صرف اُنہیں سے یہ لفظ متعلق ہے بلکہ وہ بہت سے نیمہ حالت میں کا ذکر ہیں ابھی کر چکا ہوں وہ بھی نیمہ گاہ شاہی کے مفہوم میں داخل ہیں اور یہ تمام شاہی نیمہ گاہ لازمی طور پر لشکر کے وسط میں ہوتی ہے۔

اب آپ آسانی سمجھ لیں گے کہ یہ شاہی بارگاہ کس شان و شوکت اور کس کیفیت کی ہے اور جب یہ منظم الشان سرخ نیموں کا مجموعہ ایک بڑی سپاہ کے بیچ میں قریب و جوار کی کسی بلندی سے دکھائی دیتا ہے تو دل پر اُس کی شان و عظمت کا ایک عجیب اثر ہوتا ہے۔ خصوصاً جب کہ لشکر گاہ کا میدان کافی کثافت اور اس قسم کا جو کہ بلاد رک رک سپاہ کے سب دتے اپنی اپنی معمولی ترتیب اور تفریح سے اُس میں آخر کیس۔

جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے سب سے اول میرسا ان کو یہ فکر کرنی پڑتی لشکر کے بازار ہے کہ چش خاں شاہی کے لئے ایک مقبول موقع انتخاب کرے۔ اور

نہ ان بھینسوں سے چھلکی بیچنے میں کو اڑنا سمجھنا کہتے ہیں سراویں م۔م۔م۔

سب نمودوں سے عہدہ عام و خاص بلند و متقدمہ لگایا جائے۔ کیونکہ تمام لشکر کے اترنے کا انتظام اور ترتیب اسی کے باقرینہ نصب ہونے پر موقوف ہے۔ پھر وہ شاہی پانادوں کی جہاں سے تمام فوج کو رسد ملتی ہے داغ بلیں گھراتا ہے بڑا بازار ایک بڑی وسیع شہر کی شکل پر کبھی عام و خاص کے دائیں اور کبھی بائیں اس طور سے لگایا جاتا ہے کہ کل لشکر کے اخیر سرے تک ہمارہ چلا جاتا ہے۔ اور جہاں تک ممکن ہو ہمیشہ اُس طرف لگایا جاتا ہے کہ جس طرف سے کراچی منزل کا راستہ نکلتا ہے دوسرے بادشاہی پانادہ عرض و طول میں اتنے شے نہیں ہوتے اور جن کے ساتھ اسی بڑے پانادوں سے ہوتے ہیں۔ بارگاہ شاہی کے کوئی ایک طرف اور کوئی دوسری طرف ہوتا ہے۔ اور ہر ایک پانادہ میں اختیارانہ شناخت کے واسطے ایک ایک نہایت بلند جھنڈا جس میں سرخ پھرچہ اور دوسرے پر سبز گائے کی دم ہے تین تین سو قدم کے فاصلہ پر نصب ہوتا ہے۔

**امرا کی خیمہ گاہیں** | اس کے بعد میرسا ان امرا کی خیمہ گاہوں کے لئے جگہ تقسیم کرتا ہے تاکہ ہر ایک ایک ہی قرینہ اور ترتیب ملحوظ رہے اور ہر ایک امیر کی خیمہ گاہ بارگاہ شاہی سے محرمہ فاصلہ پر ہو خواہ دائیں ہو خواہ بائیں اور کوئی شخص اپنی مقبرہ جگہ کو جو اُس کے لئے مقرر ہے۔ یا اُس جگہ کو جو سفر شروع کرنے سے پہلے کسی شخص کی درخواست پر اُس کے واسطے مخصوص ہو چکی ہو بدل نہ سکے۔

جو تعریف میں ہے اُس بڑے مرتبہ قطعہ کی ہے اکثر سرداروں میں وہی تعریف ملتا اور راجگان کی خیمہ گاہ پر بھی صادق آتی ہے یہ لوگ بھی عموماً اسی طبع و پیشہ خالص رکھتے ہیں اور ان کی خیمہ گاہیں بھی تئاتروں سے جو ان زمانہ سلطنت کے بڑے نمودوں کے گرداگرد لگائی جاتی ہیں گہری ہوئی مرتبہ شکل کی ہوتی ہیں اور ان کی ان مرتبہ خیمہ گاہوں کے باہر پستوران کے سرداروں اور سرداروں کے ڈھپے کھڑے ہوتے ہیں اور اسی طبع و پیشہ ایک پانادہ بھی ہر امیر کی خیمہ گاہ کے متعلق ہوتا ہے۔ جس میں ان کی فوج کے دوکان دارانہ بیسٹ کے لوگ چھوٹی چھوٹی ہالیں وغیرہ لگا کر گھاس دان چاول گھی وغیرہ اجناس بیچا کرتے ہیں اور اس طرح امرا کے لشکریوں کو بادشاہی پانادوں سے جن میں کل سامان اور اجناس اکثر بائے قیمت کی طرح پیشہ کرتے ہیں کسی شے کی خریداری کی چنداں اختیار نہیں پڑتی۔

طے بیر بچا۔۔۔ رسد پانادہ واسے بار ہر دور اور طاعونوں کے ملک کو کہتے ہیں۔

شاہجہاں کے ایامِ اسیری اور عہدِ اورنگزیب

ہر ایک بازار کے دونوں سروں پر ایک ایک جھنڈا منہ ملیحہ و طبعہ رنگ کے پھر سروں کے  
پر ہندی میں بادشاہی بازاروں کے جھنڈوں کے برابر ہوتے ہیں استعادہ رہتا ہے۔ تاکہ ہر  
ایک اسیر کی خیمہ گاہ دہری سے جدا جدا معلوم ہو جائے۔

اگرچہ بڑے نماز اور بڑے بڑے راجہ ادب سے اپنے ڈیرے رکھنا اپنا فرما جاتے ہیں مگر  
یہ ضرور ہے کہ وہ اس تعداد اپنے دیوں کو پاؤ شاہ کی نظر آن پر پڑ جاتے اور وہ اُن کے گرا دیئے  
کا حکم دیتے جیسا کہ اُس نے ہمارے اسی سفر میں کیا تھا۔ اور اسی وجہ سے یہ بھی ضرور  
ہے کہ اُن کے خیوں کی بیرونی جانب بھی تمام سرخ نہ ہو کہ نہ یہ رنگ صرف بادشاہی  
ڈیروں کے واسطے مخصوص ہے۔ اور شاہی تعلیم اور ادب کے خیال سے یہ بھی مانجھتا ہے  
کہ اس کے خیوں کے منہ مونا عام و خاص اور خیام شاہی کی طرف رہیں یعنی پشت و غیر اُن  
طرف نہ ہوئے پاسے)

باقی زمین جو خیام شاہی کی نیچے گا ہوں اور بازار کے درمیان ہوتی ہے اُس میں چھوٹے  
درجہ کے امیروں، منصب وادوں، اہل توپ خانہ اور ہر قسم کے تاحیوں، دکان وادوں، ملکی  
عہدہ وادوں اور دوسرے اشخاص کے نیچے نصب ہوتے ہیں جو مختلف اغراض کے لئے لشکر  
کے ہمراہ رہتے ہیں اور اس سبب سے اس لشکر میں بے حد شمار نیچے ہوتے ہیں اور زمین  
کا ایک بہت ہی بڑا حصہ اُن کو نصب کر کے لئے دیا جاتا ہے۔

**لشکر گاہ کی اراضی** | مغربی سیاحوں نے لشکر میں، بچہ والے تمام اشخاص کی تعداد اور  
خیمہ گاہ کی زمین کی وسعت کے متعلق بہت مبالغہ سے کام لیا ہے  
لیکن حقیقت میں جب بھی لشکر کا قیام کسی ایسے پڑاؤ میں ہوتا ہے کہ جس میں ترتیب معینہ  
کے موافق کل خیمہ جات تہذیبی و کثافتہ کی کے ساتھ نصب ہو سکیں۔ تب بھی میرے خیال میں  
لشکر کا کل دور جو سات میل سے زیادہ نہیں ہوتا۔ حالانکہ لشکر گاہ کے اندر زمین کے بعض  
تقسیمات اکثر اُن ہی خالی اور بے مصرف پڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ البتہ مجھے اس جگہ پر آ  
بھی ظاہر کر دینی ضروری ہے کہ ہماری توپ خانہ جس کو ہمیشہ بہت جگہ دیا جاتا ہے عموماً  
کل لشکر کے ایک دو منزل آگے چلا جایا کرتا ہے۔

**لشکر گاہ کی تفصیلات** | علیٰ القیاس جو عجب انتشار اور شہودِ نقل و حرکت میں رہا کرتا  
ہے اور جو کسی لڑائی اور فتنے کو چران کر دیتا ہے۔ اُن کے بیان

میں بھی بہت میلان نہ کیا گیا ہے۔ حالانکہ آپ کو اگر تھوڑی سی بھی واقفیت اس امر کی ہو کہ اس لشکر میں چنے گئے غلام و تہذیب سے نصب ہوتے ہیں تو آپ ایک تھوڑی سی دقت کے ساتھ سرحد جہاں ضرورت ہو پہنچ سکیں گے۔

غلام شاہی اور سرایک امیر کے مخصوص الوضعہ اسے چھے اور نفاذ اور دہ سہرا گانے کی دُور داسے جھنڈے جو بادشاہی بازاروں میں لگے ہوتے ہیں۔ اور جو دور دور سے نظر آتے ہیں۔ چند روز کے قحط کے بعد اپنے راہبر پر جاتے ہیں کہ بھولنے نہیں دیتے۔ مگر واقعی باوجود ان سب احتیاطوں اور علامات کے بھی کبھی کبھی دُور سے کے پہنچاتے اور ملنے میں بڑی غلط فہمی اور دقت ہوتی ہے خصوصاً فجر کو جب فوج اپنی فرد گاہ پر آتی ہے اور ہر شخص بڑی سرگرمی سے اپنی جگہ گاہ کی تلاش اور دُور سے کرنے کے بندوبست میں مشغول ہوتا ہے اور گرد و غبار کے مارے یہ سب نفاذ اور علامتیں بالکل ٹھپ جاتی ہیں تو بارگاہ شاہی مختلف بازاروں اور اُمرا کے گھروں کا پہچاننا اور امتیاز کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ علاوہ بریں وہ چھے جو نصب کئے جاتے کے لئے پھیلائے ہوئے یا نیم استراہ ہوتے ہیں اکثر راستے لئے میں عارض ہوتے ہیں اور نیزہ و طول طویل رہیں جو کم درجہ کے گھوڑا اور منصب داروں کے پاس پیش کیے نہیں ہوتے ہیں اپنی اپنی حدود کے گھیر لینے کو اور عام آمد و رفت کو روکنے کے لئے اور اس فرض سے کہ رعبور نیک اُن کے متبادل ساتھ ہوں کہ اُن کے قریب کوئی غیر شخص دُور سے ذکر سے بندھوا دیتے ہیں بڑی سہرا ہوتی ہیں۔ کیونکہ اُن کے لوگ چاکروں کی ایک فوج کی فوج ہاتھوں میں ٹوٹے لئے نگہبانی کے لئے کھڑی رہتی ہے جو ان رعبور کو دُور سے ہی دیتے ہیں اور دُور سے دیتے ہیں اور لا محالہ اسے پاؤں پہنچا دیتا ہے اور اس عرصہ میں جو اس طرف راستہ لینے میں بے فائدہ سہی ہوتی رہے دوسری طرف کا راستہ بھی بند ہو جاتا ہے۔

اب اونٹ لدے کھڑے ہیں اور اُن کے نکال دے جاتے کی بجائے اس کے کوئی سہیل نہیں ہے کہ اُن لوگ چاکروں کو دھکا دیا جائے یا منت سامت کی جائے اور کھانے بچھانے کے ساتھ کبھی ایسا منصوبہ کھلا ہے کہ گویا تم اُن کو ابھی پیٹ ڈالو گے مگر کسی کو ہاتھ نہ لگنا نہیں چاہیے۔ اور دونوں طرف کے چاکروں کے باہم جب سمت قوتوں میں ہوتا تو پھر اُن کو یہ دُور دینا چاہیے کہ اس حرکت کا نتیجہ اچھا نہ ہو گا اور اس طرح اُن کے دیکھان



سلحہ کر کر وقت کو خیمت جاسیئے اور اپنے لوٹ نکال لے جائیئے ۔

شام کے وقت جب کئی کام کے لئے کچھ دور جانا پڑتا ہے تو حقیقت میں کمالِ وقت ہوتی ہے کیونکہ اس وقت عوامِ انصاف اپنا اپنا کھانا پکاتے ہیں اور اکثر اپنے اور اونٹوں کی جنگلیاں اور گیلی کڑیاں جلاتے ہیں اور ان کے بے صدوبے شمار چولہوں کا دھواں عرصہً شاہجہاں کے ہوا کم ہو نہایت کمزور اور ناگوار ہوتا ہے اور آسمان بالکل تیرہ و تار ہو جاتا ہے ۔ چنانچہ میں بھی تین چار بار اس دھوئیں کے صند میں پھنس گیا تھا اور ہر چند راستہ و نیت کرتا تھا مگر نہیں جاتا تھا اور اگرچہ اور اور بہت سا چکراتا پھرتا مگر کچھ معلوم نہ ہوتا تھا کہ کدھر جاتا ہوں اور ایک مرتبہ تو ایسا ہوا کہ دھوئیں کے موقوف ہوئے اور چاند کے نکلنے تک ایک جگہ توقف کرنا پڑا اور پھر ایک دوسری مرتبہ میں بڑی مشکل سے اس کو دیکھ گیا پہنچا اور اپنے گھوڑے اور ساتھیوں کے ساتھ اُسی کے پیچھے رات بسر کی ۔

اکاس دیا : اکاس دیا ہجاز کے ایک بڑے ستون کی مانند مگر نہایت نازک اور تھلا ہوا ہے جس کو آسمان نے وقتِ الگ الگ تین مکروں سے بھر جاتے ہیں ۔ یہ ہجاز کی شاہی طرفِ نفاذ کے قریب لگا یا جاتا ہے ۔ اور رات کے وقت اس کی چوٹی پر ایک قندیل لٹکتی رہتی ہے ۔ یہ نہایت ہی سفید چمکتی ہے ۔ کیونکہ اس دھواں و تار کی تاریکی میں جب کچھ نظر نہیں آتا تو یہ دکھائی دیتا ہے اور جو لوگ راستہ بھول جاتے ہیں وہ یا تو اسی کے نیچے چمدوں سے محفوظ رہ کر مات کاٹ لیتے ہیں یا وہاں پہنچ کر پھر اپنے گھوڑے کو دھوٹ ڈھانڈ کر چہ لگا لیتے ہیں ۔

لغظِ اکاس دیا اکثر ہمسائیہ یعنی کے لفظ کے ساتھ ہو سکتا ہے کیونکہ حقیقت میں یہ تبدیل و بدلے سے ستارے کی طرح چمکتی ہوئی معلوم ہوتی ہے ۔

لشکرِ شاہی میں بھگتی پہرہ : چوری کے انداز کے سے ہر ایک امیر اپنے اپنے عہد پر پہنچا رکھتا ہے جو رات کو بڑا ہڈیرے کے آس پاس گشت کرتے ۔ غیر دارخووار پکارتے رہتے ہیں ، اس کے علاوہ شامِ نوچ کے گروا گرو پاکی سے قدم کے فاصلے پہرہ والے ہوتے ہیں جو اپنے پاس آگ جلائے رکھتے اور غیر دارخووار پکارتے رہتے ہیں اس احتیاط کے علاوہ کہ ہر ایک طرف اپنے برقعہ انداز کو لگا دیتا ہے جو غلط طور سے بازاروں کی زیادہ غیر گہری کرتے اور غصہ و غل کے علاوہ غصہ لگا بھی بجاتے رہتے ہیں ۔

مگر بادشاہوں سب احتیاطوں اور خبرداروں کے چوری اکثر ہوئی رہتی ہے اس لئے احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ ہمیشہ بڑی خبرداری اور چستی سے رہنا چاہیے اور اپنے ملازموں کی حفاظت اور بیماری پر بڑی دیکھ بھال رکھنا چاہیے اور رات کو اہل وقت کچھ آرام کر لینا چاہیے تاکہ باقی ماندہ رات میں نگرانی کرنے میں تکلیف نہ ہو۔

اب میں شہنشاہ کے سفر کرانے کے وہ مختلف طریقے جو اُس نے اس موقع پر اختیار کئے تھے بیان کرتا ہوں۔

اکثر اوقات بادشاہ تختِ رواں پر سوار ہوتا ہے جس کو کہا رُٹھاتے ہیں۔ یہ تخت ایک قسم کا منکف جو میں مختصر سا بالاخاد ہوتا ہے جس پر دو فن کاری کی ہوئی ہوتی ہے اور طبع کے مشرق اور آئینہ دار کھڑکیاں ہوتی ہیں جو منبر ہوا اور بارش و فیر کے وقت بند کی جاتی ہیں اس تخت کے چاروں ٹونڈے جو کہا روں کے کاندھے پر ہوتے ہیں تیز رنگ کی سرخ بانٹ یا کھراب سے منڈھے ہوئے اور نرمی اور بیٹھنے کی نہایت کام دار جھال سے آراستہ اور سجے ہوئے ہوتے ہیں اور ہر ایک ٹونڈے پر دو مضبوط اور خوش پوشاک کپڑے لگے رہتے ہیں جن کی چلی کے واسطے لوہے بہت اور آٹھ کپڑے موجود رہتے ہیں۔

کبھی بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوتا ہے خصوصاً جب موسمِ موافق اور فساد کے قابل ہو اور کبھی ہاتھی پر میگہ ٹونڈے پر سوار ہوتا ہے۔ بیشک سفر کرنا بہت جو نہایت ہی شان دار اور باشعور کاری ہے۔ کیونکہ اُس کی بھول ایسی عمدہ اور ساز و سامان اس قدر قیمتی اور مرغوب اور ذوقِ حرق ہوتا ہے کہ اُس کی زیبائش پر کوئی چیز فوجیت نہیں لے جاسکتی۔

میگہ ٹونڈے پر دو فن کاری اور طبع کا ایک چھوٹا سا ہونے پر طبع کا بالاخاد ہوتا ہے۔ اور ہوا میں بھری شکل کی ایک نشست ہے جس کے منہ پر اور نہایت نقشِ ستروں پر ایک نہایت منکف شاہیانہ ہوتا ہے۔

ہم کبابِ امرا | ہر ایک سفر میں بادشاہ کے ہرادبیت سے امرا اور مامور ہوتے ہیں جو بہت قریب قریب اُس کے پیچھے گھوڑوں پر چلتے ہیں اور بطور ایک بے ترتیب جم کے سب کے سب باہم اس طرح لے جٹے چلتے ہیں جن میں چنداں لحاظ کسی تادمہ کا نہیں ہوتا۔ سفر کے روز علی الصبح سب اُٹھتا ہوتا۔ اُن کے جن کی عمر زیادہ ہو یا اُن کا عہدہ ہی اس اعتبار کا محاذ پر نہیں مامور خاص میں جمے ہوتے ہیں اور اُس

شاہجہاں کے ایامِ مسیری اور عہدِ انجمنیت

سفر سے امر کو بہت کوفت اور ماندگی ہوتی ہے۔ عرصہ شامِ شکار کے دن کچھ تک اس حالت میں اکثر اوقات سپہر یعنی تین بجے تک ہمارے صوب اور گرد میں عام سپاہیوں کی مانند حیران ہوتا ہے۔

مگر یہ کائنات پسندِ امر و حب بادشاہ کے ہم راہ نہیں ہوتے تو ادنیٰ طبع سے سفر کرتے ہیں اور نہ تو ان کو صوب ہی سستا ہے اور نہ گری بلکہ صوب پسند ہند یا کھلی پاکی میں ایسے جاتے ہیں جیسے پلنگ پر لیٹے ہوئے اور بلا وقتِ آرام سے سوتے ہوئے اپنے غم میں جا پھنپتے ہیں جہاں ان کو یقیناً عہد کھانا اور ہر ایک ضروری چیز تمام ملتی ہے۔ کچھ نگرہ سب سامانِ رات کو کھانا کھانے کے بعد فوراً آگے کو روانہ کر دیا جاتا ہے۔

سواری کی حالت میں ان امر کے گرد و پیش بہت سے سواریوں کو گزیر مارا جاتا ہے اور جن کے پاس چاندی کا گرز ہوتا ہے سب طرح سے سادہ سامان سے درست و موافق رہتے ہیں۔ بہت سے گزیر مار بادشاہ کے بھی ہم راہ ہوتے ہیں جو آگے آگے واپس اور بائیں پیدلوں کے ایک ٹیلے، جمگٹ کے ساتھ چلتے ہیں۔ گزیر مار حیدر اور دھیمہ جہان ہوتے ہیں اور احکام اور فرامین شاہی و غیرہ ان کے ہاتھ کیے جاتے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں بڑے عصا ہوتے ہیں اور بادشاہ کی سواری کے آگے سے لوگوں کو ہٹاتے رہتے ہیں تاکہ راستہ صاف ملے۔

**قورخان** | راجاؤں کی سواریوں کے بعد قور چلتا ہے جس میں بہت سی سسہتیاں اور انفار سے بھی لے ہوئے ہیں۔ اس قور میں جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے چاندی کی بنی ہوئی بہت سی مختلف الوضع چیزیں بھی ہر ایک چاندی کی ایسی خوب پرغیب لہ تو رقی در، چمن تھیلہ، حرکی قتلہ اور اس سے ادشای سلخ خانہ ملوہ۔ انہیں گہری میں نکھارے کہ شہنشاہِ اکبر نے چمیں باندھا تھا کہ مختلف قسم کے سلاحتیں مثلاً تلوار، نیزہ، خنجر، کمان، موہر، تار، دھیرو، جیسے کہ اس وقت مردِ جنگ تھے۔ مذکورہ ایک مقررہ تعداد کے سوانح منصب داروں اور اعدائی کی ایک جماعت کو اس مطلب پر مہر دیتے تھے کہ بادشاہ سفر اور حضر میں وقت چاہے ان میں سے کوئی بھی کسی سے کہ خواہ عوامِ شہنشاہ کے خواہ دم وقت کے سوانح کسی سردار یا سپاہی کو حسبِ ضرورت بخش دے اور سفر کے وقت جب یہ سلخ خانہ چلتا تھا قورخان، شہرک، دکنہ کے لئے سامانِ جلوس شاہی یعنی نقاشوں اور باہی مراتب اور قماروں وغیرہ کے ساتھ مل کر چلتا تھا۔ گور اہل یہ کارخانے قور سے علیحدہ تھے۔ س م ج

کی ہوتی ہوتی ہی شامل ہوتی ہیں۔ جن میں سے بعض تو عجیب عجیب جانوروں کی صورت کی ہیں۔ بعض اُتھ کے پنہ اور ترازو اور پھلی وغیرہ جیسی اور بعض ناقابلِ فہم اشیاء کے شاہجہاں اس کے پیچھے ایک بڑا فیل منصب داروں یعنی کم درجہ کے اُمرا کا آتا ہے جو تہنوار بھائے عمدہ گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں یہ لوگ اُن اُمرا سے جو پلو شاہ سے پیچھے چلتے ہیں تعداد میں کہیں زیادہ ہیں۔ کیونکہ ان منصب داروں کے علاوہ جن کو اپنے پہرہ کی وجہ سے علی الصبح بادشاہی خیمہ پر بادشاہ کی ہمرکابی کے لئے جمع ہونا ضرور ہے اور بھی بہت سے منصب دار اس غرض سے شریکِ طہوس سواری ہو جاتے ہیں کہ بادشاہ کی نظر میں رہ کر کچھ ترقی حاصل کریں۔

**بیگمات کی سواریاں** | شہزادیاں اور محل کی بڑی بڑی بیگمیں بھی کئی قسم کی سواریوں میں چلتی ہیں جن میں سے کسی کو تو چوڑا دل پسند ہے جس کو کہا راٹھاتے ہیں جو تختِ سداں جیسا ہوتا ہے اس پر لمبے اور سو فٹ کاری کا کام بنا ہوا ہوتا ہے۔ اور رنگارنگ کے دلچسپ خوش نما تہہ بہ تہہ پردے پڑے ہوتے اور زری کی بھاری اور خوبصورت پھندے وغیرہ لگے ہوتے ہیں۔ بعض عمدہ عمدہ پاکھیوں میں چوڑو لوں کی طرح خوب بھی سجاوٹ ہوتی ہیں سوار ہوتی ہیں۔ اور بعض شاہزادیاں بڑے بڑے محلوں میں جو دو مضبوط اونٹوں یا دو بھوٹے اونٹنیوں کے نیچے میں معلق ہوتے ہیں چلتی ہیں چنانچہ میں نے کبھی کبھی روشن آراہنگیوں کو محل میں سوار دیکھا ہے اور کئی بار یہ بھی دیکھا ہے کہ محل کے آگے کی جانب جو کھلی ہوئی تھی ایک نوجوان خوش لباس لڑکی بیٹھی ہوئی گرواؤں کیوں کے دور کرنے کے لئے بیگم کو روک چھل کر دیتی تھی۔ بیگمیں اکثر ہاتھیوں پر بھی سوار ہوتی ہیں جن کے بڑے بڑے چاندی کے گھنٹے پڑے ہوتے اور بڑے قیمتی ساز و سامان سے سجے ہوتے ہیں۔ اور جن کی بھولیں وغیرہ نہایت زرق برق اور جلیں قیمت اور دارا کئی چیزیں بھول وغیرہ میں لٹکائی جاتی ہیں نہایت عمدہ دھندلی کام کی ہوتی ہیں۔ یہ صیبن اور ممتاز بیگمیں ہاتھیوں پر سیکڑیوں میں بیٹھی ہوتی یوں دکھائی دیتی ہیں گویا ہوا میں پریاں اُڑتی جاتی ہیں۔ اور ہر ایک سیکڑی وغیرہ میں آٹھ عورتیں بیٹھ سکتی ہیں۔ چار ایک طرف چار دوسری طرف اور سیکڑیوں کے ہر ایک خانہ پر بیٹھ جاتی کا غلاف بڑا

شاہجہاں کے اہام امیری اور عہد اور گئے یہ

ہوا ہوتا ہے۔ اور چڑھول اور تخت رداں کی شان و شوکت اور نرق برق سے کسی طرح کم نہیں ہوتا۔ اور نگینات کی سواروں کا بھل اتنا دل کش ہوتا ہے کہ اس سفر میں یہ تماشا میرے لئے انتہائی دلچسپ رہا اور اُس کی یاد اور خیال سے اب بھی طبیعت کو ایک صرت حاصل ہوتی ہے۔

روشن آرا بیگم کا جلوس | چنانچہ آپ اپنے خیال کو خواہ کسی ہی وسعت اور طول دیجئے مگر روشن آرا بیگم کی سواری سے زیادہ کوئی دلچسپ اور اعلیٰ درجہ کا تماشا تھا اس میں نہ آئے گا۔ یہ بیگم چنگو کے ایک سہایت عمود اور بڑے تھوڑے ہاتھی پر اسٹے میگڈونر میں سوار ہوتی ہے جس کی خیمہ ہی اور لاہوری رنگوں کی چمک دمک قابل دید ہے۔ اُس کے ہاتھی کے پیچھے پانچ جھانڈے ہاتھی چلتے ہیں جن پر اُس کے محل کی معزز عورتیں ہوتی ہیں۔ اور ان کے میگڈونر میں شان اور خوبصورتی میں روشن آرا بیگم کے میگڈونر جیسے بلکہ قریباً دیئے ہی ہوتے ہیں شانہ وادی کے قریب ہٹے ہٹے اور خاص خاص خواجہ سلا سلا بھاری بھاری ہوشاکیں پہنتے ہوئے نفیس گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں چھڑیاں لئے ہوئے چلتے ہیں اور اُس کے ہاتھی کے اوپر ایک رسالہ کشمیری اور ناناری عورتوں کا ہوتا ہے جو بڑے بناؤ سنگار کئے ہوئے خوبصورت اور باد پانگھوڑوں پر سوار ہوتی ہیں جن کے ساتھ ایک بڑی بیڑ پھیل لازموں کی ہوتی ہے جہاں ان میں بڑی بڑی چھڑیاں لے ہوئے شانہ وادی کی سواری کے دائیں بائیں بہت دور آگے اس فرض سے چلتے ہیں کہ راستہ کو صاف اور کھلا رکھیں۔ اور ہر ایک شخص کو جو راستے آجائے ہٹاتے جائیں۔

روشن آرا بیگم کی سواری کے ساتھ ہی محل کی بڑی بیگم کی سواری نمودار ہوتی ہے اور قریباً ہی سب تکلفات اُس میں بھی ہوتے ہیں۔ مگر شکہ اسی طرح چندہ سول بڑی بڑی بیگمیں شان و شوکت اور دھوم دھام کے ساتھ برائن کے مرتبہ مشاہیر اور منصب کی مناسبت سے کم زیادہ ہوتی ہے گنتی ہیں۔

ان ساتھ خیراتھیل کا وہ قول قول کر قدم رکھنا اور میگڈونر کی وہ چمک دمک اور نہایت خوش لباس اور بے شمار ہیرا پیریں اور عظم و جگر کا انجمہ کثیرہ اتنے میں دیکھنے والے کے دل پر شاہی شان و شوکت کا ایک عجیب اثر ڈالتا ہے۔ اگرچہ ان سب دل فریب مناظر کو غرضاً

ہے اتفاق کی نظر سے دو کھتا تو بے شک میں بھی انھیں ہندوستان کی شاموں کے مانند جو استوائی کے طور پر ہوتے ہیں کہ یہ شاہزادیاں نہیں بلکہ دیویاں ہیں جو ہاتھوں پر میگہ ٹوہریوں میں نشی ہوئی خلائق کی نظروں سے پوشیدہ پر فیض جاری ہیں اپنے خیالات کی بلند چوڑائی سے مغلوب ہوتا۔

**ایک یادگار واقعہ** | اور یہاں ہے کہ وہ کسی انسان کو نظر آسکیں۔ اس سوار کے حال پر ہزار انوس جو کسی اتفاق سے بیگمات کی سواری کے نزدیک جانے لگے کہ یہ شخص خواہ کیسا ہی نئی رتبہ کیوں نہ ہو خواجہ سراؤں اور خواصوں وغیرہ کے ہاتھ سے بچے بغیر نہیں رہ سکتا اور یہ لوگ ایسے موقع پر بڑے شوق سے اس کی خوب ہی گت مانتے ہیں۔ چنانچہ میں قطعاً اس واقعہ کو نہیں بھول سکتا۔ جب کہ میں بھی ایسی ہی ایک بلا میں کھنس گیا تھا اور ہزار قوت و مشکل اس بے رحمانہ سلوک سے نجات پائی تھی جس میں بہت سے سوار گرفتار تھے میں نے یہ نشان لی تھی کہ خواہ کچھ بھی سخت مقابلہ کئے بغیر میں اُن سے اور نہیں کھاؤں گا۔ پس میں نے اپنی تلوار کھینچی لی اور خوش نصیبی سے میرا گھوڑا بھی مضبوط اور بہت جاندار تھا اور اس طرح اس قابل ہو گیا کہ تنہا کھنکھانے والوں کی بھیڑ کو چیر کر نکل گیا۔ اور ایک چھوڑ دی میں جو سامنے تھی گھوڑا اُتار کر پلٹا آ گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ تمام فوج میں یہ بات ایک شکل کی طرح مشہور ہے کہ تین مڑوں سے بچنا اور احتیاط کرنا نہایت ضروری ہے۔ اول خاصے اور کوئل گھوڑوں میں جا گھسنے سے جہاں دو لہان اور پشتیں بے حساب گنتی ہیں۔ دوم شکار حواہ میں داخل ہونے سے۔ سوم بیگمات خواہی کی سواری کے قریب جانے سے۔ اور ایران میں تو یہ تیسری صورت سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ میں سناتا ہوں کہ وہاں کوئی شخص خواجہ سراؤں کو اتنے ناصلا پر بھی نظر نہ جاتے کہ جہاں سے بیگمات تک ایک میل کا ناصلا ہو تو اس غریب کی جان نہیں بچ سکتی اور یہ ضرور ہے کہ جس مشہور اور گاؤں میں ہرگز بیگمات کی سواری نہ گئے وہاں کے تمام مرد اپنے مقام و سکون کو چھوڑ کر بہت ناصلا پر بھاگ جائیں۔

**شہنشاہ مغل شکار میں** | اب میں کچھ بادشاہ کے شکار کا بیان کرتا ہوں میری بھ بی شہنشاہ مغل شکار میں کبھی داتا تھا کہ شہنشاہ مغل ایک لاکھ آدمی کے لشکر کے

شاہجاہ کے رام امیری اور عہد اور گئے یہ

ساتھ کس طرح شکار کھیل سکتا ہے۔ لیکن لا مشہد ایک خاص صورت ہے جس کے سبب سے دولا کہ بلکہ اس سے بھی زیادہ فوج کے ساتھ شکار کھیلا جا سکتا ہے۔ چنانچہ وہ صورت یہ ہے کہ اگر وہ دہلی کے قلعہ میں دیا نے جتنا کے کنارے کنارے کو جہان یک اور اُس شاہراہ کے دونوں جانب ہولا ہوا کو جا تا ہے زمین کا ایک بڑا حصہ غنیمت پڑا ہوا ہے جو جنگی درختوں اور جمائوں اور مختلف اقسام گھاس سے جو دودو گز اونچی ہے شکار ہوتا ہے۔ اور ان سب زمینوں کی بڑی نگرا نی سے محافظت کی جاتی ہے۔ اور سوائے تیر ٹیڑ اور غوکش کے جن کو چند دستا نی لوگ جال سے پکڑتے ہیں۔ کوئی شخص خواہ کیسا ہی کھوں نہ ہو شکار گاہ میں جا کر کسی قسم کے شکار کو جو احتیاط اور حفاظت کی وجہ سے بے شمار ہے نہیں چھیڑ سکتا۔ جب کبھی بادشاہ شکار کو جاتا ہے تو وہ شکار سی جہن کے ضلع کے قریب ہو کر لشکر شاہی کا گندہ ہوا حاضر ہو کر سحر شکار شاہی کو اپنے علاقہ کے مختلف اقسام شکاروں کی تفصیلات اور اُس جگہ کے حالات جہاں شکار لازماً موجود ہوتا ہے مطلع کرتا ہے اور اُس کے اطلاع دینے پر شکار گاہ کے ناگوں اور خاص خاص مرتعوں پر پہرے بٹائیے جاتے ہیں۔ تاکہ وہ قلعے جو منتخب کئے گئے ہیں کامل طور پر محفوظ رہیں۔ یہ قطعات کبھی کبھی دس دس میل کی مسافت میں ہوتے ہیں اور اُس شکار گاہ سے کہ جہاں بادشاہ شکار کھیلتا چاہتا ہے اہل لشکر کو چ کے وقت دانیوں یا باہیں کو اس طرح پہنچ کر پہلے ہیں کہ بادشاہ بغیر کسی طرح کی دقت کے صرف اُس قعدہ اُمرا اور لوگوں کے ساتھ جن کو اجازت دی گئی ہو شکار گاہ کے اندر داخل ہو جاتا ہے اور حسب مرتعہ تمام الزام و اتمام کے شکاروں سے منظور و مسرور ہوتا ہے۔

اب میں اول یہ بیان کرتا ہوں کہ سدھما سے ہونے چھتوں سے ہرن کا شکار کس طرح کیا جاتا ہے۔ جبکہ یاد ہے کہ میں نے کسی اور موقع پر آپ کو کھٹا تھا کہ ہندوستان میں سیگ ماے ہرن کثرت میں ہو چارے ملک کے اُس قسم کے ہرن سے جس کو نساں کہتے ہیں بہت مشابہ ہیں۔ اور ان کا ڈار میں ہوتی ہیں میں اکثر پاؤں جو ہرن سے زیادہ نہیں ہوتے۔ اور ایک نہ ہرن ڈار کے پیچھے چلتا ہے ہوا اپنے رنگ سے آسانی پہچانا جاتا ہے۔ اب شکار کا طریقہ سنئے کہ ہرن کی ڈار کے نظر پڑنے ہی ایک چپے کو جو ایک چھوٹی

میں گامی پر زنجیر سے بندھا رہتا ہے وہ ٹوار دکھلا دیتے ہیں اور یہ سسلانا اور مکار چال اور  
 فوڑا اُس کی طرف نہیں دوڑ پڑتا بلکہ ٹری احتیاط سے اُن کے ارد گرد چھپ چھپ کر اور کب  
 دیکھ کر چلتا ہے اور اس طریق سے نامعلوم طریقے پر ایسا نزدیک ہا پہنچتا ہے کہ ناتا بالی ٹو  
 صرفت کے ساتھ پانچ ہی چو جستن میں اُن کو جا پکڑتا ہے۔ اور اگر اپنے حملہ میں کامیاب  
 ہوتا ہے تو شاخسار کے خون اور دل و حشر سے پیٹ بھر لیتا ہے۔ اور اگر وار خالی جاتا ہے  
 و خنانچہ اکثر ایسا ہوتا ہے، کہ پھر وہ سراسر حملہ نہیں کرتا بلکہ چپکا کھڑا ہو جاتا ہے۔ نئی اراتح یہ  
 ترقی کرنا کہ سپہ سالار اور راجہ و دشمن چیتا سرن کو پکڑے بے ناتہ وہ کہہ کہ ہرن پتے سے  
 بہت تیز روا اور دودم ہوتا ہے۔ چیتے بان اس کو پکڑ کر گاڑی پر بٹھا دیتا ہے۔ کچھ وقت  
 نہیں اُٹھاتا پڑتی چنانچہ آہستگی سے اُس کے پاس جا کر چمکارتا اور وہ ایک گھوڑے کے گوشے  
 آگے ڈال کر اور آنکھیں بند کر کے زنجیر سے باندھ دیتا ہے۔

اسی سفر میں ایک چیتے نے اتفاقاً ہم لوگوں کو ایک عجیب اور حیرت انگیز سماشا دکھایا  
 یعنی ایک روز جو ہرizon کی ایک ڈار فوج کے درمیان ہو کر نکل بھاگی جیسا کہ اکثر ہوا کرتا ہے  
 تو اتفاقاً دو جینوں کے بہت ہی قریب ہو کر نکل جو حسب معمول گاڑیوں پر زنجیروں سے  
 بندھے ہوتے تھے اور ان میں سے ایک نے جس کی آنکھیں بند دھیں ایک ایسی تیز چھٹ  
 کی کہ زنجیر توڑ کر ہرizon کے پیچھے دوڑ پڑا۔ لیکن کسی کو پکڑ نہ سکا مگر لوگوں کے خدو بچائے اور  
 قنائب سے مجبور ہو کر ہرizon کی ڈار جب پھر پیچھے کو ٹپا اور ایک ہرن اُسی چیتے کے پھر قریب  
 ہو کر نکلا تو اُس نے باوجود کہ بہت سے گھوڑے اور اونٹ پیچ میں حائل تھے چھٹ کر اُس  
 کو پکڑ لیا اور اُس سے یہ عام متور کہ چیتا اپنے شکار پر جو اول و نند کی چھٹ سے بچے جاتے  
 پھر نہیں دوڑتا۔ غلط ثابت ہو گیا۔

نیل جانے کے شکار کرنے کا طریقہ کچھ زیادہ دلچسپ نہیں ہے۔ ان کوڑے بڑے وسیع  
 جاہوں میں گھیر کر چند ایک ان کے دائرہ کو تنگ کرتے جاتے ہیں اور جس وقت اُس کی دست  
 بہست کم رہ جاتی ہے تو بادشاہ امرا اور شکاریوں کو ساتھ لے کر اُس میں داخل ہوتا ہے اور  
 ان کو تیز برہمی تلوار اور قراہین سے مار لیتے ہیں اور کبھی کبھی یہ چال اور اس قدر لمبے ملتے  
 ہیں کہ بادشاہ اُن کا گشت خفہ کے طور پر سب اُس کے لئے بہتا ہے۔

کہ ہرن کے پکڑنے کا عجیب اور قابلِ دو طریقہ ہے اور اُن کی اس جرأت کو دیکھ کر



شاہجہاں کے اقامت اسیری اور صفا اور سنگسار

جو وہ اپنے بچاؤ اور خلافت کے لئے شکاری پردوں کے مقابلہ میں دکھاتی ہیں، بڑا ملف حاصل ہوتا ہے حتیٰ کہ کبھی کبھی وہ اپنے حریف کو مار بھی لیتی ہیں، لیکن سست پر داری کی وجہ سے جو پھرتی کے ساتھ ادھر ادھر نہیں پھر سکتیں۔ دمنوں سے جن کی تعداد دم بہ دم بڑھاتی جاتی ہے۔ مظلوم ہر جاتی ہیں لیکن ان سب شکاروں میں شیر کا شکار مزہ خطرناک ہی نہیں بلکہ خاص بادشاہی شکار ہے کیونکہ بہتر خاص امانت کے جو کسی امیر کو دی جاتے بادشاہ اور شہزادوں کے سوا اس شکاری کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ اس کے شکار کے لئے سب سے پہلے یہ ترکیب کی جاتی ہے کہ شکاری لوگ جب یہ معلوم کر لیتے ہیں کہ شیر نکلاں جگہ آکر مڑتا ہے تو وہاں ایک گدھا باندھ دیتے ہیں جس پر غیب کی شیر کا شکار ہوتا ہے اور چونکہ یہ اس کے پیٹ بھرے کو کافی ہوتا ہے پھر وہ کسی اور شکار کی تلاش نہیں کرتا اور بغیر اس کے کہ کسی جلی یا پھیر بکری یا کسی چھوٹے کھانے پانی کی تلاش میں جاتا اور پانی کی کھیر اپنی اسی آدم کا ہدایت جاتا ہے اور اگلی غمربک پڑا سوا کرتا ہے۔ چنانچہ شکاری لوگ چند روز تک یہی حکمت اس کے ایک ہی جگہ پر قائل رہنے کے لئے کرتے رہتے ہیں اور جب بادشاہ کے قریب پہنچنے کی اطلاع ملتی ہے تو وہ ایک اور گدھا جس کے قلعے میں بہت سی انجینئرس ٹھوس دی جاتی ہے اسی سرمد پر جہاں اس قدر گدھے قربان ہو چکے ہوتے ہیں باندھ دیتے ہیں اور یہ آخری دعوت ہے شک اس نژاد سے ہوتی ہے کہ شیر کھاپی کر شکم کی نیند سوجائے اس کے بعد یہ تدبیر کی جاتی ہے کہ قریب دو لاکھ گزادوں کو جمع کر کے بڑے بڑے وسیع جال جو خاص اسی کام کے واسطے بنائے جوتے جوتے ہیں خواہ جوتے جاتے ہیں اور جیسا کہ قبل گذشتہ کے شکار میں کیا جاتا ہے ان کو بندریک کیجئے کیجئے کر ان کے دائرہ کی دسمت کو تنگ کرتے جاتے ہیں اور جب سب سامان اس طرح جڑتلا ہر جاتا ہے تو بادشاہ ایک احمی پر جس پر فولادی پا کھڑی ہوئی ہوتی ہے سہر شکار اور چند فیل نشین امیروں اور بہت سے گزادہ دار سواروں اور پھول شکاروں کے جن کے ہاتھ میں چھوٹی چھوٹی رچیوں ہوتی ہیں۔ ہال کے باہر کی طرف چھپر کر شیر پر ایک بڑی بدوق سے فیر کرتا ہے۔ اب شیر جو اپنی عادت مسددہ کے موافق زخم کھا کر احمی پر بیٹھتا ہے تو حال میں اٹھ کر دھاتا ہے اور بادشاہ پیہم گولیاں مار کر اس کو مار لیتا ہے۔ اسی سفر کے ایک شکار میں ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ ایک بھرا ہوا خیر حال پر سے کوہر ایک سوار پر جا پڑا اور اس کے گھوڑے کو مار ڈالا اور اس طسرح جان بھاگ بھاگ گیا کہ شکار پلایا

نے کشاں اور پیروی کر کے ڈھونڈ ہی لیا اور پھر چال سے جا گھیرا! شیر کے بھاگ جانے کی اس واردات سے تمام فوج کو نہایت دھمت اور ہریشانی اٹھانی پڑی یہاں تک کہ ہم تین چار روز تک ہوا ایک ایسی سرزمین میں سرگرداں رہے جس میں پہاڑوں سے میریاں ادا نائے اگر کرتے تھے اور تمام میدان جھاڑوں اور اونچی اونچی گھاس سے جس میں اونٹ تک چھپ جائیں اور عکا ہوا تھا کچھ باناروں کا ہندوستان بھی نہ ہوا تھا اور کوئی شہر اور لجنی بھی نزدیک نہ تھی۔ یہاں وہ لوگ بڑے ہی خوش نصیب تھے جو اس ہریشانی اور سرگردانی میں کسی طرح کچھ اپنی گزشتگی رنج کر سکے! کیا اب میں آپ کو اس ہیروہ مقام میں غیر مزدوری تو تم کا اصلی سبب بھی بتا دوں؟ اور لو بتائے دیتا ہوں۔ آپ کو خوب جان لینا چاہیے کہ جب بادشاہ ایک شیر ادا ہے تو یہاں اس کو بڑی مبارک فال سمجھا جاتا ہے اور اس کے برعکس اگر شیر بک جانے تو بے حد نہایت بے شگونی اور سلطنت کے واسطے بڑی بدفالی خیال کی جاتی ہے اس لئے جب شیر کے شکار کا انجام صوبہ دل خواہ ہوتا ہے تو اس مبارک تعویذ میں بڑے اہتمام اور محکفات عمل میں لائے جاتے ہیں۔ چنانچہ بادشاہ کے حضور میں لایا جاتا ہے اور جب اس کی لاش بڑی احتیاط سے ناپ لی جاتی ہے اور بڑی تفصیل اور باریک بینی سے اس کا امتحان اور ملاحظہ ختم ہو جاتا ہے تو بادشاہی دفتر میں کھسکر رکھا جاتا ہے کہ نانا بادشاہ نے نانا تاریخی ایک شیر اس قدر مبارک اس طرح کے عمدہ طاقت اور جلد و پوست کا جس کے دانت اس قدر دراز تھے اور جس کے پنجوں کی مقدار ایسی اور ایسی تھی شکار کیا۔

شکار کی اس کیفیت کے ساتھ بھکو چند دن اس زمین کی ہمت بھی ہو کرے کہ کھاتی جاتی ہے ادا نہ کرے مزدوری ہیں، چنانچہ ایک نوی دہم میر شکارے مجھ سے کہا کہ یہ تو صرف نمونہ اور عوام کی بتائی ہوئی کہانی ہے۔ اصل یہ ہے کہ شیر جب خوب پیٹ بھر کر کھا لیتا ہے تو بے شک میری ہی اس کی گھری نیند کا باعث ہو جاتی ہے۔

پنجاب کے دیر اور کشمیر کے پل | میں نے دیکھا کہ بڑے بڑے دریاؤں پر مڑناہکی نہیں ہیں اور ان دریاؤں پر سے فوج سے غور بعد دوسرے پلوں کے ہر کشتیوں سے کھائی درجہ راجہ جی کے ساتھ بنائے گئے تھے عبور کیا۔ ان پلوں کے باہم دو تین سو قدم کا فاصلہ رکھا جاتا ہے اور ان کی سطح پر مٹی اور پھوس لاکر ٹوال دیا جاتا

ہے تاکہ چر پائیوں کے پاؤں نہ پھسلیں مگر ان دونوں کے سروں پر ایک بڑی گھبراہٹ اور پریشانی اور دھکا پھیل کا موقع ہوتا ہے۔ نہ صرف اس وجہ سے کہ وہاں ایک سخت بیڑیا اور بڑے ہشکامے اور چٹپٹیش کی جگہ ہوتی ہے بلکہ زیادہ تر اس باعث سے کہ ان کے دونوں سروں کی گندگاہ چونکہ نرم اور کھلی پھسلنی مٹی سے بنائی جاتی ہے اس وجہ سے راستہ ٹوٹا پھوٹا ہوتا ہے اور اس میں اتنے گڑھے پڑے ہوتے ہوتے ہیں کہ گھوڑے اور لوہے ہوئے بیل ایک دوسرے پر گرے پڑتے ہیں اور اہل لشکر کو انہیں گرے بچنے حیوانات کے اوپر سے کمال بے ترقی اور گھبراہٹ سے گزرتا پڑتا ہے اور اگر کل فوج کو ایک ہی دن میں پار اترنا پڑتا ہے تو یہ خرابیِ حیثیت ہی پڑ جاتی ہے۔ لیکن بادشاہ یہ تدبیر کرتا ہے کہ دربار کے اس طرف ایک میل کے فاصلہ پر اپنے ڈیرے کھڑے کر دیا کر ایک دو دن وہیں ٹھہرے سب کے تکلیف گوارا کرتا ہے اور پھر اسی طسرت دریا کے پار جا کر دوسرے کنارے پر قیام کرتا ہے اور اس تین دن کے عرصہ میں سب اہل لشکر آہستہ آہستہ دریا سے عبور کر جاتے ہیں۔

**شاہی لشکر کی تعداد اور رسد** | لشکر کے لوگوں کی تعداد کی نسبت فوج اور بیڑی سمیت کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ۔ مگر یہ حال میں عبور کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ کشمیر کے اس سفر میں کم سے کم ایک لاکھ تو سوار ہوں گے اور ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ ہاؤز یعنی گھوڑے خیر اور ہاتھی اور ان کے علاوہ اونٹ بھی پچاس ہزار سے کم نہ ہوں گے اور قریباً اسی قدر بیل اور ٹوٹھن پر غریب باناری لوگ خاذ ہوشوں کی طرح اپنے اہل و عیال اور خاندان وغیرہ جناس لادے ہوئے لشکر کے ساتھ رہتے ہیں۔

اہل فوج کے ذکر چاکر بھی بے شمار ہوتے ہیں کیونکہ بھیران کی مدد کے کچھ کارروائی نہیں ہو سکتی۔ مثلاً میرا درجہ صرف ایک دوا ہے سوار کی مانند ہے اور اس پر بھی تین لوگوں سے کم میں میری گند نہیں ہو سکتی۔ اکثر لوگوں کی یہ رائے ہے کہ کل لشکر کی تعداد تین اور چار لاکھ آدمی کے اندر ہوگی۔ لیکن کیا یہ تیاس ہے کہ یہ تخمینہ بہت کم ہے اور بعض لوگ اس تعداد کو مبالغہ سمجھتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ صحیح تعداد بھیر موزم شماری کے معلوم نہیں ہو سکتی۔ البتہ میں اتحاد مولیٰ مزدور کر سکتا ہوں کہ فوج کا ہجوم ادا نبودہ ہے اور تیاس سے باہر ہے اور دہلی کی تمام خلقت حقیقتاً لشکر میں جمع ہے۔ کہہ کر ان کے کام کاغذ اور

گذریں بادشاہ اور لشکر ہی پر منحصر ہے اور ان کے لئے اس کے سوا کچھ چارہ نہیں ہے کہ  
 یا لشکر کے ساتھ جائیں یا دہلی میں پڑے بھوکے مرا گریں۔ کچھ شک نہیں ہے کہ آپ اس  
 کیفیت کو بڑے مددگار سمجھتے ہیں۔ یہ سوال مزید کرنا چاہیے کہ اس قدر انازاں اور جیواں کے  
 لئے کو کچ کی حالت میں خوراک اور چاراکس طرح ہم پہنچاتا ہوگا؟ اس کا مختصر اور سب  
 سے بہتر جواب یہ ہے کہ ہندوستانیوں کی خوراک نہایت سیدھی سادی ہے چنانچہ  
 ایک لاکھ سواروں میں سے صرف دس ہزار تک پاخانہ چھ ہزار ہی ایسے ہوں گے جو گوشت  
 کھاتے ہوں ورنہ سب کے سب کھجڑی ہی پر قانع رہتے ہیں۔ جو چاروں کے ساتھ  
 مونگ یا ماکھی وغیرہ ملا کر پکاتے ہیں اور تھوڑا سا گھی اُس میں ڈال لیتے ہیں اور یہ بات بھی  
 قابل لحاظ ہے کہ اونٹ یہاں تک سفراء بھوک پیاس کی تکلیف اٹھا سکتے ہیں جس سے  
 صبرت ہوتی ہے اور تھوڑے سے ہر قسم کے چارے پر قناعت کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ہر کو کچ  
 کے بعد جنگل میں چرسے کو چھوڑ دیئے جاتے ہیں اور ہر قسم کا گھاس پھوس اور جھاڑی وغیرہ  
 ان کے چارے کا کام دیتی ہے۔

یہ امر بھی لحاظ کے لائق ہے کہ وہ اپنی بازار دہلی میں سب قسم کے اجناس وغیرہ  
 بچا کرتے ہیں وہی سفر میں بھی ان اشیاء کی بہم رسانی کے سہوار ہوتے ہیں اور انھیں  
 کی دکانیں خواہ دہلی میں ہوں خواہ مغربی و سرد سرائی کے لئے ہمارے موجود ہیں۔ ان  
 بچا رہے کو گھاس اور چارے کے بہم پہنچانے میں بڑی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اور وہ اس  
 کام کے لئے چھ لاکھ دو لاکھ پچھترے ہیں مگر وہ چیز لاتے ہیں اُس کو فروج میں اچھے دامن  
 پر پہنچانا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں کا موٹا یہ اصول ہے کہ ایک خاص قسم کی گھاس جو تمام  
 میدان اور جنگلوں میں جا بجا موجود ہے زمین میں سے کٹنے سے کھو دلاتے ہیں اور اُس  
 کو جھاڑ کر یا دھو کر لشکر میں کہیں تو بہت گراں اور کبھی بہت انداز فروخت کرتے ہیں۔  
 بادشاہ کے حالات کے سلسلہ میں ایک عجیب بات ابھی کہنی  
**نیکہ گاہ کی خصوصی رسمیں** | باقی ہے۔ جس کا بیان کرنا میں بھول ہی گیا تھا اور وہ یہ

ہے کہ بادشاہ لشکر گاہ میں کہیں کو ایک طرف سے اور کبھی وہ سری جانب سے داخل ہوتا  
 ہے۔ یعنی ایک دن تو ایک جانب کے آگے کھینوں کے قریب سے گذرتا ہے اور اگلے  
 دن دوسرے طرف کے آگے ٹوپوں کے قریب سے۔

شاہجہاں کے الامام سیری اور عہدائے گنج

آپ یہ گمان نہ فرمائیں کہ یہ ایک اتفاقیہ امر ہے نہیں بلکہ ان کی غرض یہ ہے کہ وہ ہوا جن کو بادشاہ اُن کے ٹوہیدوں کے قریب ہو کر گزرنے کا اقتدار بخشا ہے اُن کے لئے ضرورت ہے کہ اپنے اپنے خیموں سے اشرافیوں کی ایک ایک تھیلی جن کی تعداد اُن کے حوصلے اور مشاہیرے کے موافق میں سے پچاس تک ہوتی ہے۔ چنی کش کے واسطے ہاتھوں میں لے ہوئے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ میں اُن خیموں اور تبصوں کا جو دلچا اور ہر کے راستہ میں پڑتے ہیں کچھ بیان نہیں کرنا چاہتا۔ کیونکہ میں نے اُن میں سے شاید ہی کسی کو دیکھا ہے۔ سبب یہ کہ ہمارے آقا کا ٹوہیدہ فوت کے وسط میں نہیں ہوتا تھا جہاں سے اکثر شائع عام مل جاتی ہے بلکہ دائیں جانب کے سامنے ہوتا تھا اور اس لئے پہلوگوں کا یہ معمول تھا کہ رات کو کوہنے کے وقت ستاروں کا خیال رکھ کر کعبتوں اور گپ ٹوٹوں کے راستہ سے چل پڑتے تھے اور اس سبب سے اکثر راہ بھول جاتے تھے اور کچھ پھٹنے تک سیدھا راستہ ملنے میں بڑی دشواریاں پیش آتی تھیں اور اس طرح پر بھائے دس بارہ میل کی مسافت کے جو دو لڑیں پڑاؤں میں معمولاً جوتی ہے چندہ یا اثنا دہ میل کی منزل روزمرہ ملے کرتی پڑتی تھی۔

ہوا ہر سے کھا گیا

## تیسرا خط

پنجاب کے دریا اور شہر لاہور | صاحب من! یہ امر ہے وجہ نہیں ہے کہ وہ ملک جس کا پانچ دریا اُن بڑے پہاڑوں سے جنھوں نے ولایت کشمیر کا محاصرہ کیا ہوا ہے نکل کر اسی صوبہ کے میدانوں میں بہک کر دریا کے اباسین میں گئے ہیں جو ملک سندھ میں طلحہ فارس کے دہانے کے قریب سندھ میں جا ملتا ہے۔

میں تمہیں سے نہیں کہہ سکتا کہ لاہور وہی قدیم شہر ہے جس کو یونانی لوگ برٹس ٹلا کہتے تھے۔ کیونکہ اگرچہ انگریزوں کا نام جس کو اس ملک میں سکندرا بن میلٹوس کہتے ہیں کبھی ملے برٹس ظفر زانی میں بیل کے سرک کہتے ہیں اور یہ ایک گھوڑے کا نام تھا اس مناسبت سے لکھا گیا تھا کہ اس کا اس شکل کا مانع دیا ہوا تھا اور اس کے سر کے خلاف بعد یادگار ایک خیمہ اس کے نام پر بنایا گیا تھا۔ سمجھ

مصر و شہر ہے۔ مگر یہاں کے باشندے اس کے گھوڑے کی نسبت کچھ واقفیت نہیں رکھتے۔  
**دریلے واوی** | وہاں میں کے کنارے شہر لاہور آباد ہے پنجاب کے پانچویں دریاؤں میں سے ایک نڑا دریا ہے جیسا نرائس میں دریا کے لٹیرے احمد پور ہی بلند ہوا سنگین پشت کا محتاج ہے جیسا کہ لوہار کے کنارے پرنا ہوا ہے۔ کیونکہ اس دریا میں اکثر سیلاب آتے رہتے ہیں جس سے بڑا نقصان ہوتا ہے اور دریا اپنی جگہ کو اکثر ہٹاتا رہتا ہے۔ چنانچہ چند ہی سال کے اندر پورے نصف میل لاہور سے دور ہٹ گیا ہے جس سے باشندوں کو انتہائی رحمت اور تکلیف ہوتی ہے۔

**لاہور کی عمارتیں** | لاہور کی عمارتیں دہلی اور آگرہ کے برخلاف بہت اونچی اونچی ہیں اور چونکہ میں درس سے زیادہ ہونے کے بادشاہ محمد امراء دربار آگرہ یا دہلی میں رہتا ہے اس لئے لاہور کے اکثر مکانات دریاں و دریاں سے ہیں۔ بہت سی عمارتیں تو بالکل منہدم ہو گئی ہیں اور پچھلے چند برسوں کی شدید بارشوں میں بہت بڑے بڑے ہیں جن میں سے دو تین تو طول میں دو میل سے بھی متجاوز ہیں لیکن ان میں اکثر مکانات بالکل ٹھے پڑے ہیں۔ اور چونکہ دریا کا رخ تبدیل ہوتا جاتا ہے اس لئے بادشاہی محل دریا کے کنارے سے دور ہو گئے ہیں اور یہ شاہی مکانات بھی اگرچہ بہت عمدہ اور عالی شان بنے ہوئے ہیں۔ لیکن مملکت شاہی واقع دہلی اور آگرہ سے ہر ایک بات میں بہت کم ہیں۔

**لاہور کے کشمیر** | دو چھپے سے زیادہ ہونے کے اس انتظار میں کہ کوہستان کشمیر کی طرف تھے۔ مگر اب کل ہمارا کوہ پٹ ہوتا والا ہے اور بادشاہ کو تو لاہور چھوڑے دور دور ہو چکے ہیں۔ یہاں سے کل رات ایک خوبصورت چھوٹا سا کشمیر کے لایت خیمہ خرید لیا ہے کیونکہ میرے دوستوں نے یہ صلاح دی تھی کہ اپنے پہلے نیچے کو جو بڑا اور بھاری ہے اب آگے دے جانا چاہیے۔ وہ کہتے ہیں کہ کشمیر کے پہاڑوں پہاڑوں اونٹ نہیں جا سکتے ہمارے تمام خیموں کے راستے جگہ لٹنی بہت مشکل ہوگی اور چونکہ اس صورت میں بھگوان اپنی باربرداری کے واسطے موجود اور تلی درکار ہوں گے تو اپنے پہلے نیچے کے ساتھ لے جانے کی حالت میں بہت خراب ہوگا۔

لے لی واوی

تک مالگیر ہمارے گنا ہے کہ کشمیری رہنماں مٹانے کو لاہور سے کوہ پٹ ہوا تھا۔

## چرتھا خط

جولہ ہندو کشمیر کی درہمانی منزلوں سے نکلیا

صاحب من ! تمکو یہ اشد سنی کہ جی گری اجنا  
باب المندپ کے عرب، مقام ٹھانی اٹھا چکا

راستہ کی سخت گرمی اور اُس کے اسباب

ہوں آفتاب کی ایسی جلادینے والی شعا میں روئے زریں پر کسی جگہ نہ پاؤں گا۔ لیکن چار روز ہوئے یعنی جب سے کہ نوبت ملے لاہور سے کوہ پتہ کیا ہے میری اس اسید کا خاتمہ ہو گیا۔۔۔ ہندوستانی لوگ ہوا سی گرم ملک کے باشندے ہیں جب کہ وہ بھی لاہور سے چلتے وقت یہ اندیشہ اور تردد ظاہر کرتے تھے کہ بھمبر تک پہنچنے میں سو کوہستان کشمیر کا ودانہ اور گیا بارہ دن کا سفر ہے، بڑی ہی تکلیف اٹھانی پڑے گی۔! تو یہ سن کر مجھے تعجب ہوتا تھا۔ مگر اب تو فی الواقع میرا تعجب بالکل رفع ہو گیا ہے اور میں بلا سہانہ کہتا ہوں کہ گرمی کی شدت سے نزع کی حالت کو پہنچ گیا ہوں اور کوئی بارہ ذکرے گا کہ آج صبح جب میں اٹھا تو مجھے بہت ہی تندہی آسید تھی کہ آج کی دھوپ مجھ کو زندہ چھوڑے گی۔

یہ عجیب گرمی کشمیر کے بلند پہاڑوں کے باعث سے ہے جو ہمارے راستے پر شمال کی طرف ہونے کی وجہ سے ٹھنڈی اور صحت بخش شمالی ہوا کے پہنچنے میں سہارا ہے؛ اور مزید برآں آفتاب کی سوزاں شعا میں ان پہاڑوں سے منعکس ہو کر جب اس قلعہ ملک پہ پڑتی ہیں تو تمام زمین کو خشک کر دیتی ہیں اور ان سے پس بجھتے دم گھٹنے گھٹا ہے۔ لیکن اس شدید گرمی کے بارے میں جو شاید کل تک مجھے زندہ بھی نہ چھوڑے ایسی غلط فہمی مابین کھنے سے گھو خلاصی ہو جاتے یہ کہاں ممکن ہے!

## پانچواں خط

کشمیر جانے ہوتے جیٹھا نزل سے

صاحب من ! کل میں ہندوستان کے ایک بڑے دیو

دریائے چناب اور اُس کا پانی

سے جس کو "چناب" کہتے ہیں پارتھ اس دریائے لطیف اور عمدہ پانی سے جس کو بڑے بڑے امرا بھائے گنگا کے پانی کے جواب تک ان

کے ساتھ تھا اپنے اپنے سفر کے لئے بھر رہے ہیں۔ بمحکو ہر امید ہوتی ہے کہ اس دنیا کا منہج جدھر کو ہم جا رہے ہیں، ہمیں تختِ افری کو نہیں لے جائے گا بلکہ فی الواقع کشمیر کی طرف رہنمائی کرے گا۔ جس کی بابت سب لوگ بمحکو تسلی دے رہے ہیں کہ وہاں کی ہفت اور بیخ کے سپرد تماشے سے تم غرض ہر جاؤ گے۔

ہر روز روزِ گذشتہ سے زیادہ ناقابلِ برداشت ہوتا ہے اور جتنے ہم آگے بڑھتے ہیں اتنی ہی گرمی بھی بڑھتی جاتی ہے۔

اگرچہ یہ بات درست ہے کہ میں نے ٹھیک دوپہر کی دھوپ میں جب کہ سب لوگ اپنے اپنے ٹیبلوں میں دن ٹوٹنے کے انتظار میں آرام کر رہے تھے کشتی کے پل سے بھر دیا۔ لیکن اگر میں اپنے ڈیرے میں گھسا بیٹھا رہتا تو غالباً مجھے اپنی تکالیف میں کچھ کمی ہو جانے کی توقع نہ تھی۔ اور میں نے جس فرض سے یہ تدبیر اختیار کی تھی وہ مطلب حاصل ہو گیا۔ یعنی یہ کہ ہم بلا وقت و تشویش پل سے پار ہو گئے۔

جب سے ہم دہلی سے روانہ ہوئے ہیں ایسی ہریشانی اور چٹپٹش میں نے کسی دنیا کے گھاٹ پر نہیں دیکھی مگر شاہِ سیری ہوشیاری اور دوراندیشی ہی اس امر کا باعث ہوئی کہ میں اس دنیا پر کسی تھلک میں پڑ جانے سے بچ گیا۔ کیونکہ پل کے دونوں سروں کا داخلہ چڑھنے اور اترنے کے لئے نہایت خراب اور خطرناک تھا جس کا سبب یہ تھا کہ داخلہ کی یہ گذرگاہ جسے "سلائی" کہتے ہیں، جس پر چڑھنا اور اترنا امرِ مزید ہی ہے نرم مٹی اور ریت سے بنائی گئی تھی جو بے شمار چالاروں کے پاؤں کے نیچے دیر کے دور کے لئے بہم جاتی تھی اور اسی وجہ سے بڑے بڑے گڑھے پڑ گئے تھے جن میں بہت سے اونٹ بیل اور گھوڑے گرنے

اور لوگوں کے پاؤں تلے کچلے جاتے تھے اور اس پر طرہ یہ تھا کہ ہر طرف ہمارے حکم دہکا اور گھونٹم گھانٹتی تھی۔ کیونکہ ایسے موقعوں پر عمرِ نابہ ہوتا ہے کہ عہدہ دار اور سوار ہمارا کہ ہم رکاب ہوتے ہیں! اپنے آقا اور اُن کے اسباب و غیرہ کو پہنچانے کی خاطر راستہ میں سے لوگوں کو ہٹانے کے لئے بڑی بے باکی سے ٹونڈے بازی کرتے ہیں۔ اس دنیا پر ہمارے نواب کا بھی ایک اونٹ سوار ہے کے تیز کے برائے پر لایا ہوا تھا خاص ہو گیا ہے اور اب بمحکو یہ فکر ہے کہ ہمیں بازار کی روٹی کھانی پڑے گی۔



## چھٹا خط

کشیر کی آسمی منزل سے

**گرمی کی شدت** شفق من ! ایک پورے دن شخص سا ایسی سخت گرمی کے تحمل پر آ رہا ہے  
ہر جانا اور ایسی ہولناک اور پُر تعب منازل اور سفر کے جمیلوں میں پڑ  
نا ! حیرت انگیز ہے اور خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون سی چیز ہے کہ جس کے سبب  
سے کوئی شخص خواہی خواہی ان مصیبتوں کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جائے ؟ افسوس  
کہ اس کا جواب بجز اس کے کچھ نہیں ہے کہ ہم لوگوں میں دنیا کے مہمات کی وہ کاشوق  
ہر سے بڑھا ہوا ہے وہی ان سب تکلیفوں کا باعث ہے حالانکہ شوق کیا ہے ایک سخت  
معاقت و نا معاقت اندیشی ہے چنانچہ اس سفر میں میری جان ایک مسلسل اور غیر منقطع خطرہ  
کی حالت میں ہے اور کچھ امید ہے تو صرف یہ ہے کہ شاید اس بھائی میں کوئی بھلائی اور  
فائدہ بھی نکل آئے ۔

جب میں لاہور میں تھا تو ایک بار رات کو سایہ کئے بغیر من میں چوتھے پر ہو گیا  
جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قبضہ اور سردی کے سبب سے سخت زکام اور اعضا کی دکن میں مبتلا  
ہو گیا تھا حالانکہ وہی میں اس طرح سوتے سے مرنے لگا تھا اندیشہ نہیں ہوتا اور میری  
صحت خراب ہو گئی تھی ۔ لیکن جب سے سفر شروع ہوا ہے تو آٹھ روزہ سے بے حد پسینہ  
آنے کی وجہ سے تمام فاسد رطوبتیں جسم سے خارج ہو گئی ہیں اور میرا عطا بھٹنا اور جھجکا  
ہوا جسم گویا پانی کی چمچلی بن گیا ہے ۔ اور سیر بھر پائی ہوئی ایک ہی دم میں چمڑھا  
جاتا ہوں جن کے روتیں روتیں جگہ اٹھلیوں کے پوروں تک سے غوراً نکل پڑتا ہے ۔  
چنانچہ آج میں نے دھن گیارہ سیر سے کم پانی نہیں پیا ہر گز ۔ مگر ان سب آفتوں  
اور مصیبتوں میں یہ بڑی تسکین کی بات ہے کہ جس قدر جی چاہے ہم اسی قدر پانی  
بشماریکہ صاف اور شہیں ہر بلا اندیشہ ہی سکتے ہیں ۔

## ساتواں خط

سفر کشیر دہلی کی منزل سے

**زلیلت سے ناامیدی** صاحب من ! آفتاب اب تک اچھی طرح نکلا بھی نہیں گر

اس پر بھی گرمی کا یہ عالم ہے کہ اٹھاتی نہیں جاتی۔ باؤل نام کو بھی نہیں اور ہوا کی یہ حالت ہے کہ پتہ تک نہیں جاتا۔ میرے گھوڑے بالکل خشک گئے ہیں۔ کیونکہ جس دن سے لاہور چھوڑا ہے ان فریجوں سے ہری گھاس کا تنکا تک نہیں دیکھا، میرے ہندوستانی نوکر مل کو بھی باوجود اپنے کاسے خشک اور سخت بن کے آگے قدم بڑھانے کا حوصلہ نہیں رہا۔ ہمارے چہرے اور پاتوں اور ہاتھوں کی جلد تمام پھٹ گئی ہے اور سارا بدن چھوٹے چھوٹے سرخ گرمی دانوں سے بھر گیا ہے جو سورتی کی طرح پیچھے ہیں۔ کل ہلا ایک فروغ سارا جس کے پاس دیر نہ تھا ایک درخت کے نیچے جس کے سایہ میں وہ ٹھہرا ہوا تھا مر رہا اور مجھے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ گویا آج دن ہی وہیں میں تمام ہو جائوں گا؛ اور میری ساری امیدیں یا قرآن یا چار پاکی کا نذی نبیوں پر منحصر ہیں جو ابھی باقی ہیں یا تھوڑے سے خشک گئے ہوئے دیہات جس کو میں پانی اور تھن ملا کر ابھی پینے والا ہوں۔

اچھا تو خدا حافظ! سیاہی تلم کی لڑک پر خشک ہوتی جاتی ہے اور تلم ہاتھ سے گرا جاتا ہے۔

## انٹوان خط

**آگ کی بجٹی** صاحب من! آخر کار ہم سمجھیں آچھپے ہو ایک اور بچے اور سیاہ اور غیلے ہونے پہاڑ کے دامن میں ہے اور جادو ایک خشک پہاڑی ندی کے بہاؤ میں چھریوں اور جلیقی ہوتی ریت پر جس کو آگ کی بجٹی کہنا چاہیے لگا ہوا ہے۔ اور اگر آج اتفاق سے ایک اچھا نا سائینڈ کا چیشا نہ پڑ جاتا اور عین وقت پر پہاڑ سے ایک معقول مقدار میں نیچہ وہی اور سرخ و فیروزہ نہ پہنچ جاتے تو معلوم نہیں کہ آپ کے اس بیچارے نتائج نگار کا کیا حال ہو جاتا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ فی الحال تو ہر کسی قدر سرد ہو گئی ہے اور میری بھوک بھی کھل گئی ہے اور قوت میں اضافہ معلوم ہوتا ہے اور سب سے پہلے جو میں نے اپنی بنیاد صحت سے کوئی کام لیا ہے تو وہ اس خط ہی کا کھنا ہے! اب آپ کو کتنی نئی منزلوں اور پیش آنے والی تکالیف سے

عزیز مطلع کیا جائے گا۔

کل رات کو بادشاہ نے اس جگہ جہاں دم گشتا جاتا ہے چھوڑ دیا ہے اور اس کے ہمراہ روشن آراہنگ اور محل کی ادائیگیوں اور راجہ رگناتھ جو نرسہ کے فرائض انجام دیتا ہے اور ناضل خاں میرساہن اعلیٰ پٹے گئے ہیں! اور اس سے پہلی رات کو بادشاہی میرسکارچی کئی بڑے بڑے جہد داروں متعلقہ کارخانہ جات خاصہ شریفہ اور چند معزز خاتونوں کے ساتھ روانہ ہو گیا ہے آج رات ہماری باری ہے۔ اور ہمارے گروہ میں ہمارے نواب دانشمند خاں کے کنبے کے لوگوں کے سراسر میں خاں خلیف میرعلہ جس کا بہت کچھ ذکر کیا جا چکا ہے اور میراعزز دوست دیانت خاں اور اس کے مدبطنے اور بہت سے اور امرا اور راجہ اور منصب دار شامل ہیں! اور امرا بھی جنہیں کشمیر چلنے کا حکم ہے۔ اسی طرح قسمت و رازت روانہ ہوں گے بلکہ اس پانچ دن کے مشکل اور کوشستانی راستہ میں جو بھمبر اور کشمیر کے، ہیں ہے ہے آرمی اور اتھری کم ہو جائے۔

**چہاڑپر چڑھائی** | باقی اہل دربار جیسے نعلانی خاں میر آتش و انسر اعلیٰ توپ خانہ اور تین چار بڑے بڑے راجہ اور بہت سے امرا تین چار بیٹے تک یعنی جب تک کہ گرمی کا موسم گند جائے اور بادشاہ سلامت واپس کشمیر لائیں محالیت کے واسطے پہرہ کے طود پر اسی قصہ یا اس کے قریب و جوار میں مقیم رہیں گے۔ جن میں سے بعض تو اپنے ٹھہرے دیارے چناب کے کنارے لگائیں گے اور بعض قریب اور گرد و نواح کے شہروں اور دیہات کو چلے جاتیں گے اور باقی کو اسی بھمبر کی جلتی ہرنی زمین پر ٹھہرے ٹھہرے رہنا ہوگا۔

بادشاہ کے ہم کاب بہت ہی کم اور خاص خاص لوگ جائیں گے بلکہ کشمیر کی چھٹی سی ولایت میں رسد و فیرہ کی طرف سے وقت عائد نہ ہو۔

بیگمات میں سے صرف وہ اعلیٰ درجہ کی خاتونیں جائیں گی جو روشن آراہنگ کی ہدم اور بھلیاں ہیں۔ یادہ عرض جن کا ساتھ ہونا عداوت و سرواہی کے لئے مفید ہے! امرا اور نوجوانوں کے لوگ بھی جہاں تک ممکن ہے کم ہی ہوں گے اور جن امرا کو ہراہی کی اجازت ملے اس بابا منت نے بڑے ہندو مذہب کے اسی سفر میں انتقال کیا اور اس کے بعد بھی ناضل خاں نے یہاں تو وہ بھی صرف چند روز زندہ رہا اسی سفر میں بمقام کشمیر چلے گیا۔ س. م. ج. راز مانگیر نامہ

لمی ہے اُن کے ساتھ اُن کے سواروں میں سے فی صدی، کبھی سوار سے زیادہ نہ ہونگے لیکن جو مزدوری ملازم عہدہ داروں کے ذاتی کارخانہ جات پر مقرر ہیں وہ بہر حال ساتھ جائیں گے۔

ان تمام سواروں کی بھاری آوری میں کوئی بہانہ چننے نہیں چل سکتا کیونکہ ایک امیر شاہزادہ کے درتے پر تین سو کیا گیا ہے جو ایک ایک آوری کو شمار کرتا ہے اور اپنے استیارات کے مطابق منصب داروں کی بھیڑ کو جو کشمیر کی شہنشاہی اور لطیف ہوا کے شائق ہیں وہ اُن کے چھوٹے چھوٹے دکان دہوں اور اہل بازار کو جو صرف کھانے کمانے کی خاطر آتے ہیں درتے میں داخل ہونے سے روکنا رہتا ہے۔

چند منتخب ہاتھی بھی زنانہ سواروں اور بار سرداری کے واسطے بادشاہ کے ساتھ ہیں۔ اگرچہ یہ جانور بہت بھاری اور بڑے قد و قامت کے ہیں۔ لیکن نہایت ہی چٹاکا کر قدم رکھتے ہیں اور راستے کے خشک اور خطرناک ہونے کی حالت میں اس طریقہ مثل ٹٹل کر چلتے ہیں کہ جب تک پہلا قدم بخوبی جم نہیں جاتا دوسرا قدم نہیں اٹھاتے۔ بادشاہ کے ہمراہ کچھ فخریں بھی ہیں۔ لیکن انٹ جو بہت کارآمد ہیں نیچے چھوڑ دیئے گئے ہیں کیونکہ اُن کی سنت اور لمبی لمبی انگلوں کے لئے یہ پہاڑی راستے موزوں نہیں ہیں۔

اس لئے اُن کے عوض تلی اور مزدوروں سے کام لیا جاتا ہے۔ اور جیسا بار سرداری کہ میں نے سنا ہے کہ صرف اکیلے بادشاہ کے واسطے چھ ہزار مزدور ملائے ہیں تو اس سے آپ قیاس کر سکتے ہیں کہ کس قدر مزدور درکار ہوں گے۔ ہر خانہ بجے اپنی نواب خاص کے واسطے تین مزدور ہم پہنچا سنے مزدوری ہیں باوجودیکہ میں نے اپنا بڑا فیصلہ اور بہت سا اسباب لاہور میں چھوڑ دیا ہے اور ہر شخص نے بکڑ بڑے بڑے آمر اور غلام بادشاہت بھی ایسا ہی کیا ہے۔ پھر بھی حساب لگایا گیا ہے کہ کم سے کم چھ ہزار مزدور بھرتی جیسے ہر چکے ہیں جو کچھ کشمیر کے صوبہ دار اور قرب و ہار کے راجاؤں نے بھیجے ہیں اور کچھ اپنی مرضی سے مزدوری کرنے کو چلے آتے ہیں اور بادشاہ کے حکم سے شرت اُجرت یہ قرار پاتی ہے کہ سوا سن بیس ہجاس سیرلوہ کے واسطے پچیس روپے مزدوری دی جائے۔ اور شمار کیا گیا ہے کہ کوئی تیس ہزار مزدور اس وقت مطلوب ہیں۔ اور جب کہ بادشاہ اور آمر اپنا اپنا اسباب اور سواگر اپنی سبب قسم کی رسم وغیرہ ایک جیسے پہلے سے راجہ بھیجتے رہے ہیں تو خود

کی تعداد نہایت ہی زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

## نواں خط

کشمیر حوت نیرہ تہا

صاحب سن ! کشمیر کے قدیم راجاؤں کی تاریخ میں یوں مندرجہ  
**سزین کشمیر** ہے کہ یہ تمام ملک اگلے زمانہ میں ایک بہت بڑی جمیل تھا  
جس کے پانی کو ایک بڑے رشتی نے جس کا نام کاشپ تھا اپنی کرامات سے بارہ  
سورہ کے پہاڑ کو چکر نکال دیا۔

یہ حال اس کتاب میں لی سکتا ہے جو ہانگیر کے حکم سے کشمیر کی قدیم تاریخوں کا  
ملاحظہ کر کے فارسی زبان میں لکھی گئی تھی اور جس کا میں آج کل ترجمہ کر رہا ہوں۔ ہے  
شک میرا دل بھی اس بات کے انکار کرتے کی طرف مائل نہیں ہوتا کہ یہ حصہ زمین  
کسی وقت پانی میں ڈوبا ہوا نہیں تھا۔ چنانچہ تھیں اور اور ملکوں کی نہت بھی ایسی  
ہی روایتیں چلی آتی ہیں۔ لیکن میں آسانی سے یہ امر یاد نہیں کر سکتا کہ یہ شکاف کسی  
انسان کا کام ہے۔ کیونکہ یہ پہاڑ جس میں سے پانی کا گندہ ہوا ہے بہت ہی لمبا چڑا اور  
نہایت بلند ہے۔ بلکہ مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہاڑ کسی قدرتی غلطی جو سرنگ  
کی طرح پہاڑوں میں اکثر ہوتی ہیں کسی سخت بھونچال کے مدد سے جو اس ملک  
میں بہت ہی آتے رہتے ہیں دھس گیا ہے ! اگر ہم اس نزاع کے عربوں کے قول کا بھی  
استبار کر لیں تو انسا ہڑے لاکہ باب المندب بھی کسی زمانہ میں اس طرح بنا تھا کہ تمام  
مشہر اور پہاڑ ایک غار میں دھس کر ہڑے ہڑے تالاب اور جمیلیں بن گئیں۔

**ولایت کشمیر کا طول و عرض** بہر حال اب تو کشمیر جمیل نہیں ہے بلکہ ایک خوش نما  
ملک ہے جس میں بہت سی متفرق پہاڑیاں اور پہاڑ  
ہیں۔ اور جس کا طول قریب تیس لیگ یعنی نوے میل انگریزی کے ہے اور عرض دس بارہ  
لیگ۔ ولایت کشمیر لاہور سے شمال کی طرف ملک ہندوستان کے انتہا پر واقع ہے  
اور اس کی سرحد ہر اچھے پہاڑوں کا سلسلہ ہے جو کہ تاف سے نیچے چوٹی اور بڑی تہت  
لے ملک ہونان کے ایک ضلع کا نام ہے دس۔ م۔ چ۔ تھے لی۔ دس۔ م۔ لی۔ تھی

کے بادشاہوں اور راجہ گرائی کی عمل داریوں میں ہیں۔

جو پہاڑ کشمیر کے گراکو اور بہت ہی نزدیک ہیں ان کی بلندی اوسط درجہ پر ہے اور سرسبز درختوں سے آراستہ اور چراگاہوں سے اگال ہیں جن پر گائیں - بھیڑیں - بکریاں - گھوڑے - اور سب قسم کے مویشی چرتے نظر آتے ہیں۔

مویشی اشکار اور شہد اسٹراڈا ہرن کبھرت مودو ہیں اور شہد کی مہالیں بھی باغراط ہیں۔

برخلاف ہندوستان کے ایک ممیپ اور تارات دیکھنے میں آتی ہے کہ یہاں موزی جالور مثلاً سانپ ریکھ - شیر - چننا وغیرہ کیاب کیا بلکہ معدوم ہیں اور ان اوصاف کے باعث ان پہاڑوں کو صرف خوش نما اور بے منہ اور بے غلش ہی نہیں کہتا چاہئے۔ بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ گویا ان میں دودھ اور شہد کی نہریں افراط کے ساتھ جاری ہیں۔ ان پہاڑوں سے پانی طرف اور بڑے بڑے منظم افقان پہاڑوں کی بلندیاں نظر آتی ہیں جن کی ہر طرف سے ٹوٹتی ہوئی سفید سفید چوٹیاں بادلوں سے بھینے زیادہ بلند اور بچی اور گہرے آؤ نہیں کی مانند روشن اور صاف معلوم ہوتی ہیں۔

لے گئے وہ ان

میں فرنگستان میں جنگ داسے ہرن کم ہوتے ہیں۔ اس لئے معنف نے ہرن کے فلک کے ساتھ سیگوں داسے کا فلک لکھا ہے۔ - س - م - س

تہ یہ پہاڑ پرتوں کے صوبہ خیمے کی اور بھٹی اور قاد مقدونیا کے مابین سرحدی خط پر واقع ہے اور مقدونیا کے میدان سے ہراس کے شمال میں اور خوش خاں داری ٹیپ سے ہراس کے جنوب میں ہے لازماً سات سو چار فٹ اونچا اور اس پاس کے سب پہاڑوں کی چوٹیوں سے بلند ہے۔ اور شاہ لہو اور اداغوت وغیرہ درختوں کے جنگلوں سے لہا ہوا ہے۔ اس کا چٹان دودھ کپے آگے بڑھ کر بہت سی چوڑی چوڑی گھروں میں منقسم ہو گیا ہے اور اس کی چوڑی چوٹی ہر طرف کی سفید اور چمک دار چادر اور سے چمکے گویا اسان سے باتیں کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اور ہمیں کی اس عظمت و شان کی وجہ سے ہم پرانوں نے اس کو اپنے دیوتاؤں کا مسکن خیال کیا تھا اور ان کا یہ اعتقاد تھا کہ ان کا دیوتا جو چوٹی پر یعنی مشرقی کاود ملز نام ہے۔ اور جس کو اپنی ہند کے مقدسات کے

فنا یہاں کے امام امیری اور محمد سنگ نے

ان سب پہاڑوں میں سے بے شمار چشمے اور نہریں بڑے زور شور سے جاری  
**چٹے اور دریا** ہیں جو صحرائی قریعوں سے اس وادی کے چھوٹے چھوٹے ٹیلوں پر  
 بھی پہنچا دی جاتی ہیں۔ اور اس طرح سے لوگ اپنے وسائل کے کمیت بخوبی سنبھال  
 سکتے ہیں: اور یہ سب پانی اس دلچسپ ملک میں ہزاروں چٹے اور آبشاریں بن کر اترتا  
 خوبصورت اور کشتیوں کے چلنے کے لائق ایک ایسا دریا بن جاتا ہے جیسا ہمارے ملک  
 فرانس میں دیا ہے۔ سین۔ جے۔ یہ دریا تدریجاً اور آبشاروں کے ساتھ اس ملک کے  
 گرد و گرد چھکھاتا اور یہاں کے شہر پائے تخت میں سے ہو کر چپ چاپ بارہ سلاکی  
 طرف غم کھاتا ہوا اگل گیا ہے جہاں اُس کو دو عجیب چٹانوں کے مابین ایک معجزہ ملتا  
 ہے اور یہاں سے بہت سی چھوٹی چھوٹی نہریں سمیت جو پہاڑوں سے نکلتی ہیں ایک  
 بہت سیدھی وصال پر گرد کر شہر ایک کے نزدیک دریا کے آبسین سے آتا ہے۔

**سرسبز اور شادابی** اس وادی اور یہاں کی پہاڑیوں کو نہایت سرسبز اور شادابی  
 رکھتے ہیں اور تمام ملک سرسبز اور سہرا حاصل اور ایک پھول لاپسٹا ہائے معلوم ہوتا ہے اور  
 اس خوش نما اور دل کش سرسبزی کے اندر کہیں تو گائوں اور مزارعے دکھائی دیتے ہیں۔ اور  
 کہیں سری بھری چراگا ہیں اور انگور۔ دھان۔ گندھیں۔ سب۔ زمخزان اور شرکاریوں کے  
 کمیت ہیں میں کہیں تو چھوٹے چھوٹے تالاب ہیں اور کہیں نہریں اور ٹائے اور کسی جگہ  
 قبیہ ماشہ صفر گزشتہ۔ کھاتا ہے اس ملک خشک اندر کہ چاہیے اسی پہاڑ پر بیٹھ کر آسمان کو گرجنے والے  
 بادلوں سے پُر کرتا اور اپنی بجلی کے آتشیں تیریں کو بوجھ کر دھڑکتا تھا اور وہ اپنے محل میں جس کو وہ دیکھ  
 دھیرے دھیرے کے اقتدار میں پائال یعنی زمین کی آگ اور دھاتوں کا دھڑکتا تھا: اُس کے لئے یہاں  
 بنایا تھا تلوں کو جس کے سہا اور جگہ رچایا کرتا تھا اور ایک ماسے سے جو اس آسمانی محل کے صفائی  
 گندہیں بنایا گیا تھا اور جس کے دروازے پر نہایت گاڑے بادل تھنوں کا کام دیتے تھے جب چاہتا  
 تھا اس جہاں کے اُس طرف چلا جایا کرتا تھا۔ زمین کے قدیم شاعروں نے اس پہاڑ کی تعریف  
 میں بہت کچھ کہا ہے اور انی الوائٹ وہ اب بھی اپنے سرسبز اور سہرے سہرے سارے دار جنگلوں اور  
 وسادوں اور کھوڑوں اور سفید سفید چٹیلی چوٹیوں کے سبب سے ایسا ہی قابل تعریف ہے۔

آبشار ہیں اور چٹے ہر ایک عجیب اور دل فریب کیفیت دکھاتے ہیں اور زمین کی تمام سطح فرنگستان کے پھولوں اور پودوں سے جینا کار نظر آتی ہے۔ اور ہمارے ملک کے بیروں سیب بامش پاتی۔ آلوہ، خربازنی اور اخروٹ کے درختوں سے جن میں بے شمار پھل لگے ہوئے ہیں۔ ساما ملا تر لدا ہوا ہے۔ خربوزہ تر لدا اور ہمارے دیہی کی اکثر کاریاں مثل پتندہ و غیرہ اور اور ساگ پات اور نباتات جن سے ہم واقف بھی نہیں یہاں کے عام کھیتوں اور باغیچوں میں بکثرت ہیں۔

یہاں کے پھل ہمارے ملک کے بیروں سے غوبی میں بلا مشبہ کم ہیں اور ذائقہ اتنی قسم ہی کے ہیں لیکن جیسے یقین کامل ہے کہ یہ یہاں کی زمین کا تصور نہیں ہے بلکہ اس باعث کاشت کاروں اور باغبانوں کی نادانی ہے جو اہل فرائض کی طرف غن ذراعت اور درختوں کو بوند و غیرہ کرنے کے نہیں مامور نہیں ہیں۔ بہر حال میں نے اپنے قیام کشمیر کے زمانہ میں نہایت نفیس اور لطیف میوے بکثرت کھائے ہیں اور کچھ شک نہیں ہے کہ اگر یہاں کے لوگ شہر کاری کو ترقی دیں اور اُن میں غیر ملکوں کے درختوں کے پودے لگانے کی طرف دیا تر ہو کہیں تو یہاں کے میوے فرنگستان کے میووں کی غوبی کو پہنچ سکتے ہیں۔

**شہر اور ڈول** | ملک کشمیر کے پائے تخت کا نام بھی کشمیر ہی ہے اور اس کے گرد کوئی شہر یا ڈول شہر بنا نہیں ہے۔ اس کا طول و عرض سے کچھ زیادہ ہے اور عرض ڈول و میل! شہر کشمیر ایک میدان میں واقع ہے جس کا نام ملہ پہاڑوں سے قریب چھ میل کے ہے۔ اور یہ پہاڑ نصف دائرہ کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ اور شہر ایک خمیری اور خوش گوار پانی کے ڈول کے کنارے جس کا محیط بارہ یا چندہ میل سے کم نہ ہو گا آباد ہے یہ ڈول اُن چشموں اور نالوں سے بن گیا ہے جو پہاڑوں سے آکر گرتے ہیں۔ اور اس کا پانی بندیر ایک نہر کے جس میں کشتیاں بے تکلف چل سکتی ہیں اُس دریا میں جا ملتا ہے جو شہر کے پنج میں بہتا ہے۔ شہر میں اس دریا پر لکڑی کے دو ڈول بنے ہوئے ہیں اور شہر کے مکانات اگرچہ اکثر چوبی ہیں۔ لیکن خوبصورت اور وہ شہر سے اور سرخترے ہیں۔

**عمارتیں** | اگرچہ اس ملک میں ایک نہایت نفیس ریگت و طرحی باغیچہ موجود ہے اور چند لے اصل کتاب میں لفظ نری مشوں ہے۔

سرمات درے گامام



ہدائقِ عمارتیں اور ہندوؤں کے بہت سے چڑاٹے مندیر یہاں کے کنڈاروں میں موجود ہیں۔ تھری کے ہیں۔ لیکن یہاں کے لوگ گڑھی کو تھری پر اس واسطے ترجیح دیتے ہیں کہ ایک توارزاں ہے دوسرے یہ کہ پہاڑوں سے ان بے شمار ندی نالوں کے ذریعہ آبپاشی پہنچ جاتی ہے۔

اکثر مکانات میں ہونے والے دولوں کنارے بنے پلے گئے ہیں۔ نہایت عریض شاہ جھوٹے چھوٹے اچھے ہیں۔ خصوصاً بہار اور گرمی کے موسم میں جب کہ شیش و نشاٹا کے بہت سے پلے پانی پر کے جاتے ہیں۔ عجب کیفیت کی رہتی ہے۔

اس مشہر کے اکثر مکانات میں بھی بانگ اور ایسی نہیں ہیں جن میں سیر و تفریح کے لئے کشتیاں پڑی رہتی ہیں۔ اور انکو مکانات جب جاتے ہیں سوار ہو کر ڈول کی سیر کرتے ہیں۔

**ہری پربت** | شہر کے ہرے سرے پر ایک ایسا ٹیلہ نظر آتا ہے جو بالکل الگ ہے اور اس کی ڈھلان پر کئی خوبصورت مکانات بنے ہوئے ہیں اور ہر ایک مکان کے ساتھ ایک ایک بانگ ہے اور اس کی چوٹی کی طرف ایک نہایت اچھی مسجد ہے جس کے ساتھ عابدوں اور گوشہ نشینوں کے لئے عمدہ عمدہ حجرے بنے ہوئے ہیں۔ اور پہاڑ کی چوٹی پر ایک ٹھنڈ بہت سے خوبصورت درختوں کا ہے اور ان سب چیزوں کا مجموعہ نہایت ہی دلچسپ منظر پیش کرتا ہے۔ اور ان سرسبز درختوں اور باغوں کی وجہ سے اس جگہ کا نام اس ملک کی زبان میں ہری پربت ہے۔ یعنی سرسبز پہاڑ مشہور ہے۔

**تختِ سلیمان** | اس پہاڑ کے مقابل ایک اور پہاڑ نظر آتا ہے اور اس پر بھی ایک چھوٹی سی مسجد بانگ کے بنی ہوئی ہے۔ ایک اور نہایت ہی قدیم ہے۔ وہ کسی خلافِ مادہ جوئے کی وجہ سے قلعہ ہے۔ بلکہ نگر سرسبز پہاڑ کو ہری پربت نہیں کہہ سکتے بلکہ جڑا پربت کہنا چاہیے۔ اور وہ مسجد بھی معلوم ہوتی ہے جو دیوان کو پادام صاحب آجملہ دیوان ریاست جہوں و کشمیر مولف تاریخِ مروجہ ہندوستان کشمیر نے اپنی اس کتاب مطبوعہ مشعل میں لکھی ہے۔ یعنی یہ کہ نگر کشمیر کی زبان میں اسی شادک کو کہتے ہیں جو ایک معروف جالور ہے۔ اس پہاڑ پر خسارہ دہلی کے مند کے ہونے کی وجہ سے اس کا یہ نام مشہور ہو گیا ہے۔ اور صحیح نام باری پربت ہے۔ - س س -

عادت مروجہ ہے جو ظاہری طاقتوں سے چندوں کا مندر معلوم ہوتی ہے اگرچہ اُس کا نام تختِ سلیمان ہے اور یہاں کے مسلمانوں کا یہ ادا ہے کہ حضرت سلیمان سے بوقتِ سیر کشمیر اُس کو تعمیر کیا تھا۔ لیکن مجھے شبہ ہے کہ اُس شہر بادشاہ نے اپنی تشریف آوری سے کبھی اس ملک کو مشرف کیا ہو اور میری رائے میں یہ لوگ اس کا کوئی ثبوت نہیں دے سکتے۔

**سر سبز ٹاپو** | اند با نکل سر سبز اور نہایت ہی خوبصورت اور عمدہ دار و درختوں سے لیس ہوئے نظر آتے ہیں اور اُن میں نہایت خوش اسلوبی سے بہت سی درختیں بنائی ہوئی ہیں، جن پر عموماً دونوں جانب سے سفیدے کے درخت جو دو دو قدم کے فاصلہ سے لگائے ہوئے ہیں۔ ان درختوں کی موٹائی اگرچہ اس قدر ہے کہ سب سے بڑا درخت آدمی کی کمری میں آسکتا ہے مگر اونچائی میں بہار کے مستقل کے برابر ہیں اور اُن کی پھٹی پر کھجور کی طبعیت ڈالوں اور پتوں کی پھتری ہے۔

**خوش منظر پہاڑ** | پہاڑ ٹول کے پر لی طرف ہیں اُن کی ڈھلان پر بے شمار گنجان خوش منظر پہاڑ سکانات اور کھیلواری کے باغچے بنے ہوئے ہیں اور یہاں کی ہوا نہایت صحت بخش بھی جاتی ہے اور موقع نہایت خوش نما اور دلچسپ ہے جا بجا چٹے پتھر کو لیں جاری ہیں۔ اور یہاں سے ٹول اور اُس کے ٹاپوں اور شہر کا نظارہ نہایت ہی دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔

**شالا مار باغ** | ان سب باغوں میں بادشاہی باغ کا نام شالا مار ہے جو نہایت ہی خوبصورت ہے۔ اس میں داخل ہونے کا راستہ ٹول سے ایک بڑی وسیع کے ذریعہ

لے میانی اگرچہ حضرت سلیمان کے نام اور صاحب دی ہوئے کے قائل ہیں مگر مسلمانوں کی طرف ان کو مضمر نہیں جانتے بلکہ ایک نہایت ہی مانا اور ماحل بادشاہ کہتے ہیں۔ اس سے لگے ایک چند بیارنے اس کا نام شالا مار تھا ہے اور اس کو شکر کا غلہ بتایا ہے اور کہا ہے کہ شالا مار سے مرکب ہے جو بھی غذا مدد قوت شہوی کے ہے اور بھارتا باغ کے معنی میں شلال کا ہے اور اس کی سندھ میں سزا مہاشنی تہل کا یہ شعر آیا ہے کہ زباغ زلف و رخسار وادو حاست غلہ کو سہل پیش کم رشالہ دہناشد۔ لیکن ان سوز کی غلطی غلط ہے کہ شاعر نے اس غلط

شاہجہاں کے ایام امیری اور عہدہ نگری

ہے جس کے دولوں کناروں پر گھاس جھاتی ہے اور چنار کے درخت برابر دوروں نصب ہیں اور جس کا طول پانچ سو قدم کا ہے اسی میں سے جو کہ ایک ایسے مکان میں جو خاص طور پر گرمی کے موسم کے لئے بنایا گیا ہے اور بارغ کے عین وسط میں ہے پہنچے ہیں اس نہر کے علاوہ ایک اور نہر جو اس سے بھی زیادہ نفیس ہے ایک ایسے ہی دوسرے مکان میں جو بارغ کے دوسرے سرے پر ہے پہنچاتی ہے اس دوسری نہر میں بڑے بڑے ریتیلے قسم کے پتروں کا فرش ہے اس کے ٹولوں کنارے بھی اسی پتھر سے بنے ہوئے ہیں۔ اس نہر کے وسط میں ایک بڑی قطار نواروں کی ہے جن کے باہم پندرہ پندرہ قدم کا فاصلہ ہے اور ان کے علاوہ ادھر ادھر بڑے بڑے گول حوض ہیں جن میں مختلف شکل و صورت کے فرارے چھوٹے ہیں۔ یہ مکان چونکہ مذکورہ بالا نہروں کے وسط میں واقع ہیں۔ اس لئے ان کے ارد گرد پانی بہتا رہتا ہے اور ان کے دولوں اطراف پر دو قطار میں چنار کے بڑے بڑے درختوں کی لگی ہوئی ہیں۔ یہ دولوں مکان گنبد کی شکل کے ہیں اور گرد گرد غلام گردش ہے اور ان کے دروازے جو چار چار ہیں ان میں سے ایک ایک دروازہ تو دولوں طرف نہر پر کھلتا ہے اور ایک ایک دولوں جانب کے ان پلوں کے رستے جن پر سے جو کہ کنارے کی زمین پر پہنچے سکتے ہیں۔ ان میں سے

تیسرے ماشے مندرگشتہ بارغ کے عام معنوں میں نہیں لیا ہے اور ظاہر یہ ترکیب قواعد زبانی مشکوٰۃ کے بھی خلاف معمول ہوتی ہے کیونکہ اگر یہ لفظ ہندی ہوتا تو ارشاد ہوتا چاہیے تھا۔ چیسے و صرم شالا۔ پات شالا گرد شالا وغیرہ اصل یہ ہے کہ یہ صوبہ اُس جگہ کا نام تھا جہاں شہنشاہ جہانگیر کے پندرہویں سال طبرس میں شاہجہاں نے باپ کی نراہنری سے بارغ بنایا تھا اور مقام تعمیر کی نسبت سے اُس کا نام شالا اور پڑ گیا تھا۔ میں کہ شاہجہاں نے اپنے عہد کے ساتویں سال میں چل کر فرعون بنش نام لکھا۔ چنانچہ ترک جہانگیر اور شاہجہاں نامہ وغیرہ کتب تاریخ میں صاف اور صریح لکھا ہے اور دیا یں کہ پارام صاحب نے جو اپنی کتاب موسوم بہ گلزار کفیر کے صفحہ دو سو تین پر شاہجہاں کا ایک نرا نرخی نقل کیا ہے اُس کے ایک فقرے سے یہی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اور وہ فقرہ یہ ہے۔ "بارغ نرخی بخش کہ واقع است در موضع معروف شالما ابدالہ و اقبال۔ ایام

فرخندہ جام شاہزادگی احوال فرمودہ دریم۔" ص ۵۷

لہ اصل کتاب میں لفظ نرخی ہوس ہے۔ دریم وہ دس

ہر ایک کے وسط میں ایک بڑا کمرہ اور چاروں کونوں پر چار چھوٹے کمرے ہیں جن میں اندر کی طرف منہری اور دیکھیں اور منقش کام بنایا ہے اور سب کمروں کی دیواروں پر نہایت خوش خط فارسی قلم میں فقرات و طیرہ کلمے ہوئے ہیں۔ ان کے چاروں دروازے نہایت ہی قیمتی ہیں یعنی پتھر کے عجیب اور نایاب بڑے بڑے قطعات سے بنے ہوئے ہیں اور ہر ایک دروازے کی ممراب دو دروازوں پر جو ازلیں خوش نما ہیں قائم ہے۔ یہ ممرابیں اور ستون چندوں کے کسی منہ سے ہیں کو شاہجہاں نے منہدم کرایا تھا آتے تھے اور اس وجہ سے ان کی قیمت کا اندازہ کرنا ناممکن ہے۔ میں اس پتھر کی زینت اور قسم کی بات کہہ بیان نہیں کر سکتا لیکن عین اور سنگ مرمر کی تمام قسموں سے کہیں بڑھ کر ہے۔

**کشیر میری نظر میں** | مجھے یقین ہے کہ آپ نے خود بخود پہلے ہی سمجھ لیا ہو گا کہ میں کشیر کی خوبصورتی اور غرض خانی کی قیمت میرے تخیلات اور تصورات میں قدر اوچے تھے یہ ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر سرسبز و دل فریب ہے اور نا لایا تمام دنیا میں بے نظیر ہے اور کوئی دوسرا ملک جس کا طول و عرض اتنا ہی ہو اس کی خوبوں کو نہیں پہنچتا اور حق یہ ہے کہ ہر ابھی ایسا ہی چاہتے ہیں کہ کیونکہ اگلے زمانہ میں یہ محبوب دربار بڑے بڑے اولوالعزم ماجد کا تخت تھا اور تمام گرد و حاض کے کرہاتان بلکہ تاتار اور کل ہندوستان جسزیرہ سرحد پر تک اس کی حکومت میں داخل تھا اور یہ بات کہہ خلاف قیاس نہیں ہے کہ سلطانین منہ اس کو بہشت جنت یعنی کشیر جنت تھیں کہتے ہیں۔ اور محل عجیب نہیں ہے کہ غنیمت و اکبر ایشی کو شخصوں میں اس ملک کی خاطر متواتر ماسرگرم رہا کہ اس نے ملک و ماں کے فرماں رواؤں کے ہاتھ سے کسی دیکھی طسرت آخر چھپی ہی لیا۔ اور اس کا بیٹا جاگیر تو اس چھوٹی سی مملکت پر ایسا لڑھک گیا تھا کہ اس نے کشیر کو اپنی دل پسند گاہ مقرر کر لیا تھا۔ اور اکثر کہا کرتا تھا کہ ہماری اس عظیم الشان سلطنت کا سارا ملک اگر ہاتھ سے نکل جائے اتنا ہی دیر جتنا کہ کشیر کا۔

**ایک مشاعرہ** | ایک شاعر جو بڑے جوش و فہم کے ساتھ شعر کشیر اور بادشاہی شادوں کے باہم ہوا تھا میں نے بڑے شوق سے اسے دیکھا تھا یعنی ہمارے

کتابوں کے اہم امیری اور عبد اللہ گنبد

کشمیر پہنچے ہی ادھنگ دیپ کے حضور میں شمع لے مذکورے کشمیر کی قرین و قریب میں  
تساہیل پیش کئے جن کو بادشاہ نے قبول فرما کر بہت مہربانی سے مناسب محلے مقرر کئے۔  
ان تہذیبیوں میں سے بڑھ کر نظر اور سہانے کئے گئے تھے۔ اور بھگوانیادہ کے ایک شاعر  
نے کشمیر کے گرد کے پہاڑوں کی بابت یوں بیان کیا تھا کہ - اُن کی عجیب لہندی ہی  
نے ان آسمانوں کو جو نظر آتے ہیں اس مقدس شکل کا بنا دیا ہے۔ اور یہ کہ - خالق کائنات  
اپنی تمام حکمت اور خوبی ایجاد و صنعت کو اس ملک کے پیدا کرنے پر ختم اور خسر پ کر چکا  
اور خالق مطلق نے پہاڑوں کا یہ حصار بنا کر اس ملک کو دشمن کی فوج کے حملے سے محفوظ  
اور امن و نسواں اور چونکہ ولایت کشمیر تمام روئے زمین کے ملکوں کی ملک ہے۔ اس  
لئے فی الواقع ایسا ہی مناسب تھا کہ وہ کامل امن اور چین کی حالت میں بغیر کسی کی  
اطاعت کے تمام عالم پر حکومت کر سکے۔ شاعر آگے یوں کہتا ہے کہ - جو پہاڑوں اور دریا  
بہت اونچے ہیں اُن کی بوٹیاں سفید اور چمک دار پوشاک سے آراستہ کی گئی ہیں۔ اور  
وہ چھوٹے چھوٹے ہیں وہ سرسبز اور چمک دار ہرے ہرے درختوں سے سجائے گئے ہیں  
اور یہ اس لئے ہے کہ دنیا کے تمام ملکوں کی ملک کے سر پر ایسا ہی تاج زیبایا ہے۔ جس کی  
کلفتی کے ہیروں کی کرنیں نمودار ہوں، جب ہمارے نواب صاحب نے اس  
شاعر کے ان نیک طبع کو میری تقریب خاطر کے لئے مجھے دکھلایا تو میں نے کہا کہ - یہ  
شاعر اگر اپنے مسنون کو یہاں تک اور بڑھاتا تو کہتا کہ جتنا اور مالک عرب و ہند کو  
رجن سے چھوٹی قیمت اور دیا مست و امیر گواہ اور شاعر اور شری نگر ملاو ہے، سرحد کشمیر  
میں داخل کر دیتا دیکھو کہ اکثر آدمیاں کیا جاتا ہے کہ ایک زمانہ میں یہ ملک کشمیر کے بادشاہ  
تھے اور اس سے بھی بڑھ کر اگر وہ یہ کہتا کہ وہ اپنے گنگا اور سندھ اور چناب اور جہلم  
اور جونی اور غلگت میں دریائے جہوں وغیرہ سے جن کا کتاب مقدس میں ذکر ہے کچھ کم نہیں  
ہیں، ملک کشمیر ہی سے نکلے ہیں تو کچھ مضائقہ نہ تھا اور اسی بنیاد پر وہ یہ بھی کہہ سکتا تھا  
کہ اپنے دیں بھی کشمیر ہی میں لگا یا گیا تھا نہ کہ آرمینیا میں جہاں کہ لوگوں کا قصیدہ ہے۔

یہاں وہ سری گورادہ جہاں سلطان شکر نے پناہ لی تھی۔ - س۔ م۔ ج۔

یہ شاعر کا یہ شعر کہ - اگر فردوس برودے زمین است۔ - چین است، چین است، زمین است  
کشمیر کے خوب حسب حال ہے۔

**کشیرویوں کی خصوصیات** | اور ہندوستانیوں کے زیادہ ہوشیار اور ذہین ہونے کے باعث اور چست و چالاک بھی ہوتے ہیں اور غریبوں کے ہاتھوں میں ان کی کارگیری جیسے پاکلی پنک کے پائے صندوق مندرجے قلمدان چپے وغیرہ کی مزاحمت قابل تشریف ہے۔ اور وہاں کے کارخانوں کی بنی پرئی پیریں ہندوستان کے تمام اضلاع میں ہوتی جاتی ہیں۔ یہاں کے لوگ دھن کاوی کے نم میں نہایت کامل ہیں اور نہایت باریک اور نفیس سنہری تاروں کو کسی چیز میں جاکر ہر ایک قسم کی کڑی کے رنگ و روغن کی بھی غولہہ رکی سے ہر بہم نقل کرتے ہیں کہ میں نے کبھی کوئی ایسی نفیس اور بے عیب شے نہیں دیکھی۔

**کشیروی شال** | لیکن جو شے کہ کشیروں سے مخصوص اور بڑی تجارت کی چیز ہے اور جس سے خاص کر وہاں کی سوداگری کو چمکا کر کشیروں کو دولت سے الما مال کر رکھا ہے وہ شال ہے جس کو وہ اپنے کارخانوں میں بناتے ہیں۔ اور جس کی کثرت کے باعث ان کے چھوٹے چھوٹے بھونے بھونے تک بھی بے منتفع نہیں رہتے۔ ان شالوں کا طول تقریباً دو فٹ و گز فرانسس کے ہوتا ہے اور عرض ایک گز اس کے دونوں اطراف پر بہت نفیس نقش و نگار ہوتے ہیں جو ایک اڈے پر جس کا عرض تقریباً ایک فٹ فرانسس کے ہوتا ہے بنائے جاتے ہیں۔ مثل اور ہندوستانی مواد اور عورتیں سب ان شالوں کو جاپاٹا میں بطور رضائی کے سر سے اوڑھ کر دائیں طرف سے بائیں طرف کو اپنے جسم پر ڈالے رہتے ہیں۔ شالیں یہاں دو قسم کی بنتی ہیں ایک تو کشیروی اڈوں کی جو ملک اسپن کی پٹن سے زیادہ نفیس اور طام ہوئی ہے دوسرے اس پٹن کی جس کو توڑ کھا جاتا ہے لہذا ان کل کے زمانہ میں انگریز مسافر کپڑوں کے دھانچے پانے کے سبب سے ہندوستان میں عموماً شال کی پوشش بہت کم ہو گئی ہے اور اگرچہ اب سے دس پندرہ برس پیشتر کشیروں کی عود شالیں فرانس کو بکرت جاتی تھیں۔ لیکن اب وہاں بھی انقلاب کا مٹ اس کی ایک بہت کم ہو گئی ہے جس سے بچا ہے کشیروں کے شال اب بہت مختص ہو گئے ہیں۔ — م۔ م۔ ع۔

تہ ایک کشیروی سے تینھن کو سہ سے معلوم ہوا کہ تہ کی طرف سے جو شٹم آئی ہے اس کو تینھن لوگ

شاہجاہ کے ایامِ اسمیری اور صہارہ لگے یہ

اور جس کی علامت اور نفاست کو ہیر یعنی سنگِ آبی کی پرتیں بھی نہیں پہنچتی اور بڑی تہمت میں ایک قسم کی جنگلی کیڑوں کی چھاتی پر سے اُتاری جاتی ہے۔

کشمیری لوگوں کے ریشے یہ توڑکی شالیں زیادہ عمدہ اور پستیدہ ہوتی ہیں۔ چنانچہ میں نے اُن میں سے چند شالیں دیکھی ہیں جو امرا کے واسطے فراموشی تیار ہوئی تھیں اور ڈیڑھ ڈیڑھ سو روپے لاگت آئی تھی۔ اور کشمیری ادوں کی شال میں نے کبھی پچاس روپیہ سے زیادہ کو فروخت ہوتے نہیں سنی۔

شال کو اگر کئی مرتبہ کھل کر ہوا نہ دی جائے تو بہت جلد کیترا لگ جاتا ہے۔ ہر چند پختہ آگرہ اور لاہور میں ایسی شالیں بنانے کے واسطے بڑی بڑی کوششیں عمل میں آئیں مگر بادِ ہر طرت کی ہوشیار سی کے کشمیری شال کی علامت اور عمدہ بابت نصیب نہ ہوئی۔ اور شاید یہ اُس ملک کے پانی ہی کا خاصہ ہے جس کے باعث کشمیری ریشے کو یہ بے نظیر نفاست حاصل ہے۔ چنانچہ پھلی پٹن کی چھینٹوں وغیرہ کی اعلیٰ رنگت کو بھی میں کو ہاتھ سے چھاپتے ہیں اور ہر مصلحتی میں اور عمدہ عمل آتی ہیں وہاں کے پانی ہی کی خاصیت سے خوب کترتے ہیں۔

**حسنِ کشمیر** | کشمیری لوگ خوب عورتی اور مصباح کے لئے اہلِ فرنگ کی طرح دوسروں کی سی بد نما چھوٹی آنکھیں جو اہلِ کاشغر اور اکثر بڑی قربت کے رہنے والوں کی علامت ہے۔ خصوصاً عورتیں بہت ہی صمکن ہوتی ہیں اور قریباً ہر شخص جو اہلِ اہلِ سلطنت منسوب میں آکر آمدور بار کی قبل میں داخل ہوتا ہے اسی ملک سے اپنے لئے بہری بقیہ حاشیہ منور گزشتہ فرمایا کہتے ہیں جس کو اصل کتاب کے معنی یا قابو بصریم اگر نری نے اپنی زبان کے بھوکے موافق زوئے یعنی زسے کے ساتھ لکھ دیا ہے۔ س. م. د. (توز، ت. دز)

مے ہارے اس زمانہ میں تین چار سو روپے سے کم قیمت کی شال امیرانہ پوشش کے لائق نہیں بھی جاتی اور فراموشی شالیں تو ایک ہزار سے لے کر دو لاکھ تین ہزار روپے تک کی قیمت کی بھی ہو سکتی ہیں۔ مگر مرنما صولت قیمت اچھی شال کی دو سو روپے سے لے کر سات آٹھ سو تک ہے۔ یہیں اس وقت اور اُن وقت کی قیمت میں جس کا ذکر مصنف نے کیا ہے اختلاف کا سبب شاید یہ ہو کہ اُس وقت ایمامہ اور بابیک کام نہ بنا ہو گایا یہ سبب ہو کہ اُس وقت کی پختہ چاندی کی قیمت تھا سبک ہو گئی ہے۔ س. م. د.

یا حرم پسند کرنا ہے تاکہ اُس کی اولاد بہ نسبت ہندوستانوں کے زیادہ گوری ہو اور اصل مغلوں میں محسوب ہو سکے۔ اور جب کہ بازار میں اور دکانوں پر ادنیٰ اور غریب لوگوں کی عورتیں حسین دیکھنے میں آتی ہیں تو میرے تپاس کی سوسے اونچے گھرانوں کی عورتوں کے جمیل ہونے میں کچھ بھی شک نہیں ہے۔

**تاک جھانک** | تیام لاہور کے زمانہ میں حسین مستورات کے دیکھنے کی خاطر میں نے بھی اسی طرح کا دورا سا کر کیا تھا جیسے کہ مغل لوگ اکثر تاک جھانک کی غرض سے کیا کرتے ہیں کیونکہ بہ نسبت تمام ہندوستان کے اُس شہر کی عورتیں زیادہ حسین ہوتی ہیں۔ رنگ گندمی ہوتا ہے۔ اور فی الواقع نزاکت اور لطافت اندام میں اُن کی شہرت بجا ہے۔ چنانچہ میں بعض ہاتھیوں کے پیچھے پیچھے ہولیا خصوصاً ایک ایسے ہاتھی کے پیچھے جس پر جمہول اور سامان بہت زیادہ منسلک پڑا ہوا تھا اس تدبیر سے مجھے یقین تھا کہ جس نظارے کا میں طالب ہوں وہ غالباً مجھے حاصل ہو جائے گا کیونکہ وہاں کی مستورات اُن فقری گھنٹوں کی آواز سننے ہی جو ہاتھی کے دلوں طرف نکلتے جاتے ہیں اکثر کھڑکیوں سے سر باہر نکال نکال کر دیکھنے لگ جاتی ہیں۔

**شوق دیدار** | پہلے پہل کشمیر میں بھی میں اپنا دل اکثر اسی تدبیر سے بہلا تاں اگر آخر کار جب اس سے بھی زیادہ ایک اور عمدہ طریق ان کے دیکھنے کا اُس شہر کے ایک مشہور پڑے لٹے جس سے میں فارسی نظم کی کتاب پڑھا کر متاثر ہونے لگا تو میں نے اپنے دعا کے حصول کے لئے اُس پر عمل کرنا شروع کیا چنانچہ وہ طریق یہ تھا کہ بہت سی مٹھائی خرید کر میں اُس کے ساتھ چند سو گھروں میں جہاں وہ فقیر دوک دوک کے جاسکتا تھا گیا۔ ان سب گھروں میں مجھے اُس نے اپنا رشتہ دار بنا کر کیا اور کہا کہ ابھی ایمان سے آیا ہے اور بڑا متزل آدمی ہے اور شادی کرنا چاہتا ہے۔ اور بچی ہم کسی گھر میں داخل ہوتے تھے وہ دُعا ہی اپنے بال بچوں کو خیر خواہی تقسیم کرنے لگ جاتا تھا اور اس محبت سے اُس گھر کی سب عورتیں کیا بھائی کیا گھڑائی کیا لٹے سی کیا جوان نہ صرف مٹھائی لینے کی خاطر بلکہ اس غرض سے بھی کہ میں اُن کو دیکھ لوں میرے گرد جمع ہوجاتی تھیں۔ اگرچہ اس شوق کے پودا کرنے میں میرا بہت سارہ پیسہ خرچ ہوا مگر اس تدبیر سے مجھے کوئی شک نہ رہا کہ حقیقتاً کشمیر میں ویسا ہی صن ہے جیسا کہ تمام



فرنگستان میں۔

**ولچپ کو ہستانی سفر** اب ہمکو صرف اس سفر کی کیفیت کہنی رہ گئی ہے جو بمبہر اپنے اس خط کے شروع ہی میں کہنا چاہتے تھا۔ اس کیفیت میں کچھ حقائق دریاے ہیں جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر کہے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو کوہستان قرب و جوار کشمیر کی بابت لوگوں سے حتیٰ الوسع تحقیق کر کے بہم پہنچاتے ہیں۔ پس اب بمبہر سے راستہ کا حال سنئے کہ یونہی ہم اس ہولناک دنیا دار عالم کی دوسری جانب پہنچے جس سے میری مراد بمبہر کا وہ بلند اور وسیع صا اور درختوں سے خالی سیاہ پہاڑ ہے تو ہم کو ایک صاف اور طاقم اور تازگی بخش ہوا مٹی اور مٹی پہلی ہی سات اپنے آپ کو مختلف عازہ مستعد میں پا کر متعجب ہوا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ہندوستان میں پہنچ گیا ہوں۔ جن پہاڑوں میں سے ہو کر ہمارا گذر ہوا وہ ہر قسم کے فرنگستانی درختوں اور چھاڑوں سے منور رہے تھے مگر ان میں زونڈا زریہ۔ اور صرغی اور دوسری قسم کا گلاب زیتون اور گویا میں خود کو آذربائیجان کے پہاڑوں میں پاتا تھا جن میں صنوبر۔ بلوط و غیرہ کے درخت کثرت سے ہیں اور اس سیرگاہ اور ہندوستان کے جلتے تپتے میدانوں میں جن کو ہم ابھی چھوڑ کر آئے تھے اور جہاں کوئی شے بھی اس قسم کی نظر نہیں پڑتی تھی ایک نہایت نین نرق معلوم ہوتا تھا۔ اور میری توجہ خاصاً اس پہاڑ کی طرف تھی جو کہہ بمبہر سے دو دن کی مسافت پر تھا اور جس کے دونوں ڈھال مختلف قسم کے درختوں سے لیسے ہوئے تھے۔ یعنی جو طرف جنوب روئے اور ہندوستان کی جانب ہے اس پر تو ہندوستانی اور فرنگستانی دونوں قسم کے اشجار کھڑے ہیں اور دوسری طرف یعنی جانب شمال صرف فرنگستانی درختوں اور نباتات سے بھرے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک طرف تو ہندوستان اور فرنگستان دونوں کی ہوا اور طبیعت برابر ملی جلی ہے اور دوسری جانب راجپوتانہ زیادہ اعتدال کے، صرف فرنگستان کی سی ہے۔ راستہ میں میں اس حال کو دیکھ کر بھی نہایت تعجب ہوا کہ اگر وہ قریبے شمار درخت کھڑے ہوں اور فاصلوں میں جہاں

لے ضمیران ایک قسم ناز ہوئی ہے۔ س۔ م۔ س۔

۳۰ فرائض کے ایک خط کا نام ہے۔ س۔ م۔ س۔

انسان کو کہیں جانے کی بھی ہرأت نہیں ہوتی۔ بیچے اور بڑے ہرے سڑگل کر خاک ہو رہے ہیں اور اُدھر اس طرح بے حد درخت اور نئے نئے پودے اُن کی قائم مقامی اختیار کر لے کے نئے بڑی خوش نمائی سے سرسبزی اور شادابی کی حالت میں لہلہا رہے ہیں۔ اُن میں سے بعض جگہ جلتے ہوئے درخت بھی دیکھے گئے ہیں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اُن پر کبھی گری تھی یا ایک دوسرے کے ساتھ گر لے سے جل گئے تھے۔ کیونکہ تیز دھند ہوا کے چلنے سے درختوں میں یہ حالت اکثر واقع ہو جاتی ہے۔ یا یہاں کے لوگوں کے خیال کے موافق خشک اور چڑانے ہو کر اُن میں خود بخود آگ لگ اُٹھتی تھی۔

**حیرت انگیز آبشار** خوش نما آبشاروں نے ہر پہاں چٹانوں کے مابین اکثر بڑے زبردست درختوں سے گرتے ہیں۔ سیر و تفریح کے لطف کو دو بالاکر دیا ہے خصوصاً ایک آبشار جو اپنی نظیر آپ ہی ہے جس نے اُس کو ایک اوجھل پہاڑ پر اکڑے ہو کر کچھ فاصلہ سے دیکھا

کوپاٹی کا ایک سیلاب ایک لمبے انداز پر راستہ سے جو ہر درختوں سے ٹوٹتا ہوا ہے اگر بڑی تیزی کے ساتھ دفعتاً ایک بڑی سیج میں اور بلند چٹان پر سے گرتا ہے جس سے ایسا شور ہوتا ہے کہ کان میں ہو جاتے ہیں۔ بادشاہ جہاں گھر سے اس آبشار کے متصل ایک پہاڑ کو چھوڑ کر اس پہاڑ کی مانی شان عمارت تعمیر کرادی ہے تاکہ اہل دربار اس حیرت افزا تماشا قدرت کو دہاں سے باہر بیٹھ کر ملاحظہ کر سکیں۔ اس آبشار اور اُن درختوں سے جن کا ذکر اوپر ہوا قدامت اور کینگی کے آثار ایسے نمایاں ہیں کہ آخر تخیل عالم کے ہم ہیں کہنا شاید بے جا نہیں ہے۔

**وردناک حادثہ** اس جگہ ایک ایسا سخت حادثہ پیش آیا جس سے ہمارے سیر و تفریح کو بڑا دکھائی دیتا تھا جو سب پہاڑوں سے اونچا ہے اور جہاں سے ملک کشمیر پہنچتا ہی پہل دکھائی دیتا تھا ہے اور بادشاہ کے پیچھے پیچھے ہاتھیوں کی ایک لمبی قطار چلی آتی تھی جن پر ہر عمارتوں اور میکھندہ نروں میں بیٹھیں سوار تھیں اس تھا۔ جس کا سب سے اگلا ہاتھی لڑکی کی دانت میں راستہ کی بلندی اور درازی سے خوف کھا کر پیچھے کو ہٹا اور اُس ہاتھی پر آن گرا اور اُس کے پیچھے آتا تھا اور اسی طرز پر پندرہ ہاتھیوں کے ایک دوسرے پر گر پڑے

شاہجاہ کے ایام اسہری اور چاند گنیہ

کی لاہت پہنچ گئی۔ اور اب ذرہ گھرم ہی سکتے تھے اور خدا میں باہمی حرکت کر سکتے تھے کہ اُس تنگ اور دھواں راتے سے اپنے آپ کو نکال لیں اور آفریے خود ہر کوئی اپنے جا کرے۔ مگر جس مقام پر یہ ہاتھی گرے تھے فرشِ مستی سے وہ جگہ چنداں بلند نہ تھی اس لئے صرف تین یا چار ہی عورتوں کی جان تلف ہوئی۔ لیکن ہاتھیوں میں سے کسی ایک کے بچانے کی بھی کوئی صورت نہ تھی۔ یہ جانور جب کبھی بھاری بوجھ سے جو اکثر اُس پر لاتے ہیں دب کر بیٹھ جاتا ہے تو پھر اچھے راستہ پر بھی نہیں اُٹھ سکتا ہیں ایسی خراب جگہیں کس طرح اُٹھتے۔ چنانچہ جب ہم دو روز بعد پھر اُسی راستے سے گذرے تو ہم نے دیکھا کہ بچا رہے کئی ہاتھی اب تنگ پڑے ہوئے اپنی سونڈیں لٹا رہے تھے۔ اُس نوع کو جو چاروں سے قطار باندھ کر ان پہاڑوں میں کوچ کر رہی تھی اس حادثے کے باعث سخت تکلیف اٹھاتی پڑی کیونکہ اُس روز کا باقی ماندہ دن اور تمام اگلی رات بگلیات کی جان بچانے اور اسباب ہنسانے میں گذرے اور اتنی دیر تک سپاہ کو کمپور ہی اُسی جگہ ٹھہرنا پڑا اور اس سبب سے ہر ایک شخص اپنی اپنی جگہ گویا بند سا کھڑا رہا۔ کیونکہ بہت سے متعلقہ ایسے تھے کہ وہاں سے آگے بڑھنا یا پیچھے ہٹنا ناممکن تھا اور تھیں جن کے پاس نیچے اور سر تھیں وہ پہنچ نہیں سکتے تھے۔ مگر سب معمول خوش قسمتی میرے ساتھ تھی۔ میں راستے سے الگ نکل کر ایک ایسی جگہ جا پڑا کہ جہاں میں نے اور میرے گھوڑے کے بارام وقت بسر کیا اور تھوڑی سی روٹی ہو میرے نوکر کے پاس تھی ہم دونوں نے بانٹ کھائی۔

بچھو کا منتر | بھکو یا رہے کہ اُسی جگہ پر چھروں کے پڑنے سے ایک بڑا سپاہ  
 پہنچو نکل آیا میں کو ایک زجران مغل نے ہو میری جان پہچان میں سے  
 تھا اسے اشارہ اپنی مشیں میں دیا لیا اور پھر میرے نوکر کے اور میرے ہاتھ میں دیا لگا اُس  
 نے ہم میں سے کسی کو بھی دکھانا اُس زجران سوار نے اس کو باعث یہ بیان کیا کہ میں نے  
 اس پر قرآن کی ایک آیت پڑھ کر پھر تک دی ہے اور اکثر کچھ نون پر میں اسی طرح  
 پڑھ کر سچ تک دیتا ہوں مگر جیسے اُس آیت کے سکھانے سے انکار کرنے کی اُس نے یہ وجہ بیان  
 کی کہ اُس کی تاثیر اُس سے متعلق ہو کر میرے دھرم میں آجائے گی جیسا کہ لغزل اُس کے پاس کے  
 استاذ کا حال ہوا تھا۔ یعنی جب اُس نے اُس زجران کو یہ عمل سکھایا تو زجران اُس کی تاثیر اُس  
 کے ہاتھ سے جاتی رہی۔

پیر پنجال کے عجائبات | خوابات کے ساتھ تین عجیب باتوں کا لا خط کیا۔

(۱) گرمی و سردی کا اتصال | کبھی صوس ہونے یعنی چڑھائی کے وقت تو دھوپ بہت سخت معلوم ہوتی تھی اور ہم پچھنے پچھنے ہوتے جاتے تھے۔ لیکن چوٹی پر پہنچتے ہی پہلے اپنے تئیں بھی ہوتی ہدف کے اندر پاؤں کو ساٹ کرٹ کرٹ کے گند کے واسطے راستہ بنا لیا گیا تھا جہاں خفیف خفیف ہرنانی بارش بھی ہو رہی تھی اور ٹھنڈی ہوا ایسی ٹھنڈی کے ساتھ چل رہی تھی کہ پکارے ہندوستانی لوگ جن میں سے اکثر بڑے کبھی سردی کی شدت نہیں ٹھٹھکی تھی پہلے ہی پہل اُس ہدف کو دیکھ کر بڑی تکلیف اور حیرت میں پڑ گئے اور بعض تو گھبرا کر بھاگ بھی گئے۔

(۲) دو مخالف ہوائیں | دوسری یہ کہ صرف دو سو قدم کی مسافت کے اندر ہی دو مخالف سمتوں سے ہوا چلتی تھی یعنی چڑھائی کے وقت تو ماحض کی ہوا تھی جو شمال کی جانب سے آتی تھی اور اُتار کے شروع ہوتے ہی چھتری پشت یعنی جنوب کی طرف سے چلنے لگ گئی۔ خود کرتے سے اس کا سبب یہ معلوم ہوتا تھا کہ سب طرف سے ہوائیں اٹھ کر سب پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتی ہیں تو وہاں کی سردی سے کثیف ہو کر اُس ہوا کی پھیلاؤ کا باعث ہوتے ہیں اور وہاں چلتی رہتی ہے اور اُتار کے دونوں مخالف اطراف میں ہوا چلنے کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ گرمی کے سبب سے جو نیچے زیادہ ہوتی ہے۔ نیچے کی ہوا جب اُپلی اور لطیف ہو جاتی ہے تو اوپر کی تھیل ہوا اُس کی جگہ لینے کو تھپے اُتر آتی ہے اور یہ اُتار چڑھاؤ ہوائی حرکت کا باعث رہتا ہے۔

پیر پنجال کا درمیش | تیسری یہ کہ اُس پہاڑ کی چوٹی پر ایک مرد مسیہ و درویش کو دیکھا جو جہاں گیر کے وقت سے یہاں رہتا ہے اس کے مذہب سے تو کسی کو کہہ دانتیت نہ تھی مگر لوگ یہ بیان کرتے تھے کہ اُس سے فرق عادات اور کلامتیں ظاہر ہوتی ہیں جس سے بادلوں میں عجیب عجیب طہرے کی گرج۔ طوفان۔ برف۔ اور لہو ہمارے ہندو پیدا ہو جاتا ہے اُس کی سفید اور اُلھی ہوتی ٹاڑھی بہت گھٹن دار اور لمبی تھی اور چہرے سے کہہ دانت اور مزاجی کے آثار بھی نمایاں تھے اور خیرات بھی ایک اکھڑ پن سے مانگتا

شاہجہاں کے ایام سیری اور مہمانگنجیہ

تھا اور لوگوں کو ان مٹی کے پیالوں سے پانی پینے کی اجازت دیتا تھا جو ایک بڑے سے چھر پر اُس نے بطور تھار کے چنے ہوئے تھے اور ہاتھ سے اشارہ کرتا جاتا تھا کہ یہاں توقف نہ کرو جلداً تر جاؤ اور جو لوگ کچھ نعل بجاتے تھے ان سے سخت ناراض ہوتا تھا۔ مگر جب میں اُس غار میں کہ جہاں وہ بیٹھا تھا پہنچا اور موقف طور پر اُس کے ہاتھ پر ایک اٹھنی رکھ کر اُس کا مزاج ٹھنڈا کیا تو اُس نے مجھ سے کہا کہ یہاں شور وغل مچانے سے بھا اور جلد کا ایسا سخت طوفان پیدا ہو جاتا ہے جو انسان کے خیال میں بھی نہیں آسکتا۔ اور کہا یہ اورنگ زیب کی دانائی ہے جو اُس نے ہماری نصیحت مای کر سپاہ و لشکر کو چپ چاپ اور قہیل کے ساتھ اتر جانے کا حکم دیا ہے اور اس کا آپ شاہجہاں بھی ایسے ہی حرم و حیات کے ساتھ مل گیا کرتا تھا۔ گویا گھر کے ایک دفعہ ہماری نصیحت کو نہیں مانتا اور اگر باد و دھند ہاکیہی منافقت کے تقارے اور نفیریاں بولنے کا حکم دے دیا تھا مگر وہ ایسے طوفان میں گمراہ نہ ہلاک ہوتے ہوئے بچ گیا۔

اب میں آپ کی خدمت میں اُس سیر و سیاحت کا حال بیان کرنا شروع چشموں کی سیر کرتا ہوں جو میں نے اس ملک کے مختلف حصوں میں کی ہے۔ مشہر کشمیر میں پہنچنے ہی ہمارے وہاں دانشمند خاں نے ہم کو اس ملک کی پرانی حد تک سبھا جو دلا حکومت سے بکلی سی تھیں منزل ہے تاکہ میں اُن عجائبات کا ملاحظہ کروں جو ایک پہلے چنے سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ میرے ہمراہ ایک وہاں کا باشندہ اور محافظت کے واسطے لڑاکا صاحب کا ایک سوار بھی تھا۔

عجائبات یہ ہیں کہ ماہ مئی میں جس وقت برف گھٹنے لگتی ہے پندرہ روز سونڈ ہماری ایک یہ چند فوارہ کی طرح برابر جاری رہتا ہے اور رات دن میں تین بار یعنی طلوع آفتاب کے وقت اور دوپہر اور رات کو بند ہو جاتا ہے اکثر دن گھنٹہ تک اُس سے حوا تر پانی نکلتا رہتا ہے اور ایک ایسے مربع عرض کے بھر دیئے کو جو دس بارہ ... فرانسیسی نٹ عمق اور اسی قدر طول و عرض رکھتا ہے کئی سے زیادہ ہے اور جب چند روز گزر جاتے ہیں تو پانی کی آمد کو نہ دیکھ کر اُس کا بھاڑ مسمولی اندازہ پدا جاتا ہے اور ایک صیغہ گندے کے بعد پانی کی آمد بالکل بند ہو جاتی ہے مگر سخت اور حوا تر بارشوں میں شل اور چشموں کے بلہ انقطاع اور بلہ اندازہ جاری رہتا ہے۔ اس عرض کے کنارے

منہول کا ایک منہد ہے جو برابر دلی تان کے نام سے منسوب ہے اور اسی دم سے یہاں کے لوگ اُس کو سوندھ ہماری یعنی آبِ برار کہتے ہیں۔ چنانچہ جاتری لوگ دورِ دور سے آکر اس منہد پر جمع ہوتے ہیں تاکہ اس معجزِ شفا اور پُرِ شفا پانی سے اشتیاق کریں۔ اس چشمہ کی اصلیت کی اہمیت لوگ بہت سی حکایتیں بیان کرتے ہیں جو لغو اور بیہودہ ہونے کی وجہ سے ان کا بیان چنداں دلچسپ نہ ہوگا۔ پانچ چھ روزہ جو بھٹکے ٹھہرنے کا اتفاق ہوا تو وہ اس بزرگی کا سبب دریافت کرنے کی کوشش کرتا رہا چنانچہ میں نے اس پہاڑ کو جس کے دامن میں یہ عجیب چشمہ چھپا ہوا ہے بغور ملاحظہ کیا اور سخت محنت اور مشکل کے ساتھ اُس کی چوٹی پر پہنچ کر اس کے پچھلے پچھلے کو چھان لایا۔ اُس کا طول شمال سے جنوب کی جانب ہے اور اگرچہ اور پہاڑوں کے بہت قریب ہے مگر تاہم سب سے بالکل جدا ہے اُس کی جہت گہرے کی چشمہ کے مشابہ ہے اور اگرچہ چوٹی کا طول بہت بڑا ہے مگر غرض غایت دم سے سو قدم بھی مشکل سے ہو گا اس کی ایک طرف شمال دہ ہے جس پر سبز گھاس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ مگر سب کے آٹھ بجے تک متبادل کے پہاڑوں کے حامل ہو جانے کی وجہ سے اُس پر دھوپ نہیں آتی۔ اور غرضی جانب و جنوب اور نباتات سے پردہ ہے۔ پس یہ حالت دیکھ کر میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ شاید عمارتِ آفتاب اس کے موقع کی خصوصیت اور امدادی کیفیتوں سے مل کر اس بھونگی کو پیدا کرتی ہے اور اس بنا پر میں نے اپنی یہ رائے قائم کی کہ جاڑے کے موسم میں جب کہ تمام زمیں برف سے ڈھک جاتی ہے کچھ پانی پہاڑ کے اندر ہی مصلوں میں رہیں کر اور منہد ہو کر اُسی طرح محفوظ پڑا رہتا ہے اور جب صبح کے وقت سامنے کی دھوپ سے پہاڑ کا وہ حصہ گرم ہو جاتا ہے جس پر سب سے پہلے دھوپ آتی ہے تو وہ پانی پگھل کر پہاڑ کی دھاروں میں سے دھیرے دھیرے چشمہ کی جگہ پھوٹ نکلتا ہے اور جس وقت وہ مقام جو صبح کی دھوپ سے گرم ہوا تھا آفتاب کے بلند ہوجانے کے باعث سرد ہو جاتا ہے تو اُس جگہ سے پانی کا آنا بند ہو جاتا ہے۔ اور پھر جب دوپہر کے وقت آفتاب کی شعاع پہاڑ کی چوٹی پر اُس کے سر کی طرف سے پڑنے لگتی ہے تو پہاڑ کی دوسرے حصہ کا پانی پگھلنا شروع ہوتا ہے اور چند بجے دوسرے راستوں سے اُنہیں پہلے راستوں میں آ جاتا ہے اور رات کو چشمہ سے بجے لگتا ہے۔ پھر جب آفتاب کی دھوپ پہاڑ کی مغربی سمت پڑتی ہے تو وہی تاثیر اُس طرف کے منہد پانی پر ہوتی ہے جو صبح کے

وقت پانی نکلنے کا باعث ہے۔ مگر اس دند جو پانی چشمہ سے آجنگی کے ساتھ نکلتا ہے اُس کا باعث یہ ہے کہ سفری سمت کے پانی کا ذخیرہ چشمہ کے حوض سے کسی قدر فاصلہ رکھتا ہے اور یہ بھی سبب ہے کہ کثرتِ اشجار کی وجہ سے ترازبِ آفتاب سے پہاڑ کی وہ طرف کم اثر پذیر ہوتی ہے یا فقط رات کی سردی اُس کا سبب ہے کہ جس کے باعث پانی کی روانی کسی قدر سُست ہو جاتی ہے۔

میرے ان داخل کو اس بات پر مقرر کرنے سے تائید پہنچتی ہے کہ پہلے دلوں میں پانی کثرت سے نکلتا ہے اور پھر قدرتی گھٹ کر بالکل بند ہو جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو پانی پہاڑ کی دراڑوں میں جا رہا تھا اتنا ہی زیادہ تھا اور اندر میں کم رہتا گیا علاوہ برسی یہ امر بھی قابلِ غمان ہے کہ اس چشمہ سے پانی کے بہاؤ کی مقدار خواہ بہتانی موسم ہی میں کیوں نہ ہو بالکل غیر متعین طور پر ہوتی ہے۔ چنانچہ بعض اوقات دوپہر کو رات یا صبح کی نسبت زیادہ ہو جاتی ہے اور کبھی صبح کو بہ نسبت دوپہر کے کثیر المقدار ہوتا ہے جس کا سبب ظاہر ہے یعنی یہ کہ کسی دن گرمی زیادہ ہوتی ہے اور کسی دن کم اور بعض اوقات اور کے سبب دھوپ کی حرارت میں کمی اور زیادتی کا ہو جانا پانی کے بہاؤ میں کمی اور زیادتی کا باعث ہوتا ہے۔

**جوشندہ چشمہ** | مزندہ براری سے دایمی کے وقت میں شاہزادہ سے تھوڑا سا جگہ کو کر کے جوشندہ چشمہ | آتا تھا تاکہ اچھیل کی بھی سیر کرنا چلوں، جگہ شہر کشمیر کے لغات میں ایک بادشاہی باغ ہے جو سابق میں راجگان کشمیر سے متعلق تھا اور اب شاہانِ مغلیہ کی سیرگاہ ہے جو چیزِ خصوصیت سے اس جگہ کی حسن و خوبی کا باعث ہے وہ ایک جوشندہ چشمہ ہے جس کا پانی میگزینوں پھوٹی پھوٹی نہروں میں منقسم ہو کر اُس مکان کے گرد وادِ نکل باغ میں گھوم رہا ہے اور خالی از لطف نہیں اس چشمہ سے پانی اس شست سے آچھلتا ہے کہ گویا کسی کوئیں کی تر سے جوش مار رہا ہے اور اتنا زیادہ ہے کہ اُس کو نہ یا کھنا چاہیے نہ کہ چشمہ۔ اور نہایت لطیف اور حرف کی مانند سرو ہے، باغ بہت خوبصورت ہے اس کی روشنی ہزار ہا اسلوب سے بنی ہوئی ہیں۔ اور یہ ہار و بخور، مثلِ سیب، انجلی پانی آفریں اور لہ آلود سے بھرا ہوا ہے۔ نور سے مختلف روشنی اور شکل کے اور پھیلوں کے رکھنے کے لئے حوض کثرت سے بنے ہوئے ہیں۔ اس جگہ ایک آبشار ایسی بلند ہے کہ گرتے وقت تین یا

چالیس آدم کے طول میں ایک سفید اور خوبصورت چادر کی شکل میں جاتی ہے۔ اور ایک ایسی عجیب کیفیت پیدا کرتی ہے جوتھیں اس سے باہر ہے۔ خصوصاً رات کے وقت جب اس کے نیچے دیوار کے طاقوں میں جو اس غرض سے بنائے ہوئے ہیں صاف چلانے روشن کر دیتے جاتے ہیں تو اور ہی ساق نظر آتا ہے۔

اجپہل سے چل کر میں ایک اور بادشاہی باغ میں پہنچا وہ بھی ایسا **طلاتی پھلیاں** ہی آداست ہے اور اس باغ کے عوض کی پھلیاں آدمیوں سے ایسی ملاں ہیں کہ لالہ نے بادشاہی کا کھڑا ٹالنے سے نزدیک آ جاتی ہیں۔ اور بڑی بڑی پھلیوں کے بیڑوں میں سوتے کے بالے پڑے ہوئے ہیں جن پر کچھ کھسرا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ بالے نور محل و نور مہاں بیگم، نے ہمارے گریب کے دادا جہانگیر کی بیگم تھی بناتے تھے۔

جب میں نے وہاں آکر سوندہ ہماری کے حالات دالشنہ خاں سے **بارہ سولا کا مقبرہ** بیان کئے تو معلوم ہوتا تھا کہ وہ آج کو سن کر غرض ہوتے۔ پھر انھوں نے مجھ سے ایک اور طرف جاننے کی فرمائش کی تاکہ میں بھی اس عجیب امر کی تھیلی کوں جس کو اور لوگوں کی طسرح وہ بھی فی الحقیقت کرامت سمجھتے تھے اور ان کے گمان میں وہ ایسی کرامت تھی کہ میں اُسے دیکھ کر مسلمان ہو جاؤں گا۔ انھوں نے فرمایا کہ آپ دربارہ سولا تک ہوا ہے میں کا فاصلہ سوندہ ہزاری سے کچھ زیادہ نہیں ہے۔ وہاں ایک مقبرہ ہے جس میں ایک شخص ہر کا مزار ہے جو اگرچہ اب زندہ نہیں ہیں مگر ان کی کرامت سے اب تک بیمار اور ناتوان لوگوں کو شفا ہوتی ہے۔ اور مرض یا شفا کے فی الواقع ہونے کو شاید آپ نہ مانیں مگر اس خدگ کی کرامت سے ایک اور کرمہ ظہور میں آتا ہے جس کو دیکھ کر ہر شخص کو تسلیم ہی کرنا پڑتا ہے یعنی وہاں پتھر کی ایک بڑی مندر سی پڑی ہے جس کو نہایت طاقتور آدمی بھی نہیں سے نہیں اٹھا سکتا لیکن گیارہ آدمی اُس کی دی کے حق میں کچھ ناخود خیرہ پڑھ کر اپنی انگلیوں کے سرے سے ایسی آسانی کے ساتھ اٹھا لیتے ہیں کہ جیسے ایک گھاس کا تنکا اٹھا لیا۔ میں نے اس دوسرے سفر کی تکلیف کو بھی بخوشی گوارا کر لیا اور اپنے دونوں پہلے رفیقوں کے ساتھ چل دیا۔

بارہ سولا کے میں نے ایک فرحت بخش جگہ پایا۔ اور اگرچہ مقبرہ کی سکانیت کچھ بڑی قیمت اور لاگت کی نہ تھی مگر اُس پیر کی قبر الہیہ مختلف سے آداست تھی۔ اور اس کے چاروں



طرف لوگ دعا و فیرو میں مشغول تھے اور کہتے تھے کہ ہم بجا رہی اُس مقبرہ کے متصل ایک باورچی خانہ ہے جہاں بھسکو بڑی بڑی دیگیں گشت اور چادروں سے بھری ہوئی نظر پڑیں جس سے میں نے فوراً تاڑ لیا کہ بس یہی جہادوں کے یہاں کھینچی لانے کے لئے مقناطیس کا کام دیتی ہیں اور یہی اُن کی شفا کے لئے کرامات کا حکم کشتی ہیں۔ مقبرہ کے دوسری جانب ایک باغ اور محاوروں کے چہرے ہیں جنہوں نے اپنے ہر کی مقدس کرامتوں کے اظہار کو اپنی گداز کے لئے ایک بے غلش میل بنا رکھا ہے اور اُس کی کرامتیں ماہِ محادہ اور مناقب بڑی سرگرمی کے ساتھ بیان کرتے رہتے ہیں۔ لیکن چونکہ میں ایسے معاملات میں ہمیشہ سے بد قسمت ہوں ہیں جب تک میں بارہ مولا میں رہا ہر صاحب نے کسی سر فیض پر اپنی کرامت کا اثر نہیں ڈالا اور میں اُس کے مشاہدہ سے محروم ہی رہا۔

اب اُس بھاری سل کا حال سنئے جو مجھے مسلمان بنانے والی تھی۔ میں نے دیکھا کہ محاوروں میں سے گیارہ آدمیوں نے اُس کے گرد حلقہ باندھ لیا مگر اُن کی بھی نہی تھیں تھیں اور مشق کی ہوئی بلا فصل حلقہ بندی کی وجہ سے مجھے اُس طریقہ کے دیکھنے میں جس سے وہ اُس چہرہ کو اُٹھانے تھے بڑی دقت پیش آئی مگر فوراً کرے سے مجھے اُن کی سب مٹا دی اور ہاتھ کی صفائی معلوم ہو گئی اور اگرچہ یہ لوگ بڑی شہدہ سے ادا کرتے تھے کہ ہر شخص نے اپنی انگلی کی صرف ایک ہی پور لگائی ہے اور چہرہ ایسا سبک مسوس ہوتا رہا ہے جیسا کہ ایک پر ہوتا ہے مگر مجھے صاف معلوم ہو گیا کہ سارا زور لگائے بغیر وہ زہن سے نہیں اُٹھا لیا گیا۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ محاوروں نے اُس چہرے کے اُٹھانے میں صرف اپنی انگلیاں ہی نہیں لگائیں بلکہ اپنے اُگر ٹھے بھی لگائے تھے مگر بائیں ہاتھ میں بھی اُن کے اور اُن کے طرف داروں کے ساتھ جو لفظ کرامت کرامت۔ پکار رہے تھے ہم آواز دو دم تنگ ہو گیا۔ پھر میں نے اُن کو ایک روپیہ نذر کیا اور نہایت عقیدت منانہ صورت بنا کر العیا کی کہ اگر ارشاد ہو تو میں بھی ایک وفد اس مقدس چہرے کے اُٹھانے والوں کے حلقہ میں شریک ہونے کا شرف حاصل کروں۔ یہ لوگ پہلے تو متاثر ہوئے مگر جب میں نے ایک روپیہ اور نذر کیا اور کرامت کی چپائی کی نسبت اپنا اتفاقاً ظاہر کیا تو اُن میں سے ایک نے مجھے اپنی جگہ دی۔ کیونکہ اُن کو یقینا یہ امید تھی کہ دس آدمی کچھ زیادہ زور لگا کر اس چہرہ کے اُٹھانے کے خواہ میں اپنی انگلی کی صرف ایک پور لگائے کے سوا اُس کے اُٹھا

دینے میں کچھ زیادہ حد نہ دوں۔ اور اُن کو یہ بھی توقع تھی کہ ایسی جاؤں کے ساتھ اُس کے اُٹھانے کا انتظام کریں گے کہ ممکنہ اُن کا غریب معلوم نہ ہو سکے گا۔ گریب اُن کو یہ معلوم ہوا کہ پتھر میں کوئی بجرا اپنی انگلی کی پلہ کے اندر کچھ سہارا نہیں لگا تھا ہر ابر میری طرف جھکا اور گرا جاتا ہے کہ وہ سخت ناوم ہونے اور بالآخر میں نے میری کی راہ سے اُس پتھر کو اپنی انگلی اور گونٹے کے ساتھ بندھ تھامنا مناسب سمجھا اور ہم سب اُس کو بڑی مشکل کے ساتھ اُس کی معمولی بلندی تک لے آئے اور جب میں نے دیکھا کہ ہر شخص میری طرف بڑی نگاہ سے گھور رہا ہے اور ضاحا جانے میری نسبت کیا کیا خیال کر رہے تھے۔ مثلاً یہ کہ یہ شخص پتھر کے اُٹھانے کے خطرے میں پڑنے کے باعث خود پتھر میں جلنے کی سزا کے لائق ہے تو میں نے مناسب جاں کر پھر لفظ کرامت کرامت پکارنے میں اُن کا شریک ہو جانا پسند کیا اور ایک تیسرا روپیہ اُن کی طرف اور ڈال کر اُس اثر و صام سے جمعیت پٹ آنکھ بچا کر نکل آیا۔ اور اگرچہ سب سے میں نے مطلق کچھ نہیں کہا یا تھا۔ مگر وہاں مشہور نامناسب نہ جانا اور فرج اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر پھر صاحب اور اُن کی کرامت کو جاننا یاد تک وہیں چھوڑ آیا۔ اس جگہ کی آمد و رفت سے یہ فائدہ الیہ ہوا کہ اُن مشہور چٹانوں کو دیکھ لیا جن کے وہ سہان سے تمام ولایت کشمیر کی نہروں اور چشموں کا پانی ایک دریائے بن کر نکلتا ہے۔ اور جس کا اشارہ میں اس خط کے شروع میں کر چکا ہوں۔

تیرتا ہوا مکان میں اپنے حقوق کی وجہ سے شاہراہ سے ملحدہ ہو کر ایک بڑی جمیل کی طرف چلا گیا۔ معمولی شاہراہ سے کچھ فاصلہ پر تھی۔ اس جمیل میں پھیلوں اور غصو شاہراہ کی بڑی کثرت ہے اور نرفا بیاں اور راجا جنس اور بہت سے آبی پرندے بکثرت رہتے ہیں اور صوبہ دار کشمیر جاڑوں میں اس جگہ شکار کیلئے اکثر آتا ہے اور اُس وقت پرندوں کی اس جگہ نہایت کثرت ہوتی ہے اس جمیل کے وسط میں ایک فقیر کا چھوٹا سا ایک باغیچہ اور حیرہ ہے جس کو لوگ سمجھتے ہیں کہ کرامت سے پانی بہہ تیرتا ہے اور وہ فقیر یہاں رہتا ہے مت العرا میں بسر کرتا ہے اور یہاں سے کبھی باہر نہیں جاتا۔ اُن نہروں میں اہل اند بیہودہ حکایات سے جو اس حیرہ کی بات مشہور ہیں بجز ایک مشہور روایت کے کہ کشمیر کے راجاؤں سلف میں سے کسی راجہ نے صرف تماشے کی غرض سے ہندو کار اور مضبوط شہیروں کو باہم ہو کر اُن ہر ایک کو محو تعمیر کروایا تھا میں پانے

اس خط کو سلاہ کرنا نہیں چاہتا۔ وہ صریحہ بارہ سالا کو جانا ہے اس جیل کے وسط میں ہرگز گذرتا ہے۔

اس جیل سے چل کر میں ایک چشمہ کی تلاش میں گیا جس کو نہایت اترتا چڑھتا چشمہ | مجیب وغریب خیال کرتے تھے۔ یہ چشمہ چیلے کی شکل میں آہنگی کے ساتھ ابلتا اور کسی قدر زور سے تھوڑا سا بلند ہوتا جاتا ہے! اس کے پانی میں کسی قدر صاف اور شفاف رنگ ملی ہوئی نظر آتی ہے جو کچھ زور سے پانی کے اوپر کوڑھک پھر نیچے چلی جاتی ہے۔ اور اس کے بعد وہ ایک لمبے پانی کا جوش کھاتا اور رنگ کا ادھر کوڑھکنا ختم جاتا ہے اور پھر پستور مساویں پانی زور دھرتا ہے اور رنگ اوپر کوڑھک نیچے چلے جاتی ہے۔ اور اس چشمہ کا یہ حرکت اور سکون اسی طسرح کے فیہ معین نظام میں جاری رہتا ہے۔ سب سے زیادہ عجیب امر جو اس چشمہ کی نسبت بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ بہت تھوڑا سا شہد خواہ لولہ سے جو خواہ نہیچہ پہاڑوں مارنے سے پانی میں حرکت پیدا کر دیتا ہے اور جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا اُس کے ابلنے اور بجے کا باعث ہو جاتا ہے۔ میں نے دریافت کر لیا کہ اُس میں نہ تو لولہ سے حرکت پیدا ہوتی ہے نہ پانیوں مارنے سے بلکہ اُس کی حرکت اور سکون کا عامل خواہ آپ لولہ یا دیو لیس ایک ہی سار جتا ہے! اور چونکہ میں نے اس کے اصل سبب کی منہیت بخوبی فرد نہیں کیا۔ اس لئے آپ کی خدمت میں کوئی قابل اطمینان تشریح نہیں لکھ سکتا مگر شاید یہ سبب ہو کہ ریت اپنے ثقل طبعی کے باعث اُس کم زور چشمہ کے تنگ مہرا میں روک کر کے پانی کے اُچھلنے میں روک پیدا کرتا ہے اور اس سبب سے پانی جب اندر زیادہ جمع ہو جاتا ہے تو ریت کے ٹھانے اور ماسے کے کھولنے کے لئے پھر زور دھرتا ہے۔ یا انہیں غالب شاید یہ ہو کہ جو ہوا اس کے مہرا میں بھری ہوئی ہوتی ہے وہ لولہ لولہ اوپر کوڑھک جاتی ہے جیسے کہ عموماً فرادوں میں یہ کیفیت مشاہدہ ہوا کرتی ہے۔

بہم ہم اس چشمہ کو ابھی طسرح دیکھ چکے تو ایک اور وسیع جیل کے برافانی جیل | دیکھنے کو پہلا پڑھ سے جس میں گری کے موسم میں بھی برف موجود رہتی ہے اور چند ہوا کے پلے سے برف کے بہت بڑے بڑے ٹکڑے بھر سمیٹ کی طرح کبھی مٹتی اور کبھی منتشر ہوتے رہتے ہیں۔

سنگ سفید کے پڑ پڑ بھول | اس کے بعد ہم اُس مقام سے ہو کر گذرے جس کو سنگ

منفیہ کہتے ہیں۔ یہ جگہ دو باتوں کے لئے مشہور ہے۔

(۱) ایک یہ کہ موسم بہار میں یہاں ہر قسم کے دیسے ہی پھول پیدا ہوتے ہیں جیسے کسی بڑے صحرانہ باغ میں۔

(۲) دوسرے یہ کہ یہاں تعمیر سے ایک یہ روایت ملتی آتی ہے کہ جب آدمیوں کا زیادہ ازدحام ہوتا ہے اور وہ شہر داخل ہوا کرتے ہیں تو مزدور شہر سے باہر ہونے لگتی ہے۔ ایسا اتفاق خواہ مونا ہوتا ہوتا ہے کہ اگر اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ چند سال گذرے جب شاہجہاں بادشاہ یہاں آیا تھا تو گو اس نے غیر ضروری شہر داخل کی ممانعت کے واسطے احکام بھی جاری کر دیئے تھے مگر پھر بھی غیر معمولی اور شدید بارش کے باعث اس کے تمام ہزاروں طاقت کے خطرے میں پڑ گئے تھے اس بیان کو سن کر آپ اس بڑے تغیر کی گنگو یا دفرائیں گے جو کہ پہر پنجال پر بھڑے ہوئی تھی۔

میرا مادہ تھا کہ اس پہاڑ کے ایک غار کو بھی دیکھنا چلوں جو سنگ صغیر سے دو دن کی راہ پر تھا اور اس میں عجیب عجیب طرح کی پنہ چٹریں قابل مشاہدہ تھیں۔ گرا تنے میں میرے پاس نمونہ بنی کہ ہمارے نواب صاحب میری بہت دلوں کی غیر حاضری سے نگر خدا و شرف و ہیں اس لئے مجھے اپنا ارادہ ترک کرنا پڑا۔

**قرب و ہوا کے پہاڑی ملک** | جب سے میں یہاں آیا ہوں ہر چند میرے خیالات اسی ہم خیال شخص نہیں ملا اور نہ کوئی ایسا آدمی ملا جس کو کاوش اور تلاش ہو اور ان امور سے واقفیت رکھتا ہو جن کو میں تحقیق کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے مجھے انہوں سے کہ کشمیر کے قریب و ہوا کے کوہستان و نہرو کی نسبت میں مختصراً و غیر مکمل ہی اطلاع دے سکتا ہوں۔ مگر یہ حال جو کچھ میں نے دریافت کیا ہے آپ کو لکھتا ہوں وہ تا جولوگ برفال بنانے کی عمدہ ہشام کے جسے کہنے کے لئے سال بہال پہاڑوں میں پھرتے رہتے ہیں متفق الفظ بیان کرتے ہیں کہ ان پہاڑوں کے اندر وہاں بھی کشمیر کے توالی میں شمار ہوتے ہیں زمین بہت زرخیز ہے اور ان میں سے ایک علاقہ تو ایسا ہے کہ جس کے سالانہ خراج میں صرف آٹن اور چڑا دیا جاتا ہے اور وہاں میں صن و جمال اور پاک و صافی اور دست کاری میں مزبائل ہیں اور اس سے

آگے بڑھ کر ایک اور علاقہ ہے جس کی وادی بہت خوش نما اور میدان سیجا صل ہیں وہاں چاول اور کئی قسم کا غلہ اور سیب اور ناشپاتی اور نر و آلو اور انھیں خرمنہ اور انگور جس سے عمدہ شراب بنتی ہے، اکثریت سے ہوتا ہے اور اس کا خراج بھی چمڑے اور گن ہی سے دیا جاتا ہے اور بعض اوقات ایسا بھی اتفاق ہو جاتا ہے کہ اس کے باشندے اپنے ملک کی دشوار گذاری کے بھروسہ پر ادائے خراج سے انکار کر بیٹھتے ہیں۔ لیکن سرکاری فوج ہمیشہ جا کر پھر مطلع کر لیتی ہے۔ سو اگر لوگوں سے میں یہ بھی سنتا ہوں کہ وہ دور کے پہاڑوں میں جناب کشمیر کے باج گزار نہیں رہے اور بھی اچھے اچھے خوش نما ملاتے ہیں جہاں کے لوگ سرخ و سفید اور خوش انعام ہوتے ہیں لیکن وطن سے ایسا اُٹس رکھتے ہیں کہ کبھی شاف و نارہی باہر جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض ملاقوں میں کوئی حاکم بھی نہیں ہوتا۔ اور جہاں تک تحقیق ہوا ہے ان کا کچھ خدشہ بھی معلوم نہیں ہوتا۔ مگر ہاں بعض بعض اقوام بھیلی کوٹا پاک سمجھ کر کھانے سے ہر چیز کرتے ہیں۔

اب میں وہ حال بیان کرتا ہوں جو چند روز ہوئے مجھ سے ایک بڑے نیک مرے کو میں نے کفر کے ایک قدیم راجہ کی نسل میں شادی کی تھی بیان کیا تھا۔ جس زمانہ میں بھاگیر بادشاہ راجگان کفر کے خاندان کے لوگوں کی بڑی سرگرمی سے تلاش کر رہا تھا یہ بڑے حاجی کو اپنے تین متعلقوں کے ساتھ مذکورہ بالا کوستان کی جانب نکل گیا تھا اور کچھ نہیں جانتا تھا کہ کدھر جا آئے گا مگر پھرتے پھرتے آخر کار وہ ایک خوش نما چمڑے سے ضلع میں جا نکلا جہاں اُس کے شرف خاندان سے مطلع ہوتے ہی لوگ بڑے اخلاص اور عقیدت سے پیش آئے اور اس خوش نصیب شخص کے روبرو پیش کش اور نذرانوں کے انبار لگا دیئے۔ اور شام کو اپنی سب سے نر وادہ نو بھرت لڑکیاں اس انتہا سے لے کر حاضر ہوئے کہ آپ ان میں سے کسی کو پسند فرمائیں تاکہ اس ملک کو آپ کی نسل سے نفع حاصل ہو۔

بھر یہ میرا دوست ایک اور ضلع میں جو اس ضلع کے قریب ہی تھا گیا اور وہاں بھی اُس کی ویسی ہی آؤ بھگت ہوئی لیکن شام کے وقت کی قرضع میں ایک بات کا فرق ہوا یعنی وہاں کے لوگوں نے اپنی لڑکیاں حاضر کی تھیں اور یہاں والوں نے اپنے ہمسایوں کو یہ قوف سمجھ کر اور یہ مال اندیشی کر کے کہ لڑکیاں تو آخر کار اپنے خاندانوں کے ساتھ اپنی اپنی سسرال کو چلی جائیں گی اپنی جو روئیں پیش کیں۔

چھوٹی تبت کے فرماں روا کی آمد | جھوٹی تبت جو کشمیر کی سرحد پہ ہے اُس کے فرماؤ

تھانڈے ہورہے تھے جن میں سے آخر کار ایک شخص نے جو حکومت دریاست کا دعوے دار تھا۔ بد مشیدہ صوبہ دار کشمیر سے مدد کی درخواست کی اور شاہجہاں کے حضور سے حکم ہو گیا کہ وہ وہاں جا کر ہمدی جائے۔ چنانچہ صوبہ دار نے یورش کی اور بعض دعوے دار تو قتل ہوئے اور بعض بھاگ گئے اور اس کو اس شرط کے ساتھ مسند پر بٹھا دیا گیا کہ سال ہمال کسی قدر بطور ملک اور شال بنانے کی آدن بطور خراج دیا کرے اور یہی وجہ تھی کہ اس شخص کی پرچہ بطور پیش کش لے کر ذات خود اور رنگِ نریب کے حضور میں حاضر ہونا پڑا اگر ایسے خیر سامان کے ساتھ آیا ہے کہ میں تو کبھی اُس کو عالی رتبہ شخص خیال نہیں کر سکتا! ہمارے قلاب نے اس غرض سے اُس کی دعوت کی کہ اُس سے اُس کے علاقہ کے کچھ حالات معلوم کر سکیں۔ چنانچہ اُس نے ہم سے بیان کیا کہ بڑی تبت میری ریاست کی حد شرقی ہے اور اُس کا عرض تریا نوٹے یا ایک سو بیس میل کے ہے اور کہا کہ گو ہمارے ہاں تلور ملک اور پٹنم ہے اشیار بہم پہنچتی ہیں۔ مگر میں چنداں متول نہیں ہوں اور لوگوں کا یہ نام گمان کہ میرے قبضے میں سونے کی کانیں ہیں بالکل غلط ہے۔ اُس نے یہ بھی بیان کیا کہ اُس کے ملک کے بعض اضلاع میں عمدہ عمدہ میوے پیدا ہوتے ہیں خصوصاً خلیزہ جو کئی قسم کا ہوتا ہے۔ مگر کثرت ہرف کے باعث جاننا بڑی سخت سے پڑتا ہے اور وہاں کے باشندے پہلے تبت پرست تھے مگر اب اکثر مسلمان ہو گئے ہیں۔ چنانچہ میں بھی مسلمان ہوں اور فیض ہوں۔ اُس نے یہ بھی ذکر کیا کہ سترہ اشوارہ برس گذرے کہ شاہجہاں نے بڑی تبت کو جس چمدا جنگل کشمیر کی اکثر طاقت راجی تھی تسخیر کرنے کا ارادہ کیا تھا اور سداہ نے سولہ دن کے بعد ایک مشکل سفر کے جو کہ بتان میں سے کرنا پڑا تھا ایک تلہ کو محاصرہ کر کے لے بھی لیا تھا اور وہاں کے لوگوں میں ایسی بل چل ڈال دی تھی کہ یقیناً تمام ملک مسخر ہو جائے اگر سپاہ شاہی ایک مشہور اور تیرہ دیا سے جو راستہ میں آتا ہے آخر کراہی وقت جرات کر کے ریاست گواہ کو ہالیتی۔ مگر چونکہ مخالف موسم آ پہنچا تھا صوبہ دار کشمیر اس فوج کا حاکم تھا وہ اس اندیشے سے واپس آ گیا کہ کہیں ہرف نہ آئے اور اس مغتور تلہ میں کسی قدر

نے مالکیر نامہ میں اس شخص کا نام "سرو دھان" لکھا ہے۔ س م ج

سلاخوں کو اس نے چھوڑا یا کہ فصل بہار کے شروع میں پھولوں کی گدوں کا مگروں حنیفہ قلعہ نے عجیب حرکت کی کہ قلعہ کو پاؤ دشمن کے خوف سے یا قلعہ کی وجہ سے ناگہان اور غلاف تو قلعہ خالی کر دیا۔ اور اس طرح سے بڑی تہمت کا ملک میں کی تعمیر آئندہ فصل بہار ہر قسم کی رکھی گئی تھی معلوم ہونے سے بچا رہا۔

**بڑی تہمت کے سنہری حاضری** | چونکہ اُس ملک کو اورنگ زیب کی فوج کشی کا خوف تھا راہوں کے زمینیں نے بادشاہ کی تعمیر میں تشریف آوری سن کر اپنے ایک سنہرے کو اپنے ملک کے مخالف بلورہ ملک۔ سنگت یشب اور سرہ گائے کی حنیفہ اور مردہ زمین دے کر جو خاص طور سے اُسی ملک میں ہوتی ہیں اور زیبائش کی خاطر ہندوستان میں انہیں کے کلاں میں مٹا دیتے ہیں بجا۔ سنگت یشب جو اس دفعہ جنگل میں آیا ہے غلاف معمول بہت بڑا قلعہ ہے اور اسی جہت سے بیش قیمت ہے۔ وہ دارمطلب میں ہے پھر بڑی قیمت اور تعدد پاتے ہیں ان کا رنگ سنہری نائل ہوتا ہے اور اُس میں سفید سفید دھاروں ہوتی ہیں اور ایسا سخت ہوتا ہے کہ صرف لباس کے بڑا وہ کے ساتھ تراشا جاتا ہے چلنے اور پھول مان اسی پتھر کے بنتے ہیں۔ چنانچہ میرے پاس بھی اس پتھر کی چند عمدہ بنی ہوئی چیزیں ہیں جن میں سنہری نارادر جو اہل جہت میں ہونے لگی۔

ان جناب الہی صاحب کی جلو میں تین چار تو سوار تھے اور دشمن بارہ بجے بجے تھے والے ڈبے اور سوکھے ہونے کے شعلہ چلا دے۔ جن کے منہ پر چیلوں کی طسرت ڈاڑھی کا کوئی بال صرف نام ہی کو تھا اور ایک طرف کی فوجیائی ٹوپیاں سر پہ رنگ کی پہنے ہوئے تھے۔ مجھے کہ ہمارے فرانس کے لٹاے پہنچتے ہیں اور ان کے باقی لباس کی شان شوکت بھی ان ٹوپوں ہی سے خیال فرمایا جتنے اور بے یار ہے کہ ان میں سے صرف چار ہا بجے بزرگ دار کو الہی صاحب سے ہوئے تھے باقی کے پاس لاطینی تک نہ تھی اور بالکل خالی ہاتھ الہی جی کے پیچھے پیچھے چلا کرتے تھے۔

الغرض اس شخص نے اپنے آقا کی طرف سے اورنگ زیب کے ساتھ ہمدان چلا گیا کہ دارالریاست تہمت میں ایک مسجد تعمیر کرائی جائے گی جہاں اہل اسلام کے طریقہ پر نماز پڑھا کرے گی اور سکتے کے ایک طرف اورنگ زیب کا نام منقوش ہوگا۔ اور ایک دھملا

خواجه کی بھیجی جا یا کرے گی۔ مگر اس بارے میں کسی شخص کو بھی شبہ نہیں ہے کہ انہیں جیب کے کشیرے مل جاتے ہیں اس عہد و بیان پر کچھ بھی عمل نہ کیا جائے گا اور جس بہت خزانہ عہد و بیان کو اس سے زیادہ بولا جائیگا جیسے اس عہد کے خزانہ کو بولا جائیگا بہر حال اس میں کے ایام ہوتے تھے:

**تبت کے ایک طبیب کے ملاقات** اگر اس کا کہنا ہے اور فرقہ لائسنس ہے۔ لائسنس

ملہ مالگیر اس میں کہلے گا اور نگریب نے کشیرے وائیں اگر سیف خان صوبہ دار کشیر کے پاس دکن نعل بڑی تبت کے "زیندار" یعنی راجہ کے نام کا ایک فرمان اس شخص کو لکھ کر دیا گیا کہ اگر تم ہماری اطاعت اختیار کر کے اپنے ملک میں جلا سکے اور غلبہ جاری کر دو اور مسجد بن کر شہر آباد کر دو اور ہجر تھانہ ملک وال بھال رہے گا اور دروغ کشی کی جائے گی۔ چنانچہ یہ نرہاں ہایت شاہی کے موافق عرض فرمایا ایک بادشاہی سردار کے ساتھ کشیر سے اس کے پاس بھیجا گیا جس کا لقب بھل ہے جن میں میل تک اشتہار کیا اور بڑے اورانہ اکرام کے ساتھ نرہاں کو اپنے سرور رکھا اور مستاد گان قادی کی بہت خاطر وادات کی اور اس سے دوسرے روز صبح کا ملے تھا ایک بڑے بھجے نام میں بادشاہ کے نام کا خط پڑھا گیا اور جب میں الدی اور انگلیز جیب کا نام غلبہ میں لیا گیا تو غلبہ کے سرور بہت سا سونا چاندی لٹایا گیا اور غلبہ کے بعد مسجد کی تعمیر کی گئی اور بہت سے سونے چاندی پر بادشاہ کا سکھ لگایا گیا اور اس کے بعد ایک عزیز جس میں بہت سے گھوڑے تھے اور وہاں عہد کے وعدے تھے اور ایک غلامی گئی کے جو بطور ملاک ہر دو گاہی دولت کے تھے اور ایک نرہاں اور دو غلامیوں میں ہر بادشاہ کا سکھ لگا یا تھا اور اپنے ملک کے تحائف کے حوالہ کر کے عرض فرمایا کہ رعیت کیا اور کہا ہے کہ اس کا روادائی کے باہر اور نرہاں پانے میں چھٹی تبت کے راجہ مراد خان نے بہت کچھ کو خوشی کی تھی اور یہ پہلی ہی دفعہ تھی کہ بڑی تبت والوں نے کسی مسلمان بادشاہ کی اطاعت اختیار کی تھی۔ اسی کتاب میں اس ملک کی حدود کا حال اس طرح پر درج ہے کہ اس کا طول چھ سو چھپنے کے واسطے سے زیادہ اور عرض بعض مقامات میں دو سو چھپنے کا اور بعض جگہ ایک سو چھپنے کا واسطہ ہے اس کے مغرب میں کشمیر۔ کابل۔ سری نگر۔ بہار اور بنگال اور مشرق میں ملک۔ اور خطا اور شمال اور تبت اور انڈیا اور تمام مغلستان اور حوزہ وودشت تبتا کی ہے اور یہاں کے راجہ کی فرخ بارہ غلامیوں اور بہت سے ہوا سے ہیں اور سپاہ میں اکثر فرقہ لائسنس قوم کے لوگ ہوتے ہیں۔

س۔ م۔ ج۔

ملہ وودھ جیب والے اپنے گرد اور پیشانے مذہب کو لکھتے ہیں اور سب سے بڑا ملاک شہر لائسنس



میں ہندوستان کے برہمنوں کی طرح مذہبی امور میں معتقا اور رہتا جیسے جاتے ہیں۔ مگر برہمنوں کے طریقے کے برخلاف ان میں ایک گرو بھی ہوتا ہے جس کی تعظیم و تکریم صرف ایک لاسا ہی میں نہیں بلکہ کل تاجار میں ہوتی ہے اور اُس کا ایسا اعزاز و احترام کرتے ہیں جیسے کسی بڑے دیوتا کا۔ اس طبیب کے پاس نٹوں کی ایک کتاب تھی اور میں نے ہر چند چاہا کہ وہ اُس کو بیچ ڈالے مگر اُس نے نہ دی۔ اس کتاب کا خطا وہ سے کچھ ہمارے خطا کے مشابہہ و کٹھنی دیتا تھا۔ ہم نے اُس سے اُس خط کی اسکو کھمائی مگر اُس نے بڑی مشکل سے اور ایسی بدخطی سے کھینچی کہ ہم نے جان لیا کہ وہ بے علم اور جاہل ہے۔

مسئلہ تاج پراس شخص کو بڑا اعتقاد تھا جس کی نسبت اُس نے عجیب و غریب

تجربہ حاصل کیا تھا۔ دلا لکومت تک نسبت میں رہتا ہے اور محبت اور پھی کے وہ لوگ ہر جہ صد مذہب رکھتے ہیں لاسا کے بڑے لاکو جسم بد جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ حیات ابدی رکھتا ہے اور جب کبر میں کے اٹھ اُس کا جسم بد سمجھ رہا جاتا ہے تب شے تالاب میں چلا جاتا ہے۔ لیکن بعد پچ سیاحت اس کی نسبت یہ خیال کرتے ہیں کہ جب لاسا مر جاتا ہے تو اس کے کارپرداز غنیوں سے کئی ثروت کے پیدا ہونے لاکے کو لاکر لاکا کی مسند پر بٹھا دیتے ہیں۔ اور انہی کو ایسے طور پر پلٹے ہوئے اور سکھاتے پڑھاتے ہیں کہ وہ تمام باتیں پہلے لاکوں کے وقت کی بنائے گھٹا ہے اور ان کے نام اٹھ اور جاہل پیر و اس کو لاکے کٹھن و کرامات لاکر شرم بھکر یمن کر لیتے ہیں۔ کچھان شرع صاحب ہر عشقہ میں سرکارا ترہیل ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے تہمت کے راجہ کے پاس ہوا لاکا تپ ہوتا ہے بلکہ شہر لاکا کر گئے تھے کہنے ہیں کہ اُس دہمت جو لاکا تھا اگر اُس کی عمر صرف نوڑ سو برس کی تھی لیکن صاحب موصوف کی ملاقات کے وقت وہ بڑی شان و شوکت اور فخر و اختلال کے ساتھ مسند پر بیٹھا رہا اور براہ راست کی طرف متوجہ رہا۔ صاحب موصوف جب کوئی بات کہتے تو جواب میں اس انداز سے گردن ہلاتا کہ جیسے کوئی امیر کسی بات کو بھکر اٹھا رہ کرے۔ جب صاحب موصوف کا پانی کا پلا لہ خالی ہوتا تو لاکا بھوں پڑھا کر سرک لاکا مینٹا اور اپنے نوکر کو کہتا ہے کہ لاکا کو لاکا لاکا ایک دفعہ تو ایک سوئے کی عشرتی میں سے کچھ شخصاً لاکا کر اپنے ہاتھ سے اُن کو دی۔ لاکا جب تالاب میں لے کر رہا ہے تو اس کے مردہ جسم کو سکھا کر اور چاندنی سے مشابہہ کر مندر میں پرستش کے لئے رکھ دیتے ہیں۔

حکایتیں سنائیں چنانچہ اُس نے بیان کیا کہ ایک بار جب بڑا لانا بہت بڑھا ہوا گیا اور اس کی موت کا وقت آن پہنچا تو اُس نے مجلس جمیع کی اور ارشاد کیا کہ میری موت ایک لازماً نیدہ بچے کے قالب میں حلول کرے گی۔ چنانچہ اُس بچے کو جس کی نسبت اُس نے یہ خبر دی تھی بڑی فرد اور ہر ماحلت سے پالا گیا اور جب وہ چھ سات برس کا ہو گیا تو بہت سا مختلف قسم کا اسباب غازی واری اور پرشائیں وغیرہ استعمال اُس کے روم و کمرے گئیں اور اُس نے ادرا و فراست اپنے اور بیگناہ اسباب میں فرتا اتنا کر دیا۔ یہ حکایت اس طبیب کے لئے مسئلہ تاسخ اور نقل ارماع ہر اقتاد کے لئے ایک نہایت قاطع دلیل تھی۔ پہلے تو ہم کو یہ گمان ہوا کہ یہ شخص ہنسی کے طعہ پر اس قسم کا قصہ بیان کر رہا ہے لیکن طعہ معلوم ہو گیا کہ نہیں فی الواقع اُس کو اس روایت کی صحت پر پکا اقتاد ہے۔

ایک روز میں اُس انجی کے مکان پر اس طبیب کی ملاقات ہو گیا اور ایک کشمیری مرگ کر ترمائی کے لئے اپنے ساتھ لے گیا۔ یہ تو میرا مرز بہا دہی تھا کہ مجھے کچھ پشیمند ہو اُس کے پاس تھا خریدنا ہے بلکہ اصل مطلب یہ تھا کہ اُس سے اُن مالک کے حالات دریافت کروں جن کی کیفیت مجھے مکمل طعہ پر معلوم نہیں ہے مگر کوئی نئی بات دریافت نہ ہوئی اکثر وہ یہی کہتا رہا کہ بڑی تبت ہمارے ملک کے ساتھ ہمسری نہیں کر سکتی ہمارے ہاں سال بھر میں پانچ جینے سے زیادہ عرصہ تک صرف پڑتی۔ اور اکثر تاجاریں سے ہماری ہمیشہ لڑائی رہتی ہے۔ مگر وہ یہ نہیں بتا سکا کہ تاجاریں سے اُس کی مراد کون سے تاجاریں تھے۔ آخر کار مجھے معلوم ہو گیا کہ جو وقت اُس کی ملاقات میں صرف ہوا تھا حق ضائع ہوا کیونکہ میں نے اُس کو اپنے اکثر سوالات میں سے کسی ایک کے جواب دینے پر بھی قادر نہ پایا۔

کشمیر سے چین تک تجارتی رستے | ہمیں برس سے پہلے کشمیر سے چین کو ہر سال کنبوں جایا کرتے تھے اور اُن کا راستہ بڑی تبت کے

کوہستان اور ملک تاجاریں سے تھا اور تقریباً تین جینے کے عرصہ میں چین میں پہنچ جاتے تھے۔ یہ راستہ بہت دشوار گزار ہے اور اس لئے تیز و دوڑ کرتے پڑتے ہیں کہ جو پہلے سے گذرنا صرف ایسے لمبے لمبے ہو سکتے ہیں جہاں کے گریباں بڑے بڑے تھوڑے تھوڑے گھوڑے لگے نہ جہاں دیا پہاڑوں کے اندر بہت دُور سے پہنچے ہیں اور پتھروں کے سبب سے کشتی کر

شاہجہاں کے رام اسیری اور جدوگت پر

ہیں۔ یہ تانے پھین کے شکست۔ بربط پھینی۔ بربند۔ اور ہمیکون۔ جو امراض چشم کے  
معالجہ کے باب میں ایک چھوٹی سی نہایت مشہور جڑ ہے لگاتے تھے۔ سب یہ لوگ راجپوت  
کے وقت بڑی تہمت میں ہو کر گذرے تھے تو اس ملک کے خاقان بھی مثل شاہک۔  
بلوڑ۔ سنگ پشپ اور خاص کر بھٹیروں اور جنگلی بکریوں کی پشیم کے دھن کو ان اطراف  
میں گزر رہے ہیں اور جو سب بیان سابقہ لافیت میں جید کے شاہ ہے سہ لگاتے تھے  
گر جب سے شاہجہاں نے بڑی تہمت پر حملہ کیا ہے وہاں کے راجہ نے نہ صرف کارکن  
کا آنا جانا بند کر دیا ہے بلکہ یہاں تک ممانعت کر دی ہے کہ کوئی کشمیر کا رہنے والا بھی  
ہماری تقریر میں قدم نہ رکھنے پائے۔ یہی وجہ ہے کہ اب ہندوستان کے کاروان شہر پٹنہ  
سے جو گنگا کے کنارے بہتا ہے چل کر سیوے ملک لاسا میں جا پہنچتے ہیں اور بڑی تہمت  
کو بائیں ہاتھ چھوڑ دیتے ہیں۔

ملک کا شفر اس ملک کی نسبت جو یہاں یعنی ہندوستان میں، بنام کا شفر شہر  
ملک کا شفر ہے اور انھیں غالب یہ وہی ملک ہے جس کو ہمارے جغرافیہ کے  
نقشوں میں کامر کہتے ہیں یہ وہ سب حالات بیان کروں گا جو ہم کو اس ملک کے  
رہنے والے سرداروں سے معلوم ہوئے ہیں۔ یہ لوگ یہ سن کر کہ اورنگ زیب کشمیر کی  
سیر کر آیا چاہتا ہے بہت سے کم حرف غلام اور لوٹیاں بیچنے کو لائے ہیں ان کا بیان ہے  
کہ کا شفر تھوڑا سا شمال کو جھکتا ہوا کشمیر کے شرق میں ہے اور ان دونوں ملکوں میں  
سب معادرتہ ایک کارا ستر بڑی تہمت میں ہے گراس سب سے کر اب وہ  
بقیہ کا شفر مگر گذشتہ خوف ہوتا ہے وہاں لوگ جو نے یا چھپکے کے نہایت اترتے ہیں۔  
جو لوگ اس کو کہتے ہیں کہ وہ ایک اک کنارے سے دوسرے کنارے تک کوئی مغرب۔ سے ہمارا براہ راست  
تختوں سے لپٹ دیتے ہیں کچھ ڈاکٹر اکثر اترتے ہوئے ہوتے ہیں جوتی اور سہارے کے واسطے  
دوڑاں غالب ہمارے دیوانہ دیتے ہیں۔ لیکن چھپکا اس سے کہیں بہتر ہے وہ مغرب ایک صاف ہوتا ہے  
اس کنارے سے اس کنارے تک بند جا رہا میں لوہے کے تلابند کے ساتھ ایک چھپکا افکا دیوتا  
ہیں اور اس میں مسافر کو گھماتے ہیں۔ اس چھپکے میں وہ دیوتا بھی جوتی ہیں ایک، جوتی کا سر اس  
کنارے والے کے ہاتھ میں اور دوسری طرف کا سر دوسرے کنارے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے اس کے  
مسافر کو اس کنارے والا اور اس طرف کے مسافر کو اس کنارے والا اپنی ہی سے پہنچ لیتا ہے۔ اس میں

بند ہے ہم بھوتہ چھوٹی تبت ہر کراتے ہیں۔ پہلا غبرو چاروی دابھی کے وقت راستہ میں آتا ہے اس کا نام گورچی ہے جو تو بابت کشمیر میں سے ہیں سرحد و واقع ہے اور کشمیر سے چاروں کا راستہ ہے گورچی سے چل کر ہم آٹھ روز میں اسکندریہ پہنچتے ہیں جو چھوٹی تبت کا دارالریاست ہے اور وہاں سے دو دن میں قصبہ چکر پٹن آتے ہیں جو چھوٹی تبت ہی کے علاقہ میں اس ندی کے کنارے آباد ہے جس کا پانی ہنزہ دریا کے مشہور ہے۔ اور یہاں سے چند روز کے مسرے میں ایک بڑے ٹکڑے میں جو چھوٹی تبت کی سرحد پر ہے پہنچتے ہیں۔ اور پھر چند روز میں کاشغر پہنچ جاتے ہیں جو ایک ہموار نا شہر ہے اور جواگے رانہ میں حاکم نشین مقام خراب کاشغر کا رہتا ہے جو رستہ میں رہتا ہے جو دریا زیادہ شمال کی طرف کاشغر سے دس فزول کے فاصلہ پر ہے۔

**کاشغر سے چین کو کاروانی راستے** | ان سرداروں نے یہ بھی بیان کیا کہ شہر کاشغر سے چھوٹے چھوٹے دریا بہت سے زیادہ کاشغر میں سے ہیں۔ اور کاشغر سے ہر سال کا وہاں چین کو جاتے ہیں اور وہاں سے وہ جنس لے کر جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ملک ازبک کے راستہ سے ایران کو چلے جاتے ہیں اور بعض کاروان اپنے بھی جاتے ہیں جو چین ہو کر ہند میں آئے ان کے لئے پٹن کا راستہ اختیار کرتے ہیں ان تاجروں نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ کاشغر سے چین کو ایک اور راستہ بھی ہے جو ایک اپنے قصبہ میں ہو کر گزرتا ہے جو قفقاز سے آٹھ فزول پر ملک کاشغر کی سرحد پر سب سے آخر شہر ہے۔ انہوں نے کہا کہ کشمیر سے کاشغر تک راستہ نہایت ہی خراب ہے اور منجملہ اور مشکلات کے ایک جگہ ایسی بھی آتی ہے کہ جہاں ہر موسم میں مسافر کو آدے سے تھیل تک برابر برف ہی برف پر جانا پڑتا ہے۔

مشفق من: یہ کل واقعات ہیں جن کو میں اپنے لوگوں سے حاصل کر سکا ہوں

لہذا یہ مقام سداچھ تعلقہ ملے تو کے فی الحال یہاں اب صاحب والی میوں و کشمیر کی مل واری میں ہے اور گورچی اور چکر غیر معروف مقام ہیں اگرچہ ایک صحیح نام ایک تہمت کے رہنے والے ہیں ہم کو شک ہے کہ انہوں نے انہوں نے انہوں نے ایک متنازعہ نئی نقشہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہوا ہے مگر گورچی کی سمت کچھ مسلم نہیں ہو سکی تھی نہ اسیاس جو مسندہ و فریو ناموں کا بھی پتہ نہیں لگ سکا۔ اس میں  
 ۱۔ اسکرود۔ اسکرود (چکر)۔ پٹن کے (۲)۔ دیشگڑ۔ شن گڑ۔ (۳)۔ دیش گڑ۔

شاہجہاں کے ایام امیری اور عہد اورنگ زیب

ہیں کی نامانی اور جمل رسم کے قابل ہے۔ پس جو حالات اور جو کھنڈات ایسے لوگوں سے حاصل ہوں یا مشہہ فقہ اور بے ترتیب ہی ہوں گے جیسے کہ یہ ہیں۔

طاہر ہری جگہ ایسے قریبوں سے بھی کام لینا ہڑنا تھا جن کو خود میرے سوالات کے بخنے اور پھر بیان کرنے اور اُن کا جواب شافی دینے میں وقتیں اور مشکلیں واقع ہوتی تھیں۔

## پانچ سوال و اُن کے جواب

اس موقع پر میرا ارادہ تھا کہ اپنے اس خط کو جسے ایک کتاب کہنا چاہیے نعم کر دیں اور میں دینی واپس پہنچنے تک آپ سے بالکل رخصت ہوں لیکن میرا شہر تھری پور بھی ظاہری کی اجازت نہیں دیتا اور کچھ فرصت بھی ہے۔ اس لئے میں مشر تھری پور سے اپنے پانچ سوالوں کا جواب کہنا چاہتا ہوں کیونکہ صاحب موصوف نہایت ہی مہربان اور جاننا ہی کرنے والے شخص ہیں اور بہ نسبت اُن لوگوں کے جو ملکوں ملکوں میں گرتے پھرتے ہیں کتابوں کے مطالعہ ہی سے بڑے بڑے نئے افکانات اہم معلومات حاصل کر لیتے ہیں۔

پہلا سوال کشمیر میں یہودی اُن کا پہلا سوال یہ ہے کہ آیا یہ سچی ہے کہ یہودی ایک طویل و مدّت سے کشمیر میں بدو دہاش رکھتے ہیں اور آیا اُن کے پاس کتاب مقدس موجود ہے یا نہیں۔ اور اگر ہے تو اُن کی اور ہماری کتاب مقدس میں کچھ اختلاف ہے یا نہیں۔

دوسرا سوال ہندوستان میں جو کیم ہرمات دوسرا یہ کہ جو جو تھری پور ہندوستان کے موسم ہرمات کی نسبت جگہ حاصل ہوتے ہیں۔ میں اُن کی خدمت میں کبھی نہیں۔

تیسرا سوال مشرقی ہندوستان میں ایک خاص محل تیسرا یہ کہ مشرقی ہندوستان میں ایک خاص محل کے انتظام اور نظام مسیح کے مافوق ہواؤں کا احترام اور پانی کے وسائل کا بہار اور چاہے اُن کی نسبت میں اپنی رائے اور خیالات ظاہر کر دیں۔

جو تھا سوال جنگال کی زرخیزی | دولت مند اور خوش شاہ ہے جیسا کہ مرثا خیال کیا جا چکا ہے

پانچواں سوال دریا نیل کی طیناتی | پانچواں ہے کہ مدیا نے نیل کی طیناتی اور چڑاؤ  
تدوہ جی آتی ہے میں اُس کی نسبت ایک تعلیمی رائے پیش کروں۔

پہلے سوال کا جواب | اگر میں یہودیوں کو اس پہاڑی ملک میں دیکھ پاؤ تو مجھ کو  
دینی ہی خوشی ہوتی جیسی کہ حبیروں کی صاحب کو، میری جڑ

اُن یہودیوں سے ہے جن کے پائے جانے کی صاحب موصوف خواہش رکھتے ہیں یعنی  
وہ یہودی جو اُن قبائل کی اداوہ سے ہیں جن کو شمال میں نے سرے علاقہ میں کیا تھا  
لیکن صاحب موصوف کو آپ یقین دلائے کہ اگر بطنی غالب بعض رعوہ سے پایا جاتا ہے کہ  
اُن میں سے بعض لوگ پہلے اس ملک میں آباد تھے لیکن اب تو یہاں کے غل باشندے  
ہندو ہیں یا مسلمان۔ اللہ چین میں غالباً اُس قوم کے لوگ موجود ہیں۔ کیونکہ میں نے  
اپنے ہادی صاحب مقتدا سے فرقد جیسویٹ کے پاس جو دہلی میں رہتے ہیں۔ اس فرقد  
نے قریت میں اس شخص کا نام شہناشاہ آگیا ہے۔ مگر انگریز مورخ - شمال میں سے سرے یا  
- شمال میں زور رکھتے ہیں : یہ ملک ظلم کا بادشاہ تھا اور مشہور شہر بابل اس کا پایہ تخت تھا اور  
سات سو اسی برس قبل از مسیح ملک یہود کے بادشاہ ہر شاخ پر جرجی اسرائیل میں سے تھا  
گرمت پرست ہو گیا تھا بڑائی کی ادا اُس کو اپنا اپنا گیارہ بنا لیا۔ لیکن پھر شخ کر کوہ فریق  
مصر کے ساتھ سازش رکھا ہے وہ بادشاہ اُس کے شہر فریق کو جاگیر اور تین برس کے عمارہ  
کے بعد اُس کو خراج گریا اور ہر شاخ ادا اُس کی تمام قوم کے لوگوں کو تسمیہ کر کے بابل میں  
سے آیا اور اُن کی جگہ بابل کے لوگ آباد کئے۔ اور تیرہ برس سلطنت کر کے آخر وہ بھی اس  
دنیا سے چل ہوا اور اوزار تاج التاریخ و المناجیکو پینڈیا برطانیہ کا - م - ج

(خون آبل مے بنے نہ تیر)

نہ دینا تم ان سے تیرا، سلطانہ

نہ دینا تیرا، ہر شاخ

نہ دینا تیرا، خرمون

کے ایک پادری صاحب باشندہ برہمنی تھیں شاہجہاں کے خطرات دیکھ کر  
 ہی عہد میں وہ کہتے ہیں کہ میری اس شہر یعنی جاکین میں یہودیوں سے گفتگو ہوتی ہے جو  
 مذہب موسوی کے پابند ہیں اور قدرت وغیرہ کتب عہد قیامت اُن کے پاس موجود ہیں۔  
 اُن کو حضرت صی کی وفات کا حال مطلق معلوم نہیں اور اُنہوں نے یہ خواہش ظاہر کی  
 کہ فرد جیوٹ کے پادری صاحب کو ہم اپنا کائنات عفو کر لیں گے بشرطیکہ پادری صاحب  
 سُنہ کے گوشت کھانے سے پرہیز کریں۔ بہر حال کشمیر میں یہودیت کی بہت سی علامتیں  
 پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ پیر پتال سے گذر کر جب میں اس ملک میں داخل ہوا تو دیہات  
 کے باشندوں کی صورتیں یہودیوں کی سی دیکھ کر مجھے حیرت ہوتی۔ اُن کی صورتیں اور اُن  
 کے طور و طریق اور وہ ناقابل بیان خصوصیات ہیں سے ایک مسلمان مختلف اقوام کے  
 لوگوں کی موروثی شناخت اور تمیز کر سکتا ہے سب یہودیوں کی پڑائی قوم کی سی معلوم ہوتی  
 تھیں۔ میری بات کو آپ محض خیالی ہی تصور نہ فرمائیے گا۔ ان دیہاتوں کے یہودی  
 ہونے کی نسبت ہمارے پادری صاحب اور بہت سے زرنگتاؤں نے بھی میرے کشمیر جانے  
 سے کافی ورم پہلے ایسا ہی کہا تھا: دوسری علامت یہ ہے کہ اس شہر کے باشندے  
 باوجودیکہ تمام مسلمان ہیں مگر کچھ بھی اُن میں سے اکثر کا نام موسیٰ ہے۔

تیسرے۔ یہاں یہ عام روایت ہے کہ حضرت سلیمان اس ملک میں آئے تھے  
 اور بارہ مہینے پہاڑ کو کاٹ کر اُنہیں نے پانی کا راستہ کھول دیا تھا۔  
 چوتھے۔ یہاں لوگوں کو یہ بھی گمان ہے کہ حضرت موسیٰ نے شہر کشمیر ہی میں وفات  
 پائی تھی اور اُن کا مزار شہر سے قریب بن میل پر ہے۔

پانچویں۔ بات دیکھی جاتی ہے کہ یہاں عورتوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ایک  
 ادبیت پہاڑ پر جو ایک مختصر اور نہایت ہی پڑاؤ مکان نظر آتا ہے اُس کو حضرت  
 سلیمان نے تعمیر کرایا تھا اور اسی سبب سے اُس کو آج تک جنوبی سلیمان کہتے

ہے اس فنکارانہ تخیل میں جو سلی گرشاہ خانات پر جس سے اس عہدہ پڑا اور اہم مراد یہ ہے کہ  
 شاہ کرنا جانتا تھا شاہ صاحب نے اپنی ایک بیٹی میں جو کشمیر کے مشہور تھے کبھی تھی کہا ہے کہ پہلے پہل  
 میں نے کشمیر میں دیکھا تھا اُن کے لباس اور چہرے کی ساخت سے جو لباس اور چہرہ طرز پہلوئیں  
 کی ڈھائی کی دھڑ سے یہ خیال کیا کہ اگر یہاں یہودیوں کے ملک میں آگیا ہوں، مترجم انگریزی۔

ہیں۔

شفیق من! دہرہ مذکورہ کے باعث میں اس بات سے انکار کرنا نہیں چاہتا کہ یہودی لوگ کشمیر میں آکر رہے ہوں میں خیال کرتا ہوں کہ پہلے تو ان کے ذہنی مسائل زیادہ گزرنے پر گزرتے ہوں گے اور آخر کار رفتہ رفتہ تفریق کرنے کرتے وہ بہت پرست ہیں گئے ہوں گے اور یہوداناں شل اور بہت سے بہت پرستوں کے مذہب اسلام اختیار کرنے کی طرف مائل ہو گئے ہوں گے۔ اور یہ بات تو تحقیق ہے کہ بہت سے یہودی اہل حق میں بمقامات دار اور اضلاع آباد ہیں اور ہندوستان میں بھی جزیرہ گنگا اور کوہ پٹی کے بعض مقامات میں جتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اتم پٹیا میں تو یہودی بہت ہی زیادہ آباد ہیں بھائی شہادت اور جنگی مہماتوں کی وجہ سے مشہور ہیں اور اگر اس دور میں ان کی بات کا یقین کروں جو حال ہی میں شاہ اتم پٹیا کی طرف سے اورنگ زیب کے دیبا میں آنے ہوئے تھے تو چندہ سولہ برس سے وہاں ایک یہودی ایسا با اختیار ہو گیا تھا کہ اس نے ایک دھواں گند چھوٹے سے کوہستانی ضلع میں خود مختار ریاست قائم کر لینے کی کوشش کی تھی۔

**دوسرے سوال کا جواب** | ہندوستان میں سال بھر خصوصاً آٹھ مہینے تک گرمی اس شہتی اور شدت سے پڑتی ہے کہ زمین جل کر بالکل ناقابل زراعت اور غیر آباد ہو جاتی ہے۔ مگر خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس کی اصلاح کے واسطے یہ مسئول انتظام کر دیا ہے کہ جولائی میں جب گرمی نہایت ہی شدت سے پڑتی ہے تو چند برس شروع ہو جاتا ہے اور مئی اترتین مہینے شہت صوبہ ہے کہ ایسی بے سرو پا باتوں کو معصفت نے اپنی راستے کی بنیاد قرار دیا ہے اور شاید اس کو معلوم نہ ہو کہ مسلمان اکثر حضرت موسیٰ اور حضرت یحییٰ اور دوسرے قدیم پیغمبروں کے نام پر قدیم سے اپنے نام رکھتے چلے آئے ہیں۔

میں۔ م۔ م۔  
 ہندو ریاست پر غیورانی کے شعلوں کا ملالہ بار پر مسند کے کنارے ایک ہندوستانی ریاست ہے کہ چند گاہ کو پیریں خاص گریخت اگر پری کی حکومت میں ضلع الہ آباد میں ہے۔ م۔ م۔ م۔  
 تھک لک لک یا لہ کا براہ قریہ کا ایک حصہ ہے قدیم نام ہے۔ م۔ م۔ م۔  
 رتی ڈپٹی آ  
 راجہ ڈپٹی آ



تک برقرار رہتا ہے اور اس طبع ہوا میں اس قدر اعتدال آجاتا ہے کہ برہاشت کے لائق ہر جاتی ہے اور زمین بھی ناقابلِ نرماعت نہیں رہتی۔ مگر یہ بارشیں ایسی باقاعدہ نہیں ہوتیں کہ مزہر اسی دن یا اسی مہینہ میں ہوں چنانچہ مختلف مقامات خصوصاً دہلی میں جہاں میں زیادہ عرصہ بارشوں میں سے دیکھا ہے کہ ایک سال کی بارش دوسرے سال سے کبھی مطابق اور کبھی حالت پر نہیں ہوتی۔ چنانچہ بعض اوقات بارشیں دو دہین تین چھ آگے چھپے شروع اور ختم ہوتی ہیں اور کئی سال میں پہلے سال کی نسبت زیادہ ہوتی ہیں۔ میں نے ایک مرتبہ یہ بھی دیکھا ہے کہ دوسرے سال ایسا اساک رہا کہ ایک ہفتہ بھی نہیں پڑی اور اس غیر معمولی خشک سالی کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرصہ دیکھنے بیاری اور قحط کی مصیبت نظر آ رہی تھی۔ اس بات کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اس ملک کے مختلف حصوں میں برسات اسی قدر آگے یا پیچھے اور کئی یا زیادتی سے ہوتی ہے جس قدر کہ وہ ایک دوسرے سے قریب یا بعد ہیں۔ مثلاً بنگالہ میں اور ساحل کارومندل سے لے کر جزیرہ سراندیپ تک ساحل الہا بار کی نسبت برسات ایک مہینہ پہلے شروع اور ختم ہوجاتی ہے اور بنگالہ میں چار چھ تک شدت سے بارش رہتی ہے اور اس عرصہ میں کبھی کبھی بڑے بڑے آٹھ آٹھ روز کی جھڑی لگی رہتی ہے اور تھوڑی دیر کے لئے بھی بارش بند نہیں ہوتی۔ مگر دہلی اور آگرہ میں قدر اس قدر بارش ہی ہوتی ہے اور نہ اس قدر مدت تک رہتی ہے اور اکثر یہ حال ہوتا ہے کہ دو تین روزوں ہی خالی گزر جاتے ہیں یا یہ کہ صبح کو دن بھٹکے کے بعد کوئی قوس بجے تک اکثر خفیف سے بارش ہوا کرتی ہے اور بعض اوقات تو بالکل ہی نہیں ہوتی۔ میں خصوصاً اس بات کو دیکھ کر بہت متعجب ہوا کہ مختلف ممالک میں مختلف اطراف سے جہاز آئے۔ مثلاً دہلی اور اس کے قریب مشرق یعنی بنگالہ کی طرف سے بارش آتی ہے۔ اور بنگالہ اور ساحل کارومندل پر جنوب کی جانب سے اور ساحل الہا بار پر تقریباً ہمیشہ مغرب کی طرف سے۔ میں نے ایک اور بات بھی دیکھی جس کی نسبت تمام ہندوستان میں بے اختلافہ نہ ایک ہی مانے جاتے ہیں کہ جس قدر گرمی کی تپش پہلے یا پیچھے شروع ہوتی ہے اور کم یا زیادہ سختی سے گرمی پڑتی ہے اور تھوڑے دنوں یا دیر تک قائم رہتی ہے اسی قدر برسات بھی پہلے یا پیچھے شروع ہوتی ہے اور اسی نسبت سے کم یا زیادہ اور تھوڑے یا بہت عرصہ تک جاری رہتی ہے اور ہر لحاظ

ان امور کے مجھے یقین ہے کہ زمین کی گرمی اور اُس کے سبب سے ہوا میں جو غفلت آجاتی ہے وہی ہندوستان میں بارش کا سبب ہے۔ اور یہی دونوں چیزیں بارش کو اس ملک میں کیجی لاتی ہیں۔ یعنی اُس پاس کے سمندوں کی مہا پرتکے سرد اور بھاری اور کثیف ہوتی ہے اُن بخارات کو اپنے میں جذب کر کے پڑھ جاتی ہے جو گرمی کی شدت سے پانی سے اُٹھتے ہیں اور قریب و بھاری ہوائیں جب اُس کو ڈھکیلتی اور حرکت میں لاتی ہیں تو بادلوں کی صورت میں بٹھا اُس زمین پر جہاں کی ہوا اُس کی نسبت زیادہ گرم اور لطیف اور کم وزن اور کم مزاج ہوتی ہے بخارات سے خالی ہو جاتی ہیں اور بخارات کا بھانچا اُسی قدر کم یا زیادتی کے ساتھ ہوتا ہے جس قدر کہ گرمی پہلے یا پیچھے شروع ہوتی اور کم یا زیادہ غنی سے پڑتی ہے۔ اس تقریر میں جو وجہ بیان کئے گئے ہیں اُن میں اس بات کا خیال کرنا بھی مناسب ہے کہ ساحل الالبار کی نسبت ساحل کارومندل پر برسات پہلے شروع ہونے کی بجائے دوسرے کہ گرمی پہلے پڑنے لگتی ہے۔ اور اس کے خاص اسباب ہوں گے جن کی تحقیق غالباً اُس ملک کو دیکھنے کی صورت میں شاید مشکل نہ ہوگا۔ اور آپ مانتے ہیں کہ زمین کے مختلف حصوں میں سمندوں یا پہاڑوں اور اُن کے رگیستانی یا پہاڑی دھنوں اور جنگلوں کی مناسبت سے گرمی جلدی یا دیر سے شروع ہوتی اور کم و بیش پڑتی ہے۔ اور یہ بات بھی کچھ تعجب کی نہیں ہے کہ بارش مختلف اطراف سے آتی ہے۔ مثلاً ساحل کارومندل پر جنوب کی طرف سے اور ساحل الالبار پر مغرب کی جانب سے کہو کہ یہ بات ظاہر ہے کہ وہ سمند پاس ہوگا اُسی سے منبہ آئے گا۔ چنانچہ ساحل کارومندل کے پاس جو سمند ہے وہ اس سے جنوب کی طرف ہے۔ اور وہ سمند جو ساحل الالبار کو سیراب کرتا ہے مغرب کی طرف باب المندب اور عرب اور خلیج فارس کی سمت کہ سبیل ہوتا ہے۔ میں نے خوب غور کیا کہ اگرچہ بھارہ دلی میں بادل شرق کی طرف سے آتے ہیں مگر اُن کی اصل اُنہیں سمندوں سے ہوگی جو جنوب کی طرف ہیں اور ایسی زمینوں یا پہاڑوں کے حائل ہونے کی وجہ سے جن کی ہوا زیادہ سرد اور کثیف اور زیادہ مزاج ہے اچھا راستہ چل جیتے ہیں اور ایسے ملک میں جا برتے ہیں جہاں کی ہوا زیادہ ہلکی اور کم مزاج ہو۔ میں ایک اور بات بیان کرتی بھول گیا جس کا مجھ کو دلی میں بھترہ ہوا۔ یعنی یہ کہ کسی ایسی بارش نہیں ہوتی تا وہ خشک نہ ہو۔ بلکہ بہت سے بادل

منسوب کی طرف جمع نہ ہو جائیں۔ گویا وہ بات ضروری ہے کہ دہلی کے بچم میں ہوا کا طبقہ ازل بادلوں سے بھر جاتے۔ اور پھر ان بادلوں کو کوئی چیز مثلاً کوئی ایسی ہوا جو کم گرم اور کم لطیف اور زیادہ بھاری اور قابل مزامت ہو روکے یا اور بادل اور مخالف ہوا میں مقابل ہو کر ان کو ایسا کثیف اور دھندلی کر دیں کہ پھٹ کر برسے گئیں جس طرح کسی پہاڑ کی ہوا بادلوں کو جب پیچھے ہٹا دیتی ہے تو وہ برسے گئے ہیں۔

**تیسرے سوال کا جواب** جب شروع اکثر میں عموماً بارش کا موسم ختم ہو جاتا ہے تو سمندر جزب کی طرف بہنا شروع ہوتا ہے اور ٹھنڈی شمالی ہوا چلنے لگتی ہے جو چار پاکنی جھینے تک برابر ایک ہی حالت پر بلا طوفان و غیرہ ایک ہی طرف کو چلتی رہتی ہے۔ البتہ اس عرصہ میں کبھی ایک آدمہ ہوا اپنا رخ بدلتی یا ٹھہر جاتی ہے۔ اور اس کے بعد کوئی دو جھینے تک بے قاعدہ ہوائیں چلتی ہیں جس کو کم لوگ دیکھ سکتے ہیں اور توپ لوگ فرسین اور مختلف ہواؤں کا زمانہ کہتے ہیں۔ اور جب یہ دو جھینے ختم ہو جاتے ہیں تو سمندر پھر اچانک رخ جزب سے شمال کو کر لیتا ہے اور جزبی ہوا چلتی شروع ہوتی ہے۔ اور چار پاکنی جھینے تک اسی طرف سے چلتی رہتی ہے اور سمندر کا بہاؤ بھی اس تمام عرصہ میں یکسو شمال ہی کو رہتا ہے۔ اور اس کے بعد پھر دو جھینے تک وہی دیکھی موسم رہتا ہے اور ان دیکھی موسموں میں بہاؤ زانی کرنا نہایت مشکل اور خطرناک ہوتا ہے۔ لیکن ان دونوں معمولی موسموں میں جزبی ہواؤں والے موسم کے اور آخر کو پھر ذکر ہوتی تمام عرصہ میں بہاؤ زانی بہت آسان اور خوش آئند ہوتی ہے۔ پس آپ کے اس بات سے متعجب ہونا نہیں چاہیے کہ ہندوستانی جو بہت ٹورنگ اور نین بہاؤ زانی سے محض نا آشنا ہیں خاصے لیے اور مفید بحری سفر اختیار کر لیتے ہیں۔ مثلاً بنگالہ سے تھامرم روہنا سری، آچی، لاہلا، سیام، اور میڈی گاسکر، کو یا پھلی ٹین، مرادیہ جزائر، الیپ، ہندو، اور ہندو ہاسی کو اپنے جہاز سے جاتے ہیں اور بڑی احتیاط کے ساتھ جاتے اور آگے کے موسم کی مددگی کا حساب لگاتے رہتے ہیں۔ مگر اس پر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مناسب وقت سے زیادہ کہیں تک جانے کی صورت میں باد مخالف سے غلبہ ہو کر تباہ ہو جاتے ہیں۔ البتہ یہ صورت بعض وقت درگستانوں کو بھی پیش آ جاتی ہے جو بہت سے چٹے اور زیادہ تجربہ کار اور واقف ہیں اور جن کے جہازوں کی حالت اور

سازدسا ان زیادہ عرصہ ہیں۔ دونوں وسطی موسموں میں سے وہ موسم جو جزئی ہوا کے بعد آتا ہے چونکہ اُس میں طوفان اور ناگہانی بھکڑے اکثر آتے جتے ہیں اس لئے ایسا خطرناک ہو جاتا ہے کہ اور کوئی موسم ایسا نہیں ہوتا اور یہ جزوی ہوا اپنے تین موسم میں بھی شمالی ہوا کی نسبت زیادہ تند اور غیر مساوی ہوتی ہے جسکے اس موقع پر یہ بات بھی بیان کر دینی چاہیے کہ جزوی ہوا کے موسم کے خاتمے اور برسات کے موسم میں کوئٹہ میں اسل سکون کی حالت ہو کر کناروں پر پہاڑ سا سطح میل کے فاصلہ تک ہوا نہایت طوفانی ہوتی ہے۔ پس فرنگستانی اور غیر فرنگستانی جہازوں کے کپتانوں اور ناؤنڈوں کو اس امر کی بڑی احتیاط رکھنی چاہیے کہ ہندوستان کے کسی بندہ شٹل سمیت یا پھلی پٹن پر ٹھیک برسات کے ختم ہوتے ہی نہ جانکیں ورنہ ان کے جہازوں کو زمین سے ٹکرا جانے کا خطرہ پیش آ سکتا ہے۔ پس میں اپنے مختصر اور جزوی تجربہ کی رو سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ ہندوستان میں موسموں کی ترتیب اس طرح ہے۔

کاش بھکڑا ہوا ایک نتیجے کے اصلی سبب کے معلوم کر لینے کی قدرت ہوتی۔ مگر یہ دیکھا عالم کے تمام بھیدوں کا اور یافت کر لینا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ لیکن اس مسئلہ میں اپنی نذر نہ کرے جو اسے میں نے قائم کی ہے اُس کی بنیاد چند نیانات پر ہے۔ پنا کچھ خیال اول تو یہ ہے کہ جو ہوا چاہے کہ وہ کبھی سے ہونے سے مستند اور دیاؤں کے پانی کی طرح اُس کو بھی چاہے کہ وہ ایک جزو سمجھنا چاہیے کیونکہ یہ دونوں چیزیں اس کی طرف جھکتی اور ایک ہی مرکز کی طرف میل کرتی ہیں۔

جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ چیزیں چاہے کہ وہ سے علیحدہ نہیں ہیں اور پھر اس سے یہ مطلب حاصل ہوتا ہے کہ یہ کڑہ ہوا پانی اور مٹی تین چیزوں سے بنا ہوا ہے ! اس کے بعد دوسرا خیال یہ ہے کہ ہوا یا یہ کہ ایک ایسے خلا میں معلق ہے کہ میں میں خالق نے اپنی مرضی سے اس کو کچھ اس طرح آدینا کر دیا ہے کہ اگر یہ کسی اور نامعلوم جسم سے نکلا جائے تو اپنی جگہ سے آسانی سرک سکتا ہے۔ پھر تیسرا خیال یہ ہے کہ جب آفتاب خط استوا سے گذر کر کسی قطب مثلاً قطب شمالی کی طرف حرکت کرتا اور اپنی شمالی اُس طرف ٹوٹتا ہے اس کے اثر سے قطب شمالی کسی قدر جھکے گا ہے اور قطب شمالی اسی قدر جھکے گا ہے جس میں قدر کہ سورج اُس کی طرف بڑھتا جاتا ہے۔ اسی طرح

شمالیہاں کے اہم اسمی اور میدان گنیمت

جس قدر کہ سورج خط استوا کی طرف واپس آتا ہے اسی قدر قطب شمالی تدریجاً اُبھرے گھٹتا ہے۔ یہاں تک کہ آفتاب کی کڑوں کی طاقت سے وہی اثر قطب جنوبی کی طرف پیدا ہو جاتا ہے۔ اسباب گران خیالات کو صحیح فرض کر لیا جائے اور ان کے ساتھ زمین کی روزانہ حرکت پر غور کیا جائے تو ہندوستانوں کا یہ قول بے وجہ نہیں ہے کہ سورج اپنے ساتھ سمندر اور ہوا کو کھینچتا اور چلاتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ بات سچ ہے کہ آفتاب خط استوا سے گزرتا کسی قطب کی طرف جاتے ہوئے زمین کے محور کی تبدیلی حرکت اور اس قطب کے نیچے کو جھک جائے گا یا مٹ ہوتا ہے تو اس کا یہ لازمی نتیجہ ہونا چاہیے کہ دوسرا قطب اونچا ہو جائے اور سمندر اور ہوا جو دوسریاں اور دنوں کا جسم ہیں۔ پہلی جانب بچنے لگیں۔ پس میرے نزدیک اس بات کا کہنا درست ہے۔ کہ سورج کسی قطب کی طرف جا کر اس طرف کے سمندر اور ہوا کے ایک باقاعدہ بہاؤ کا باعث بن جاتا ہے اور ہوا کے اس بہاؤ سے سرکھی ہوا پیدا ہوتی ہے۔ یعنی سورج کے کسی قطب کی طرف جاتے اور واپس آنے کے وقت سمندر اور ہوا میں دو مختلف قسم کی رفتار پیدا ہو جاتی ہے۔ میرے اپنے خیال میں اس قیاس کی بنا پر یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ قطب شمالی اور جنوبی سے سمندر کے دو بالکل ہی مختلف بہاؤ پیدا ہوتے ہیں۔ اور اگر ایک قطب سے دوسرے قطب تک ایک ایسا سمندر ہوتا جو نہ گنتاں میں ہو کر گذرنا تو ہم وہاں بھی ہر حالت میں سمندر کی ایسی ہی دو قسم کی باقاعدہ لیکن مختلف رفتار۔ پاتے ہیں کہ ہندوستان میں ہے۔ اور اس قاعدہ کے عام نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ قطعات زمین کے متعلق ہو جانے کے سبب سے سمندر کا بہاؤ بگڑ کر دوسری جانب کو ہو جاتا ہے جیسے کہ بعض لوگوں کا قول ہے کہ معمولی قدر جزائر سمندروں میں جو بحیرہ خلیج کی طرح مشرق سے مغرب تک پھیلے ہوئے ہیں ٹرک جاتا ہے اور اس خیال کے اعتبار سے یہی رائے میں یہ بات بھی کہی جا سکتی ہے کہ ہوا کی بھی دو قسم کی ایک دوسرے سے مختلف رفتار ہے۔ اور اگر ساری زمین صاف ہوا اور ایک جیسی ہوتی تو نہ کہہ بلا خیال کے موافق شمالی اور جنوبی ہواؤں کی رفتار بھی مڑا اسی قاعدہ پر ہوا کرتی۔

چوتھے سوال کا جواب | ہر زمانے میں ملک مصر کو دنیا میں سب سے عمدہ اور زرخیز قرار دیا گیا ہے۔ لہذا حال کے سورج بھی یہی کہتے ہیں کہ کسی اور

ملک میں اس خصوصیت کے ساتھ قدرتی وسائل موجود نہیں ہیں۔ لیکن جنگلے میں دو مرتبہ جانے سے جو واقفیت ممکن ہو اس ملک کی نسبت حاصل ہوتی ہے اس سے بھلا کو بھی ہے کہ جو نفیلت ملک معرکے نموب کی گئی ہے وہ نیا لا تربکا لرا من ہے۔

جنگلے میں چاول اس کثرت سے پیدا ہوتا ہے کہ نہ صرف اس پنگال کی پیداوار کے بلکہ وہ دودھ کے مکوں کو چاہا ہے۔ چنانچہ جنگلے کے راستے ٹپنہ کو اور سندھ کی راہ سے پھلی ٹپنہ وغیرہ بنادر ساحل کار و منزل خصوصاً حیدرہ سرا ایپ اور جزائر الدیپ کو بھیجا جاتا ہے۔

اسی طرح کھانڈ وغیرہ بھی کثرت سے ہوتی ہے جو گول کنڈا اور تمام کرناٹک بکاس کا ذکر کر کہاں بہ بہت کم پیدا ہوتی ہے اور تھا اور لبرہ کو ہر کر عرب اور عراق کو اور چند مہاس کے راستے سے ایران کو جاتی ہے۔

جنگلے کے مرتبے بھی مشہور ہیں خصوصاً ان مقامات کے جہاں پڑگیز روگ آباد ہیں اور جو نہایت عمدہ مرتبے بناتے ہیں چنانچہ وہ سمودوں میں سے ویسے ہی بڑے بڑے پکڑتوں کا جیسے کہ ترنگٹان میں سمیتے ہیں اور ایک خاص قسم کی روئیدگی کی چڑھا جو عقیقہ کی ہڈی اشہد ہوتی ہے اور آم کا اور انٹاس کا جو ہندوستان کے دو عام میوے ہیں۔ اور آلمہ اور نمبر اور ادک کا مرتبہ بناتے ہیں۔ یہ مرتبے دلوں کی اہم اشیائے تجارت میں شامل ہیں۔

یہ جگہ کہ جنگلے میں معرکے عہدہ گیہوں پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن یہاں کے باشندوں کا تصور ہے جو مصر والوں کی نسبت چاولوں پر زیادہ گدھا کرتے ہیں اور روٹی بہت کم کبھی کبھار کھاتے ہیں مگر پھر بھی ملک کی ضرورت کے لحاظ سے گیہوں کچھ کم نہیں بویا جاتا۔ چنانچہ ترکستانی اہل بھار خطا ڈھانچہ اگر بنادر پڑگیز وغیرہ سستے داموں گیہوں خریدتے اور سندھ کے سفر کے واسطے بکٹ بناتے ہیں۔

اس ملک کے لوگوں کی غذا زیادہ تر تین چار قسم کی ترکاری اور چالی پنگال کی ازرائی اور گھی ہے جو بہت ہی ضروری سی قسمت سے حاصل ہو سکتی ہے

اور ایک روپیہ میں سے زیادہ عمدہ مصالح نکلتے ہیں اور بلیٹیں اور مرغایاں بھی اسی قدر ازراں ہیں۔ بھڑکھروں کی بھی افزا ہے اور سود تو اتنے سستے ہیں کہ جو پڑگیز وہاں

شاہجاہ کے ایام امیری اور مہاراجت میں

آباد ہیں وہ قریباً تمام تہذیبی کا کرشت کھاتے ہیں۔ اور سستا جان کر انگریزوں اور ٹوپی بھی اپنے جہازوں کے واسطے ٹھیک لگا کر رکھ لیتے ہیں۔ اور ہر قسم کی تازہ اور ٹھیک سرد پھل بھی اسی افراد سے ملتی ہے۔

نرخہ جگہ سے میں معیشت کی ہر ایک چیز افراط سے ہے۔ اور اس افراط ہی کا طفیل ہے کہ بہت سے پرتگیز اور دو نفلے یورپین اور دوسرے جہانوں سے جن کو پونچ لوگوں سے ان کی مختلف لڑا بادوں میں سے نکال دیا ہے اس زر خیز ملک میں آکر پناہ لی ہے۔ چنانچہ فرقہ بیسٹ لوسا گیلین کے لوگوں نے جن کی بڑی بڑی جماعتیں ہیں اور جو اپنے اعمال مذہبی کو آنا مانا اور بلا وقت عمل میں لا سکتے ہیں جیسے اس بات کا یقین دلایا کہ وہ پھل بھی میں آٹھ ہزار سے نو ہزار تک عیسائی لیتے ہیں اور اس ملک کے اور حصوں میں تو ان کی تعداد کہیں نہ رہے بھی زیادہ ہے۔ اور اس ملک کی زر خیزی عورتوں کے حق اور سلیم الطبعی نے پرتگیز۔ پونچ اور انگریز لوگوں میں یہ بات رہاں زد کر دی ہے کہ۔ جنگلے میں داخل ہونے کے واسطے تو سودا سے ہی مگر بھٹنے کے لئے ایک بھی نہیں۔

**جنگل کی روٹی اور شیش** تجارتی نقطہ نظر سے اتنی عمدہ اور مولوں اشیاء کی وجہ سے جو غیر مکی سودا گروں کی کشش کا باعث ہوتی ہیں۔ میرے خیال میں جنگلے کی عوامی کوئی ملک نہیں کر سکتا۔ اور علاوہ اس عمدہ شکر کے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ اور جس کو قیمتی لائق تجارت اجناس کی فہرست میں درج کرنا چاہیے۔ اس ملک میں روٹی اور زخم بھی اس قدر ہوتا ہے کہ اس ملک کو نہ صرف ہندوستان بلکہ اس پاس کے ملکوں اور نیز پپ کا گودام مگر کہنا زیادہ ہے۔ میں بعض اوقات روٹی کے ہر قسم کے باریک اور موٹے اور سفید اور رنگ دار کپڑوں کی افزائش کو دیکھ کر حیران ہوتا تھا۔ جن کو خصوصیت کے ساتھ پونچ لوگ مختلف مقامات خصوصاً جاپان اور یورپ کر سکتے ہیں اور انگریز اور پرتگیز اور خاص یہاں کے سودا گری بھی ان چیزوں کی بہت سی تجارت کرتے ہیں۔ اور یہی کیفیت۔ شیش اور ہر قسم کے شیشی کپڑوں کی ہے۔ جس سے روٹی کا کپڑا تمام سلطنت مغلیہ میں لا محدود زراعتی ملک بلکہ عموماً تمام غیر ملکوں کو یہاں سے جاتا ہے اس کی مقدار معلوم کرنا ممکن ہے۔

حقیقت میں یہاں کارٹھیم ایسا عہد نہیں ہوتا جیسے کہ ایران - شام - سیلیا - اور  
ہیرت کا لیکن یہ سستا بہت ہے اور میں قلعی طور پر کہہ سکتا ہوں کہ اگر عہدِ چھانٹ لیا  
جائے اور احتیاط سے سانس کیا جائے تو اس سے نہایت ہی عہد کھڑا ہو سکتا ہے -

ٹوپہ لوگوں کے قاسم بانار کے ویشم کے کارخانہ میں بعض اوقات سات آٹھ سو آدمی  
کام کرتے ہیں - اور اسی قدر انگریزوں اور دوسرے سوداگروں کے کارخانوں میں -

بنگالہ خود سے کی بھی بڑی مٹی ہے اور گنگا کے راتے سے بہت سا خوبہ پٹنہ سے دلا  
کر جاتا ہے اور ٹوپہ اور انگریز خود سے کی بہت سی کھیتی ہندوستان کے مختلف مقامات  
اور فرنگستان کو بھیجتے ہیں -

اس زعفرانک سے گوند انیرن - موم - مشک - بلانی - گہے پل اور دوسری بہت سی  
دوائیں حاصل ہوتی ہیں اور گھی جو آپ کو ایک ٹاپیز جنس معلوم ہوگی یہاں اس افزا سے  
ہوتا ہے کہ اگرچہ غیر ملکوں کو اس کا بیہنا غامہ وقت طلب ہے - مگر پھر بھی سمندر کی راہ سے  
بے شمار باہر جاتا ہے -

**بنگال کی "مراغ آب دہا"** لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ یہاں کی ہوا خمر شاہد کے  
پاس کی اجنبی لوگوں کو شاذ ہی مراغ ہوتی ہے - چنانچہ  
ٹوپہ اور انگریز لوگوں میں جب کہ پہلے پہل یہاں آکر رہے کثرت سے اموات ہوئیں اور  
ہندو گاہ بلا سرحد میں سے دو خوبصورت انگریزی جہازوں کو جو ٹوپہ لوگوں کے ساتھ  
لڑائی ہونے کی وجہ سے یہاں سال بھر تک ٹھہرے رہے تھے اس حال میں پایا کہ بہت  
سے غاموں کے مرجانے کی وجہ سے اس قابل نہ تھے کہ کہیں جا سکیں - لیکن اب یہ دولوں  
تو ہیں بہت احتیاط سے رہتی ہیں اور اموات بھی کم ہو گئی ہیں - جہازوں کے مالک اس  
بابت کی احتیاط رکھتے ہیں کہ ان کے آدمی شراب کو پیچ بٹا کر نہیں دے مگر قندی شراب اور  
خمر کے عرق اور پانی اور جاتیل ملا کر پیتے تھے - اور جس کا ذائقہ گویا بہت اچھا تھا - مگر  
نتائج مہلک تھے - اور ہندوستانی عورتوں کے نزدیک نہ جاتیں شراب اور خمر کو پیچنے  
والوں سے نہ لیں - لیکن عہدِ قسری انگریزی شراب اور خمر ہی غام شراب - ان کو اگر احتیاط

لے کر قسطنطنیہ اور شامی درجنہا ہوں کا نام ہے - اس پر صبح - عصر - و - شام - نہ سے کثرت

سے شراب کے اس قسم کے مرکب کو جو مرضِ قزح تیار کیا جاتا ہے انگریزی میں پکے کہتے ہیں - اس مریح



شاہجہاں کے یام امیری اور عبادت گاہیں

کے ساتھ استعمال کیا جائے تو مخالف آپ دہرہ کے اثر سے بچنے کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی ہیں۔

**بنگلہ سے راج محل تک** | اس ملک کی خوش فہمی کو بیان کرتے ہوئے اس بات کا اظہار فرمادی ہے کہ اس ملک میں جو دریا سے گنگا کے دریاں نکلنا شروع ہوتی ہیں وہ دریاں تمام پانیوں سے بہتر سمجھے جاتے ہیں۔ مختلف مقامات میں بہت گنجان آبادی ہے اور چاول اور اکیچ اور غلہ اور بہت قسم کے ساگ پات اور سرسوں اور تل کے بڑے بڑے کھیت موجود ہیں اور ریشم کے کپڑوں کی لہذا کے واسطے کوئی دوسری فراموشی نہ کے برابر چھوٹے چھوٹے شہر کے درخت ہیں۔

لیکن بنگالے کو ان بے شمار قلعوں نے جو بطور ٹاپوں کے دریا سے گنگا میں ہیں اور جن کی دھرتی بعض جگہ پر سات منزل کی مسافت کی ہے، عجیب خوبصورت بنا رکھا ہے۔ ان ٹاپوں کی دھرتی کھجور ہے۔ لیکن سب نہایت درخت اور جنگلوں سے بھرے ہوئے اور سیوہ دار درختوں اور اناس سے پڑا ہونے والے بونے ہوئے ہیں۔ ہزاروں جہریں اتنی درختوں کے ہواں نظر کام نہیں کرتی ہیں جادری ہیں اور ایسی معلوم ہوتی کہ گویا ایسی ہی روشنی درختوں کی مڑاؤں کے نیچے ہی جوتی ہیں۔

**خلیج بنگال کے جزیرے** | سمندر کے پاس کے بہت سے جزیروں کو جن پر اراکان کے قزاق لوٹ مار کرتے رہتے تھے اور جن کا ذکر اور کسی مقام پر کیا گیا ہے وہاں کے باشندوں نے چھوڑ دیا ہے اور اب وہ بالکل آوارہ پڑے ہیں جہاں بجز ہرگز جنگلی سمندوں پرندوں اور شیروں کے جو بعض اوقات ایک جزیرے سے دوسرے جزیرے میں چلے جاتے ہیں اور کوئی جان دار مخلوق نظر نہیں آتی۔ چھوٹی کشتیوں میں جیسے کہ وہاں گنگا کو عبور کرتے ہوئے دیوان جہیزوں میں جاتے کا معمول طریقہ ہے، اکثر مقامات میں کشتی پر تھوڑے ناظرے سے غالی نہیں ہوتا۔ اور اس بات کی احتیاط رکھنی چاہئے کہ رات میں کشتی کو کسی درخت سے باندھ دیا جائے تو وہ کنارے سے کبھی غاصلہ پر

کیونکہ پیشہ ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ کوئی نہ کوئی آدمی شیر کا شکار ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ خوں خوار چاقو جب لوگ سونے پڑے ہوں کشتی میں آ جاتے اور بھول اس ملک کے لادلوں کے دلہنر ملک کی ہر کسی ایسے آدمی کو پہچان کر اٹھائے جاتے ہیں جو سب سے مرثا خانہ ہو۔

مجھے وہ لادلوں کا وہ لادنی سفر یاد ہے جہاں نے پہلی سے اگلی ایک یادگار دریائی سفر | ایک ان جزیروں اور نہروں میں سے کیا تھا جس کو میں پہلیں کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اُس سفر میں کوئی دن ایسا نہیں گذرا جو کوئی نہ کوئی عجیب واقعہ پیش نہ آیا ہو۔ ان جزیروں اور نہروں کی طرف جاتے ہوئے جب ہماری سات ڈالڈوالی کشتی وہاں پہنچی سے نکل کر دس چھوہ میل سمندر میں بڑھ گئی تو ہم نے سمندر کو پھیلوں سے عوام ہر بڑی کارپ کی قسم کی معلوم ہوتی تھیں۔

اور جن کے پیچھے تعاقب کے طرہ پر کثرت سے ڈالڈول پھیلیاں لگی چلی آتی تھیں مہرا ہوا دیکھا میں نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ کشتی کو ان کی طرف لے چلیں اور میں نے دیکھا کہ بہت سی پھیلیاں پہلو کے بل اس طرف بڑی ہوتی ہیں جیسے شُرہ اور بعض کچھ کچھ حرکت لے صاحب نہنگ رشید نے اس آلفظ ڈالڈول کہا ہے اور اُس کی عادت جو بظاہر ایک انسان سے کم نہیں یہ بھی ہے کہ وہ جبے ہوئے آدمی کو وہاں سے نکال کر کتا دے یہ ڈالڈول جیسے چٹانچہ اُس کی اسی مادہ کے اقتدار سے شعلہ ایسا دیم ڈونی لے بھی اپنی ایک غنوی میں سمند کے بازوؤں کی تعریف میں کہا ہے۔ پھیلی بازو کی ڈالڈولیں۔ غور کش بھرفوں سے مرم ہیں۔ یہ اور کتاب مخزن الادویہ میں اس کی نسبت یہ عبارت بھی ہے کہ۔ اسم لہذا فی است و بچھے گنہشہ اور ہشت روی دینی نین، اسم لہذا از سب است کہ بہرین شترہ البحر و بہار سی نوک ابی و ابی بنی و ناز و وہلی گہر ابی و بھدای سرس نامہ۔ و اتفاق نام ہے اور بعض کہتے ہیں وہی گنہشہ و لینی۔ و لینی، میں ایک قسم کی پھیلی کا نام ہے جسے عرب میں۔ لغوی میں البحر و ناری میں۔ نوک ابی اور نای بنی و ناز۔ اور لینی میں۔ گہر نای۔ ہندی میں۔ سوس۔ کہتے ہیں، اور انگریزی کی کتابوں میں یہ ہے کہ یہ لفظ لینی و نای کا ہے اور انہوں نے اس کو ایک قسم و صیل پھیلی کی کہا ہے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب طوفان اٹے کہ ہوتا ہے تو یہ پھیلی اُچھلنے کو دے گئی ہے جس سے طاع بڑھتا ہو جاتے ہیں اور اس باعث سے اس کو انسانوں کا دوست کہتے ہیں اور یہ بھی مشہور ہے کہ یہ قریب امرگ ہو کہ چہ تو کر گٹ کی طسوت اپنا رنگ دے گئی ہے۔ س۔ م۔ م۔

کرتی تھیں اور بعض عزت کی حالت میں بیہوش پڑی لڑتی تھیں چنانچہ ہم لوگوں نے چوبیس پھلیاں اپنے ہاتھوں سے پکڑ لیں اور دیکھا کہ ہر ایک کے منہ سے ایک پھل نکلتا باہر نکلتا ہوا ہے جیسا کہ کارپ پھلی کے ہوتا ہے اور اُس میں ہوا بھری ہوتی ہے اور اس کا سراسر مٹی نما رنگ کا ہے۔ مٹائے آسانی سے معلوم کر لیا کہ یہی پھل پھلیوں کو ڈوبنے نہیں دیتا۔ مگر یہ بات بالکل مہری جو میں نہیں آئی کہ وہ باہر کو کیوں لٹک رہا تھا۔ لیکن شاید یہ سبب ہو کہ ڈالنے پھلیوں نے دیر تک ان کا پیچھا کیا ہوگا اور سالن کے سخت دباؤ سے یہ پھل باہر نکل پڑا میں نے اس کا ذکر سیکڑوں جہانداروں سے کیا مگر کسی نے یقینی نہیں کیا۔ اعلیٰ ایک ڈچ غلام نے مجھ سے کہا کہ چینی کے کنارے پر جب کہ میں ایک بڑی کشتی پر سفر کر رہا تھا تو میں نے بھی ایک ایسی ہی صورت دیکھی تھی اور کشتی سے باہر اتنے نکال کر بہت سی پھلیوں کو پکڑ لیا تھا۔

اگلے دن ہم کچھ دیر کر کے ان جہازوں میں پہنچے اور ایک ایسی قمری قوس قزح کا نظارہ دیکھ کر ہند کر کے جہاں شہر کا خوف دستا خشکی پر آخر پڑے اور آگ روشن کر لی اور میں نے اپنے نوکروں کو لکھ دو مرغ اور کچھ پھلیاں تیار کر لیں اور خوب مزے سے کھا ڈالا۔ اور پھلیاں فی الواقع لذت تھیں۔ میں نے پھر کربے کھا اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ رات ہونے تک ہمارے چلے چلیں کیونکہ ان نہروں کے درمیان اندھیرے کے باعث راستہ بھول جائے گا خوف تھا۔ اور ایک محفوظ کھاڑی تلاش کر کے ہم بڑی نہر سے اُس میں چلے گئے اور کشتی کو کنارے سے مقبول فاصلہ پر ایک درخت کے موٹے ٹہنے سے باندھ کر رات بسر کی۔ اور جب کہ میں گھباتی کے لئے جاگ رہا تھا تو میں نے آسمان پر ایک عجیب شکل دیکھی۔ جیسے دو تہہ دہلی میں بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ یعنی ایک قمری قوس قزح دیکھی اور اپنے سب ساتھیوں کو جگا کر کھاڑی جو دیکھ کر بہت شگفتہ ہوئے۔

اس قمری قوس قزح کو بعض چارے اس زمانہ کے لوگوں نے بھی دیکھا ہے چنانچہ کتاب نامہ مشرق میں جس کو علامہ ونظاک کی ایک کمیٹی نے بحکم ناصر الدین شاہ بدشاہ حال ایمان شہرہ و معروف المی علم کے تذکرے کے طور پر تالیف کیا ہے اور جو خوش قسمتی سے سلیم شاہی طبرانی کی چھپی ہوئی چارے کتب خانہ میں موجود ہے، ابن بطوطہ صاحب کے تذکرے کے ذیل میں لکھا ہے کہ شاہزادہ علی قلی میرزا وزیر علوم و آثار کٹر سرور مدرسہ تعلیم ایمان نے اپنی ایک تالیف میں لکھا ہے کہ لفظ عربی میں صبح کہہ کر دیا

غرضاً دو پرنگیز جو کشمیر اور جہازوں کے معلوم یعنی رہنا تھے اور جن کو میں نے اپنے ایک دوست کے کہنے سے اپنے ساتھ ہڑ سالیاتاً انھوں نے کہا کہ ہم نے ایسی قوس بھی دیکھی جسکی تیسرے دن ہم ان نہروں میں راستہ بھول گئے اور اگر ہم کر بھیں پرنگیز جو ایک جڑی سے میں تک بنا رہے تھے ڈلنے تو میں نہیں جانتا کہ ہم کو سب سے راستہ کیونکر معلوم ہوتا۔ اس رات کو جب کہ چاری کشتی ایک چھوٹی سی محفوظ کھاڑی میں لگی ہوئی تھی میرے پرنگیز رفیقوں نے جو شب گذشتہ کے عجیب مشاہدے کے خیال سے اپنی نظریں ہر وقت آسمان کی طرف لگائے ہوئے تھے بمسکو نیند سے جگایا اور ویسی ہی قوس تیز چھر دکھائی جیسی کہ ہم نے کل رات دیکھی تھی۔ یہ آپ کو خیال نہ کرنا چاہیے کہ میں غلطی سے چاند کے بالکل قوس سمجھتا ہوں۔ نہیں میں اسے کو خوب جانتا ہوں کیونکہ بمقام دہلی ہر سات میں ہر شخص بے اکثر چاند کے گرد ہالہ دیکھ سکتا ہے۔ لیکن اگر اسی وقت نظر آتا ہے جب کہ چاند آفتاب سے جیسے ماسے صفر گذشتہ کے خوف سے بادشاہ کے ساتھ موضع اور میں ٹہرے ڈلے ٹہرے تھے ایک رات کو جو شب آہ تھی اور غنیف ماحشر جہاں تھا تو میں رات کے وقت وہیں ایک کام کے لئے اپنے محل سے باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ چاند آفتاب کے قریب ہے اور اس کے مقابل مشرق میں قوس پڑی ہوئی ہے چونکہ دیکھنا تو کیا چاند سے قوس کا پڑنا کبھی سننا بھی نہ تھا بمسکو نہایت حیرت ہوئی اور میں نے امیر زادہ محسن مرزا اور ملا علی حسا مصفا علی اور حکیم قادیانی اور شمس الشرا سرور ش۔ اور جناب نصیر الدین میرزا صاحب انوار خان وزیر کثارت کو جو میرے ساتھ تھے جگہ کر دکھایا اور وہ بھی شجب ہوئے اور پھر میں نے اس کا ذکر جو اکثر اہل کمال سے کیا کریں دیکھتا تھا کہ وہ بظاہر ہاں ہاں تو کرتے تھے مگر دل سے اس کا اہی کو نہیں دیتا۔ اس کے بعد میں نے کتاب تاریخ انکسالی قمری قوس کا پورا پورا حاشیہ سے بمسکو نہایت تعزیت ہوئی اور جیسے میں اپنے قول کی صداقت کی خاطر اس کتاب کا حالہ دیتا تھا۔ مگر چونکہ بمسکو ہمیشہ اس کی تحقیق کا خیال تھا پھر میں نے علم طبیات کی کئی کتابوں میں دیکھا کہ کھاتے رنگستان میں سے کئی شخصوں نے قمری قوس کو دیکھا ہے۔ چنانچہ کتاب نزہۃ الکاف صنف لکھتا ہے کہ سورج کی طرف چاند سے بھی قوس پڑتی ہے مگر قمری قوس کے رنگ بہت کچھ ہوتے ہیں اور کتاب نزہۃ الکاف میں جو چار جلدوں میں ہے لکھا ہے کہ قمری قوس کے رنگ بہ نسبت آفتاب کے چاند کی مدھنکی کے کم ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے کم مشہور ہوتے ہیں اور ایک اور کتاب میں لکھا ہے کہ کبھی کبھی چاند سے بھی قوس پڑتی ہے چنانچہ آہ خیر خندہ میں شہر غوثی جو ملک نرائن کا ایک شہر ہے دیکھی گئی تھی۔ م۔ م۔ ع۔

ٹٹا ہواں کے ایام اسوی اور مہینہ گنگے جی

بہت بلند ہر چنانچہ میں تین چار رات تک حوازا دیکھتا رہا ہوں اور بعض اوقات دھواں والے بھی دیکھا ہے مگر جس قوس کا میں نوکر کرتا ہوں وہ چاند کے گرد کوئی دائرہ نہ تھا بلکہ وہ چاند کے مقابل اسی طرح جیسے آفتاب کی قوس ہوتی ہے موجد تھی۔ چنانچہ جب کبھی میں نے قری قوس کو دیکھا تو چاند کو مغرب میں پایا اور قوس کو مشرق میں۔ اور چاند قری ٹٹا ہوا تھا۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو میرے نزدیک اس کی شعاع قوس پہنچ کر اس کے قابل نہ ہوتی یہ قوس اسے کی طرح سفید نہ تھی اور اچھی طرح نمایاں تھی بلکہ طرح طرح کے رنگ بھی اس میں نمودار تھے۔ اس لحاظ سے تو جناب میں متقدمین کی نسبت زیادہ خوش نصیب ہوں جنہوں نے اسطو کے قول کے بموجب اس کے زمانے سے پہلے قری قوس قزح کا ہونا بیان نہیں کیا۔

عجیب و غریب شکاریاں | پورے روز کی شام کو معمول کے موافق ہم بڑی نہر میں سے ایک محفوظ جگہ چلے آئے اور وہاں ہم نے ایک غیر معمولی رات بسر کی۔ ہر نام کو بھی نہ تھی اور گری اور گھس کا یہ عالم تھا کہ دم لینا مشکل تھا اور اس اس کی ہمارے میں جگہ اس کثرت سے بچنے تھے کہ ہر آگ لگی ہوئی معلوم ہوتی تھی اور ہر شعلوں کی طرح آگ نکل نکل کر چارے لعل کو ڈراتی تھی جن کو بھین تھا کہ یہ سب میں بہت ہیں۔ ان لڑائی صورتوں میں سے دو صورتیں بہت عجیب و غریب تھیں یعنی ایک تو بڑا آتشیں گراہا اس قدر عرصے سے ہر دماغ پتھر پتھر کے پڑنے میں گذر گیا زیادہ دیر تک قائم رہا۔ دوسرا ایک چھوٹا سا آتشیں دھتھہ پاتھ گھٹنے سے زیادہ عرصہ تک رہا۔

سخت طوفان اور بارش | پانچویں دن کی رات بڑے ہی خوف و خطر میں گندھی باہمی سخت طوفان اور بارش سخت ہوا آئی کہ گرم اپنے خیال کے موافق درختوں کے نیچے بڑی محفوظ جگہ میں تھے اور کشتی میں احتیاط سے بندھی ہوئی تھی مگر نظر کار سائوٹ بگڑا اور اگر میں اور میرے وہ دو دوں پر گھر سنا تھی دفعتاً اپنے ہاتھ و دھنوں کے ٹہنوں میں ڈال کر ان کو دو گھنٹے تک یعنی جب تک کہ وہ طوفانی ہوا برابر شدت سے چلتی رہی تھوڑے عرصے کے بعد کپڑے ریت پر بالعمود درہم بڑی نہر میں جا گرتے اور آسمان وہیں سر جلتے۔ کیونکہ ہندوستانی لعلوں سے جن پر بالکل خوف ہمارا تھا کسی طرح کی اُمید نہ تھی۔ اس دھت جہاری حالت

شہ عیاں ہونے کے بعد کشتی کو ایک دھماکا مچا۔ س۔ م۔ س۔

بڑی ہی دردناک تھی! مینہ اس خفت سے ہڈیاں تھکا کر کشتی میں گر اڈول کے ڈولان کے گرد رہے ہیں۔ اور بجلی کی چمک اور کوڑک ہمارے سروں کے آس پاس اس قدر تیز تھی کہ ہم اس پر لٹاک رات کو اپنی مالاں سے اڑیں ہو چکے تھے۔ مگر جارا باقی سفر ایسی عودگی سے گذرا کہ آس سے زیادہ اور کیا ہوگا۔

نویزدہم بجلی میں پہلے اور اس خوش ٹالٹک کو دیکھ دیکھ کر جس میں سے جارا گذر ہوا میری آنکھیں سیر نہیں ہوتی تھیں۔ مگر میرا صندوق اور تمام پہننے کے کپڑے ہلکے گئے تھے۔ سرخیاں سرگئی تھیں۔ پھلیاں تلف ہو چکی تھیں اور تمام بکٹ مینہ سے کچلے ہو گئے تھے۔

**پانچویں سوال کا جواب** | میں نہیں جانتا کہ میرا اس پانچویں سوال کا حل قابلِ غرضی ہو گا یا نہیں۔ لیکن جو رائے میں پیش کروں گا وہ مشاہدہ اور تحقیق پر مبنی ہے، یہ کہ میں نے دریائے نیل شاکی طغیانی کو دوسرے دیکھا ہے اور اپنی مٹا اس غرض سے کہ دریائے نیل کے منبع و نذر کی اہمیت مصنف کے بعد کے زمانے میں جو تحقیقاتیں مل رہی ہیں اس سفر کے ساتھ ناظرین اُن کو بھی پڑھیں ہم تاریخ مصر میں سے جس کو شینگ جوائی ملی گزرتے ٹاکٹر وین صاحب کی تاریخ اقوام قدیم میں سے انتخاب کر کے اضافہ بعض مفید معانی اور ماحیثوں کے علاوہ جہاں خاصا مہارت ذیل نقل کرتے ہیں۔ س۔ م۔ ع۔

دریائے نیل کی طغیانی

مصر میں دریائے نیل بھی ایک عجیب چیز ہے۔ اس ملک میں جتنے بہت ہی کم ہر سال ہے۔ گراس واپکی طغیانی سے تمام ملک سیلاب ہو جاتا ہے۔ اور نہ برسنے کی کمی سے جو نقصان ہوتا ہے اُس کا بدلہ دریائے نیل سے کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اگر ملکوں کی بارش کو بغیر حصول کے جمع کر کے مصر میں اکٹھا دیتا ہے۔ چنانچہ ایک شاعر نے مصر کے کھیتوں کے حق میں خوب کہا ہے۔ شہر عجیب طور کی تھیں مصر کی پرانے کے کہیں قطریں بارش کی دان دھنی پر۔ اس فیض و رمان سے بڑے زیادہ غارتہ آٹھلے کے سے مصر میں نے نہ جڑوں کے اندازہ پر اور مناسب مناسب مناسب پر ہے غار جہوں مناسب مناسب غرض و طول کی بنائی تھیں اور اُن کے درمیان سے دریائے نیل اپنی نیماض واپدوں سے ہر جگہ کڑو فیض کھاتا تھا۔ نہروں کی راہ سے لوگ سفر کرتے تھے اور خشکی پر چلنے اور خشکی کے سفر کی مصیبت جاتے پہننے سے گرا اس دریا سے غریبوں کو پاس پاس کو دیا تھا۔ اور دریائے حرم کو بحیرہ روم سے لایا تھا اور اس

شا جہاں کے ایام اسیری اور عہد ونگے میں

قبیلہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ، سب سے ملک کی اندرونی و بیرونی تجارت بہت رونق پر تھی اور دشمنوں سے بھی ملک محفوظ تھا ان سب باتوں کے سبب کہا جاتا ہے کہ حقیقت میں یہ دہلا سیر کا منزل اور اس کا بہت بڑا محافظ ہے ۔ میرا سے کھیتوں میں دو لاکے پانی کو پانی سے نہ روکتے تھے مگر شہروں میں جو بڑی صنعت سے بچے تھے اور ہر طرف پانی بھر جاتے سے جزیروں کی طرف دنگھان دیتے تھے ۔ پانی نہیں جا سکتا تھا وہاں کے رہنے والے ان سیاحوں کو جو دریائے نیل کے پانی سے بھر جاتے تھے اپنے اپنے مکانوں پر چڑھ کر نہایت خوشی سے دیکھتے تھے ۔

### دریائے نیل کے مخزنج

مشرق میں خیال کرتے تھے کہ دریائے نیل کا مخزنج اُن پہاڑوں میں ہے جو کہ قرعہ نام سے مشہور ہے اور خط استوا سے دس درجہ عرض جہزلی میں واقع ہے ۔ تقویم البلدان میں برطانیہ کے قول لکھا ہے کہ دریائے نیل تمام دنیا کے دریاؤں سے بڑا اور لمبا ہے ۔ مگر یہ پُرانا زمانہ کی بات ہے اور پ کے سیاحوں اور جہزانیوں سے جو نئی نئی تحقیقاتیں کی ہیں اُن سے معلوم ہو گیا ہے کہ دنیا میں بہت سے دریا دریائے نیل سے بڑے اور لمبے ہیں ۔ سب سے بڑا دریا وادیوں امریکہ کے ملک میں امیزون ہے اور دریائے نیل کی لمبائی سے دو گنے سے بھی زیادہ لمبا ہے ۔ دریائے نیل کا مخزنج اگلے زاد میں اچھی طرح تحقیق نہیں ہوا تھا چون جہزانیوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ خط استوا کے جنوب کی طرف بالکل دہرا ہے اور اس سبب سے وہاں کا حال دریافت نہیں ہو سکتا اور جو کچھ یہ ٹانگوں سے لکھا ہے اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں ہوا ۔ دریاں صاحب لکھتے ہیں کہ پانچ سے زیادہ کے سیاحوں نے یہ تحقیق کیا ہے کہ خط استوا سے بارہ درجہ عرض شمالی میں اس کا منبع ہے اور اس سبب سے مشرق میں کی تحقیقات کی بہ نسبت اس دریا کی لمبائی کو قریب بارہ یا چندہ سو میل کے کم بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دریائے نیل ایک بڑے پہاڑ کی ٹوٹیوں سے نکلتا ہے جس کا نام گریام ہے اور ملکیت اہل سینا میں واقع ہے گزراہ حال میں انگلستان کے فابری جہزانیوں کی سوغاتی ہے اس دریا کے مخزنج دریافت کرنے کو بہت سی کوششیں کیں اور کچھ ان اسپیک صاحب تین دفعہ اس کا مخزنج دریافت کرنے کے لئے افریقہ میں گئے ۔ آخر جہزانیوں کا مشہور میں تھا ۔ اُنہوں نے اپنے سفروں میں جن خط استوا کے نیچے ایک بہت بڑی جھیل پائی اور دیکھ کر امیزون اس کا نام رکھا اُن کے نزدیک یہی جھیل در حقیقت دریائے نیل کا مخزنج ہے جہزانیوں سے اس جھیل کا قریب تیس درجہ عرض جہزانی پر واقع ہے ۔ جو گزراہ دریائے نیل کا سرا ہے ۔ اس صاحب سے دریائے نیل پر نہیں درجوں کی لمبائی لیکن دو ہزار تین سو میل کے

آتی طول میں بہتا ہے اس جھیل کے جنوبی سرے سے مغرب کی طرف آڈو ٹیکٹول نامی ایک دریا ملتا ہے جو  
 ملتا اس جھیل میں بہتا ہے مگر کچھ ان اسپیک صاحب کہتے ہیں کہ اس دریا سے اوہ دریا کے نیل سے کچھ  
 نیل واسطہ نہیں ہے۔ اور اگر جھیل کے اسی جنوبی سرے سے مشرق کی طرف جاؤ تو وہاں کوئی بڑا دریا نہیں  
 ہے۔ کیونکہ وہب کے ساحلوں سے انہوں نے تحقیق کیا کہ وہ لوگ اندر جاوے کے مغرب کی طرف ٹنگ کی  
 جھیلیں اور ٹنگ کے میدان ہیں اور پہاڑی ٹنگ ہے پانی کی بہت قلت ہے۔ کبھی کبھی کوئی چھوٹی  
 ندی ہوتی ہے۔ اس جھیل کے شمال کنارے سے دریا نے نیل نکلتا ہے اس جھیل کے شمال مشرق  
 میں اور جھیل ہے مگر کچھ ان اسپیک صاحب کا وہاں ٹنگ جانا نہیں ہوا شہد ہے کہ وہاں ایک آبپاشی  
 ہے جو ان دونوں جھیلوں کو ملا دیتی ہے۔ اس پہلی جھیل سے بھی ایک دریا نکلتا ہے جس کا نام آنسو  
 ہے اور نتیجتاً سواریں درہم دھن شمالی ٹنگ بہکر دریائے نیل میں مل جاتا ہے۔ وکٹوریہ نیز انجیل کے  
 شمالی کنارے میں سے تین دھاریں نکلتی ہیں اور تھوڑی دیر بہکر سب آپس میں مل جاتی ہیں اور ایک  
 دریا بن کر دریائے نیل میں مل جاتا ہے۔ ان میں سے مشرقی دھارا اس طرح پر غلی ہے کہ جھیل میں سے ایک  
 حصہ پانی کا شمال کی طرف مٹھ ہے۔ اسپیک صاحب نے اس کا نام نچر لین جھیل نراض کے بادشاہ کے  
 نام پر رکھا ہے کیونکہ نرائسیہ جزار نے کی شاہی سرساختی نراض کا حال تحقیق کر کے کے صدر میں ان کو  
 سرے کا تہہ دیا تھا۔ اس جھیل سے ایک بہت بڑی ہار دریائی کی نہایت زور شور سے جس کا عرض  
 چار سو پانچ سو فٹ تک ہے گرتی ہے اور وہ بہکر دریائے دھاریں ملتی ہے۔ کچھ ان اسپیک صاحب  
 نے اس ہار کا نام مانیں رکھا ہے۔ کیونکہ وہ دریا نے نیل کے جنوب کی سمت کھدائی کو روانہ ہوئے تو  
 ان گھٹائی کے جزار نے کی شاہی سرساختی کہہ کر نہ ٹھٹ رائیں صاحب نے کچھ ان اسپیک صاحب کے  
 نزدیک کی مزار نیائی تحقیق کے بہتے میں جو کچھ مذکور ہوا اور تھے وہ پورے سے ہر چکے ہیں۔

مگر اکثر تحقیق کے نزدیک ابھی اور زیادہ تحقیقات کی ضرورت ہے۔

### دریائے نیل کے آبشار

جن مقاموں میں کو دریا نے نیل منہ تھروں میں ہو کر زور سے نیچے گرتا ہے ان کو آبشار کہتے ہیں  
 ٹنگ مصر میں آنے سے پہلے جو دریا احمیہ ہیا کے جنگل میں آہستہ آہستہ بہکر آبشار کی طرح گرتا ہے۔  
 اور پھر وہاں سے دفعتاً نہایت تیزی اور زور شور سے بہتا ہے کہ اس کی آواز نویل پر سے سنائی دیتی  
 ہے۔ اس ٹنگ کے رہنے والے بھی کہ اس دریا میں آہستہ مارتے کی فوج ہو گئی ہے ان لوگوں کو جیہاں  
 صبر کر کے آتے ہیں ایک عجیب حادثہ دکھاتے ہیں جن میں بہت دل لگی کے خوف زیادہ معلوم ہوتا



شاہجہاں کے لام امیری اور مہارنگتے ہیں

قیسے حاشے صغر گذشتہ ۔ ہے ایک چھوٹی سی ڈونگی میں دو آدمی بیٹھ کر رہا ہیں جاتے ہیں اُن میں سے ایک تو ڈونگی کھینچتا ہے ۔ اور دوسرا ڈونگی میں سے پانی اُلیٹتا رہتا ہے ۔ بہت دیر تک وہ ڈونگی گھروں کی تیزی سے ٹکراتی ہے مگر وہ لوگ ہر طرح کا سدھہ اُٹھا کر وہ ڈونگی کو ہوشیار رہا اور چالاک کے پلٹے تیار ہیں مگر تیز دھار ہے سے جا کر نہاتا ہے چھوڑ دیتے ہیں اور تیر کی طرح اُس میں سے نکل جاتے ہیں ۔ خوف زدہ تاشاؤ کچنے جاتے یہ گمان کرتے ہیں کہ جس بلندی سے اُن لوگوں نے اپنی ڈونگی کو چھوڑا ہے اُس کے نیچے جا کر وہ لوگ ڈوب گئے لیکن وہ لوگ جب اصلی دھار پہ جا پڑتے ہیں تو بہت دور تک رہ جاتے ہیں اور وہاں پانی دھماکہ مچاتا ہے ۔ اُس سے نکل آتے ہیں اس عجیب تماشے کا بیاں سینکا صاحب نے کیا ہے اور حالہ کے زمانہ کے سیاح بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں ۔

### دریائے نیل کی طغیانی کے اسباب

اگلے زمانہ کے لوگوں نے خلقِ مجیدؑ کو دس اور نوے دس اور سیکڑوں آدمی کا ہونے کا خیال کیا تھا کہ وہ وہاں کے مصلحت بڑی کثرت آفرینی کی ہے ۔ لیکن وہ پُرانی باتیں اور صرف تحقیقِ خیالات تھے جو حال کے زمانہ میں کچھ زیادہ احتیاط کے اعلیٰ نہیں رہے ۔ اس زمانہ میں سب کا اتفاق ہے کہ ستر ہجری میں یہاں سے یہ دریا آتا ہے نہایت کثرت سے بارش ہونے کے سبب دریائے نیل میں اس قدر طغیانی ہوتی ہے کہ کول اسٹو پہاڑ اور اُس کے بعد مصر کو قرطاب کہہ دیتا ہے اور یہی دریا اس بارش کے سبب سمندر بھی کر تمام ملک میں پھیل جاتا ہے ۔ شرے صاحب کہتے ہیں کہ تحقیق کا صرف یہ تھا کہ نیل کی طغیانی اقصیٰ پہاڑوں کی کثرت سے بارش ہونے کے سبب سے ہوتی ہے ۔ لیکن اس تھیں پر وہ اس کا بطور ثانی بادشاہ مصر نے جو علوم اور فنون کی حقیقتات میں نہایت شوق رکھتا تھا اس امر کی تحقیقات کے لئے نہایت قابلِ تامل تصورات کو وہاں بچکا کر اس کی تحقیق کرائی تھی ۔

### دریائے نیل کی طغیانی کے موسم

ہیرودوٹس اور اسی طرح ڈائیوڈس اور سیکڑوں آدمی دوسرے بہت سے مصنف بیان کرتے ہیں کہ دریائے نیل گرمی کے موسم میں یعنی ماہ جوی کے اخیر میں بڑھنا شروع ہوتا ہے اور اخیر کے اخیر تک دوسرے دن بڑھتا جاتا ہے ۔ اور اکتوبر اور نومبر میں رفتہ رفتہ گشتا شروع ہوتا ہے یہاں تک کہ اپنے اصلی مال پر آ جاتا ہے ۔ اس زمانہ کے لوگ بھی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں اور حقیقت میں جو اسلئے سب اس دریا کی طغیانی کا جھٹکا ہے اُس کی بنیاد ہے اور وہ سب وہی اٹھ پہاڑ کی بارش ہے جو لوگ ہیں

بقیہ جاشم صفر گذشتہ، گئے ہیں وہ بلیا کرتے ہیں کہ اپریل کے چھٹے میں وہاں بارش شروع ہوئی ہے اور پانچ چھٹے تک سنی اگست کے نصف آخر یا ستمبر کے نصف اول تک برابر بارش رہتی ہے اس لئے مصر میں دریائے نیل کا پڑ سارا ہی سیلابی بارش شروع ہوتے سے تین چھ یا ایک چھ بھر ہوتا ہے۔ سیاحوں کا قول ہے کہ وہاں کے نیل سنی کے چھٹے سے بڑھنا شروع ہوتا ہے۔ گراول بناتا ہے آہستہ آہستہ بڑھتا ہے اور اپنے کناروں سے اپر نہیں نکلتا اور جن کے غم ہوتے کے قریب تک بھی اس میں طغیانی نہیں ہوتی۔ ہیروڈوٹس صاحب لکھتے ہیں کہ اس کے بعد وہ تین چھٹے آتے ہیں انھیں تین ہیڈز میں اس میں طغیانی ہوتی ہے۔ اگلے معترضین کی اصل کتابوں میں ایک انکشاف ہے کہ میں کوئی بیان کرتا ہوں ہیروڈوٹس انڈیا ٹوٹس ایک طرف ہیں اور مرثیہ پورے ہیں اور مرثیہ دوسری طرف ہیں۔ یہ تیزوں دریا کے نیل کی طغیانی کے زائد کہ بہت کم گھٹتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ تین چھٹے یا سورت میں کنارے کے باہر کی زمین پر سے ٹوٹ جاتا ہے اور زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ پلے کی صاحب اپنی رائے کے بنیاد ہیروڈوٹس کی گواہی پر قائم کرتے ہیں۔

### دریاے نیل کی طغیانی کی بلندی

پلے کی صاحب بیان کرتے ہیں کہ طغیانی کے دور میں دریاے نیل شیک شیک پر ہیں ٹوٹ اٹھتا پڑا ہوتا ہے جب کہ اس کا پڑنا حادہ حادہ ساڑھے اٹھاونٹ اٹھاتا ہے کہ ملک میں قحط مالی چرتے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور جبکہ چھٹے میں ٹوٹ اٹھتا پڑ سارا آتا ہے تو غارتی کا اندیشہ ہوتا ہے۔ بشنواہ ہولیں سے ایک چینی مورخ ایکزیشیس مورخ ہیروڈوٹس نے دریاے نیل کی طغیانی کی بلندی آٹھ سو فٹ لکھی ہے۔ دریاے نیل کے پڑ سارا کی بلندی کے بارے میں متقدمین کے درمیان اور نیز زمانہ حال کے مورخین میں اتفاق نہیں ہے۔ مگر بہت زیادہ تفاوت بھی نہیں ہے۔ اور اس کے سبب یہ ہیں کہ اہل ہ کہ زیادہ کے انداز حال کے پڑاؤں میں شاید کہ تفاوت ہو جس کا اندازہ انت کرنا مشکل ہے۔ دوسرے متقدمین مورخوں نے پلے کی رائے سے اپنے پڑاؤں کو لکھا ہو۔ تیسرے یہ کہ خود نیل کی طغیانی میں تفاوت ہوتا ہے کہ کدوہ دریا میں تھوڑے سے اس آتا ہوتا ہے اس کے پڑ سارا کی بلندی کم ہوتی جاتی ہے چہ کہ صبح کے ملک کا زرخیزی دریاے نیل کی طغیانی پر منحصر تھی اس لئے مصر میں اس کے پڑ سارا کے تمام حالات کو اور اس کے خلاف درجوں پر بخوبی فرمایا تھا اور ایک ذلت تک باقاعدہ احتیاطوں سے بہت سے برسوں میں پلے کی رائے کو خود دریاے نیل کے پڑ سارا سے یہ بات معلوم ہوئے گی تھی کہ اس سال میں پڑ سارا سے کسی فصل پیدا ہوگی۔ مصر کے بادشاہوں نے شہر ممفس میں ایک پیمانہ لگا دیا تھا

بقیہ ماحشر منور گزشتہ اور اس پر دریا کے نیل کے چڑھاؤ کے خلف درجے کیے تھے۔ اور انی درجوں پر حساب کر کے تمام ملک مصر میں اطلاع دی جاتی تھی کہ اب کی فصل میں کیا نقصان آئے گا یا کیا فائدہ ہوگا۔ سترے دریا صوبہ کہنے ہی کو اسی مطلب کے لئے شہر سیٹین کے قریب دریا کے نیل کے کنارے پر بھی ایک کنواں بنا ہوا ہے۔ شہر تاسروہی ایک صوبہ کے میں ایک بنار ہے اور اس پر دریا کے نیل کے چڑھاؤ کے درجوں کے نشان بنے ہوئے ہیں۔ اور آج تک وہاں یہ رسم ہے کہ فصر کے ہر لگی کچھ میں ہر روز منادی ہوتی ہے کہ دریا نے نیل میں اس قدر ٹپھاؤ پر منحصر ہے میں وہی دریا کے نیل کا چڑھاؤ ایک مہینہ ہندی پر پہنچ جاتا چھ ماہ دن بہت خوشی ہوتی ہے اور دیش و عشرت کے چلے ہوتے ہیں۔ آتش ایزی چھوٹتی ہے۔ اور آپس میں دوستی ہوتی ہیں۔ تمام زمانہ میں وہ دریا کے نیل کی غلٹیاں ہوتے سے تمام مصر میں عام خوشی کی جاتی تھی۔ اس لئے کہ اس ملک کی غرضی اور آمد آمد کی بنیاد یہی دریا ہے۔ اگلے دانہ میں۔ صبر کے رنگ ہو بہت ہر سبب تھے دریا کی غلٹیاں کہ اپنے دیوتا سولہیں کا خرچہ تھے اور میں بنار پر اس کے چڑھاؤ کے درجوں کے نشان لگے ہوئے ہیں اس کا میں مندر میں مقدس ٹکڑے رکھا تھا شہنشاہ تملطیں نے اس جملہ کو وہاں سے اٹھا کر اسکندریہ کے گرجا میں لے جائے کا حکم دیا۔ اس پر مصریوں نے یہ شہر کیا کہ سولہیں دیوتا کی سنگی کے سبب دریا کے نیل میں کبھی چڑھاؤ نہیں آئے گا۔ دوسرے سال دریا کے نیل میں معمول کے مطابق چڑھاؤ آیا شہنشاہ جولین مرتد سے دعوت پرستی کا مرنے تھا اس بنا کو اس مندر میں بجا دیا کہ شہنشاہ حمیرا دوششیس نے پھر اس کو وہاں سے اٹھا رکھا۔

### نیل کی نہروں اور پانی کی بھینچنے کی کلیں

اگرچہ خدا تعالیٰ نے صبر کے ملک کو ایسا نیکو رساں دریا دیا تھا کہ اس پر بھی نہیں چاہا کہ وہاں کے رہنے والے شمس اور کابل ہو جائیں اور بغیر محنت و مشقت کے ایسی بڑی نعمت کا فائدہ اٹھائیں یہ بات از خود معلوم ہو سکتی ہے کہ دریا کے نیل تمام ملک کو سیراب نہیں کر سکتا تھا اس لئے بہت سی محنت و مشقت انہی کے پانی دینے میں کی جاتی تھی اور بہت سی نہروں جو کھدائی پھینانے کے لئے کائی گئی تھیں جو دیہات دریا کے نیل کے کنارے کے پاس اور پانی نہریں پر تھے۔ ان میں نہریں بنائی تھیں اور مناسب وقت پر بہت سے دیہات میں پانی پہنچانے کے لئے کھدائی جاتی تھیں جو دیہات کو بہت درد دانا تھا صبر کے ملک کی سرحد پر تھے ان میں بھی پانی پہنچانے کے لئے نہریں بنی ہوئی تھیں۔ اور اس طرح سے نہایت دور دور کے مقاموں میں بھی نہر سے پانی پہنچتا تھا جب تک کہ دریا کے نیل ایک مہینہ پر دریا چڑھ جاتا تھا۔ اس وقت تک لوگوں کو پانی لینے اور نہاں ہونے اور ان کے کھولنے کی حاجت

بقیہ حاشیہ ص ۱۰ گذشتہ - نہ ہوتی تھی۔ کیونکہ اگر اس سے پہلے پانی ملنا شروع ہو جاتا تو بعض زمینوں کو بہت سا پانی ملتا اور بعض کمیتوں کو کم پہنچنے کا احتمال ہوتا۔ یہ وہی بات تھی کہ بعدوں کے جو ایک کتاب میں لکھے ہوئے تھے اور جس میں سب طرح کے اندازے مقرر تھے پہلے اور ہر کے حصہ ایک مصرعی اور پھر نیچے کے مصرعی نہروں کا کھولنا شروع ہوتا تھا اس طرح پانی کی ایسی احتیاد سے تقسیم ہوتی تھی کہ تمام زمینوں کو پہنچ جاتا تھا جن ضلعوں میں کہ دریائے بل کا پانی از خود پہنچتا تھا وہ اس قدر کثرت سے ہی اور ایسے نیچے ہی اور ان میں اس قدر نہریں بنی ہوتی ہی کہ جس قدر پانی ہوتا اور جو پانی اور آگست میں مصری پہنچتا تھا یقین ہوتا ہے کہ اس کا وہاں مصر بھی سمندر تک نہیں جاتا تھا۔ مگر یہ وہاں قدر نہروں کے بہت سی زمینیں ایسی ملند ہیں کہ نیل کی طغیان کا پانی وہاں تک نہ پہنچتا تھا اس لئے کچھ دارکھوں سے ان زمینوں میں پانی پہنچا دیتے تھے ان کھنوں کو بیل پھراتے تھے اور پانی ٹوں میں جا کر ان ارضی زمینوں میں پہنچتا تھا۔ دیوڑوں میں صاحب کہتے ہیں کہ جب کوئی میٹیر صاحب مصر کی سیاحت پر گئے تو انھوں نے لوگوں کے یہ بیان سنا کہ وہاں کی تھی۔

### دریائے نیل سے مصر کی زر خیزی

دنیا میں کوئی ملک ایسا نہیں ہے جس کی زمیں مصر کی نہیں ہے زیادہ درخیز ہو اور یہ صرف دریائے نیل کا فیض ہے اور وہاں کا یہ دستور ہے کہ جب وہ اترتے ہیں زمین کی مٹی کو جس سے پختی رہتی ہے وہاں جاتے ہیں اور دھت چھوڑ جاتے ہیں مگر بظاہر اس کے دریائے نیل اپنی دھنیں اوپر سے پکڑت مٹی بہا لے گا۔ اور وہاں چھوڑ جاتا ہے اور ہزاروں کو نہر کر دیتا ہے اور اس سبب سے انکی فصل ہر سال سے زمین میں قدر کمزور ہو جاتی ہے پھر اترتی ہی زور آور ہو جاتی ہے۔ کاشت کار کو ملک ہی نیل چلائے اور زمین کوڑنے کی حاجت نہیں پڑتی۔ جب وہ دریائے نیل ہٹ جاتا ہے تو زمین اس کے کر زمین کے اوپر جو پکڑت مٹی رہ گئی ہے اس کو الٹ ہٹ کر نیچے کی رتھلی مٹی سے مل کر اس کے مزاج کو مستعد اور اس کی قوت کو زور دیا جائے اور کہ کام کرنا نہیں پڑتا اس کے بعد نہایت آرام ہے اس میں کچھ ٹولہ دیا جاتا ہے اور اس سبب سے کہتی کرتے ہیں کہ فریہ کرتا نہیں پڑتا جو چھینے میں سب زمینیں کھل چھوڑ کر رہ جاتی ہیں اور کھیتیاں پہلے سے گنتی ہیں اور ان میں کثرت سے اٹا پیا اور تلہے وغیرہ اے اکثر قمبر اور اکثر دھنیں جب کہ دریائے نیل کا پانی کم ہونے لگتا ہے کہیں بڑے ہیں اور اپنی واپسلی میں فصل قبا ہو جاتا ہے۔ مصر کی زمینیں فصل اور فصل ہی۔ یعنی ایک زمیں میں ہر سال تین یا چار قسم کی مختلف فصلیں ہوتی جاتی ہیں۔ پہلی دفعہ کھیر کا ہر دو کرکٹ لیتے ہیں اس کے بعد اٹا بڑے ہیں اور جب اٹا کی

شاہجہاں کے ایامِ اسمیری اور مہاراجہ کے یہ

تمام فرد مگر اس مضمون پر صرف کی ہے اور ہندوستان میں بھی بعض ایسی معلومات حاصل ہوئی ہیں جن سے اس امر کی تحقیق میں مجھے کچھ آسانی ملی ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ ایسی آسانی یقیناً اس مشہور مصنف شخص کو حاصل نہ ہوئی ہوگی جس نے ہنیر اس کے کہ ملک مصر میں سیاحت کی جو صرف اپنی ذہانت اور سیر کتب اور مطالعہ کی ذریعہ اس دلچسپ مسئلہ میں ایک عمدہ اور عالمانہ مضمون تحریر کیا ہے۔

دریائے نیل کے متعلق تحقیقات | میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ جب ایتھوپیا کے وزیر

نبیہ ماشیہ گزشتہ سفر، فصل تیار ہو کر کٹ لیتی ہے تو مختلف قسم کی تکاراں جو فاسا کر مصر میں ہوتی ہیں، ہوتے ہیں۔ چونکہ مصری آفتاب بہت تیزی سے غلط ہے اور دھوپ کی تابش بہت ہوتی ہے اور یہ بہت کم برستا ہے اگر اس ملک میں نہریں اور چٹے بکثرت نہ ہوتے ہیں تو نمایاں پناہ کھیتوں اور باغوں میں بخاری پانی دیا جاتا ہے مگر قیاس کہتا ہے کہ وہاں کی زمینیں جلد خشک ہو جاتیں اور ایسی شے گری سے ۱۸۵۱ اور تکاراں مل جاتیں۔ وہاں سے میں سے مویشی کی پرورش میں بھی جو مصر کی دولت کا دھڑا زدہ ہے کہ کم مد نہیں ملتی۔ مصر والے اپنے مویشی زہر کے چھینے میں چرسے کے بے باک خیال ہوتے ہیں اور ارچہ تک چراتے ہیں۔ فٹلوں میں اتنی گنگناہش نہیں ہے کہ ان چرائی ہوں کی زرخیزی کا بیان ادا ہو سکے۔ مویشیوں کے دیڑھ کے دیڑھ و لہبب مستدل اور خوش آئند ہوا کے دن رات باہر رہتے ہیں تو ٹوٹی ہی مدت میں بہت تازہ اور فروہ ہوتے ہیں جن دلوں میں کوئیل کی طنائی ہوتی ہے ان دلوں میں مویشی کو کچھ اور گھاس اور جو اور مٹر کھلا کر پرورش کرتے ہیں۔

سٹرکار نیل کی ہڈیوں اپنی سیالی کے حال میں گھٹے ہیں کہ مصر کے ملک پر خدا کی بہت بڑی عنایت ہے کہ ایک صحن موسم میں اچھو چا میں اس قدر بند برستا ہے کہ مصر کو پانی سے کرنا ہل کر دیتا ہے جہاں بالکل بارش نہیں ہوگی۔ اور اس اپنی عنایت سے ایسی خشک اور دھکیل زمین کو دنیا کا ایک عمدہ زرخیز ملک بنا دیتا ہے۔ ایک اور بات بھی نہایت عمدہ ہے جس کو یہاں کے رہنے والے بیان کرتے ہیں کہ وہاں میں اور اس کے اگلے چار چھنے شمالی اور مشرقی ہوائیں چلتی رہتی ہیں تاکہ نیل کا پانی تازہ رہے اور جلدی سے ہو کر صحت میں نہ چلا جائے اگلے لوگوں نے بھی اس قدر ہی حکمت کے نکتہ کو بخیر محسوس کر لیا تھا۔

نیل سٹرخیوی نل سے مراد ہے۔ ر س م د

معلومات حاصل کرنے کا ہمیشہ شوق رہتا ہے اُن کو اکثر دعوت کی توقع سے اپنے اہل بلائیے تھے اور وہ بھی ہمیشہ شریک مجلس ہوتا تھا۔ اور اس سے نواب صاحب کی اصل غرض یہ ہوتی تھی کہ اُن کے ملک کی حالت اور حکومت کی وضع سے واقفیت حاصل کریں۔

**اتھوپیا کے سفیروں کا بیان** چنانچہ ملاوہ اور باتوں کے ہم نئے اُن سے دریائے نیل کے اُنھوں نے کہا کہ اس کے نیچے کا حال تو ہر کسی کو خوب معلوم ہے اور اُس کی نسبت کسی کو کچھ شک نہیں ہے۔ بلکہ ان سفیروں میں سے ایک نے ایک منٹل کے ہمراہ جو انھیں کے ساتھ ہندوستان واپس آئے تھا اُس کو دکھیا بھی تھا اُنھوں نے کہا کہ دریائے نیل کا نیچے اگوشٹ کے ملک میں ہے اور وہ دہڑے دہڑے ہو شندہ چلتے ہیں جو ایک دوسرے کے قریب ہی نہیں سے نکل کر اول تو کوئی تیس یا چالیس قدم بھی ایک چھوٹی سی جھیل بن جاتی ہے اور پھر اس میں سے دریائے نیل کی گذرگاہ نکل کر یہ دریا بہت پھیل جاتا ہے اور اس کے بعد راستہ میں اور بہت سے ندی نالے مل جاتے ہیں اور ایک دریائے دھما بن جاتا ہے۔ اُنھوں نے یہ بھی کہا کہ یہ ایسے طور پہ بچ کھا کھا کر گیا ہے کہ جس سے زمین کا ایک وسیع حصہ جزیرہ نما کی صورت بن گیا ہے اور پھر بہت اونچی اونچی چٹانوں پر سے اُتر کر ایک بڑی جھیل میں جو ملک توبیشیا میں اس کے نیچے سے صرف چار پانچ منزل اور گزدار دارالحکومت اتھوپیا سے ہیں کچھ منزلیں کے فاصلہ پر ہے جاگتا ہے۔ اور اس جھیل میں گرتے ہیں آگے کو بڑھتا ہے اور ماک ٹیجینی ہندوستان جو شاہ اتھوپیا کے باج گزار ہیں اُن کے خاص غنہ شینار میں سے گزرتا ہوا آبشاروں کی صورت میں چکر لکھ مہر کے میدان میں آکھتا ہے۔

**دریائے نیل کا نیچ** جب یہ سفیر دریائے نیل کا نیچ اور اُس کی کیفیت بیان کر چکے تو دریائے نیل کا نیچ میں سے اس ملک کا موقع و دیانت کرنا چاہا جہاں اس دریا کا یہ نیچ ہے پس میں نے لپٹا کر اُس پر اب اندھ پ سے کس طرف کو اور افریقہ کے کون سے حصہ

لے راگوس آگے اس

دشے م بی آ مکتون ڈار

برہستان یثی ن اود

تثنی ی

ٹا بہاؤ کے ایام اسیری اور عہدِ ننگِ سیاہ

میں واقع ہے۔ لیکن انھوں نے بجز اس کے اور کچھ جواب دیا کہ وہ مغرب کی طرف ہے۔ جملہ کو یہ تقریر سن کر حیرت ہوئی خصوصاً ایک مسلمان سفیر سے جس کو کسی عیسائی کی نسبت مقامات کے منتہی خاصلوں سے زیادہ سے زیادہ واقف ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ مسلمانوں پر یہ فرض ہے کہ اپنی پنجگانہ نماز پڑھتے وقت شہر مکہ کی طرف مڑنے کریں۔ مگر یہ حال اس مسلمان سفیر نے یہ امر براہِ روبرو بیان کیا کہ ڈومبیلہ باب الحدب کے مغرب میں ہے۔ پس اسی سفیروں کے قول کے بموجب دیا گئے نیل کا منبع خطۂ استوا کے شمال میں ہے۔ ذکرِ جنوب میں یہاں بطریقِ پیش لے قرا لیا ہے۔ اور چارے نقشوں میں جنوب ہی میں درج ہے۔

لے بطریق۔ اس شخص کا نام انگریزی مورخ کلاؤڈس ٹوہمی اور مسلمان مصنف بطریق میں اسی تلو دیکھ سکتے ہیں۔ اصل میں یونانی تھا اور اسکندریہ میں آ رہا تھا۔ لکھا ہے کہ جب اُس نے دماہوش ہضلا قوشہر حکیم جالینوس کی شاگردی اختیار کی اور جب علومِ حکمیہ میں اچھی دست گاہ ہو گئی تو دیانیت کی طرف اس کو زیادہ توجہ ہوتی چنانچہ جب یہ آدی لڑائی کے عہد میں جہاؤ دریائے قیصر روم کی طرف سے ملک مصر کا حاکم تھا اور وہ اس کو بہت عزیز رکھتا تھا۔ اپنے وطن سے اسکندریہ میں آیا تو رات دن دیانیت ہی کا اس کو شغل تھا۔ یہاں اس نے ساروں اور افلاک کی گردش وغیرہ درماست کرنے کے لئے رصد گاہ بنایا۔ اور متعدد علماء اہلِ نبیت خصوصاً ہپارکس (ابرنس) کے سیاحین اور ثوابت کی فہرستوں کی تصحیح کی اور ایسی حد و لیں بنائیں جن سے سورتہ جائید وغیرہ کی گردش کا مطلب لگ سکتا ہے اور یہ پہلا شخص ہے جس نے اصطراب وغیرہ آلاتِ رصدی ایجاد کئے اور اگرچہ بعض مورخوں کی یہ رائے ہے کہ ہپارکس ان کا موجد ہے۔ لیکن احوال۔ لایضی اور آلاتِ رصد بھی سے اس زمانہ میں بھی کام لیا جاتا ہے۔ اُن کی تصحیح اور توضیح تو فی الواقع اسی نے کی تھی۔ چنانچہ اُس نے اپنی مشہور کتابِ جملگی کے تیسرے مقالہ کی آخر میں لڑائی میں خود لکھا ہے (اس کتاب کے برابر اس فن میں آج تک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی) چنانچہ نامور مسلمان علماء نبیت فضل بن یحییٰ تہرندی و محمد بن جابر دایہرہ کان خوارزمی جنھوں نے اس کتاب پر حاشیہ اور شرحیں لکھی ہیں میں تدرِ انھوں نے اس کتاب کے مسائل کی تحقیق و تہقیق کی اسی تدرِ بطریق میں کی تھی لایضی کا اعتراف کیا۔ اس کتاب کے قیوم ستاروں کا تدرِ مداول چند یونانی علماء نے طیفہ ہاروں رشہ عباسی کے ذمہ پہنچی یہی خالد بن کئی کے حکم سے جو مشہور مطالبہ مشہور سے مشہور مطالبہ مشہور ونگ ونگ رہا ستاروں کی سے عربی زبان میں کیا تھا لیکن وہ اس کو پسند نہ آیا اور اس نے ابو نعیمان اور ایک اور عالم کو اس کے دوبارہ

## نیل کی طینیانی کاراز

ہم نے ان خاصوں سے یہ بھی دریافت کیا کہ اتھوپیا میں بارش کب ہوتی ہے اور یہ کہ ہندوستان کی طرح مقررہ موسم میں ہوتی ہے یا اور طرح انھوں نے بحراب دیا کہ کھڑے کے ساحل پر سواکن اور آکرنگھ اور تیرہ ٹھٹھ سے لے کر باب المندب تک اُس سے زیادہ بارش نہیں ہوتی جیسی کہ تھا جس ہوتی ہے اس سمندر کے دوسرے کنارے پر ملک میں ہے مگر اس ملک کے اندر کی طرف ملک کو مہیا کے مریہ گوئی میں اور اس پاس کے مریہ میں گری کے اُن درمیں میں بہت بارش ہوتی ہے جن میں کہ ہندوستان میں بھی ہوتی ہے اور میرے تھاں کے مہرب یہ ٹھٹھ وہ وقت ہے جبکہ مصر میں دریاے نیل طینیانی ہے آتا ہے۔ اُن خیروں نے کہا کہ ہم کو خوب معلوم ہے کہ دریاے نیل کی طینیانی اور اس سے ملک مصر کی میرانی کا باعث اتھوپیا کی بارشیں ہیں۔ اور ملک مصر کی درختی کا باعث وہ پکنی شے ہے جس کو دریاے نیل بہا کر یہاں لاواتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ انھیں حالات کی وجہ سے شاید ان اتھوپیا کو ملک مصر کے خراج لینے کا استحقاق حاصل جیہ حاشیہ سرگزشت۔ ترجمہ کرنے کا حکم دیا جنھوں نے نہایت مہرگی سے اس کام کو انجام دیا اور اس میں مطر نہایت ہی مقرر اور اساقی نے اُس کے الفاظ کی اصلاح کی اور ترجمہ مسئلہ کے بھی وزن قمر سے یہ کتاب زبان یونانی میں ترجمہ ہوئی۔ بطلمیوس نے اس میں ایک اور بار بھی اپنے شاگردی کے واسطے لکھا تھا جس کا ترجمہ ابھی تک ہی ملتے ہوئے میں کیا اور جیسا بنی اساقی نے اس کی اصلاح کی۔ فرض بطلمیوس مشق میں ہیئت والوں کا بدشاہ خیال کیا جا رہا ہے جو اس علم کو مکمل کر کے بنائے گئے پھر دیکھا اس کے نظام مقررہ کو نظام بطلمیوس کہتے ہیں اس کا اثر اصول ہے کہ مذہبی مرکز عالم ہے اور تمام مشاعرہ اور افلاک اس سے گرد حرکت کرتے ہیں مختلف نظام سلسلہ مال کے جو نظام نیچا نورس کہلاتا ہے میں ہیں آفتاب کو مرکز عالم قرار دیا گیا ہے اور بطلمیوس نے ماہ میں باطنیہ شہر انار کے اصولوں کی بنیاد پر فیض جبرانیہ میں بھی ایک کتاب لکھی تھی جس کا کنڈی نے ہولی میں ترجمہ کیا اور یونانی میں بھی اس کا ترجمہ ہوا۔ جو اب موجود ہے ہولی شرقی اور خطہ شمالی اسی نے قائم کئے اگرچہ اس کا یہ کام مکمل نہیں سمجھا جاتا مگر تمام نئے جبرانیہ بتائے مالوں کے لئے بڑا مفید ہے اور جن میں بطلمیوس کی اس کتاب کی طرف اشارہ ہے۔ یہ علم جو یونانی لاکھیں جتا اس پر تھا اور اس کی ایک نہایت عمدہ کتاب تین جلدوں میں اس میں بھی موجود ہے۔ اس کی رفات اشتر میں کی عربی ملاحظہ میں واقع ہوئی



تھا اور جب اس ملک پر مسلمان مسلط ہو گئے اور وہاں کی عیسائی رعایا ظلم و ستم اور ذلیل ہو گئی تو شاہ احمید بیانیے چاہا تھا کہ وہاں کا رتبہ بھرا سر کی طرف بھردیا جائے اور یہ ایسی تدبیر تھی کہ مصر کی زرخیزی بائبل مفقود ہو کر یہ ملک برابر ہو جاتا۔ لیکن یہ منصوبہ اگرچہ غیر ممکن نہ تھا مگر ایسا عظیم الشان تھا کہ مطلق عمل میں نہ آیا۔ ان تمام باتوں سے میں بقتام تھا پہلے ہی واقف ہو چکا تھا۔ کیونکہ گوڈار کے رہنے والے دس بارہ سو آدمیوں سے راجہ بادشاہ احمید بیانی کی طرف سے ہر سال اس شہر میں اس فرض سے آتے تھے کہ ہندوستان کے آسے ہوئے جہانیاں کے ساتھ لین دین کریں، ہر ملک کو طرح طرح کی گنگو کا مروت ملتا تھا۔ اور جو خطرات سمجھو ان سے حاصل ہوتی تھیں وہ بھی بہت مفید ہیں۔ کیونکہ ان سے بھی دریائے نیل کی فطیانی کا باعث صرف وہ بارشیں ہی ثابت ہوتی ہیں جو اس کے نیچے کے قریب اور ملک مصر سے کچھ فاصلہ پر ہوتی ہیں۔ لیکن تاہم میں اپنے ذاتی مشاہدوں کو جو اس دریا کی فطیانی کے وقت سمجھ کر مختلف اوقات میں ہوئے تھے زیادہ مستحکم سمجھتا ہوں اور ان سے آپ کو ظاہر ہو جائے گا کہ مصر کے عوام انسان کی ہوائیں اس بارے میں ہیں وہ غلط ہیں بلکہ ثابت ہو جاتے گا کہ وہ محض بے معنی تھے کہانیاں اور ایسے لوگوں کی من گھڑت ہیں جو حقائق میں اس وجہ سے بچنے ہوئے ہیں کہ وہ ایسے موسم میں یعنی جب گرمی شدت سے ہوتی ہے ایسے ملک میں کہ جہاں بارش کو کوئی حاشا بھی نہیں دریائے فطیانی کو دیکھ کر سخت حیرت ہو جاتے ہیں۔

**مصریوں کے اہام** | چنانچہ منہل ان قریحات اور تخیلات کے ہماری مراد اس جگہ خاص طور سے ان کے منقطع و ملی غلط خیالات سے ہے یعنی ایک تو وہاں کے لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ دریائے نیل کی فطیانی شروع ہونے کا ایک خاص دن مقرر ہے دوسرے یہ کہ ایک خاص قسم کی سنہم جس کو گوسفٹ کہتے ہیں۔ فطیانی کے اول ہی دن پڑتی شروع ہوتی ہے اور اس کے شروع ہونے ہی وہاں کے عواموں کو خدا جاتی رہتی ہے۔ تیسرے یہ کہ جب گوشت گرتے لگ جاتی ہے تو پھر اس مرض میں اگر کوئی شخص مبتلا بھی ہو تو پاک نہیں ہوتا۔ چوتھے یہ کہ اس دریا کی فطیانی کے اسباب ایسے معنی اور پیرامرار ہیں کہ جو کسی کو معلوم نہیں ہیں۔ مگر میرے مشاہدات کا خلاصہ یہ ہے اور مجھ پر یہ بخوبی مستشف ہو گیا ہے کہ یہ مشہور دریا بھی شیل او دریاؤں کے صرف بارشوں کی کثرت سے فطیانی پر آمنا ہے نہ کہ اس کی فطیانی اس سبب سے

دوقوع میں آئی ہے کہ مصر کی زمین اپنی شہرت کی وجہ سے جو شہر کہا کر اس کی طغیانی کا باعث بن جاتی ہے چنانچہ ایک سترہ میں سے دیکھا کہ طغیانی کے اس حخیلہ دن سے قریب ایک مہینہ پہلے ہی یہ دریا ایک فرانسیسی فٹ سے زیادہ چڑھا ہوا اور نہایت گہرے پانی کی حالت میں بہہ رہا تھا۔ اور میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ جب یہ دریا طغیانی پڑتا ہے تو قبل اس کے کہ اس کی نہروں کے دبانے کو لے جائیں۔ یہ پہلے تو چند روز تک ایک دونٹ چڑھتا ہے۔ اور بعد ازاں تدریجاً اُترنا شروع ہوتا ہے اور پھر چڑھے لگتا ہے اور ٹھیک اُسی انداز سے چڑھتا اُترتا ہے جس قدر کہ اس کے فیض کے قریب بارش کی قلت یا کثرت ہوتی ہے اور اس کی یہ حالت بعینہ جامے دیاتے کو اُن کی ہے جس کا چڑھاؤ اور اتارنا سی نسبت سے ہوتا ہے جس قدر کہ بارشیں اُن پہاڑوں پر ہوتی ہیں جہاں سے یہ نکلتا ہے۔

شبنم اور طاعون | اُس دن سے قریب ایک مہینہ پہلے جب کہ گوٹ کا گونا بیان کیا جاتا ہے ایک مرتبہ بیت المقدس سے واپس آتے ہوئے میں ٹیٹا۔ یعنی دیما، سے شہر تا ہو گیا اس دریا کی باقی جانب کو آیا تھا اور صبح کو جا رہے کپڑے شبنم کی وجہ سے جرات بھر پڑی تھی تر ہو گئے تھے۔

گوٹ گرنے کے آٹھ دن بعد بہتمام دینیٹا یعنی رشہ، جگہ اپنے والٹن کونسل یعنی، نائب وکیل، مانفیور دی جرجن صاحب کے ساتھ شب کو کہاٹا کھانے کا اتفاق ہوا تھا اور حاضرین طعام میں سے تین شخص اُسی رات کو طاعون کے مرض میں مبتلا ہوئے تھے۔ جن میں سے دو دن آشوبی دن مر گئے اور تیسرا مریض بھی جو اتفاق سے خود دی برمن صاحب ہی تھے۔ شاہ اس بیماری سے جاں بزدھرتا اگر میں برکت کر کے یعنی اُس شبنم کی تخیل تاثیر کے بعد مدہ پر نہ۔ کہ اُن کا پھوٹا نہ پڑتا تھا اور وہاں جو فرد کرتا۔ اس مرتبہ پر خود بمکو بھی، متعدد بیماری لگ گئی تھی اور اگر میں فوراً پڑاٹ اینٹی منی یعنی مسرمد کا جوہر استعمال نہ کرتا تو میں بھی مر جاتا۔ اور یہ بات ثابت ہو جاتی کہ گوٹ کے گر جانے کے بعد بھی آدمی دبا سے مر جاتا ہے۔ اس تے لسنے کی دوا سے جو میں نے بیماری کے آغاز ہی میں پی لی تھی عجیب اثر کیا اور میں تین پاروں سے زیادہ بیمار نہ رہا۔ ایک مہرادی لڑکھو اس بیماری میں میری خدمت کرتا تھا میری دھارس بندھانے

شاہجہاں کے اہم اسیری اور عہدہ نگاری

کی خاطر وہ بخوبی جو میرے پیشے سے بچ جاتی تھی بے حامل بی جاتا تھا۔ اور چونکہ وہ ایک متحرک شخص تھا طاقون سے ڈرنے والوں کے خیال پر ہنستا تھا۔

میں اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ گوٹ کے گرنے کے بعد اس بیماری میں موٹا لاکٹ کا کم خوف ہوتا ہے لیکن میری فرض یہ ہے کہ اس خوف کے کم ہونے کو گوٹ سے نمونہ نہ کرنا چاہیے کیونکہ میری رائے میں بیماری کم ہوجانے کا سبب گری کی وہ شدت ہے جو اُن دلوں میں یہ نسبت پہلے کے زیادہ ہوجاتی ہے جس سے مساوات کھل کر وہ سب مفرد و باقی رطوبتیں جو جسم میں رکی رہتی ہیں خارج ہوجاتی ہیں۔

**ریزہ طاقون کا بیان** | علامہ برہن میں نے بہت احتیاط سے اکثر ملاحوں سے بھیجی کو مرید کہتے ہیں اور جو وہ دستانے نیل ہر مصر کے میدانوں کی حد انجیرینی چٹانوں اور آبخاروں تک سفر کرتے تھے دریافت کیا تو انہوں نے بھی مجھے یہی بتایا کہ جب یہ دریا مصر کے میدانوں اور اس زمین پر ہوشیار اور تپہ پوش بیان کی جاتی ہے طغیانی پر آتا ہے تو آبخاروں اور پہاڑوں میں بھی بہت چڑھا ہوا ہوتا ہے اور ان آبخاروں کو غیر معمولی طور سے طغیانی پر لے آتا ہے حالانکہ اُن پہاڑوں کی زمین خالصاً شور نہیں ہے۔

**سینار کے حبشیوں کا بیان** | میں نے بڑی احتیاط کے ساتھ سینار کے حبشیوں سے بھی جو کوہی کے واسطے تاہرہ کو جاتے ہیں اور میں لا ملک دریائے نیل کے کنارے پر اُن کو ہتائی قطعات میں واقع ہے جو مصر کے جنوب کی طرف ہیں اور شاہ احمڑ پلا کا باج گزار ہے۔ تحقیق کیا تو انہوں نے بھی متفق الفاظ ہی بیان کیا کہ جس وقت وہ دریا کے طیل عبقر کے میدانوں میں پڑھتا ہے تو یہ جاری ملک میں بھی پڑھتا اور زور پڑا ہے۔ اس کا باعث وہ بارشیں ہیں کہ جو نہ صرف ہمارے پہاڑوں میں ہوتی ہیں بلکہ ہمارے ملک کے اوپر کی طرف احمڑ پلا میں بھی ہوتی ہیں۔

**دریائے گنگا کی طغیانی** | ہندوستان کی سرحدی بارشوں اور دریائے نیل کے مصر میں ایک ہی وقت میں طغیانی پر آنے سے انجمالات میرے دل میں گذرے اُن سے یہ مضمون بہت صاف ہو جاتا ہے۔ اور آپ خیال کر سکتے ہیں

لہذا اس کتاب میں صرف امیر یعنی ترجمہ کی علامت ہے۔ س. م. م. دیکھو

کہ دریائے سندھ اور گنگا اور اس ملک کے اور دریا گویا دریائے نیل ہیں اور ان کے آس پاس کی زمینیں گریا سحر کی زمینیں۔

**نیل اور گنگا مصر اور بنگال** | یہ خیالات میرے دل میں اس وقت گذرے تھے جب کہ میں بنگالے میں تھا اور مندرجہ ذیل عبارت وہ عبارت ہے جو میں نے اُس وقت اس بحث کے متعلق لکھی تھی۔ خلیج بنگالہ میں دریائے گنگا کے دہانے پر وہ متعدد جزیرے جو زمانہ گذرنے پر آپس میں مل گئے۔ اور آخر کار یہاں غلیم سے ملحق ہو گئے ہیں بلکہ دریائے نیل کے دہانوں کی یاد دلاتے ہیں۔ جب میں مصر میں تھا تو سنا ہے قدرت کو دیکھ کر مجھے خیال آتا تھا کہ ارسطو کا یہ قول کہ ملک مصر دریائے نیل کی صفت ہے۔ بنگالے پر بھی صادق آتا ہے جو دریائے گنگا کا بنایا ہوا ہے! ان دونوں دریاؤں میں صرف اتنا فرق ہے کہ دریائے گنگا نیل کی نسبت بہت بڑا ہے اور اسی وجہ سے نیل سے زیادہ شہن اپنے ساتھ سندھ میں دہانے جاتا ہے جس کے سبب سے اس کے جزیرے نیل کے جزیروں کی نسبت بڑے ہیں۔ اور یہ فرق بھی ہے کہ دریائے نیل کے جزیرے درختوں سے خالی ہیں بخلاف گنگا کے جزیروں کے جو ان چار مہینوں کی متواتر اور کثیر بارشوں کے سبب سے ہر گری کے موسم میں ہوتی ہیں درختوں سے لدے ہوئے ہیں۔

مصر میں جو نہریں آبِ پاشی کی خاطر نیل سے لائی جاتی ہیں بنگالے میں موسمی بارشوں کی بدولت اُن کی حاجت نہیں ہے اگرچہ وہ بھی آبِ ساقی تیار ہو سکتی ہیں کیونکہ دریائے گنگا اور وہ سب دریا گری کے موسم میں اُن بارشوں کے سبب سے جو اس موسم میں پیش ہوتی ہیں اُسی طرح چڑھتے ہیں جس طرح نیل چڑھتا ہے۔ دونوں ملکوں میں یہ تفاوت ہے کہ مصر میں سندھ کے کنارے کے سوا جہاں کہیں بھی صیف سی بارش ہو جاتی ہے خواہ کوئی موسم جو بارش کو کوئی جانتا بھی نہیں اور صرف اتنا پتہ ہے کہ دریائے نیل کے منبع کے قریب بارش ہوتی ہے بخلاف ہندوستان کے جہاں بارش اُن ملکوں میں ہمیشہ مقررہ موسم میں ہوتی ہے جن میں دریا بجھتا ہے۔

**سندھ اور مصر** | اگر معلوم رہے کہ یہ حالت عام نہیں ہے۔ چنانچہ دریائے سندھ کے دہانے پر ملک سندھ میں جو خلیج فارس کی طرف واقع ہے

شاہجہاں کے دام اسیری اور عہد اور گنہگار

ہر سونے ایک ہونڈ بھی نہیں چرتی خواہ اس دریا میں کیسی ہی طغیانی کیوں نہ ہو اور یہ ملک اُس وقت مصر کی طرح نہروں سے سیراب کیا جاتا ہے۔

تیسویں نٹ صاحب نے جو یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ جو جو تجربے اور مشاہدے ہمسک بھرتیوں اور سوتھراؤ طور اور کوہ سینا اور حدہ میں راجوگنہ سے آدھے دن کے راستے پر ایک مقدس مقام بھجا جاتا ہے، اور جو سے کامین اور لوبہ میں ہوتے ہیں اُن کا فصل حال آپ کے پاس کہہ سببوں اس نے میرا ارادہ ہے کہ جب مجھے اپنی طبی یادداشتوں کے کھولنے کی فرصت ملے گی اُن کی تمنا کو پورا کروں گا اور ہر واقعیت بھسکے مقام ٹانگے تجربا اور وہاں جانے کے لئے عمدہ راستہ کی نسبت حاصل ہوئی ہے اُس کو بھی لکھوں گا۔

## خط

بنام مشرعیپ لپن از شیراز (ایران) ۱۰ رجون ۱۶۶۵

ہندوؤں کے عقائد توہمات اور عوامات کے بیان میں

## سورج گہن

فرانس والوں کے توہمات | صاحب من سورج گہن کے دو واقعے میں سے ایسے دیکھے ہیں کہ جن کو میں کبھی نہیں بھولوں گا اپنے ہی ملک

میں مشہور ہیں دیکھا تھا اور دوسرا مشہور میں مقام دہلی۔ پہلا گہن جبکہ اس سبب سے یاد ہے کہ اُس سے اہل فرانس کی غلط فہمیاں پیدا ہوئی اور اُن کے بے بنیاد خوف و

لہ کن منصف کی کوئی ایسی بات ہو کسی قوم یا فرقہ کے مذہبی خیالات کے مخالف ہو اُس قوم یا فرقہ کے لوگوں کو اکثر ہلکا کر دیا کرتی ہے۔ خصوصاً جب کہ انساں بھی کبھی قدر متعجب ہوں۔ میں اس کتاب کی اس فعل کے ترجمہ کرتے ہیں اگرچہ سورج کی بات ہے تو ہمارا انظار و تھکا اس کو بدل دیا جاتا ہے بلکہ اندیشہ و غلط مطلب میں جگہ تو ہمیں کوئی لازم غلط اختیار کیا جاسکتا تھا۔ بس غلط فہمی ہم دونوں کے دہاں ایسا کیا گیا ہے بلکہ بعض غلط چھڑ بھی دینے لگے ہیں اُمید کہ ناظرین درست پسند چاری اس

اسمہ محمدی

فرنگی اشت کو صاف فرمائیں گے

ہراس کے عجیب عجیب تماشے دیکھنے میں آئے تھے۔ چنانچہ اُن کے ہر اعتناء و محاسن اس حد کو پہنچ گئے تھے کہ بعض لوگوں نے توڑنے توڑنے کر کے بکھا جانے کے لئے قسم قسم کی جڑی بوٹی اور دوائیں مول لیں اور بعض نے محفوظ مکانات اور تہخانات میں نہایت احتیاط سے اپنے تئیں بند کر لیا تاکہ اس مخوس و منت کے آفتاب کی شرار اُن تک نہ پہنچے اور خزاں آدھی گرجاؤں میں دھماکا لگنے لگے۔ بعض یہ سمجھتے تھے کہ اب کوئی ناگہانی آفت آنے والی ہے اور بعض کی یہ رائے تھی کہ قیامت کا دن بھی ہے اور یہ جہاں آج ہی لیاسٹ ہو جائے گا اور اگرچہ کے سینڈھی اور اہل بیت اور حکما اور فرنگستان نے پہلے ہی تری تکرار کے ساتھ کہہ دیا تھا کہ اس گہن میں اگرچہ دھوپ بانسل درہے گی مگر یہ تو کئی غیر معمولی بات نہیں ہے اور جس طسرت پر ہمیشہ ہوتے رہے ہیں یہ بھی بانسل بے خطر ہے بخوبیوں اور زالوں کے سے بیہودہ توہمات ذکر کرتے چاہیں مگر اس پر بھی ہمارے ہم وطنوں کو ایسے ایسے دسوس اور توہمات تھے کہ میں پناہ بخدا۔

**دہلی میں سورج گہن کا نظارہ** | جو گہن بمقام دہلی سلطنت میں ہوا وہ ہندوؤں کے توہمات اور عجیب و غریب حرکات کی وجہ سے بگھے یا درہے گا۔ ہب گہن کا وقت آیا تو میں اپنی حوالی کی چھت پر جو منار کے کنارے تھی اور جہاں سے لے کے سبھی ڈی لک نرائس کے نامی حکما میں گنا جاتا ہے۔ یہ سلطنت میں پیدا ہوا تھا اور سلطنت میں مرا۔ یہ ابتداء میری سے علوم ریاضی کی طرف اعلیٰ تھا۔ چنانچہ سولہ برس کے میں میں فیصل علم سے فارغ ہوا اور اشعار برس کی میں میں تمام اسی علم الادب اور فلسفہ کا پروفیسر مقرر ہوا۔ اسی زاد میں اس نے اسطو کی تردید میں ایک کتاب لکھ کر چھپوائی جس کے باعث یہ تمام فرنگستان میں مشہور ہو گیا۔ سلطنت میں یہ جب ملک ہالینڈ سے اپنے ملک میں واپس آیا تو علم ہیئت کی طرف زیادہ متوجہ ہوا اور سلطنت میں مسلمانوں کے آفتاب کے سامنے سے گذرنے کی خبر دی جس کو انگریزی میں شین نیٹ اور عرب ہیئت داں لوگوں کی اصطلاح میں قرآن یا سورہ کہتے ہیں۔ راغزادہ کتاب روشتہ لکھا، س۔ م۔ س۔ شے زنی ذی

تہ دانتوں ایک نرائس عالم تھا اور ریاضیات اور خصوصیت میں بہت بڑی دست گاہ رکھتا تھا مگر علم اور حکما کے طریق کے خلاف فعل اور خود غرضی سے اُن مسائل کو جو اُس نے اپنے دور عصیت سے حل کیے تھے اور لوگوں کو کم جانا تھا راغزادہ انشا تکمیل پٹی یا برطانیہ۔ س۔ م۔ س۔

شاہجہاں کے اہم اسیری اور عہد اور نگہ

درا کے دونوں کنارے نظر آتے تھے جن میں ضخیم ایک، لیکن تین میل کا فاصلہ ہے  
جا کھڑا ہوا نذرانوں کا کھوں چند کمر کمر پانی میں سورج کی طرف ٹھکنے باندھے کھڑے دیکھ  
رہے تھے تاکہ کہن کے شروع ہوتے ہی غوطہ لگائیں۔ چھوٹی چھوٹی لڑکیاں اور لڑکے بالکل  
نگے تھے۔ مرد صرف دھرتیاں باندھے ہوتے تھے۔ بیاہی ہوئی عورتیں اور چھ سات  
سات برس کی لڑکیاں صرف ایک چادر یا ساڑی اوڑھے ہوئے تھیں۔ صاحب مقصد  
اشخاص اور بڑے بڑے آدمیوں یعنی راجاؤں متروں اور صاحب امتیاز لوگوں نے جود  
شاہی میں معزز ہیں۔ اور مراٹوں، مہاراجوں، جہولوں اور پیرایوں وغیرہ نے یہ  
ہندوستان کیا تھا کہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ دربار کے اُس کنارے سے اس کنارے  
آکر پانی میں ڈوبے اور تھیں کھڑی کرائیں اور اس طرح پردے میں اشتیاق وغیرہ کیا۔  
ہندوؤں کے اس مجمع نے جوں ہی گھن گئے دیکھا ایک عجیب و غریب لغو مانا اور چند بار  
متراز غوطہ لگائے۔ پھر پانی میں کھڑے ہوئے اور اپنے ساتھ اور آنکھیں سورج کی  
طرف اٹھا کے ہوئے بڑے حضور طلب سے عبادت اور پوجا کرتے دکھائی دیے۔ اور  
چند بار دولاں ہاتھوں میں پانی لے کر سورج کو چڑھایا اور بہت ادب سے سر جھکا کر کبھی  
دائیں کبھی بائیں پانی دیتے تھے۔ اور گھن کے ختم ہوتے تک یہ بیچارے غلطی میں پڑے  
ہوئے لوگ ایسی ہی حرکتیں کرتے رہے اور جب جانے لگے تو جہاں میں دور سے روپے  
اور دو تیاں چرتیاں وغیرہ پھینکیں اور ہر جنوں کو جو بھلا ایسی ترقیب چاہاں آئے سے  
کیوں چرکنے لگے تھے بہت کہے ہی دان دیا۔ میں نے دیکھا کہ ہر ایک شخص نے پانی سے  
نچلے پر نخی پلو شاک جودہ دار کے کنارے ریت پر رکھی ہوئی تھی پہنی۔ بلکہ بہت سے  
لوگوں نے ہوز یا وہ دھرم آتما تھے اپنی پڑائی پڑاکیں ہر جنوں کو پٹی کر دیں۔

اس طرح سے میں نے اس عظیم الشان سورج گھن کی پوجا کا تماشا اپنے مکان  
کی چھت پر سے دیکھا۔ اور جیسا کہ بیان ہوا دلیا ہی دیا تے سندھ لنگا اور ہندوستان  
کے اور دریائوں بلکہ عام تالابوں پر بھی ہوا۔ کہتے ہیں کہ شاہ فیصلہ میں ترقیب ٹوڑا۔ اکہ  
مے ہندوستان کی تاریخ میں واقعہ بھی قابل یاد رکھنے کے ہے کہ سلطان سلطان شہ  
شہنشاہ اکبر لاہور سے دلی کی طرف آتا ہوا خاصا میریں شہر تر اتفاق سے وہاں سورج گھن کے تماشا کا  
میلہ تھا۔ میں کسی راستہ پر گھرا ہوا ہوں اور جو گیتوں میں جھلکا اٹھ کھڑا ہوا اور دولاں بادشاہ

آدیوں کے ہندوستان کے ہر ایک حصہ سے اثنان کے واسطے آن کر جمع ہوتے تھے۔  
 کچھ تک اس ندی کا پانی جو وہاں بہتی ہے گہن کے دن اور دریاؤں اور ندیوں کی نہایت  
 زیادہ متحرک اور پاک سمجھا جاتا ہے۔

ہندوؤں کی رسومات اور سلاطین مغلیہ | رسول کے آقا و طور پر بھالانے کو یا تو اس

خیال سے منع نہیں کرتے کہ ہندوؤں کے مذہبی معاملات میں دست اندازی کرنا چاہتے  
 ہی نہیں؛ یا دست اندازی کی حرمت نہیں رکھتے۔ مگر ان اتنی بات بے شک ہے کہ  
 تھانویر کے میل سے پہلے چند برہمن اپنی قوم و ہندوؤں کی طرف سے بطور وکیل حاضر  
 ہو کر ایک لاکھ روپیہ پیش کش کر کے پادشاہ کی اجازت حاصل کرتے ہیں اور اس کے  
 عوض کچھ خلعت اور ایک کم قیمت ضیف اپنی ان کو عطا ہوتا ہے۔

بقیہ ماحضہ مٹو گلاشتہ کے پاس زیادہ آئے اور عوامت کی کہ ہم کو ملد سے لوکر آہیں میں فیصلہ کر چنے  
 کی اجازت ملے۔ بادشاہ نے اہل تربت بھالیا مگر یہ انھوں نے دانا تو یہ عجیب فیصلہ کیا کہ دوسرے کی  
 اجازت دیدی اور حکم دیا کہ سنیا سب سے جو ہو گئیں سے تعداد میں کم یعنی قریب تین سو کے تھے اور چار  
 پانچ سو۔ ہمارے سپاہی شامل ہو کر ہو گئیں سے لڑیں۔ پس پادشاہی سپاہی بھی بہت مل کر  
 سنیا سب کے ساتھ میدان میں آکر دوسرے اور بادشاہ کی آنکھوں کے سامنے خوب لڑائی ہوئی اور حضرت  
 شہنشاہ بڑے لطف سے بیٹھے تماشا دیکھا کئے آخر کار جو گئیں کا اس کے سنیا سپاہی غالب آئے اور اس  
 کے بعد بادشاہ نے انتظام کر دیا کہ جو کچھ اور زیادہ مصادد کرتے پائیں۔ یہ روایت جاہلی کی ہے مگر  
 اور افضل سے لکھا ہے کہ یہی اور گری جودو سنیا سب ہی کے قریب ہی ان میں اس بات پر حیکماں اور  
 تھا کہ پہلے میں تیرتہ کے کنارے پر یوں کے بیٹھنے کی جو مگر تھیں اور جہاں خوب چڑھا دا پڑھا تھا  
 وہ گریوں نے پھین لی تھی۔ س۔ م۔ م۔

میں چند جاہ اور بیٹے بڑے امیر سرور گہن کے ساتھ پراکڑا تھی ۲۰۰ ایک قسم کے برہمنوں کو جو  
 صوبی برہمنوں سے ملاں میں کم سمجھ جاتے ہیں اور جن کو ہمارے ملک ایسے روئے نتیج میں نوکوت  
 یا جاہ برہمن یا گہرائی یا جاہ چہ کہتے ہیں دیا کرتے ہیں پس غالب ہے کہ بادشاہ کی طرف سے یہ تھی اور  
 پر شاہک برہمنوں کو بلدرمان دیا جاتا ہوا۔ اور یہ بات کچھ قریب کی نہیں ہے کہ مگر سلاطین مغلیہ نے ہندوؤں  
 کی تالیف قریب کے لئے ان کی بعض رہنمائی کر لی تھیں جو اگر کہ عہد سے سے کراں سلسلہ کے اختتام



گہن کے موقع پر پوچھا جاتا تھا | اب میں اس گہن کی پوچھ چکی اور رضا اور یہ کہ یہ میں  
 پارہ یعنی رکتب آسانی، جو خدا سے ہم کو ہر جا کی وساطت سے دیتے ہیں یہ بتلاتے  
 ہیں کہ ایک دیوتا میں نے راجپس کا اوتار لیا ہے اور جو نہایت مفسد اور شریر اور نہایت  
 کالاکڑ اور انہیں نہیں اور میلہ کھیلا ہے سورج کو کچڑ کر ٹری طرح میلہ اور کالاکڑ دیتا ہے۔  
 سورج بھی اگرچہ ایک دیوتا ہے مگر چونکہ نہایت رحم دل اور نیک نہاد ہے اس شریر کالی بلا  
 کے پیو میں پسند کر سخت تکلیف اور اپنا پاتا ہے۔ میں ہر ایک شخص کو یہ لازم اور واجب  
 ہے کہ سورج ہنگوان کو اس حالت سے نکالت اور رانی دلائے میں کوشش کرے اور اس  
 کی طرف یہی سبیل ہے کہ اشتان اور پوچھا جاتا تھا اور ہن دان کیا جائے۔ کیونکہ یہ دھرم کرم  
 گہن کی حالت میں نہایت ہی مہتمم اور گہن رکھتے ہیں اور جو ہن دان اس وقت کیا جائے  
 وہ بہ نسبت معمولی ہن دان کے سرگنا پھلتا ہے۔ میں چند لوگ یہ کہتے ہیں کہ بھلا کون ایسا  
 شخص ہوگا کہ جس کام میں سرگنا خاندہ ہر اس کو نہ کرے۔

حاجب میں۔۔۔ یہی وہ دلاں سورج گہن ہیں کہ میں کی نسبت میں نے آپ سے کہا ہے  
 کہ ان کو ہرگز نہ بھولوں گا۔

## جگن ناتھ کی رتھ جاتا

سورج گہن کی رسوں و فیرو کے ذکر سے بھوکو بٹھا اور خواہی خواہی یہ تحریک ہوتی ہے  
 کہ کچھ اور حال بھی ان لوگوں کی بعض وحشیانہ رسوں کا آپ کو سنتوں میں کے متعلق جیسا  
 مناسب جائیں نتیجہ نکال لیں۔

جائتروں کا ہجوم | طلحہ جنگا کہ میں جگن ناتھ نامی ایک شہر ہے اور وہاں ایک مشہور  
 مندر ہے جس میں جگن ناتھ کی صورت نصب کی ہوئی ہے۔ اور  
 اگر امیری نامی غلطی نہ ہو وہاں ہر سال ایک میلہ ہوتا ہے جو آٹھ روزہ رنگ رتھ ہے اور  
 ہتھ ماشیہ جو گزشتہ ایک سب بادشاہ تھے کو نکالتے تھے مثلاً انی دان یعنی سال شمس اور مری کے حساب سے  
 جب بادشاہ کی عمر کا کوئی سال شروع ہوتا تھا بادشاہ کو سلا اور چاندی کے ساتھ قولا جاتا تھا اور سب ہتھ ماشیہ  
 مستحقین کو بطور تحفہ دیا جاتا تھا اور اس مرتبہ پر ایک قلام بھی کیا جاتا تھا۔ س۔ م۔ ج۔

اس مندر پر لوگوں کا بڑا بھاری جمع ہوتا ہے۔ جیسا کہ اگلے زمانہ میں جتن ملک کے مندر پر ہوتا تھا اور ہمارے دقت میں کہہ میں ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ قریب دو لاکھ کے جا تری جمیع ہوتا ہے۔

گجن ناتھ کی رتھ اور صورت | کڑی کا ایک نہایت عجیب و غریب رتھ بنا ہوا ہے۔  
(جس کا نقشہ ہندوستان کے بعض مقامات میں میں نے

لئے ہتی انگریزی پرنٹ کر کا ایک دوسرا نام ہے جو تمام بک پرست یونانیوں اور رومیوں کا سب سے بڑا رتھ تھا۔ یہ مندر میں کا کوکھ میں ہے لیکن کے راترچ کا ایک قدیم نام ہے) اس ضلع میں تھا جس کا چارہ زانہ میں شہر برتھ والا لکھوت ہے۔ یہاں یہ مندر بنا ہوا تھا اس سے کسی قدر فاصلہ پر اب نیوٹن نامی ایک گاؤں آباد ہے جو قراور تارہ کے ایچ تارہ سے مغرب کی طرف تھیلوا میں تھیں تیل کے فاصلہ پر ہے۔ رومیوں کی سلطنت کے زمانہ میں یہ وہ شہر تھا جہاں رات اور سولے چاندی سے بھرا ہوا تھا۔ لیکن ان کی سلطنت کے زوال کے بعد ان لوگوں نے ہندوئیل کے نام سے شہر تھیں کو لوٹ کر آباد کر دیا۔ جس ضلع میں یہ مندر بنا ہوا تھا اس کے چاروں طرف کی زمین بالکل بیا بان تھی جس میں نگاس تھی اور نہ پانی۔ مگر اس مندر کے اس پاس کی زمین نہایت سرسبز اور شاداب تھی۔ اور اس بیا بان میں صرف وہی ایک قطعہ تھا جہاں اس بڑی تھی مشہور دی مریخ ہیروڈوٹس کہتا ہے کہ اس مندر کے نزدیک ایسا چشمہ تھا جس کا پانی صبح کو گرم اور دوپہر سے زرا پہلے ٹھنڈا اور ٹھیک دوپہر کو نہایت سرد ہوتا تھا جس کی خشکی دن کے گھسنے کے ساتھ گھسیتی جاتی تھی یہاں تک کہ شام ہوئے تک گرم ہو کر رفتہ رفتہ آدمی رات کو کھوٹنے لگتا تھا۔<sup>۱۵۰</sup> وہ یں بڑی نامی ایک سیاح نے اس مندر کا مقام مدیانت کیا اور مشغلہ میں ہوا رتھ میں نامی ایک دوسرے سیاح نے اس چشمہ کو معلوم کیا۔ اور ان کے بعد سیاحت میں ایک اور سیاح نے جس کا نام لیزولی تھا۔ اس مقام کو دیکھا وہ کہتا ہے کہ یہ چشمہ کھجوروں کے خوشنما جنگل کے درمیان واقع ہے اور چونکہ اس کے پاس خرمائیٹر تھا اس لئے اس نے اس کے پانی کی نسبت تیار کیا ہے کسا ہے کہ اس کی گرمی صبح کو راتھی، دوپہر کو (چالیس) شام کو (ساتھ) اور آدمی رات کو (تھو) درجے پر جاتا ہے۔

دراغہ ازہام جمہ انسانی کلچر پبلیکیشنز

شاہجہاں کے اہام میری اور صوبہ اورنگزیب

دیکھا بھی ہے) جس پر بے شمار سورتیں بنی ہوتی ہیں جن میں سے کسی کے تو ان جنوں کی تصویروں کی طسوت جو چار سے لگ میں ہوتی ہیں۔ دوسری یعنی آدھا جہاں انسان کا ہے اور آدھا حیران کا اور کسی سورت کی کا نہایت عجیب ہند اور دیرو فیرو کی طسوت ایک سر ہے۔ یہ رتھ چندہ سولہ پیوں کا ہے اور پچاس ساٹھ آدمیوں کے زور چلتا ہے اور اس کے میں وسط میں جگن ناتھ کی سورت کو نہایت مکلف اور مدق برق پوٹھا کہ پہنا کر کئے اور علت و شان کے ساتھ ایک مندر سے دوسرے مندر کو لے جاتے ہیں۔

**جگن ناتھ کے درشن** | پہلے روز جس وقت میں سورت کے درشن کرائے جاتے ہیں۔ اس قدر اڑ دھام ہوتا ہے کہ بہت سے جاہلری ہو کالے کوسوں چل کر نہایت ضعف اور کمزوری کی حالت میں یہاں پہنچتے ہیں لوگوں کے وحکم و حکمت سے کھل جاتے ہیں اور ان کے ارد گرد کے لوگ پر تعریف و توصیف کرتے ہیں کہ بڑے ہی خوش نصیب تھے۔ جراتی دود سے ایسی شہرک جگہ آن کر مرے۔

**نادالوں کی خوش قیودگی** | یہ رتھ میں کے ساتھ ایک قیامت کا شور و غوغا ہوتا ہے جب اعتظام کے ساتھ چلتا ہے تو میں آپ سے پہچ کہتا ہوں کہ یہ لوگ ایسے نادان خوش قیودہ ہیں کہ اپنے تئیں اس کے بیٹوں کے نیچے ڈال دیتے ہیں جو ان کو بالکل کھل دیتے ہیں اور دیکھنے والے اس امر سے ذرا بھی تعجب اور نفرت نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کے خیال میں کوئی کرم (مصل) ایسا بہا و راہ اور اس سے زیادہ راحت بخش نہیں ہے۔ اور جان دینے والا یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ جگن ناتھ ہی اس کو کاپائے اپنے بچے کے سمجھیں گے اور اگلے جنم میں بہت آرام اور عزت اور پیش کی زندگی بخشیں گے؛ برہمن لوگوں کو ان تو بہات اور ان بھاری غلطیوں کے ارتکاب کی اور بھی ترغیب دیتے رہتے ہیں جس کے وسیلے سے ان کو دولت اور بڑائی حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ لوگوں کو ان کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ یہ عجیب کے عجیبوں سے واقف ہیں اور اس لئے ان کی بہت تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور وہ ان دنوں کے کرنا مال دار ہو جاتے ہیں۔

**جگن ناتھ کی وطن** | برہمنوں کی دفا اور غریب یہاں تک بڑھا ہوا ہے کہ نادان و حیکم میں سے تعلق و ریلوں سے بخوبی تحقیق ذکر کیا جھکوا اس بات پر یقین نہ آتا تھا کہ یہ ایک خوب صورت لڑکی کو جگن ناتھ کی شادی کے واسطے انتخاب کرتے ہیں جو بڑی

دھوم دھام سے عورت کے ساتھ مندر کو جاتی اور تمام رات وہاں رہتی ہے اور یہ برہمن اُس کو یہ دم دیتے ہیں کہ خود جگن ناتھ ہی رات کو تیرے ساتھ آکر رہیں گے اور تو دینا سے پہچھو کر اب کی دند سال کھیا ہو گا اور آپ کی اس کرپا کے عوض کس قسم کی پوجا اور چڑھاوا اور رستم کی روانگی کا جلوس آپ کو پسند ہو گا اور رات کے وقت ایک شہوت پرست برہمن ایک چھوٹی سی چور کٹر کی کی راہ سے مندر میں پہنچے گا اور اس پجاری کنواری لڑکی سے جو اُس کو جگن ناتھ کہے ہوتی ہے ہم بہتر ہوتا ہے اور میں بات کی برہمنوں کو ضرورت ہو اُس کو یقین کرا جاتا ہے۔ اور جب صبح کو ویسی ہی دھوم دھام سے اس کو دوسرے مندر میں لے جاتے ہیں تو وہیں اُس سے کہتے ہیں کہ جو کچھ تم نے دیوتا کی زبان سے سنا ہے وہ طاعت لوگوں کو سنا دو۔

اب ہم ایک اور بھوتونی کا ذکر کرتے ہیں یعنی جگن ناتھ بے حیائی کے مظاہرے | کے رتھ کے سامنے بلکہ خاص مندر میں بھی میلہ کے دلوں میں ناپے کے دنت کسبیاں اپنے بدن کی مختلف حرکات سے نہایت بے شری اور بے حجابی کا مظاہرہ کرتی ہیں اور ہر جن ان لغویات کو بالکل اپنے لک کے مذہب کے مطابق خیال کرتے تھے منصف کی سراداس مہانت سے وہ بھی وہ ناپے معلوم ہوتا ہے جو اب تک بھی بنگالہ میں مروج ہے اور بھوان بنگالی اپنے جی و عشرت کے بے خلفاظ طبعوں میں رہنے والوں کو بالکل برہنہ بنا کر خوش کرتے ہیں اور اس قسم کے ناپے کو اُن کی زبان میں کیتھا کا ناپے کہتے ہیں یعنی خمریوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ وہیں جب وہ سب جہاں یہ منصوبے سرکار انگریز کے ہاتھ آئے تو اُس وقت تین سو ناپے والی عورتیں مندر کی ملازم تھیں جو گورنمنٹ کے حکم سے عورتوں کی گئیں اور مندر کے آدنی خداد سرکار میں داخل ہوتی تھیں اور اس کے دھرتی کے لئے ایک عہدہ دار مقرر تھا مگر کچھ زمانہ عہدہ پاروں نے جو مندر کے چڑھاؤ کی آمدنی کا بیٹا اپنی بیانی سرکار کے لئے حرام جانتے تھے۔ حکام سرکاری کے ساتھ جھگڑا کر کے خداد سرکار میں اس کی جیس ہندی کو عورتوں کو لایا اور اس طرح یہ آدنی خالص پکاراؤ کی حق ہو گیا جس میں اس کتاب کے انگریزی مترجم مشرودنگ ہرک صاحب نے اس عہدہ پر ڈاکٹر کا ڈی اسس لکھنا صاحب کی کتاب یادداشت سے ایک عارضہ کھلا ہے جس کو مناسبت مقام کے سبب سے قریب کر کے اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔ قزاق ڈاکٹر کا ڈی اس لکھنا صاحب جنہوں نے مسئلہ میں لکھ لکھ کے دور کے عہد پر مندر جگن ناتھ کی نسبت اپنی کتاب یادداشت میں بعض حالات تحریر کئے ہیں، یہاں

لٹا ہواں کے ایام سہری اور مہار گنہیپ

بقیہ ماشیہ منور گذشتہ کہتے ہیں کہ آج بتاریخ پنجویں مئی میں مستطاب ہم مقام مہار گنہیپ مقیم ہیں اور اگرچہ مگن ناخواب بھی ہم سے پہلے میل سے زیادہ فاصلہ چڑھے۔ لیکن ہم کئی دن سے برابر انسانوں کے ڈھانچے شاہراہ پر پٹھے چرے دیکھتے آتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب ہم مگن ناخواب سے قریب چوتے جا رہے ہیں اس مقام پر قریب دو ہزار کے جاتری ہم کو آئے ہیں جو ہندوستان کے اضلاع شمالی کے مختلف مقامات سے آئے ہیں۔ چنانچہ بعض ان میں سے یوں کہتے ہیں کہ ہم کو اپنا گھر چھوڑے دو بیچنے ہوئے اور باوجودیکہ آج کل موسم سخت گرمی کا ہے مگر اس پر بھی یہ لوگ صرف تنہا نہیں بلکہ مدد میال و افعال آتے ہیں یہ جاتری لوگ بہت سے راستہ ہیں میں سر جاتے ہیں اور ان کی لاشوں یا ٹیڑیوں کو کوئی ذوق نہیں کرتا اور اسی طرح شاہراہ پر پٹریاں دہتی ہیں چنانچہ اس منزل پر جہاں ہم مقیم ہیں ندی کے کنارے جو جاتریوں کے اترنے کے لئے ایک سرسبز پہاڑ ہے کئی قریب سو کھڑکیوں کے ہم سے پٹریاں دیکھیں آج ہم کو ایک ایسا خوش اشتیاق جاتری ملا جو ہندوستان پر لپڑی ٹوٹوت کرتا اور گویا اپنے جسم سے جگن ناتھ کا راستہ نکالتا جاتا تھا اور اپنی دانست میں دلوں کو خوش کرنے کے واسطے اس طریق کو نہایت عمدہ جھکڑ بھالارہا تھا۔ پھر وہ چودھویں چوتے مستطاب کو خاص مگن ناتھ سے یوں کہتے ہیں کہ میں نے مگن ناتھ کو دیکھا کہ کئی کتاب تاریخ اس دلا لفظ اور داری موت کا حال ٹھیک ٹھیک بیان نہیں کر سکتی۔ البتہ اس کے مشابہہ وارے چشم ہو تو ہر جیسا کہ مرگ کی صورت پر فخر کفای میں اٹھے، قتل میں انسان کی ترانیاں چڑھائی جاتی تھیں۔ ویسا ہی مگر جگن ناتھ کی صورت کو اس زاد کا مرگت کہا جائے تو کچھ ناما چاہی نہیں ہے۔ کیونکہ مگن ناتھ کے آنے اپنے تئیں ملی دان اور ترانی کر کے داسے لوگ بھی دلوں مرگت کی ترانوں سے تعداد ہی میں کم ہیں اور داس بڑی طرح جان کھوٹنے ہیں میں مگن ناتھ کے ساتھ اس کے بھائی اور بھی بلرام اور سو مہارما کے نام سے دو اور مرد تھے کسی بی اور جنہوں کی پہچان ہوئی ہے اور تقریباً تینوں کی اتنا ایک ہی سی ہے۔ کیونکہ تینوں کے سنگھاسی بلندی میں تقریباً برابر ہیں۔ آج صبح کو میں متعدد کیچنے کے لئے گیا۔ نہایت وسیع اور عالی شان عمارت ہے۔ اور فی الواقع ایسے ہی سولناک بادشاہ کی شاخ نزل کی گئی ہے اور جیسا کہ سب مندروں میں اس مندر کے دیو کے حالات خیالات اور معتقدات کی مناسبت سے اس شکل کی مرتبہ دیکھو جتا کہ قائم کی جاتی ہیں ویسا ہی اس مندر میں اس ساری ناٹا نیگی اور یوگ کی بے شمار اور

لے لگ شام میں بیت المقدس کے قریب ایک جگہ کا نام ہے جہاں ایام سلف میں مرگت نامی ایک ہندوستان تھا اس پر اکثر لوگ اپنی اولاد کو ترانی کرتے تھے۔

نتیجہ حاصل ہو گا۔ مختلف صورتیں موجود ہیں جو خاص اس کی پرہا کے طریق کا سبب بنی ہیں۔ چنانچہ مہند کی دیواروں اور دروازوں کے نقوش پر ایسی خلاف تنہد شکل کی صورتیں ہیں جو دیکھ کر شرم آتی ہے۔ بھاری بھاری اور پائدار پتھروں سے تراشیں ہوئی کھڑی ہیں۔ یہی مہند کے کنارے کی رتی کو بھی دیکھنے گیا تھا وہاں بھی بعض مقامات جاتریوں کی ٹھاروں سے بالکل سفید نظر آتے تھے۔ شہر کے نزدیک میں نے ایک اور جگہ میں کو اگر بڑا گلگستا کہتے ہیں دیکھی جہاں جاتریوں کی لاشیں یوں ہی پسینک دی جاتی اور کٹے اور گدھے وغیرہ وہاں ہمیشہ جمع رہتے ہیں۔

میں جیس ہنرمند صاحب کے مکان میں جو سرکارِ انریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے ملحق تھا مہند کے خنظم اور جاتریوں سے سرکاری معمول کے وصول کے ذریعہ رہی اُترا ہوا ہوں جو مہند کے کنارے مہند سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ صاحبِ مہند کے قریب اس واسطے نہیں رہتے کہ وہاں شطرنج لاشوں کے باعث نہایت چاہر آتی ہے اور اسی لوگوں کے گناہوں قربات کے مشاہدہ سے قطع نظر فہمیں اور بھی بہت سی ایسی تاریخی باتیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ جی سے آدمی کے حواس پر گندہ ہو جاتے ہیں۔ مثلاً قاتلوں کے بارے میں بڑی بڑی جاتری فہم مہند اور مہند کی سی ڈرامائی صورت کے ساتھ شہر میں دیکھے جاتے ہیں۔ جن میں سے اکثر بھوک اور پیاروں کے بارے میں فہم کے گل کوچن ہی میں مر جاتے ہیں یا یہ کہ اکثر وہ لوگ ہڑتے بھگت اور غرض مہند ہوتے ہیں۔ ان کے ہڑتے ہانڈے اور ہون کو کئی طرح کے رنگوں سے پڑتے ہوئے اور اپنی جان کو طرح طرح کے مذاب میں رہتے ہیں جس کو وہ مبادت کہتے ہیں۔ اس کے سامنے میں اور مہند فہم کی قسم کے شر اور مہند کے شہر کے قریب رہتے ہیں اور مہند کے لئے برابر بیٹھے دکھائی دیتے ہیں جن کے فضلہ کو ساڑھ میں کو یہ لوگ مقدس سمجھ کر چھوڑ رکھتے ہیں بے تکلف اگر چٹ کر جاتے ہیں۔ پھر صاحبِ مہند اور مہند جون مستطوط کو ملحق تھا وہی سے یوں کہتے ہیں کہ ”میں ابھی ایک تماشا دیکھ کر میں کو فہم دھیروں گا اپنے مکان پر آیا ہوں۔ آج اس میں ایک بڑا دن ہے۔ چنانچہ وہ پھر کے وقت ہندو ملحق تھا کی صورت کو مہند سے ابھرا ہے۔ اس وقت لاکھوں لاکھ اور مہند مہند لوگ اپنے جے جے کار سے نہایت شہر داخل کرتے ہیں کے ساتھ ساتھ اور جب مہند کو سنگھاسی پر بٹھایا اس وقت تو ایسا نفل پڑا کہ میں نے کبھی نہیں سنا تھا۔ پھر مہند ہی غامضی کے بعد وہ کچھ شہر سا مہند ہی دیا۔ اور تمام خلقت کی آنکھیں اس طرف کو اٹھ گئیں اور میں نے دیکھا کہ وہ مہند کا ایک مہند سا چلا جاتا ہے۔ اور قریب آئے پر معلوم ہوا کہ بہت سے آدمیوں کا ایک

شاہجہاں کے ایامِ اسیری اور جد اور گھٹن

بقیہ ماحول، نور گوشت، فزل بڑی جلدی سے چلے آتا ہے اور ہر ایک کے ہاتھ میں گھوڑا کسی اور درخت کی سبز ٹہنی ہے اس فزل کے لئے خلقت نے راستہ چھوڑ دیا اور جب وہ ملجن ہاتھ کے سنگھڑے کے ساتھ میں پر صورت رکھی ہوئی تھی پہنچے تو زمین پر سرتا پاگر کروٹوں میں اور پوچھا کیا ہے اس وقت ملجن ہاتھ کا سنگھڑا سن ایک بہت اونچے رتھ پر دکھائیوا جو مثل ایک ہری کے ساتھ نٹ بلند تھا اس کے پہنچے کہ جو کہ مارے زمین میں دھنسنے جاتے تھے اس رتھ میں پہاڑ کی سی بیماری اور لمبی لمبی چوڑی پیریں کی ہوتی تھیں اور خواروں مرد عورت اور بچے اُن کو کہتے تھے اور اس قدر اذہام تھا کہ بعض لوگ صرف ایک ہی ہاتھ لگا سکتے تھے۔ کہوں سے اس زنجیر کے کھڑاٹے کی وجہ تھی کہ ایسے دیوتا کی زندگی کو کھینچنا ایک بڑے دھرم کی بات سمجھی جاتی ہے۔ رتھ کے اوپر سنگھڑا سن کے پاس پہچا اور بیماری لوگ کھڑے تھے اور میں نے سنا کہ شاہ ایک سو میں پہاڑی رتھ پر چڑھتے تھے۔ ملجن ہاتھ کی صورت ایک کھڑی کا بنا ہوا قالب ہے جسے چند لوگ دھکتے ہیں، اُس کا چہرہ کالا رنگا ہوا اور نہایت صیب ہے اور منہ بڑا سا اور کھلا ہوا لال رنگ سے بھرا ہوا ہے۔ اُنہوں کے ہاں اور پیٹا شک نہایت مکلف اور نفیس پہنائی ہوتی ہے اور وہ دواں موڑیں ہوا س کے ساتھ ہی ایک کا رنگ سفید اور دوسری کا لہو ہے۔ پانچ ہاتھی جن کے اوپر بڑی اونچی اونچی جھنڈیاں بھی تھیں اس میں گھبراہٹ رتھ کے آگے آگے چلتے تھے۔ ان ہاتھوں پر لال رنگ کی جھولیں پڑی ہوتی تھیں اور دواں جانب صوفی گھنٹے بھی لگتے تھے۔ میں بھی اس طقس میں جاشا مل ہوا بلکہ خاص رتھ کے قریب پہنچ گیا۔ جس کو بہت سے لوگ بھگت نام کہتے تھے۔ اور اس کے پیچھے جو بہت سے تھے اُن میں سے گرجا کی سی آواز نکلتی تھی۔ چند لمبے رتھ ترک گیا اور پوچھا شروع ہوتی یعنی مندر کے تیرے پہاڑی نے رتھ پر چڑھ کر اور صورت کے ساتھ آکر چند خوش گیت گائے اور بیان کیا کہ کبھی ہاتھ ہی کو ایسے گیت بہت پسند ہیں اور جب ان گیتوں سے خوش ہوتے ہیں تب ہی ان کا رتھ چلتا ہے۔ چنانچہ ان گیتوں کے گانے کے بعد رتھ دواں سا آگے بڑھ کر پھر کھڑا ہو گیا۔ تب ایک دواں جس کی عمر کوئی بارہ برس کی ہوگی۔ ساتھ کیا گیا۔ اُس نے اُس پہاڑی سے بھی بڑھ کر چند قابل شرم گیت اس افسیدے والے شروع کے کہ شاہ اُن کا دینا قدم آگے بڑھانے اُس لئے دیوتا کی تعریف اور شخصیت بڑی دل نہا آواز سے کی اور گیت کے مٹانے کو سماں کی حرکات یعنی تھانے سے بھی ادا کیا کہ جس سے دیوتا خوش ہو گیا۔ اور لوگوں نے ایک مصرعی خوشی کا شروع کر کے رتھ کو دواں آگے بڑھا دیا مگر چند لمبے بعد رتھ پھر ٹھہر گیا۔ پھر اس دیوتا کے ایک بڑے پہاڑی نے کھڑے ہو کر اور اپنے ہاتھ

بقیہ ماشہ منوگوشہ۔ میں ایک لمبی میٹری لے کر اور اس کو تھوڑے عرصہ تک ناشائستہ طور پر ہلکا کر اس کو دستانے کو ختم کیا۔

واضح ہو کہ مگن ناتھ کی بے جا میں کو میں ہندوستان کا سوک کچا ہوں بخش اور نون مدھی وہ باتوں سے مرکب ہے۔ چنانچہ بخش کا ذکر تو ہو چکا۔ اب نون ریزی کا بیان کیجئے۔ جب تھوڑی دیر اور گئے بڑھاتو ایک جاتری لڑلا کہ میں مگن ناتھ ہی پر اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہوں۔ چنانچہ اس سے چلتے ہوئے رتہ کے پیوں کے آگے اپنے آپ کو ہاتھ پھیلا کر منکے فل زمین پر ڈال دیا اس وقت اثرہام غلاتی سے اس کے تھے جگہ چھوڑ دی اور تھکے پیوں سے وہ کھل کر گر گیا۔ اس حرکت پر جاتریوں کے اثرہام سے صورت کی طرف دسیان کر کے بڑے زور سے جھبے کار کی صدا بلند کی۔ کیونکہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب اس طرح سے دیوتا کو فون چڑھایا جاتا ہے تو دیوتا مسکراتا ہے۔ پھر ان لوگوں نے اس جاتری کی لاش پر اس کے اس نعل کے شعلے اپنی خوشنودی ظاہر کرنے کے لئے کڑیاں پھینکی شردے کیں۔ پھر جیو جی جون مستند کو اسی مقام سے صاحبِ موصوف یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ بولناک وہیں ابھی دستہ جاری ہیں۔ چنانچہ کل بھرا ایک صورت نے اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ مگر وہ رتہ کے نیچے چڑک سیو میں نہیں پڑی تھی اور معمول کے خلاف ترچھی پڑ گئی تھی اس وجہ سے ٹوٹا ہلک دہوئی بلکہ کئی گھنٹوں میں اس کی جان نکل گئی۔ گڑا آج کل کو جب میں اس نروں کی کھوپڑیوں والی جگہ پر سے گزرتا ہوں تو دیکھا کہ اس صورت کی لاش میں بھرتیوں کے اس وقت اور کچے پانی درہا تھا۔ پھر اہر جون مستند کو یوں کہتے ہیں کہ ابھی رتہ جاترا کے تھائے چھوڑ جا رہی ہیں۔ لیکن ایسے افعال اور ہے ریموں کو دیکھتے دیکھتے میں اس قدر تنگ آ گیا ہوں کہ اب دل ہی چاہتا ہے کہ یہاں سے ہلد بھاگ چلتے۔ آج کل کو اس مقام پر بھاری مڑوں کو کھینکا جاتا ہے۔ میں نے ایک اور بھی زلیہ دیکھا تھا واقعہ دیکھا کہ ایک صورت جو مڑوہ یا قریب لورنگ پڑی ہوئی تھی اس کی لاش کو کٹے اور گدے چٹے ہوتے تھے۔ اور اس کے دو بچے اس کی لاش کی طرف بھرت جب رہے تھے۔ اور جاتری لوگ جو اس طرف ہو کر جاتے تھے۔ ان بچوں کی حالت پر کوئی بھی فزہ برابر متوجہ نہیں ہوتا تھا۔ میں نے ان بچوں سے دریافت کیا کہ تمہارا گھر کہاں ہے انہوں نے کہا کہ جہادی جاری ماں ہے وہی چاما وطن ہے۔ انہوں کو اس جگہ رحمت نام کو بھی نہیں ہے۔ اس وقت جاتری لوگ یہاں اس قدر جمع ہو گئے ہیں کہ ان کی تعداد کا اندازہ ٹھیک ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ خاص چھاروں پر جس قدر جاتری جمع ہوتے ہیں ان کی تعداد کی نسبت یہاں کے





میں کئی ایک خوبصورت کبیروں کو جاتا پہچانتا ہوں جو باوجود اس سادہ و سوا اور کبیرانہ پیشہ کے نہایت منطاط میں یعنی سرکشی کے پاس نہیں چلی جاتیں چنانچہ ان عورتوں کو کئی اہل اسلام اور عیسائی اور بعض پرہیزی قوم کے بٹ پرستوں نے بہت کچھ دولت اور دھوکہ دینا چاہا لیکن انہوں نے ان میں مداخلت نہ کیا کہ ہم نے اپنے تئیں دیوتاؤں اور پھول اور ان سادہ و سوا پر ہونگے دعوتی رانے اور شاہان کے مندر کے چاروں طرف بیٹھے ہیں (جی کی وضع کا بیان میں جلد کروں گا) وقف کیا ہوا ہے۔

## ستی کی رسم

ستی کی رسم اور حکام منلیہ کی پالیسی | ہندوستان کی عورتوں کے ستی ہونے کی نسبت جو روایتیں فرنگستان میں مشہور ہیں اگرچہ پہلے ہی ان کی تصدیق بہت سے مسلمان اور مسافروں کے بیانات سے ہو چکی ہے مگر امید ہے کہ میرے ہم وطن اس پرانے عہد کثیف کو سن کر اب تو شبہ کرنا بالکل چھوڑ دیں گے۔

لے سنی کی رسم ہندوستان میں بہت عرصے سے تھی اور چونکہ منورہ میں باوجودیکہ یہ عورتوں کے نامداد چلی، فیرو کا ذکر آیا ہے سنی کی نسبت کچھ اشارہ کیا نہیں جاگا اس لئے اگرچہ مورخ یہ دانت قائم کرتے ہیں کہ یہ رسم سنی کے زمانہ سے پیچھے جاری ہوئی تھی اور چونکہ بھارت کی تالیف و ترتیب کا زمانہ سنی قبل مسیح آنسو سے ثابت کیا ہے اس لئے سنی کا تقریباً نو سو برس قبل مسیح میں مرتب ہوا قرار دیتے ہیں۔ بہر حال دو ہزار برس سے زیادہ عرصہ سے ہندوؤں میں اس رسم کا ہونا یقینی معلوم ہوتا ہے۔ مسلمان بادشاہوں نے اس کے انتہا کی نسبت کچھ توجہ نہیں کی اور ایک بے پروائی سے کبھی کبھی اس کی ممانعت کی۔ لیکن انگریزوں کو جب خدا نے اس ملک کی حکومت عطا کی تو پورے ملک کی عیالت سے متحکم ان کا حال بھی مسلمان بادشاہوں ہی کا سا۔ انہیں یہ کہ جو صرف اپنی مرضی سے سنی ہو یا اس حالت میں سنی ہو جب کہ اس کے رشتہ داروں کی خوشی ہو یا اگر کا حکم پر غرض زیر سنی نہ جلتی جاتے۔ ایک دھندلے دیوانے کے مہر میں اس کے انتہا کے لئے تحریک ہوتی تھی مگر اس وقت وہ ولایت کو جاسے جاسے تھے جاتے جاتے کیا کر سکتے تھے مگر پھر بھی چلتے چلتے وہ اتنا کمزور کہ اس رسم کا متوقف ہونا مناسب ہے۔ دس اپریل سن ۱۸۱۷ء کو ملکہ صد نظامت جنگل نے اپنا ایک سرکار اس منورہ سے جاری کیا کہ بغیر اطلاع بمبئیٹ یا انگریزوں

ٹھانہا بھان کے ازام امیری اور عہدہ انگلیشیہ

جیہ داسٹہ منوگوشٹہ کے کوئی پونہنتی ہوئے دپا کے اور یہ عہدہ داران کی تحقیق کیا کریں کہ یہ خود اپنی مرضی سے مستفی ہوئی ہے اور کوئی اس پر زور و ظلم تو نہیں کرتا کسی نے اسے نشہ چاکر تو یہ سنت نہیں پڑھا دیا ؟ یا کسی اور طرح سے بیہوش دھاس تو نہیں کر دیا ؟ اس کی عمر مولہ برس سے کم یا وہ حاملہ تو نہیں ہے ۔

یہ سرکار اگرچہ مخالفت کے لئے تھا مگر فورہ کر تو حقیقت میں ایک طرح کی اعادہ تھی ۔ !  
گورنمنٹ سمجھتی ہے ایک عجیب و غریب حکم یہ جاری کیا کہ چٹا کو ایک انگریز عہدہ دار بنایا کہ جس سے یہ فرض تھی کہ یہ اگر آگ کے شعلوں سے ڈر کر نکل بھاگنا چاہے تو بھاگ سکے یہ مسئلہ میں اس معاملہ میں ہندوستانی اور انگریزوں میں بڑے بڑے مسئلوں سے سامنے خروٹے ہوا مگر کسی کو یہ حوصلہ نہ ہوا کہ اس کے اختلاف کا تسلی حکم دے ۔ بلکہ بعض کی تو یہ رائے ہوئی کہ اس کا دو کتا گورنمنٹ کے اس بڑے اصول کے خلاف ہے کہ سرکار دھارما کے مذہب اور رسم و رواج میں بڑھ کر وہ انسانیت اور منل اور انصاف کے خلاف نہیں کہی مزام نہ ہوگی ۔ چنانچہ تمام موافق و مخالف رائے میں جمع کر کے صاحبان کورٹ آف ڈائریکٹرز نے مسئلہ میں گورنمنٹ ہند کے پاس بھیجیں اور کھانا کہ ہم کو کمال خوشی ہوگی اگر یہ رسم بغیر کسی جتنہ و نساد پیدا ہو سکے موقوف ہو جائے ۔ اس پر لٹڈ ایم ہرسٹ شٹ نے پھر تمام دانشمند عہدہ داروں سے مشورہ لیا مگر یہی بات تراسپائی کی اس کا اندازہ تو ضرور چاہیے ۔ لیکن چند ہی چند کے اخلاق اور تہذیب اور عقل میں ترقی پیدا کر کے اور یہ جواب دلائی کہ کیسے کیا گیا کہ فی الحال یہ رسم تسلی موقوف نہیں ہو سکتی مگر چند ہی اشاعت اور ترقی تعلیم سے خود موقوف ہو جائے گی ۔ مسئلہ میں پھر گورنر جنرل کے پاس دلائل سے کھٹا آیا کہ کسی طرح یہ رسم شائستگی کے ساتھ بہت جلد موقوف بھی ہو سکتی ہے ؟

اس سے لارڈ ولیم بنیٹنگ نے جواب بھی گورنر جنرل کو کرائے تھے پھر چنگی اور ملکی عہدہ داروں سے مشورہ لیا اور بہت کر کے آخر کار چودھوی و سمبر شٹلرہ کو ایکٹ نمبر سترو جاری کر دیا جس کی رو سے یہ دونوں رسم جیشہ کے واسطے ہندوستان سے دے دیے ہو گئی ۔ اور اگرچہ کلکتہ کے دولت مند بالہوڑی نے بہت قل کہا یا اور اخباروں کے صفحہ کے صفحہ کے لئے گراس باہت شخص نے ایک ریختی اور خاص ٹاٹا کی کونسل کی خدمت میں جا پہلی مارت کیا گیا تھا اور میں ہر فرقہ

لے ایم ہرسٹ وہاں سے تم ورنش ٹاٹا

ٹٹا ولیم بنیٹنگ رول سے تم پائی ٹاٹا

جہاں ناست سستی کی بابت کچھ گئے ہیں ان میں بلا شک مبالغہ کیا گیا ہے اور آج کل پہلے کی نسبت سستی کی تعداد کم ہو گئی ہے کیونکہ مسلمان جو اس ملک کے فراں دعا ہیں اس و مشایخ رسم کے نیست و نابود کرتے ہیں حتی المقدور کوشش کرتے ہیں۔ اور اگرچہ اس کے امتناع کے واسطے کوئی قانون مقرر کیا جا نہیں ہے۔ کیونکہ ان کی پالیسی (مذہب و مصلحت) کا یہ ایک جزو ہے کہ چند دن کی مذہبی خصومات میں جن کی تعداد مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہے دست اندازی کرنا مناسب نہیں سمجھتے بلکہ ان کی مذہبی رسوم کے بجا لانے میں ان کو آزادی دیتے ہیں۔ لیکن تاہم سستی کی رسم کو بعض رسا و میں پیدا کر کے روکنے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ کوئی عورت اپنے صوبہ کے حاکم کی اجازت کے بغیر سستی نہیں ہو سکتی اور صوبہ دار سرگز اجازت نہیں دیتا جب تک کہ قطعی طور پر اس امر کا یقین نہیں ہو جاتا کہ وہ اپنے ارادہ سے ہرگز باز نہ آئے گی۔ صوبہ دار میرہ کوکٹ مبالغہ سے بھجاتا ہے اور بہت سے دھوے دھند کرنا ہے اور اگر اس کی نہائش اور توجہ سے کارگر نہیں ہوتیں تو کہیں ایسا بھی کرتا ہے کہ اپنی صل سرا میں بیچی دیتا ہے تاکہ بیگمات بھی اس کو اپنے طور پر بھجائیں۔ مگر باد جودان سب امور کے سستی کی تعداد اب بھی بہت ہے خصوصاً ان راجاؤں کے علاقوں اور مل ماروں میں جہاں کوئی مسلمان صوبہ دار نہیں نہیں ہے۔ لیکن ہر ایک عورت کے واقعات کے بیان سے بھی کہ میں نے کچھ خود سستی ہوتے دیکھا ہے میں آپ کی مدد سہی ٹو سامعہ فاضلی کا سبب نہیں جوں کا۔ بلکہ خیال ان کے صرف و دین رنج و واقعات ہی کا یہی ہی کر دیا گا۔ اور ان میں بھی صرف ایک ہی عورت کے متصل حالات لکھوں گا جس کو سستی ہونے کے متعلق اور غوغا کا ارادہ سے روکنے کے واسطے میں بھیجا گیا تھا۔

بندی داس نامی میرا ایک دوست تھا جو اٹھارہ سال کا میرہ نشی سستی سے روکنے کا قضا | تھا وہ تپ وق کی بیماری سے جس کا علاج میں نے دو برس سے کچھ زیادہ عرصہ تک کیا تھا مر گیا اور اسی وقت اس کی زوجہ نے اپنے شوہر کی لاش کے ساتھ سستی ہونے کا ارادہ کر لیا اس کے دشتہ وار میرے آقا کے لوگ کرتے اور ان کو چوکم دیا گیا تھا کہ اس بیٹی حاشیہ ستر گز ششہ ہم ماہ کے شوہر باقی ماہ نام مہینہ داس کے بھی دستخط تھے عظیمہ و میں راج سے خارج ہو گیا۔ اور اس رسم کی موافقی کی ایک نامی جو دشتہ سلطنت انگریزی کی قسمت میں کہیں تھی وہ اس کو جینے کے لئے حاصل ہو گئی۔ راجا نواز پٹا راج چندر مہاراشی صاحب پر دہ لیس۔

شاہجہاں کے ایام امیری اور عبادت گاہیں

دیوانگی کی حرکت سے باز رکھیں چنانچہ انھوں نے اسے بھالاکہ اگرچہ تھکا رہے تھے پندرہ اور  
 باعش عزت اور خوشنودی خاندان اور سراسر لائق تھیں اور بہت کام ہے لیکن قسم کو خیال  
 کرنا چاہیے کہ تھارے بچے کم عمر ہیں اور ان کو چھوڑنا نہایت بے رحمی ہے اور تم کو اپنے فرزندوں  
 کی بھلائی کی فکر اس بہت سے جو تم اپنے سوتلی شوہر کی نسبت رکھتی ہو بہت زیادہ ہونا  
 چاہیے اس پر خوف اور دیوانی صورت نے جب ان کی نگاہیں کسی طرح نہ لانا تو انھوں  
 نے جمعہ سے درخواست کی کہ آپ چل کر سمجھائیں۔ چونکہ ہمارے آقا کی بھی یہی مرضی تھی اور  
 اس خاندان سے میری دیرینہ دوستی تھی اس لئے میں اس کے پاس گیا جب مکان میں داخل  
 ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سات آٹھ ہمدرد چھٹی عورتیں اور چار پانچ مہین اور ضیف السفل  
 برصن لاش کے ادھر گود جمع ہیں اور یہ سب عورتیں باری باری بڑے شور و غماں اور آہ و زاری  
 سے روتی اور بڑے زور سے اپنے دلوں ہاتھوں سے پیٹتی ہیں۔ یہ عورت لاش کے پانچ  
 بجھی تھی اور بال کھٹے جھٹے تھے اور چہرہ زرد ہر دم تھا مگر آنکھوں میں آنسو نہ تھا لیکن جب  
 حاضرین مجلس کی طرح وہ بھی بہت زور سے چلا کر روتے مگر تو آنکھیں بال انگڑا پر گئیں اور  
 باتفاق اس خوفناک گروہ کے اپنی باری پر وہ بھی بیٹھی رہی جب یہ رونا پھینکا فرو ہوا تو میں  
 اس کجست گروہ کے قریب گیا اور آہستگی اور رسی کے ساتھ اس بیوہ سے کہا کہ میں دانشمند  
 کے حکم سے تمہیں اطلاع دینے آیا ہوں کہ لڑا ب تھارے دلوں بیٹوں کے واسطے دودھ  
 گودن یعنی پانچ پانچ روپے ماہوار کا وظیفہ جاری رکھے گا بشرطیکہ تم اپنی جان تلف نہ کرو۔  
 کیونکہ تمہارا اختیار ہنا تھارے بچوں کی خیر گیری اور تربیت کے واسطے از میں ضرور ہے  
 اور تم کو خوب معلوم رہے کہ ہم ہر طرح سے تمہارے چہرہ پر بیٹھے اور سستی ہونے کو روک  
 سکتے ہیں اور ان لوگوں کو ہر قسمیں اس نامعقول بات کی جرأت دلاتے ہیں سزا دے سکتے  
 ہیں۔ تمہارے سب عزیز و اقارب تمہاری اولاد کی زندگی کی خاطر تمہارا زندہ رہنا پسند  
 کرتے ہیں۔ اور اس حالت میں تم پر حکم رہتی کا الزام اور وہ بدنامی بھی عاید نہ ہوگی جو  
 ایک ایسی عورت کی نسبت عاید ہو سکتی ہے جو بادیہ و اولاد نہ ہونے کے اپنے ایک کے  
 ساتھ سستی ہونے کی جرأت نہ کرے اور میں نے کئی بار اس تقریر کو دہرایا لیکن اس نے  
 سلطان جواب دیا آخر کار بڑے استغفال سے آگے لا کر بولیں کہ خیر اگر میں سستی چھوڑنے  
 نہ پاؤں گی تو یہ یورے سر جو ذکر مرعوبوں کی یہ سخن کر رہی ہے اپنے دل میں دہرا سچا اور

شاہجہاں کے ایام اسیری اور عہد اولیٰ گئے ہیں

دیوانگی کی حرکت سے باز رکھیں چنانچہ انھوں نے اسے بھالاکہ اگرچہ تھکا رہے تھے پندرہ اور  
 باعش عزت اور خوشنودی خاندان اور سراسر لائق تھیں اور بہت کام ہے لیکن قسم کو خیال  
 کرنا چاہیے کہ تھارے بچے کم عمر ہیں اور اُن کو چھوڑنا نہایت بے رحمی ہے اور تم کو اپنے فرزندوں  
 کی بھلائی کی فکر اس محنت سے جو تم اپنے سوتلی شوہر کی نسبت رکھتی ہو بہت زیادہ ہونا  
 چاہیے اس پر خوف اور دیوانہ عورت نے جب ان کی بھانجی کی طرح نہانا تھا تو انھوں  
 نے جمعہ سے درخواست کی کہ آپ چل کر سمجھائیں۔ چونکہ ہمارے آقا کی بھی یہی مرضی تھی اور  
 اس خاندان سے میری دیرینہ دوستی تھی اس لئے میں اس کے پاس گیا جب مکان میں داخل  
 ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سات آٹھ ہمدرد چھٹی عورتیں اور چار بچے مٹن اور ضیف اسفل  
 برصین لاش کے ارد گرد جمع ہیں اور یہ سب عورتیں باری باری بڑے شور و غماں اور آہ و زاری  
 سے روتی اور بڑے زور سے اپنے دلوں ہاتھوں سے پیٹتی ہیں۔ یہ عورت لاش کے پانچ  
 بجھی تھی اور بال کھٹے جھٹے تھے اور چہرہ زرد ہر دم تھا مگر آنکھوں میں آنسو نہ تھا لیکن جب  
 حاضرین مجلس کی طرح وہ بھی بہت زور سے چلا کر روتے مگر تو آنکھیں بال انگڑا پر گئیں اور  
 باتفاق اس خوفناک گروہ کے اپنی باری پر وہ بھی بیٹھی رہی جب یہ رونا پھینکا فرو ہوا تو میں  
 اس کینٹ گروہ کے قریب گیا اور آہستگی اور رسی کے ساتھ اس بیوہ سے کہا کہ میں دانشمند  
 کے حکم سے تمہیں اطلاع دینے آیا ہوں کہ لڑا ب تھارے دلوں بیٹوں کے واسطے دودھ  
 گردن یعنی پانچ پانچ روپے ماہوار کا وظیفہ جاری رکھے گا بشرطیکہ تم اپنی جان تلف نہ کرو  
 کیونکہ تھارا اختیار ہنا تھارے بچوں کی خیر گیری اور تربیت کے واسطے از میں ضرور ہے  
 اور تم کو خوب معلوم رہے کہ ہم ہر طرح سے تھارے چہا پر بیٹھے اور سستی ہونے کو روک  
 سکتے ہیں اور اُن لوگوں کو ہر قسمیں اسدنا مقول بات کی جرأت دلاتے ہیں سزا دے سکتے  
 ہیں۔ تھارے سب عزیز و اقارب تھاری اولاد کی زندگی کی خاطر تھارا زندہ رہنا پسند  
 کرتے ہیں۔ اور اس حالت میں تم پر ہم سختی کا الزام اور وہ بدنامی بھی عاید نہ ہوگی جو  
 ایک ایسی عورت کی نسبت عاید ہو سکتی ہے جو بادیہ اولاد نہ ہوتے کے اپنے ایک کے  
 ساتھ سستی ہونے کی جرأت نہ کرے اور میں نے کئی بار اس تقریر کو دہرایا لیکن اس نے  
 سلطان جواب دیا آخر کار بڑے استغفال سے آگے لاکر بولی کہ خیر اگر میں سستی چھوڑنے  
 نہ پاؤں گی تو ہر روز سے سر جو ذکر مر جاؤں گی۔ یہ سن کر میں نے اپنے دل میں دیرسچا اور

پھر نہایت غصہ سے پکار کر کہا کہ کیا تیرے سر پر کوئی بھوت پڑا ہے۔ بہت اچھا سنی ہو جا۔ لیکن اسے بہت بے رحم پہلے اپنے بچوں کے گلے کاٹ کر ان کو اسی پتھا پر جلا دے کیونکہ ہم کو یہ ہرگز گوارا نہیں ہے کہ تو رستی ہو کر اس دنیا سے چل دے اور ان کو بھوکا مرنے کو پیچھے چھوڑ جائے اور میں ابھی دانشمند خاں کے پاس جاتا ہوں اور تیرے بڑوں کا ذلیلہ نسخہ کرانا ہوں۔ میرے اس مشعل طود پر بلند آواز سے کہنے کا یہ اثر ہوا کہ وہ ٹھپ ہو گئی اور فوراً سر جھکا کر گھٹنوں پر رکھ لیا پھر تودہ بڑھایا اور تیس اور پندرہ بھی دروازے کی طرف کھسک گئے اور یہ دیکھ کر مجھے مناسب معلوم ہوا کہ اب اس کو اس کے رشتہ داروں کے سپرد کر کے جو میرے ساتھ آئے تھے وہاں سے چل دوں چنانچہ میں اپنے گھڑے پر سوار ہو کر اپنے گھر کو چلا آیا۔

خام کے وقت جب کہ میں دانشمند خاں کے پاس اس حال کی اطلاع کرنے کے لئے جا رہا تھا راستہ میں اس کا ایک رشتہ دار ملا اور بعد امانے شکریہ ادا کر اس کے صوبہ کی شاخ بنیر اس کے حوالی گئی اور اس نے اپنی جان نہیں گزائی۔

**ستی کا ایک دونا ک قصہ** | اب ان عورتوں کا حال سننے والی الرائع چلی مرنے لگی۔ آئندہ سستی کے کسی اور واقعہ کے دیکھنے کا حوصلہ نہیں رہا۔ اور نہ اس کا اعادہ میرت اور نعت سے خالی ہے بہر حال جو کچھ میری آنکھوں کے سامنے گذرا ہے حتی الامکان اس کو بیان کرتا ہوں۔ لیکن جیسو کہ یہ تاریخ نہیں ہے کہ ان سستی ہونے والی دلیالی عورتوں کی عزت اور

۱۷ مشہور و معروف سیاح شیخ ابو عبد اللہ محمد ابن عبد اللہ افریقی معروف ابن بطوطہ۔ جو ۷۵۰ھ میں عہد شاہ تغلق کے زمانہ میں ہندوستان میں آیا تھا اپنے سیاحت نامہ میں جوہلی زبان میں ہے اور جس کی ایک نقل خوش متی سے ہمارے کتب خانہ میں بھی موجود ہے کہتا ہے کہ جب کبھی سستی کا کوئی واقعہ سلطان ہند کی تلوار میں ہوتا ہے تو قتل سلطان سے اجابت حاصل کی جاتی ہے اور اس کے بعد عفت سستی ہوتی ہے۔ اور پھر ایک اپنی آنکھوں دیکھے واقعہ کا میں ذکر کرتا ہے کہ میں۔ ملک سندھ میں تھا کہ ایک شہر کے قریب دس کا نام اس نے اُبھری گاؤں خزانوں نے ہندو ایک ہی کے رہنے والے تھے اور سلطان کی حکومت نہیں آتے تھے چند مسافروں کو لوٹ لیا اور حاکم شہر کے ہمراہیوں میں سے جو مسلمان تھانے سے لڑنے کے لئے نکلا تھا اس واقعہ

بقیہ حاشیہ منور گزشتہ میں چند ہندو مارے گئے کرائے میں سے تین کی عورتوں نے سستی ہونے کا اعلان کیا جو چند دن کے نزدیک اگرچہ فرض نہیں مگر کراب کا کام ہے اور جو عورت سستی ہو جاتی ہے وہ قادر اور اپنے خاندان کے لئے باعث عزت بھی جاتی ہے اور جو سستی نہیں ہوتی وہ سوتلے جھوٹے کپڑے پہنتی اور بے وقافتگی کے وجہ سے کنبہ داروں کے نزدیک بے نصیب اور ذلیل خیال کی جاتی ہے اگرچہ سستی ہونے پر مجبور نہیں کی جاتی۔ چنانچہ جب انھوں نے اپنا سستی ہونا اعلان کیا تو میں ملنک کلب گائے بھلے اور خوشیاں منانے میں مصروف رہی گو دُنیا سے رغبت ہوتی ہی اور ابھر اُدھر کی عورتیں اُن کی لاتعلات کو آتے رہی۔ چوتھے روز کی صبح کو خوب جتاڑ سنگار کر کے اور عطریں لگا کر گھوڑوں پر سوار چریں اور انہیں ہاتھ میں ایک ایک تاریلی اور ہاتھ میں ایک ایک آئینہ لیا جی کر اُپھٹائی اور اُن میں اپنا منہ دیکھتی جاتی تھیں اور ہندوادی اُن سے کہتے جاتے تھے کہ ہمارے باپ ہاں یا بھائی یا دوست کو چارہا سلام کہہ دیا۔ جس کے جواب میں وہ ہنس کر کہہ دیتی تھیں کہ اچھا! میں اپنے ساتھیوں سمیت اُن کے سستی ہونے کی کیفیت دیکھنے کے لئے گیا اور کئی تھن میل چل کر ہم ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں بہت سا پانی اور گھنے سایہ کے درخت تھے اور اُن میں چار من بنے ہوئے تھے جن میں چھڑکی ایک ایک عورت تھیں اور ان منوں کے دیپوں بیچ ایک بڑا اور پختہ ٹالہ تھا۔ جس پر وہ منوں نے ایسا گستاہ کیا ہر اتھا کہ دھوپ نہیں پڑ سکتی تھی۔ یہ عورتیں جب ان منوں کے قریب پہنچیں تو تالاب کے پاس جا کر آکر ٹہریں اور کپڑے اور گھنا پائیاں تارکے بھرت کر دیا اور پانی میں لٹو لٹکا کر ایک بغیر سلامتی سوتی پلیر سے پائلا کلب اندر لیا۔ تالاب کے قریب ہی ایک نشیب زمین میں بہت سی آگ ملائی جا رہی تھی جس پر کھڑکائے کے لئے تلوں کا تیل ڈالا جا رہا تھا اور کئی چندہ آدمی ہر ایک ایندھن کے ٹھٹھے ہاتھوں میں لئے کھڑے تھے اور قریباً دس آدمیوں کے پاس بڑی بڑی کڑیاں تھیں۔ اور ٹھوول اور کلبھ بھائے مارے لوگ ان عورتوں کے منظر کھڑے تھے۔ اور اس خیال سے کہ کہیں دیکھ کر ٹور نہ جائیں لوگوں نے آگ کے سامنے قنات سے پردہ کر رکھا تھا جس کو انھوں نے تھامے ہوئے تھے۔ ان تصورات میں سے ایک عورت کو میں نے دیکھا کہ جب قنات کے پاس پہنچی تو اس کو لوگوں کے ہاتھ سے جھٹک کر کھینچ لیا اور نہیں کر لولی کر ۱۰۔ مارا میرسانی آدھیش راتش، سی سی دامن کر اناطیش است و لکنی ملا میں کے یہ سستی جس کو کیا تم بھکو آگ سے ڈراتے ہو۔ میں جانتی ہوں کہ یہ بھلائے والی آگ ہے۔ پھر اُس نے آگ کو سلام کرنے کی خاطر اپنے دونوں ہاتھ سر پر جوڑے اور اس میں کو پٹری اور مشا تھارے اور



ہے وہ شکر جان کھولنے کا بیان میں شکر شکر ادا کر سکوں۔ جو کہ اُس پر اندوہ اور  
نور خاک اور بد انہام دم میں ہوتا ہے۔ یقین ہے کہ یہ دیکھے کوئی بھی اُس کو کج نہ جانے گا  
جب میں اصلاً اُدسے سامان ہر کرنا گہ جا رہا تھا اور ہمارا قافلہ دو پہر کا شے کو ایک  
تصہ میں سایہ تلے شہلا ہوا تھا۔ شکر ایک عورت اپنے شوہر کی لاف کے ساتھ سستی  
ہوا چاہتی ہے۔ پس میں فرما دینا ہوا ہاں گیا اور دیکھا کہ ایک بڑے تالاب میں جو بکتر مٹھی  
جگہ کے زیادہ تر شکر پڑا تھا ایک بڑا گڑھا لکڑیوں سے بھرا ہوا ہے اور اُس پر سروے کی تلاش  
رکھی ہوئی ہے اور اُس پر ایک عورت بیٹھی ہے اور چار پانچ برہمن اُس کو ہر طرف سے آگ  
لگا رہے ہیں اور پانچ اور ستر عورتیں کھانسی اور ہنسی پانچ ایک دوسری کا ہاتھ پکڑے  
چماکے گڑھا گردنا پتی لاتی ہیں اور بہت سے نون و مرد یہ تماشا دیکھ رہے ہیں۔ چپتا  
جس پر بہت سا گھی اور تیل ڈالا گیا تھا جلد بھڑک اٹھی اور عورت کے کپڑوں کو جن پر عطر اور  
زعفران وغیرہ پڑا ہوا تھا آگ لگ گئی۔ گر میں نے کوئی ملامت نہ دے دیا گھبراہٹ کی  
اُس میں نہ دیکھی اور کہتے ہیں کہ اُس نے بیٹے قینی اور پانچ اور دو کا لفظ کہا جس کا مطلب  
تھا کہ یہ پانچوں دندہ ہے کہ میں اپنے اسی خاوند کے ساتھ سستی ہوتی ہوں۔ اور اب صرف وہ  
دندہ اور سستی ہونا باقی ہے۔ پھر میں تنا سنا (آواگن) کے مسئلہ کے موافق ہو گئی۔ کو بیچ جاؤں  
گی یعنی چوہا ہرنے اور مرے سے چوٹ جاؤں گی اور یہ لفظ اُس نے اس طرح سے کہہ کر گویا  
اس لغو وقت میں کسی اوتار یا رتنی کی روح نے اُس میں طویل کیا ہے۔ لیکن ابھی اس مذبحاً  
طور پر جان کھولنے کی دعوایات کی ابتدا ہی تھی اور میں نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ وہ پانچ لگنے  
والی عورتیں بکتر ایک امیری کے کسی خاص مطلب کے لئے نہ ہوں گی۔ مگر جب میں نے یہ دیکھا  
کہ اُن میں سے بھی جب ایک عورت کے کپڑوں تک آگ پہنچ گئی تو اُس نے بھی اپنے آپ کو  
سہکے بل اُس آتشیں گڑھے میں گر دیا وہ اسی طرح جب ایک دوسرے کے کپڑے جلتے گئے اُس  
نے بھی اس وجہ تک حرکت کی تھکی کہ اور اسی طرح باری باری وہ تینوں عورتیں بھی جو  
جبے ماشے منور کز شہ۔ شکر اور لہریاں بچنے گئیں۔ میں لوگوں کے ہاتھ میں ایندھن تھا وہ آستون  
نے اُس پھال دیا۔ پھر وہ لوگوں نے کڑیاں ڈال دیں تاکہ ان کے اندر شہلا شہلا ہو جائے۔ اور یہ سارا  
دیکھ کر میری ایسی حالت ہوئی کہ اگر میرے سامنے بھکون بھانٹنے والی سے میرا منہ نہ دھرتا  
تو قریب تھا کہ میں اپنے گھر سے بے گھر ہوتا۔

ایک دوسری کا ہاتھ پکڑے کمال پے نگرہ اور آرام سے ناپٹ رہی تھیں میرے دیکھتے ہی دیکھتے آگ میں کود کر مہل مری۔ تب تو مجھ پر سخت حیرت طاری ہوئی گلاب، بھٹکوا ایک شخص کے ساتھ کئی عورتوں کے سستی ہونے کے مطلب بھی جلد معلوم ہو گیا یعنی یہ کہ یہ پانچویں عورت لڑکیاں تھیں۔ اور جب اُن کی بی بی کا ناک مرض الموت میں مبتلا تھا اُنہوں نے اس بی بی کی جانب سے اپنے خوراک کی نسبت کمال محبت دکھائی تھی جس نے اُس سے یہ وعدہ کیا تھا کہ تمہارے بعد میں بھی زندہ نہ رہوں گی۔ پس یہ لڑکیاں بھی جوشِ اُلفت سے اس قدر مطلب پر تھیں کہ اُنہوں نے بھی اپنا مرنے کا نشان لیا اور اُسی آگ میں جل رہی تھیں میں اُن کی پیاری بی بی سستی ہوئی تھی۔

**سستی ہونے کا اصل سبب** | اٹھ گھنٹہ کی بھٹکوا اس بات پر یقین دلانے کی کوشش کرتے رہے کہ چندستان کی عورتوں کے سستی ہونے کا سبب اپنے خاوندوں کے ساتھ خصلتِ محبت ہے۔ لیکن مجھے جلد معلوم ہو گیا کہ اس کمرہ کا باعث صرف ایک قسم کے تعصب اور توہم کا اثر ہے۔ جراتا کہیں ہی سے لڑکیوں کے دلیں میں جھلایا جاتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ ایک مہینے کا پکڑ گیا ہے۔ یہ کہ ایک لڑکی کو اُس کی ماں سے تعلیم کرتی رہتی ہے کہ عورت کی پارمائی اور تعریف اسی میں ہے کہ اپنے بچے کے ساتھ سستی ہو جائے۔ اور چھ ہوتا عورتوں کا یہی طریق ہے کہ اس معرکہ دم سے ہرگز نہ موڑیں۔ علاوہ بریں مرد بھی عورتوں کو یہی عقیدے سے ہمیشہ تعلیم کرتے رہتے ہیں تاکہ عورتوں کی توجہ اپنے انکوں کی اطاعت اور تیار دہائی میں مشغول رہنے کے واسطے ہا سانی حاصل ہو۔ اور اس طرح عورتوں کی طرف سے انکوں کو زہر و فیرہ دے دینے کا ذریعہ بھی نہیں رہتا۔

اب میں ایک نہایت عجیب اور زیادہ تر ہر لحاظ کا باطن کرتا ہوں۔

**سستی کا حیرت انگیز واقعہ** | اگرچہ یہ حادثہ مہاراجہ جی نہیں ہے۔ مگر اس نظر سے انقلاب کیا گیا ہے کہ میں قدر سستی کے واقعات میں نے دیکھے ہیں۔ یہ واقعہ ہوا تھا اپنی خصوصیات کے اُن سب سے کہیں بڑے کہ ہے اگرچہ ایسے بہت سے حالات ہیں کہ باوجودیکہ میں نے خود دیکھے ہیں مگر میں اُن پر افسانہ اعلیٰ نہیں کرتا۔ لیکن آپ کو یاد ہے یہ نہیں چاہیے کہ اس حکایت کو صرف اس وجہ سے نامستور تصور کریں کہ اُس میں ایک خاص طور کا اثر لکھا ہے۔ ہندوستان میں یہ قصہ ہزاروں آدمیوں کی زبان پر ہے اور موٹا صحیح خیال کیا ہے۔ اور شاید کہ اب تک رنگستان میں بھی پہنچ گیا ہو۔ چنانچہ وہ قصہ ہے کہ ایک عورت کہے

وقت سے ایک جوان مسلمان و مزی کے ساتھ جوش کا ہمارے تھارہ طہنہ روکھا یا کرنا تھا ناچار ننگا و  
 رکنتی تھی اُس نے اپنے شوہر کو زبرد پیا اور اُس سے جا کر کہا کہ اب اپنے وعدہ کے موافق مجھ  
 سے نکاح کر لو اور جھٹ پٹ کہیں کہ کھل چلو۔ کیونکہ اگر نہ بھی ویر ہوگی تو مجھے یہ سبب دنیا کی  
 اس کے مجبور اپنے ختم کے ساتھ سستی ہوتا پڑے گا۔ مگر جب اُس جوان نے اس امر کو مشکل اور  
 خطرناک سمجھ کر انکار کر دیا تو یہ عورت بغیر کسی طرح کے اضطراب اور تردد کے خود اپنے غریب  
 اقدار کے پاس گئی اور اُن سے کہا کہ میرا خاوند ناگہانی موت سے مر گیا ہے اور میرا مسم املا سستی  
 ہونے کا ہے۔ وہ لوگ اُس کی اس پُرہت ارادہ سے جو باعث انتظار خاندان تھا بہت  
 خوش ہوئے۔ اور چتا تیار کر کے لاش کو اُس پر رکھ دیا اور آگ لگا دی۔ جب سب تیاری ہو چکی  
 تو وہ چتا کے گرد اس فرض سے پھرتے لگی کہ گلے بل بل کر اپنے خوش و اقربا اور ہمایوں وغیرہ  
 سے رخصت ہو۔ اتنا ٹان لڑگوں میں وہ مسلمان طہنہ والا بھی کھڑا تھا جو سازندوں کے  
 ساتھ ہر ملک کی رسم کے موافق سستی کے سامنے باجے بجاتے ہیں بلایا ہوا آیا تھا۔ پس  
 جوں ہی یہ عورت اُس کے قریب پہنچی تو غصہ سے آگ بیجھ کا ہو کر آخری رخصت کے بہاد  
 سے اُس کا گہ بیان اس شدت اور ندر سے پڑا کہ کسی طہنہ مچھڑا نہ سکا اور کھینچ کر اپنے  
 ساتھ چتا میں لے گئی اور اس طرح پر اس جھوٹے عاشق سے اپنا دل لے لیا۔

سورت کی ایک عورت چتا پر | سورت سے ایمان کو آنے ہوئے میں نے ایک اور یہ  
 سستی ہونے کی کیفیت دیکھی اُس وقت کئی اہل  
 فرنگ بھی یعنی انگلیز اور ڈچ اور شہر ہریس کے رہنے والے۔ چاروں صاحب بھی سرحد  
 تھے۔ یہ عورت عمر کی ادھیڑ اور اچھی خاصی طرح دار تھی۔ مگر میری زبان میں یہ طاقت  
 کہاں جو اُس کی وہ میوا لڑن جیسی جرأت دلیری اور وہ وحشیانہ جھلک ہو اُس وقت اُس  
 کے چہرہ سے عیاں تھی اور اُس کا وہ بے دھڑک چٹا کی طرف آنا اور بڑے استقلال اور  
 دل جی کے ساتھ لوگوں سے بات چیت کرنا "اشستان کرنا اور بیڑے اطمینان اور خفاہیت  
 بے پروائی سے ہماری طرف دیکھنا اور ہر قسم کے رکنا و ٹکرے آنا اور آرام و اطمینان کی  
 ملے خندہ منہی ضربا مثل سے بھی جو عورتوں کی ہر قسم پر استیصال کی حالت ہے یہی بات ہے کہ  
 ہے کہ بعض عورتیں اس طرح بھی مڑ سکتی ہوتی تھیں۔ تو یہاں چتر مالے حکوئے غم لڑ کے سستی ہوئی نہ سمجھ  
 چارٹن - پچ لڑائی -

حالت میں اس کی وہ بلند منی اور بغیر کسی قسم کی گھبراہٹ اور پریشانی کے اپنی گھبراہٹ کو جو گھاس پھوس اور پتلی پتلی کڑیلوں کو اوپر پیچے پیچے کر چنا پر جاتی گئی تھی دیکھ سہاں کرنا اور پھر شوہر کا سرگود میں لے کر اس میں بیٹھا اور ایک شعل لے کر خود اپنے ہاتھ سے اس میں امداد کی طرف سے آگ لگاتا۔ اور پھر مد معلوم کئے برہمنوں کا باہر کی طرف سے اس کو جھلانا ٹھیک ٹھیک بیان کر سکوں! حقیقت یہ ہے کہ زوتا اپنے بیان سے اس دردناک واقعہ کی گہنہوں کا کامل خاکہ ہی آپ کے سامنے کھینچ سکتا ہوں اور وہ اس حالت میں کو کچھ بیان کر سکتا ہوں۔ جو اس حادثہ کو دیکھنے وقت میرے دل پر گزری اور یہ ہیبت ناک واقعہ اب تک مجھے ایسا یاد ہے کہ گویا میری آنکھوں کے آگے ہے۔ اور شدت اندہ سے اگرچہ چاہتا ہوں کہ خواب و خیال کی طرح اسے بھلا دوں مگر ہرگز نہیں بھول سکتا۔

**جہڑا سستی کرنے کے واقعات** | میں نے چند لمبی و نصیب عواذوں کی مصیبت بھی دیکھی ہے جو چٹاک شعل دیکھتے ہی بھاگنے لگی تھیں۔ اور اس حالت کو دیکھ کر میرے دل کو بالکل یقین تھا کہ اگرچہ بے سود برہمن سستی کرنے سے انکار کر دینے کی اجازت دی تو وہ بخوشی تمام اس سے رُک جائیں۔ مگر یہ کھفت ان خوفناک اور اہل گرفت عورتوں کو سستی چھ جانے کی خاطر صرف ترضیہی اور بڑھاو سے ہی نہیں دیتے بلکہ ان کو زبردستی آگ میں ڈال دیتے ہیں۔ جتنا کہ میرے سامنے ایک غریب جوان عورت اسی طرح زبردستی آگ میں ڈال دی گئی تھی۔ اسی طرح میں نے ایک اور بھاری بھوسا عورت کو دیکھا کہ اس کے اندر وہ جب آگ بھڑکنے لگی تو اس نے نکل بھاگنا چاہا۔ مگر ان دیو سیرت جلاوطن کے لیے ہاتھوں کے بارے میں نکل نہ سکی۔

**چٹا سے بھاگنے کی سزا** | لیکن یہ عورتیں ان غلی برہمنوں کی آنکھ سے بچ کر کسی نکل ہی آدہ وقت رچی تھی جس نے خاکروہوں کی مدد سے اپنی جان بچائی تھی۔ یہ لوگ جب سنتے ہیں کہ سستی ہونے والی جوان اور عورت ہے اور اس کے گھروالے چنداں نام آدہ اور ذی وقار نہیں ہیں اور صرف گنتی کے آدمی اڑدی پڑدی اس کے ساتھ ہوں گے تو وہ ان بکثرت جمع ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ عورت یہ ساہاں مرگ دیکھ کر ہمت نہ رہتی ہے۔ اور ان لوگوں کی مدد سے اس میں آتی موت سے بچی بھٹکتی ہے تو یہ اُسیدہ ہرگز نہیں کر سکتی کہ اپنی زندگی کے

باقی دن فارغ الہائی سے کاتے گی یا ہندو رنگ اس کے ساتھ موت اور موت سے پرہیز کرے گے۔ بلکہ وہ پھر کبھی اُن میں نہیں مل سکتی اور کوئی ہندو کسی وقت اور کسی حالت میں بھی اس موت سے جس نے خود کو اس طرح بے عزت کر ڈالا ہرگز میل جول نہیں کرتا۔ اس طرح انتہائی جہنم اور مطلق ہر جاتی ہے۔ اور مرنے والے خیال کیا جاتا ہے کہ اس کی اس حرکت نے ہندو دھرم کو کنگ لگا دیا۔ اس نے وہ جیسے اپنے لئے کہیں اور ردِ ذیل۔۔۔

معاظروں کی یہ سلوکیاں سستی اور زندگی کے دن پورے کرتی ہیں۔ جب کوئی سستی چتا ہر جا پہنچے تو کسی مغل کو یہ جرات نہیں ہوئی کہ اس کی جان بچائے یا کہ جب وہ ہر ہنوں کے شے میں سے بھاگ نکلی ہر اس کو پناہ دینے کی جو کھوں اُٹھائے۔ کیونکہ ایسا کام کرتے ہوئے یہ لوگ ڈرتے ہیں۔ التہرہ گلیزوں نے بعض ہندو گاہوں میں جہاں اُن کا زونڈیا وہ کھتا بہت سی بیڑیوں کو بچا لیا ہے۔

ایک کم سن لڑکی میں کچھ بیان نہیں کر سکتا کہ ان حرکات کو دیکھ کر فصد کے ارے میری طبیعت کا کیا حال ہوتا تھا۔ اور میں کس خوش سے چاہتا تھا کہ کوئی اختیار ان کھنت و ہنوں کے استعمال کا اُتار آجاتے۔ چنانچہ لا ہور میں میں نے ایک نہایت خوبصورت کم سن بیوہ کو سستی ہونے دیکھا۔ جس کی عمر بارہ برس سے زیادہ نہ ہوگی۔

یہ پانچویں لڑکی جب چٹا کے پاس آئی تو خوف کے ارے اس پر مُردہ جھانک گئی۔ اور میں بیان نہیں کر سکتا کہ وہ کس طرح لاپتی اور ہلک کر رہی تھی۔ لیکن میں ہر ہنوں اور ایک بڑھاپے میں نے اُسے گود میں لے رکھا تھا اور سستی اُسے چتا ہر بٹھا ہی دیا اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیتے تاکہ بھاگنے نہ پائے۔ اور اس طرح ہر اس بچاری مسکوم کو جلا کر خاک کر دیا۔ اُس وقت کچھ دن پہلے کہ فصد کے ارے میل کیا حال تھا۔ اور میں نے کس طرح سے اپنے آپ کو چٹا۔ لیکن چونکہ کچھ بس نہ تھا چاروں ہی دل میں کڑتا تھا کہ اسے غضب یہ لوگ کیسے قائلِ نفرت و کرات میں گرتا رہی اور میں نے شاعر کے یہ اشعار جو اس سنے۔ اگے سمجھنے کی چٹا اُپنیٹا کے باب میں کہے تھے۔ میں کو اُس کے باب نے ٹوٹنا پر قرائی

لے تاکہ مرنے کے اس خط میں مانا۔ اچھے مرنی اور اُپنیٹا کا ذکر چکر کر فصد طلب باتیں ہیں اس نے انشا علیہ پنے لے پڑا تھا اور کتاب جامِ جم و فخر سے ان کا طیفہ طیفہ ذکر اس جگہ کھدو دینا مناسب معلوم ہوا۔

چوسنا یا تھا۔ ان کے عقبِ حال ہے۔

## لیٹن کے اشعار کا خلاصہ

۱۰۔ ایسی چیزوں کے نیست و نابود کر دینے میں بھی ہر نوعی جبروت اور اچھی نفسیں بعض اوقات

قیہ ماشہ ملو گزشتہ،  
دراختا



نوراکتا نسیم زمانہ کے یوٹائیڈوں اور دھندوں کی ایک دلہری تھی جس کو وہ شکار وغیرہ کی دلہری کہتے تھے۔ اور اُس میں بارڈا ملے اور بچا لینے کی دولاں تھیں تصور کرتے تھے اور اس مناسبت سے اُس کی صورت ایک ایسی سورتہ گھڑی اور جمان صورت کی سی بناتے تھے جس کے سر کے بال گردن کے بیچے تک پہنچے ہوتے ہیں اور دائیں ہاتھ میں ترکش میں سے تیر نکالتی اور بائیں ہاتھ سے بارہ انگلی کو جھپٹا کر پتا ہر سینگ سے پکڑے ہوئے اور پاؤں تک ایک ایسی پوٹا شک پہنے ہوئے ہو۔ اور اس خیال سے کہ وہ جانہ کی اور ہے۔ اُس کے سامنے کو ہلال سے سجاتے تھے۔ ایشیا کو چمک کے لوگ بھی اس کو پوجتے تھے مگر رشن ہندوستان کی دانشور دلی کے یوٹائیڈوں کے عقیدے کے برخلاف وہ اس کو صرف مخلوق کے پلنے والی خیال کرتے تھے۔ اور اس لئے اُس کی صورت ایک ایسی صورت کی سی بناتے تھے جس کی بہت سی جھانپیں ہوں اور اُس کے پنجاری خوب ہوتے تھے۔ اس کا منہ دو خوشہ انجیس ماتبع ایشیا سے کو چمک میں تھا کھلے کہ دو ٹوہیں برس میں ہیں کرتیار ہوا تھا۔ اور اس صحت میں ایک سو ستائیں بار شاہوں نے اُس کی تعمیر کے واسطے مدد دیہ و ایتھا۔ یہ معد چار سو پچیس فٹ لمبا اور دو سو پچیس فٹ چڑھا اور سگ سر کے ایک سو ستائیں ستروں پر عوساٹھ ساٹھ فٹ اونچے اور نو نوہ نوٹھ سو ٹن ایک ٹن اٹھائیں سو اگر نہی کا ہوتا ہے) کے ذریعے بنایا گیا تھا۔ اور میں خبر لاری اُس میں بغرافت جیہہ کیلتے تھے۔ جس سو پچیس برس قبل از مسیہ یعنی جس رات کو سکندراعظم کی ولادت ہوئی اس کو طرورس نامی ایک شخص نے اس مجزاد خیال سے ملانا لاکھا اس حرکت سے اس کا نام دنیا میں پائی ہوگا۔ یہ معد اگرچہ دوبارہ بھی بنایا گیا مگر دیا دجا اور پھر اس کو بھی لاکھ قوم کے لوگوں نے دھڑلے دھڑلے

1000

[illegible]

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

۱. دیکھو ایکٹ نہیں دلاؤ۔ مسعودہ گورنمنٹ ہند درباب امتحان رسم سستی

اراسی طرزوں۔ ایوانی طریقتوں

ایفیس - اے پی ٹی ٹی

مذہب نے بڑے بڑے حکام کئے ہیں۔ چنانچہ بیچاری لڑکھان اف یا ناسا دینی انجینیا، کو کس بے ردی سے مانتا کی تران گا، ہر مریاں کرے کہ شکارا گیا تھا۔ افسوس! یہ مذہب انسان سے کیسے بد کام کر دیتا ہے؟

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ: ایک مشہور لڑاکا اور وحشی قوم تھی، مشرقی میں حلا نالافا اور اس کے بعد پھر کسی نے اس کو تعمیر نہیں کیا۔ شہر انجینس شہر از میر سے براہیچا نے کو چک میں فی الحال سلطنت کرتے شہزادہ کا ایک حاکم نشین مقام ہے ستائیس میل جنوب کی طرف جس کا نام ہمارے زمانہ میں اس کا نام ایاز ترک مشہور ہے۔

## اچھے منسن اور انجینیا

تھیر نازا دیں بیکو شام کے کنارے ایشیا نے کو چک میں ٹرائے ایک نہایت عظیم الشان شہر تھا جس کے گرد نہایت مضبوط پکاس اور تھوڑی دیوار جس کا محیط چار میل تھا بنی ہوئی تھی۔ پڑا کیر لقب ہوا، ہم اسے یہاں کا نام ہوا تو اس نے اپنے دشمن یونانیوں کے پاس اپنے بھتیجے پرنس نامی کو صلح کا پیام دے کر بھیجا۔ پرنس نے یہ ناواقف حرکت کی کہ سٹاپا کے راجا سنی اس کی رانی ہینا کو بھگا لیا۔ اس پر یونانی کے تمام راجاؤں کو نہایت غصہ آیا اور اس امر کا بدلہ لینے کو ان کی مشفقہ فوجوں ایک لاکھ آدمی کے قریب تھی ایک ہزار ایک سو پچھاسی جہازوں پر چند گاؤں اس سے جہازات کے صوبہ یونانیوں سے سوار ہوئے اور منی آس کا بھائی اچھے منسن ان کا سپہ سالار بنا اتفاق سے ایک بادشاہ جو نازی کا اس جہازوں کا رہا تھا۔ اچھے منسن کے ہاتھ سے شکا دیں مانا گیا۔ اور اس کے بعد موافق ہوا اندھو گئی اور جو لوگ جہازوں میں ایک قسم کی دبا سے سرے گئے میں کو انجیا نہات سے انہوں نے مانتا کی شکل سے نمونہ کیا اور اچھے منسن نے بارہ مشکا مارنے کی تہیا کیا یہ پرتس پت دینی کفارہ، انجیر کیا کہ اپنی بیٹی انجینیا کو لایا چہ ترانی چڑھا ڈالا۔ جس وقت قریب تھا کہ وہ ترانی پر جانے لڑا جاتا ہے تو اس نے فرس ہو کر انجینیا کو صاف کو دیا۔ اور اس کے عوض کوئی اور چنیدہ عورت ترانی کی گئی! اور یونانی اپنے جہاز ٹرائے کی طرف بڑھائے گئے اور دس برس کے محاصرہ کے بعد شہر میں داخل ہو کر باشندوں کو تکل کر ڈالا اور شہر کو جلا کر راکھ کاڑھیر بنا دیا۔ نمیل کیا جاتا ہے کہ یہ واقعہ مشرق قبل از مسیح دو سو میں آیا تھا انجی س م م

(۱) اگ ۱۶۷۰ (۲) امیری (۳) کئی اقل لوگ (۴) شہزادے (۵) چھوٹے لوگ (۶) نہ (۷) پدماس (۸) پہلے دس (۹) اس پر لٹا (۱۰) سہی یالی کا

(۱۱) ۱۵۰۰ سے لے کر (۱۲) آلی ش (۱۳) ۱۵۰۰ یالی کا

شا جہاں کے ایام، میری اور محمد اورنگ زیب

میں نے ابھی پورا ذکر ان کی وحشت اور سنگ دلی کا نہیں کیا کہ نیکو خدوستان  
**فرزندہ درگور** کے بعض حضوں میں تو یہ غضب دھاتے ہیں کہ جلا کر سستی کر دینے کے عوض کوٹہ  
 کو اہل رفتہ رفتہ گردن تک زمین میں گاڑ دیتے ہیں اور پھر دو تین برس تک یا ایک اُس کی منڈیا مڑو  
 ثابالتے ہیں۔ اور جب دم بھل جاتا ہے تو مٹی کی نوکریاں ڈال کر پاؤں سے دبا دیتے ہیں۔

## ہندوؤں کا اپنے مُردوں سے سلوک

داغ دے کر لاش کو دریا میں بہا دینے کی رسم اکثر تو یہی دستور ہے کہ ہندو اپنے مُردوں کو جلا  
 دیا کرتے ہیں۔ مگر بعض ایسا بھی کرتے ہیں کہ دیا کے  
 کنارے مُردے کے کسی عضو کو گھاس پھوس سے خلیں کر ایک اونچے اور سیدھے کنارے سے  
 پانی میں ڈھکیل دیتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اس داغ دے کر بہا دینے کی رسم کو گنگا کے کنارے  
 کئی مرتبہ دیکھا ہے۔ لاش کے اوسر اور جلیوں اور کوؤں کی ٹکڑیاں کی ٹکڑیاں منڈلاتی رہتی  
 ہیں۔ اور یہ پردے اور دریا کی پگھلیاں اور گھر گھر اُس سے اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔

قریب اگر بیمار کی غرقابی کنارے لے آتے ہیں اور اُس کے پاؤں پانی میں رکھ کر  
 چھڑکی اُس کو گردن تک ڈوبتے ہیں۔ اور جب کچھ لپکتے ہیں کباب مرنے ہی کو ہے تو سارا  
 جان ڈھونڈتے ہیں۔ اور اُس کو وہیں چھوڑ کر اور دو پیٹ کر چلے آتے ہیں۔ اس رسم کا میں کو  
 میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے یہ دعا ہے کہ اس طرح تلم گناہ جن سے مُردے کی روح اپنی  
 جماتی تعلق کے وقت ناپاک ہو رہی تھی دھوئے جاتے ہیں۔ یہ بے معنی خیال عام لوگوں ہی  
 پر حصر نہیں بلکہ میں نے بڑے بڑے مشہور رُپے کے کچے شخصوں کو بڑے زور شور سے اس کی تائید  
 کرتے سنا ہے۔

## ہندو فقیر

گرو یا مہنت ہندوستان کے فقیروں اور رویشوں میں ہر جہ شہد اور طرح طرح کے  
 ہیں اور ہندوؤں کے مذہبی فرقوں میں بہت سے ڈھیرے اور اکھاڑے  
 ہوتے ہیں۔ جن میں ایک ایک گرو یا مہنت ہوتا ہے جن کے سامنے اُس کے چلیوں سے  
 مہد پٹن لے جاتے ہیں کہ پارستانی اور ترک دنیا اور ماجزی سے گرد کی اطاعت میں۔ مگر زندگی



جو گیوں کی خوفناک زندگی | یہ لوگ ایسے محبوب و متک سے مرہر کرتے ہیں کہ اگر بیٹس  
کو بیان کروں مجھے شک ہے کہ آیا اس پر کوئی اعتبار بھی  
کرے؟ دھرم شامیر اشارہ ان لوگوں کی طرف ہے جو جگہ کی کہلاتے ہیں۔ اور جس کے معنی ہیں  
خدا دسمہ۔ بہت سے جگہ پاگل ننگے رات دن اکثر توڑا لایوں کے پاس بڑے بڑے دھڑوں  
کے نیچے یا سمندروں کے ارد گرد کے سکاڑوں میں راکھ کا بستر کئے بیٹھے یا پڑے رہتے ہیں۔  
بعض کی جبین پنڈلیوں تک فگتی ہیں۔ اور الجھکر ان میں اس طسرج گر ہی پڑ جاتی ہیں جس  
طرح پر کہ ہمارے ملک کے پشتی کتوں کے بالوں میں دھرم شامیر کو وہ آثار جو ہیں کو پوش  
ڈمیر کہتے ہیں، پڑی ہوتی ہوتی ہیں۔ بہت سے جگہ ایک یا دو لایا ہوا اور پ کو اٹھائے  
ر کھتے ہیں۔ ناخنوں کو اس قدر بڑھاتے ہیں کہ بڑھکر مڑ جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک شخص کے  
ناخن سیری ٹھنگلیا کے نصف سے جس سے میں نے ان کو نا پٹھا زیادہ تھے۔ ان کے بازو ایسے  
سخت اور غیر طبیی رہا سخت کی حالت میں کافی فضا نہ پہنچنے کے سبب ان لوگوں کی طرح جو  
مز میں پیاریوں میں مبتلا رہ کر مر جاتے ہیں۔ سو کہ کر نہایت بے چلے ہر جاتے ہیں۔ اور لوگوں  
اور انھوں کے خشک اور سخت ہر جانے کے باعث اس قابل نہیں رہتے کہ جہاں کر ان سے کچھ نہ  
ہیں وال سکیں۔ ان فقروں کے پاس ان کے چلے حاضر رہتے ہیں جو ان کو مہاتما بھکر ان کا  
بڑا ادب کرتے ہیں۔ جو گیوں کا نکلا اور کالا جسم بے بے بال بولی اور بولی با نہیں اور بل کہلاتے  
ہوتے ناخن اور وہ نورانی وضع جو میں نے بیان کی ہے اس عالم سفلی میں اس سے زیادہ  
ستہر شکل خیال میں نہیں آسکتی۔

نانگے فقیر | میں نے مورا بعض بعض راجاؤں کے ماح میں ان نانگے فقروں کی اکثر فرمایاں  
کی فرمایاں دیکھی ہیں۔ جن کے دیکھنے سے ڈر گھٹا ہے۔ بعض کے تو ہاتھ  
وجہ کو لوہے پر بیان ہو چکا ہے، اور پ کو اٹھائے ہوتے ہوتے ہیں بعض کے دشت تاک پال  
یا تو کٹے کٹے ہیں یا سر کے گرد جسے ہوتے اور بل دیتے ہوتے ہیں۔ بعض کے پاس  
ایک ڈا بھاری سوتا ہوتا ہے۔ اور بعض کے کاندھے پر شہر کی خشک اور نالام کمال ڈالی  
ہوتی ہوتی ہے۔ اور اس وجہ سے میں نے ان کو سخت بے حیائی کی حالت میں پاگل ننگے بڑے  
بڑے شہروں میں پھرتے دیکھا ہے۔

شاہجہاں کے ایامِ امیری اور عہدِ مہر

اور جیسے کہ ہمارے فرائض کے اگلی کوچوں میں کسی راہب کو بھرتے دیکھ کر کوئی خیال بھی نہیں کرتا ویسے ہی یہاں مرد عرصے اور لڑکیاں ہیں کہ کچھ نمیب کی نگاہ سے نہیں دیکھتیں۔ بلکہ عورتیں بڑے اعتقاد سے ان کو نصیحت لاکر دیتی ہیں۔ اور ان کے یہ یقین ہے کہ یہ لوگ بڑے ہی مقدس اور سب سے زیادہ پارسا اور نفس کو تلو میں رکھنے والے ہیں۔

صوفی سرزند کا قصہ | علی کو چوں میں نکلا اور زاد بچہ کرنا تھا نفرت کرتا رہا۔ اُس نے ذاتر ادبگ زیب کی دھکیوں ہی کرانا اور دُاس کے وعدوں ہی کو۔ اور آخر اسی وجہ سے کہ اُس نے کپڑے پہنے سے بڑی ضد کے ساتھ بالکل انکار ہی کر دیا اُس کا سر نہارا گیا ہے۔

ملے کٹر دشمن کا رہنے والا اور قوم کا بیرونی تھا مگر مسلمان ہو گیا تھا اور صاحبِ علم اور تجارت میں شہرت  
کھتا ہے کہ جب یہ جغریہ تجارت اپنے وطن ایران سے شہرِ مقدسِ راجہ فلک سندھ میں آیا تو ایک  
مہاجر کے لڑکے پر جس کا نام ابے چند تھا عاشق ہو گیا اور تمام مال و دولت کو بیٹھا اور بولگئی کی سی سخت  
ہو گئی رفتہ رفتہ وہ لڑکا بھی مال و دولت سے لائق اٹھا اُس کے رنگ میں بدل گیا۔ اور شاہجہاں کے  
مہر میں دولوں بالاتفاق دلی میں آئے۔ اُس وقت کے اکثر لوگ اُس کو بڑا خدا پسند اور عارف و صاحبِ  
صاحبِ کشف سمجھتے تھے۔ چونکہ دلا شکوہ بھی جو نفیر و دست تھا۔ اکثر سڑک کے پاس آتا جاتا۔ اور بادشاہ  
سے اُس کے کشف و کرامات کے تذکرے کرتا رہتا تھا اس نے شاہجہاں نے عنایتِ خاں نامی ایک امیر کو  
اُس کے نقص حال کے واسطے امر کیا اور اُس نے سڑک کو دیکھ بھال کر بطور عرض حال آکر یہ شعر پڑھا  
سرور پرہیز کرامتِ جہتِ مست باکشفیہ کہ ظاہرست اند کشفِ عورت است۔ جب شاہجہاں کو اورنگزیب  
نے تیار کیا۔ اور دلا شکوہ گرفتار ہو کر قتل کیا گیا تو شاہین علی کو جو شاہ عالم تھا اور شاہِ خاں کا  
خطاب اور پنج نزاری کا منصب رکھتا تھا حکم ہوا کہ سڑک کو کھڑے بیٹھنے کا حکم دے۔ پس سرور طلب ہوا  
اور لائے اُس سے پوچھا کہ۔ عربانِ چرامی باخشی سڑک نے اُس کا یہ نظر پانہ عجب دل کو۔ فیض  
قوی است۔ میں ملائی اور طلبہ کی اتفاق رائے سے اس کے قتل کا خرمی کھسا۔ اور بادشاہ نے  
اُس کو شہر کیا۔ کھسا ہے کہ جب جلاؤ تلوار سے کرنا سننے آیا تو سر سے کہا۔ سر صاحبِ ازختم شرمیک  
بادشاہ کو نہ قصہ کو نہ درد و مرہم یا بود۔ اور عاشقِ خاں رازی نے اپنی مختصر تاریخِ عالمگیری میں  
کھسا ہے۔ کہ جب جلاؤ قتل کرنے لگا تو سرور نے شہادتِ جہتِ عظمیٰ اور بے نیکی کی حالت میں اخیرِ وقت یہ  
شعر پڑھا۔ عربانِ تن بود فہم از دو دوست با آن خیر بہ خط از مراد اگر دند۔ مراد کو شعر گوئی میں بھی

## جوگیوں کی عبادت اور ریاضت

بہت سے فقیر ایسی ہی تہتر تہتر کرتے ہیں اور اس مرتبہ پر وہ صرف ننگے ہی نہیں ہوتے بلکہ بڑی بڑی لڑکے کی دیکھو۔ ان سے جیسا کہ باتوں کے پاتوں میں پڑی ہوئی ہوئی ہیں۔ لہذا جوئے ہوتے ہیں۔ میں نے بہت سے فقیروں کو دیکھا ہے کہ وہ کسی خاص تپکیا کی خاطر سات آٹھ تک بیکر اس کے کہیں بیٹے جائیں یا پڑ جائیں سید سے کھڑے رہتے ہیں۔ اور بیکر اس کے کدات کے وقت چند گھنٹے ایک طاب کے سہارے آگے کو جھک جائیں اور کوئی سہارا نہیں لیتے اور اس عرصہ میں ان کی ہڈیاں سرخ کر دلاں کے برابر ہر جاتی ہیں۔ بعض کو جس سے دیکھا ہے کہ گھنٹوں باتوں کے بل سر پہنے اور پاتوں اور ہڈیوں سے استقلال سے کھڑے رہتے ہیں۔ میں ایسی ہی اور بہت سی حالتوں کے نام لے سکتا ہوں جن میں کہ یہ چلنے پھرنے کے اپنے جسم کو بے فائدہ رکھ دیتے ہیں۔ ان میں سے بہت سی صورتیں تو ایسی سخت اور مشکل ہیں کہ ہمارے ملک کے نٹ بھی ان کی تقلید نہیں کر سکتے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ تمام باتیں تھوٹی اور دیہاتی کے ایک مفروضہ خیال سے کی جاتی ہیں۔ حالانکہ ہندوستان کے کسی حصہ میں بھی ترقی اور بیداری نے اپنا سایہ بک نہیں ڈالا۔

میں پہلے پہل ہندوستان میں آیا تو ان لوگوں کے یہ بے حد توہمات دیکھ کر چاروں رہ گیا۔ اور کچھ بھروسہ نہ آ سکا کہ ان کی نسبت کیا رائے قائم کروں! بعض اوقات تو مجھے یہ خیال گذرتا تھا کہ یہ فقیر اگر حکمائے قدیم یونان کے اُس نمونے اور جنم فرقہ کے جن کا نام ہے۔ کینسٹن (Kinsiston) تھا یا نہیں ہیں تو ان کا جیسے تو ضرور ہیں۔ لہذا یہ کہ ان میں کچھ جیہ حاشیہ منور گذشتہ، اچھا دخل تھا۔ چنانچہ اُس کا دواں۔ باعیاں جو مجھ کو آسا ہے۔ انہیں دوسری یعنی شہرہ میں جب کہ یہ کتاب ہمارا جاری ہے۔ شہرہ میں چھپ بھی گیا ہے۔ مترجم کا ترجمہ سید جاسد دہلی کے قریب ہی ہے اور لوگ اس پر اکثر بھول پڑ جاتے اور غلطی دہرا کر لے لیتے ہیں۔ اور مترجم کے نقل کی نسبت اب تک عام گمان یہ ہے کہ محض دارا شکوہ کی دوستی اس بیکر کے نقل کا باعث ہوئی تھی۔ فقط س م م

یہ زبان بے فائدہ ہے۔ ایک کے سنی کٹ کٹنے کے ہی۔ اور صرف دس۔ علامت میں کی ہے جو کہ اس قوم فرستے کے حکم کو اپنے اس طرز زندگی پر برا لگھنے تھا کہ ہم بالحدود دولت اور علوم موزوں اور

شاہجہاں کے ایام احمدی اور عہد شکنی

اور محالیت کے سوا اور کوئی بات دیکھ پاتا۔ یا اگر مجھے ان میں آدمی کی ظاہری شکل صورت کے سوا کوئی بات انسانیّت کی بھی دکھائی دیتی۔ کبھی مجھے یہ خیال گذرتا تھا کہ اگر یہ یگراہ میں گر رہی ہے فقیر۔ لیکن آخر کار معلوم ہو گیا کہ حقیقت میں یہ لوگ تقویٰ اور تقدس سے یہاں تک خیال کیا جانے بالکل مستزاد ہیں۔ میں نے پھر یہ خیال کیا کہ آوارہ گردی اور ہستی اور مطلق اعتنائی کی زندگی ان پر قوی اثر رکھتی ہے۔ اور ان کو کھلی معلوم ہوتی ہے۔ یا یہ کہ خود پسندی اور انسان کے ہر کام میں قبیہ ہوتی ہے۔ اور جو دلی جانفشانی کی پیشانی پر لائی گئی ہے اس قبیہ جالبہ صغیر گذشتہ، صرف و مناصف اور لہو و لعب سے نفرت کرتے ہیں اس لئے ہر لحاظ ان کی طرفہ دلی اور مزاجی کے ان کا یہ عقب چڑ گیا تھا۔

س م ج

لے دیو جانس بر کھلا یلان میں مشہور حکیم گودا ہے۔ ذکرہ بالا سے نکت فرقہ میں سے تھا اور اسی وجہ سے اہل عرب اس کو دیو جانس کہتی ہیں۔ یہ مشہور کار تھا کہ ہندو والا تھا اور چارٹر میں برس قبل از مسیح پیدا ہوا تھا اور چھپا لڑے برس کا ہو کر سنہ قبل از مسیح میں فوت ہوا۔ یہ تارک اور نوا تھا اور موٹے جسم کے کپڑے پہنے اور ایک کڑی کا پھل سر پہ انھوں نے نگے پاؤں پہن کر کرتا تھا اور وہ کچھ مل جاتا تھا لیتا اور یہاں چاہتا سو رہتا اور کبھی اس کڑی کے وہیہ میں بیٹھ کر آرام لے لیتا تھا؛ کھانا ہے کہ جب سکندر اعظم نے مشہور کار تھا کہ بیٹھ کر اور اس کی لطافت کو گیا تو اس وقت یہ سدا تھا۔ سکندر نے غور کر ذکر کیا کہ تو پڑا سوتا ہے اور تیرا شہر میں سے نفع کر لیا۔ اس نے جواب دیا کہ شہروں کا نفع کرنا پاؤں ہوں کام ہے۔ لیکن لات لانا اگر سون کی غصلت ہے۔ سکندر نے غصہ کر کہا کہ شاید تو یہ سمجھتا ہے کہ تمہیں کو کبھی مجھ سے غرض نہ پڑے گی اور یہ ممکن نہیں ہے اس نے کہا کہ تمہیں اپنے غلام کے غلام سے کبھی غرض نہ پڑے گی۔ سکندر نے پوچھا وہ کیسی ہے؟ کہا تو کہ چونکہ میں دھرت کو میں نے اپنا غلام بنا رکھا ہے اور تو ان کا غلام ہے۔ ایک روز سکندر نے اس سے پوچھا کہ نیکی کس طرح حاصل کی جاسکتی ہے؟ جواب دیا نیکی کام کرنے سے اور تو تو ایک دن میں وہ کچھ حاصل کر سکتا ہے بلکہ لوگ برسوں میں نہیں کر سکتے۔ کھانا ہے کہ ایک روز سکندر جو اس کی لطافت کو گیا کہ یہ اپنے اس کڑی کے وہیہ پر بیٹھا ہوا دھوپ کھا رہا تھا۔ سکندر نے کہا کہ کوئی خدمت فرمائیے؟ جواب دیا کہ میں کچھ خدمت ہے کہ آپ پر سے ہٹ جاتی اور میری دھوپ نہ رکھیں فقط

ان غرازانہ الخواصہ وجام جم س م ج

ایسی ہی صاف معلوم ہوئی تھی جیسی کہ انظارِ طوطی کے نقشِ ثمالیاس میں ان تمام الجوبہ کاریوں کی پوشیدہ محرک ہو گئی۔

میں نے سنا ہے کہ یہ تقریر بڑی بڑی سخت توجہ اس آئینہ کے جس کہ ہم اگلے **چشمہ کا پھل** جنم میں راجہ ہو جائیں گے۔ اور اگر راجہ نہ بھی ہوتے تو ہماری حالت ایسی تو خراب ہو گئی کہ ہم کو ان سے بھی زیادہ اہم و بیش حاصل ہوں گے۔ لیکن یہ کہیں سے اکثر میں کہا کرتا تھا یہ کیونکر ممکن کیا جاسکتا ہے کہ اگلی زندگی کی خاطر اس زندگی کو مصیبت سے بچا جائے۔ حالانکہ وہ زندگی بھی بالآخر بالیسی ہی منتظر اور بے نتیجہ ہو گئی تھی کہ یہ زندگی ہے۔ اور جس میں دنیاوی آرام اور خوشی ملنے کی امید نہیں کی جاسکتی۔ خواہ کوئی شخص اور سے لپک کے رات بھر کے قریب کو کہیں نہ پہنچے جائے اور خواہ اس کی حالت چند دستاق کے دھڑلہ خور رہا جاؤں بے سنگہ اور جبروت سنگہ ہی کے مشابہ کہوں نہ ہو جائے۔ میں نے ان سے کہہ دیا کہ میں تو ایسی جلدی

میں نے انظارِ طوطی چار سو برس قبل سنا تھا۔ اور انکیاسی برس کا ہرگز اس دنیا سے رخصت ہوا۔ یہ سقراط کا شاگرد اور ارسطو کا استاد تھا۔ لیکن اس سے کچھ لینا چاہیے کہ یہ کیا شخص تھا۔ اپنے وقت میں اس کو کشتی اور شہر گرائی کا شوق تھا۔ اور بہت ہی خوب شعر کہتا تھا۔ مگر سقراط کی نصیحت سے شعر کہنا چھوڑ دیا اور تحصیلِ فلسفہ کی طرف متوجہ ہوا اور اول سقراط سے اور اس کی وفات کے بعد مقتر و فیرو میں تحصیلِ علوم کرنا شروع کیا۔ بہت خوبصورت خوش وضع اور خوش اخلاق آدمی تھا اور اپنے اور بیچارے سے برابر احسان اور کفایت سے پیش آتا تھا اس نے مختلف علوم میں چھری بڑی آکٹھ اپنی آئینہ نگاری دنیا میں چھوڑ دی۔ سولہ کے بعد یہ اس بارے میں دھن کیا گیا تھا اس کی ملکیت تھا۔ اور اس کی متروکات پانی چنے کا ایک ہوالہ ایک لڑا اور سولہ کا ایک کان کا بڑا تھا جس کو کہیں میں پہنچا کرنا تھا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ اس دنیا کا کوئی جانتے والا نہ چھری کسی نہ نہ کے پیدا کرے والا ہے جو ہمیشہ سے فیروز کی سہارے کے موجود ہے۔ اور اپنی تمام مخلوقات کو جانتا ہے۔ اور ازل میں اس کے وعدے کے ساتھ کوئی ظلی موجود نہ تھا اگر چند مثالیں ہیں اس کی مراد چند محدود واسطی چیزیں ہیں جو پہلی ہوئی ہیں اور تمام مسمی اور ادنیٰ صورتیں انھیں کلیاتِ بسیط کی جزئیات ہیں اور اس جہان میں جو کچھ موجود ہے وہ اس جہان یعنی عالمِ مثال کا نمونہ ہے اور یہ کہہ کر اٹھ کے اپنے عوثر کا پتہ فرمادی ہے کہ اس نے کمال پر اس اثر سے مشابہت رکھتا ہے مطلب یہ کہ عالمِ مثال یا عالمِ محروقات عالمِ کلی ہے اور عالمِ ادنیٰ یا عالمِ مرکبات عالمِ جزئی ہے۔ اور جو کچھ اس عالمِ جزئی میں ہے وہ اس عالمِ کلی کا نمونہ ہے۔ اور انوارِ انوارِ الخ الوارِ الخ سم

حصہ فریب میں آتا نہیں۔ کیونکہ باوقار و محنت احمق ہر اہم مفہم مادوں کی گرفت میں ہو۔  
جن کو تم ہوشیاری کے ساتھ دنیا سے پھپھاتے ہو۔

**خدا رسیدہ ہوگی** | بعض نقیروں کی نسبت مشہور ہے کہ وہ ہنسے روشن خیریت اور  
کامل ہوگی اور حقیقت میں خدا رسیدہ ہیں اور ان کی نسبت بالکل  
تاریک دنیا ہونے کا گمان ہے۔ یہ خیر ہمارے راہوں کی طرح آہادی سے دور کسی باغ  
میں تنہا زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور شہر میں کسی نہیں آتے۔ کوئی ان کو بھوس لا کر دے کر  
سے لیتے ہیں۔ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ بغیر بھوس کے بھی یہ مانتا سا موزندہ رہ سکتے ہیں  
اور اپنی پہلی خاتون کشیوں اور نفس کشیوں کی بدولت یہ خدا کے ہر دوسرے پہنچتے ہیں۔

یہ مقدس ہوگی اکثر مراتب میں محو رہتے ہیں۔ ان کا یہ ادا ہے اور ایک نقیر سے بے لرگ  
بہت ہی مانتے تھے خود مجھ سے کہا کہ ہماری سوچیں گھنٹوں بے خودی اور اشتقاق کی حالت  
میں رہتی ہیں۔ ہمارے حواس ظاہری مفلج ہو جاتے ہیں۔ اور جو گہل کو خدا کا دیار حاصل ہوتا  
ہے جو ایک ناقابل البیان سفید اور روشن لڑکی صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ اور ہم کو دنیا  
کے الجھڑوں سے ایسی نفرت ہو جاتی ہے۔ اور سرور خالص کی حالت میں ہم ایسے کو ہر طبع  
میں مو قابل بناتے ہیں۔ اور میرے ان مقدس شخصیت صاحب سے جو مجھے یہ کیفیت بتا رہے  
تھے کہا کہ میں جب چاہتا ہوں گھنٹوں ایسی محویت کی حالت میں چلا جاؤں۔

ہر لوگ جو گھنٹوں کے پاس آتے جاتے ہیں ان میں سے کسی کو ان لاف و گزاف کے اشتقاق  
کے پتے ہونے میں کلام نہیں۔ مگر میرے خیال میں یہ امر ممکن ہے کہ انسان کا دل ہمیشہ کی  
تجانی اور خاتون کشیوں کی وجہ سے کمزور ہو کر اس قسم کے غیبتات میں پڑ جاتا ہوگا۔ یا ان  
نقیروں کے یہ اشتقاق ان میں سے خودیوں کے مقابلہ ہوں گے۔ جن کی نسبت گارڈن کا  
قول ہے کہ وہ جب چاہتا تھا اس حالت میں ہو جاتا تھا۔

میں نے یوم ۲۲ دن ایک آملی کار بھڑاوا سٹوڈیو میں پیدا ہوا تھا اور اپنے نانا کا ایک شہر حبیب  
اور دھانی ماں اور خلیفہ تھا۔ اس حبیب شخص کی تاریخ مری بھی حبیب ہے اس کا باپ شہر سلطان  
میں ایک چھانڈی مقدس شخص تھا مگر بے دم اپنی سوانح مری میں لکھتا ہے کہ میں روز و اوت سے بچتی  
اور ان میں میں ہا ہوں۔ موزین کہتے ہیں کہ اپنے باپ کا شری بنانا تھا اور جب وہ مل میں تھا تو اس

بقیر عارضہ منور گذشتہ کی اس سے ہر چند انتظام کے لئے کئی دند کو خشیں کیں مگر یہ سخت جان بچہ ہرگز نہ  
 خطا اور آخر کار جب علاتر اس طرح پر کو اُس کی اس کا پہلو سے کر نکالا گیا۔ روز بے آتش سے یہ جہاں وہ  
 ضیفہ القوی تھا اس کے علاوہ اس کے باپ کے گھر میں اس کے ساتھ کئی طرح کی برسلوکیاں  
 بھی ہوتی رہتی تھیں۔ مگر تحصیل ریاضیات میں اس نے پھر بھی بہت بڑی ترقی کی۔ اند اگرچہ ابتدا میں  
 زراعتیں کیں مگر وہ کے تاک لہذا دو پیشوں میں شامل ہو گیا تھا۔ مگر تھوڑے دنوں بعد اس نے اُس  
 کو شرفینی کے طریق کو ترک کر کے ہسپتالوں سے علم طب اور علم فلسفہ کا حاصل کرنا شروع کیا یہاں تک کہ  
 اٹلی کے ایک مشہور معروف مدرسہ میں سے ایم بی۔ کی ڈگری یعنی غلاب ڈاکٹری حاصل کیا۔ اس  
 مدرسہ میں یہ ایسا مستعد طالب علم تھا کہ اپنے مدرس کی فہرستوں میں اعلیٰ میں اس کے بھائی کی جامعہ کو فز  
 تعلیم دیا کرتا تھا اور آخر اس کے علم فضل و طبابت کی شہرت اس قدر ہوئی کہ اُس وقت کے پرنسپل  
 اور بادشاہوں سے بھی اس کی ملاقاتیں ہوتیں اور کئی مگر اُس نے اپنے طبی جلس میں اس کو خود دیکھو  
 بھی مقرر کیا۔ مگر اس کا قہر بھی نہیں اظہار اس کے ساتھ تھا۔ یہاں تک کہ ایک بار مشہور میں اس کے  
 عرض کے باعث کہہ دیا کہ میری تہہ میں رہا اور جب وہاں سے رہائی پائی تو رہا رہا گریزوم کے  
 اس چلا گیا۔ میں نے انشاء تعالیٰ اس کو اپنے مدرسہ اور طباط ایک مہر مقرر کر کے گذشتہ  
 کے لئے کچھ پیش بھی کردی۔ اور اس نے بقیہ عمر شہر روم ہی میں بسر کی اور اپنی کتاب سماخ مری  
 کھنے کے بعد ششاد میں لکھا کہ یہ شخص احکام لازم کا اس قدر متفق تھا کہ ایک بار اُس نے تک  
 اسکاٹ لینڈ کے ایک مشہور معروف ماہر کی کو سخت مریض تھا۔ اور میں کو عرض کی کہ بڑے بڑے  
 ہی ڈاکٹر وہاں سے چکے تھے اپنے سالو سے عذر مست کیا۔ مگر اپنی اس کامیابی کی نسبت اس  
 کو بھی خیال تھا کہ چونکہ میں نے اُس کی جم پڑی کے حساب کو خوب علم کے کر لیا کیا تھا صفت اس کا  
 سے نہ تادم ہوا ہے۔ اس کے خدمت اعتقاد و عزم کی نسبت اس کے زمانہ کے وہ مشہور ناموں نے ایک  
 یہ دعا ہے بھی کہ ہے کہ اس نے اپنی جم پڑی کی مدد سے اپنی عمر کا ایک حد قرار دے رکھی تھی۔ پھر  
 وہ مدت قریب آ جا چکا کہ یہ بھلا چکا تھا اور کوئی بیماری و فیروہ تھی جس سے مرگ کا گمان ہو سکتا  
 اس وجہ سے یہ خیال ہوا تھا کہ میری جم پڑی کا صاحب غلط ہو جائے اس نے اس قدر مہر کا مرنا  
 قبول کیا کہ آخر جم پڑی کی بدولت کئی اس کی تعانف کے رہا اور کتا میں طبیعت۔ ریاضیات  
 علم خیریت۔ فی احکام لازم۔ ناصحت و بلاغت۔ تاریخ اخلاق۔ منطق۔ نیچرل۔ بشری یعنی علم اہست و خاشق  
 طبیعات۔ موسیقی۔ علم الادب و تشریح و فیروہ میں ایک سوبانیں ہی۔ اور ان میں طرح طرح کے مسائل

جو گیوں کا گیان دیوان | افسانوں میں کسی نہ کسی کو تہ کر دیتے ہیں۔ چنانچہ خواص کو چند ہیج روکنے کی غرض سے وہ اپنے لئے خاص خاص قادیسے مقرر کرتے ہیں۔ مثلاً ان کا بیان ہے کہ بہت دولوں تک کھانا پینا ترک کرنے کے بعد کسی تہلیہ کی جگہ بننا بیٹھا اور بڑے استقلال سے نظر کو آسمان کی طرف جہاں چاہیے اور جب کچھ عرصہ تک اس کے حامل ہو جائیں تو پھر دولوں آنگھوں کو تہریک نیچے کیا ہوتے اور اس طرح وہ بیان جاتیں کہ ایک ہی وقت میں ناک کی پھٹکل اور ناک کے دولوں اطراف برابر دکھلائی دیتے گئیں۔ اور یہ تصور کا طریق علی الاطلاق اس وقت تک جاری رکھنا چاہیے جب تک کہ نور عرفان مسلولہ ہو جائے۔ یہ تصور و مراقبہ اور اس کے حاصل کرنے کا طریقہ ہندو جیگوں اور مسلمان صوفیوں میں ایک بڑی بھاری ماز کی بات ہے اور میں اس کو ماز اس لئے کہتا ہوں کہ وہ اپنی باتوں کو آپس ہی میں پریشیدہ رکھتے ہیں۔ اور ایک چند پنڈت کی حد کے بغیر میں کو دشمن بنانے لے لے کر رکھ لیا تھا اور بھاپے آقا سے کوئی بات چھپا دسکتا تھا بھکو یہ معلوم ات ہرگز حاصل نہ ہوتی اور ایک یہ بھی وجہ ہے کہ میرا آتما صوفیوں کے مسائل سے پہلے ہی سے واقف تھا۔

ان نقیوں کی صورتیں جو بظاہر وہ بیضا نہ نظر آتی ہیں۔ اس کا بڑا سبب میرے گناہی ہیں۔ کہ ریاضات شاد تہ اور مدقوں کے برف اور فاقہ کشیاں اور سخت حالتِ انطاس ان کو دیکھنے میں ایسا بتا دیتی ہیں۔

ہلے سے یورپ کے وہ پیشوں اور راہوں کو سرگزشت خیال نہ کرنا چاہیے کہ وہ دنیا توں میں ہندو جیگوں یا دیگر ناک ایضیا کے نہ ہی فرقوں سے وہ کبھی توقیت سے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ جبر ماشہ منوگر شدہ ہیں۔ مگر اس شخص سے مسائل ملیے کے ساتھ اپنے جہانِ اندازِ تخیلات اور عہدِ و نسبت کو ان سبب سے شامل کر دیا ہے۔ اور بہب اس کے کہ وہ سبب لطیفیت سے آخر تک چلو گیاں اور سمیتیں جھیلنا رہا تھا اس کے مزاج میں تلخی و تندہی اور انتظام پسندی کی حالت تھی اور اس کی خلعت اور مٹھا اس وہ نہ تھا اور ان کا تھا کہ لوگ اس کو مرثا پاگل اور بلی کہتے تھے اور وہ اپنے آپ کو راجا مانا سے بالکل علیحدہ رکھتا تھا اور اس عجیب بات کا اس کو بکا جیوں تھا کہ میرے سامنے بیٹھ ایک ہی باتیں میں کہیں کوئی پہچانتا ہوں حاضر نہیں ہے اور اس کے پھٹ سے میں صوب جانتا ہوں عالمِ معاش سے بات چیت کر لیتا ہوں و ماغزہ از اننا عکس پڑا پر انجیل میں ہے۔



طریقِ عبادت و ریاضت اور روزہ داری وغیرہ میں ارغی تعلق۔ روناقِ نسلی سے کٹا  
یعنی یعقوبی اور سے روٹ صیانتِ حلی کو بہ نظر مقابلہ دیکھا جائے تو ہمارے دور میں سماج بالکل جھکا  
معلوم ہوں گے۔ مگر ہاں اس تجربہ کی رو سے جو بچے ہندوستان میں ہمارے یہ بات مندر  
قابلِ تسلیم ہے کہ فاقہ اور روزہ رکھنے کی جس قدر تکلیف فرنگستان کے سونگھوں میں ہوتی ہے  
ہندوستان وغیرہ میں اتنی نہیں معلوم ہوتی۔

**شعبہ ہار جوگی** | اب میں ایسے فقیروں کا ذکر کرتا ہوں جو ان فقیروں سے جن کا بیان اوپر  
ہرچکا ہے بالکل مختلف ہیں۔ مگر میں یہ بھی عجیب لوگ۔ یہ ہمیشہ تمام  
لکھ میں ہر امر پھرتے رہتے ہیں اور ہر چیز کو فضول بتلاتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ گویا ان  
کی زندگی بڑی بے فکر ہوتی ہے۔ وہ بڑے مازداں سمجھے کا اذکار کئے ہیں۔ عمرِ ان لوگوں  
کا یہ خیال ہے کہ یہ مقبول جنسے سونا بنانا چاہتے ہیں۔ اور پارہ کو ایسے عمدہ طریقہ سے تیار  
کر سکتے ہیں کہ ہر شخص کو ایک دو پاول کے برابر کھانے سے چار آدمی تندرست اور توانا ہو جائے  
ہے۔ اور عہدہ اتنا قوی ہو جاتا ہے کہ شوق سے جتنا چاہے کھائے آسانی سے ہضم ہو جاتا  
ہے۔ اور صرف یہی نہیں ہے۔ بلکہ اس قسم کے دروہگی جب کہیں آپس میں مل بیٹھتے ہیں اور  
ان میں تقابل کا رخ پیدا ہوتا ہے تو اپنے فن کی ایسی عجیب عجیب طاقتیں ظاہر کرتے ہیں  
کہ مجھے شک ہے کہ آیا ان میں سیکس بھی باوجود اپنی تمام شعبہ بازوں کے ایسے عجیب  
کام کر سکتا تھا یا نہیں۔ وہ کسی شخص کے دل کا بھید بتا دیتے ہیں اور گھنٹہ بھر میں درخت  
کی ایک شاخ کو ترہن میں لگا کر آتش میں جتے اور پھول پھل لگا دیتے ہیں۔ اور پاؤ گھنٹہ  
سے کم عرصہ میں انڈے کو بغل میں سے کریم جالار کی نمائش کی جاتے۔ دیکھا پیدا کر دیتے  
ہیں جو کرسے میں اوجھڑا اڑتے گھٹا ہے اور بہت سے اور ایسے ہی شامشے کرتے ہیں جن  
کے بڑوں کی خدمت نہیں۔ مجھے انہوں سے کہ لوگ جو کچھ اس شعبہ بازوں کی نسبت بیان  
کرتے ہیں میں اس کے سچ ہونے کے باب میں اپنی شہادت نہیں دے سکتا۔ میرے آگے  
ان میں سے ایک کو بلایا اور وہ کہیا کہ اگر تو کل میرے دل کی بات بتا دے گا تو میں تیرا  
روپے تجھے دوں گا۔ اور اس خیال سے کہ میری طرف سے بے ایمانی کا لگان نہ ہو میں اس  
بات کو ایسی تجربے وہمہ کا قہر گھو دوں گا اسی وقت میں نے بھی یہ کہا کہ اگر تو میرے

فنا جہاں کے اہم امیری اور عہدہ نگری

دل کی بات بتلا دے گا یہی روپے میں بھی نذر کردں گا۔ مگر وہ غیب گر سمجھتا رہے مکان کے پاس بھی نہ پمٹتا۔ ایک مرتبہ پھر میں نے ایک شہید باز کو کئی بات چہ میں روچنے دینے کا وعدہ کیا کہ میں پھر بھی عزم و دلوس ہی رہا۔ اگرچہ میں ان کی ہر بات کی کنز کو پہنچنا چاہتا تھا۔ لیکن یہ میری جہتہ تھی کہ میں کبھی کوئی ایسا محبوب تماشا نہ دیکھا جو کبھی نہ آ سکے۔ اور جب میں کسی ایسے تماشے کے قریب جا نکلتا تھا جس کو دیکھ کر لوگ خمیر تھے تو یہ موشا میری جہتہ تھی کہ میں ان سے بہت سے سوال کیا کرتا اور ان کا امتحان کئے جاتا تا وقتیکہ مجھے معلوم نہ ہو جا کہ اس میں کیا غیب پا کیا جہتہ پھری ہے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ میں نے ایک شخص کا قریب پکڑ لیا تھا۔ جس نے دعویٰ کیا تھا کہ کٹورا گھسانے کی ترکیب ہے میں اس شخص کا نام بتلا دوں گا جس نے میرے آتما کا دیہہ چسوا یا تھا۔

لیکن ہر حال ایسے فقیر بھی ہیں جو ان فقیروں سے جن کا ہم جین مت کے سادھو ذکر کرتے آئے ہیں بہت چپ چاپ اور شایستہ صورت معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان کی زندگی کا طرز اور طریق عبادت بھی اتنا معمول نہیں ہے۔ یہ ایک دھوئی باندھے ہوئے جو ان کے گھٹنوں تک ہوا کرتی ہے اور ایک سفید چادر اوڑھے ہوئے ہر داغ بھل کے پیچھے سے ہو کر باطن کا اندھے پر چڑی رہتی ہے سر پہ برقع لگیوں اور بازوؤں میں پیرا کرتے ہیں۔ اور اس کے سوا اور کوئی کپڑا ان کے بدن پر نہیں ہوتا مگر ان کے جسم پیچھے دھلے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ صاف پتھر سے معلوم ہوتے ہیں۔ موشا وہ بڑے امتثال کے ساتھ دودھ کر پھرتے ہیں اور ہاتھ میں ایک چھڑا سا خوبصورت مٹی کا پیرا لٹھو تاج ہے۔ جس کے تین پائے اور دو دستے ہوتے ہیں۔ یہ اور فقیروں کی طرح دکان دکان مانگتے نہیں پھرتے بلکہ بے تکلف ہندوؤں کے گھروں میں چلے جاتے ہیں جہاں ان کی بڑی آدابگت ہوتی ہے۔ اور ان کے آستے کو گھروا لے اصف برکت بچتے ہیں۔

لہذا لوگ نہاتے تو نہیں الیہ پکڑا ترک کر کے جن کو اس سے پیچھے صاف کر لیتے ہیں۔ س م م  
تہ عرف مٹی کا ترکم اور اکثر دھن کیا ہوا ایک کاشٹا برتن میں لٹے کے پوتا ہے جس کے اوپر نا پیکھوٹا  
پہرے تین پائے بھی ہوتے ہیں اس کو ان کی اسطے میں ہلا کر پاتری کہتے ہیں۔ س م م

ان پاک فقیروں اور گھری کی عورتوں میں جو معاملات درجہ ہوئے ہیں۔ اگرچہ ان کو سب لوگ جانتے ہیں مگر جو کوئی ایسا الزام ان کو لگا دے تو اس کا خدایا حافظ ہے مگر اس بات کو اس ملک کی رسم خیال کیا جائے ہے اور اسی وجہ سے ان کے تقدس میں کچھ فرق نہیں آتا۔ گھریوں کی عورتوں کے ساتھ ان فقیروں کے جو معاملات رہتے ہیں ان کے بیان پر میں چنداں زور دینا نہیں چاہتا۔ کیونکہ ہم اور آپ سب جانتے ہیں کہ ایسی حرکتیں صرف شہنشاہ مظہر ہی کی سلطنت میں نہیں ہوتیں۔ لیکن درحقیقت جو بات مضحکہ خیز ہے وہ یہ ہے کہ یہ بے ادب چارے پاؤں ہندوستان کے ساتھ اپنا مقابلہ کرتے ہیں۔ بعض اوقات میں ان کی غور پسندی اور تنفیذ عقلی سے خوب اپنا ہی بھلا لیا کرتا تھا اور ان سے بڑے فطرت اور معاملات سے بولتا۔ اور بظاہر بڑا ادب کرتا تھا۔ چنانچہ فوراً آپس میں ایک دوسرے کی طرف اشارہ کر کے وہ یوں کہنے لگتے تھے "یہ لڑکی حاکم ہے کہ ہم کہیں ہیں یہ کئی سال ہندوستان میں رہ چکا ہے اور خوب جانتا ہے کہ ہم ہندوؤں کے پاؤں ہیں نہ"

## ہندوؤں کے قوانین مذہبی اور علوم و فنون

میں ان فقیروں کا بہت کچھ نوکر کر چکا اور اب مجھے ان کے دھرم شاستر اور اور علوم کی برہمنوں کا ذکر کرنا چاہیے۔ اگرچہ میں زبان سنسکرت سے جواب ہندوستان کے خاص پنڈتوں اور قابلہ قدیم زمانہ کے کل برہمنوں کی عام زبان تھی نا آشنا ہوں اور جو اس کے سنسکرت کی برہمنوں کا ذکر کرتا ہوں تو یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ میرے آقا و ائمہ خاں نے کچھ توہمیری درخواست سے اور کچھ اپنے حقوق کی خاطر ہندوستان کے ایک مشہور پنڈت کو نوکر رکھ لیا تھا جو پہلے شاہجہاں کے بڑے بیٹے داراشکوہ کی سرکار سے متعلق تھا۔ تین سال کے عرصہ میں اُس نے اور کئی بڑے بڑا دان پنڈتوں سے میری ملاقات کرادی تھی جن کو وہ اپنے ساتھ لے آیا کرتا تھا۔ جب میں اپنے آقا کو پکیٹ میں اور دھرم کے علم تشریح کی معلومات جدیدہ کا حال سناتے سناتے تھک جاتا اور

لے آکر پڑھ پکٹ ایک نظر تیسرے عظیم یافتہ دردمن شاہجہاں  
نرائش کا تھا اس نامور شخص نے خشک دہی ہر طرف مقبوضہ ہندوستان مقبوضین کے یہ تھی بات مرادش کی

گیندای اور ڈسکارٹس کے فلسفہ بعد میں کامیاب اپنے آقا کے لئے فارسی میں ترجمہ کر دیا تھا اور پانچ سو سال تک خصوصیت سے میرا بھی مشغل مقام انگلو کرتے کرتے جبرہ ماشہ منور شدہ طے کر چکر کو خون جاتے سے کچھ تعلق نہیں۔ بلکہ مرقیہ نامہ اربعہ صفت کیلوس اول بشکل ایک سفید مہرہ کے ایک بڑی رگ میں سے ہر کر قلب کے ماضی حادثہ میں جا کر مبدل بہ خون ہر جاتی ہے !

بجز ماضیہ منور شدہ طے ڈسکارٹس کے اگر چہ تعلیم اہل فلسفہ شہر کوک مشرق واقع سورہ کنیت میں پیدا ہوا۔ انیسویں برس کی عمر میں کیمبرج کالج سے بی اے کی ڈگری حاصل کی کہ شہر اہل ماضیہ ملک اہل کے مدرسہ میں جو اس زمانہ میں اس فن کا بہت مشہور مدرسہ تھا داخل ہوا اور پڑھے پڑھتے تالیف استادوں سے تعلیم پا کر پانچویں برس کی عمر میں ایم ڈی کی ڈگری حاصل کی اور وہاں سے اپنے وطن انگلینڈ میں واپس آکر لندن میں سکونت اختیار کی۔ مشہور وہی یہ شخص انگلستان کے ایک طبی مدرسہ میں تشریف اور جراحی کا لیکچر پڑھتا رہا۔ اور یہاں اس نے اپنی تحقیقات کے جو یہ مسئلہ دوزخ کو ظاہر کیا۔ اور کئی برس تک اپنے اور یورپ کے اور ملکوں کے ڈاکٹروں کے ساتھ بحث سناٹے کر کے اس مسئلہ کو ثابت کر دکھایا۔ ڈاکٹر باروے اپنی فیاضوں کے باعث انگلستان کے بادشاہ جیمس اول کا طبیب مقرر ہوا اور اس کے بعد بادشاہ چارلس اول کے پاس بھی بہت قابل افتخار رہا۔ اور جب کہ اس کی فہمیت و ناموری تمام فرنگستان میں پھیل چکی تھی پھر یوں مشہور و کراتی برس کی عمر میں مرض فالج سے تنہا کی۔ حقیقت یہ کہ ان دو لوں محققین کے ان نئے مسائل خصوصاً باروے کے مسئلہ دوزخ کو ظاہر کرنے میں ایسے عجیب انقلاب پیدا کئے ہیں کہ گویا علم بہت قدیم کے اصول ہی کو بدل ڈالا ہے۔ راغزوہ ان ساینکو پیڈیا برٹانیکا - ص ۴۸

لے اس کارنس میں کوئی کارنس لے جی مشاہیر مکاتبات لایس سے ہے جو مشہور ہیں پورا ہوا احوال مشہور ہیں۔ یہ پہلا شخص تھا جس نے علم متعارفہ مرایا کے مسائل کو داخل سے ثابت کیا۔ اور خواص متعارفین کیلپ میں کثیر تجربہ حاصل کئے اور اپنے مخصوص نظریات کی وجہ سے جو علم فلسفہ مشہور ہے۔ اثبات نفس باطلہ کی بحث میں اس نے یہ کہا ہے کہ ہم ہر شے کے وجود کی نسبت شک کر سکتے ہیں لیکن اپنے شک کے وجود کی نسبت شک نہیں کر سکتے اور شک کہ حاضر بہنزلہ مددک ہوتے کے ہے اور مددک ہونا

تنگ ہو جاتا تھا تو اس وقت ہم اپنے پنڈت کی طرف مخاطب ہو کر کہتے تھے کہ ہاں پنڈت جی۔ اب آپ کی پارسی ہے۔ اپنے طور پر بحث کیجئے اور اپنے افسانے سننا ہے۔ چنانچہ وہ نہایت ہی بنییدگی کے ساتھ یہاں تک کہ اٹھائے ٹنگو میں کبھی تبسم تک نہ کرنا اپنی باتیں سناتا تھا۔ لیکن آخر کار ہم اس کی کہانیاں اور پکا ڈرامیلوں سے بیزار ہو گئے تھے۔ وہ تو کاج ادا ہے کہ خدا سے جس کو وہ (پٹر) یعنی غیر متحرک کہتے ہیں چار شاہتر | ہمارے واسطے چار بیڈ پیسے ہیں وہی ایک لفظ ہے جس کے معنی علم

فقیر حاشیہ مندر گذشتہ صاحب ادراک کے وجود کی دلیل ہے کہ جہاں یہ کہنا کہ ہم ہیں۔ یا ہم نہ ہیں وہی  
ہی ایک ایسا حیلہ ہے کہ جب ہم اس کو زبان پر لائیں یا اس کے تصور کو دل میں نگہ دیں ہر حال میں  
اس کی صحت پر ہم کو اطمینان حاصل رہتا ہے اور اس کو کہنے سے ہم کو دھم اپنے وجود ہی کا طعم ہوتا  
ہے بلکہ اپنے ذہنی ادراک پر بے کاہلی طم رہتا ہے اور اس کے بعد کہتا ہے کہ چونکہ ہم اپنے وجود میں  
ایک ایسی غیر ادنیٰ شے پاتے ہیں جو ہر ایک نقصان سے فخر و جفا ہے تو اس کے لئے کسی علت کا ہر نامزد  
ہے کیونکہ علت کے بغیر معلول کا وجود ناممکن ہے۔ اور چونکہ اقسام کامل کی علت نہیں ہو سکتا اس  
لئے ہم جو ایک ادنیٰ اور ناقص وجود ہیں اس کی علت نہیں ہو سکتے اور اس لئے مزبور ہے کہ ہمارے  
سوا اس کی علت کوئی اور ایسا ذی وجود ہر صحت کی خلعت اور کمال اور تعالیٰ کے شائق یہ معلول ہمیں غیر  
دیتا ہے کہ یہ وہ ذی وجود جس نے اپنے اس معلول کے اندر ہر بارے نفس پہنا یا ایک لفظان متعجب کر دیا  
ہے۔ مگر اس لفظان سے خود اس علت کا وجود منکر نہیں ہے میں جہاں ہوتا ہم کو خدا کے ہوتے کی یہی غیر دیتا

ملہ مترجم انگریزی نے اپنی زبان کے لہجہ کے سرائق کاٹنا غلطی سے فقط البقرہ میں کے معنی خدا کے ہیں  
اچھا رکھا ہے۔ اور اسی بنیاد پر اصل کتاب میں توہین کے اند آس کے معنی غیر متحرک کے رکھے ہیں۔  
کیونکہ مصنف کی تحریر میں جو مصنف سے اچھے حرف فہیم قریش کے تلفظ کے لئے متسلل ہوئے ہیں ان کا  
اکثر یہ تلفظ زبان انگریزی میں حرف پے لیتا، جیم فارسی کا ہے۔ - س م ع

تہ میں طرہ برتاجی کو شاد ہے انتہا برسوں سے کیا جاتا ہے اسی طرہ یہودیوں کی منیت اہل جنہاے ادا ہے کہ اکھن برس سے ہیں۔ گئے رہے حقوں سے بڑی بھائی ہیں کے ہسائی کی تالیف کا ناز چودھویں صدی قبل از مسیح قرار دیا ہے اداؤں کی اس ما کے کا بھی ہونا نہایت دلائل کے ساتھ ایک مقام سے جس کو سر اٹھ دلا کہ بزرگ صاحب نے یہودی ہی میں دوانت کیا ہے صحیح شہر ہے

کے ہیں، چنانچہ ان کا قول ہے کہ بیوی سب علوم ہیں اولیٰ جہاں نام اختر ہیں بیوی ہے دوسرے کا۔ بکھر پڑا، تیسرے کا رگ، چوتھے کا سام بیوی۔

بیوی کا قول ہے کہ تمام لوگ بچے کہ وہ حال میں ہیں چاروں میں پر تقسیم ہیں گے چار بہن | اول بہن یعنی حاکم شریعت دوسرے بھتیجی یعنی ملک جو، تیسرے دلی یعنی سردار اور دوکان دار میں کو عرف عام میں جلیا پڑتے ہیں۔ چوتھے خود یعنی دست کار اور مزدور۔ اور ان مختلف قوموں کو آپس میں شادی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ کسی بہن کی بھتیجی کے ہاں شادی نہیں ہو سکتی۔ ملنے والا اور قوموں کی نسبت بھی یہی حکم ہے۔

تنازع انواع کا عقیدہ | اور جان ماروں کے مارے اور کھانے کو حرام سمجھتے ہیں۔

مگر بھتیجی اس سے مستثنیٰ ہیں بشرطیکہ وہ کھائے اور دھو کر گوشت دکھائیں۔ کیونکہ چند ان دو جانوروں کا بڑا ادب کرتے ہیں۔ خصوصاً گائے کا اس خیال سے کہ اس کی دھم پڑ کر ہی اس دریا یعنی بے ترقی، سے پار ہو سکتے ہیں جو دنیا اور آخرت کے ابھری مائل ہے۔ مکھی ہے کہ میں لوگوں نے پڑائے و تنوں میں ایسے قانون بنائے تھے انھوں نے مقرر کئے چرما ہوں کو اسی طرح یعنی ہاتھ سے بھینس یا گائے کی دم پکڑے ہوتے اور ان کے ہاتھ کے نیچے دائیں ہاتھ میں لاشیاں لئے ہوئے دریا کے نیل سے پار ہوتے دیکھا ہوگا؟ یا گائے کا ایسا بڑا لحاظ تھا اس وجہ سے ہر گاہ کہ وہ ایک نہایت ہی فائدہ بخش جانور ہے اور دودھ اور دھنسی جو ان کی اہم غذا ہے اسی سے حاصل ہوتا ہے اور یہ کہ بیل زراعت کا بڑا بھاری ذریعہ ہے۔ اور اس وجہ سے گویا کہ گائے بیل ان کی زندگی کے محافظ ہیں یہ بات بھی قابلِ بیلون ہے کہ چرواہا ہوں کی تلفت کی وجہ سے ہندوستان میں بہت سے مویشی

جبے ماشے منور گزشتہ چنانچہ اس کی توضیح وہ یوں کہتے ہیں کہ ہر مہینے میں علم حیات کا ایک ایک رسالہ اس فرض سے لگا ہوا ہے کہ چترے کی تر حباب معلوم ہوا اور اس سے نر آنس منبیس کے اوقات دریافت ہو چکا کہ جس میں وہ مرجع اور تفسیر دلی میں چھ انھوں نے اپنی مذکورہ بالا رائے قائم کی ہے یہ ہے کہ جو شام اس سلطان اور اس مہدی کا اس سال میں قرار دیا ہے وہ وہی شام ہے جو چھ مہینے پہلے قبل از سنہ ۱۰۵۰ھ میں اس سال کا تھا۔ یہی کچھ شک نہیں ہے کہ یہ دونوں کی تالیف اسی راز میں ہوئی تھی۔ (انوار التاریخ ہند مولفہ افغنی صاحب) تمام ح۔

پالنا بھی مشکل ہے۔ کیونکہ سال میں آٹھ چھ گری ایسی سخت پڑتی ہے اور زمیں ایسی خشک رہتی ہے کہ مویشی بھوک کے مارے سبیلوں کی طرح تمام قسم کے غن و خاشاک اور سناپتیں چر جاتے ہیں۔ پس اگر ہندوستان میں فرائض اور اخلطان کی طرح گوشت کھایا جائے تو تمام جانور کبیر ختم ہو جائیں اور ملک بالکل بے زراعت رہ جائے۔

**گاؤ کشی کی ممانعت کا حکم** | چنانچہ قلتِ مویشی ہی کی وجہ سے جہاں گہرے بڑھڑوں کر دی تھی۔ اور تھوڑا ہی مرگندہ کہ انہوں نے ایک ایسی ہی عرضی اور نگ زریب کو بھی دی تھی اور اس کی منظوری کی خاطر بہت سا نفع اندر دنیا پاتے تھے۔ اور ظاہر کیا تھا کہ پچھلے پچاس ساٹھ سال میں جو ملک کے بہت سے حصے ایران اور بے کار رہے اس کی وجہ بھی تھی کہ بیل کم اور گراں قیمت تھے۔ شاید ہندوستان کے قدیم اچاروں کو جنہوں نے اپنے قوانین بنائے تھے، اس سبب ہوگی کہ گوشت کھانے کی ممانعت کر دینے سے لوگوں کی عادات میں ایک مفید اثر پیدا ہو گا اور جب ان کو غلطی یہ حکم دیا جائے گا کہ وہ جانوروں کے ساتھ ہمدردی سے پیش آئیں تو وہ آپس میں بھی بے رحمی کے مرتکب نہ ہوں گے۔ تنازع کا مسئلہ بھی جانوروں کے ساتھ قہر برتاؤ نہ کرے گا۔ ممانعت ہو کہ چونکہ ان کو یہ چین ہے کہ کسی جانور کو مار ڈالنا یا کھا لینا۔ اپنے باپ دادا کو مار ڈالنے کے برابر ہے۔ اور اس سے بڑھ کر اور کوئی گناہ کیا ہو سکتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ بڑھڑوں کو یہ خیال بھی ہو کہ چارے ملک ہی بھڑ جاڑے کی ضرورت کے گائے بلی کا گوشت لذیذ اور صحت بخش بھی نہیں ہوتا۔

**ترکال سندھیا اور اشنان** | ہندو کی ہر عورت ہر روز کو فرض ہے کہ رات دن ہی میں مرتبہ سچ دو ٹھہر اور شام کو مشرق کی طرف منہ کر کے پوجا اور تین ہی مرتبہ اشنان کرے اور کم سے کم کھانے سے پہلے تو مزدہ ہی نہانا چاہیے اور ٹھہرے ہوتے پانی کی نسبت بہتے پانی میں نہانا اور پوجا کرنا زیادہ ثواب کی بات ہے! یہاں غالباً پھر اسی بات کا لحاظ کیا گیا ہو گا جس کا ہندوستان سبھی گرم دلایت میں کیا جاتا صرف مناسب ہی نہیں بلکہ از میں فائدہ مند اور مزدہ کی خواہش ہو کہ سرد دلایت میں نہتے ہیں یہ قانون ان کے مناسب حال نہیں ہے۔ اور میں نے اپنے سفر کی حالت میں اکثر لوگوں

نجا جہاں کے ایامِ مسیری اور عہدِ مذکور

کو اس قانون کی پابندی کے باعث دیوانوں اور تالابوں میں کودتے اور غوطے کھاتے اور اگرچہ منہرہ ہو تو سر پر پانی کے بڑے بڑے ٹوٹل ڈالتے اور اس وجہ سے جان کے اندیشہ میں پڑتے دیکھا ہے۔ بعض اوقات عی نے اُن کے مذہب پر یہ اعتراض کیا کہ اس میں یا ایک ایسا قانون ہے جس پر سر دی کے موسم میں سر دیوں میں مل کر ناٹمنگن ہے۔ بلکہ اسی مذہب سے میرے جی میں صاف یہ بات آئی ہوئی تھی کہ یہ کچھ خدا کا حکم نہیں ہے اور صرف ایک انسانی ایجاد ہے انہوں نے یہ منہرہ خیر جواب دیا کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہمارا قانون ہر جگہ پتا جاسکتا ہے بلکہ خدا سے یہ منہرہ ہمارے ہی واسطے بنایا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم غیر غصص کو اپنے مذہب میں نہیں لے سکتے۔ اور ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ تمہارا مذہب جھوٹا ہے یہ تمہاری قانون اور حاجتوں کے مناسب ہرگز۔ کیونکہ خدا نے جنت میں جانے کے مختلف طریقے مقرر کر دیئے ہیں۔ میں نے ان کو اس بات کا یقین دلانا ناٹمنگن سمجھا کہ تمام روئے زمین کے واسطے عیسائی مذہب ہی بنا ہے۔ اور تمہارا مذہب محض ایک تعدد اور پیروہ بناوٹ ہے۔

**دیوتاؤں کی پیدائش اور صفات** | تو اپنے اس ارادہ کے پورا کرنے سے پہلے اُس نے یہ

تین دیوتا پیدا کئے۔ برہما۔ یعنی۔ برہما کے معنی تمام موجودات میں رہنے والے ہیں۔ یعنی کے معنی تمام چیزوں میں موجود رہنے والے ہیں۔ ہادیو کے معنی بڑا دیوتا برہما کے ذریعہ سے اُس نے دنیا کو پیدا کیا۔ یعنی کے وسیلہ سے وہ اُس کو قائم رکھتا ہے۔ اور ہادیو کے ہاتھوں وہ اس کو نیست و نابود کرے گا۔ اور خدا کے حکم سے برہما نے چار ہیروں کو وجود عطا کیا۔ چنانچہ اسی وجہ سے بعض مندروں میں برہما کی صورت پر کسی ہوئی ہے۔ میری گفتگو ان یورپین پادریوں سے بھی ہوئی جن کو گمان تھا کہ **ہید اور مسئلہ تخلیق** | ہندو بھی اُن اسرار سے جو تخلیق کے مسئلہ میں ہیں کچھ نہ کچھ آگاہ ہیں اور کہتے ہیں کہ ہید میں صاف لکھا ہوا ہے کہ یہ تین وجود اگرچہ بظاہر تین ہیں مگر وہ دراصل ایک ہی خدا ہے۔

**دیوتاؤں کی حقیقت** | یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس کی منہت میں نے چند توں کو نہایت طوفاً بحث کرتے سنا ہے۔ لیکن اُن کا بیان ایسا اچھا ہوا ہوتا ہے کہ ان کی رائے صاف طور پر میری سمجھ میں نہیں آئی۔ بعض اُن میں سے



یہ کہتے ہیں کہ تین دہود جن کا ذکر ہے حقیقت میں تین مستقل دہود ہیں۔ جن کو وہ دیوتا کہتے ہیں۔ گروہ یہ صاف صاف نہیں بیان کر سکتے کہ لفظ دیوتا سے اُن کی اس جگہ کیا مراد ہے اور جیسے کہ ہمارے قدیم جنت پرست جینائی اور یوہینا دو نام لیا کرتے تھے اور میری رائے میں واضح طور پر وہ کبھی نہیں بیان کر سکتے تھے کہ اُن کی مراد ان الفاظ سے کیا ہے ایسے ہی ہندوستانیوں کے یہ دیوتا ہنوز اس جینائی اور یوہینا کے ہوں گے۔ بعض نہایت ذی علم پنڈتوں نے گفتگو آتے پر یہ بیان کیا کہ خدا ایک ہی ہے اور یہ تین دہود ایک ہی خدا سے مراد ہے جو تین مختلف معنوں سے تعبیر کیا جاتا ہے یعنی تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا پالنے والا۔ اور ناپود کرنے والا۔ لیکن اُنہوں نے یہ نہیں کہا کہ خدا بہ لحاظ ان تین علیحدہ علیحدہ معنوں کے کسی قسم کے صاحبِ دہودوں کا اپنے وجود میں جانتا ہے۔

فائدہ یاد آئے ہو اگر وہ میں ایک جرمن جیسوٹ مشنری تھے اور مسکرت خوب جانتے تھے۔ مجھ سے کہا کہ ہندوؤں کی پرتھویوں میں صرف یہی نہیں لکھا کہ تین دیوتا مل کر ایک خدا بنتے ہیں۔ بلکہ یہ بھی کہ وہ سرے دیوتا یعنی لٹین نے تو مرتبہ اوتار لیا ہے۔ یعنی مجسم ہو کر دنیا میں ظہور کیا ہے۔ اُنہوں نے یہ بھی کہا کہ جب میں ششہرہ دم کو واپس جاتا ہوا شہرِ ادر میں ٹھہرا وہاں کار میلٹاٹ فرم کے ایک پادری نے بڑی مددگی سے اس بات کی توضیح کی کہ ہندوؤں کے مندرجہ ذیل مسائل ہیں۔ ہندو کہتے ہیں اس وجہ سے اوتار لیا ہے کہ جو جو پاپ دنیا میں پھیلے ہوئے تھے۔ اُن سے لوگوں کو چھٹکا دے دیا جائے۔ جس میں سے آسمانی دند کا اوتار لینا بہت مشہور ہے۔ کیونکہ ہندو کہتے ہیں کہ جب دنیا دشمنوں کی طاقت سے مغلوب ہو گئی تو لٹین نے آدمی رات کے وقت کھڑی لڑکی کے پیٹ سے پیدا ہو کر اوتار لیا اور دنیا کو نجات دی۔ اور اس تمام رات کو آسمان سے پھولوں کی بارش ہوئی رہی اور فرشتے گاتے رہے۔ یہ بات کسی قدر میاکی مذاق کے موافق ہے مگر آگے بڑھ کر یہ کہانی کچھ اور ہر جاتی ہے۔ کیونکہ ساتھ ہی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس اوتار نے ایک ویت کو اربا شروع کیا جو آسمان کی طرف اڑ گیا اور وہ ایسا قوی ہو گیا کہ اُس نے آفتاب کو ڈھاک لیا۔ اور جب چنے گرا تو تمام زمین کا چنے لگی اور وہ اپنے ہی لمحہ سے اس قدر زمین میں دھس گیا کہ کوئی جہنم میں جا سکا۔ اس قوی الجذبت کے ساتھ لڑتے لڑتے لٹین ہی خود بھی پہلو میں زخم کھا کر گر گئے۔ لیکن ان کے گرنے سے تمام دشمن بھاگ گئے اور وہ پھر اُٹھے

شاہجہاں کے امام اسیری اور عہد امنگ نیچا

اور دنیا کو اس بلا سے چھڑا کر آسان پر چلے گئے۔ اور چونکہ ان کے پہلو میں زخم آگیا تھا اس لئے وہ عمر آرمی پہلو ڈالنے کے نام سے مشہور ہیں۔ ہندو یہ بھی کہتے ہیں مگر میرے اس کی تصدیق نہیں ہوتی کہ لوگوں کو مسلمانوں کے غلام سے بچانے کے واسطے دسواں آقا اور ہرگا۔ اور ہم مینا کی لوگوں کے اعزاز کے بموجب اس وقت ہرگا مہب کرد قابل ظہور کرے گا۔ ہندو کہتے ہیں کہ ہادی بھی دیا میں آئے ہیں۔ اور ان کی نسبت یہ روایت ہے کہ کسی راجہ کی لڑکی جب سی بلوٹ کو پہنچی تو اس کے باپ نے پوچھا کہ تو کس سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ اور جب اس نے یہ جواب دیا کہ میں کھڑکی دیوتا کے اور کسی سے شادی کرنا نہیں چاہتی۔ تو ہادی آگ کا روپ دھار کر راجہ کے سامنے آئے اور راجہ نے بیٹی کو اس پر مسرت و اطمینان کا حال پہلے بیٹھا اور وہاں داخل شادی کرنے پر رضی ہو گئی۔ اور ہادی اس آگ ہی کی شکل میں راجہ کے دربار میں لائے گئے اور جب انہوں نے دیکھا کہ راجہ کے عزیز کی ماں سے شادی کی نسبت نہیں ہے تو انہوں نے اول ان کی ڈاڑھیاں جلا دیں اور پھر ان سب کو مد راجہ کے خاندان کے جلا کر مجسم کر دیا اور اس کے بعد راجہ کی کیا سے شادی کر لی۔ بعض ہی کی نسبت ہندوؤں کا یہ بیان ہے کہ ان کا پہلا داتا شیر کا دوسرا شکر کا تیسرا کھجور کا چوتھا سانپ کا۔ پانچواں صرف ایک دانتہ سہر کی لڑکی۔ برہمنی کا چھٹا شیر کی شکل کے آدمی کا۔ ساتواں بچہ کا۔ آٹھواں بھلو پر بیان ہو چکا ہے۔ نویں بغیر نرم کے ہند کا اور دسواں لٹا ایک بڑے۔ سہا د کا ہرگا ہے۔

لے اگرچہ ہم نے اپنے بعض دوست پندروں کی معرفت بہت سی کوشش کی کہ ان کی کہانی میں کتنا سے ڈاکٹر ملے اور ان سے یہ معلوم کیا ہے اس سے سزا دہ کر کے اس کی صفحہ اور تفسیر کی جاتے۔ نصر شاہ جس نے سہارے کے نام کے سلسلے میں بیش کا وہ نسب صحیح کر کے کھا جائے جس کے معنی اس کتا کے لئے ہے زخمی پہلو والے کے ہوں۔ مگر اطمینان کے لئے کوئی بات حاصل نہ ہوئی اور ایسا معلوم ہو تا ہے کہ میں طرے غیر لکھ کے لک بعض اوقات غلطیاں کہا کرتے ہیں۔ اسی طرح یہاں بھی کچھ غلط سمجھ ہو گیا ہے اور سر کی کہیں جگہ بعض کے لئے دیکھئے کہ تو ان کی راجوت و فیرو کی کتا اور کچھ لکھ کی کتا کو باہم ایسے طور پر ملا دیا گیا ہے کہ میں اس کتا کے ساتھ یہ بیان مطالبہ نہیں ہوتا۔ (دسم ۱۷)

میں صنف نے چاندی کے تار کے موافق اوتاروں کی بات ہے یہ صنف کھا ہے اس میں کئی غلطیاں ہیں میں کہہ چکا ہوں سے بڑی تحقیق کے بعد بیان کرتے ہیں۔ اول یہ کہ فیرو کا اوتار کرتی نہیں ہوا۔ دوسرا

مجھے اس میں کچھ شک نہیں کہ فارمدا کو ہندوؤں کے مسائل کی واقفیت ہیوں سے حاصل ہوئی تھی اور انہوں نے جو کچھ مجھ سے بیان کیا۔ بے شک ہندوؤں کے مذہب کی یہی بنیاد ہے۔

کچھ عرصہ پہلے میں نے مذہبِ ہندو کی نسبت ایک رسالہ لکھا مذہبِ ہندو پر پتھر مریں تھا اور ہندوؤں کے مندروں کے بتوں کی بہت سی صورتوں کی تصویریں منسکرت کے حرفوں کے اپنی اس کتاب میں لگائی تھیں مگر میں نے دیکھا کہ میری کتاب کا جو لپ لاپ تھا وہ فارمدا کو کر کے کتاب سٹی ہو چاہتا ایسٹرنٹیا میں موجود ہے۔ اور فارمدا کو کر کے کو فارمدا سے جب وہ روم میں تھے مسلمات کا ایک مستند بہ حق حاصل ہوا تھا۔ اس لئے میں آپ کو فارمدا سے مصروف کی کتاب کے مطالعہ کی صلاح دیتا ہوں مگر ہاں اس جگہ یہ بتانا ضرور چاہتا ہوں کہ فقط انکار نہیں یعنی ظہورِ باقی بحیثیت اذلتہ جس کو اس کو محترم فارمدا نے استعمال کیا ہے بھٹکا دیا معلوم ہوا۔ کیونکہ پہلے میں نے اس لفظ کو شکیک ان معنوں میں بولے جاتے کبھی نہیں سنا تھا۔

اوتار اور دیوتا کا مفہوم | بعض ہندوؤں نے مجھ سے اپنا مسئلہ اس طرح بیان کیا کہ جن مختلف صورتوں کا اوپر ذکر ہوا ہے انکے راز میں ان میں خدا ظہور فرماتا رہا ہے۔ اور مقدمہ بالا عجائبات اس نے انہیں صورتوں میں پورے کئے ہیں۔

بعض ہندوؤں کا یہ قول تھا کہ بڑے بڑے نامہ مہسا اور ہمارے دوروں کی رو میں بقیہ حاشیہ منور گزشتہ کہہ رہے ہیں کا اوتار ہوا ہے یعنی برہمن کا نہیں ہوا جیسا کہ پادری دہا نے بیان کیا ہے۔ موسمِ ہارے پیروم کے چند کا کوئی اوتار نہیں ہوا اور جیسا کہ آئینِ اکبری میں کافی شریہ دہا کے ساتھ درج ہے۔ ہندو شاستروں کے موافق اوتار دھرم کے ہی۔ سولہ ہیں اوتار دھرم آتش اوتار۔ پورے اوتار وہ ہیں جو مخلوق احوالِ ذاتِ الہی کے مظہر ہوتے ہیں۔ اور آتش اوتار وہ ہیں کہ میں میں ذاتِ برہمن سے منہ نہیں کیا ہے۔ اگرچہ اناروں کا شمار بھی ملک میں ہوتا ہے مگر خلد ان کے دس اوتار مفصل ذیل بالاتفاق لائے جاتے ہیں اول ہنڈ دیم کورٹم یا کچھ سورہماں چہارم دسنگہ پنیم ہاشم مسورہ ہاشم ہاشم ہاشم رام مانتواں مانتو مین رام چندی ہارانا آٹھویں شری کرشن ہارانا پنم پنم دوسواں کلکی میں کا اب تک ظہور نہیں ہوا۔ سام

جن کو ہم فرنگستان واسے ہیرو کہتے ہیں ان مختلف جموں میں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے آتی رہی ہیں اور وہ ہی دیتا ہو گئے ہیں۔ یا اگر قدیم ممت پرستوں کی ان اصطلاحوں میں جن سے ہم واقف ہیں کہا جائے تو وہ طاقتور دیوتا نیدینیا۔ جینیائی۔ عظیم خوار۔ یہ کہہ کر پھوٹ اور فوجی بن گئے۔ کیونکہ ہندوستانی لفظ دیوتا کے معنی بہتر الفاظ مذکورہ بالا میں بیان نہیں کر سکتا۔

لیکن ہندوؤں کے اس اعتقاد کے پیش نظر کہ ہماری رو میں ذات الہی کی تصور آتما | جڑ ہے تو یہ دوسرے معنی بھی قریباً پہلے ہی معنی بن جاتے ہیں۔

بعض پنڈتوں نے یہ عمدہ تشریح کی کہ جن اوتاروں یا راجسوں کا ہماری پرتھوی میں ذکر ہے ان کے معنی پوشیدہ ہیں اور ان سے یہ فرض ہے کہ خدا کی مختلف صفات ظاہر ہوں۔ نہ یہ کہ ان کے لفظی معنی ملتے جاتوں۔

بعض نہایت فاضل پنڈتوں نے آزادانہ صاف طور پر یہ کہا کہ ان اوتاروں کے قمر سے زیادہ لغو اور کوئی قدر نہیں ہے اور ان اچاروں نے جنہوں نے قوانین مذہبی کی کتابیں بنائی تھیں ان کو صرف اس غرض سے ایجاد کر لیا تھا کہ لوگ کسی مذہبی قسم کے مذہب کے پابند رہیں۔

ہندوؤں کا مٹا یہ مفید ہے کہ ہماری رو میں ذات باری کے جڑ میں آتما اور پریم آتما | اور باوجود اس کے اس منطقی برہمن کو نہیں سمجھتے ہیں کہ درحالیہ وہ خود خدا ہیں پھر اپنے آپ کو کس لئے کسی پلو جا پاٹ اور مذہبی پرستش کو قائم کرتے اور گنت اور ٹوک اور ٹرنگ کو مانتے ہیں۔ اور تعجب ہے کہ باوجود ایسے قوی اعتراض کے بھی پنڈت لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ اس سے اوتاروں کے وجود اور اصلیت میں ہرگز کسی طرح کی تباہی لازم نہیں آتی۔ بلکہ ان کی حقیقت کو بطور ایک مذہبی اسرار کے ماننا ضروری ہے۔

ہندی لار صاحب اور ابراہیم راجر صاحب کا اتنا ہی مضمون ہوں علوم و فنون پر کرتا ہیں | جتنا کہ تادریک اور تادریک کا کیونکہ میں نے ہندوؤں کی نسبت بہت سے حقائق جمع کئے تھے مگر بعد ازاں ان صاحبوں کی کھمی ہوتی کتابوں میں دیکھا کہ انہوں نے حقائق و حالات مذکورہ کو نہایت عمدہ نظم و ترتیب سے کھیا ہے۔ جن کو بغیر

بڑی مشقت اور جانکاہی کے میں اُس خوشی سے نہیں گھرو سکتا۔ اس لئے میں ہندوؤں کے علوم و فنون کے متعلق کچھ فہم و ترتیب کے سبب سے اعزاز میں مختصراً لکھتا ہوں۔

**ہندوؤں کا دارالعلم شہر بنارس** | موقعہ ہر اور ایک بڑے خوش نما اور نہایت زرخیز

نہ مقررہ انگور کی بے کرمل چارٹ خاصہ سب نامی ایک اکثر سیاحت کی قوموں سے شہر بنارس کی نسبت ایک حاشیہ لکھا ہے جس کو کوکھہ بمکرم بھی کہتے ہیں اس قوم میں بطور خاصہ فکر کرتے ہیں۔ قول شہر بنارس اپنی دولت مندی اور مالی شان عارقل اور کثرت آبادی کی وجہ سے اُن شہروں میں جو افضل ہندوؤں کے قبضہ میں باقی ہیں اول درجہ کا شہر گناہا ہے۔ اس شہر میں ہندوؤں کے بے شمار دیوتاؤں کے پتھار مندروں اور یہ شہر ہندوؤں کے باقی ماندہ علوم و فنون کو گویا محفوظ ہے۔ جب کوئی شخص گناہا کے راستہ سے اس شہر کو آتا ہے تو اس کو آٹھ میل کے فاصلے سے ایک مسجد کے درجہ بلند مینا نظر پڑتے ہیں۔ جس کو اورنگ زیب نے ملہوی کے ایک قدیمی مذہبی نبیادوں پر تعمیر کرایا تھا۔ ہندوؤں کی ایسی مزید جگہ پر ایسی ایشان و شریعت اسلامی عمارت کے بنائے سے جو اپنی ہندی کی وجہ سے ہر احوال اپنے ظہار و تختی کی بنیاد پر ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب کے دل میں بے جا خواہش پیدا ہوئی ہوگی کہ ہندوؤں کے مذہب کی تحقیر کروں۔ اگرچہ اس کی بھی خواہش تھی تو وہ حقیقت میں کامیاب نہ ہوا۔ ان میناؤں پر سے تمام شہر کوئی نظر آتا ہے۔ جو گناہا کے مشرقی کنارے پر طرۃ ثعلبی میل اور مینا ایک میل تک فاصلے میں آباد ہے۔ اکثر مکانات اس شہر میں تھہر کے بہت اونچے اونچے بنے ہوئے ہیں۔ مثلاً کوئی چند منزل اور کوئی سات منزل کا ہے۔ یہ چہرہ اس فضا میں بکثرت دستیاب ہوتا ہے۔ اس قسم کا ہے ہر فرنگستان میں پرنس ٹیڈ کی کان سے نکلتا ہے۔ لیکن شہر کے اسی کوپے میں ہی یہ اونچی اور مستحکم عمارتیں بنی ہوئی ہیں۔ ایسے تنگ ہیں کہ وہ گاڑیاں بھی ہر اور نہیں چلی سکتیں۔ وہ عمارتیں میں کے جو ان مکانات کے بے ڈھنگے ہیں سے ہماری پیدا ہوتا ہے گری کے موسم میں اُس پانی سے جو شہر میں بہت سی جگہ بہاؤ رہتا ہے ناقابل برداشت ہوا آتی ہے اور یہی پانی صاف نہ کرنے کے بعد اہل شہر کی حوائج ضرورت کے لئے مختص ہے۔ اس کے علاوہ کوٹا کرکٹ و ٹیڈ پنے گھروں سے نکالے گئے کوئل اور اسٹون پر ڈال دیتے ہیں اسی جگہ پڑا رہتا ہے۔ کیونکہ ہندوؤں میں سمجھا جاتا ہے کہ بہت ہی کم ہے۔ اور یہ ایک اور دھرم ہے جو دوسری فرقوں میں شامل ہر کہ سنت و چہرہ کا سبب بن جاتا ہے۔ وہ شہر اپنی عمارتوں و عمارت کے سبب سے اُن تمام شہر کے ٹیڈ شہروں پر فوقیت رکھتا ہے۔ جن کے

ملک میں واقع ہے۔ ہندوؤں کا دارا اعلیٰ خیال کرنا چاہتے۔ اور یہ ہندوستان میں اسی مرتبہ کی جگہ ہے جیسا کہ یونانیوں کے لئے مشہور تھیں۔

**بنارس کے پنڈت** | یہاں برہمن اور پنڈت ہر ملک سے آتے رہتے ہیں اور صرف یہی لوگ ہیں جو اپنی اوقات تحصیل علوم اور مطالعہ میں صرف کرتے ہیں۔ اس شہر میں ہماری بے خیر سستیوں کی طرح کوئی کالج یا باقاعدہ جماعتیں نہیں ہیں۔ بلکہ قدیم زمانہ کے کتبوں کی سی حالت ہے۔ استاد یعنی پنڈت شہر کے مختلف حصوں میں اپنے اپنے گھروں اور خصوصاً شہر کے باہر باغوں میں جہاں رہنے کے لئے بڑے بڑے ساہوکاروں نے ان کو سہولت دے رکھی ہے رہتے ہیں۔ بعض کے پاس چار شاگرد ہوتے ہیں۔ بعض کے پاس چھ یا سات۔ اور جو بڑا ہی فاضل پنڈت ہو اُس کے پاس ہاتھ دیندہ مگر اس سے بڑھ کر تعداد نہیں ہوتی۔ یہ ایک معمول ہے کہ شاگردوں کو بارہ سال تک اپنے اپنے استادوں کے زیر تعلیم رہتے ہیں مگر اس عرصہ میں ان کی تعلیم بہت آہستہ آہستہ ہوتی ہے کیونکہ عموماً ہندو تہذیب کی طبیعت زیادہ تر ان کی لغت اور ملک کی گری کی وجہ سے کاہل ہوتی ہے اور چونکہ ان میں دتو سادھت کا بوجھ و فہرہ ہی ہوتا ہے اور یہ امید ہوتی ہے کہ اگر معمولی اندازہ سے کچھ زیادہ کمال حاصل کریں گے تو کوئی بار آور پیشہ اور اعزاز یعنی خطاب نصیبت حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لئے یہ لوگ معمولی اور سست طریقہ پر اپنی تحصیل کو جاری رکھتے ہیں اور ایام طالب علمی میں انھیں کمانے کو صرف کھیر پڑی ملتی ہے۔ جو بعض دولت مند ساہوکاروں کی طرف سے ان کے لئے تیار کیا کرتی ہے۔

**سنسکرت اور اُس کی قدامت** | سب سے اول سنسکرت سکھائی جاتی ہے جو ایک ایسی زبان ہے جس کو صرف پنڈت ہی جانتے ہیں۔ اور اس بولی سے جو آج کل ہندوستان میں بولی جاتی ہے بالکل مختلف ہے۔ فادہ کر کے کہنے پر ایک الف بے تے چھوڑ کر مشہور کی ہے وہ سنسکرت ہی کے حروف ہیں۔ اور ان کو یہ حروف فادہ روکے حاصل ہوتے تھے۔ لفظ سنسکرت کے معنی خالص یا سنبھی ہوئی زبان کے ہیں۔ اور چونکہ ہندو کا یہ اقتاد ہے۔ کہ خدا نے چار بھوجہ کے ذریعہ سے سنسکرت ہی میں بھیجے تھے اُس لئے بقیہ حاشیہ مندرجہ ذیل دیکھئے کہ بھجے ہندوستان میں اتفاق ہوا ہے۔ بشرطیکہ اُس کی گلیاں ایسی ہے فادہ اور تنگ اور منہ تمیز یا گنجان نہجتا میں سے ہارات شہر کی زیب و زینت کے لطف کو گھر دیا ہے۔ س م ع

وہ اس کو دیر بھا شائین زبان مقدس و زبان الہی کہتے ہیں۔ اُن کا قول ہے مگر میں نہیں جانتا کہ کس دلیل سے کہ یہ زبان الہی ہی قدیم ہے جیسے کہ خود پر ہما اور ہرجا کی عمر کا شمار لاکھوں برس سے کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ ان کی مذہبی کتاب میں جو حقیقت میں نہایت پرانی ہی اسی زبان میں دی گئی ہے اس لئے اس کے غایت درجہ قدیم ہونے کو نہ ماننا ناممکن ہے۔ سنسکرت میں فلسفہ اور طب کی کتابیں نظم میں ہیں اور ان کے سوا بہت سی اور طرح طرح کی کتابیں بھی ہیں کہ جن سے بتا رہا ہوں کہ ایک بہت بڑا کتب خانہ ہوا ہے۔

**پہلوان اور سپید** | جب طالب علم اس قدیم اور مشکل زبان کی واقفیت حاصل کر چکے ہیں۔ اور میں اسے مشکل اس وجہ سے کہتا ہوں کہ اس کی صرف و نحو اچھی نہیں ہے۔ تو مڑا پڑاؤں کو پڑھتے ہیں۔ جو ہیروں کی تشریح یا اختصار ہوتا ہے۔ یہ کتابیں جو مجھے بتا رہا ہوں وہ کھلائی گئی تھیں اگر وہ یہ ہی تھے تو بڑی ضخامت کی ہوتی ہیں اور ایسی کتابیں کہ میرے آقا کو یاد ہو بڑی تلاش اور شوقِ ضیاء کے ایک کتاب بھی نہیں ملی۔ چند ماں کو بڑی ہوشیاری سے چھپائے رکھتے ہیں کہ مبادا مسلمانوں کے ہاتھ لگ جائیں۔ اور جیسا کہ اکثر ہوا ہے جلا دی جائیں۔

مگر پھر ہے کہنا صحیح نہیں ہے جو کہ کتاب آئینہ تاریخِ شاہِ زمانہ کے قابل لوگوں میں سے ہیں۔ اس کا ایک بہت بڑا خرمندہ معنی ہے اور میں اس کا طرزِ تحریر ہندوستان کے مصنفات یا رشاہوں کی نسبت نہایت متعجبانہ ہے۔ اور میں نے اُن کے صوبہ چنپن پٹن کراچی کتاب میں درج کئے ہیں اور بڑی تلاش اور جستجو کے اس کو بھی اس قسم کی صرف ایک ہی بات ملی ہے۔ چنانچہ کتابِ نغماتِ فیروز شاہی کے حوالہ سے وہ لکھتا ہے کہ کچھ ہندوؤں نے اس کو مرفوع کو باد میں متخاں بنا دیا تھا۔ لیکن میں نے دینی فیروز شاہ نقلی نے حکم دیا کہ ان کی پوتھیاں اور تمام بت اور ہجرت کے سب اسی جگہ بھر لک دیے جائیں۔ مگر ہندوؤں پر کیا متصور ہے۔ فیروز شاہ نے توحید مذہب کے مسلمانوں کی کتابیں بھی جلا دی تھیں لکھتا ہے کہ "توحید کے بعض لوگوں نے اعلیٰ صفت کو اپنے مذہب میں لانا چاہا تھا اور کتابیں اور دعاے بھی اس میں لکھے تھے۔ تب میں نے دینی فیروز شاہ سے، ان سب باتوں کو گرہ لگایا اور جو جو ان کے سوار تھے ان کو سیاست میں ڈالا۔ اور ان کی تمام کتابوں کو آگ سے جلا دیا۔ اور مذکورہ مولف اس سے چند منٹے پہلے طاعتِ اموی کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ "قلبِ الہی ایک کتا رہا زبیر بن عوف نے شہر ہمارے کو جب فتح کیا تو وہاں ہندوؤں کا ایک کتب خانہ نہایت عظیم الشان و متیاب ہوا۔ لیکن قبلِ عام ہر جانے کے باعث سے کوئی آدمی ان پتھر کا مضمون بتائے والا نہ مل سکا جس سے ثابت

شاہجہاں کے امام امیری اور مہاراجہ سنگھ

فلسفہ کی تعلیم | پڑاؤں کے بعد بعض طالب علم تحصیل علم فلسفہ پر اپنا ہی لگاتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ اس میں ترقی بہت کم کرتے ہیں۔ اور یہ تو میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ہندوستان کی طبیعتیں سست اور کاہل ہوا کرتی ہیں۔ اور جیسا کہ یورپ کی یونیورسٹیوں میں کسی معزز پیشہ میں ترقی کرنے کی خاطر لوگوں کو شوق ہوا کرتا ہے وہاں کو مطلقاً نہیں ہوتا۔

گھٹ شاستر کے پیرو | ہندوستان میں جو بڑے بڑے اچارے (حکیم) ہوتے ہیں ان میں پھر شخص بہت نامور ہیں جو ہندوؤں کے طائفہ پلندہ یا بھم فرقوں کے بانی ہیں۔ اور اس اختلاف عقائد کے باعث ان کے پیروؤں کے باہم ان میں رشک اور کثرت سامنے سا کرتے ہیں۔ لہذا کہ ہر فرقہ کے پیروں کے ہونا کرتے ہیں کہ ہمارے ہی مسائل سب سے زیادہ صحیح اور ہمہ کے موافق ہیں۔

بدھ مت اور اُس کے پیرو | اور ان کو ان فرقہ کے پیروؤں کا ایک اور ہو گیا ہے۔ جس کی بارہ شاخیں ہیں۔ لیکن اس فرقہ کے لوگ شمار میں اُس قدر کثرت سے نہیں ہیں جیسے اور فرقوں کے ہیں۔ اور ان کو عقائد مانا مذہب اور رسم کہا جاتا ہے۔ جو ماشی منورگشتہ ہوتا ہے کہ چٹھارہ سنے ان چھ تھیوں کو ملانا نہیں لگہ بدھس اس کے وہ اس کے منورگشتہ واقع ہونا چاہتا تھا۔

سہ مسند سے جن چھ فرقوں کی طرف اشارہ کیا۔ ہے وہ یہ ہیں۔ اول جیاناگت یعنی جیانا۔ شاستر کے پیرو جس کی بنیاد شیخ رشی سے ہے۔ اُس کی دو شاخیں ہیں ایک قدیم جو چینی کے اصول کی پیروی ہے دوسری جدید جس کا بانی ریاستی کو بتاتے ہیں اور جیاناگت کہلاتے ہیں۔ تیسرا جیاناگت یعنی مہنتی فرقہ جس کا بانی گوتم ہوا۔ اس فرقہ کے سبھی مہنتی اسطر کے مسائل منطق سے لئے جلتے ہیں۔ چوتھا نے شے ٹیک۔ جس کا بانی کناوتھی ہے۔ پانچواں ساکھ جس کا بانی کپل مہی ہوا۔ چٹھا جوگ یعنی پانچوں شاستر کا پیرو جس کو پانچ رشی سے تعلق تھا۔ یہ دونوں فرقے منورگشتہ کرمت ہی ہیں میں تعلق ہیں۔ اسی سب فرقوں کے مسائل کی تفصیل اگر کسی کو دیکھنی ہو تو فلسفہ صاحب کی تاریخ ہندوستان کے پہلے حصہ میں اور اس سے بھی زیادہ شیخ ابوالفضل کی آئین اکبری میں دیکھ لے۔

س م م

س م سے اسی سے تعلق ہے مہنتی رشی سے تعلق ہے مہنتی رشی سے تعلق ہے مہنتی رشی سے تعلق ہے۔



اور قابلِ نفرت اور حقیر شمار کئے جاتے ہیں۔ اور یہ لوگ ایک ایسے طریق سے زندگی بسر کرتے ہیں جو انھیں سے منحوس ہے۔

ہندوں کی تمام برہمنوں میں فرسٹ پرنسپلز یعنی اصول و موجدات کے بابے میں مباری اشیاء کا ذکر ہے لیکن طرزِ بیان میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔

نا قابلِ تقسیم اجزاء چنانچہ جیسے تو یہ کہتے ہیں کہ ہر چیز چھوٹے چھوٹے ناقابلِ تقسیم اجسام سے مرکب ہے۔ اور یہ ناقابلِ تقسیم اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ

بدرجہ غلٹ چھوٹے ہیں۔ اور اس خیال پر وہ اپنے دوسرے بہت سے تصورات کی بنیاد رکھتے ہیں جو کئی قدر ڈی پاک ری ٹس (ڈی مٹر اٹھین) اور اپنی کھوس کے خیالات سے مشابہ ہیں۔ لیکن وہ اپنے خیالات کو ایسے غیر منضبطہ انداز میں تحقیق طرز پر ظاہر کرتے ہیں کہ ان کا مطلب سمجھنا مشکل ہے۔ اور خواہ وہ کیسے ہی بڑے فاضل مفہور ہوں۔ ان کی اس دگ نا انہمی پر غور کیا جائے تو قطعی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ آیا یہ بیہوشی ان کتاہوں کے ہل

لے میں مشہور ہونے والی حکیم جو سن سید سے چار سو اکتھربس سے پہلے پیدا ہوا تھا بہت سے لوگوں نے اس کی تعلیم کو یہ انداز میں دیکھا کہ اس سے کیسے ہیں۔ چنانچہ اپنی کھوس میں کاذکر تین میں ہے اسی کتاہ گرد تھا اس کا یہ اعتقاد تھا کہ تمام اجسام کی بنیاد ایسے چھوٹے چھوٹے اجزاء ہیں جو اقبالیاتی طبیعت کے ہم شکل اور با اعتبار صدقوں کے مختلف انداز سے سخت ہی کرائی کی تقسیم صرف وہی سے ممکن ہے۔ اور یہ کراہز با اعتبار شمار کے غیر متناہی انداز میں غلط کے اند میں کی کوئی مد نہیں پیچیدہ ہونے اور دائم حرکت ہیں۔ پس کتاہ یا ہوتا ہے کہ یہ اجزاء آپس میں ٹکراتے اور کبھی خاص صورت پر اکٹھے ہو جاتے ہیں اور ان کے اس اتفاق اور اجتماع ہی سے جہاں کا وجود ہے۔ اور یہ کہ ہمارے اس جہاں کی اندر ہے شمار جہاں میں جو ایسی ہی نظم و ترتیب کے ساتھ غلط۔ غیر متناہی کے اند میں جو ہیں۔ لیکن اس کی راسے میں اس بات پر ہی مبنی جو آٹھ اند ہوتا ہے کہ ہر دو کا سبب اجزاء ذکر کہ اتفاقاً باہم گزرا اور جیسے ہوتا نا نہیں ہے۔ اس کے شاگرد اپنی کھوس کی بھی یہی راستہ ہے اور اس کا قول ہے کہ ترکیب کی حالت میں یہ اجزاء حقیقتاً آپس میں مل نہیں جاتے بلکہ صرف باہم چٹ جاتے ہیں اور اجسام دوسرے کے اندر فی الحال موجود اور ایک دوسرے سے متفرق رہتے ہیں۔ پس اجسام دوسرے کا اتصال حقیقی اتصال نہیں ہے۔

بلکہ صرف ان اجزاء کے باہم چٹنے رہے ناہم ہے۔ اور ان اشیاء الخواص سے

ثنا یہاں کے اقام اسیری اور عبادت گزیر

مسنفوں سے منسوب ہوتی چاہیے یا یہ کہ اُن کے مترجموں اور شارحوں سے زیادہ تر منسوب ہو سکتی ہے۔

بعض کا قول ہے کہ ہر چیز سے شرادہ فارم یعنی مادہ اور صورت سے مادہ اور صورت مرکب ہے۔ لیکن کوئی چنڈت مادہ اور صورت کو صاف صاف بیان نہیں کر سکتا۔ اور مادہ کی اہمیت تو کچھ بیان بھی کرتے ہیں مگر صورت کی نسبت بہت ہی کم تشریح کر سکتے ہیں۔ بہر حال اُن کا بیان صرف اسی قدر قابل فہم ہے کہ اس سے کچھ یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ لوگ اِن دونوں میں سے کسی ایک کو اتنا بھی نہیں سمجھتے جتنا کہ یہی لفظ ہمارے مدارس میں جب کہ قوت ادب میں سے صورت و زعم کے تصور کا مسئلہ بیان کیا جاتا ہے۔ غالب علویں کو ایک معمولی طور پر سمجھا دیتے جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہمیشہ مصنوعی چیزوں کی مثالیں دیتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ لائٹ مٹی بطور مادہ کے ہے اور کھار اُس کو پچھا پھرا کر جو طرح طرح کی شکلیں بنایا جاتا ہے یہ صورت ہے۔

بعض کی یہ رائے ہے کہ ہر چیز عناصر اور عناصر مرکب یعنی عناصر اور اکاش مرکب ہے لیکن وہ عناصر کے استعمال یا آپس میں مل جانے کی نسبت کچھ نہیں کہتے۔

اور ختمگ یعنی اکاش کی جو ہمارے لفظ پرانی دلچسپی یعنی عدم مطلق کے قریب یعنی ہے کئی قسمیں بتلاتے ہیں۔ جن کو میں خیال کرتا ہوں کہ تو وہ خود سمجھتے ہیں دوسرے کو سمجھا سکتے ہیں۔

بعض اور اور خلقت ہی کو اصل ازل کہتے ہیں اور اس رائے کی تائید میں لوز و خلقت وہ ایسے بے معنی دلائل پیش کرتے ہیں جو صحیح فلسفہ کے خلاف محض ہیں۔ اور ایسی ایسی طویل طویل قیل و قال کرتے ہیں کہ جس کو صرف مای اور ناخواندہ لوگوں ہی کے کان سن سکتے ہیں۔

بعض ایک یا چند پرانی دلچسپیوں یعنی عدم مطلق، ہی کو اصل اصول تسلیم کرتے عدم مطلق ہیں۔ جن کو وہ ختمگ سے جدا سمجھتے ہیں اور جن کی تعداد کی نسبت ایک ایسا غیر حکیمانہ طویل اندازہ کرتے ہیں کہ مجھے یقین نہیں ہے کہ ایسی جزوی باتوں کی خاطر ان کے مسنفوں نے تعلیم اُٹھا کر کچھ کھسا ہو۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ ان کی کتابوں میں بھی

بیہودہ باتیں ہوں گی۔

بعض قائل ہیں کہ ہر چیز اتفاق کا نتیجہ ہے یعنی جس کو پینڈت لوگ سمجھ کر نظر سے سمجھ کر کہتے ہیں۔ اور اس کی نسبت بھی وہ ایسی لمبی چوڑی عجیب تقریریں کرتے ہیں جو جاہل لوگوں ہی کے لائق ہوتی ہیں۔

ایشانِ اعلیٰ ان تمام اصول کی نسبت پینڈتوں کا اتفاق ہے کہ یہ ان کی واجد ہی ہیں۔ اصل و مبادیٰ اکاش سے کائنات کے پیدا ہونے کی نسبت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف اتنا ہی جگے ہوئے ہیں جتنا کہ بہت سے قدیم حکما کے دلوں میں خیال تھا۔ مگر اللہ وہ کہتے ہیں کہ ایک اجارہ نے اس مسئلہ کی نسبت کچھ لکھا ہے یعنی اس بحث کو کسی حد شرح اور ربط سے تحریر کیا ہے

طب کی کتابیں | لیکن بجا نے اس کے کوئی با ترتیب کتاب ہوان کو صرف نفلوں کے مجموعے کہنا چاہئے۔ اور ان میں سب سے پرانی اور بڑی کتاب میں نظم میں لکھی ہوئی کیا ہیں اُس طرز کو بیان کرتا ہوں جس میں کہ اُن کا طریق علاج ہائے ہندو طریقہ علاج | طریقہ سے بالکل مختلف ہے۔ اور وہ اختلاف مندرجہ ذیل سلسلہ اصول پر مبنی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تپ کے بیمار کو غذا کی کچھ زیادہ ضرورت نہیں۔ اور فائدہ سب سے بڑا علاج ہے۔ اور اس مرض میں شوربے یا کھنی سے زیادہ مضر اور کوئی چیز نہیں۔ کیونکہ یہ وہ چیزیں تپ والے شخص کے معدہ میں فسادِ خراب ہر جاتی ہیں۔ اور اُن کے نزدیک بجز خاص خاص اور نہایت ضروری صورتوں کے شلّا یا تو جب سرسام کا ایٹھ ہر یا جب کبھی گردہ یا جگر یا سینہ میں دم پیدا ہو جاوے فصد زینی چاہئے۔ اس بات کا فیصلہ میں اپنے فاضل طبیوں پر چھوڑتا ہوں کہ آیا یہ معالجہ کے طریقے درست ہیں یا نہیں مگر ہاں صرف اتنا میں بھی کہتا ہوں کہ ہندوستان میں یہ طریقے کارگر ہو جاتے ہیں۔

طبیب اور ہندو طریقہ علاج | مثل اور دوسرے مسلمان طبیب جو بالو ملی سینا اور ایڑی دینی الٹی رشد کے پیرو ہیں وہ بھی ہندوؤں کی طرح

لے اہی رتھ کا نام مہر تھا اور اپنے امرا میں سے رتھ نامی ایک شخص کی نسبت سے مہاراج رتھ کہلا آتا تھا۔ یہ ان لوگوں کی مثل میں سے تھا۔ انھوں نے مشرقِ وسطیٰ میں ملک اسپین کو فتح کر کے ماکہ ملا

شاہجاہاں کے ایام امیری اور مہل و نگینوں پر

ان طریقوں غصہ شکنی یا خرد بے سے پر ہیز کرانے کے طریقہ پر عمل کرتے ہیں۔

مگر ہندوؤں کی نسبت مغلوں میں نعد لینے کا عمل زیادہ ہے۔ کیونکہ جہاں اُن کو مندرج بالا اور ام کا اندیشہ ہوتا ہے عموماً ایک دو مرتبہ خون ٹھکراواتے ہیں اور یہ عمل وہ گوا اور پیر کے زمانہ حال کے اطبا کی طرح جزوی طور پر نہیں کرتے بلکہ قدمانے اطبا کی طرح اشعار یا مین اوتس یعنی دس گیارہ چھٹا تک تک خون ٹھکراواتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض اوقات غسل کی لازمت ہو جاتی ہے۔

پس وہ گیلیئیم (جالینوس) کی ہدایت کے موافق اور ہمیشہ کہ میں نے اکثر دیکھا ہے۔ بیماری کو اتنا ہی میں مغلوب کر لیتے ہیں۔

بیتہ ماشیہ مندرگوشہ میں شامل کیا تھا۔ یہ ملک اسپین کے مشہور شہر کا بعداً مقررہ، میں جہاں اس کے باپ دادا قاضی رہے تھے۔ مشہور مطابق مسئلہ میں پیدا ہوا تھا۔ یہ نہایت مشہور حکماء و طب میں تھا۔ اور طب اور فلسفہ اور فرائض اور ہندسہ کی کمال کا وہم رکھتا تھا۔ اس کے زمانہ میں علم طب اہل عرب میں کمال کی پہنچ گیا تھا۔ اور اس کے بعد قریباً وہی طرح کی تاریخ میں کوئی بڑا فلسفی نہیں پایا جاتا اس کی اکثر تفصیلات ابن عرب اور میری ہیں۔ چونکہ اس نے کتب ارسطو کی شرحیں لکھی تھیں اس نے فارسی حکمت ارسطو کے معرودہ سے جس کا وہ حیثیتاً مستحق تھا مشہور آفاق تھا۔ بعض آثار اداریوں کے ظاہر کرنے کی وہ سے لوگوں نے اس کا اتحاد سے منسوب کر کے اس کو اس کے مولد کا مدعا سے ناواقف کر دیا تھا۔ مگر اس کے کمال نے سلاطین و ملت کی مہربانی کو پھر اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور وہ امریکش دربار میں پھر آنا فرمایا۔ جہاں کہ وہ مشہور فلسفہ میں سرگیا۔ راغز از انا بیکو پیا یا بڑا نیکا و تاریخ ختم امری مطبوعہ لایپزگم نے کاڑھی اس کا قلمی نسخہ میں کو انگریزوں نے گیلیئن اور ورون نے جالینوس بنایا ہے۔ ملک آئی کے شہر میر گمش کا رجنہ والا تھا۔ یہ نامہ شخص مسئلہ میں پیدا ہوا تھا۔ اور نوے برس کا ہو کر مرا۔ جالینوس اپنے باپ کی نسبت کہتا ہے کہ وہ ریاضیات اور فن تعمیرات اور علم ہیئت میں بہت سربراہ وہ اور دقائق فلسفہ ارسطو میں سے بڑی ماہر تھا۔ جالینوس نے سترو برس کی عمر سے پہلے حکماء کے چند مختلف طبقات کے مسائل فلسفہ کی تعلیم پائی تھی اور کہتا ہے کہ جب میں اس عمر کو پہنچا تو میرے باپ نے خواب دیکھا تھا کہ اس بڑے کو علم طب کی تعلیم ہونی چاہیے۔ مگر اس نے صرف آٹھ برس کی عمر میں اہل ایک استاد سے میں کا نام وہ جانا نہیں تھا تھانہ طب کی تحصیل ثروت کی اور پھر اس زمانہ کے بعض اور مشہور لے کے لایپزگم میں گئی تھی۔ شہرگ نے لایپزگم میں تک م

فن تشریح سے ہندوؤں کی ناواقفیت | بات کچھ قابلِ تعجب نہیں کہ ہندو علم تشریح  
 کو بالکل نہیں سمجھتے۔ کیونکہ وہ کبھی کسی انسان  
 یا جانور کے جسم کو نہیں چیرتے اور جب کبھی میں کسی انسان یا جانور کے جسم کو نہیں چیرتا جب  
 کبھی میں کسی زندہ بھلے یا گہری کو اس غرض سے چیرتا تھا کہ اپنے آقا کو وہاں خون کا قطرہ زائد  
 وہ دیکھیں وہ کھلا دیں جن کو پمپکٹ نے وہ یا نت کیا تھا اور جن میں ہو کر کیلوس کا غلاف قلب  
 کے دائیں غار میں پہنچتا ہے۔ تو ہندو ہمارے گھر سے حیران اور خوف زدہ ہو کر بھاگ جاتے  
 تھے۔ مگر باوجود اس کے کہ ہندو اس فن سے محض نا آشنا ہیں۔ کہتے ہیں کہ انسان کے جسم  
 میں پانچ ہزار رگیں ہیں اور اس سے کم ہیں نہ زیادہ گویا کہ بڑی صحت اور عذرسے انھوں  
 نے ان کا شمار کیا ہوا ہے۔

ہندوؤں کا علم ہیئت | علم ہیئت کا یہ حال ہے کہ ہندو اپنے پتروں کی رو سے صوف  
 بنیہ ماشہ منوگروہ، صوف نکلا سے روئی تشریح اور علم الادویہ میں نامہ تھے ان فنون کی تعلیم پائی  
 ابھی ہیں برس کی عمر میں نہ ہوتی تھی کہ اس کا وہ پہلا۔ پتا اور شفیق استاد مر گیا۔ بعد ازیں اس نے بہت  
 سے شہروں میں کہ جہاں جہاں علمائے فلسفہ و طب شہرہ تھے سفر کیے اور آخر کار شہر اسکندریہ میں جا کر  
 بعض استادوں سے فن تشریح کی تکمیل کی اور انھیں برس کی عمر تک رہا۔ مگر جو علوم اس زمانہ میں  
 استادوں سے حاصل ہو سکتے تھے۔ وہ سب سیکھ لے اور اپنے شہر پر گس میں واپس آ کر انہیں ہنس  
 کی عمر میں بڑی شہرت پائی۔ کیونکہ یہاں اس نے ایسے ایسے ذہنیں کرا چھایا ہیں کہ زہم ملک جیسے  
 جاتے تھے اور چونکہ جنہیں برس کی عمر آس کے شہر میں کچھ بجاوت ہو گئی تھی اس نے وہ شہر دوم کو  
 چلا گیا اور ایک وقت شہر پر گس میں پھر آ کر آخر کار وہم میں ہی جا بیٹھا۔ کیونکہ وہاں کے کئی بادشاہوں کا  
 طبیب خاص رہا تھا مگر وفات اس کی شہر پر گس میں ہی ہوئی۔ فن تشریح کے مختلف ضمیموں میں اس  
 حکیم نے بہت سے رسالے اور کتابیں لکھی ہیں اور اس فن میں بہت سی اصطلاحیں قائم کر گیا ہے کہ  
 اب تک بھی وہی چلی آتی ہیں۔ اور یہ بڑے حقوق اور مرگری سے جیشہ مرہ اور زندہ جانوروں کو چیر چیر  
 کر دیکھتا رہتا تھا اور اگرچہ زمانہ حال کا فن تشریح اس کی معلومات سے بہت بڑھا ہوا ہے۔ لیکن وہ اپنے  
 وقت میں دیکھنے والے وہ کام اور اپنے تمام مقصد میں سے ایسا ممتاز تھا کہ اس تدبیر زمانہ میں اس  
 کی وفات کو فن تشریح کی وفات کہنا کچھ بے جا نہ تھا۔

اور کھوف کا حال پہلے ہی بتا دیتے ہیں۔ اگرچہ ان کے بیان میں رنگستانی اہل ہیت کی سی پارکی کے ساتھ صحت نہیں ہوتی۔ مگر پھر بھی وہ اکثر صحیح ہوتا ہے۔

چاند گہن کے متعلق ہندوؤں کا عقیدہ | لیکن صوف کی نسبت بھی ان کا وہی بے معنی افتاد ہے جو کھوف کی نسبت ہے یعنی یہ کہ ایک کا لادنا پاک اور شرعاً راجس جس کا نام راجہ ہے چاند کو کچڑ لینا اور اس کو اپنے اثر سے ٹارک کر دیتا ہے۔

اور زیادہ تر اسی دلیل سے ہندو یہ بھی کہتے ہیں کہ چاند چار لاکھ کوس کے فاصلہ پر ہے یعنی سورج سے ڈیڑھ لاکھ میل اونچا ہے۔ اور وہ ایک بالذات دوران جسم ہے اور اس سے انسانوں کے دماغ میں کمرت پہنچتا ہے جو دماغ سے اتر کر آگے اور اعضا میں سرایت کرتا ہے۔ چنانچہ پھر تمام اعضا اپنے اپنے عمل میں مصروفیت کے لائق ہو جاتے ہیں۔ ان کو یہ بھی یقین ہے کہ چاند سورج اور ستارے یہ سب دیوتا ہیں۔

جب سورج نمبر کے پیچھے چلا جاتا ہے اس وقت رات ہو جاتی ہے۔ خیالی پہاڑ تعمیر | سمیر ایک خیالی پہاڑ ہے جس کو فرض کر لیا گیا ہے کہ وسط زمین میں مصری کے آٹے کو زے کی طرح واقع ہے۔ اور مظلوم نہیں گئے ہزار کوس بلند ہے۔ یہی جب تک کہ سورج اس پہاڑ کے پیچھے سے ہٹ کر نہیں آتا اس وقت تک دن نہیں نکلتا۔

علم جغرافیہ سے ہندوؤں کی نادانیت | علم جغرافیہ سے بھی ہندو ایسے ہی نادان ہیں جیسا کہ دنیا چٹنی اور شلٹ شکل

کی ہے اور اس میں سات ولایتیں ہیں جو باخبر اپنے باشندوں اور اپنی خوبصورتی اور ہر ایک طرح کی تکمیل کے ایک دوسرے مختلف ہیں اور ہر ولایت اپنے خاص مندر سے گہری ہوتی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ ایک مندر دودھ کا ہے دوسرا شہد کا تیسرا گھی کا چوتھا شراب کا اور آگے اسی طبع و تری اور خشکی کے بعد دیگرے چلی آتی ہے یہاں تک کہ ساتویں ولایت داس کو دیکھیں ہے جو وسط میں واقع ہے۔ اول ولایت جو تعمیر کے نہایت قریب ہے اول درجہ کے دیوتاؤں سے آباد ہے دوسری میں آٹن سے کم درجہ کے دیوتا ہیں۔ اور اسی طرح باقی ولایتیں ہیں جن کے باشندے ہر ایک پہلی ولایت سے رتبہ میں کم ہیں۔ اور سب سے آخر ساتویں ولایت ہے جس میں ہم انسان آباد ہیں جو ہر ولایت کے دیوتاؤں سے بہت ہی کم درجہ کے ہیں۔ چنانچہ یہ بھی کہتے ہیں کہ دنیا بہت

سے ہاتھیوں کے سروں پر رکھی ہوئی ہے جن کی اتفاقیہ حرکت سے بھونچال آتا ہے۔  
ہندوؤں کے علوم کے متعلق میری رائے | اگر قدیم ہندوؤں کے علوم میں جن کی اس قدر  
 شہرت ہے یہی تمام بے سنی باتیں سمجھ رہی  
 ہوئی ہیں جن کو میں نے با تفصیل لکھا ہے تو لوگوں نے بڑا دھوکا کھایا کہ ان کے علم و عقل کی  
 نسبت دت دراز سے دس سو گنا زیادہ ہے۔

جن ان باتوں کی حقیقت پر یقین لاتے ہیں نہایت مثال ہوں کیوں کہ انڈین ہندوؤں  
 کا مذہب ایک ایسے زمانہ سے چلا آتا ہے جس کا حال کچھ معلوم نہیں۔ اور پھر ان کی ذہنی  
 اور علمی کتابیں سب سنسکرت زبان میں ہیں جو دت ہاتے دراز سے ایک ایسی زبان ہو گئی  
 ہے جس کو کوئی نہیں لکھتا۔ اور اب صرف پڑ سے لکھے لوگ ہی اس کو سمجھتے ہیں اور اس  
 کی اصل نامعلوم ہے۔ بہر حال ان تمام باتوں سے بڑی قدامت اور کھلی شامت ہو گئی ہے۔  
بنارس کے چند ہندوؤں سے ملاقات | جب میں دریائے گنگا سے نیچے کے علاقہ کی  
 طرف جا رہا تھا تو بنارس سے ہو کر گنڈا اور

ایک سب سے بڑے ہندو سے جو اس مشہور دارالعلم میں رہتا ہے ملا وہ ایک غیر  
 براہمنہ علم و فضل کی وجہ سے ایسا مشہور ہے کہ شاہجہاں نے کچھ قرآن کی فضیلت کے  
 لحاظ سے اور کچھ راجاؤں کی خاطر سے اس کے واسطے دو ہزار روپیہ سال کی پنشن مقرر کر رکھی  
 تھی۔ وہ ایک مڑا تازہ اور خوبصورت آدمی ہے اور اس کی پوشاک یہ ہے کہ ایک  
 سفید ریشمی ساڑی باندھے رہتا ہے۔ جو پنڈلوں تک نکلتی رہتی ہے۔ اور ایک کبھی قدر  
 بڑی سی سرخ ریشمی چادر کا نہروں پر ڈالی ہوئی ہوتی ہے۔ میں نے دہلی میں اس شخص

لے ہاتھیوں کے سروں پر دنیا کے آٹھائے چوتھے ہونے کا روایت کبھی نہ سنی تھی آئی اور د  
 متحج سے اس کی کچھ سمت معلوم ہوئی۔ اہتہ میں آگئی تھی ہزاروں سالوں کے سروں پر  
 دنیا کا شہر ہے جو ہے ہزاروں سالوں کا ہے اور ایک عام روایت یہ بھی ضرور زیادہ ہے کہ ایک نئی  
 کے سنگوں پر یہ ہر قسمی قلم ہے۔ اور جب وہ اس کو ایک سنگ سے دوسرے سنگ  
 پر چلاتا ہے تو بھونچال آتا ہے۔

س م ج

میں مصنف کے نزدیک یہ ایسے اسباب ہیں کہ میں سے اصلی مقالہ پر ایک تاریخی کاہرہ دھڑکا ہے  
 اور اس کے باعث سے لوگوں کو دھوکا چلا ہے۔ س م ج

کو بادشاہ اور امرا کے دربار میں اکثر یہی مختصر لباس پہنے دیکھا ہے۔ اور وہی کے بالوں میں وہ مجھے یا تو پھل یا پالکی میں سوار جاتا ملا ہے۔ ایک سال تک وہ ہمیشہ میرے آقا کے پاس اس امید پر آتا۔ کہ وہ اورنگ زیب سے سفارش کر کے اس کی بخشش بھال کر اسے ہو اورنگ زیب نے جس کو اپنی دہن واری دکھانے کا بیڑا شوق تھا قلعہ بند بھی کی وجہ سے تخت پر بیٹھتے ہی ہندکوئی تھی۔ میں نے اس مشہور فقیر سے بڑی ملاقات پیدا کر لی تھی۔ اور میری اس سے اکثر دیر تک باتیں ہوا کرتی تھیں۔ اور جب میں اس سے بنارس میں ملا تو وہ نہایت خلق اور عادات سے پیش آیا اور مجھے وہاں کا کتب خانہ دکھانے لے گیا جہاں اس نے اور بھی بڑے بڑے چھ پنڈتوں کو بلا لیا تھا۔ جب میں نے اپنے آپکو ایسی عمدہ صحبت میں پایا تو میرا ارادہ ہوا کہ اس بات کی تحقیق کروں کہ ان کی رائے بہت پرستی کی نسبت کیا ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ میں ہندوستان کو اب چھوڑنے والا ہوں۔ ہر ایک ایسی پرستش سے بدنام ہے جو معمولی بھو والے انسان کے نزدیک بھی خلاف عقل ہے اور آپ مجھے اچار جوں کے خاں نہیں ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہمارے مندروں میں بے شک مختلف صورتوں میں مثلاً برہما، وید، گنیش - اور گوری کی ہیں۔ جو ہمارے سب سے بڑے دیوتا ہیں۔ اور ہم ان کی صورتوں اور علاوہ ہمیں اور بہت سے دیوتاؤں کی صورتوں کا جو ان سے درجہ میں کم ہیں ہم بڑا عہد کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے آگے نوسنت کرتے ہیں اور بڑی عقیدت سے پھول چاند لکھی 'زعفران' خوشبوئیں اور ایسی ہی چیزیں ان پر چڑھاتے ہیں مگر باد جو اس کے ہانا یا اعتقاد نہیں کہ یہ صورتیں خود بتھایا یعنی ہیں۔ بلکہ یہ ترپ ترپ ان کی اصلی صورتوں یا شبیہوں کے مبالغہ ہیں اور ہم ان کا ادب صرف اس دیوتا کی وجہ سے کرتے ہیں جن کی یہ صورتیں ہیں۔ اور چوڑھا ہم کرتے ہیں وہ دیوتا کے واسطے ہے مذکورہ کے لئے ہمارے مندروں میں صورتیں اس لئے رکھی جاتی ہیں کہ ان کو قائم رکھنے کے واسطے جب تک نظر کو کسی خاص چیز پر نہ جمایا جائے تب تک پوچھا عمدہ طہ سے نہیں ہو سکتی۔ لیکن حقیقت میں اعتقاد بھال یہی ہے کہ خدا صرف وہی ایک ذات مطلق ہے۔ اور صرف وہی سب کا مالک اور سب سے بڑا حکم ہے۔ پنڈتوں نے عجوبہ سمجھ دیا میں نے اس کو کم زیادہ کر کے نہیں کہا۔ لیکن مجھے شک ہے کہ انھوں نے اس معاذ کو عتاً ایسے قالب میں ڈھال کر بیان کیا تھا کہ جو دین



کیستھلک قزاق والوں کے خیالات کے مشابہ ہو جاتے۔ کیونکہ اور ہر جنس کے خیالات اس سے بالکل مختلف تھے۔

دنیا کی عمر چند توں کے خیال میں | پھر میں نے دنیا کی عمر کی نسبت گفتگو کی اور میرے ہم صحبت پنڈتوں نے ہمارے مقدمات سے بھی بڑھ کر اس کی تصدیق ظاہر کی۔ یہ تو نہیں کہا کہ دنیا کی کچھ ابتدا ہی نہیں۔ مگر ہر عمر انھوں نے بتلائی۔ اس سے ایسا ظاہر ہوتا تھا کہ گویا وہ اس کو تدبیر سمجھتے ہیں۔ اُن کا یہ بیان تھا کہ دنیا کی عمر چار جنگوں سے شمار کی جاتی ہے اور اُن کا جنگ ہمارے قزاقوں کی طرح ظہور میں کا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ جنگوں کا شمار کروڑ برس سے کرتے ہیں۔ جو عمر انھوں نے جنگ کی علیحدہ علیحدہ طور پر بتلائی وہ مجھے ٹھیک ٹھیک یاد نہیں رہی لیکن ایسا یاد پڑتا ہے کہ پہلا جنگ یعنی ست جنگ کچھرا لاکھ برس تک رہا۔ پھر بارہ لاکھ سے زیادہ سال تک تریا جنگ رہا۔ پھر اگر میری کچھ غلطی نہ ہوتی آٹھ لاکھ چھتر ہزار برس تک دنیا پر جنگ رہا۔ اور اب میں سمجھ گیا کہ چوتھا یعنی کل جنگ جو اب ہے کتنے لاکھ برس تک رہے گا۔ پنڈتوں نے کہا کہ پہلے تین جنگ اور بہت ماحصلہ ہوتے تھے جنگ یعنی کل جنگ کا گند چکا ہے۔ اور میں طرح طرح سے ان جنگوں کے خاتمہ پر دنیا کا نام دیتی رہی ہے۔ چوتھے جنگ کے ختم ہونے پر ایسا دہر کا جنگ دنیا۔ مہارہے۔ ہو کر نالود ہو جائے گی۔ اور تمام چیزیں اپنے اپنے صبا کی طرف مود کر جائی گی۔ جب میں نے پنڈتوں کو اس بات کے لئے مجبور کیا کہ وہ دنیا کی عمر مجھے ٹھیک ٹھیک بتائیں تو انھوں نے کئی مرتبہ حساب لگایا مگر جب میں نے دیکھا کہ وہ بچا رہے اس میں بالکل الجھے ہوئے ہیں اور صرف لاکھوں کی تعداد کی نسبت اُن کا اختلاف ہے تو میں نے اپنے تئیں اسی لحاظ سے کہ متصف ہے ہندوؤں کی پرستش کے طریقہ کو تو اعتراض کی غرض سے دیکھا لیکن اپنے طرزِ مباحثہ کی بیہوشی پر ہرگز بازو میں حضرت مسیح اور حضرت مریم کی شبیہیں اور پطرس جی کے جوتے کی شکل رکھتے اور ان کو مقدس جان کر اُن کی پرستش اور ہندوؤں کی طرح دھوپ دھوپ کرتے اور گھنٹے بجاتے ہیں فرد کی اور انجیل مقدس کی اُس آیت پر عمل نہ کیا جو لکھا ہے۔ تو اگر اپنے بھائی کی آنکھ سے نکلا نکالا جا ہے تو اول اپنی آنکھ کا شہیرہ نکال۔ انھوں نے انسان خواہ کیسا ہی عقلمند اور ذی علم کیوں نہ ہو اُس کو اپنے مذہب کے رسوم اور عقائد کی بنا کی کبھی نہیں معلوم ہوتی۔ اور اُس کی طبیعت ہمیشہ فیروہی کی عیب کیچہ شرم اور اقل رہتی ہے اور اُن کے ہر اور خیال بھی اُس کو بُرائی اور عیب ہی معلوم ہوتی ہیں۔ ہم سب

فنا جہاں کے ایام امیری اور عبادت گاہ

عام واقفیت پر مطمئن کر لیا کہ یہ دنیا نہایت ہی قدیم اور اس کی عمر کا مناسب بڑا ہی مجموعہ انگیز ہے۔ جب کوئی شخص کسی پنڈت سے وہ وجوہ پوچھتا ہے جن سے کہ دنیا کے بے حد بچانا ہوتے ہر وہ اپنا اعتقاد رکھتے ہیں۔ تو وہ ایک قسم کے بے فائدہ افسانے سناتے گھٹتا ہے۔ اور آخر یہ کہہ دیتا ہے کہ میں میں ایسا ہی لکھا ہے۔

**پنڈتوں کے نزدیک دیوتاؤں کی حقیقت** | پھر میں نے اُن کے دیوتاؤں کی حقیقت کی نسبت اُن سے دریافت کیا مگر اُن کا بیان نہایت منتشر پایا۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے دیوتا تین قسم کے ہیں۔ نیک۔ بد۔ اور نہ نیک نہ بد۔ بعض کا اعتقاد ہے کہ دیوتاؤں سے جنے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ توڑ سے۔ اور دوسروں کی یہ رائے ہے کہ وہ بیاپک ہیں۔ اور لفظ بیاپک کے معنی میں بکھراؤ کے کچھ نہیں سمجھا کہ خدا بیاپک ہے۔ ہماری روح بیاپک ہے۔ اور جو چیز بیاپک ہے وہ لازماً ہے اور زمین و مکان سے متباعد و منزہ ہیں۔ اُس فاضل فقیر اور اُس کے ساتھی پنڈتوں نے کہا کہ بعض پنڈت دیوتاؤں کو اجزاء ذات الہی کہتے ہیں اور بعض کی یہ رائے ہے کہ دیوتاؤں کے مختلف اقسام ہیں جو زمین پر پھیلے ہوئے ہیں۔

**لنگ شری کا مسئلہ** | مجھے یاد دہانا ہے کہ میں نے اُن سے لنگ شری کے مسئلہ کی وضاحت بھی سوال کیا تھا جس کو اُن کے بعض معنف مانتے ہیں۔ مگر جو واقفیت مجھے اپنے پنڈت سے حاصل ہو چکی تھی اُس سے کچھ زیادہ حال معلوم نہیں ہوا۔ یعنی یہ کہ چھوٹے چھوٹے نہات اور درختوں اور حیوانات کے بیچ سے پیدا نہیں ہوتے بلکہ اجداد سے آفرینش سے ان کا وجود چلا آتا ہے۔ اور وہ ادھر ادھر بکھرے ہوئے اور دوسرے آدمیوں میں سے پھل پڑے رہتے ہیں اور نہ صرف انسان بلکہ حقیقتاً وہ بیج بالکل ویسے ہی کمال ہیں۔ جیسے کہ خود وہ نہات یا درخت یا حیوان جس کے وہ بیج ہیں۔ لیکن وہ اپنی اس حالت میں ایسے چھوٹے اور باریک ہیں کہ اُن کے حیاتِ جزا اسی وقت صاف طور پر نظر آ سکتے ہیں جب کہ وہ اپنی مناسب جگہ پر لانے جائیں اور وہاں ہر درخت کے اوپر کے پھنپھتے بگولے نمایاں

لے میا ہوں بلکہ مسلمانوں کے پاس بھی بکھراؤ کے کہ قدرتِ مقدس کا حوالہ میں دنیا کی عمر کے شمار کی نسبت کوئی دلیل نہیں ہے۔

س م ج

تہ ناری خواں اطربی کہ فضا بیاپک! ہر دہے ہر دہے مراد الہی سمجھنا چاہیے۔ س م ج

ہوں اور ترقی پائیں۔ پس ہر ایک سیٹ یا ناشپاتی کے درخت کا بیج لنگ شرہ یعنی سیب یا ناشپاتی کا ایک چھوٹا درخت ہے جو اپنے تمام ضروری اجزاء کا مل ہے۔ مثلاً لُہُ القُطاس ایک گھوڑے یا باغی یا آدمی کا بیج لنگ شرہ یعنی ایک چھوٹا گھوڑا یا آدمی یا آدمی ہے جس کے واسطے صرف جان اور چودش کے مادے کی ضرورت ہے تاکہ وہ صاف طور پر اپنی صورت مرتبہ و فہم کو حاصل کر سکے۔

اب میں آپ کو ایک اور مسئلہ کی نسبت ایک بحث کا حال سناتا ہوں۔ وحدت الوجود | تمنا بھی وعدہ گدہ اگر اس مسئلہ کی بابت ہندوستان میں بڑا شور مچا رہا تھا یہاں تک کہ بعض پندتوں نے اس کو شاہجہاں کے بیٹوں والا شکہ اور سلطان شجاع کے بیٹے اور ہنشین کر دیا تھا۔ آپ اس بات کو یقیناً جانتے ہیں کہ اکثر قدیم حکماء لائف کو لنگ پر تبدیل یعنی وحدت وجود کے مشہور معروف مسئلہ کے قائل ہیں اور ان کا قول ہے کہ ہم تم جیسے جان دار مخلوقات ہیں سب ایک ہی وجود واحد کے اجزاء ہیں۔ چنانچہ اگر ہم خود سے ارسلو اور افلاطون کی تصانیف کو دیکھیں تو غالباً ہم پر یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ وہ بھی اسی رائے کی طرف مائل تھے۔ اور یہی عقیدہ ہندوستان کے تقریباً تمام پندتوں کا ہے اور یہ وہی مسئلہ ہے جس کی نسبت صوفیوں اور اکثر علماء ایران کے باہم لڑائی مچا کرے رہا کرتے ہیں۔ اور جس کو گھٹن ملازمین جو ایک فارسی نظم کی کتاب سے بڑے زور شور سے جان کیا گیا ہے پلٹ

لے اس کتاب کے مصنف شیخ نجم الدین محمودی جو تھوڑے قریب چیر نام ایک گواہ کے رہنے والے اور شاہ شجاع صوفیہ سے تھے۔ یہ کتاب انھوں نے مشائخ کے ایشیال میں بعض مشائخ عارسان کی ترغیب و ترغیب کی تھی مگر یہاں کہ خود ان کے اس قصہ پر حسب الحیف کتاب میں کھانا بننا ہر پرنا ہے۔ گوشت و جوت و ازہنت و سال و ازہنت و انکس و رماہ شرال۔ یہ کتاب بڑے تہ کو لکھی جاتی ہے۔ اور اس نے اکثر بزرگوں نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ لیکن شرح موزم بن تاج الامجاد جو مشائخ کے فارسیوں کی گئی تھی اور میں کے مصنف شیخ شمس الدین محمدی لکھی نا جاتی ہیں۔ جو نقرا کے مسئلہ اور غشیہ کے بانی سید محمود و زبغش کے افکار غلط ہیں سے تھے۔ سب سے عمدہ لکھی گئی ہے۔ چنانچہ علامہ ماضی و الزلہ شریعتی نے اپنی مشہور کتاب مجالس المؤمنین میں لکھا ہے۔ کہ یہ مصنف نے اس شرح کو کھنکھ دیکھنے کے لئے جامعہ عربیہ اسلامیہ راجستھانم کو لا کر لیا تھا۔ اور پھر لکھا۔ یا اپنے زادی ایک مشہور طبیب ادا ایک ایسے فرزند کو لا کر لکھا۔ یہ نکال رکھتے تھے کہ جہاں وہاں وہیں سے ہی اس صوفیہ غرض سے تعلق رکھتی

کی بھی یہی رائے تھی جس کو ہمارے نامور گیسٹڈی نے نہایت قابلیت کے ساتھ رد کیا ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ ہمارے ہاں کے جوش لوگ اکثر اس کے سبب سے غراب و ہرباد ہوتے ہیں۔ چند چٹوت اس مسئلہ کو تمام کھارے زیادہ طول دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خدایا اس اعلیٰ و جودے جن کو وہ اپنی زبان میں آیشہ کہتے ہیں صرف یہی نہیں کہ اپنی ذات سے مدد ہے اکی ہے بلکہ عزت و دنیا کی ہر ایک ادنیٰ اور صفاتی چیز کو بھی اسی طرح اپنی ذات سے پہنچا کیا ہے۔ اور اس مسئلہ خلقِ عالم کو وہ اس طرح پر خیال نہیں کرتے کہ علیٰ حق کا جود معلولات کا مستلزم ہوتا ہے۔ بلکہ اس طرح پر تصور کرتے ہیں جیسے کڑی جب چاہتی ہے اپنے ہی اندر سے مالا تن دیتی ہے اور جب چاہتی ہے اس کو سمیٹ لیتی ہے۔ لیکن اسی خیالِ جذباتی یعنی چٹوتوں کا قول ہے کہ یہو ایل صرف اس کا نام ہے کہ خلیفۃ اپنی ہی ذات کو پہلے دیا ہے۔ یا یہ کہ ایک کڑی کا تار ہے۔ عوام نے اپنے اندر سے نکال دیا ہے۔ اور نفا ہے کہ خدا پھر اپنی ذات یا اس تار کو اپنے ہی میں لپیٹ لے۔ چنانچہ قیامت کے دن جس کو وہ ہم سے یا مہانچے لے جاتے ہیں۔ اور جس کی نسبت ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اس وقت تمام چیزیں نابود ہو جائیں گی۔ خدا اپنے تمام بیتے حاشیہ سفر گزشتہ نمبر۔ کے پاس سہرات میں بیٹھا قزاقوں سے لپٹے جانے والے خط کے شروع میں اپنی رفاہی کھٹکری لکھی۔ دہائی۔ اسے فقر و فاقہ بخش ادا پیمانہ خرم زہلہ خاطر تھیں مازہ و کثرتِ نظر سے یہی تعلیم اندازہ شاہِ کرم روحیت و عمارت۔

س م ت

بیتے حاشیہ سفر گزشتہ نمبر۔ جیسا کہ وہاں سے گزشتہ استغفارِ مطولات اور اسوہ فیہی کا کرتی رہتی ہیں۔ اس شخص کے خیالات کا یہی ہیں کہ وہ معتقد تھا مختصر طور پر کہ ثابت مشکل ہے چنانچہ منہل ان کے اس کا ایک پختہ تھا کہ وہ اس عالم میں مدد کی طرف کی طرف کو مشرکت تھا۔ ایک تربت اضیاضی۔ دوسری اضیاضی اور ان پر کتنے ہی جات کو ہر عمل مانتا تھا۔ اور ان کے خاص طور کے اجتماعات کا رٹ و جود مرضی قرار دیتا تھا۔ اور اس کا معتقد تھا کہ گزشتہ نمبر کو جس کا ترجمہ عالم صغیر یا انسانی کیا جاسکتا ہے۔ اسے کہ اگر ہم یعنی عالم کبیر یا پختہ ہے ایک خاص مشابہت اور مناسبت ہے اس کے معتقات خواہ کیے ہی نفیول اور لایینی تھے مگر چونکہ اس نے خود کو بہت جوں کے معتقات کے پیروار میں قرار دیا تھا۔ اس کے لئے زیادہ کے حکما کو ان کی جانب متوجہ ہونا چاہیے تاکہ کہ اول کہہ کر تمام ایک حکم ہے اور بعد اس گیسٹڈی نے اس کی توجہ میں مشابہت میں کتابی لکھی۔

نقطہ

اُن تاروں کو جو اُس نے اپنے اندر سے نکال کر پہلا دینے تھے۔ بانگیا نے اندر کیجی لگا اس لئے ان کی رائے ہے کہ جو کچھ ہم دیکھتے یا سنتے یا سونگتے یا چکے یا پھرتے ہیں ان میں کوئی چیز واقعی نہیں بلکہ تمام دنیا صرف ایک خواب و خیال ہے۔ پس جو طرح طرح کی چیزیں نہ رہیں حواس ظاہری محسوس ہوتی ہیں وہ سب کی سب ایک ہی چیز ہیں۔ یعنی وہ سب چٹینا خدا ہیں جیسے کہ انائی کے عدد کو بار بار دہراٹے سے دس بیٹی۔ سواد ہزار کے اعداد میں ملتے ہیں اور دراصل وہ ایک ہی عدد ہے۔ لیکن اگر تم اُن سے اس بات کی کوئی دلیل پر جوہر یا ذات الہی کے پہلی جانتے اور پھر مٹ جانے کی کچھ تشریح کراؤ اور طرح طرح کی صورتیں معلوم ہونے کی وجہ دریافت کرو۔ یا یہ پوچھو کہ خدا جو غیر جہانی اور قبولِ تمنا ہے بیاک اور غیر متغیر ہے تو پھر کس طرح اس قدر اجسام متعددہ اور ارجح مختلف میں تقسیم ہو گیا ہے تو وہ اس کی عجیب مثالیں بیان کریں گے۔ مثلاً یہ کہ خدا بمنزلہ ایک بڑے صندوق کے ہے جس میں بہت سے بٹلے تیرتے رہتے ہیں۔ خواہ یہ بٹلے کہیں پلے جائیں مگر وہ ہمیشہ اُسی صندوق اور اُسی پانی میں رہتے ہیں اور اگر وہ بیٹہ جائیں تو حق پانی سے وہ بنے تھے وہ اُسی صندوق میں داخل ہو جاتے۔ یا وہ پوچھیں گے کہ خدا ایک ایسی روشنی کی مانند ہے جو بے شمار فیضوں پر پڑ رہی ہے۔ پس اگرچہ ہر جگہ اُس ایک ہی روشنی کا جلوہ اور ظہور ہے۔ مگر جن چیزوں پر وہ پڑتی ہے اُن کی مختلف رنگتیں اس وجہ سے ہر جاتی ہیں کہ وہ مختلف صورتوں میں سے ہر کائنات چیزوں پر پڑتی ہے۔ غرض کہ وہ تحسین ایسی ایسی باتیں تفسیریں و سہ کر رہی کہ خدا سے کچھ بھی نسبت نہیں اور جو صرف جالوں کے ترفیع کرنے کے لائق ہوتی ہیں۔ مثال دیں گے۔ اور ان سے جواب شانی کی امید کڑا ہے قائم ہے۔ اگر کوئی اُن کو یہ جواب دے کہ مثلاً جو جواب ایک پانی ہے ہی۔ اگرچہ نیلے ہی وہ سرے پانی پر بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں کوئی پانی ایک نہیں ہے۔ اور اسی طرح تمام دنیا پر آفتاب کی روشنی کو ایک ہی ہے۔ لیکن سب جگہ وہی نہیں ہے۔ اور علیٰ ہذا قیاس تمام عہدہ تمام تعداد پر اور بھی بڑے بڑے امراض ہو سکتے ہیں تو وہ پھر اسی طرح تفسیروں اور استعاروں کو لے بیٹھیں گے جیسے کہ مونی اپنی کتاب گلشن راز کے عدد اشعار کی طرف رجوع کیا کرتے ہیں۔

ملے مزعوم کیا ہے کہ اس صفحہ کو ایک شاعر نے اپنے اس شعر میں خوب اور کیا ہے سے  
وہاں جواب کہ جو سارا دینی عبادت نہیں : کہ کہ نہ کہ اپنے سے جدا تو وہ نہیں ہی انہیں

**حرف آخر** | اب میں اس ساری بیوقوفی اور اُس فطرت خوف و ہراس اور اس تنہا جان  
 افتادہ سوریج کے ساتھ ہمدردی کے خیالات و سوچ کر اُس بد طبیعت  
 اور کالی جاسے نجات دلانے کی غرض سے سورج کی نسبت غماہ کر کے جاتے ہیں اور اُس  
 دکھاوے کی پاشیوں پر اور اسٹیشن اور پہاڑ اور نہروں کو دی جاتی یاد دہانوں  
 میں پسینگی جاتی ہے، اور عورتوں کی اُس بخونازہ جوات کر اپنے ایسے خاوندوں کی لاشوں کے ساتھ  
 بھی جلیں کو صدمہ جاتی ہیں جن سے اُن کی حیات میں وہ اکثر نفرت کرتی رہتی تھیں اور تقریروں کے  
 اُن طرح طرح کے محو نازہ اعمال و اشتغال اور سب سے اخیر میں جیہاں اور ہندوؤں کی توہینوں  
 کی اُس تمام خرافات کا ذکر کرتے کے بعد آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگرچہ نازہ اعمال کے نیک چاہنے والے ہیں  
 سفر کے مصائب اور تکالیف انصافے بغیر گھر بیٹھے ہی اپنی تقریروں کے دیدہ زیب سرسے  
 تشریح کرنا مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ مگر میرا یہ خط جو میرے ان دور واز سفروں اور اس قدر  
 تحقیقات اور فکر کا ایک بے سود نتیجہ ہے۔ اگر مندرجہ ذیل الفاظ کو ہیں اس کا عزائم قرار دیا  
 تو کیا میں ایسا کرنے کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں رکھتا؟ اور وہ الفاظ یہ ہیں کہ: کیسے ہی نفوس  
 اور بے معنی خیال کیوں نہ ہوں پھر بھی انسان کے دل میں جگہ پائی جاتی ہے۔

آپ کی بڑی عنایت ہوگی اگر آپ اپنے پلے پیلے آپ کے نام کا مفروضہ خط اُن کے حوالہ کریں  
 گے۔ یہ پیلے صاحب ہی تھے جنہوں نے پہلے پیلے آپ کے نام اور ولی دوست گیسٹری  
 صاحب سے میری ملاقات کرائی تھی جو میرے حق میں بہت ہی مفید ثابت ہوئی ہے۔ اُن  
 کی اس عنایت کا میں اتنا ممنون ہوں کہ جہاں میری تقدیم بمحکمے جاتے گی مجھے محبت کے  
 ساتھ وہ ہر جگہ یاد رہیں گے۔ میں آپ کا بھی بڑا ممنون ہوں۔ اور صرف اس وجہ سے کہ  
 آپ میرے مال پر نظر عنایت میں ذول فرما تے رہے۔ میں عمر بھر آپ کا ادب کرتا رہوں گا۔  
 بلکہ اس سبب سے بھی کہ آپ اپنے متواتر خطوط میں اکثر مجھے ناقصہ مند صلا میں دیتے رہے  
 ہیں جن سے میرے صدمے میں کچھ بہت مدد ملی۔ اور میں اس وجہ سے بھی آپ کا بڑا احسان مند  
 ہوں کہ آپ نے اپنی بے غرضانہ عنایت سے دنیا کے اس بے حد محتسب جہاں میں شرم و محکوم  
 نے آج میرے لئے عمدہ عمدہ کتا میں بھیج دی ہیں۔ حالانکہ جن لوگوں سے میں نے کتب منگوا  
 کے لئے درخواست کی تھی۔ اور میں کو اُن کی نصیحت کا روپیہ مقام مارسلیس میں میرے نرما باقی  
 ماند اس سبب سے کہ اس خط میں بد دوستی کے حلقہ کوئی اثر نہ تھا اس کا اثر مجھ پر دیا گیا ہے۔

سے مل سکتا تھا۔ اور میں چرہ لحاظِ اہلیت اور انسانیّت کے یہ بات فرض تھی کہ کتبِ مطلوبہ میرے پاس بھیج دیجئے وہ مجھے بالکل ہی سمجھ گئے اور میرے خطوط کو دیکھ کر ہنسا کے کہ کیا کہ انھوں نے مجھے ایسا کیا گویا بحرِ عباس کا پھر بھی منہ ہی نہیں دیکھتا ہے۔

## خط

### بنام مانشیور ڈی لاماس تھی لی وے

یکم جولائی ۱۶۶۷ء از دہلی

جو دہلی اور آگرہ کے شہر اور شہنشاہِ مغل کے دربار کے متعلق لکھا گیا  
صاحبِ من! میں خوب جانتا ہوں کہ جس وقت میں فرانس کو ماہیں آؤں گا تو سب سے پہلے آپ مجھ سے یہ پوچھیں گے کہ بمقابلہ پیرس اس ملک کے صد مقامِ آگرہ اور دہلی کی وسعت اور آبادی اور خوبصورتی کا کیا حال ہے۔ پس آپ کے شوق کی وجہ سے میں اول انھیں اسد کو بیان کرتے دیتا ہوں۔ اور اُن کے من میں بعض اور حالات بھی پیش کر دوں گا۔ جن کی نسبت میرا خیال ہے کہ آپ قانباؤن کو بھی دلچسپ تصور کریں گے۔

یورپ اور ہندوستان کی عمارتوں کا فرق ان دونوں شہروں کی خوبصورتی کی نسبت کچھ  
کچھ سے پہلے یہ بیان کرنا لازم ہے کہ ہندوستان میں تقسیم اہلِ فرنگ کو عمارت کے ساتھ یہ کہتے دیکھ کر کہ ان دونوں ملکوں اور ہندوستان کے دوسرے شہروں کی عمارتیں رنگستان کی طرح خوش و شگفتہ ہیں۔ مجھے حیرت ہوئی۔ وہ اس پر خود نہیں کرتے کہ عمارت کی قطع اور وضع ہر ملک کی آپ دھما کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ شرف میں وضع کی عمارت پیرس اور لندن یا آتشِ قدام میں خاندانِ اہلِ اسلام کے اعتبار سے وہاں کے لائق ہے دہلی اور آگرہ میں بالکل کارآمد نہیں ہو سکتی۔ فرض کیجئے کہ یہ شہر ہندوستان میں آجائیں اور یہاں کے شہروں میں عمارتیں تو ان کی عمارت کو توڑ پھوڑ کر بالکل ایک نئی قطع پر بنانا ضروری ہو جائے گا۔ بلکہ فرنگستانی کے شہر بہت خوبصورت اور اس ملک کی عمارتیں ہوا کے موافق ہیں۔ لیکن دہلی بھی اپنی وضع پر اس گرم ملک کی آبد ہوا کے لحاظ سے خوش و خوش سے خالی نہیں ہندوستان کی گویا اس قدر شدت ہے کہ کوئی اور تو کیا، خود بادشاہ و مہم پادشاه کی حفاظت کے لئے ہاتھ نہیں پہنتا۔ اور صرف جگہ سلیم کی طرح کی ایک چیز پہنتا ہے۔ جسے

پاؤں پہنتے ہیں۔ اور سر کی محافظت کے لئے نہایت نفیس اور نازک قسم کے کپڑے کی ایک بھرتی سی پٹری ہوتی ہے۔ اور دو سرانہاں بھی ایسا ہی چٹکا پہناتا ہوتا ہے۔ گری کے موسم میں مکان کی دیوار یا سرانے کے کتبے پر مشکل سے ہاتھ یا سر رکھا جاتا ہے۔ اور چھ مہینے سے زیادہ سوائیک منتضیٰ مکان کے باہر بیٹھ کر کسی قسم کے سایہ کے سوتا ہے۔ عوام کا یہ حال ہے کہ کھیلوں اور کوچوں میں بھی پڑتے ہیں۔ اور بڑے بڑے تاجروں اور آدمیوں کا یہ حال کہ کبھی گھر کے صحن یا باغ میں اور کبھی مکان کے چھوٹے پردوں کو پہلے سے پانی چھڑک کر ٹھنڈا کر رکھتے ہیں، آرام کرتے ہیں۔ اب اس حالت میں اگر بالفرض پیرس کے مشہور محلے سینٹ پیرس یا سینٹ ڈینس میں سدا پنے بند وضع اور بے شمار فنکاروں کے مکانات کے دیواریں آج بھی تو ہیں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا ان میں یہاں کوئی رہ سکے گا۔ یا ملت کو جب کہ ہمارے جس سے گری کے موسم دم گھٹنے لگتا ہے کوئی سو سکے گا؟ فرض کیجئے کہ ایک شخص گھڑے پر پھر پھوکر گریس آتا ہے۔ اور گری اور گرد کے اسے ادھر ادھر ملتا ہے۔ اور حسب معمول ٹھینے میں تر تہ ہے تو کیا ہی عجب ہر اگر اس کو تنگ و تنار یک درجہ سے چڑھ کر جھکی یا پانچویں منزل پر جانا اور پھر وہاں ایسے کمرے میں ٹھنڈا پڑے کہ جہاں اسے گرمی کے دم گھٹ جاتے۔ ہندوستان میں اس قسم کی تکلیف کے سامان نہیں ہیں۔ یہاں تو سواری سے اگر نر یا تھوڑا سا تانہ ٹھنڈا پانی یا خیر کا شربت پانی لینا اور کھڑے اتار کر اور منہ ہاتھ دھو کر سایہ میں ٹھیک پر لیٹ جانا اور ایک دو خدمت گاروں کو یہ کہنا ہوتا ہے کہ بڑے بڑے ٹیکے لے کر جھلنا شروع کر دیں۔

**شہر دیواری** | اب میں آپ کو دیواری کی ٹھیک ٹھیک کیفیت سناتا ہوں۔ پھر آپ خود فہم کر سکیں گے کہ یہ شہر خوبصورت ہے یا نہیں۔ قریب چالیس برس گذرے کہ شہنشاہِ عالم کے والد شاہجہاں نے اپنی دینی یا دھار کے لئے پڑائی دی کے پاس ایک نیا شہر آباد کیا اور اس کا نام اپنے نام پر شہر شاہجہاں آباد یا اختصار کے لئے جہاں آباد رکھا۔ اور اس کے دہرا سلطنت بنانے کے لئے یہ دھڑا کر کے گری کی خدمت کے سبب سے آگاہ بادشاہ کے تمام کے خلق نہیں ملے شاہجہاں ہماری کھانا ہے کہ اس کی آوری شاہجہاں کے جلوس کے بارہویں سال مطابق ششتر سالہ مشہور میں شروع ہوئی تھی اور خان خانان نے اپنی کتاب تحفہ الہاب میں لکھا ہے کہ تارکین میں سے جو شہر اس کی بات کئی تھیں بادشاہ کرے اور پھر بادشاہ شاہجہاں آباد شاہجہاں آباد ہوں کہ صاحب آثار العاصیہ نے اپنی سند پر میر تقی کاظمی کا لکھا ہوا جلتے ہیں۔ ص ۵۷



ہے لیکن اس سبب سے کہ اس کی تعمیر کے لئے اکثر مصالحہ پڑائی دلی کے آس پاس کے کنٹھوں سے بہم پہنچایا گیا تھا۔ دلی کی آدھی چڑاڑے اور نئے شہر میں تھیں نہیں کرتے اور دلوں کو دلی ہی کہتے ہیں۔ لیکن ہندوستان میں اکثر یہ عیاں شہر اپنے بانی ہی کے نام سے مناد جاتا ہے۔ بہر حال آسانی کے لئے میں نے بھی اہل یورپ ہی کا طریقہ اختیار کیا ہے۔

**دلی کا حصار** شہر دلی ایک ہوازدن پر ہمنام کے کنارے جو لواڑ کے برابر ایک دیا ہے بلان صورت میں آباد ہے۔ اور اس طرف کے سوا ہر طرف ایک وجہ سے گلیں پر کشتیوں کا پل بندھا ہوا ہے۔ محفوظ ہے۔ حفاظت کے لئے سب طرف پختہ شہر چاہا نہیں ہوا ہے۔ اور اگر ان بڑوں سے جو سرور قدم کے قاصد پر شہر چاہا کے کنارے بنے ہوئے ہیں اور اس کے پچھتے سے جو قریب چار یا پانچ فرانسسی فٹ کے برابر لگتا ہے قطع نظر کی جائے تو یہ بہت نامکمل ہے۔ کیونکہ اگر اس کے گرد خندق ہے اور دو کوئی اور بچاؤ کا سامان ہے۔

یہ حصار اگرچہ شہر اور قلعہ دونوں پر محیط ہے لیکن اس کی وسعت اس قدر نہیں کہ قبضی لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ یہ مکہ میں تین گھنٹہ کے عرصہ میں اس کے گرد اگرچہ بھر گیا ہوں حالانکہ میں خیال کرتا ہوں کہ میرے گھوڑے کی چال فی گھنٹہ ایک لگات فرانسسی یعنی تین میل سے زیادہ دھنسی ہے۔ میں اس تخمینہ میں شہر کے گرد لواڑ کی بہت سی آبادیوں کو جو بہت وڈنگ لاہوری دروازہ کی جانب تہی چلی گئی ہیں اس میں شامل نہیں کرتا۔ اور دہرائی دلی کے اس

قلعہ صاحب الخد اعجازی نے کتاب راجہ آفتاب شاہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ شہر جلدی سلطان مشہور سرائی مشہور شاہجہاں کے حکم کے بموجب بنی اور پھر سے چار چھینے کے عرصہ میں لاکھ دو پیر کے خوب سے پھیل گیا۔ دہرائی۔ گرد و سرے بری برسات میں اکثر گڑ سے گڑ بڑا اس کا سلسلہ از سر نو چار اور پھر سے پانچ کا حکم ہوا۔ اور سات بری کے عرصہ میں چار لاکھ دو پیر کے خوب سے تیار ہو گئی۔ طول اس کا چھ بڑوچہ پڑا۔ گرد گڑ کی چڑی اور لوگوں کی لڑائی ہے اور اس میں ست تین برساتوں گڑ کے قطرے ہیں۔ مشہور میں جب سرکار عالیہ گریز کا قلعہ براتوے اکثر گڑ سے لڑتے تھے جن کو بہت خوبی سے درست کرایا گیا اور امیری دروان کے برابر غازی اور بنی قان ہر روز جنگ پد نظام الملک آصف چاہ لاکھ تھوڑے عرصہ کے نام سے مشہور ہے اس کو کبھی اندے دیا گیا۔ اور قریب مشہور کے اس کے گرد بھی مشہور بنا دیا گیا۔

م۔ م۔ م۔

قلعہ صاحب الخد اعجازی کی تحقیق کے موافق پہلا اس مشہور کا نام اندر پت تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ اس

جسے شاربغیہ کو اوسنائے تین چار چھوٹی چھوٹی ہستیاں کو جو شہر کے خارج میں ہیں۔ کیونکہ ان کو شامل کر لینے سے شہر کی وسعت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اگر انہیں بیچ ایک سو ساٹھ کھینچا جائے تو ساٹھ چار میل سے زیادہ ہواور اگرچہ باتوں و فیرو کے بیچ میں آجائے کی وجہ سے میں شک نہیں کہ سکتا کہ شہر کا کل دور کس قدر ہے لیکن کچھ شک نہیں کہ بہت ہی زیادہ ہے۔ تعلقہ میں میں شاہی محل سراہا بادشاہی مکانات ہیں اور جن کا ذکر میں آئندہ کر رہا ہوں۔ مطابق مندرجہ ذیل ہے۔ بادشاہی بڑا انگور ہے کہ نام بدل کر کب سے دہلی ہو گیا۔ حرات آفتاب غازی کھا جہ کہ یہ بات ظہور ہے کہ وہ دہلی سے ہر چند نہیں ہیں کا ایک دہلی سے جہ نام بدلتا آیا تو ان کی لیکن یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی اس واسطے کہ ہندوؤں کی لگی پر تھیں ہیں بدھو کی رامہ دلیپ کا ذکر ہے مگر کہیں دہلی کا نام نہیں ہے۔ بلکہ جہاں کھا ہے اندر ہی کھا ہے۔ اور تاریخ فرشتہ میں کھا ہے کہ۔

سنہ ۱۰۰۰ مطابق سنہ ۱۵۹۱ء میں کوئٹہ کے خاندان میں سے ایک رامہ نے شہر لاہور کے سامنے دہلی بھاڑا اور اسی صنف نے کتاب نرجہ انقلاب کے حوالہ سے کھا ہے کہ چونکہ وہاں کی زمین خرم تھی اور ہندی میں دہلی خرم زمین کہتے ہیں جہاں خرم نہ ختم کے اس سبب سے وہ سببی دہلی کے نام سے مشہور ہو گئی مگر اس سند میں ذکر تو نہیں کے خاندان میں حکومت تھی اور اس سبب سے دہلی نام پڑ جانا تقریباً ممکن ہے۔ اس واسطے کہ بات بھی قابل اعتبار نہیں۔ اور مشہور بات جو صحیح بھی معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ نیرول صاحب مکتب آفتاب خاں رامہ دہلی خرم کے رامہ سے اس سبب سے کہ دہلی کے رامہ اکثر تفریح کے تالیم رہے ہیں۔ اندر ہی اپنے نام پر مشہور بھاڑا اور سب سے اس کا نام دہلی مشہور ہوا۔ بلکہ ان کا نام دہلی کا دہلی ہے۔ جیسا کہ سوانح روایت صاحب جہاں پورہ امیر خسرو نے جلال الدین فیروز شاہ کو خطاب کر کے دہلی کا لفظ اپنے اس شعر میں باندھا ہے۔

سہ ایک اسپہ بخت یا زانوہر بھڑا بارگ یا بھڑاں وہ کہ گردن خشم و دلوروم ۱۰۰۰ رامہ دہلی رامہ پورہ یا یعنی رامہ نور دہلی کا تالیم مصر تھا اور اسی کی لڑائی میں مارا گیا۔ اور تفریح تک رامہ نور کا مل ہو گیا۔ اور اس کے بعد سکندر اعظم نے رامہ نور پرستی کے کتا بے لٹ پائی۔ اور لگا کے کتا بے یعنی تفریح تک مل کر لیا۔ یہ واقعہ مشہور قبل و وقت صحیح طریقہ اسلام میں ہوا کہ تفریح یا بھاڑا دہلی شہر کے نام معلوم ہوتا ہے۔

۱۰۰۰

۱۰۰۰ شاہجہاں نے اپنے طوس کے بارہوی سال مطابق سنہ ۱۰۰۰ میں شاہجہاں آباد کی آبادی کا حکم دیا۔ اور بارہوی زنی الحکم کو قلعہ نیا شہر دیا۔ اُس وقت تالیم اور سارا جہاں میں پکڑا تھے۔ اس کا نتیجہ کے لئے متروک ہوئے۔ چھ مہینوں میں اس کا اتمام ہوا۔ اور پچھ مہینوں میں قلعہ کی بنیادیں کھدی اور کچھ

ترجما نصف دائرہ کی شکل کا ہے۔ اور واسطے دریا سے جتنا بہتا ہے۔ اور تھلکی دوار اور پانی کے مابین ایک ریتیل وسیع میدان ہے جس میں مائیں کی لڑائی دکھائی جاتی ہے۔ اور امیروں اور سرداروں اور ہندو راجاؤں کی قبریں بادشاہ کے ملاحظہ کے واسطے کھڑی کی جاتی ہیں جن کو بادشاہ محل کے جہر کوں میں سے دیکھا کرتا ہے۔

تھلہ کی دوار اپنی پختائی وضع کے گل بروجوں کے لحاظ سے شہرِ پناہ کے شاہ ہے لیکن ہر کھچے ایک اور کچے قالی پتھر کی بنی ہوئی ہے جو سنگ مرمر کے شاہ ہے۔ اس سبب سے شہرِ پناہ کی بہ نسبت زیادہ خوبصورت ہے۔ اور شہرِ پناہ سے اور پختائی پختائی اور مضبوطی میں بھی زیادہ ہے اور شہر کے رخ چھوٹی چھوٹی تھلے بنی ہوئی ہیں اور دریا کی جانب کے سوا تھلہ کے سب طرف پختہ اور دقیق خندق بنی ہوئی ہے۔ جس کی مدار کے پتھر ساف اور گھڑے ہوئے ہیں۔ اور ہر پانی سے بھری۔ جی ہے جس میں کثرت سے گھلیاں ہیں۔ یہ عمارت اگرچہ بغا ہر مضبوط نظر آتی ہے۔ لیکن اصل میں کچے سنگ بنی ہے۔ اور مہری دانست میں ایک سرسبز طاق کا تو پختہ اس کو خود آرمی کے برابر کر سکتا ہے۔ اس خندق کے قریب ہی ایک بڑا بادشاہ ہے جو پھولوں اور پلوں سے پیشہ بہار ہوتا۔ اور تھلہ کی عظیم الشان اور سرخ رنگ کی فیصل کی مقابل ہونے جیے شاہی طور گزشتہ۔ مصلحت سے ہوا۔ اور گہری کہیں سے بنیادوں پہلی بھی ہوئی۔ پھر اللہ ہی غلہ کو نہ کام ہر ہوا اور دروں میں ایک پہنچے گیا۔ دن میں تھلہ کے سب طرف کی دوار بادشاہ گزاردی ہو گئی۔ پھر کثرت غلہ کا ذرا ہوا۔ اور بیوی سال ہلوس میں قریب قریب کے مصلحت سے سب کام تیار ہو گیا اور وہیں ۳۰۰۰ پہلے اول شہر سے مطابق شہر یعنی خندق فیصل کے اکبر ہی سال میں بادشاہ نے اس میں پہلا ہلوس کیا۔ یہ بہت پہلی جگہ ہے۔ اور اس کا طول ایک ہزار گز اور عرض چھ سو گز کا ہے جس کی کل زمین چھ لاکھ گز ہوتی۔ اور اس جانب سے یہ اکبر آباد کے تختہ درگاہ ہے۔ اس کی فیصل میں گزاردی ہے۔ اور گزاردی بنیاد ہے۔ بنیاد کا نام بنیاد سے پندرہ گزاردی ہے اس کی خندق چھ سو گزاردی اور دش گزاردی بنی ہوئی ہے۔ جس کا محیط تین ہزار چھ سو گزاردی ہے۔ اس تسلسلہ کی تفسیر میں فاکس دو ہی نسخہ ہے براختا۔ اور کتاب مرآت آداب غلہ کھا ہے کہ گزاردی یہ عرب میں آیا تھا۔ یعنی پیاس فاکس تھلہ کے بنی ہوئی۔ اور پیاس فاکس اس کے اندر کے مکانات کی تفسیر میں خسر ہے براختا۔

کی وجہ سے بہت خوش خوشنا معلوم ہوتا ہے۔ اور اس مانع کے متعل ایک بادشاہی چوک ہے جس کے ایک طرف تو قلعہ کا دروازہ ہے۔ اور دوسری جانب شہر کے دو ٹرنے آباد ہیں۔ ختم ہوتے ہیں۔ جو لازم و واجب معمول ہفت وار چکی دینے آتے ہیں اُن کے نیچے اس چکر میدان میں لگائے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ جو ایک قسم کے چھوٹے چھوٹے بادشاہ ہیں قلعہ میں رہنے سے سخت ملل کرتے ہیں اس لئے قلعہ کے اندر کا پہرہ امرا اور منصب داروں کا ہوتا ہے اور اسی ملکہ صبح کے وقت بادشاہی گھوڑے جو اس کے قریب ہی ایک بڑے اسٹبل میں رہتے ہیں پھرانے جاتے ہیں۔ اور انہیں سواروں کی فوج کا سپرنٹنڈنٹ بننے بھرتی ہونے والے سواروں کے گھوڑوں کو دیکھتا بھالنا ہے۔ اور اگر وہ شرکی نسل کے اور اچھے مضبوط اور پیادہ کے پورے ہوں تو ان کی رات پر بادشاہ کا اور اُس امیر کا مانع دلوادیتا ہے جس کی فوج میں وہ بھرتی ہوئے ہیں۔ اور اس سے یہ فائدہ ہے کہ انہیں گھوڑوں کو دیکھنے سے سوار مستعد لے کر کاٹری کے وقت چلے نہیں کر سکتے۔

**جھوٹے غیبِ ہاں** | اسی جگہ احوال و اقسام کی بے شمار چیزوں کی خرید و فروخت کے لئے بازار لگتا ہے۔ جو پیرس کے پورٹ ٹی آف کی طرح ہر قسم

کے کتالوں، بھان متیوں، ہندو اور مسلمان بخوبیوں اور دکانوں کا مروج ہے اور یہ فاضل بخوبی دھوپ میں ایک میلہ سا قافلہ کا ٹکڑا کھاتے بیٹھے رہتے ہیں۔ جس کے پاس علیٰ بڑی کے کچھ پڑنے آلات ہوتے ہیں۔ اور سامنے ایک بڑی سی کتاب لٹکی رہتی ہے۔ جس میں باد بڑوں کی شکلیں بنی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور اس طور سے یہ راہ چلتے لوگوں کو ہنسلاتے اور قریب دیتے ہیں۔ اور عوام انہیں غیبِ ہاں بھسکرتے دیکھتے ہیں۔ اور یہ ایک پیسے کے بچا ہے مٹھا کو جاتے ہیں کہ ان کی قسمت میں آئندہ کیا ہوتا ہے۔ اور ان کے ہاتھ اور چہرہ کو خوب دیکھ بھال کر اور کتاب کے ورق اُٹھ پلٹ کر لیتے دلاتے ہیں کہ گویا واقعی کچھ حساب لگا رہے ہیں۔ اور یہ لوگ جس کام کی بابت اُن سے سوال کرتے ہیں اُن کے لئے وقت اور سامت۔ یعنی جودت جاتے ہیں اور نادانانہ طور میں سر سے پاؤں تک ایک سفید چادر اوڑھ کر اُن کے پاس جمع ہوتی ہیں۔ اور اپنی تمام عمر کے ساتھی کے بارے میں اُن سے پوچھ گچھ کرتی ہیں اور اپنے تمام دلی سبب اُن سے کہہ دیتی ہیں۔ جس طرح نرائن

لے ایک دہائی کا نام ہے جو شہر پیرس میں نہ لکھا جاتا ہے۔ - - -

میں ایک دوسرا سن عورت اپنے پاؤں کے پاس جا کر قوبہ کے متعدد سے اپنے تمام گناہ ظاہر کر دیتی ہے۔ اور یہ عورتوں اور جاہل یقین رکھنے والوں کی ستاروں کی تاثیر کا جملہ دنیا ان لوگوں کے اختیار میں ہے۔ ان تجربوں میں سب سے زیادہ مشکل نیز ایک دو فلہ پڑھنے کا تھا۔ جو لوگ اس بھاگ آیا تھا یہ سفر بھی اپنا تالیں بکھاتے بڑی حکمت سے چلتا تھا تھا۔ اور اس کے پس بھی بہت سے سائل آتے تھے۔ حالانکہ وہ کچھ کچھ پڑھ بھی دے سکتا تھا۔ اور اس کے پاس اہل نجوم کے بھاتے صرف ایک پڑھا بھاری طلبہ تھا۔ اور کتابوں کی جگہ دین کی کتابیں فرق کی خاطر کی پڑھنے کی زبان میں دو پانچ یا تصویر کتابیں تھیں جن کی تصویروں کو کہتا تھا کہ فرنگستان میں ہرجوں کی صورتیں اسی طرح کی بناتے ہیں۔ ایک دن فرنگستان کے پتھر انارہ ہندی صاحب نے اس کو اس کام میں مشغول دیکھ کر کہہ کر تو یہ کیا کرتا ہے تو اس نے شرمندہ ہونے کی جگہ یہ جواب دیا کہ "اچھے بیوقوفوں کا بخوبی ایسا ہی چاہیے۔ یہ تو کہیں ان غریب تجربوں کا کرتا ہوں جو بازاروں میں دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن وہ ختم ہوا میروں کے پاس آتے جاتے ہیں وہ ان کو بڑا علم دے کھتے ہیں اور اس طرح یہ دولت مند ہر جاتے ہیں انعام ایسا ہی ہے یہ بے اصل وہم بھلا ہوا ہے۔ اور خود بادشاہ اور بڑے بڑے امیران فرنگی طلب گروں کو بڑی بڑی تحفا دیے دیتے ہیں۔ اور انہیں ان کی اصلاحات کے کوئی ادنیٰ کام بھی شروع نہیں کرتے یہ بخوبی گویا آسمان میں گھسی ہوئی باتیں جانتے اور ہر ایک کام کے کرنے کے لئے مہالک گھڑی توڑنے کرتے اور ہر ایک مشہور کہ قرآن سے خال نکال کر مل کر دیتے ہیں۔

**دہلی کے بازار** | وہ دہلی کے بازار میں کا ابھی ذکر ہوا تھا جو اس چکر میدان میں آگرتے ہیں ان کا عرض ترعب بھی ہے انہیں قدم کے ہر گا۔ اور جہاں تک کنٹر نہیں ہے وہ سب سے پہلے جاتے ہیں۔ اور ان میں سے جو بازار لاہوری دکانوں کو جاتا ہے وہ بہت لمبا ہے۔ یہ لحاظ وضع عمارت یہ دکانوں باظرا ایک ہی سے ہیں اور جیسا کہ ہر جس کا بازار معوضہ ہیں رائل ہے اسی طرح ان کے بھی دکانوں جانب کی دکانیں محراب دار ہیں مگر اتنا فرق ہے کہ ایک تو ان کی عمارت خشتی ہے دوسرے یہ کہ یہ ایک خشتی ہیں۔ اور ان کی پچیسیں بطور ایک سطح چھوڑنے کے کام دیتی ہیں۔ اور یہ بھی تفاوت ہے کہ ان میں رائل کی دکانوں کے برائے اس سطح کے عمارت میں داخل ہو کر انان بازار کے ایک سرے سے دوسرے تک جا سکتا ہے۔ اور ان کی دکانوں کے ہر شے طعنے طعنے ہیں جن کے نیچے میں دیواری



سبب سے ہر گرمی کے موسم میں چلا کرتی ہے۔ ترقیاً ساتھ غلام چھروں پر ہاتھی بھر گیا اور چند اونٹ اور گھوڑے اور بہت سی پردہ دار عورتیں بھی جل بھی گئیں۔ کیونکہ یہ چاروں ایسی خیرات اور آج ہوتی ہیں۔ کہ تمام لوگوں سے منہ نہایت کے سوا ان سے کچھ ہی نہیں آتا۔ چنانچہ جو عورتیں اس سروس سے پاک ہوئیں وہ اتنی بہت نہ رکھتی تھیں کہ بھاگ کر کی جگہ ان کہنے اور جس پرش سکاؤں کو دیکھ کر مجھے ہمیشہ یہ خیال ہوتا ہے کہ سوائے اسے فرق کے کہ آدم کے بعض سامان اس میں زیادہ ہیں۔ دلی گریا چند دیباؤں کا مجموعہ یا فرقہ کی چھائی ہے۔

امریکے مکان اکثر دریا کے کنارے اور شہر کے باہر ہیں۔ اس گرم ملک میں اسی مکان کو عمدہ کہتے ہیں جس میں سب طرح کا آرام ہو اور سب طرف کی اور خاص کر شمال کے جانب کی ہوا آتی ہو۔ چنانچہ وہ مکانات عمدہ رکھے جاتے ہیں جن میں ایک ایسا صحن اور باغیچہ اور درخت اور حوض اور دالان کے اندر یا دروازہ میں چھوٹے چھوٹے فوارے لگے ہوں اور خوبصورت تھیلے ہوں جن میں بڑے بڑے ٹپکے لگے ہوتے ہوتے ہیں اور اپنی خشکی کا وجہ سے گرمی کے دنوں میں وہ پہرے چار یا پانچ بجے تک جب کہ ہوا ایسی گرم ہوتی ہے کہ سانس نہیں لیا جاسکتا بہت آرام کی نگہ دہی ہیں۔ مگر یہ خانوں کی بہ نسبت اکثر لوگ عس خانوں کو زیادہ پسند کرتے ہیں جو چھوٹے چھوٹے پاکیزہ کمرے ہوتے ہیں جو ایک قسم کی گھاس کی خوشبودار ریزوں سے بنائے جاتے ہیں ان کے اندر اس فرض سے حوض کے قریب لگائے جاتے ہیں کہ خدمت گزار لوگ چمڑے کی ٹوٹلیوں سے ان پر باہر کی طرف سے آسانی کے ساتھ پانی پھونک سکیں اور اس قلعے کا مکان سب سے عمدہ خیال کیا جاتا ہے۔ جس کے چاروں طرف تدارم اونٹنے دالان ہیں جن میں چاروں طرف کی ہوا آتی ہو۔ اور ایک بڑے صحن کے اندر ٹھکانا ہوا ہو۔ اور کی اوقات کوئی عمدہ مکان ایسا نہیں ہے جس میں گھر والوں کے سونے کے لئے صحن ہو۔ جو یہاں سے بارش یا آندھی کے وقت یا جب صبح کو سرد ہوا چلنے یا شبنم پڑنے لگتی ہے۔ ٹانگ کو صرکارا اندر سے لیا جاتا ہے۔ یہ شبنم اگرچہ زیادہ نہیں ہوتی مگر بدن میں راحت کر جاتی ہے۔ جس سے اکثر اہل تہ پاؤں اکڑ جاتے ہیں۔

شاہجہاں کے اہم امیری اور عہدہ نگینہ

اچھے گھروں میں نشہ کا یہ طریقہ ہے کہ فرش کے اوپر روتی کا ایک بھاری اور قریب چار انگل کے موٹا گدے بچھا رہتا ہے جس پر گری کے دلاں میں موم سفید کھڑا دھاندلی اور جانوں میں ریشمین قالین بچھاتے ہیں۔ اور دالان کے صدر میں ایک دو گدے بٹے بچھے رہتے ہیں۔ جن پر ریشم کے چلے کام کی سوزنی میں پر سنہری اور روپہلی زدی کی دھامیاں بنی ہوتی ہوتی ہیں پڑی رہتی ہے۔ اور صاحب خاں اور معزا اور ممتاز لوگ جو ملاقات کرتے ہیں اس پر بیٹھتے ہیں۔ اور ہر ایک گدے بیٹھ کر کتاب کا ایک گاڈنگی بھی لگا رہتا ہے اور اس کے علاوہ اہل مجلس کے آدم کے لئے دالان کے گرد اگر کتاب اور مٹل اور پھول اور ریشمین کپڑے کے ٹکڑوں کے چند اور ٹکے بھی گھرے رہتے ہیں۔ اور دالان کے چاروں طرف ہونے سے قریب دو ماڈرن رگڑاؤں پر بہت معتدل اور باقرینہ مختلف شکل کے طاق بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان میں موم مومہ چینی کے برتن اور ٹکڑاں رکھے جاتے ہیں۔ اور دالان کی چھت مٹل اور لمبے کاری کی ہوتی ہے مگر انسان یا کسی اور جاندار نے کی تصویر اس پر نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ مذہب اسلام میں منکوث ہے۔

ہندوستان کے ایک مومہ مکان کا قریباً صحیح نقشہ ہے۔ اور دہلی میں ایسے مکانات بہت سے موجود ہیں۔ اور ہندوستان کے مکانوں کی بھرے صرب نظر کر کے بلا اندیشہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہندوستان کی دارالسلطنت کی عمارتیں اگرچہ ہندوستانی عمارتوں سے کسی طرح کی بھی مشابہت نہیں رکھتیں۔ مگر تاہم خوبصورتی سے خالی نہیں۔ مگر وہ ہندوستان کے شہروں کی زیب و زینت کا باعث ہے۔ وہ خوش نما اور شاندار مکانیں ہیں جو دہلی میں نہیں ہیں اور اگرچہ یہ شہر ایک عالی شان اور طاقتور بادشاہ کے دربار کا مقام ہے۔ جہاں لازمی طور پر ہر قسم کی جین قیمت اختیار کا معیت ہو جاتا ایک ضروری امر ہے۔ تاہم کوئی عمارت یا زیارت گاہ نہیں ہے جیسا ہمارا سینٹ ڈیوین ہے جس کا مقابلہ اور ہمہ قارحہ تمام ایشیا میں نہ ہوگا۔

دہلی کی دوکانیں | یہاں جین قیمت مال اکثر مال خاویں میں دھرا رہتا ہے۔ اور ہندوستان کی دہلی کی دوکانیں | طرح دوکانیں سب کو دہلی میں قیمت اسباب سے شاد و ناخوشی آکر اسے نظر آتی ہیں اور اگر ایک دوکان میں لپسینہ کتاب اور زدی کا ریشمیں اور دلچسپ کپڑے وغیرہ ہیں تو پاس ہی کوئی کچھس دوکانوں میں کبھی تیل والے چادر گہروں وغیرہ بے شمار قسم کے اٹا لہو و صرف ہندوؤں کی معمولی غذا ہے جو کبھی گشت نہیں کھاتے۔ بلکہ ذریعہ مسلمان اور بہت سے سپاہی بھی بھی کھاتے ہیں اور کوئی بھی بھرے ہوئے دھڑے نظر آتے ہیں۔



اللہ ایک بازار لایا ہے جس میں میرہ کھلا رکھا رہتا ہے۔ اور اس میں بہت سی دکانیں ہیں جو گری کے موسم میں ایران میں بیچ بٹھا اور سمرقند کے خشک میوے، اقامت، پستہ، فندق، کشمش، جیز اور دود آلو اور ماشوں میں سیوا اور سفید نہایت عمدہ تازے انگوروں و دھوئی کی تہ میں لگائے ہوئے ان لکڑیوں سے آتے ہیں، ناشپاتی اور تھن چار قسم کے سیب اور نہایت عمدہ سرودوں سے جو مالوں بھر رکھتے رہتے ہیں بھری رہتی ہیں گریہ میوے بہت جگہ لگتے ہیں۔ چنانچہ ایک سرودہ پونے چاندیوہ کو آتا ہے۔ لیکن بائیں ہمالیہ دہلی کو سب میوے سے زیادہ مرغوب اور پسند ہے۔ اُسر کے ان میوہ کثرت سے خرچا جاتا ہے۔ چنانچہ بکھے یاں ہے کہ میرے آغا کے ہاں اکثر مچکے کے کھانے کے موقع پر کوئی بکاس بدھیہ کا میوہ مرغ میں آتا تھا۔

گری کے موسم میں دہلی غلو زہ بہت سستا ہوتا ہے۔ لیکن زیادہ لاپذ نہیں ہوتا۔ اور بھڑاس کے کہ ایران سے بیچ منگوا کر ایک ابھی اور کھائی ہوئی زمین میں بڑا جائے جیسا کہ اُسر اکثر کرتے ہیں عمدہ میوہ نہیں آتا، گلاس پر بھی اچھا اور عمدہ غلو زہ کیا ہے۔ کیونکہ یہاں کی زمین موافق نہیں ہے۔ اور ایک سال کے بعد یہ تخم بھی بگڑ جاتا ہے۔

گری کے موسم میں آم اور پھینک رک رہتے ہیں اور بہت کثرت سے اور سستے ملتے ہیں۔ لیکن دہلی میں جو آم پیدا ہوتا ہے وہ نہ کو کچھ اچھا ہی ہے اور نہ کچھ بُرا۔ اور سب سے عمدہ آم جٹکا لکڑی کٹھا اور گو آ سے آتا ہے۔ جوئی الواقع نہایت عمدہ ہوتا ہے۔ اور کوئی شصاتی اُس کی مشیر بنی اور خوشبو کو جس میں بچتی۔ ترلوڑ سال بھر رہتا ہے۔ لیکن دہلی میں وہ پیدا ہوتا ہے وہ خرم اور بے مزہ ہے۔ اور رنگت بھی ابھی نہیں ہوتی۔ البتہ کبھی کبھی اُسر کے ان اچھا کھانے میں آتا ہے۔ جو بارہے بیچ منگوا کر بڑی احتیاط اور خوب سے اُگاتے ہیں۔

شہر میں علوانیوں کی دکانیں کثرت سے ہیں۔ لیکن شصاتی ابھی نہیں بنی اگر وہ کیمبروں سے بھری رہتی ہے۔ نان بانی بھی بے شمار ہیں لکڑی کے خورد ہمارے ان کے تھڑوں سے مختلف وضع کے ہیں اور بہت بڑے ہیں اور اس سب سے روٹی نہ تو عمدہ بنی ہوتی ہے اور نہ خوب بکھتی ہوتی البتہ جو روٹی تھوڑی ہوتی ہے وہ کسی قدر اچھی ہوتی ہے اُسر تو اپنے گھر پر ہی تولد کرا لیتے ہیں۔ اور اس دم سے نہایت عمدہ ہوتی ہے۔ اس میں دودھ کھن ادا تھا خوب لٹا لٹاتا ہے۔ ادا اگر پ خوب پھول جاتی ہے۔ مگر مزاجی ہوتی کا سا

ہوتا ہے۔ اور نو یا دو ترکیب جیسی ہوتی ہے اور چرس کی 'خافض' اور دوسری روٹیوں کو ہرگز نہیں پہنچتی۔ اگرچہ بازار میں کچی قسم کے کباب اور قلیہ وغیرہ کھتا ہے لیکن اس کا کچھ اعتبار نہیں کہ کس جانور کا گوشت ہے۔ کیونکہ بچے معلوم ہے کہ کبھی کبھی اونٹ یا گھوڑے۔ یا قریب المرگ جیل کا گوشت بھی ہوتا ہے۔ غرض کوئی کھانا جو گھر میں تیار نہ ہوا ہو صحت کے لئے مفید نہیں ہے۔ دہلی کے ہر گلی کوپے میں گوشت کھتا ہے۔ لیکن بکری کے گوشت کی جگہ دھوکے سے بھیر کا گوشت بھی دیدیتے ہیں۔ پس اس قریب سے بچنے کے لئے ہوشیار رہنا چاہیے۔ جیل کا گوشت اور خاص کر بھیر کا اگرچہ منہ میں پڑا نہیں ہوتا۔ لیکن گرم ہوا زیادہ ہوتا ہے۔ نفع پیدا کرتا اور ویہوشم ہوتا ہے۔ حلوٰں کا گوشت سب سے عمدہ ہوتا ہے۔ مگر ہرگز بازار میں شاد و تاد ہی ملتا ہے۔ اس لئے زندہ جانور خریدنا پڑتا ہے۔ لیکن اس میں یہ بڑی وقت ہے کہ اس ملک میں صبح کا گوشت شام تک نہیں ٹھہرتا۔ دوسرے یہ کہ جانور دھپلے لے لے ہیں۔ اور اس وجہ سے گوشت بے مزہ ہوتا ہے اور قلعہ بیل کی دکانوں میں کوئی بکریوں کا گوشت ملتا ہے جو اکثر سخت ہوتا ہے۔ لیکن خصوصیت سے میرا اس بارے میں شکایت کرنا مناسب ہے۔ کیونکہ جب سے کہ میں این لوگوں کے رویے سے واقف ہو گیا ہوں ایسا کم اتفاق ہوا ہے کہ مجھ کو روٹی یا گوشت اچھا نہ ملا ہو چنانچہ میں خاص بادشاہی باورچی کے دواؤں کے پاس تھک میں اچھا لو کر بیچ دیتا ہوں اور وہ خوشی سے عمدہ کھانا دیکھتے ہیں جس پر ان کی ہانگت اگرچہ کم لگی ہوتی ہے۔ مگر میں برضا مندی ایک لمبی قیمت دیدیتا ہوں چنانچہ میرا 'آغا' مجھ سے یہ بات سن کر بہت ہنساکہ میں برسوں سے چوری اور چالاک سے اچھا گزارہ کرتا ہوں۔ وہ نہ پرستے ہمارے روپیہ میں جو مجھے آپ کی سرکار سے لیتے ہیں ناقص کے اسے مر جاتا حالانکہ فرانس میں صرف آٹھ آنہ روز میں ایک بادشاہ کا سا کھانا کھاتا ہوں۔

پھیل اور پرندے | ختن مرغ دہلی میں بالکل نہیں دکھائی دیتا۔ کیونکہ اس ملک کے لوگ جانوروں پر عمارم کرتے ہیں۔ اگرچہ انسانوں پر رحم نہیں کرتے۔ جن کو محل سڑکے کام کے لئے قوبہ بنائے ہیں۔ لیکن پردہ جانور کثرت سے بازار میں بکے ہیں اور اچھے اور بستے بھی ہیں۔ چنانچہ ایک چھوٹی قسم کی مرغی جس کا ہڈی سیاہ ہوتا ہے۔ اور جس کا نام میں نے 'مٹھی' رکھا ہے وہ بھی بکتی ہے۔ کیونکہ میں نے بھی گر بکے نہیں تھے۔

کیونکہ ہندوستان کے لوگ بچوں کا اڑولنا بے رحمی کا کام سمجھتے ہیں۔ تیتھر بھی لٹے ہیں مگر ہمارے ملک کے تیتھرے چھوٹے ہوتے ہیں۔ اور اس سبب سے کہ حال سے بچو کہ دور سے فائدہ لاتے ہیں۔ ایسے اچھے نہیں ہوتے جیسے کہ اور ہندو ہوتے ہیں ایسی کیفیت سرخاویوں اور غرگوڑوں کی ہے جو دندہ کھڑے ہا کہ خبرے کے پتھرے بھرے ہوتے شہر میں آتے ہیں۔ دہلی کی دھڑا کے مای گیر اپنے پیشہ میں موٹ پار نہیں ہیں۔ لیکن بعض اوقات اچھی پھلی بھی کبھی ہے خصوصاً سنگھارا اور مچوڑ جو اپنے ہاں کی پاکت اور کارپ کی شکل کی ہوتی ہیں۔ مگر عائد میں مای گیر پھلی کم کھڑے ہیں کیونکہ اس ملک کے لوگ سردی سے اس سے بھی زیادہ ڈرتے ہیں جتنا کہ اہل فرنگ گرمی سے خوف کرتے ہیں۔ اور اس موسم میں اگر اتفاق سے کوئی پھلی آجاتی ہے کہ خاصہ سراسر کوڑا طرے چلتے ہیں۔ کیونکہ وہ خاص طرے اس کے شائق ہیں اور مجھے معلوم نہیں کہ اس کا سبب کیا ہے۔ لہذا کوڑے کے زور سے جو چیز اُن کے دروازہ پر ٹکھتا رہتا ہے ان کو ہر ایک موسم میں پھلی پکڑنے کو بھیجتے ہیں۔

**بادشاہ فرنگ** اب ہزارہاں میں کر آپ فرما سکتے ہیں کہ کیا کوئی خوش خور شخص چری کو چھوڑ کر دہلی کی سیر کے لئے خوشی سے آئے گا؟ بے شک امیروں اور دولت مند لوگوں کو ہر ایک شے ضرورہ لیکن یہ صرف اُن کے ملازموں کی کثرت اور کوڑے اور روپیہ کے باعث سے ہے۔ دہلی میں حوصلہ اعمال شخص کوئی نہیں ہے یا تو بڑے بڑے مالی رتبہ لوگ ہیں یا ایسے ہی جن کی زندگی مصیبت سے بسر ہوتی ہے۔ چنانچہ بادشاہ اس کے کہہ رہی تغوا بھی معقول ہے۔ اور میں نہیں بھی کرتا ہوں۔ لیکن بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ حسب دل خواہ کھانا نہیں لیتا۔ وہ یہ کہ باہر میں اچھی چیز نہیں ملتی۔ اور اکثر وہی چیزیں ملتی ہیں۔ جن کو اُس نے ٹاپسند کر کے چھوڑ دیا ہو شراب جو فرنگستان میں کھانے کا بڑا جزو سمجھی جاتی ہے۔ دہلی کی کسی دکان میں نہیں ملتی۔ اور اگرچہ ویسی انگور کی بن سکتی ہے۔ لیکن شرع اسلام اور شائستگی سے براہ سزا ہے چنانچہ اسماء بادشاہ کو گول کٹہہ میں بعض توپے اور انگور بڑوں کے گھروں میں میں لے پائی ہے جو چھوڑ دیتی اور سلطنت منلیہ میں اگر کبھی عہدہ شراب ملتی ہے تو وہ شیراز یا جزائر کائنات کی ہوتی ہے۔ چنانچہ شراب شیرازی تو آجماں سے نکلنے کی راہ سے چند عباس میں پہنچ کر نہایت جہاز سورت میں آتی ہے۔ جہاں سے پہلا میں دن کے عرصہ میں دہلی میں پہنچ جاتی ہے۔

شہر کے چھوٹے بڑے سات چھ سات ہزار تک میں واقع ہیں۔ ان کا مرض فحاشی متانتیں سے لے کر ہالین اور انہیں سے لے کر تھیل تک اور مل فری نصف انہار لندن سے تیرہ سے

اور جزائر کنادی سے زچہ لوگ سورت میں لاتے ہیں لیکن یہ وہاں قسم کے شرابیں اس قدر گراں قیمت ہیں کہ بقول اس ملک کے لوگوں کے ان کی قیمت ان کے سرے کو بے لطف کر دیتی ہے۔ چنانچہ ایک بڑا شیشہ جو تین انگریزی لوتروں کے برابر جوتا ہے۔ چودہ یا سولہ روپیہ سے کم کو ہرگز نہیں آتا۔ اور جو شراب خاص اس ملک میں نجی ہے اور جس کو یہاں عرق کہتے ہیں ایک قسم کی تیز اور تند شراب ہے۔ جو گڑھے پچکلے میں گھنچ کر جاتے ہیں مگر اس کی فروخت کی بھی سخت ممانعت ہے اور سوائے عیسائی مذہب کے لوگوں کے علاوہ کوئی شخص نہیں پی سکتا۔ مگر یہ عرق قباہیاں میں گزشتہ ۱۰۰ سالوں سے لے کر بھی تک ہے۔ ان کا رتبہ کباب انگریزی میں بیل مرلے اور

آبادی موافق شمار مختلف ہے۔ سب ذیل ہے۔

رقبہ	آبادی	رقبہ
۸۷۱۵۷	پچاسی ہزار	(۱) جزیرہ ٹے ماریف
۷۵۰۳	اڑسٹھ ہزار	(۲) کناری کلاں
۷۱۸۵۵	تینتیس ہزار	(۳) - پالا
۳۳۳۱۵	ستروہزار چار سو	(۴) - لیس زے روٹ
۳۲۶۵۱	تیرہ ہزار آٹھ سو	(۵) - نھوئی دیو اٹرا
۱۶۹۰۷	گیارہ ہزار سات سو	(۶) - گوے را
۸۲۱۲	چار ہزار چار سو	(۷) - ہائی رو

ان میں سے پانچواں جزیرہ ساحل افریقہ کے زیادہ تر صوبہ ہے۔ اور نام صرف پچاس اور ساٹھ میل کے اندر ہے۔ ان کے سوا اور بھی بہت سے چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں۔ جو اکثر غیر آباد ہیں۔ لیکن ان کو پچاس چھل شہنشاہ انگلش کے راجہ ہیں ان کا چھ پلا۔ پلا مارک اور بلیوس نے کئی اپنے جنرالیوں میں چند سرسبز جہول کا ذکر کیا ہے لیکن وہ ایسا مکمل ہے کہ صاف نہیں معلوم ہوتا کہ وہ جزائر سے کوی راس کا ذکر ہے یا کناری کا یہ سب کے سب فی الحال شاہ سپہ کے قبضہ میں ہیں۔ اور لوگوں کی بلند تاشی کے سبب مشہور ہیں۔ آپ دو مائٹا نوٹو گولڈنک اور صحت یابی ہے یا پریل سے اکثر یہ ملک شمالی ایشیال مشرقی ہر ایشیائی تہی ہے اور مشرقی برکے ساتھ کٹر مشرقی شروٹ ہو جاتی ہے مگر ماڑے کے موسم میں کبھی کبھی جنوبی مشرقی ہر ابھی چلتی ہے۔ جو بونظم افریقہ کی طرف سے آتی اور گرم ہوتی ہے۔ اور اس سبب سے بہت خرابیاں پہنچتی ہیں اور بعض اوقات اس کے ساتھ ٹی بھی آتی ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ سلاطین میں اس قدر مٹی ڈالی گئی کہ زمین پر چارٹ دھڑلے گئی تھی انکو یہاں بکثرت ہوتا ہے اور صوبہ سے بہتر شراب گزشتہ شمال مغرب کے ساحل پر بنائی جاتی ہے۔ اور اس کے پینڈے یا پینڈے

دلیا ہی چند تھوڑے جیسا کہ پولیٹڈ کے ملک میں اناج سے بناتے ہیں اور اگر اس کو تھوڑا سا بھی زیادہ استعمال کیا جائے تو ملاج اعصابی امراض اُس سے پیدا ہوتے ہیں۔ پس قلعہ آدمی یہاں یا تو صرف غاسس پانی پینے کی عادت رکھے گا یا نہایت عمدہ نمب کے شربت کی۔ جو تھوڑی سی قیمت میں میسر آ جاتا ہے۔ اور کچھ مضر نہیں کرتا۔ اصل یہ ہے کہ اس گرم ملک میں بہت سی کم لوگوں کو شراب کی زیادہ خواہش ہوتی ہے۔ اور کچھ مشہ نہیں کہ یہ اپنی شراب نہ پینے کی عادت اور پسینہ کے بکثرت آتے رہنے کی وجہ سے بہت سی بیماریاں مثلاً تقرق سنگ مثلاً اور امراض گروہ اور نکام نزلہ اور چھ تھپے تپ کو جانتے بھی نہیں۔ اور جو لوگ اپنی امراض کے شاکی یہاں آتے ہیں میسا کہ خود میراجاں شاہ بہت ملد بالکل اچھے ہو جاتے ہیں۔ اور اعضائے تناسل کی بیماریاں بھی جو اس ملک میں بکثرت ہیں اور ملکوں کی طسرح ذات سحت ہی ہوتی ہیں اور نہ دینے دے نیچے ہی پیدا کرتی ہیں۔ البتہ اس ملک کے لوگ اکثر تندرست رہتے ہیں لیکن دلی ہیست اور جرات نہیں رکھتے جیسے کہ ہمارے سرد ملک کے لوگوں میں ہے۔ اور جسم اور طبیعت کی کمزوری اور کابلی ہو ملک کی نہایت وجہ کی گری کا نتیجہ ہے ایک دلی بیماری جسنی چاہیے جس میں ہر ایک شخص مبتلا ہے۔ اور جو نرگستان کے لوگوں پر جو گری کی برداشت کے عادی نہیں ہیں خصوصیت کے ساتھ اثر کرتی ہے۔

دلی میں ہنرمند کاریگروں کے کارخانے بالکل نہیں ہیں مگر اس کا سبب **صناعی اور کاریگری** یہ نہیں کہ ہندوستانی لوگ صناعی اور کاریگری کی مہارت نہیں رکھتے کیونکہ ہندوستان کے ہر ایک حصہ میں بہت سے مویشیاں اور وہی لوگ پائے جاتے ہیں اور بے شمار خوبصورت چیزیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ جن کو لوگ بیخبر ملکوں کے بناتے ہیں۔ اور جنہوں نے شاید کسی آستانہ سے بھی تعلیم نہیں پائی ہوگی۔ اور بعض اوقات تو یہ لوگ یورپ کی چیزوں کی ایسے کامل طور سے نقل کرتے ہیں کہ اصل اور نقل میں فرق کرنا دشوار ہوتا ہے چنانچہ ہم نے اس قسم کی اور اشیا کے نہایت عمدہ شکای اور جنگی ہندو تھیں ہیں۔ اور سرمے کے زیور تو ایسے عمدہ بناتے ہیں کہ کوئی یورپین شہزادہ ان سے بڑھ کر شاہجہاں بنا سکے۔

مصوری اور نقاشی کا بھی ایسا نامور اور پارک کام تیار کرتے ہیں کہ جسے دیکھ کر کسی اکثریت میں آگیا ہوں۔ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی بڑی بڑی مہلوں کی ایک شہرہ جہاں ایک مشہور اور نائی صورت ملے ایک ٹو سال پر سات برس کے عرصہ میں تیار کی تھی اُس نے تو خصوصیت سے مجھ کو حیران کر دیا

اور میں نے اس کو ایک عجیب کام خیال کیا۔ مگر ہندوستانی مسعود اکثر قصر میں مناسب اعضاء اور اُن حالتوں کے ظاہر کرنے میں جو مختلف اوقات میں انسان کے چہرہ پر نمایاں ہوا کرتی ہیں کہتے ہیں۔ لیکن اگر ان کو کوئی اچھا استاد اس فن کے اصول کی تعلیم دے تو یہ محبوب حلد رنج ہو سکتے ہیں۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ ہندوستان کے اس دارالسلطنت شہر میں دست کاری اور ہنرمندی کے اعلیٰ قسم کے نمونوں کا پایا دماغ لوگوں کی کندہ بینی اور ناقابل حجت کی وجہ سے نہیں ہے اور اگر کاریگروں اور کارخانہ داروں کو کچھ ہمت مل جائے تو بے شک سفید اور عمدہ مصنوعات اور ہرنوں کو ترقی ہو سکتی ہے۔ لیکن ان بیجاہوں کو بڑا بھی اُٹھت بھی نہیں ملتی بلکہ ان کے ساتھ سختی برتی جاتی ہے۔ اور دولت مند لوگ ہر ایک چیز ارزاق قیمت پر لپٹی چاہتے ہیں۔ اور جب کبھی کسی امیر یا منصب دار کو کسی کاریگر کی ضرورت ہوتی ہے تو بازار سے لہو لیتا ہے۔ اور بشرط ضرورت بیچارے جبراً کام لیتا ہے۔ اور چونکہ تیار ہو جانے پر اُس کی خولی کے لحاظ سے نہیں بلکہ صرف اپنی اُنکل سے جو قیمت چاہتا ہے دیا جاتا ہے۔ اور کاریگر کوڑوں کی مار سے بک جاتا ہے اور قیمت سمجھتا ہے۔ پس اس حالت میں کیونکر ممکن ہے کہ کاریگر اور کارخانہ دار لوگ ایک دوسرے سے بڑھ کر ہنر دکھانے میں مسو کریں۔ بلکہ اُن کو تو شہرت اور ناموری پیدا کرنے کی کوشش کے بجائے صرف یہ فکر رہتی ہے کہ کہیں جلد ہی بیجا پھوٹ جائے اور اس قدر ضروری مل جائے جس میں اوقات بسر ہو جائے اس سبب سے صرف وہی کاریگر اپنے فن میں کسی قدر کمال پیدا کرتے ہیں جو بادشاہ یا کسی صاحب اقتدار امیر کے نوکر ہیں۔ اور صرف اپنے آقا کے لئے کام تیار کرتے ہیں۔

**لال قلعہ** | قلعہ میں مل سوائے شاہی دوسرے اور مل ہیں۔ لیکن آپ یہ گمان کریں کہ دوسرے ہی ہیں جیسے کہ لارڈز اور اسکوائر مل ہیں۔ بلکہ ان کی کوئی چیز بھی فرنگستان کی عمارت کی عمارت کے مشابہ نہیں ہے اور جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے مشابہ ہونا چاہیے بھی نہیں کیونکہ ان کے لئے اس ملک کی آب و ہوا کے موافق عمدہ اور شاندار ہونا ہی کافی ہے۔

**قلعہ کے دروازے** | قلعہ کے دروازے کی عمارت میں کوئی قابل الذکر چیز نہیں ہے بجز اس کے کہ چھپرے کے دو بڑے اُتھی بنا کر دو طرفہ جانب کھڑے کئے گئے ہیں جن میں سے ایک پر چھپرے کے حضور و معروف راجہ جیل کی عورت ہے۔ اور دوسرے

پہر اس کے بھائی نثار کی جو دونوں بڑے بہادر اور فطاری شخص تھے۔ اور جن کی اس آفت سے بھی زیادہ دلیر تھی۔ اور جو شہنشاہ اکبر سے اس طرح جان توڑ کر ملے تھے کہ ادا لاد تک آئی کا نام رہے گا۔ اس عظیم الشان بادشاہ نے جب ان کے شہر کو آن کر گیر لیا تو یہ بڑے ہی استقلال کے ساتھ اس سے مقابل ہوئے۔ اور بھانے اس کے کہ اپنے دشمن کی جس کو اپنے زور اور قوت پر شاکھنڈ تھا اطاقت قبول کریں اپنی اور اپنی ماں کی جان اپنے ملک پر قربان کر ڈالی۔ اور یہ ان کی اس بے مثل جان بازی کی وجہ سے تو ہے کہ ان دشمنوں نے بھی یادگار کے طور پر ان کی مردوں کا قاتل رکھنا مناسب خیال کیا یہ باتھی جن پر یہ دونوں بہادر سوار ہیں بڑے شاندار شکوہ کے ہیں۔ اور ان کو دیکھ کر عجب اور ادب کا ایک ایسا خیال مجھ پر چھا گیا جس کو میں بیان نہیں کر سکتا۔

اس دروازے سے قلعہ میں داخل ہو کر ایک لمبا اور وسیع راستہ ملتا ہے جس کے چوں پنج پانی کی ایک نہر جاری ہے اور دونوں جانب پانی یا چھ فرانسیسی فٹ اونچا اور چار فٹ چوڑا اس طرح کا چھوڑا ہوا ہے جیسا کہ ہر جس کا پتہ لا آف ہے جس کو چھوڑ کر دونوں طرف انٹرک بلا ہر براہِ محراب دار خاناں جتے چلے گئے ہیں۔ یہی میں مختلف کارخانوں کے دارلہ اور دوسرے کم درجے کے عہدہ دار بغیر اس کے کہ گھوڑے اور آدمی جو پیچھے آتے جاتے ہیں ان سے لے کر کچھ مختلف چیزیں پیچھے ہوئے اپنا اپنا کام کیا کرتے ہیں۔ اور منصب دار جو مات کو چمک دینے آتے ہیں وہ بھی اسی چم ترہ پر نہیں آتے ہیں۔

لے آخر مالگیری میں کھسا ہے کہ اورنگ زیب نے اپنے گیارہویں سال میں مغربی مشرق میں پھر کے دور سے قلعہ کے باغیچہ عہدہ منصب سے جتے ہوئے اور صدقہ قلعہ کے دروازے جانب منصب تھے اور اسی وجہ سے اس دروازہ کو چھیا پل کہتے تھے شریعت کے لحاظ سے اٹھارے تھے منصب خانی نے اپنی شہید کتاب وقایع میں لکھا ہے کہ ایسی ہی صورت حال تھی کہ ایک عہدہ دار کی جھڑپ ہوئی کہ وہ پھر شہر کھسا ہے۔ ان صورت بہاوت نیلاں چھیا پل یا مارچ نیل بند صاحب و کتاب کردار میں بھی ان باتوں کو چھیا پل کا ذکر بہت ہوتا ہے مگر یہ یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ چھیا پل قلعہ شاہجہاں آباد کے کوئی سے دروازہ کا نام تھا۔ صاحب آثار الصنادید نے ابن تیمیہ کو لکھا کہ قلعہ کے دروازہ کے آگے تیار ہے اور کھسا ہے کہ اس دروازہ کو اسی سبب سے چھیا پل کہتے تھے۔ میں صحیح بات دیتی ہے جو ڈاکٹر برنارڈ صاحب آثار مالگیری نے اپنی آنکھوں دیکھی ہوئی تھی ہے۔

تھک کے درمیان سے ایک نہر گذرتی ہے جس نہر کا پانی اول محل سل میں جاتا ہے۔ اور پھر وہاں سے موقع بہ وقت سب مکانات میں پہنچتا ہے۔ اور اس کے بعد تھک کی خندق میں جا گزرتا ہے اور یہ دہلی سے چند رو یا اٹھارہ میل کے فاصلہ پر رہتا ہے جس سے نکالی گئی ہے اور بڑی محنت سے میدان اور سخت پہاڑی زمین پر سے لائی گئی ہے۔

تھک کے دوسرے دواڑہ کے اندر کی طرف بھی ایک بسن اور خاصی چوڑی سڑک ہے اور اس کے بھی دو لڑاں جانب دیے ہی چوتھے ہیں۔ لیکن محراب دار والا لڑوں کے بجائے دکانیں بنی ہوئی ہیں۔ اور کچھ پوچھتے تو یہ ایک بازار ہے جو لکناؤ چھت کی وجہ سے جس میں اوپر کی طرف روکھشی اور ہوا کے لئے بڑے بڑے گول روغن دان بنے ہوئے ہیں۔ اور گرمی اور برسات میں بہت آرام دہ ہے۔ ان دو لڑوں سڑکوں کے سوا دانتیں بائیں اور بھی چھوٹی چھوٹی سڑکیں ہیں جو ان مکانات کی طرف جاتی ہیں جہاں معمول کے موافق کھڑا باری باری ہفتہ میں ایک رات دن چمکی دیا کرتے ہیں۔ یہ مکانات جہاں کھڑا چمکی دیتے ہیں اپنے عہد ہیں کیونکہ یہ لوگ ان کو اپنے خرچ سے آراستہ رکھتے ہیں۔ اور یہ سب بڑے بڑے دیوان خانے ہیں۔ اور ان کے سامنے باغیچے ہیں جن میں چھوٹی چھوٹی نہریں اور حوض اور نواف سے بنے ہوئے ہیں۔ جس امیر کی نوکری ہوتی ہے اس کے لئے کھانا بادشاہی خاصے میں سے آتا ہے

ملک صاحب اللہ العالی نے کتاب مرآت آفتاب خان کے حوالہ سے اس نہر کی بابت یہ لکھا ہے کہ اول اس کو سلطان جلال الدین فیروز نے بنوایا۔ سلطان شہنشاہ میں پرگنہ خضر آباد میں دریائے کاٹ کرتیں کو سب پرگنہ سفید دیں ہیں۔ جہاں اس کی شکار گاہ تھی اور کچھ زراعت تھی۔ پھر کسی بادشاہ کو اس کا خیال ذرا یاد ہے ہندو گئی شہنشاہ مطابق مشہور میں شہنشاہ اکبر کے عہد میں شاہاب الدین احمد خان سوہ دار دہلی نے اس کو پھر صاف کر دیا اور اپنی جاگیر تک لایا۔ اور نہر شہنشاہ اس کا نام رکھا۔ مگر ایک مدت بعد پھر بند ہو گئی اور شہنشاہ مطابق مشہور میں شاہجہاں کے حکم سے سفید دیں تک پھر صاف کی گئی اور وہاں سے آگے شاہجہاں آباد تک کی کھودی گئی۔ اور جب تھک بن چکا تو تھک اور شہر میں جاری ہوئی۔ ایک عرصہ بعد اس کا پھر وہی حال ہو گیا تھا جو تھک بننے والا تھا۔ مطابق مشہور میں سرکار مالہ انگریزی نے اس کو پھر جاری کیا۔ اور آج تک یہی جوالی مشہور مطابق ماہ شوال مشہور نہایت خوبی اور صفائی سے جاری اور نہر میں شرابی کے نام سے معروف ہے۔



جس کے آنے کے وقت امیر کو ادا کے شکر کے لئے بادشاہی محل کی طرف رخ کر کے تین دفعہ تسلیات بکوالا نا یعنی زمین تک ہاتھ لے جا کر اٹھنے تک لانا ہوتا ہے۔ ان کے سوا مختلف مقامات میں سرکاری دفاتروں کے لئے بہت سے دیران خانے بنے ہوئے اور غصے لگے ہوئے ہیں۔

ان میں سے جن بڑے دالانوں میں کاریگر بیٹھتے ہیں وہ مختلف کائناتوں کا رخا پنجات قلعہ کے نام سے موسوم ہیں۔ جن میں ایک ایک ماہر فن استاد کثرت کلام ہوتا ہے۔ کسی کارخانہ میں کاریگر اور چکین دو زائد درودن وغیرہ کام کرتے ہیں۔ اور کسی میں سفار اور کسی میں معذور اور نقاش اور کسی میں روغن ساز اور کسی میں پڑھنی اور تری اور کسی میں درزی اور مچی اور کسی میں دارائی اور چوڑا اور کتاب اور باریک بسمل بننے والے جوڑا ہے۔ جو پگڑیاں بننے اور کمر باندھنے کے پھول دار درزی کا بیچنے اور زنا خانے یا جاموں کے لئے ایسا لاکر اور باریک کپڑا بناتے ہیں جو صرف ایک رات کے استعمال میں بیکار ہو جاتا ہے۔ یہ کپڑا جو صرف چند گھنٹے کام و تیار ہے کچھیں یا نہیں، وہ یہ قیمت کا ہوتا ہے اور کبھی اس سے بھی زیادہ۔ جب کہ اس پر سوتی سے نہایت خوبصورت درزی کا کام کیا گیا ہو۔ یہ تمام کاریگر علی الصبح اپنے اپنے کارخانوں میں حاضر ہو کر دن بھر کام کرتے اور شام کو اپنے اپنے گھر چلے جاتے ہیں۔ اور انھیں دھندوں میں ان کی زندگی بسر جاتی چلی جاتی ہے۔ اور جس حالت میں کوئی پیدا ہوا ہے اس سے ترقی کرنے کے لئے کوئی بھی کوشش نہیں کرتا۔ مثلاً کاریگر اور چکین دو زائد سوزن کار اپنے پیشے کو اپنا ہی پیشہ سمجھتا ہے۔ اور سفار کا بیٹا مختاری ہوتا ہے۔ اور فہر کا طبیب اپنے فرزند کو علم طب ہی کی تعلیم دیتا ہے۔ یہاں تک کہ کوئی شخص اپنے پیشے کے سوا دوسرے پیشہ والے کے ہاں شادی نہیں کرتا۔ اور اس دم کی پابندی مسلمان بھی ایسی ہی سختی سے کرتے ہیں جیسا کہ ہندو جن کا شاستری حکم دیتا ہے۔ اور اس کے باعث سے بہت سی خوبصورت لڑکیاں کنواری بھیجی رہتی ہیں۔ حالانکہ اگر ان کے والدین پیشہ اور ذات کا خیال چھوڑ دیں تو ان کی شادی ابھی ملے ہو سکتی ہے۔

عام و خاص اور نقارخانہ اب ضروری ہے کہ میں عام و خاص کا ذکر کروں جو ان مکانات میں سے گذرنے کے بعد ملتا ہے اور انی الواج بہت عہدہ دار مالی خان عمارت ہے۔ یہ ایک بڑا وسیع مربع مکان ہے جس کے چاروں طرف محرابیں ہیں

اور ہمیں رائل سے مشابہ ہے۔ اور صرف اس قدر فرق ہے کہ اس کے اوپر کچھ عمارت نہیں ہے۔ اس کی محرابیں اس طرح بنی ہوئی ہیں کہ ایک محراب میں سے دوسری محراب میں جا سکتے ہیں اور ایک بڑا دروازہ اس کے سامنے ہے اس پر ایک بڑا دروازہ بنا ہوا ہے۔ جس کے دروازے اسی جانب ہیں اور چونکہ اس میں ٹیبلٹیں اور سٹینیاٹوں اور نقارے وغیرہ رکے رہتے ہیں اس کو نقار خانہ کہتے ہیں۔ بروہی کو اور رات کو اوقات معینہ پر اکٹھے بجانے جاتے اور زوردار اہل فرنگ کے کالوں کو نہایت ہی کریمہ معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے بعد فیرواہ اور اسی قدر نقارے ایک ہی دفعہ بجنے لگتے ہیں۔ ان میں سے بڑی فیرواہ جس کو "قرن" کہتے ہیں ۹ فٹ لمبی ہے۔ جس کا نیچے کا سنا ایک فرانسیسی نٹ سے کم نہیں ہے اور اوپر پائیل کا سب سے چھوٹا نقارہ کم سے کم چھ فٹ قطر کا ہے۔ پس اسی سے آپ تپاس کر سکتے ہیں کہ اس نقار خانے سے کس قدر شور و غل پیدا ہوتا ہو گا۔ چنانچہ جب میں اول اول یہاں آیا تو شور کے ارے میرے کان پہرے ہو گئے۔ لیکن عادت ایسی زبردست چڑ ہے کہ اب رنجش سے شفا ہوں محض عمارت کے وقت مکان کی چھت پر بیٹھ ہوئے جب دور سے اس کی آواز سنائی دیتی ہے تو نہایت بھلی اور سڑیلی معلوم ہوتی ہے۔ اس میں کوئی قہج کی ات نہیں کیونکہ کرای کے بجائے دے پچھن ہی سے موسیقی کی تعلیم پاتے ہیں۔ اور ان باجوں کی آواز کے اونگھنا کھانے اور سڑیلی اور کے دار بنانے میں ایسے مشتاق ہیں کہ کھلے سے شعی جاتے تو نہایت پیاری لگتی ہے نقار خانہ ہمیشہ ایک اونچے موقع پر اور بادشاہی محل سے دور رکھا جاتا ہے تاکہ بادشاہ کو اس کی آواز سے تکلیف نہ ہو۔ اس دروازہ کے مقابل میں یہ نقار خانہ ہے جس سے گذر کر ایک بڑا دکان ہے جس کے ستون اور چھت منبری کام کے ہیں۔ اور بہت اونچی کرسی کا اور بہت ہوا دار اور تین طرف سے کھلے ہوئے اور اس دیوار کے وسط میں جو محل سلو سے اس کو ٹھکانا کرتی ہے قد آدم سے کچھ اونچا ایک وسیع شرفیلا بنا ہوا ہے۔ جہاں ہر روز بادشاہ و وہیہ کے قریب آن کر تخت پر بیٹھتا ہوں میں

۱۔ ہر من ۱۰ اپنی بے تعلیم شہزادی صرف ہر من میں کیا خوب کہا ہے۔ یہ سہاواہ لڑکتی کی دیکھا ہوا کہیں دور سے کان چڑتی تھی آ۔

م م م

۲۔ انہاں اصحاب میں اس کی نفسیاتی حالت بھی دیکھ کر کے کھا ہے۔ اور اس کی کیفیت میں یہاں کی ہے کہ وہاں عام کے مکان کے چھوٹے چھوٹے دیوار سے لے کر ہر سنگ مرمر کا پارہ کارگر کی نکت

جسے ماشہ منگر گزشتہ ہے جس پر چار شوق نگار باغداد کی طرح اس کی چھت بنائی ہے۔ اور تہہ آدم سے زائد کرسی دی ہے۔ اور اس کے پیچھے جو سنگ مرمر کا سات گز لمبا اور دو سو سال گز چڑا ایک طاق ہے اس پر ہر قسم کے چند پرند کی تصویریں بلب بلب رنگین تھیں کئی کئی ہیں۔ اور ایک آدمی کی تصویر ہے جو دو تار لٹکا کر لڑا رہا ہے۔ یہ تصویر لکھ اٹلی کے رہنے والے ارنیو تو اسے ایک لکھ بیٹے کی ہے۔ جس کی کہانی نے ان مشہور ہے کہ وہ علم موسیقی میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا۔ اور ایسا غرض آباد تھا کہ جب گائے بیٹا تھوڑے پرند پرند اس کی آواز سے مست ہو کر اس کے گرد ان بیٹھنے لگتے۔ اور اس کہانی کے موافق اس لکھ کے رہنے والے ریل آئی ایک معوضے جو اس من میں بے مثل تھا اپنے نیل سے آرتھس کے گائے کا ایک مربع کھینچا تھا۔

یہ معوضہ شہر میں سراگرا اس کا یہ مربع اٹلی اور فرنگستان کی لکھوں میں بہت مروج اور نہایت مشہور ہے اور اب تک اس کی نقلیں موجود ہیں۔ اور یہ وہی مربع ہے جو چھر کی بجلی کاسی میں پایا جاتا گیا ہے اس معوضہ فرنگستان کے سوا اور کہیں مداح نہیں تھا اس سے یقین بہت ہے کہ اس قصبہ کے بچانے میں کوئی ذکر فی اٹلی کا رہنے والا فرنگی شریک تھا اس طاق کی نقل میں ایک مداح ہے اور اندر سے بھی آگے کا راستہ ہے۔ بادشاہ اس تخت پر دربار عام کے دن ابھاس کرتے تھے اس تخت کے آگے ایک تخت سنگ مرمر کا بچا ہوا ہے۔ گھرا میں سے جس کئی کو کچھ عرض کرنا ہوتا تھا اس پر چل کر بادشاہ سے عرض کرتا تھا۔ مگر بادشاہ کے بیٹھے اس تخت اس قدر اونگھا ہے کہ اس تخت کے چڑھنے پر بھی آدمی کا ضرب محلات تخت تک پہنچتا ہے اس تخت کے آگے دالان در دالان ہے جو شہر گڑا گیا اور چوبیس گز چڑھا ہے اور ہر ایک دالان کے لوازہ ہیں۔ اور ان سب کے شوق سنگ سرخ کے ہیں۔ اور ان پر بہت خوبصورت عمارتیں بنائی گئی ہیں۔ اور سفوی گوٹ کر شہری نقاشی کی ہے۔ باہر کے دالان میں بھی ہے۔ چھوڑ کر سنگ مرمر کا کھڑا لگا ہوا ہے۔ جس پر بہت غرض نا شہری کھیاں تھیں۔ جو اب ایک کھیا باقی نہیں ہے۔ دالان آواز اور ذرا ابید دلا کے صوبہ مربع کھڑے رہے کھٹے تھا۔ یہ دربار کا دالان در حقیقت ایک چوڑا بنا ہوا ہے۔ جس کا ایک سو چار گز کا طول اور سات گز کا عرض ہے اس کے نیچے میں یہ دالان ہے اور باقی نیچے طرف چھوڑا ہے جس کے گرد قدامت سنگ سرخ کا کھڑا لگا ہوا ہے۔ جس پر شہری کھیاں تھیں یہ کھچر جب دار اور خوب اور احمدی دھڑو لوگوں کے کھڑے رہنے کی تھیں اور اس کو گالان باڑی کہتے تھے اور اس کے آگے دو سو چار گز لمبا اور ایک سو ساٹھ گز چڑھا تھا ہے اور اس کے چاروں طرف قریح اور مرقع سے مکانات بنے ہوئے ہیں۔ اور شمال کی طرف دیوان خاص میں چارے کا دھانڈا ہے۔ سامنے

نمازہاں کا نام امیری اور عہدہ رنگے یہ

بائیں شہزادے کھڑے ہوتے اور خواجہ سزاور پھل لہاتے یا بڑے بڑے چمکے جھلٹے یا ادائے خدا کے لئے نہایت ادب کے ساتھ دست بستہ کھڑے رہتے ہیں اور تخت کے نیچے کے مقام میں چاندی کا جھنگھلا لگا ہوا ہے جس میں تمام اُمرا اور راجہ اور غیر ملکوں کے سفیر نگینے ٹھہری گئے ہوتے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے ہیں۔ اور تخت سے کسی قدر فاصلہ پر اسی قاعدہ پر منصب دار یعنی چھوٹے امرا کھڑے رہتے ہیں۔ اور ان سے جو حکم خالی رہتی ہے وہاں بلکہ تمام صحن سب قسم کے لوگوں اعلیٰ اور ادنیٰ مفلس و غنی سے بھرا رہتا ہے۔ کیونکہ یہی مقام ہے جہاں رعایا کا ہر ایک شخص اپنے عرض حال کے لئے باراب ہو سکتا ہے۔ اور اسی وجہ سے اُس کو عام و خاص کہتے ہیں اور ڈٹہ۔ یاد رکھئے ایک لوگوں کا عہدہ اور سلام ہوتا رہتا ہے۔ اور اس عرصہ میں کسی قدر خاصے گھوڑے سامنے کئے جاتے ہیں تاکہ بادشاہ خود ملاحظہ کر سکے کہ وہ کیسے آہستہ چل رہے ہیں۔ اور ان کے بعد ہاتھی آتے ہیں۔ جن کی سیلی کمال خوب منظر دہلا کر سیلی سے رنگ دی جاتی ہے اور دلال خط سرے سے سوڑ کے اخیر تک جہاں دلوں اُکرتے جاتے ہیں۔ کچھ بیٹے جاتے ہیں۔ اور زبردست کی بھول ڈال کر چاندی کے دو گھنٹے ہر ایک فقری زنجیر میں بندھے ہوئے ہوتے ہیں پتھر پر سے دلوں طرف لٹکا دیے جاتے ہیں اور سفید سوگائے کی ڈنڈاں جو ٹھیک سے آتی اور پیش قسمت ہوتی ہیں لٹکا دی جاتی ہیں جو بڑی بڑی سونگھیں سی معلوم ہوتی ہیں۔ اور دو چھوٹے ہاتھی جو وہ بھی خوب جاتے ہوئے ہوتے زبردست گاموں کی طرح ان بڑے ہاتھیوں کے ساتھ رہتے ہیں اور یہ ہاتھی جھوم جھوم کر اور سنبھل سنبھل کر قدم رکھتے ہوئے ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا اپنے ذوق برق ساندو سامان اور اپنی آن بان پر نازاں ہیں اور جب لے نانی خان اپنی ماریش میں کھڑا ہے کہ چونکہ شاہ جہاں سے پہلے بادشہوں کے عہد میں دربار عام کے لئے کوئی ایسا ملا مکان موجود تھا جہاں دعوت اور بارش سے بچاؤ ہوا اس لئے شاہ جہاں نے اپنے عہد میں کے پہلے سال میں حکم دیا کہ جلد آگرہ اور لاہور اور دہلی پر دہلی دربار عام کے لئے چالیس چالیس متروکی تین عالی شان عمارتیں بنائی جائیں۔ اور تیار ہونے پر عام و خاص اُن کا کام رکھا۔ چنانچہ آگرہ کا عام و خاص جب تیار ہو گیا تو ملک انھیں ملا لہتے میسرے اس کی تعریف میں یہ راہی کہی۔ راہی

ایں تازہ بنا کر مشن ہستی دوست      رفعت حوتے زرجینے پانچ دوست

باخت کبر مترون سترش ہونست      کا ساقش خاص و عام در ساق دوست

تحفے کے سامنے پہنچتے ہیں تو مہلات جو گردن پر بیٹھا ہوا ہوتا ہے لڑکے کی ایک لڑکی اور چیز (آئینہ) چھو کر ان کو بڑھا داتا اور زبان سے کچھ کہتا ہے۔ اور اس وقت یہ جالور گھٹنا ٹیک کر اور سوٹھ اوپر کواٹھا کر چنگاڑتا ہے۔ جس کو لوگ اس کی تیلیات خیال کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد اور جالور چٹیں ہوتے ہیں۔ مثلاً سداۓ ہوئے ہوں جواڑائے جاتے ہیں۔ نیل گاتیں۔ اور گینڈے اور چنگاڑ کے بڑے بڑے بچے جن کے سینگ ایسے بڑے ہوتے ہیں کہ ان سے وہ شہر کے ساتھ لڑ سکتے ہیں۔ اور چیتے جن سے ہرن کا شکار کھیلا جاتا ہے اور ہر قسم کے خوبصورت شکاری کتے جو ملک اور ملک کا دام وغیرہ سے آتے ہیں۔ اور جن پر سرش رنگ کی جھولیں پڑی ہوتی ہوتی ہیں چلیں ہوتے ہیں۔ اور اخیر میں ہر قسم کے شکاری پتھر جو تیر۔ کنگ اور غرگوش کو پکڑتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہرن پر بھی چھوڑے جاتے ہیں۔ جن پر یہ نہایت تیزی کے ساتھ چھپتے اور چنے اور چوچنے لڑا کر ان کو اندھا کر دیتے ہیں ان جالوروں کے پیش ہونے کے علاوہ اکثر اوقات ایک دو امیروں کے سوا بھی ملاحظہ کرتے جاتے ہیں جن کی پوشاک اس وقت مدد مرہ کے لباس کی یہ منبت و زامکلف ہوتی ہے۔ اور گھوڑوں پر پا کر میں پڑی ہوتی اور انواع و اقسام کے زور مثلاً ہیکل بچنے وغیرہ سے بھرتے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور بادشاہ اس تماشا سے بھی اپنا دل خوش کرتا ہے کہ مگر وہ بھیڑ میں ان کا پیٹ صاف کر کے پھر سی دیا جاتا ہے۔ اور ان کو صاف دلا کر گزیر داتا۔ اور اعضا ہر طور ان پر تلوار سے اپنے کرتب دکھائے اور ایک ہی ہاتھ میں چونگ کاٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن یہ تمام اُمور دربار کے شروع میں ہوا کرتے ہیں۔ اور ان کے بعد زیادہ اہم معاملات چلی جاتے ہیں اور بادشاہ نہایت توجہ کے ساتھ سواروں کو صرف دیکھتا ہی نہیں۔ بلکہ ان کے متعلق گفتیش حال بھی کرتا ہے۔ بلکہ جب سے لڑائی بند ہوتی ہے کوئی سوار یا پھل ایسا نہیں جس کو بادشاہ نے بچشم خود نہ دیکھا ہو۔ اور اس سے اپنی فانی واقفیت حاصل نہ کی ہو۔ چنانچہ اس نے کسی کی تنخواہ بڑھا دی اور کسی کی کم کر دی اور کسی کو بالکل ہی موقوف کر دیا ہے۔ اس موقع پر مستفیض ہر عریضیاں پیش کرتے ہیں وہ تمام و کمال بادشاہ کے ملاحظہ

دارسی اور ساعت میں آتی ہیں۔ اور بادشاہ بذات خود مستفیضوں سے دریافت حال کرتا اور اکثر ستم رسیدہ لوگوں کی خیر و مراد دیتا ہے اور بہتر میں ایک دن خلوت میں کامل دو گھنٹے تک اچھے دس فرما کی عریضیاں سنتا ہے جو مستفیضوں میں سے چن چن جاتے ہیں اور جن کے پیش

کرنے کا کام ایک نیک دولت مند اور من فہم کے سپرد ہے اور ایک دن عدل و انصاف کے کمرے میں جس کو عدالت خاندان کہتے ہیں دو بڑے قاضیوں کے ساتھ بیٹھ کر داد و رمائی کرنا اور اس میں کبھی ناخاندانی نہیں ہوتی۔ اور اس سے بھری عیاں ہے کہ ایشیائی بادشاہ جن کو ہم اہل یورپ جاہل اور ناخراستہ خیال کرتے ہیں وہ ہمیشہ ہی اپنی رعایا کی داد دہی اور انصاف رسائی سے جو ان پر واجب ہے غفلت نہیں کرتے۔

**خوشاہر لکھا بخت** | جو حالات اس دربار عام و خاص میں گذرتے ہیں اور جن کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے اگرچہ وہ سب مقول اور تاہل احرام معلوم ہوتے ہیں لیکن جو کمینہ اور کردہ و خواہ اور لکھا بخت ہمیشہ یہاں دیکھنے میں آتی ہے۔ اس کا تذکرہ بھی بھر پر فرض ہے۔ چنانچہ جب کوئی اچھا لفظ بادشاہ کے منہ سے نکل جاتا ہے تو خواہ وہ کیسے ہی خفیف امر کی نسبت کہوں نہ ہو تمام دربار اور بڑے بڑے امرا آسمان کی طرف دوڑیں ہاتھ اٹھا کر اس طرح کوئی مذاکری رحمت کر لیتا ہے اس لفظ کو لے کر اور کرامات کرامات کہہ کر عرض کرتے ہیں کہ سبحان اللہ کیا ہی خوب ارشاد ہوا ہے۔ اور تھیں غافلوں میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے کہ جس کو یہ بیت یاد نہ ہو اور وہ اس کو تخریب طور پر نہ پڑے خاصہ۔

”اگر شہ روز دا گوہ شب ست ایس“ بجاہ گفت ایک ماہ وہ بدین“

یعنی اگر بادشاہ رات کو دن بتائے تو کہہ دینا چاہیے کہ دیکھئے وہ چاند اور ستارے نظر آتے ہیں۔ اور یہ خوشاہر کا عیب کیا دینی کیا اعلیٰ سب میں موجود ہے مثلاً اگر کسی مثل کو مجھ سے معالہ کی ضرورت پڑتی ہے تو اپنے معمول کے موافق تمام باتوں سے پہلے بمعکو یہ کہتا ہے کہ آپ تو اپنے وقت کے استقامت اور تقراط اور بول و عمل میں ہیں۔ چنانچہ اول اول تو میں سزا اس حرکت کو مدکشا چاہا اور کہا کہ میں تو آپ میری یہ تعریف کرتے ہیں میں سرگزا اس کے لائق نہیں ہوں۔ اور تم کو کتنے بزرگوں سے کچھ منت نہیں۔ لیکن جب دیکھا کہ میرا انکسار اُن کو اور زیادہ سبب لفظ کرنے پر آمادہ کرتا ہے تو مجھے اپنے کانوں کو اُن کی خوشامدی باتیں سننے کا دیا ہی مادی بنایا جیسا کہ اُن کے موافق کے باہوں کے سننے کا۔ اس موقع پر ایک لطیفہ آپ کو سناتا ہوں اس سے آپ کو یہاں کے لوگوں کا خاصہ طبع معلوم ہو جائے گا۔ ایک پشت میں کی اپنے آقا سے میں نے ہی ملاقات کرائی تھی ایک روز اس نے اپنے ایک اشلوک میں اول تو اُن کو اُن کے بڑے بڑے نفع مندوں سے جو دنیا میں شاد و تادری ہیں اہر سے ہی زیادہ بڑا بتایا۔ اور پھر سیکڑوں مہلت

اندوہیات کہ کراہنے کلام کے اخیر میں بڑی جھیدگی سے یہ کہا کہ جب آپ گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی سپاہ کے آگے آگے چلتے ہیں تو آپ کے قدموں کے نیچے زمین کا پتہ لگتی ہے۔ کیونکہ وہ آتش باطنی جو اس کو اپنے سر پر اٹھائے ہوئے ہیں اس غیر معمولی بوجھ کے اثر سے کی تاب نہیں دے سکتے۔ جس کو شن کر میں بے اختیار ہنس پڑا اندوہ اپنے آقا سے کہ میری طرح ان کو بھی ہنسی آگئی تھی شرفی کے ساتھ بہت سنجیدہ شکل بنا کر کہا کہ آپ ذرا بکھر کر گھوڑے پر سوار ہوا کریں۔ ایسا نہ ہو کہ بھوکھال آکر دنیا درہم برہم ہو جائے جس کے خواب میں آسمانوں سے نوزائے یہ کہا کہ اسی وجہ سے تو میں پاکی میں سوار ہونا زیادہ پسند کرتا ہوں۔

**خلوت خانہ** عام و خاص کے ترے والوں کی نفل میں ایک خلوت خانہ ہے جسے غسل خانہ کہتے ہیں۔ یہاں صرف چند ہی شخصوں کو حاضر ہونے کی اجازت ہے۔ اور یہ وسعت میں اگرچہ عام و خاص کے برابر نہیں ہے مگر وہاں کافی وسعت میں نہایت خوبصورت موٹنی اور سنہری کام ہے اور ایک برص شریف کی طرح چار پانچ فرانسیسی فٹ کا اونچا ہے جہاں بادشاہ کرسی پر بیٹھ کر نماز سے جو دھر دھر کھڑے ہوتے ہیں تخلیہ میں اسرا اور صوبہ داروں کے ورائیض مشا اور سلطنت کے اہم معاملات پر فوراً پتا چلا دینا چاہیے کہ کو نام و فاس کے۔ بارہا کو دہرنگے امت لڑا چہرہ یاد کیا جاتا ہے۔ یہاں شام کو نہ حاضر ہونے پر سزا ملتی ہے البتہ عفو میرے آقا و آئندہ نفل میں جن کو ان کے علم و فضل اور شوق مطالعہ اور سرانجام امور ممالک غیر کی وجہ سے معافی حاصل ہے۔ لیکن چہاں شہ کی جو ان کی چوکی کا دن ہے ان کو بھی اور امر کی طرح حاضر ہونا پڑتا ہے۔ یہ حد قدر حاضر کی رسم نہایت پرانی ہے اور کوئی امیر بھی اس پابندی کی معقول طور پر شکایت نہیں کر سکتا۔

کہہ کر خود بادشاہ سوائے کسی ضروری کام یا سبب جاری کی حالت کے دواؤں وقت و بارہا میں آتا اپنا عرض جاتا ہے چنانچہ اور نگہ زیب کی پھولی خطرناک جاری کی حالت میں بھی دربار میں آتا ملے بادشاہ جلسہ میں کھتا ہے کہ غنچہ اگر کہنا دینے تھک آگ میں مل سزا اور دیوانہ خاد کے ابھی ایک کھائی شہا میں میں بارفہ مثل کیا کرتا تھا اور خاص خاص لوگ اندھیرا اور کھنچ بعض ضروری اور اہم معاملات میں وہاں حاضر ہو کر حکم حاصل کیا کرتے تھے شاہجہاں کے زمانہ میں جو سختی تھی عمارتیں بنائی گئیں تو اگرچہ بادشاہ نے اس مقام کا نام ہاں سلطنت کے نہایت مخفی اور اہم معاملات لکھنا اور سزا کے شہ سے ملے کہ جاتے تھے دولت خاد خاص رکھا لیکن لوگ اس کو بھی مثل خاد ہی کہتے رہے اور اس لئے اگر بادشاہ سفر میں بھی تہا تو عوام شاہ میں ایک خیر مثل خاد کے نام سے نامزد تھا اگرچہ اس میں یہ خاص ہوتا تھا اور مثل کام کے بارہا نہ دیکھا تھا۔

شاہجہاں کے لایم 'سہری احمد عہد انگلیب

مقاموں میں نہیں تو ایک میں قرضہ لوگ اس کو اٹھا کر لے آئے تھے کیونکہ اس نے رات دن میں کم از کم ایک بار لوگوں کو اپنا دیوار دکھا دینا واجب سمجھا تھا اس لئے کہ ایسا خدا پر ہمارا تھا کہ اس کا صرف ایک دن کا دربار میں نہ آنا بھی تمام سلطنت میں فتنہ و فساد کے بھیاں جالتے اور شہر میں شہر تال ہو جاتے کا باعث ہو سکتا تھا۔

اگرچہ نسل خاندان کے دربار کے موقع پر بادشاہ اُن احمد میں معروف رہتا ہے جن کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ لیکن دربار عام و خاص کے دستور کے موافق یہاں بھی زیادہ قریبی جان و دل کا ملاحظہ و مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ اگرچہ کچھ دن باقی نہیں رہتا اور سامنے کا صحن بھی مختصر ہے اس لئے امرا کے رسالوں کا ملاحظہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس وقت کے دربار کی یہ خاص رسم ہے کہ جن منصب داروں کی چوکی دینے کی باری ہوتی ہے وہ بادشاہ کو نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ سلام کرتے ہوئے تھپے تھپے اور ترقیب سے سامنے سے گذر جاتے ہیں۔ جن کے آگے آگے لوگ "قرار" ہاتھوں میں لئے ہوئے چلتے ہیں جو چند عورت نفرتی چیزیں ہیں جو چاندی سے منڈھی ہوتی چھڑیوں کے سروں پر لگائی ہوتی ہوتی ہیں جن میں سے دوڑی پھیلنے کی شکل کی ہیں اور دو ایک صیب اور خیالی جالار کی صورت کی جس کو "اڑولہ" کہتے ہیں اور کچھ شیر کی شکل کی اور بعض ہاتھ کے پنجہ اور بعض ترازو کی صورت کی اور بہت سی اور بے شمار وضع کی جن کے ایک طرح کے بعد لغیم معنی بتاتے ہیں۔ ان لوگوں میں بہت سے گرز بردار بھی ہوتے ہیں جو تھوڑے اور وجہ دیکھ کر بھرتی کئے جاتے ہیں اور جن کا یہ کام ہے کہ دربار میں بے ترتیبی نہ پڑے وہیں اور بادشاہی فرمان اور احکام پہنچاتیں اور جو حکم ملے نہایت جلد اس کی تعمیل کریں۔

**شاہی محل سرا** | اب میں بڑی مسرت کے ساتھ آپ کو بادشاہی محل سرا کی میر کراناہوں جیسا کہ قطع کی اور عمارات کی کرائی ہے۔ لیکن کسی سیاح کو وہاں کی کیفیت چشم دیدہ بیان کرنی ناممکن ہے۔ کیونکہ بادشاہ کے وہلی میں موجود نہ ہونے کے وقت جبکہ کئی دفعہ وہاں جانے کا موقع ملا۔ اور مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ ایک بڑی ہیگم کے ملائی کی خاطر شدت مرض کی وجہ سے معمول کے موافق باہر کے دروازہ تک نہیں لائی جاسکتی تھی بہت درد تک امد جانے کا اتفاق ہوا مگر میرے سر پر ایک کشمیری شمال اس طرح سے اڑھا دی گئی تھی کہ ایک بے سگار دواؤں سے ان کی طرح پاؤں تک ٹھنکی تھی اور ایک غلابہ سزا



اتحاد کھڑے ہوتے تھے اس طرح بے گیا تھا جیسے کوئی اندرے کو لئے جاتا ہے۔ اس لئے آپ کو صرف اسی پر ممانعت کرنی چاہئے جو بعض خواجہ سراؤں سے سن کر میں نے کھانا ہے آق کا بیان ہے کہ محل سراؤں کیلکات کے دایع اور خلیت اور ان کی معاض کی مناسبت سے طلعہ طلعہ بہت خوبصورت اور بڑے بڑے محل بنے ہوئے ہیں جن کے دروازوں کے سامنے عرض اور سب طرف باغچے اور دلچسپ روشیں اور سایہ دلدارام گا ہیں اور نہروں اور قرارے اور دن کی گرمی کے بھاؤ کی خاطر مین تہ خانے اور دات کو خلی میں آرام کر کے لئے اونچے اونچے ٹھنڈے اور صحن چوڑے بنے ہوئے ہیں اور ایسے دلکش مکانات ہیں کان میں اس ملک کی تکلیف وہ گرمی کو مطلقاً دخل نہیں ہے۔ اور یہ لوگ ایک چوڑے سے سج کی جو دریا کی طرف ہے۔ جسے زیادہ تعریف کرتے ہیں جس میں آگرہ کے دولاں برجون کی طرح سونے کے ورق چڑھے ہوئے اور لا جو ردی کام کیا ہوا اور نہایت عمدہ نقش و نگار بنے ہوئے اور بڑے بڑے آئینے لگے ہوئے ہیں۔

اب قبل اس کے کہ میں تعلقہ کا بیان ختم کروں آپ کو دوبارہ عام دربار اور تخت طاؤس | خاص کی طرف شرح کرنا اور ان سالانہ جشنوں اور درباروں کی کیفیت سنائی چاہتا ہوں جو میں نے اُس میں جوتے دیکھے ہیں خصوصاً وہ تہا جشن جو لڑائی کے اختتام کے بعد ہوا تھا اور جس سے بڑھ کر کوئی تھا فامیں نے عمر میں کبھی نہیں دیکھا اُس روز بادشاہ نہایت ہی عمدہ لباس پہنے دیوان عام و خاص کے صدر میں مرصع تخت پر بیٹھا ہوا نظر آیا اُس کی پوشاک نہایت نازک اور پھول دار مٹھی کپڑے کی تھی جس پر بہت ہی عمدہ زری کا کام کڑھا ہوا تھا اور زری کار منڈیل سر پہنچی اور منجے بڑے اور نہایت قیمتی ہونے کا طرہ لگا ہوا تھا جس میں ایک کھڑا ایسا تھا جو لائقی کہا جاسکتا ہے اور آفتاب کی آٹھ چمکتا تھا اور بڑے بڑے موتیوں کا گنڈا لگے میں تھا جو ہندوؤں کی لالہ کی طرح پیٹ تک شگفتہ

لے آفا العنادیہ میں اس محل کا نام درج ملا لاشن میں کھاسا ہے اور سر کا رنگ سرور کا بنا رہے جس میں سونے کا کام اور پرچینی سازی اور منبت کاری کی ہوتی ہے جو کس سمت باہر سے بھی نظر آتا ہے اور پشت پہلو ہونے کے باعث شمن برج کہلاتا ہے۔ تین خلیے اس کی خواب گاہ کی عمارت کی طرف ہیں اور پانچ دروازے کی جانب اور پانچوں میں سنگ مرمر کی جالیوں لگی ہوئی ہیں اور ایک نشین بھر برا دے کے دروازے کے رہتا ہوا ہے۔

شاہجہاں کے ایامِ امیری اور مہاراجہ گنجپ

یہ تخت چہ طلائی پایوں کا ہے۔ جن کو کہتے ہیں کہ بالکل محروس ہی جن میں یا قوت  
اور زور اور ہیرے جڑے ہوئے ہیں۔ مگر میں اُن کی تعداد اور قیمت بیان نہیں کر سکتا کیونکہ  
کسی کو اس قدر نزدیک جانے کی اجازت نہیں کہ اُن کا شمار اور آب و تاب کا اندازہ کر سکے لیکن  
یقین کیجئے کہ ہیرے اور دوسرے جواہرات بہت ہی ہیں۔ اور بکے خوب یاد ہے کہ اس کی قیمت  
چار کروڑ روپے چاہی گئی تھی۔ اور اُس کو اورنگ زیب کے باپ شاہجہاں نے اس لئے  
بنوایا تھا کہ بے شمار جواہرات و خزانہ میں ہمیشہ راجاؤں اور چٹان بادشاہوں کی ٹوٹ اور اُن  
پیش کشوں کے ذریعہ سے جو ہر سال سب اُمرا کو خاص خاص موتوں پر نقدی گذارنی لازم  
ہی رہتا تھا جمع ہو گئے تھے لوگ اُن کو دیکھیں مگر اُس کی ساخت اور کاریگری ان جواہرات  
کے ہم پایہ نہیں ہے۔ البتہ دوسرے جو موتیوں اور جواہرات سے بالکل ٹوٹکے ہوئے ہیں بہت  
ہی خوب اور نہایت عمدہ نقشے پہرے ہیں اور ان کو ایک منار نے بنایا تھا۔ جس کی کاریگری  
سے لامعا مسدود شاہجہاں نے بادشاہانہ میں اس تخت کی جو کیفیت بیان کی ہے دلچسپ سمجھ  
ہم اُس کو یہاں فقط نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

سچا بہرہ و اہام و کردار و اہام اقسام جو ہر شے کہ ہر ایک شاہیستہ گوشہ : امید و کردار و خیر و است  
در جہاں و لا افرام آہ و بید۔ در آغا جلوس مقدس بر ضمیر الہام پذیر منسلخ گدہ کہ از تحصیل  
تلف لریجہ و لگا جاشتن اسے نقابیں صبر علی نظر و درین جادولت آرا کی و زینت افزائی امرے و گنجیت  
پس دہ جائے نگار باہر و کہ ہم شاہانیاں از حسن جہاں افزائی نتاچکے بھر و کان بہرہ و کاریزدہم کارگار  
سلطنت و نروغے تازہ ہوا۔ حکم شد کہ سرائے و اہر خاص کہ در جہاں خاد شکرتے سینہ مثال سے باشد  
از قسم مل و لاوت و الناس و در وادیہ یقینی و مذکور کہ صلیک روپہ قیمت آنت ہر وہ در قریل خازن و یقین  
است از نظر اہر گدازند و ہر شے گرانی نگار و گنجاء نیر و شقال است و منسلخ ہشتا و ہوش کتاہ  
مہائے آن شدہ ہوا و انتخاب نمودہ۔ بے چل خاں و در و فندہ گر خانہ و ملازم و نہایتیک تک تو و ملائے تاب  
کہ در و گنجاء نیر و شقال است و منسلخ ہمارہ و تک روپہ قیمت الی حقے بطول سرگند۔ بے و عرض مذکور گنج و اہل  
پنج گز سرکاری نمودہ و بجا بہرہ و کردہ و تر میجے لاندہ و مقرر شد کہ مستفان لار و دوس فیتر مہار و لختے سرس ہند بہرہ  
ہر مل و یا قوت و جزان سرس مرقی ساختہ ہندو ہاں و ساہین و ازادہ و گادیر و ازادہ و اوتے آن و بیکر و اس  
مشکل بنا ہر جواہر و در میان ہر و ملائے منسلخ بجا بہرہ آپ و تر قیید ہ۔ و مدت ہفت سال ایں تخت  
عرض مثال و منسلخ صلیک روپہ کہ سرحد و شہ و تیار و تیار و حوائج و چارہ و در خانہ و ماکہ و اہر و است

بقیہ حاشیہ مندرگذاشتہ ۔ صورت تمام یافت ۔ از محلہ اذوہ تختہ سرخ کہ بروردن برائے مکیہ نصب  
نمودہ اند تختہ سیاگی کہ قاتاق سلیمان مکان برآق دست حق پرست گناشتہ گئیہ زردی نشینہ مالک  
مردیہ بیتہ و مرد و رازمہاں کہ درمی تختہ فلانہ اند محلے است مدسٹا آن قیمت یک ہک و پیرکشاہ  
عباس والی ایران صاحب زہیل بیگ برسم ارمغان نزد حضرت جنت مکافہ ارسال داشتہ بودہ آن  
حضرت درجلد دسے فتح دکن بمقامان مالکستان حضرت صاحبقران ثانی

دست طای اخیل خان چکن مرستادہ بودہ تختہ اسم سہای تغلب اللہ مادین حضرت صاحبقران  
ارل درمیرزا شاہ رخ و میرزا الف بیگ برآق خوش بودہ اندازکہ با قلاب امام آقشائے حمام ہرستہ شاہ  
عباس افتادہ و نیز تمام خود و برآق مرسم گردانیدہ ہوں حضرت جنت مکافہ دسہ نام نامی خود را با نام سہای  
پندہ رگورمآن نگاشتہ کنوی باسم گرامی بادشاہ جنت اعلیم قہظاہ تختہ و پیرسپاہ و تاب تانہ زیب  
دارجست بہ اندازہ و مرد ۔ ارمغان قاتی این شہزی مایہ محمد خان تہدی کہ بخش بزارنگا است برچنانے  
سہو دکن تختہ کتا بہ نمودہ اند ۔ شہنوی

زہب فرخندہ خنجر باد شاہی	کہ شدہ سااں ہستا تو اعلیٰ
نک کہ مددے کی کہوش کل	نہر خود خدیہ را گداخت اول
بکیم کارنرا صرف شد پاک	ہرینا کاریشی جنتے ظاک
حوا میں تختہ لاندہ گرج مقصود	و جہو بکروکان را حکمت ایں بود
نہا تو قلعی کہ درتید بہا نیست	بہ سل بتان راول بہانیت
ہر اسے پیاہش مرے کشیدہ	گہرا نسر بہر نام چیدہ
سہر جنس عالم آندہ شد چنڈ پاک	کہ شدہ ز گنجے قال کیسے خاک
و ساندہر نک خود را بہا نشن	مہرور شدہ مردار و خاشن
سز از اسے کہ سر پہا ہا شہ سود	ز گردن پانیہ بر تختہ افروہ
خراہ بکروکان بہرا یے او	ہتاہوش و گری سنا پتاہ
زالاویہ ہرا ہر گشتہ اوان	چہارباہ عالی ہر داہ آہ
ماہر افش لہو گلہا سہ سینا	نہر زانہ جلد چارباہ از طر سینا
چہ کی کہ از فرازش کو تہ دست	نکین خوشی ہم بہا ہا شہست
شہ تارا از فرو بہ سل گور	توانہ صد نک طاہراہ اختر

اور ہندو کی چرت کے لائق تھی اور جہاں میں مراسمِ مائوسے والا تھا اور جس سے یورپ کے بہت سے رنجہوں کو چھوٹے مہاجر تہذیب سے کرہن کردہ ایک خاص ملک سے تیار کرنا تھا خوب لڑا تھا اور پھر ہنگامہ کر شہنشاہِ مغل کے ادا آکر پناہ لی تھی اور یہاں بھی خوب دولت کمائی تھی۔

تخت کے نیچے کے چوتھے پیر میں کے گرد چاندی کا کنیرا لگا ہوا اور اوپر روئی کی ہمارا کا ایک پیر مرد میں شامیاد تھا ماسما تھا۔ اس انا بیت مکلف پر شاکیں پیچہ کھڑے تھے اور مکان کے ستون زرد بنت ہے۔ اندر سے ہوتے اور پٹنی شہر کے شامیائے میں ہر رستم اور زردی کے پھندے لگے ہوتے تھے تے ہوتے اور ہندو، عہدہ رشتی تا میں کچھ ہوئے تھے اور باہر ایک غیمہ ہے۔ ایک لکھتے ہیں اور جو اس مکان سے بھی شامی ہے اس کی چھت کے ساتھ لاکر لکایا ہوا قصابو من کے نصف تک پیچہ ہوا اور چاروں طرف سے چاندی کی پتھروں سے منڈ سے ہوتے کنیرے سے گھرا ہوا تھا اس کی جو بھی کھلی چاندی سے منڈھی ہوئی تھیں میں نے تھیں ایسی ہندو تھیں جیسے ہمارا کا سزاں اور اتی بھول تھیں اس عالی شان قبر کے باہر کی طرف سرخ رنگ کا کپڑا تھا اور اندر کی جانب بھلی نہیں کی نہایت عمدہ چھت تھی جو اسکا زرخشا سے بنائی گئی تھی۔ اور میں کے ہیل بوٹے ایسے عہدہ اور رنگ ایسے تیز اور شاداب تھے کہ ایک تختہ گلزار معلوم ہوتا تھا۔ اور چونکہ سب امر کو حکم دیا گیا تھا کہ عام دغا میں کی غلام گردش کی ایک ایک محراب کی زرباش و آرائش وہ اپنے اپنے خرچ سے کریں اس لئے بادشاہ کی زیادہ موزنا تھا ہندو حاصل کرنے کے خیال سے ہر ایک

دہ خفاہ جہاں دالہ سرہ پاتے	ازاں شد دایہ تھوٹھ ملک دھت
گند شاو جہاں بخند ہوا دھت	نراہ عالی رافرچ یک تخت
خداوند کے رخسار کی افراخت	نراہ دھت تخت چھت ساخت
افراخت تاکر دھت سا	ہو دھت جہاں شاہ جہاں ما
ہو دھت چھت سا دھت	نراہ دھت کھڑ زرب پائش
ہو دھت چھت سا دھت	گھت دھت شاہ جہاں دھت

دیکھئے امی تاریکی یافتہ و در سرہ ہاں دھت شاہ جہاں دھت (س م م)

لے تاریکی میں ایک بڑے شہر کو کہتے ہیں خلیات الحظاف (س م م)

لئے دو سو سے بڑھ کر ان کی نریب رانیت میں کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام سولہ لاکھ روپے نچے تنگ کنواں اور زر بخت میں فرق اور نرش نہایت بیش قیمت قالینوں کے علاوہ سہ ہزار سہ سو روپے ہو گیا۔

**جشن شادمانہ** | جشن کے تیسرے دن اول بادشاہ اور اُس کے بعد اکثر اشراف نے تلف کے ساتھ بڑی بڑی ترازوؤں میں جن کے پڑے اور بے سہ کے تھے تو سہ لاکھ اور بکے یاد ہے کہ وہ بیکھ کر کہ لوہہ رنگ نریب کا وزن سال گذشتہ کی بہ قیمت ایک سیر زیادہ ہے تمام دربار نے نہایت ہی مسرت نظر ہوئی اس قسم کے جشن ہر سال ہوا کرتے ہیں لیکن اس شان و شوکت کا جشن کبھی نہیں ہوا۔ اور اس قدر بھی خوب ہوا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ بادشاہ کا اس کرور کے ساتھ جشن کرے سے یہ مقصد تھا کہ سوداگوں کو جن کا کتنا وغیرہ لائق کی دم سے پانچ سال کے عرصہ سے کہنے میں نہیں آیا تھا کہ فائدہ ہو جائے! اس جشن میں اُسرا کہت فریاد پڑا اور کارا اُس کا ایک صندوق کے غریب سواروں کے سر چھو گیا جن کو اپنے اپنے امیر کے حکم سے بیٹھا تھا ان کے واسطے کتاب خرید ڈیڑا۔

ان سالہ جشنوں کے موقع پر ایک قدیم دستور ہے جس کو اُسرا بالکل پسند نہیں کرتے یعنی ان کو ایک عہد پیش کش تندر کرنا پڑتی ہے جس کی قیمت بتا سبت ان کی تھوڑی کے کم یا زیادہ ہوتی ہے اور بعض اشراف نہایت ہی عہد عہد چیزیں پیش کرتے ہیں اور یہ اندازے بھی بغرضی خالص اور کبھی اس مطلب سے کہ بادشاہ اُس دست برد کی تحفہ و بخشش کے حکم دینے سے جو انھوں نے اپنے ہر عہدہ پہنچے یا سوہ داری کے زمانہ میں کی تھی باز دینے اور بعض اوقات اُس کے خوش کرنے اور اس طرح اپنی خیر و بڑھاپے کے لئے دیتے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہمیں تو عہد سوئی اور میرے اور تندر اور یا قوت پیش کرنے میں اور بعض سولے کے موقع پر تن اور بعض بہت ہی اشرافیاں ہر بارہ بارہ سوہ کی قیمت کی سوئی ہیں۔ چنانچہ ایک ایسے ہی منج کے موقع پر کہ اورنگ نریب ڈر ہوئے کی دم سے نہیں بلکہ رشتہ داری کی دم سے جنر خاں کی تو تندر حلی دیکھنے کے ہاتھ اُس کے ان گنا تو اس سے ڈھائی لاکھ روپیہ کی اشرافیاں اور کچھ عہد سوئی اور ایک صلہ میں قیمت ایک لاکھ روپیہ کی گئی تھی ضرور کیا۔ مگر شاہجہاں نے جو ہر ہرات کے پہ کھنے میں سب لوگوں سے زیادہ مہارت رکھتا تھا اُس کی قیمت ساڑھے بارہ سو روپیہ سے بھی کم

تخت کی جس کو سٹن کر بٹے بڑے جوہری جھنوں نے اس کے جا پختے میں بانگل دھوکا کھایا تھا پہلے رہ گئے۔

**مینا بازار** | کبھی کبھی ان محضوں کے وقت محل سرا میں ایک فرضی بانا بھی لگا کرتا ہے جس میں آئرا اور بڑے بڑے منصب داروں کی خواہ صورت اور دلہن باہیلیاں دو کھانا لگا کر بیٹھی اور عمدہ کھانا اور نئی تھی وضع اور عمدہ زردوزی کام کی چیزیں اور زری کار منڈیلیں اور صفیہ بادیک کپڑے جو امیر رادوں کے استعمال میں آتے ہیں اور دوسری بیش قیمت ہینیں فروخت کرنے کو رکھتی ہیں اور بادشاہ اور اس کی بیگمیں شاہزادیاں اور دوسری عالی مرتبہ خاتونیں خریداری کرتی ہیں۔ اور اگر کسی امیر کی بیٹی خواہ صورت اور حسین ہوتی ہے تو اس کی ماں اس کو ضرور اپنے ساتھ لے جاتی ہے۔ تاکہ بادشاہ کی نظر پڑ جائے اور ہنگامات سے بھی تعارف ہو جائے۔ اس محلہ کا بڑا لطف یہ ہے کہ خسی اور ذاق کے طور پر غمخوار شاہ ایک ایک چپ کے لئے بھگڑتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ ہلکم صاحب بہت گراں خوش ہیں دوسری جگہ سے اس سے اچھی اور سستی چیز مل سکتی ہے ہم ایک کوڑی بھی زیادہ نہ دیں گے اور وہ کوشش کرتی ہے کہ اپنا مال زیادہ قیمت کو بیچے اور جب دیکھتی ہے کہ بادشاہ زیادہ قیمت نہیں لگاتا تو گفتگو میں اکثر ایسی بڑھ جاتی ہے کہ یہ کہہ اٹھتی ہے کہ آپ اپنے ہرف بیچنے کی فکر کریں ان چیزوں کی قیمت آپ کیا جانیں اور یہ آپ کے لائق نہیں ہیں بہتر ہے کہ کسی اور محلہ تلاش کریں اور بیگمیں بادشاہ سے بھی زیادہ ارزاں خریدے ناچا تھی ہیں غرض کہ دونوں طرف سے ایسی گفتگو بڑھ جاتی ہے کہ ایک جھگڑے کا سواکب ماسعلوم ہوتا ہے۔ مگر آخر کار سوداے ہو جاتا ہے۔ اور بادشاہ اور بادشاہزادیاں اور بیگمیں جو چیزیں اور عمدہ سے خریدتی ہیں ان کی قیمت تودارے دیجی ہیں اور وہ چیزوں کی جگہ آخر نیاں اس طور سے ہاتھ سے بدل دیتی ہیں کہ گریہ و کان دار یا اس کی بیٹی کے حسن و جمال نے ان کو ایسا محو کر دیا ہے کہ وہ یہوں بلو آخر نہیں کی تیری نہیں رہی اور ویسی ہی ہے ہر ذاتی سے دکان و دکان کو اٹھاتی ہے اور اسی طرح سے یہ محلہ دل لگی اور ٹہل میں ختم ہو جاتا ہے۔

شاہجہاں عورتوں کی طرف درازیاہ داخل تھا۔ مگر چ بعض امر اکوٹا گزرا تھا مگر وہ ہر ایک جشن کے موقع پر یہ سواکب کرایا ہی کرتا اور فی الواقع یہاں تک اعتدال سے گھوم جاتا تھا کہ اس موقع پر ان عورتوں کو بھی محل میں لایا لیتا اور عات بھر دیا رکھتا تھا جن کی کچنی

کہتے ہیں۔ جس کے صفی ہیں سوئے سے لیس کی ہوتی اور پھول کی طرح کھلی ہوتی، گر یہ عورتیں بازارِی دھنیں بلکہ باغِت ہوتی تھیں جو بلوہ شادی کے موقع پر انرا منصب داروں کے ہاں صرف ٹاپتے گائے کے لئے جاتی تھیں۔ ان کپڑوں میں اگر چاکڑ صاحب حسن و جمال ہیں اور لباس و پوشاک بھی عمدہ رکھتی ہیں اور گائے میں بھی آنی کرکال ہے اور ٹاپتے میں تڑپنے لگتا ہے اور اس خوبی سے لچکا قاتی اور اس شرمست اندیزی سے ٹاپتی ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے اور تال و میں بھی اودست رہتی ہیں مگر پھر بھی کبھی ہیں۔

شاہجہاں اس پر تما صفت و ذکر تھا کہ یہ عورتیں اس سیدھی آئیں بلکہ ہر جہ کے رنر جو معمول کے موافق وہاں میں سلام کو آتی تھیں تو اکثر ارات بھوکے لئے تھیں لیتا اور ان کے اپنے گلے سے حظ اٹھانا تھا لیکن اورنگ زیب آپ سے نریا وہ بخند ہے۔ اور اس نے ان کا صل میں آنا بالکل بند کر دیا ہے مگر معمول کے موافق پہاڑ شہر کو وہاں میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا۔ اور صرف دود سے سلام کر کے رخصت ہو جاتی ہیں۔

اب چہ کر میں جشن اور خیاباندار اور کپڑیوں کا ذکر کر رہا ہوں تو ایک واقعہ کے بیان کرنے سے باز نہیں رہ سکتا جو چارے ایک ہم وطن ہوتا رٹو نامی کے تعلق رکھتا ہے۔ اور چم کر میرے نزدیک بھی پرناسکستہ کا یہ قول صحیح ہے کہ "میزی اور خلیفہ اقلوں کو کم مشہور رکھنا نہیں چاہیے۔ کیونکہ اکثر طے پڑنا ایک حکم ترانہ کا ایک مشہور مصنف ہے کہ وہ ناکارہ شہزادہ تھا جو انان کے خلیفہ لوتیا میں ایک شہر ہے اس کی پیدائش کا راز انھیں معلوم نہیں مگر خیال کیا گیا ہے کہ شہزادہ لاد میں۔ وہی کے اخیر زمانہ مملکت یعنی اڑتالیس سے لے کر تیرہچھ سترہ تک کسی سال میں پیدا ہوا تھا یہ ایک اعلیٰ خاندان میں سے تھا اور اس نے ایمرتیں حکیم سے خلفہ کے وہ اصول کیے جو من و اعدا اور قرائے عقل سے متعلق ہیں اور اس میں بڑی شہرت حاصل کی۔ علمِ اقلوق اور علمِ رجال میں اس کی بہت سی تصنیفات ہیں اور اس کی سوگ خیالات اور بات طبعی اور اس خاص طرز کی غریب کالٹ جو اس کی تمام تقریریں میں پائی جاتی ہے پڑھنے والوں کی زبان تک صدمہ نہیں رہتا حالانکہ پہنچا اور کہہ کر لیتا تھا۔ اس کی تصنیفات میں سے میں کہتا ہوں کہ اس کی حیاتِ جاودا کی بخشی وہ دم اور قوت کے چھالیس مشہور و معروف لوگوں کا ذکر ہے جس کے بہت سے ترجمے فرانسیسی۔ انگریزی اور جرمن و غیرہ میں ہوئے ہیں۔ اس کی وفات کا سال بھی معلوم نہیں مگر قیاس کیا گیا ہے کہ شہزادہ ہیڈرٹی مدھی کے پانچویں سنہ طوماس میں سترہویں کی عمر میں مراٹھا رانا بیکھر سہیڈ یا ہرنا یا کا

ادفات اُن سے ایک قوم کے رسوم و عادات اور ذہن و دماغ کے باب میں صحت کے ساتھ رائے قائم کرنے میں بڑی بڑی باتوں کی یہ نسبت زیادہ مدد ملتی ہے۔ اس لئے اگرچہ یہ ایک نہیں مگر تاہم نئے نئے کے آئینے ہیں !

بناؤ جہانگیر کے اخیر زمانہ میں ایک نئی اور نئی واقعہ ایک نہایت کامل طیب اور جرات تھا اور بادشاہ اُس پر بہت مہربانی کرتا تھا۔ چنانچہ اکثر اوقات بادشاہ کے ساتھ کھانے پینے میں بھی شریک ہو جاتا تھا اور دونوں حد سے زیادہ شراب پی سیتے تھے اور بادشاہ اور طیب دونوں ایک ہی طرح کے مزاج کے تھے۔ بادشاہ ۳۷ سال تھا کوشب و روز پیش و فضا میں مشغول رہتا تھا اور سلطنت کا کام صبح ابھی مشہور و معروف تکمیل پور میں کو سونپ رکھا تھا جس کی فہمت اُس کا یہ قول تھا کہ مائیں کی عقل و دانائی سلطنت کے انتظام کے لئے کافی ہے۔ مجھے دخل دینے کی حاجت نہیں۔ مزار کی معمولی تلواریں اگرچہ کچھ پیش رو میں رہتی تھیں مگر شاہی کمان سرائی اور اُترا کے ہاں سالار کے لئے جاتے کے باعث اور نیز اس سبب سے کہ لوگ نہ صرف اس کے طیب ہونے کی وجہ سے بلکہ بادشاہ کے مزاج میں دخل کے سبب سے ایک دوسرے سے بڑھ کر اُس کی تواضع کرتے تھے اُس کو بہت کچھ حاصل ہو جاتا تھا مگر وہ یہ کہ یہ بھی قدرہ ذکر اُترا اور ایک اُترا سے بڑھتا اور دوسرے اُترا سے دیر جاتا تھا اور اس لئے سب لوگ اُس کو عزیز جانتے تھے خصوصاً کچھن جن میں کہ اُس نے بہت کچھ کھلایا تھا۔ پس اُس کے ہاں ہمیشہ رات کو ال عوروں کا جگمگاتہ ہوتا تھا یہ اُن دنوں سے ایک خوب صورت طرح نہایت حسین اور ناپختہ میں مشہور بخیر فریفت ہو گیا اور ہر چند طرح طریق کی کوششیں کیں۔ لیکن اُس عورت کو اس اس خیال سے کہ کم عمری کی وجہ سے اُس کے صحت و جمال اور تندہی میں غرق نہ آجائے ایک نکل اُس کو اپنی نظر سے چھوڑ نہ ہوئے۔ وہی تھی۔ اسی حالت میں سب کہ ہر روز صبح کی دھماکے سے اُترا اُس کے پاس پہنچتا تھا اور اُس کے ایک بے نظیر ملازم کے صلہ میں اُس کو انعام دینا چاہتا تھا اُس لئے عرض کیا اُمیدوار ہوں کہ سفر و صحت اس انعام سے معاف رکھیں اور بھائے اس کے میری سوانح منظر فرمائیں کہ یہ تو بڑا بے گناہ ہے اباب نظام کے ساتھ سلام کر حاضر ہوتی ہے مجھے عزت ہو۔ تمام دربار اُس کے اس قدر اور ایسی اور محاسن سے بے گناہ سے جو اُس کے صحرائی اور اس کچھ کے مسلمان ہونے کی وجہ سے شہرہ کی قابلِ قبول معلوم ہوتی تھی شکر کیا



لیکن جاگیر سے جس کو زمین اور مذہب کا کچھ بھی خیال نہ تھا ایک بڑا متعہدار اور حکم دیا کہ اس کچھنی کو اس کے لائن سے پریشادادہ کہو کہ اسے جانے۔ چنانچہ فوراً سسرے دروازوں پر اُس کے کام سے پریشادہ لکھی اور وہ اس افہام کو لے کر خوشی خوشی گھر کو چلتا ہوا۔

**ہاتھیوں کی لڑائی** | مٹی کا انتہام ہمیشہ ایک ایسے تھامے پر ہوتا ہے جس سے یورپ میں کرنی بھی واقف نہیں یعنی ہاتھیوں کی لڑائی پر جو عام خلقت کے سامنے ہمارا کی زندگی میں لڑائے جاتے ہیں۔ اور بادشاہ اور بیگمات اور تمام اشرافہ کے بصرہ کوں میں سے یہ خواہاں کیجئے ہیں۔ چنانچہ ایک عام دیوار تھیں یا پارتھن پورٹا اور ہاکی یا جھنڈ اور بھی ذاتی جاتی ہے اور اُس کے دونوں جانب سے دو قوی ہیکل ہاتھی جن پر دو دو آدمی سوار ہوتے ہیں مقابلے کئے جاتے ہیں دوسرا آدمی اس لئے ہوتا ہے کہ اگر ہاتھی کی گردنی پر سے ایک گر پڑے تو دوسرا انگلی سے اُس کو چٹائے۔ اور یہ لوگ کہیں تو ان کو پھٹلا دے کہ اور کسی پڑے پھٹے کہ اور پانچوں سے ختم کے دے کر آگے بڑھاتے ہیں یہاں تک کہ سچا پائے جانے والے دیوار کے پاس پہنچ کر ایک دوسرے پر حملہ کرتے اور ایسی جھڑپاں ہوتی ہیں کہ کسکے خوف آتا اور سوار اور دونوں کے زخموں سے ان کا زخمہ رہنا مقرب معلوم ہوتا ہے۔ یہ لڑائی اکثر رات کو کرتی ہے اور مٹی کو دیوار تھیں لگا کر جاتی ہے اور نہ ہواست اور دیر غنمی انہیں چھاندر کر دیتا ہے۔ چھاندر کرنا وہ اُس کو بھگارتا ہے اور ایسا پہنچے دیتا ہے کہ آتش بازی کا پھیرنا کے بغیر ہواں۔ کہ یہ سچ میں چھوڑ دی جاتی ہے حریف سے ٹک نہیں ہوتا کہ نہ جانور یا مین فور ایک پہ ہوا اور سر ہوا آگ سے بہت گھبراہٹ ہے اور یہی سبب ہے کہ سب سے آتشیں تھیلہ لڑائی میں لڑنے چاہتے تھے وہی ہاتھ لڑائی میں بہت کم کاٹا مارا گئے ہیں۔ اور اگر یہ سڑیپ کے ہاتھ سب سے زیادہ دیر جاتے ہیں۔ مگر خواہ کہیں کے ہوں میدان جنگ میں نے جلد سے پہلے ہر سر ہاں نہ ہو جاتے۔ کہ ہے ان کے گالوں کے پاس ہندو تھیں اور ٹانگوں میں چلنے چھوڑے جاتے ہیں۔

ان عظیم الشان جانوروں کی لڑائی کا خاتمہ بڑی بے دردی پر ہوتا ہے یعنی اکثر یہ ہوتا ہے کہ ہاتھی اپنے حریف کے ہاوت کو اپنی سونڈ سے پکڑ کر پیچھا لگاتا اور فوراً پاؤں سے کھینڈا کرتا ہے۔ ہاوتوں کا نام ایسا خطرناک ہے کہ یہ نہ صرف آدمی اپنے ہمدردوں کے اس عہد پر درخت ہوتے ہیں کہ گویا مرنے کو جاتے ہیں۔ لیکن ان کے دل کو افسانہ

سے کسی قدر تسلی رہی ہے کہ اگر زندہ رہے اور بادشاہ اُن کی کاغذداری سے راضی ہوا تو نہ صرف اُن کی تنخواہ بڑھ جائے گی بلکہ اُنھی سے اُترتے ہی پچھٹی روپے کے پیسوں کی ایک تحصیل مل جائے گی اور اگر کام آگئے تو اُن کی تنخواہ اُن کی ہری کو ملتی سب سے گئی اور جیٹا اُن کی نگہِ نوکر ہو جائے گا۔ اس تماشے میں مہاتوں ہی کی جان نہیں باقی بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ان فضیلتِ باندوں سے بچنے کے لئے ایسی سخت، سخت پڑتی ہے اور پھیل اور سوار اس طرح بھاگتے ہیں کہ بعض آدمی گر کر لوگوں یا خود ہاتھوں کے پاؤں سے کھل جاتے ہیں۔ چنانچہ جب دوسری بار بھگوا اس تماشے کے دیکھنے کا اتفاق ہوا تو صرف اپنے گھوڑے کی خوشی اور خدمتِ گاروں کی کوشش کی بدولت میں بچ سکا تھا۔

**جامع مسجد دہلی** | اب مرقم ہے کہ میں قلعہ کا ذکر چھوڑوں اور پھر شہر کی طرف رجوع کروں جس کی دو عمارتوں کا ذکر کرنا اب تک باقی ہے۔ چنانچہ اُن میں سے ایک تو بڑی مسجد ہے جو وسط شہر میں ایک مرتفع پہاڑی پودا تے ہوئے کے سب سے اعلیٰ اس مسجد کی بنیاد درغلام مسلمانوں کے مطابق شاہجہاں کے چوبیسویں سالِ عیسوی میں رکھی گئی تھی اور ہر روز پانچ ہزار راجہ مزدبیل اور ادھنگ تلاش کرتے تھے اور ادھو اس اہتمام کے چوبیسویں دن لاکھ روپے کے خرچے سے تیار ہوئی اس کے تین گنبد ہیں "تو سے گز طول اور تیس گز کے عرض میں اور اندو کو سات میل ہیں اور باہر میں کی طرف گیارہ دروازے ہیں میں ایک تو بہت بلند ہے اور پانچ پانچ اور اندوھر والے نورانیچے ہیں اور پڑے دروازہ پر کلمہ "یا مادی" بطور طعنا اور باقی دونوں ہر شاہجہاں کے نام کا کتبہ اور تاریخ تعمیر اور زر معارف میں کوثرِ خوشنویسی نے خط نسخ سے لکھا تھا سنگ مرمری کی کچی کاری سے بنا ہوا ہے اور دونوں کے دروازوں طرف تہاچہ بلند اور خوش نمایاں ہیں جن میں اوپر چائے کے لئے زینے اور سروں پر بارہ درزی کی پڑجیاں، بہت کشتا بنی ہوئی ہیں۔ شمالی - نوارہ بجلی کے صحن سے گرچا تھا اور عمارت اور صحن کا فرش بھی جو شام سنگ مرمر کا ہے۔ چائیا سے گڑا گیا تھا گر سکار عالمی انگریزی کے مطابق مسلمانوں میں اُس پتارہ کو بنادیا اور روشن بھی بدست کرا دیا۔ اس مسجد میں چوکر کوئی گھبراہو نہ تھا اور اس وہ سے انہم کی آواز کی گیسر سب خانہ میں کو بھی پہنچ سکتی تھی اس واسطے شاہزادہ مرزا سلیم ابی مسیح الدین مرزا کبیر شاہ بدشاہ نے مسلمانوں کے لئے دروازہ کے نیچے میں ایک کمرہ کھدائی کی اور کتبہ خوشنویسی لکھا ہوا ہے۔ مسجد کے اندر فرش سنگ مرمر کا ہے۔ اُس مسجد میں کئی کئی کتبے لکھے جانے ہیں جو بھی سنگ مرمر کا بہت

بہت دور سے نظر آتی ہے اور اس کی بنیاد رکھنے سے پہلے پہاڑی کی سطح کو خوب ہموار کر دیا گیا اور چاروں طرف چوکر صیدان کھول دیا گیا تھا جہاں مسجد کی چاروں سمتوں سے چار بڑے بازار آکر ملتے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک قوسہ دروازہ کے خانے ہے اور دوسرا عقب میں اور دو دونوں قطعی دروازوں کے محاذی اندر جاتے کے لئے تینوں ضلعوں میں کوئی پچیس کہیں۔ ان تیسری چھریں غریبوں کی سڑکیاں بنتی چلی گئی ہیں اور پشت کی جانب پہاڑی کی اونچائی تک چھریوں کو اور خوب صاف کر کے لگائے گئے ہیں جن سے پہاڑی کی ڈھلوانی چپ کر عمارت خوبصورت ہو گئی ہے۔ اس کے تینوں دروازے سنگ مرمر سے بنے ہیں اور نہایت عالی شان ہیں اور ان کے کمروں پر تانبے کی پتلی کی چٹیاں جڑی ہوئی تھیں حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ خوش طبعی بنا ہوا ہے۔ شمالی دیوار میں کچھ تیرکات جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سکے ہیں اور وہ مقام درگاہ آثار شریف کہلاتا ہے۔ مسجد کا صحن ایک مربع صحن کے وسط وسط کا ہے اور اس کے بیچ میں چندہ اور بارہ گز کا نرسہ سنگ مرمر کا حوض ہے جس میں غبارہ لگا ہوا ہے۔ صحن کے چاروں طرف بڑے بڑے داغ اور حجرے اور مکانات بنے ہوئے ہیں۔ اور چاروں کونوں پر بارہ دروازے کے چار ٹریس ہیں۔ جنوبی اور شرقی دیوار کے سامنے دائرہ ہندی طرز کا درخت دیکھنے کو جاتا ہے اور صحن کے تینوں دروازوں میں بھٹی کی ڈھچھے بنے ہیں۔ جنوبی دروازہ پر درخت کے قلابی حجرے بنے ہوئے ہیں۔ اور تینیں سڑکیاں ہیں جن پر تیسرے پہر کو جمع عام ہوتا ہے۔ اور ہلالی اور قاعدہ والے اور کبابی اور اصل مرمر سے بنے ہیں اور اس اثر سے درخت والے آکر جمع ہوتے ہیں۔ شمالی دروازہ بھی درخت کے ٹھوس بنے ہوئے ہیں اور اس طرف اکتالیس سڑکیاں ہیں۔ اگرچہ اس طرف بھی کبابی بنیے اور سروسے والے دروازے لگاتے ہیں لیکن بڑا تماشا اس طرف عمارتوں اور قصر غولوں کا جاتا ہے۔ تین غولیں بڑا بڑا کریشٹا ہے اور داستان اسیر جزو بادعہ قائم طاقی اور کہیں داستان بوشان خیال منشا ہے جس کے بننے کو سیکڑوں آدمی بھیجتے ہوئے ہیں ایک طرف ماری قاشا کر شاہ اور بھانٹی کا کھیل ہوتا ہے اور دوسرے کونوں اور وہاں کو بڑھا جاتا ہے۔ شرقی دروازہ پر بھی مکانات بنے ہوئے ہیں اور اس کے آگے تین سڑکیاں ہیں جن پر ہر روز گوری لگتی ہے۔ ہر گز بڑا ہر روز کامیلا ہے۔ جنازہ طرز کے کپڑے اگنیوں پر لٹاتے ہیں اور خرمین ہوائی طرز طرز کے خوش آواز جلاور پھروں سے بھرتے سمیر کرتے پھرتے ہیں۔ ایک طرف کو تر دے کہو ترسیچت ہی ایک جانب گھوڑے والے گھوڑے لے کھڑے ہیں



نو پادشاہ قندھار سے کبھی تو اٹھتی پر جو خوب صحابہ اہل اودھ میں پر سنہری اور نقش کام کی عماری کسی ہوتی ہوتی ہے سوار ہو کر نکلتا ہے ۔ اور کبھی سنہری اور ہادی کام کے تختہ دال پر دو کتاب یا ارمغانی رنگ کی نعل وغیرہ سے مزین ہوتے تو نعلوں پر ہندو سوار ہوتا ہے اور جس کو آٹھ چیدہ اور بھاری بھاری وردیوں والے کھار کا قندھار پر اٹھاتے ہیں سوار ہوتا ہے ۔ اور کچھ کچھ بہت سے آملر ہوتے ہیں یہ سب تو گھوڑوں پر اور ہینڈ پانکھوں میں سوار ہوتے ہیں اور انہیں میں لے کچھ بہت سے منصب دار اور چاندی کی چھٹیلوں والے چوبدار وغیرہ ہوتے ہیں ۔ میں اس سواری کو سلطان روم کی پاشان و شرکت سواری سے تشبیہ نہیں دے سکتا اور نہ بادشاہین عہد کے جنگی لڑکے جلوس سے کیونکہ اس کا بھل اور شان و شوکت کچھ اور ہی طرح کی ہے مگر کچھ کم شاہیاد نہیں ہے ۔

**کاروانسرا** | دوسری قابل ذکر عمارت وہ کاروان سرا ہے جو شاہجہاں کی بڑی بیٹی معروف بیگم صاحبہ نے جس کا میں نے گذشتہ طوائف کی تاریخ میں بہت کچھ ذکر کیا ہے بنوائی تھی ۔ صرف اس شانزاری نے بلکہ اور اُس کے بھی لڑکے پادشاہ کے خوش کرنے کو شہر کی رونق بڑھانے میں بہت مدد دیے صرف کیا ہے ۔ یہ ہمارے پائیل کی طرح ایک بڑی اور محراب دار مربع عمارت ہے جس میں برابر برابر کوٹھڑیاں اور کئی کے آگے پلینڈہ پلینڈہ برائے ہیں اور یہ دو منزلہ ہے اور چوبیسے پلینڈہ کوٹھڑیاں اور ہر ایک کے نیچے ہیں ۔ ایسے ہی اور کئی منزلہ بھی ہیں اور اچان اور قورانی اور دوسرے پدمین و پندہ خارجہ حالت کی جگہ سمجھ کر اس میں آن کر نہیں رہے ہیں ۔ گئے گزرت کو اس کا دروازہ چھوڑتا ہے ۔ لافس پیرس میں بھی دس میں جگہ ایسی عمارتیں ہوتی ہیں جگہ پدمین آدمیوں کو وہاں پہنچے ہیں محفوظ اور محفوظ مکان کے حاصل کرنے میں اس قدر جبرانی ہوتی ہیں تو درگاہ ہوتی ہے ۔ یہ تاجسر تاجنگی دوست آشنائیوں سے مل کر زیادہ آرام کا مکان مل جاتے اسی میں نہیں رہتے ہیں اس کے علاوہ یہ ہر قسم کے ال تجارت کے نہیں رہتے اور یہ بھی سوداگروں کے اترنے کے لئے ایک عمدہ اور آسائش کا مقام ہے ۔

**پیرس اور دہلی کا مقابل** | میرا خیال ہے کہ اس موقع پر آپ مجھ سے یہ مزید دریافت کریں کہ اس شہر کی عام آبادی کی تعداد اور آسودہ حال لوگوں کا شد پیرس کے مقابلہ میں کیا ہے ۔ میں دہلی کا ذکر ختم کرنے سے پہلے میں اسی کی بات

شاہجہاں کے دام امیری اور عہد ان کے یہ

کرتا ہوں واضح ہو کہ ہیرس کے تمام مکانات کے سرفنرلہ اندھ غفلت ہوتے اور قریباً سب طرح کے لوگوں سے محصور ہوتے اور اسی طرح اس کے تین ڈیوار فہروں کے باہر ہوتے اور سڑکیں اور گلی کوچوں کے عورت اور مرد اور بچوں اور سواروں اور اذاع و انعام کی گاڑیوں سے بھرے رہتے اور اس میں بڑے بڑے چوکن اور باغوں اور میدانوں کے بہت کم ہونے کی وجہ سے پیرس بھگوار آدمیوں کے ایک بن کی مانند معلوم ہوتا ہے۔ اور اس وجہ سے مجھے یقین نہیں کہ جیسے آدمی اس میں ہیں اُنہیں ہی دہلی میں بھی ہوں مگر بے ہتدیان کے اس دارالسلطنت کی دست اور بے شمار دکانوں اور اس بات پر خیال کرتا ہوں کہ امرا کے طائرہ پتیلیں خواہ سوار سے اس میں کبھی کم نہیں رہتے جو قریباً سب کے سب خیال دار اور صاحب اولاد اور سب کے پاس بہت سے ڈگر چاکر ہیں جو اپنے آقاؤں کی طرح بلند بلند سناٹوں میں رہتے ہیں اور کوئی ایسا گھر نہیں جس میں عورتیں اور لڑکے باہر سے موجود نہ ہوں اور شام کو جب دماغ گرمی کم ہو جاتی ہے اور لوگ باہر نکلتے ہیں تو تمام سڑکیں اور گلی کوچے بارود و اپنی دست کے خلقت سے بھرے ہوئے نظر آتے ہیں اور یہ دار سواروں دہلی سے جگہ جگہ جاتی ہے، بہت ہی کم دکھائی دیتی ہیں تو ٹھیک طرح سے بتانا میرے لئے مشکل ہے کہ دہلی اور پیرس کی آبادی میں کیا نسبت ہے۔ لیکن میرے خیال میں اگر پیرس کے برابر دہلی آدمی نہیں تو کچھ زیادہ کم بھی نہ ہوں گے۔ البتہ اگر اس وقت لوگوں پر نظر کی جائے تو بے شک پیرس میں اور اس میں ایک نمایاں تفاوت معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ پیرس میں دہلی میں سے سات یا آٹھ آدمی کھڑے ہوتے سے دست اور مستقل صورت نظر آتے ہیں لیکن دہلی میں صرف دو یا تین آدمی ایسے دکھائی دیتے ہیں اور باقی قریب اور بچے پڑائے کپڑوں میں دکھائی دیتے ہیں جو بچا سے نوعی نازت کی خاطر یہاں چلے آتے ہیں لیکن میں اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ مجھے اکثر ایسے لوگوں سے ملنے جلنے کا اتفاق ہوتا ہے جو اچھے دھیر اور عمدہ اور مستحضر ہاں پہنے اور عمدہ کھڑکیں پہنے ہوئے ہوتے اور نظر دست تھک ساندھ لے جاتے ہوتے ہیں۔

امرا کی ساری | جس وقت امرا اور امیر اور منصب دار لوگ چمک دینے یا دہلی میں حاضر ہوتے ہوئے آتے ہیں تو اس چمک سے جو قطع کے سامنے ہے کوئی زیادہ بلند مقام نظر نہیں آتا۔ چنانچہ ہمارے طرف سے بہت سے منصب دار مار مارے ہوتے

عہدہ گھوڑوں پر چڑھے ہوئے اور چار خوش پوشاں خدمت گار ساتھ لئے ہوئے جن میں سے دو چمکے اور دو دستہ کھار کھٹے کے لئے آگے آگے رہتے ہیں آتے ہیں۔ اُٹرا اور راجہ بیٹے تو گھوڑوں پر اور مجھے عہدہ ہاتھوں پر اسکا اکثر شکستہ پانکھوں میں جس کو چھوچھو کہاں گئے ہوئے ہیں نہ بہت کامیاب۔ لگا کے پان چباتے آتے ہیں۔ جس سے یہ عہدہ ہوتا ہے کہ منہ خوشبو دار اور ہونٹ سرخ ہو جائیں۔ اور پانکی کے ایک طرف تو ایک خدمت گار دانت نکالے اور چاندی یا چھتی کا اگلا لڑاں جس کا حقہ کے ساتھ ہر ناخوردی ہے لئے چمکے ہوتا ہے اور دوسری جانب وہ خدمت گار ہوتے ہیں جو اپنے آسائش پسہ ایک کو پٹکھا جھلے یا گرو غبار اور کسبیاں اڈانے کو سوزن چل لے آتے ہیں اور تین چار پیارے دستہ کھٹے رکھنے کے لئے آئے آگے دوڑنے اور کچے قوت اب وہ دھیر خوش لباس جوان گھوڑوں پر چڑھے ہوئے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔

مضافات شہر دہلی کے قلعہ کی زمین نہایت درخیز ہے اور آس میں ایکہ۔ گیہوں، مضافات شہر، جو، نیلی، دھان، اجیر، ہمار، رنگ، اش، اور موٹے وغیرہ جو عام لوگوں کی خوراک ہے باقراط پیدا ہوتے ہیں۔ دہلی سے چھ میل اگرہ کے راستہ پر ایک مقام ہے جس کو مسلمان "قلب الدین" کہتے ہیں اور یہاں ایک بہت قدیم عمارت ہے جو کبھی شہر منصف کا مقصد تھا وہ دہرا ہے جس کو ہندوستان کے مشہور راجہ پرستھی راجہ عرف ملے پتھورا نے سنہ ۱۶۷۲ء میں سلطان مظفر اور حشرہ میں اپنے قلعہ کے ساتھ جوایا تھا اور شہر جو سلطان مظفر اور موافقہ مظفر کر ایچتی میں مغل الدین میں سام عرف شہاب الدین غوری کے سپہ سالار قلب الدین ایک نے جو امر کار دہلی کا بادشاہ ہوا اور سلطان قلب الدین کہلایا۔ دہلی کو فتح کیا اور اس کو صوبہ بنایا اور شہر کی دھارہ پر فتح کی تار بیخ اور اپنے نام کا کتبہ کھدوایا اگر کوئی ایسے حروف میں کی طرف منصف نے اشارہ کیا ہے اس کو گھسی کندہ نہیں ہوا لہذا اس کے صحن میں ایک دائرہ ہے جو سرے پاؤں کو روکے کی ڈھلی ہوئی ہے اور جو زمین پر ہے انہیں نہ چھانچا بلکہ اس میں کی جڑ کی مڑائی کا سیدہ پانکی نہ تین اٹکی ہے اس کی نسبت یہ کہانی مشہور ہے جو بالکل غلط ہے کہ اسے پتھورا کے وقت میں پتھوروں نے اس کو پاک ہنگ کے صوبہ اس فرض سے نکالا تھا کہ اسے پتھورا کے قلعہ کی عمارت کی کھنڈیوں سے اس پر منکرت زبان اور ناگرم حروف میں میں اٹھو کہ کندہ ہوا۔ میں کا غلام مغلوں یہ ہے کہ مسند کے راجہ نے راجہ دھار سے لڑنے کو فوج جمع کی تھی۔ ہند

ہندوؤں کا دھڑ تھا اور اس پر ایسے حروف میں کچھ لکھا ہوا ہے جو ہندوستان کی موجود  
 زبانوں کے حروف میں سے کسی سے بھی نہیں ملتے اور نہ کوئی شخص اُن کو پڑھ سکتے  
 تھے۔ دوسری جانب ایک بادشاہی بارے ہے جس کو "شاہنشاہ" کہتے ہیں اور جو  
 ایک بہت خوبصورت اور عالی شان عمارت ہے جسکی "فرن ٹن بلور" اور "سینٹ جبریل"  
 اور "دوسلیس" کے مقابلہ میں نہیں۔ یقین کیجئے کہ دنیا کے کونوں میں ایسے محل اور عالی شان  
 مکانات نہیں ہیں جیسے کہ سینٹ کلوڈ، چھنٹ لی۔ میروان۔ لائیور۔ پارمیل ہیں اور نہ  
 بقیہ مائیں مغرب و مشرق، لڑائی کے راجہ ڈیلائے فتح پائی اور یہ لائق مہر بادشاہی فتح کے بنائی گئی اس  
 کے بننے سے پہلے مر گیا۔ صاحب آئینا الملوک کہتے ہیں کہ تیسرے درجہ صاحب نے لکھا ہے کہ اس راجہ  
 اور کچھ حال معلوم نہیں ہوا بجز اس کے کہ مستاپور کے راجہ تھے اور اس سب سے انھوں نے خیال کیا ہے کہ یہ  
 جاگزی صرف تیسری یا چوتھی صدی میں مروج تھے اور اس سب سے انھوں نے خیال کیا ہے کہ یہ  
 نام پانچویں صدی سے بہت دیر کے نام ہیں۔ مگر انھوں نے یہ بھی گمان کیا کہ اس کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ راجہ  
 کی تاریخ مشرق سے مسلمانوں کی مملواری پر ہے بلکہ بہت تمام ملتی ہے اور ان تاریخوں میں اس نام  
 کا ذکر نہیں ہے۔ علاوہ اس کے اس نام پر مست کنندہ مذکور ہے یعنی پڑا ہے کہ کبریاہیت سے  
 پہلے کی ہے کیونکہ کبریاہیت کے بعد مست گئے کا اور کوئی دکنی سند مقرر کرنے کا باطل رہا ہو گیا  
 تھا۔ اس کے سوا اسی زمانہ میں ہشتاپر کے راجہ کی تاریخ باطل ہمارا انتظامان دیلوں سے ہمارے  
 نزدیک یہ نام راجہ سید ہادی حسن بادشاہی ہوئی ہے۔ راجہ ہشتاپر کی اور اس سے انھوں نے نام ہے  
 اور اگرچہ راجہ اندھرت میں آجے تھے وہ نہ قدیم تھے نہ آجے کا ہشتاپر ہی تھا اور اسی سبب سے  
 ہشتاپر کے نام لکھاتے تھے۔ مذہب اس راجہ کا جیشوی تھا اور اس نام کے کتب سے بھی یہی مذہب  
 معلوم ہوتا ہے۔ تاریخ کی حدود کتابوں سے ظاہر ہے کہ راجہ سید ہادی ایک جڑاوسر پانچ برس قبل مسیح  
 میں طبع السلام سند نشین ہوا۔ لیکن اگر پانچویں صدی میں جو صحیح صاحب نامہ جو ہشتاپر کی سند نشین کا نام  
 ہے۔ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ نامہ آٹھ سو پانچ سو سال قبل مسیح تک طبع السلام سند نشین ہوا تھا۔  
 اور اس سبب سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نامہ لایم صدی میں قبل مسیح طبع السلام تھا۔ لیکن تاہم  
 پڑی دہائی اور ایک دہائی کے نامہ نے راجہ دانا کا بیٹا نامہ جس قصہ سے اس نامہ نے اس کو بنایا تھا لکھا  
 کہ لائو کو نسب کوٹا۔ اور کہ جب نہیں کہ یہ بات تیسری یا چوتھی صدی میں ہوئی ہے۔ جب پہلے چھوڑا  
 تھے اس لائو کی تحقیق اس کتاب کے اس مقام میں جہاں کثیر کے آٹھ لکھا ہے لکھا ہے کہ گئی ہے۔ - - -





شاہجہاں کے ایام امیری اور مہار گئے یہ

ہے۔ اور جن کا بیان میں آئندہ کروں گا لیکن اس کی شعہ پناہ نہیں ہے اور بعض اور امور میں بھی وہی سے گستاہا ہے۔ اور ہر نگہ پہلے سے کسی مجوزہ نقش پر نہیں بنایا گیا اس لئے وہی کے سے متوالو وضع اور سے اور دیتے بازار میں سے اس کو اختیار حاصل ہے۔ اس میں نہیں ہی البتہ چار۔ یا پانچ بازار بہت طولانی ہیں اور ان کی عمارتیں اچھی ہیں مگر ان میں بیماری زیادہ ہینیتے ہیں اور ان کے سراسر چھوٹے چھوٹے تنگ اور بے قاعدہ ہیں جن میں بہت سے گوشے اور پہنچ و خم ہیں اور اس سبب سے جب پادشاہ کا قیام یہاں ہوتا ہے تو ان میں عجب کنگش اور دھکا بیل رہتی ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ان دونوں قصروں میں جو بڑی بڑی نامہ الا قیادتیں ہیں وہ میں نے سب بیان کر دی ہیں مگر ان پر ایک بات اور اضافہ کرتا ہوں کہ اگر کوئی ملندہ مقام سے کھڑے ہو کر دیکھیں تو گاؤں کی شکل کا معلوم ہوتا ہے۔ اور اس کا خطرہ گاؤں کی طرز کا اور خوش خصل ہے کہ اگر اس کا معمول ہے کہ اپنے مکانات کے صحنوں اور باغوں میں سایہ کے لئے بڑے بڑے درخت لگواتے ہیں اور انار اور مامہ اور دوسرے دولت مند لوگوں کے بڑے بڑے مکانات کے باہر ایک دوسرے سے نصل کے لئے نہایت فرحت بخش پھول پھلوا رہی اور درخت اور پل لگائے گئے ہوتے ہیں اور ان میں ہندو مہاجروں کی اونچی اونچی پتھر کی عمارتیں ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے کسی جنگل کے اندر کوئی پڑائی لگاسی۔

ایک گری سے چلے نچنے ملک میں کہ جہاں تازگی اور آرام حاصل کرے کہ آنکھیں فوہ بخود سزے کی متلاشی ہوتی ہیں اگرچہ ایک ایسا خطرے مشہور دل کو ایک خاص طرح کی فرحت دیتا ہے مگر یہ خیال کرے کہ دنیا کا ایک نہایت عمدہ اور خوش خفا نظارہ دیکھنے میں آئے گا آپ کو چہرے کے چھوٹے کی ضرورت نہیں کہ نہ کہ تو یقیناً آپ کو نوٹ فی آن پر بھی حاصل ہو سکتا ہے چنانچہ اگر آپ فرماؤں کہ اس پر جا کر بیٹھیں اور دیکھیں کہ خلقت اور گاؤں کا کیا عجیب و غریب جھگٹ اور طرح طرح کی چیزیں اور بیڑ مہاؤں نظر سے گذرتی ہے اور بھرات کو بیٹھ کر غلط کریں تو بے شک میں آپ سے بڑھ چکا ہوں کہ فرمائے اس سے زیادہ دلچسپ نظارہ اور کہاں دکھائی دے سکتا ہے۔ اور اس پر سے مکانات کی بے شمار کھڑکیوں میں سے جو صاف اور صیسی و صیسی نظر آتی ہے اور دیکھتے تو وہ کیا لطف دکھائی ہے اور جو بیڑ مہاؤں اور گاؤں اور لوگوں کا جہم دن کو رہتا

ہے وہی آدمی رات کو بھی نظر آتا ہے اور ممالک ایشیا کے برخلاف جہاں ایسا ہوتا کبھی ممکن نہیں۔ پیرس میں دیانت دار اہل شہر کی بیسیاں اور بیسیاں چور اچکوں کے خوف اور کچھروں کی تکلیف کے بغیر بے تحلف بازاروں اور گلی کھجوں میں چلتے پھرتے اور جہاں تک نظر جاسکتی ہے خواہ کوئی اور کیا ہی مرم کیوں نہ ہر چاروں طرف دل ٹھٹھ کی نظریں روشن اور جگمگاتی نظر آتی ہیں۔

شفیق من پیرس میں پلنٹ فی آف پکچرٹس ہو کر بے شک آپ میری دوسراری ہمدردی سے کہہ سکتے ہیں کہ دنیا میں انسان کا بنایا ہوا اس سے زیادہ خوش بنا کوئی منظر نہیں ہے۔ لیکن چلیں اور جاپان کی میں نہیں کہتا۔ کیونکہ میں نے ان کو نہیں دیکھا اور اس کی حویلی اس وقت اور بھی بڑھ جائے گی جب کہ لوگوں کی تعمیر ختم ہو جائے گی اور لوگوں کے قول کے برخلاف جو اس کے نقشہ کو دیکھ کر کہتے تھے کہ یہ صرف کاغذی کاغذ پر لکھا ہوا دیتا رہے گا۔ حقیقتاً وجود میں آ جائے گا۔

انسان کے بنائے ہوئے منظر کی قید میں نے اس لئے لگا دی ہے کہ دنیا کے عہدہ مناظر کے ذکر کے ساتھ ہر اس فنکار کے نام منوں کے لحاظ سے قسطنطنیہ کے اس قدر کی منظر کو ہر مسند کی بڑی کھاڑی میں سے اس طرح نظر آتا ہے کہ ایک طرف تو قسطنطنیہ ہے اور دوسری جانب پراخت گورنر سٹیل ہے مشتقی اگر وہ عاجز رہے ہے حقیقت یہ ہے کہ جب پہلے پہل میں قسطنطنیہ کے اس بے چارے منظر کو دیکھا تو میری طبیعت پر ایسی خوشی غالب ہوئی جو کبھی نہیں بھولی سکتی اور میں نے اس کو ایک جاو کا بنایا ہوا لکھی تھی ایڑ خیال کیا۔

میں نے زبان میں ایسی ہیغری شکل کر کہتے ہیں۔ میں چونکہ یہ تھی ایڑ یعنی تا شاخا نے ہیغری شکل کے بنائے جانے تھے تاکہ لوگ اس کو جھکڑا سانی کے ساتھ قریب سے تا شاخا دیکھ سکیں۔ اس لئے ان کا نام ایسی تھی ایڑ میں کا نام کافی سی ایم ہے۔ اور میں کو کہنے ہوئے بہت عرصہ ہوا مگر مصالحوں کی طرف کی وجہ سے ایسا ہے کہ اس کو کھنڈ کہنا مشکل ہے بلکہ اب تک شہر روم کی نہایت عالی شان عمارت میں سے ہے۔ اس راوی میں چاہا ہے جو شہر روم کی سات پہاڑیوں کے بیچ میں ہے۔ یہ عمارت زمین کی طرح اس لئے دم جہمشی ہوئی ہے کہ تا شاخا نے اپنے اپنے رتبہ کے موافق اپنی اپنی جگہ کہ جو ان کے لئے مخصوص تھی جھکڑا تا شاخا دیکھ سکیں۔ چنانچہ سب سے اول دم کے چہرہ پر شہنشاہ تخت پر اور انہوں نے سینٹ اور بڑے بڑے مجسٹریٹ اور وہ سب سے کورائی عورتیں جو مسجدوں کی

تھے ماشیہ منہ گزشتہ خدمت پر متعین تھیں سولہ چاندی اور ہاتھی دانت کی کرسیوں پر  
 بیٹھتی تھیں۔ اور ان سے چپچپے کے چہرے پر وہ بہادر اور نامدار سب ہی بیٹھتے تھے جن کو نائن کہتے  
 تھے اور ان کے بعد عام لوگوں کی نشست تھی اور سب سے اوپر اور اخیر کے چہرے پر عام شریف لڑکے  
 جو تماشا کرنے والوں کے برہنہ ہونے کی وجہ سے قریب سے دیکھنا پسند کرتے تھے بیٹھتی تھیں۔ مگر  
 اسی طرح طالع کلوں کے چلانے والے اور تماشا خانہ کے دوسرے اہلِ خدمت اس کے دواؤں و دواؤں  
 کی جھجوں پر بیٹھتے تھے۔ اس عورت کا ظلم و شان اس سے بڑھ کر لڑکا چاہنے کو جب کہیں یہ تماشا خانہ  
 سے بالکل بھری ہوتی تھی تو سنا سی ہڑت کم بیٹھنے والے نہ ہوتے تھے۔ اس عمارت کے پچ  
 کاسیوں آرتھا کھٹا تھا کیونکہ خون کی دھو روکنے کی غرض سے اس میں ابتدائی زمانہ میں آرتھا یعنی  
 ریت بھائی جاتی تھی مگر پھر یہاں تک تکلف نہ کیا کہ ریت کی عریں مختلف دھاتوں کا برادہ اور  
 مشگرف بکڑے ہوئے بواہرات کی تہہ بکھپاتے گئے۔ لیکن ایک ماحتم قسم کے سفید چھڑکا ہوا بکھپایا جاتا  
 جس سے آرتھا کی سطح برف جیسی معلوم ہونے لگتی تھی۔ زیادہ تر لطف غوال کیا جاتا تھا۔ اور چھت  
 نہ ہونے کی وجہ سے جب اس پر مرغواں رنگ کا ایک بڑا پیشی زردی کا رخسار مانتا جاتا تھا تو اس  
 میں سے دھوپ کی شعاع جو آرتھا کے سفید اور شفاف سطح اور روی صوبہ دلوں کے سفید چہروں پر  
 پڑتی تھی تو نہایت ہی کیفیت دکھاتی تھی۔ آرتھا کے گرداگرد پانی کی نہریں ہوتی تھیں جس میں سے پانی تیر کر  
 آرتھا میں تڑخا کر نئے لے جانے آتے تھے۔ یہ تماشا خانے رومیوں کی مغلطت جمہوری کے انجمن زاد  
 کی ایجاد تھے اور چونکہ قدیم اہلِ روم ہر قسم کے خوں دینا اور غوناگ تماشاخانے دیکھنے کے لیے اشتہار کے  
 ساتھ شائق تھے اس لیے ان کے حکام اس شوق کو اس جنگی جوش کے ترقی دینے کی غرض سے جس نے  
 ان کو دنیا کا مالک بنایا ہوا تھا جاری رکھتے تھے۔ سب سے پہلا تماشا خانہ سوسائٹس میں تھیں مگر  
 شہرِ روم میں ہوا تھا اور مشہور وہی جب کہ رومیوں نے کارنیج والوں پر نئے پانی اور ان کے ہاں کی لوٹ  
 میں ہاتھی بھی آئے تو وہ بھی اس تماشا خانہ میں داخل کئے گئے اور اس طرح سے ان میں وحشی جوارحات  
 کے داخل کئے جانے کی ابتدا ہوئی اور رفتہ رفتہ یہاں تک قیمت پہنچی کہ جالادوں کے باہم دینے ہی پر  
 منحصر رہا بلکہ ملک میں لوگوں کا ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا جس کا ہر چہ تھا اس کا تمام حاصل کرنے کی غرض  
 سے باہم جھگڑاؤں سے لاتے اور ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے۔ یہ لوگ چھتری ایڑی کھاتے تھے اور ان  
 کے ساتھ وہ تمام غوناہ وہ جسے بھی شامل کئے جاتے تھے جو تماشے کی رونق بڑھاوے کے لیے ازبجہ اور  
 کے جنگلوں سے پکڑے آتے تھے تھوڑے عرصے میں اس نہایت ہی کے زمانہ میں یہ وحشیانہ اور غوناگ تماشے شامل

حیرت کثرت سے کہنے جاتے تھے، تا شانی لوگ اکثر اس فرض سے اول وقت پر آتے تھے کہ برٹے بیٹے ایک سافنت کو آسمان کو کہیں میں کے آتے ہر حسین یا لڑکی کا ضرور بلند ہوتا تھا جو ان کے خیال کی عام پسند کی یا پسند کی پر متوقف تھا۔ اور جب شہنشاہ آتا تو لوگ یہ نعرہ لگ کر چلے کہ ۱۰ سے سب کے ناک اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوش حال تیرے لئے خوشی اور نفع پہنچے ہو۔ جب بادشاہ آن کر بیٹہ جانا تو طرح طرح کے تماشے ہوئے لگتے چٹا کچے کھجوریں سے آرتیا میں پانی چھڑک دیا جاتا اور ایک جہاز آتا اور تباہ ہر کراس میں سے ایک فرل عجیب و غریب جالوروں کا نکل پڑتا۔ بعض اوقات زمین پھٹ کر دشت نکلتے اور فقی پر سنہری جھوسے گئے ہوئے ہوتے۔ کبھی انہی تو کلاکات لاپڑ ۱۱ شقیہ تصور بطور اہل کے دکھایا جاتا۔ اور یہ درصت اس خوش گوار عاشق کے داگ اور دو تار سے کے ساتھ ساتھ چلتے گر تعجب سے کہ تماشے کے کس کو سنے کے لئے آفریں کی طرح آخر میں پہنچے اس شخص کو کہ آفریں بننا تھا۔ کبھی سے بچہ دایا جاتا تھا اور اس کے بعد نوکرا اور اشتعال پسند دایا آرتیا کے دوران کھول دیتے اور تم کسم کے دشمنی درند سے چاروں طرف سے باہم لڑتے اور ایک دوسرے کو پھاڑ کھاتے کے لئے چھوڑ دیتے جاتے اور لوگ نہایت بے رحمانہ دشمنی کے ساتھ ان کے حملوں اور بھاڑ کے طریقوں پر خود کوئے اور بے دوستی ان غریب حیرانات کے چلنے اور خود نکل جانا سے چترس کھانے کی جگہ نہایت خوش ہوتے اور اگر کبھی اتنی سے کوئی جانور پھانسا آہا تا اور سب کا خاتمہ کر دیتا تو چاروں طرف سے انعام کے طور پر یہ مسابقت ہوتی کہ اس پہلو کو چھوڑ دے تاکہ اپنے وطن میں آرام سے رہے۔ یہ لوگ اسی پر اکتفا نہ کرتے تھے بلکہ ان جالوروں سے انسان لٹا جاتے تھے جو کوئی زندہ چھوڑ کر کوئی شکاری وضع میں ہوتا تھا اور بعض صرف خالی ہاتھ ہی اپنی ٹھہرتی اور چالاک سے حریف پہنچا آتے تھے۔ لیکن اس پر بھی اس وحشت کا خاتمہ نہ تھا بلکہ اہل روم انسان کو مرنا دیکھنا چاہتے تھے اور اس فرض سے گہرا روگ اور بچارے جیسا کہ مذہب کے آدمی ان دندن کا شکار کرانے جاتے تھے۔ اس کے بعد لاشیں اٹھائی جاتی تھیں اور تمام دنیا میں وہ جہازات اور سفید چتر کا چھوڑا میں کا نوکر اور پر کیا جانے کا ہے عین کی ہر مرنے کرنے کے لئے پھاڑا جاتا تھا۔ اور سب سے عمدہ تماشے کی لذت آتی تھی۔ یعنی گلیڈی ایٹروں کی لڑائی شوق ہوتی تھی میں سے کسی کے پاس تلوار اور کسی کے ہاتھ میں نیزہ اور کوئی گلی اور کوئی بھاری زندہ چھوڑے۔ کوئی گاڑی میں کوئی پیوں کوئی گھوڑے پر سوار ہوتا تھا۔ اور ان میں داخل ہر کسب کے سب جہاز شہنشاہ کو بڑی سلام کرتے تھے۔ سر ہاتھ پر مرے دلتے گھسک سلام کرتے تھے۔ ۱۲ ہینہ دونوں میں بعض نام لوگ بھی اپنی خوشی سے شامل ہر کچھ روپے کے لڑتے تھے جن میں سے کسی کوئی بک بھی جاتا

لیکن اگرچہ اس منظر میں جو خوبی کی باتیں ہیں وہ سب قدرت کی معنوعات ہیں اور پیر میں جو کچھ ہے وہ قریب ساری انسان کی صنعت ہے گریسری سائے میں پہلے کی بہ نسبت پہچلا زیادہ دلچسپ ہے۔ کیونکہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ شہر ایک بڑی سلطنت کا دار الحکومت اور ایک ذی قدرت بادشاہ کا جائے قیام ہے۔ دہلی آگرہ اور قسطنطنیہ کی سب طرح کی خوبیوں کو تسلیم کرنے کے باوجود میں انصافاً یہ کہہ سکتا ہوں کہ دنیا کے شہروں میں پیرس سب سے زیادہ شہر اور خوبصورت اور سرائیک طرح سے مقدم ہے۔

جیہ ماشہ صفر گزشتہ تھا گرامیا بہت کم ہوتا تھا کیونکہ وہی مغلوبہ درم کرنا نہ جانتے تھے یہ لوگ کبھی ایک ایک کبھی اکٹھے ہر کر لڑتے اور جب کوئی اپنے حریف کو زخمی کرتا تو شایبہاں کی طرف دیکھ کر کہتا اس کے کاری زخم لگا اور اس کے ادا لٹانے یا چھوڑ دینے کی اجازت چاہتا چنانچہ شایبہاں اپنا انگوٹھا اگر لوہے کا اٹھاتے تو چھوڑ دیتے اور اگر گہرے کو کرتے تو ادا لٹانے کا اشارہ سمجھا جاتا اور پیارہ مغلوبہ اگر اپنی گدی آخری ضرب سے بچنے میں ناکام کرتا تو زمین میں کاٹھڑی بڑا اور لوگ بھاڑ کر کہتے کہ بھاڑا مل کر دے یعنی لوہے کے تھپار کے سائے جاؤ اور مقدس کناریاں اور محلِ فائیں اور سینٹ کے دانہ بھی اس کو ایک کیل بجھتے اور کسی کو بھی یہ خیال نہ آتا تھا کہ یہ کیا حرکت کی جاتی ہے گزشتہ میں میں صبا لہر جب کے ایک درویش کی برکت سے یہ وحشیہ زائد ترے کیل متوقف ہوئے مگرچہ اس پیارہ کی جان اس میں گئی تھی وہ میں معاشرے کے وقت آریا میں آگھسا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر بولا کہ اس طرح غریبہاں سے اپنا زاد اور میں خدا سے تم کو تھمارے دشمنوں پر غالب کیا ہے اس کی رسم کا تو کشت زہن کے تماشوں کے مداح دیکھتے عمت کرو جس پر چاروں طرف سے غل ہوا کہ یہ دنیا کی جگہ نہیں بچے بچے ہٹ جا اور گلیہ کی ایڑوں نے دیکھے دے کر اسے پیچھے تھاروا۔ مگر وہ ہمادادہ با استقلال شخص پھر ان کے بیچ میں آگیا اور لڑنے سے روکنے لگا۔ جس پر - ہفاوت ہفاوت - کا شہر بھا اور حاکم نے بھی اپنا آواز اس میں شامل کی اور گلیہ کی ایڑوں نے اس بیچارے کو بکڑے کر ڈالا اور چاندی طرف سے انٹ تھرا اور جو کچھ ملا لوگوں نے اس مظلوم پر برسا یا۔ لیکن اس عجیب واقعہ کے بعد لوگوں کو یہ خیال آیا کہ یہ کیا حرکت کی گئی اور سب کے دل چل گئے اور انھوں نے سب کو یہ واقعہ کی حقیقت بڑی بے رحمی اور گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں اور اس واقعہ کے بعد یہ شایبہاں پھر کبھی نہ ہوا۔

میسائی گر جا اور کالج | اگر وہ میں ایک گر جا بھی ہے جس کو جیسویٹ نژد کے لوگوں نے بنایا تھا اور ایک اور مکان ہے جس کو وہ کالج کہتے ہیں جس میں

بہت سی باتیں میسائی گھرانوں کے بچوں کو عقاید مذہبی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مگر مجھے معلوم نہیں کہ یہ میسائی خاندان یہاں کس طرح جمع ہو گئے ہیں شاہجہاں جیسویٹ پاروں کے بنیاد اور مہرمانہ سلوک نے ان کو یہاں سکونت اختیار کرنے پر راضی کیا ہے۔ جس زمانہ میں پرتگیزیوں کا ہندوستان میں بڑا زور تھا ان جیسویٹ لوگوں کو جو ایک مذہبی گروہ ہے شہنشاہِ اکبر نے نکال کر یہاں آباد کر دیا تھا اور گذشتہ اوقات کے لئے کچھ سالانہ مقررہ کر دینے کے علاوہ لاہور اور آگرہ میں گر جا تعمیر کرنے کی بھی اجازت دی تھی اور جہاں گروہ اپنے باپ سے بھی بڑھ کر ان کا مددگار تھا گر جا یہاں کے عہد میں ان کو بہت تکلیف پہنچی اُس نے ان کا سالانہ ہنڈ کر دیا اور لاہور اور آگرہ جاتا ہوا ہر سال ہی مسافر کر دیا اور آگرہ کے گر جا کا بھی بہت سارے مسافر اس مندرے کے جس پر گھنٹہ لگا ہوا تھا اور جس کی آواز تمام شہر میں سنی جاتی تھی گروہ دیا۔ جہاں گیر کے زمانہ میں ان لوگوں کو اُمید تھی کہ جہاں مذہب کچھ نہ کچھ یہاں پھیل جائے گا کیونکہ جہاں گیر حقیقت میں قرآن کے مسائل کو نہایت دلچسپی سے لے کر تھا اور جہاں کے مذہب کے مسئلے اس کو اچھے سمجھاتے تھے کہ ان پر اپنا تعجب ظاہر کرتا تھا۔ چنانچہ اُس نے اپنے دورِ تعلیم میں بھائیوں یا بھینچوں اور مرزا قوام کریم (دعوتِ اقرین) کو جس کا فتنہ بھی ہو چکا تھا اور شاہی محل سراہی میں پست و پیش پائی تھی۔ میسائی جو جاننے کی اجازت دی تھی اور جہاں نے کیا تھا کہ اس کے ماں باپ میسائی تھے۔ دیکھ کر اس کی ماں جو ایک دولت مند اتنی کی یہ تھی جہاں گیر کی خواہش کے موافق محل میں داخل ہو گئی تھی اور یہ لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ جہاں گیر کے میسائی جو جاننے کا قصد اس درجہ کو پہنچ گیا تھا کہ اُس نے تمام دربار کو فرنگستانی لباس پہنانے کا دلیرانہ ارادہ کیا اور ایک دن خلوت میں یہ لباس پہن کر اپنے ایک بڑے امیر کو بلا دیا اور اُس کی اس باب میں رائے دریافت کی مگر اُس نے ایسا اندیشہ ناگوار دیا کہ جہاں گیر نے ذکر یہ ارادہ چھوڑ دیا اور اس تمام قصد کو منہی کے پہلو میں اٹا دیا۔ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جہاں گیر نے انتقال کے وقت چھائی جو کر رہا تھا باقیات اور ہم کو جاننے کا حکم دیا تھا مگر لوگوں نے یہ پیغام ہم تک مطلق نہ پہنچایا۔ لیکن اور لوگ اس امر سے بالکل اتفاق رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جیسوا وہ زندہ گی میں کسی مذہب و ملت کا پابند نہ تھا

دیرپا ہی اغیر و کت میں بھی نہ تھا اور آپ کی طرح اُس کا بھی ارادہ تھا کہ اپنے کو پنجہ بنا کر ایک نیا مذہب جاری کرے۔ میں نے ایک مسلمان شخص کی زبانی میں لایا کہ آپ جہانگیر کا خادم اور اُس کے امور خانگی سے تعلق رکھتا تھا مگر ہے کہ آپ دفعہ بادشاہ سے شرب کی شرک میں کئی بڑے بڑے ملاؤں اور ایک پادری شری مٹھن غلام شش کو جس کی تند خوئی کی وجہ سے جہانگیر نے اس کا نام "پادری آتش" رکھ دیا تھا بلکہ آپ نے اُس سے بنا کر بادشاہ کے حکم کے موافق بڑے دور سے دین اسلام کے بطن اور اپنے مذہب کی تائید میں گفتگو کی تو بادشاہ نے کہا کہ مسلمان ملاؤں اور جیوٹ پادریوں میں جوئی سا نہ تھا اُس کے آئینہ کے لئے یہ عہدہ موقع ہے اور حکم دیا کہ ایک جڑ سا کھود کر اُس میں آگ جلاتی جائے اور پادری اپنی انجیل اور ایک لہا پنا قرآن فضل میں لے کر اُس میں کود چڑھ دو تو میں سے جو بھی جائے گا میں اُس کا مذہب قبول کر لوں گا۔ چنانچہ پادری آتش نے اُس امتحان کو قبول کر لیا لیکن ملاؤں اور گئے اور بادشاہ دو دنوں پر دم کر کے اس آزمائش سے باز آیا۔ یہ تصدیق ہو چکی کہ اُس میں شرک نہیں کو جہانگیر کے دربار میں جیوٹ لوگوں کی بڑی عزت و حرمت تھی اور اُس وجہ سے اُن کو دین عیسوی کے یہاں پھیل جانے کی قوی امید تھی مگر اُس زمانہ کے عہد پرستار اُس ربط و ضبط کے جو دارا شکوہ اور خاور ہوزی کے باہم تھا اس قسم کی امید کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی۔

**عیسائی مبلغ** | اب چونکہ اس جگہ بغیر قصد کے شہری لوگوں کا ذکر آگیا ہے تو میں اجازت چاہتا ہوں کہ ایک بڑے خط کے کھنڈے سے پہلے جو آپ کو لکھنے کا ارادہ ہے اس اہم معاملہ میں مقصد کے طور پر چند باتیں بیان کروں میری دانست میں ان لوگوں کا مقصد پشیدہ ہے اور اس کام کے لئے جو یہ ایسے دور دراز ملک میں آئے ہیں بے شک آسٹریف کے لائق ہیں خصوصاً کیپر شین اور جیوٹ فرقوں کے لوگ جو اپنے عقاید مذہبی کو ہر قسم کے لوگوں پر نہایت سیکسٹی کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں اور بے تیزی اور تعصب کو دخل نہیں دیتے اور عیسائی مذہب کے ہر ایک شخص سے خواہ وہ کاتھولک فرقہ کا ہو یا پروٹسٹنٹ یا ہٹ کے چپ کے کا مقلد ہو۔ اور انشورین ہو یا جیکوٹ مہمت اور نیا ضی سے پیش آتے ہیں۔ اور پردہ میں اور مفکر احوال عیسائیوں کے پشت پناہ اور باعث تسلی ہیں۔ اور اپنے علم فضل اور قابل تصدیق خوش اوقات سے غیر مذہب کے بے ایمان اور میاض لوگوں کے لئے حرم



کا باعث میں کمرہِ مستی سے بعض ایسے بھی ہیں جو اپنے نہایت مذموم افعال سے مذہب کو بدنام کرتے ہیں جن کا بکوائے مشن کے مقدس کام کے اپنے اپنے کان و نثر و مذاقِ اولیٰ ہی میں بہتہِ مجناوب ہے کیونکہ ان کا دین و مذہب صرف ایک دکھاوا ہے اور بجائے اس کے کہ لوگوں کو ان سے ہدایت ہو آئے اُن کی گمراہی کا باعث ہیں لیکن سب ایسے نہیں اور نہ اصل دعا کے لئے معزز ہیں اور اس کام کے لئے اگر ایسے لوگ تجویز ہو اکریں جو علم و عمل میں ممتاز ہوں تو میں تو قدامت پسند کرتا ہوں اور میرے نزدیک یہ لوگ نہایت ضروری اور مصلحتی کے لئے باعثِ نفع ہیں اور عیالِ تنوں پر دعا جب ہے کہ تمام عالم میں اپنے دین کی تعلیم و تلقین کے لئے ایسے لوگ بہم پہنچائیں جو اپنے نیک، زاہد اور عمدہ افعال و عبادت میں حواریوں کا نمونہ ہوں مگر کہیں آپ یہ نہ سمجھ لیں کہ میں اس خوش فہمی میں اس قدر غور ہو گیا ہوں کہ میں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ جس حد حواریوں کے ایک وفد کے دخل سے ایک اثرِ عظیم مرتب ہوتا تھا اُن کا ہی اس زمانہ کے مشہری لوگوں کے دخل سے بھی ممکن ہے۔ کیونکہ بہت ہرارت اور کافور لوگوں کے ساتھ ملتے جلتے رہنے کے باعث اُن کے دلوں کی تاریکی سے بکے اس قدر واضحیت ہو گئی ہے کہ ہرگز یقین نہیں کہ دو یا تین ہزار آدمی ایک دن میں یہاں لے آئیں خصوصاً مسلمان بادشاہوں اور اُن کی مسلمان رعایا سے تو کسی طرح بھی متبادل مذہب کی امید نہیں اور چونکہ مانگِ ایشیا کے وہ سب مقامات میرے دیکھے ہوئے ہیں جہاں مشہری لوگ منیم ہیں اس لئے میں اپنے تجربہ کی مدد سے کہہ سکتا ہوں کہ ان لوگوں کی خیرات اور تلقین کا اثر مشرکوں ہی پر ہونا ممکن ہے اور یقین نہیں کہ وہ سب میں بھی ایک مسلمان عیال ہی ہو جائے۔ یہ سچ ہے کہ مسلمان انجیل کو مانتے ہیں اور مسیحی علیہ السلام کا ذکر بغیر نہایت ادب و تعظیم کے نہیں کرتے اور بلا لفظ - حضرت - صرف - معنی - کبھی نہیں کہتے اور ہماری طرح اس کا بھی اتنا قدر رکھتے ہیں کہ وہ معجزانہ طور پر کنواہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے اور یہ کہ وہ کلیمۃ اللہ اور - روح اللہ تھے لیکن بائبل کے تابعیت سے کہ وہ اپنا وہ دین جس میں پیدا ہوئے ہیں چھوڑ دیں اور اپنے پیغمبر کے برحق نہ ہونے کو مان لیں مگر باوجود ان سب باتوں کے پھر بھی فرنگستان کے عیالوں کو چاہئے کہ مشہری لوگوں کی ہر ایک طرح سے مدد کریں اور اُن کی دعا اور ان کی غایت اور دولت اپنے خیرات و دہانہ و معنی علیہ السلام کے جلال کے بڑھانے میں صرف ہوتی چاہئے مگر اس غرض کا حصول اہلِ عرپ ہی کو ہونا چاہئے۔ کیونکہ مشہری لوگوں پر

فما جہاں کے ایام امیری اور عہد بادشاہی

اس کا برجہ ڈالنا مناسب نہیں۔ اور اس بات کی نہایت احتیاط رہنی چاہیے کہ یہ لوگ احتیاج کی وجہ سے کسی ذلیل اور حقیر کام کے کر بیٹھنے پر مجبور نہ ہوں اور صرف اُن کی فادہ رخ الہائی ہی مطلوب نہیں بلکہ وہ ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو مستعد اور ہوشیار اور نیک کردار اور ہمیشہ اشیات حق کے لئے سامی اور نیکی کرنے کے متوالی اور جہاں کہیں مرتبہ پائے اپنے خدا کے باغ و دنیا میں کمال مستعدی اور شوق سے محنت کرنے کی خواہشمند ہو اگرچہ یہ کام ہر ایک عیانی ملک پر واجب ہے مگر کسی طرح کی لغو اور بربادی باتوں پر نہیں کر کے یہ نہ بھگ لینا چاہیے کہ تبدیلی مذہب کا معاملہ ایک آسان کام ہے

شہزیادوں کو اچھے کام کی ترقی کے لئے ایک اور پُرانوس متبرکہ سے مقابلہ کی ضرورت ہے اور وہ خود میانیوں کا وہ خلاف ادب طریقہ ہے جو بادشاہ اس اقتدار رکھنے کے کہ خدا تعالیٰ ہماری قربان گاہ پر بغیر خاص موجد ہے اپنے گرجاؤں میں بہتے ہیں بھلا ف مسلمانوں کے جو نماز کے وقت مسجدوں میں باہم گفتگو کرنا تو کیسا سرتک نہیں لگتے اور خدا کا خوف اور ادب اُن کے دل پر چھایا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

**دعوت تاجروں کی کوٹھی** | اگرچہ میں ڈپے لوگوں کی جو کے غلہ کی ایک تجارتی کوٹھی بھی ہے جس میں اُن کے چاروں پانچ آدمی رہتے ہیں یہ پہلے ہانا

اور پھر بڑے آئینوں اور سادہ اور سنہری اور دوپٹے فین اور آئینی چیزوں اور شیل کی تجارت کرتے تھے جو اگرچہ کے قریب و جوار میں بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ خصوصاً بیاتہ میں جو اگرچہ سے دو منزل ہے اور جہاں ان کی ایک اور کوٹھی ہے اور سال بھر میں ایک دفعہ وہاں جا یا کرتے ہیں سادہ ادب نہ صرف جلا پر بلکہ کھیتو سے بھی جو اگرچہ سے سات یا آٹھ منزل ہے اور وہاں بھی ان کی ایک کوٹھی ہے اور سب برصوں میں ان کے گھاسٹے وہاں جاتے ہیں بہت سا کپڑا خریدا کرتے ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اب زیادہ سابق کا سا فائدہ نہیں رہا اور غالباً اس کے دو سبب ہیں ایک یہ کہ ان کے مقابلہ میں اتنی لوگوں کی تجارت بہت بڑھ گئی ہے۔ دوسرا یہ کہ اگرچہ سورت سے لہجہ (ان کی اصل قیام گاہ ہے) بہت دور ہے اس کے

لہجہ اور یہ دلی کیفیت غالباً اس جبر کا نتیجہ ہے جس کے شعلے صفت کہنا ہے کہ۔ یہ قول رند مذہب بڑے فطیر پہلا۔ اور خود کے احوال کے مطابق بہت اور دشمنی سے بچنے والے ہیں کے پیروں میں خاص اپنی عبادت گاہوں میں۔ خلاف ادب طریقے مروج ہیں۔

علاوہ ان کے کاروائیوں کو جو خراب راہ اور پہاڑوں سے بچنے کے لئے جو راستہ میں پڑتے ہیں گواہیاد اور ہر پلن پور کی سیوھی شرک چھوڑ کر احمد آباد کے راستہ مختلف راہوں کی محل داریوں میں سے ہو کر آئے ہیں اکثر اوقات حادثوں کا سامنا ہوتا ہے لیکن باوجود ان خطرات کے میری داستان میں انگریزوں کی طرح اگر وہ سے یہ اپنی کوٹھی کبھی نہیں اٹھائیں گے کیونکہ ان کو اب بھی گرم مصالحوں کی قسم کی جنسوں میں بہت شغف رہتی ہے اور ایک یہ بھی تاہم ہے کہ ان کے اقبالی آدمی دربار شاہی کے قرب میں رہتے ہیں اور اگر جنگل، پتہ سورت، یا احمد آباد میں جہاں ان کی کوششیاں ہیں صوبہ دار یا کوئی اور عہدہ دار کسی طرح کا علم یا مائنسانی ان کے ساتھ کرتا ہے تو فوراً اس کی شکایت دربار میں کر سکتے ہیں۔

### روضہ تاج محل

اب میں اپنے اس خط کو دو محبوب مقبروں کے ذکر پر جن کی وجہ سے اگرہ کو دہلی پر فوقیت حاصل ہے ختم کرتا ہوں۔ ان میں سے ایک مقبرہ تو اکبر کا ہے جس کو اس کے بیٹے جہانگیر نے تعمیر کرایا تھا اور دوسرا شاہجہاں کی بیگم - تاج محل - کا جو حسن و جمال میں لائق تھی اور بادشاہ اس پر ایسا نرینہ تھا کہ کبھی اس کو اپنے سے جدا نہ کرتا تھا یہاں تک کہ اس کی وفات کے وقت شدت غم سے قہر بہہ تھا کہ اس کے ساتھ خود بھی چلے۔ میں اکبر کے مقبرہ کا زیادہ ذکر کرنا نہیں چاہتا کیونکہ اس میں جو خوبیاں ہیں وہ تاج محل کے مقبرہ میں جس کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں کامل طور پر موجود ہیں اگر سے محل کو مشرق کی طرف آپ اگر جائیں تو ایک لمبا چڑھا راستہ دکھیں گے جس پر فرش لگا ہوا ہے اور تھوڑا تھوڑا بلند ہوتا گیا ہے۔ جس کے ایک طرف تو ایک چوکور باغ کے ایک ضلع کی جو سمت میں چارے چلتی رائل سے بہت زیادہ ہے ایک لمبی اور اونچی دیا رہے اور دوسری جانب تعمیر مکانات کی ایک قطار بنتی چلی گئی ہے جو ان محراب دار برائڈوں سے مشابہ ہیں جو دہلی کے بڑے بانڈوں کی دوکانوں کے آگے بنے ہوئے ہیں اور جن کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں اور جب آپ اس دیوار کے نصف میں پہنچیں گے تو دائیں کو یعنی ان مکانات کی جانب آپ کو ایک بڑا دروازہ ملے گا جو اچھا خاصہ بنا ہوا ہے اور جو ایک کاروانسرا کا دروازہ ہے۔ یہ دروازے کے مقابل یعنی دیوار کی طرف باغ کے دروازہ کی طرف اور وسیع عمارت ہے جس میں سے ہو کر باغ میں جاتے ہیں اور جس کے دونوں طرف پتھر کے دو بڑے حوض بنے ہوئے ہیں۔ یہ متبیل شکل کی عمارت ہے اور ایک ایسے پتھر سے بنی

خدا بہاں کے اچھا مہری اور عبادت گاہ

ہوئی ہے جو سرخ سنگ مرمر کے مشابہ ہے لیکن ویسا صفت نہیں ہے اس عمارت کا پیش  
 والاں صفت لوہیں کی عمارت کے پیش والاں کی بہ نسبت جو سیٹ انٹونی کے کچھ میں ہے  
 مہری دانست میں زیادہ لہا اور اپنی وضع میں زیادہ عالی شان ہے مگر بلندی میں اسی قدر ہے  
 اس کے شوق اور مرقل اور کارشتیں اگرچہ فی الواقع عمارت کے اُن اوضاع خسہ کے مطابق  
 نہیں ہیں جو ہمارے فرانس کی عمارتوں میں احتیاط کے ساتھ ملحوظ رکھی جاتی ہیں۔ کیونکہ یہ عمارت  
 ایک خاص اور مزالی ہی وضع کی ہے لیکن تاہم دلچسپی سے خالی نہیں اور میری رائے میں بے اعتدال  
 اس قابل ہے کہ جاسی فن عمارت کی کتابوں میں جگہ پاتے اگرچہ ترتیباً یہ تمام عمارت صراحتاً  
 قسم کے مختلف اور وضع والاں اور محرابوں اور غلام گردوں پر مشتمل ہے جسے اوپر بھی ہوتی  
 ہے۔ مگر باوجود اس کے بہت عظیم الشان ہے اور اس کا نقشہ اور تعمیر دونوں بہت دلچسپ  
 ہیں۔ اور کوئی گھر اس میں ایسی نہیں ہو چکا جو لکھ ہر ایک مقام نہایت خوش نما اور ایسا ہے  
 کہ آگہیوں دیکھنے سے سیر نہیں ہوئیں۔ چنانچہ سب سے اظہار اندہ جو میں نے اس کو جا کر دیکھا  
 تو میرے ساتھ ایک فرانسیسی سردار بھی تھا۔ اور مہری طرح اس کی بھی یہی رائے تھی کہ  
 یہ ایک ایسی عمارت ہے کہ جس کی تعریف کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ مگر میں کچھ ذیل لکھوں کہ مجھے  
 عرف تھا کہ شاہ ہندوستان میں مذمت سے رنجہ کے سبب میرا مذاق بگڑ گیا ہر لیکن میرا  
 رفیق جو تازہ وارد تھا سب اس نے یہ کہا کہ تمام فرنگستان میں ایسا صیرت الازا اور عظیم الشان  
 مکان میں نے کوئی نہیں دیکھا تو میری نہایت تسلی ہوئی۔

دروازہ کی عمارت میں اگر آپ داخل ہوں تو اچھا کو ایک بہت اونچے گنبد کے نیچے  
 پائید گئے جس کے سب طرف غلام گردش اور نیچے دولار جانب دو والاں ہیں جو اسٹیل یا  
 دس فرانسیسی ٹٹ اونچے ہیں اور پیچھے صراحت میں سے آپ داخل ہوں گے ویسی ہی دوسری  
 جانب پائیں گے جس میں سے گلد کہ ایک ایسی روش پر پہنچے ہیں جو فرنگ تمام باغ کو  
 برابر دو حصوں میں تقسیم کرتی چلی گئی ہے۔ یہ روش جو آٹھ فرانسیسی ٹٹ کے قریب اونچائی ہے  
 اس قدر چمک ہے کہ چمکٹاؤں برابر برابر چل سکتی ہیں اور سوسے سے لے کر فرنگ بڑی ہوتی  
 ہو کہ صحت پتھروں کی سلیوں کا فرش لگا ہوا ہے اور نیچوں پہچہ شربتی ہوتی ہے جس کی روکا  
 ملے دانت میں ایسے چمکے چمکے مرمر (مرمر) اور لٹے ہیں اور تعمیر یا تعمیر تک کر لیتے ہیں جیسے سرخ سفید  
 و سرخ سیاہ اور مرمر سرخ میں کم سنگ مرمر اور تنگ موٹی دیوڑے ہیں۔ سامنے

کے چھترام گھڑے ہوئے اور زینا نقل کے لئے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر فہارے لگے ہوئے ہیں اور کوئی ہیں یا کچھیت قدم چل کر اندر پشت کی طرف منہ پھیر کر اس دروازے کی عمارت کو دیکھتا خالی از کیفیت نہیں کیونکہ دروازہ کی عمارت کی طرف بھی اگرچہ بیرونی رخ جیسی نہیں لیکن نہایت ہی بلند اور اسی وضع کی ہے۔ دروازہ کی عمارت کے دونوں جانب باغ کی دربار کے ساتھ ساتھ تھوڑی سی کرسی دے کر لمبی اور چوڑی غلام گرد و خیش بنی چلی گئی ہیں جن کے چھوٹے دروازے چھوٹے ستروان پر قائم ہیں اور برسات کے موسم میں غرا اور مساکین بیوت کے لئے کوہرہ کے شاہجہاں کی طرف سے جاری کی ہوئی ہے منت میں تین ہزارن میں اگر جمع ہوتے ہیں۔ اب آپ پھر اسی بڑی دوش پر تائی یہاں سے آپ کے نمیک سامنے وہ بڑا گنبد نظر آئے گا جس میں حکیم کی قبر ہے اور جس کے دائیں بائیں چہترے سے دواخانے باغ کی روشیں درختوں سے ڈھکی ہوئی اور چمن پھولوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ اس گنبد کے دونوں جانب سنگ سرخ سے دلی ہی دو بڑی عمارتیں بنی ہوئی ہیں۔ جیسی دروازہ کی عمارت ہے اور یہ دونوں پشت کی طرف باغ کی دیوار سے ملی ہوئی ہیں اور ان میں جانے کے لئے تین تین محراب دار دروازے ہیں۔ ان کے بعض حصے بالا خان کی طسرح ایک دو سوے پر واقع ہیں جن میں جا کر معلوم ہوتا ہے کہ گویا بڑی بڑی اور بچی غلام گرد و خیش ہیں ان عمارتوں کے اندر کے فرش اور چھت اور دیواروں میں آرائشی کام ہے ہونے میں اور چونکہ وہ عرصہ دلیس ہی ہیں جیسے کہ خود مقبرہ کے اندر کے زیورات کی کامیابی اس لئے ہیں ان کا بیان کرنا غیر ضروری جانتا ہوں اس بڑی دوش اور دوش کے مابین ایک اچھا دسویں صحن ہے جس کو میں تشبیہاً - مائٹ پارٹیز کہتا ہوں کیونکہ تھوڑے اُس کے فرش میں لگے ہوئے ہیں وہ تراش کر اور طرح طرح کی شکلوں کے بنا کر اس طرح سے لگائے گئے ہیں گویا پانی سے بھری ہوئی کیا دیوں کے گرد - باگس - لگا ہوا ہے یہ عمارت سفید سنگ مرمر کا ایک بڑا گنبد ہے اور تقریباً اسی قدر اونچا ہے جس قدر کہ والد علی گریں ہے اور

---

لے پائیر کے نفی سنی ہوا اور سطح زمین کے ہی ٹکڑوں میں اس قسم کی پچن بندی کر کے ہیں۔ جو طرح طرح کی چھوٹی چھوٹی کیا ریاں بنا کر انیاز کے لئے ان کے اوپر دھڑلہ گاس وغیرہ جاری جاتی ہے جس کے عوض رنگیناں ہیں باگس بوڑھو غیا کی طسرح کی ایک بوئی ہے لگاتے اور اس کو تراش کر کیا دیوں کے اور گرد مختلف شکل کے جائیے اور صوبوں بناتے ہیں۔ س م م

تھ شہر چرس کے ایک گرہا کا نام ہے۔ س م م

اس کے گرد اگر سنگ مرمر کی چھوٹی چھوٹی بڑیاں ہیں جو محلِ انترتیب پہنچے اور اوپر تختی چلی گئی ہیں۔ یہ کل عمارت چار بیڑی عمارتوں پر قائم ہے جن میں سے تینیں بالکل کھلی ہیں۔ اور چوتھی ایک مکان کی دیوار سے جن میں ایک غلام گردشِ بنی ہوئی ہے بند کر دی گئی ہے جس میں کئی - ملازمین صل کو خواب پہنچانے کی خاطر غاہرا دلی ارادت کے ساتھ بیٹھے ہیں قرآن شمع کرتے ہیں اور اسی غرض سے یہاں مقرر ہیں ان میں سے ہر ایک عمارت اس طرح پر سجائی گئی ہے کہ سفید سنگ مرمر میں سیاہ سنگ مرمر (سنگ موٹی) کے بڑے بڑے عربی حروف بنا کر جھانے ہوتے ہیں جو نہایت خوش منا ہیں اور گنبد کا کانسہ اور اوپر سے پہنچے ایک تمام دیواروں کی دو کار سنگ مرمر کی ہے اور کوئی جگہ ایسی نہیں جو صنعت اور ہنرمندی سے خالی اور ایک خاص اور ذاتی صن درگشتی ہو اور مقبرہ کی تمام دیوار کی مدد کار میں جو سنگ مرمر کی ہے اور ہواوریشپ اور قحین اور مد مری قسم کے بیش قیمت اور گہا ب پتھروں اور اس قسم کے پتھروں سے جیسے کہ فلارین میں گرائڈ ٹوہک کے گرجا میں ہیں بے شمار وضع کی اور نہایت خوبصورت اور پُر نزاکت بھی کاری جس سے بڑے کرا انسان کے دھن میں نہیں آسکتی کی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ فرش میں بھی جو سنگ مرمر اور سنگ موٹی کی چوکر سلوں کا ہے یہ پتھر بڑے ہوتے ہیں۔ اور گنبد کے اندر ایک چھوٹا سا عہرہ ہے جس میں تاج محل کی تہر ہے جو سال بھر میں صرف ایک بار بڑے منگھلات سے کھولا جاتا ہے اور چونکہ اس کے تقدس کی وجہ سے کوئی عیانی شخص اندر جانے نہیں پاتا اس لئے میں بھی دیکھ نہیں سکا۔ لیکن سنا ہے کہ اس کی زیب و زینت اور کراکش و زیباکش بہت ہی اعلیٰ قسم کی ہے۔ آپ آپ سے صرف اس چوترہ کا ذکر کرنا باقی ہے جو گنبد سے لے کر باغ کی حد تک بنا ہوا ہے جو کوئی دیکھیں قدم چھٹا اور اس سے کسی قدر زیادہ اور کچا ہے اس چوترہ پر سے دیبا کے جھٹا نیچے بہتا ہوا اور بے شمار سرسبز باغ جو دور تک چلے گئے ہیں۔ اور شہر آگہ کا ایک حصہ اور قلعہ اور امرا کے خوبصورت مکانات جو وہ سرے کنارہ پر بنے ہوئے ہیں تمام نقشہ آتے ہیں۔ اور جب کہ یہ چوترہ اس باغ کا ایک ضلع ہے تو اس کا تعصیب میں آپ ہی پر چھوڑتا ہوں کہ میں جو یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ مقبرہ ایک حیرت افزا عمارت ہے کیا یہ سچ نہیں ہے؟ لیکن ہے کہ میری طبیعت نے چند مستانی ذائق پیدا کر لیا ہے۔ لیکن میں یہ یقینی طور پر کہتا ہوں کہ یہ روحِ اہلرام مصر کی ہر نہایت جوان گھر چھروں کے ڈھیر ہیں اور کمرہ دیکھنے

پر بھی جگہ کچھ پسند نہیں آئے اور وہ باہر کی طرف سے بجز اس کے کہ دینہ کی طرح نیچے اور رکسکر چھروں کا ڈھیر لگا دیا ہے کچھ نہیں ہیں اور جن کے اندر بھی کوئی ایسی بات نہیں جس سے انسان کی کچھ ہنرمندی اور لکھا دکھا دکھا بت ہو دنیا کے محاسبات میں شمار کئے جائے کا زیادہ تر متفق ہے۔

لے یہ ہے تقریباً وہی طرح عمارت شاہجہاں کے پانچویں سال عہد میں کے ابتدا میں ہی شروع ہوئی تھی اور سو گویا سال عہد میں سلطان شہنشاہ میں ہی کر ختم ہوئی بادشاہت میں لکھا ہے کہ پچاس لاکھ روپے اس پر خرچ ہوئے اور اس کی مرمت اور خدشہ کی تنخواہ اور عیال کے ختم فاقہ کے خرچ کے لئے ایک لاکھ روپے سال کی آمدنی کے دیئے اور وہ لاکھ روپے سال کی آمدنی کی دوکانیں اور مراعات جو اس کے پاس ہوتی تھیں اور جن سے مل کر یہ ایک اچھا ختم ہو گیا تھا اور جس کا نام ممتاز محل کے نام پر ممتاز آباد رکھا گیا تھا اور شاہ نے وقف کر دی تھیں ۔ س م ح نقلا

# تقریظ

جناب خلیفہ سید محمد حسن خاں صاحب

وزیر اعظم ریاست پٹیالہ

انسان جب مر جاتا ہے تو زندہ نہیں کہلاتا، اگر اہل تعصیف کی زندگی عجیب زندگی اور بات کی موت عجیب موت ہے کہ مرے پر کسی زندہ کہلاتے اور زندوں کی طرف بولتے جاتے اور چلتے پھرتے نظر آتے ہیں، چنانچہ اس کتاب کے مصنف ڈاکٹر فرانسس ہنری ہی کو دیکھو کہ باوجودیکہ وہ سو برس کے قریب جوتے کا خیال کر کے مر چکے ہیں، دنیا سے گئے، گرا ایک زمانہ گذر چکا ہے، زبان کو بند ہوئے، دوسرے لوگوں سے ہے۔ اس کا تادی لہاں پہلے کلکوں کلکوں سے کرتے پھرنا اور اہل علم کی طریت کی صحبتوں میں بیٹھنا اور چپ چاپ آنکھوں میں آنکھوں میں باتیں کرنا اور کبھی اپنی اصل فرانسس اور کبھی انگریزی اور کبھی ہندوستانی بولی بولنا۔ اور لکنا بھی تعلیم کی زبان سے جس میں یہ خوبی ہے کہ آواز نہیں اور شستانی ہر کسی کو دیتا ہے، اس امر کی دلیل یہ ہے کہ اُس نے اُس چشمہ کا پانی پیا ہے کہ جس کسی کو خوش منی نے اس کا ایک قطرہ بھی تعصیف ہو گیا ہے وہ زندہ ہے اور زندہ ہے گا۔ یہ چشمہ نہیں جس کو لوگ آپ حیات کا چشمہ کہتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ اُس کا پانی پی لینے سے انسان ہمیشہ زندہ رہ سکتا ہے۔ کہہ کر وہ تو صرف ایک خیالی چشمہ ہے نہ اُس کو کبھی کسی نے دیکھا اور نہ اُس کا پانی پیا۔ مگر میں چشمہ کا ہم ذکر کرتے ہیں وہ حقیقی اور سب کی آنکھوں کے سامنے موجود ہے اور اُس کا آب حیات سے زیادہ زندگی بخش پانی ہر خوش قسمت شخص کو پہنچا سکتا ہے۔ یہ چشمہ دوات ہے اور اس کا زندگی بخش پانی اس کی روشنائی ہے۔ جو اہل تعصیف ہمیشہ ظلم کے پمپ کے ذریعہ سے اس میں سے نکالتے اور آپ حیات کی طسرح خود چپے اور لوگوں کو پلاتے ہیں۔ پس مبارک ہیں وہ جنہوں نے اس چشمہ کا پانی پیا ہے اور مبارک ہے ان کی زندگی جو دنیا کی زندگی کے برخلاف ہے غل و غش اور بے کلفت زندگی ہے مگر فاضل و اکثر کو خوش نصیبی سے عمر بڑھانے کا ایک اور نسخہ بھی وہ مہربان اور تیر سرفراز ہے، اور یہ اُس کو استعمال بھی اس خوبی



سے کرتا ہے کہ خطا کر ہی نہیں سکتا یعنی جب دیکھتا ہے کہ پہلا طالب کسی قدر دیرینہ اور بوسیدہ ہو چلا ہے تو کسی دکنی صاحب سے اُس کو بدل ڈالتا اور نیا اختیار کر لیتا ہے اور تاج کے مسئلہ کو ہر ایک مرتبہ ایک است ہی است تھی اور انسان کا مرکز دوسرے طالب میں چلا جاتا دیکھا کسی نے بھی دستا اپنے محل سے ثابت کر دکھایا ہے۔ چنانچہ پہلے پہل مسٹر اردنگ بڑاگ صاحب کی اعانت سے اپنی ہمایہ قوم انگریز کا طالب اختیار کیا اور اُس عقل مند قوم کے لوگوں سے مرعہ اور جہاں دیدہ جان کر قدر شناسی کی راہ سے اس کو اپنے سربراہ آنکھوں پر بٹھایا اور اس کی سفید اور تھوڑی آنکھوں اور دلچسپ اور صبرت خیز محاکمات کو اپنے دل و دماغ میں جگہ دی اور اب ہمارے نہایت صاحب علم و فضل و جامع الکمالات دوست جناب کرنل ہنری مور صاحب بہادر تھی آئی و سٹی ایچ آئی تریجان جناب کاٹھارڈا پنچیف بہادر چندوستان اور میرے بھوٹے بھائی شہیرا الدولہ ممتاز الملک خلیفہ سپہ محمد حسین صاحب میرمنشی ریاست پٹیالہ کی ادا سے ہندوستانی روپ بدل لیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہ آندول لٹا سیکر لیا کہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ پرس کا ہتھ دالا ہے یا دلی کا۔ پس میرے عزیز ہم وطنوں شرم کو بھی لازم ہے کہ انگریزوں کی طرح شرم بھی اس دانا اور تھوڑے کار حکیم کی جس نے قصاری خاطر تھا یا ہی روپ بدل لیا ہے اور قصاری ہی دلی لیکھ لی ہے جان و دل سے خاطر و داریات کر دیا اور اپنے ملک کے اگلے بادشاہوں اور چانوں اور سبوں اور ہر ایک درجہ کے لوگوں کی باتیں ہر اُس کی آنکھوں دیکھی ہوتی ہیں اس کی زبان سے منہ پر ہم کو بلا و رعایت پنج پہنچے تھائے گا کہ اب سے دوسرے برس پہلے قصارے ملک کی کیا حالت تھی۔۔۔ سلطنت اور حکومت کا کیا طریقہ تھا۔ رعایت اور تہارت اور مناعت کا کیا حال تھا۔ ملک کی دولت مندی کی کیا کیفیت تھی یا راستے پر امن تھے یا خطرناک اور سفر کے ذریعے کیا اور کیسے تھے۔ سلطنت یا خود راہ کی طرف سے تعلیم عام کا کچھ انتظام تھا یا نہیں؛ عدالت اور انصاف کی کیا صورت تھی؛ اور اس کے لئے کچھ قوانین اور قاعدے مفروضے یا نہ تھے۔ اور اُن کی تعمیل کیسی ہوتی تھی۔ آبادی دانے میں میں مذہب کی آزادی بھی آگئی رہا یا کو حاصل تھی یا نہیں۔ اور لوگوں کی طرز معاشرت اور اطلاق و عادات کا کیا حال تھا۔ ملک کی آمدنی ملک ہی کے کاموں میں طرح ہوتی تھی یا بادشاہ کے ذاتی اور عیش و آرام کے کاموں میں، فرق کی کیا حالت تھی اور اُس کا نظم و سن کیا اور کس ٹوٹنگ پر تھا اور منہ آرائی اور رنگ آرائی کے کیا طریقے تھے۔ بادشاہ و دربار کس طرز کرتا تھا۔ اور اُس کی شان اور عرس کیا اور کس طرز کا تھا۔ اور یہ باتیں شرم کو یہ

قباہ جہاں کے امام اسیری اور مہارنگ نریب

ایسی تشریح اور تفصیل سے سنائے گا کہ گویا حق کام حق تھا سب سامنے کرے گا جس سے تم  
 اُس وقت اور اس وقت کی حالت کا بخوبی سرازد کر سکو گے۔ اور پھر سکو گے کہ سلطنتِ مغلیہ کے زمانہ  
 میں جس کی نادیہ تعمیر ہوئی اور خوبوں کو سستی کرنا تھا تم اپنے دل میں خیال کرتے ہو گے کہ وہ ہندو  
 اور ہندوستانوں کے لئے جہایت ہی عمدہ اور خوب برکت کا زمانہ تھا تھا سب لگ اور ملک  
 مالوں کی کیا حالت تھی۔ اور اب کو تین و گنہ یہ بادشاہِ اعلیٰ ان اور قیصر ہند کے مبارک  
 مہدی جو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے کیا حالت اور صورت ہے۔  
 والسلام

الید محمد حسن عفی عنہ

۲۵-۳ دسمبر ۱۷۷۵ء